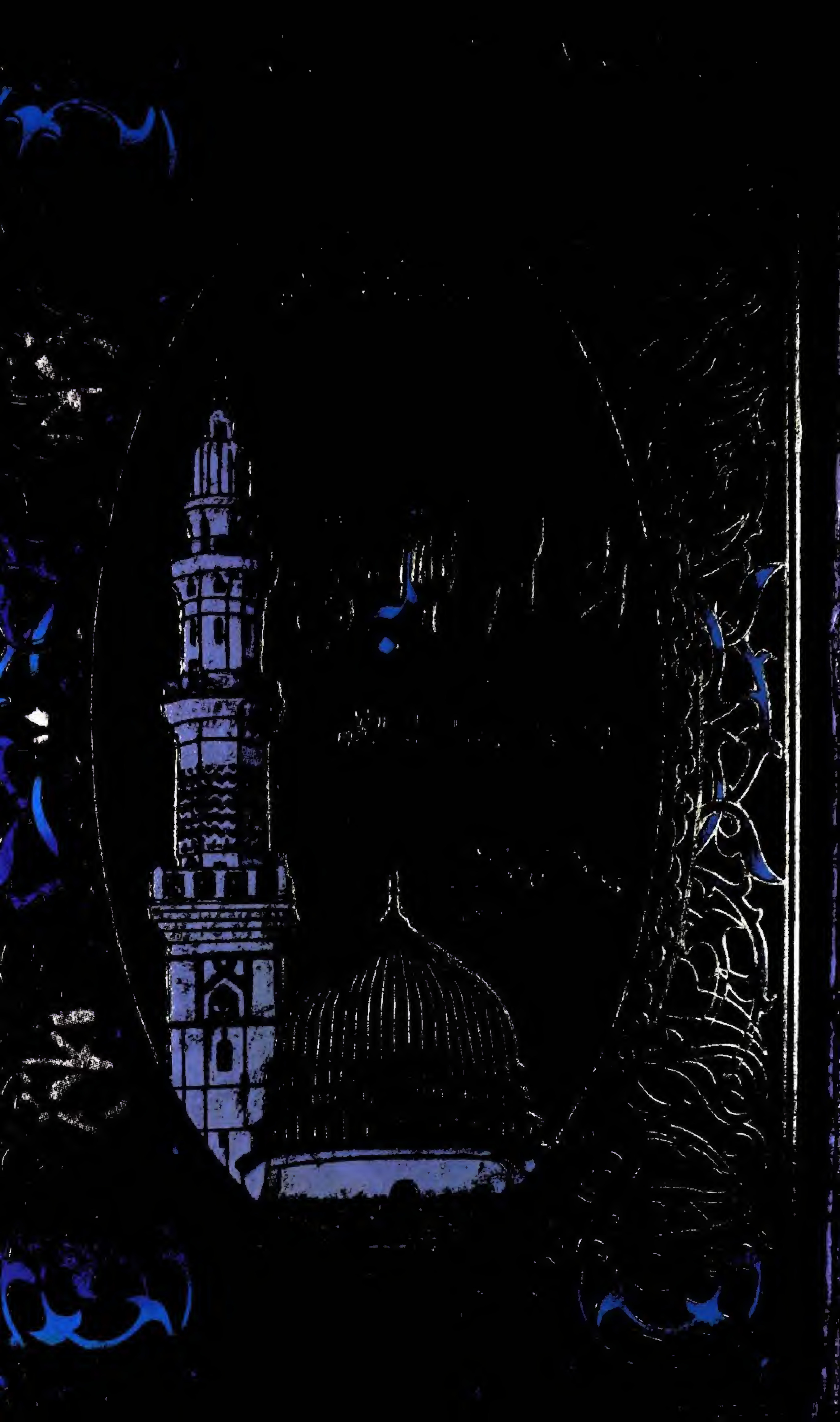


الخصائص الکبریٰ

جلد اول

مؤلف

ابی الفضل جلال الدین عبدالرحمٰن ابی بکر السیوطی

زیرِ نگرانی

اِدارہ ضیاءُ المصنفین

بھیرہ شریف

مترجم

علامہ مقبول احمد

فاضل دارالعلوم محمدیہ غوثیہ۔ بھیرہ شریف

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور ○ کراچی ○ پاکستان

نام کتاب	الخصائص الکبریٰ (جلد اول)
مصنف	حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمتہ اللہ علیہ
زیر نگرانی	ادارہ ضیاء المصنفین بھیرہ شریف
اشاعت	جولائی 2001ء
تعداد	ایک ہزار
ناشر	ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
قیمت	فی سیٹ -/450 روپے

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ 7221953

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ 7225085-7247350

فیکس:۔ 042-7238010

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی۔

فون:۔ 021-2210212-2212011-2630411

e-mail:- zquran@brain.net.pk

Website:- www.ziaulquran.com

Green Dome International Ltd.

148-164 Gregory Boulevard, Nottingham. NG7 5JE U.K.

Tel:- 0115-911 7222 Fax:- 0115-911 7220

فہرست مضامین

پیش لفظ

حضور ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے دار العلوم محمدیہ غوثیہ کی صورت میں جو باغ لگایا تھا اور خون جگر سے جس کی آبیاری کی تھی اب وہ پھل پھول رہا ہے آپ نے اس کے متعلق جو خواب دیکھے تھے۔ اب وہ حقیقت کا روپ دھار رہے ہیں۔ حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی یہ خواہش تھی کہ تصنیف و تالیف کا ایسا ادارہ قائم کیا جائے۔ جس کے اراکین ایسی علمی کاوشیں پیش کریں۔ جو ایک طرف اسلاف کے علمی ورثہ سے ملت کے افراد کا ربط پیدا کریں۔ اور دوسری طرف موجودہ دور کے پیدا ہونے والے مسائل کے بارے میں امت مسلمہ کی راہنمائی کریں۔

چونکہ کسی بھی مقصد تک دفعۃً نہیں پہنچا جا سکتا بلکہ منزل آشنا ہونے کے لئے طویل عرصہ تک کٹھن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے افرادی قوت کی تیاری کے لئے تمام تر کاوشیں بروئے کار لائی گئیں اور اس بات کا اہتمام کیا گیا۔ کہ ایسے افراد تیار ہوں جو نہ صرف جدید و قدیم علوم پر دسترس کے حامل ہوں۔ بلکہ زمانے کی نبض پر ہاتھ رکھ کر مسائل کا ادراک اور ان کا تدارک کرنے کی اہلیت رکھتے ہوں۔ نیز علمی و تحقیقی اسلوب کو اپناتے ہوئے اسلام کے آفاقی پیغام کے ابلاغ کی بھی استعداد سے مالا مال ہوں۔

اللہ رب العزت کے فضل و کرم اور نبی مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم کی رأفت و رحمت کے تصدق دار العلوم محمدیہ غوثیہ مطلوبہ افراد کی معقول تعداد تیار کر چکا ہے۔ اب وقت آن پہنچا ہے کہ حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کی دیرینہ خواہش کے مطابق امت مسلمہ کی خدمت کا فریضہ سرانجام دیا جائے۔ وقت کے اس اہم ترین تقاضے کے پیش نظر حضور ضیاء الامت رحمۃ اللہ علیہ کے خلف الرشید جناب پیر محمد امین الحسنات شاہ صاحب پرنسپل دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کی سربراہی میں ادارہ ضیاء المصنفین کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ اس کے یہ مقاصد متعین کئے گئے ہیں۔

(1) اسلام کے جملہ پہلوؤں پر مستند مواد تیار کرنا۔

(2) دارالعلوم میں پڑھائے جانے والے نصاب میں مجوزہ کتب کے حواشی اور ان کے شروح کی تالیف کرنا۔

(3) احادیث کی کتب میں صحت کا التزام کرتے ہوئے انہیں اشاعت کے قابل بنانا۔

(4) نصابی کتب کی تدوین جدید خصوصاً فقہ کی کتب میں ضروری مسائل کو شامل کرنا۔

(5) اسلاف کے علمی ورثہ کی تلاش اور اس کی حفاظت کی کوشش کرنا۔

ان مقاصد کے حصول کے لئے جید علماء مصروف عمل ہیں۔ تفسیر ابن کثیر، تفسیر مظہری کے تراجم کا کام آخری مراحل میں ہے۔ ان کے علاوہ بھی کئی کام شروع کئے جا چکے ہیں۔ اس وقت حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق کتاب "الخصائص الکبریٰ" کا ترجمہ آپ کے سامنے ہے۔ جس کی سعادت دارالعلوم محمدیہ غوثیہ کے فارغ التحصیل شاہین علامہ مقبول احمد صاحب نے حاصل کی۔ حضرت علامہ جدید و قدیم علوم پر گہری نظر رکھتے ہیں۔ آپ کا ترجمہ سلیس اور بامحاورہ ہے۔ مترجم نے مشکل مقامات سے پہلو بچا کر نکلنے کی کوشش نہیں کی بلکہ اپنی خداداد صلاحیتوں کو کام میں لاتے ہوئے انہیں حل کیا ہے۔

اس کی اشاعت کی سعادت ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور حاصل کر رہا ہے۔ ادارہ کے اراکین اس امر کا پختہ عزم کئے ہوئے ہیں کہ ادارہ ضیاء المصنفین کے مقاصد کے حصول کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں گے۔

طالب دعا

محمد حفیظ البرکات شاہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے آسمان نبوت پر مہر درخشاں اور ماہ تاباں کو ظاہر فرمایا اور جس نے غنچۂ رسالت سے گل خنداں کو نمودار فرمایا۔

اللہ تعالیٰ کا نام بڑا ہی بابرکت ہے، اس کے کلمات مکمل، اس کی نعمتیں عام اور اس کی حکمتیں بے پایاں ہیں، اس کا قلم قدرت ماضی اور مستقبل کی ہر بات کا فیصلہ کر چکا ہے، وہی ساری مخلوق کو عدم سے وجود میں لایا۔ اسی نے اندھیرا اجالا بنایا، لوح و قلم کی تخلیق کی اور عمر، رزق اور تمام اعمال کا ایک اندازہ مقرر فرما کر ان چیزوں کو تقسیم فرما دیا۔ میں اسی کی حمد و ستائش کر رہا ہوں۔ جس کی تعریف و توصیف میں ازل سے ابد تک کی ہر چیز زمزمہ سنج ہے۔ میں اس کا شکر بجالاتا ہوں اور اس کی مزید نعمتوں کا خواستگار اور اس کی مزید عنایتوں کا طلبگار بھی ہوں اور اسی سے راہ ہدایت کا سوال کرتا ہوں، اسی کی مدد چاہتا ہوں جسے وہ گمراہ کر دے تو پھر تو اس کا کوئی بھی دوست اور راہ دکھلانے والا نہیں پائے گا میں اسی کی مدد و نصرت کا طالب ہوں کہ اس کے سوا کوئی پناہ گاہ نہیں ہے۔ میں اس سے سوال کرتا ہوں کہ وہ خود ہی میرے سارے کاموں میں میرے لئے کافی و وافی ہو جائے کیونکہ ہر طرح کی قوت و طاقت ہمیشہ اسی کے ہاتھ میں ہے۔ میں اسی سے اس کی عنایت و دستگیری مانگتا ہوں۔ کہ وہ بہترین سرپرست اور مددگار ہے میں اس کے دامن رحمت سے وابستہ ہوں اور اسی کی رسی کو تھامتا ہوں۔ کیونکہ جو اس رشتہ سے منسلک ہو جائے۔ (اور اللہ تعالیٰ سے تعلق عبودیت مضبوط کر لے) تو یہ رشتہ کبھی نہیں ٹوٹتا۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ حدہ لاشریک ہے۔ وہ یگانہ و یکتا ہے، منفرد و بے نیاز ذات ہے۔ نہ اس کی بیوی ہے، نہ اولاد۔ وہ فانی اشیاء کی علامات سے پاک ہے۔ لہٰذا جسم، عرض، آواز اور منتقل ہونے کی صفات اس میں نہیں ہیں۔ زمان و مکان اس کی لامحدود ذات کو گھیر نہیں سکتے۔ نہ وہ کسی دل میں کماحقہ سما سکتا ہے اور نہ عقل اس کا ادراک کر سکتی ہے، نہ قوتِ ادراک اس کا احاطہ کر سکتی ہے اور نہ کسی ذہن کیلئے اس کی حقیقت تک رسائی ممکن ہے۔

میں گواہی دیتا ہوں کہ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ وہ نبی برحق جو نہ کبھی راہ حق سے بھٹکے اور نہ بہکے، جو اپنی خواہش سے بولتے بھی نہیں، جنہوں نے

جبریل امین کو دوبار سدرۃ المنتہیٰ کے پاس دیکھا جس کے پاس ہی جنت الماویٰ ہے۔ جس نے عالم بالا میں قلموں کے چلنے کی آواز سنی۔ جب خداوند رحمٰن عزوجل اپنی شان کے مطابق عرش بریں پر جلوہ افروز ہوا تو حضور نبی پاک ﷺ کے نام پاک کو وہاں پر تحریر فرمایا اور ابتدائے آفرینش سے ہی زمین و آسمان میں نام پاک مصطفیٰ ﷺ کا چرچا کر دیا اور قیامت کے دن بھی آپ کی عظمتوں کا ڈنکا بجے گا۔

پتھروں اور درختوں نے آپ ﷺ کے حضور نذرانۂ سلام پیش کیا۔ بکری کے تھنوں سے آپ کی خاطر بکثرت دودھ جاری ہو گیا۔ کھجور کا تنا آپ کی جدائی کے غم میں چلانے لگا حتی کہ بیل کی طرح آواز سنائی دی۔ آپ کی انگشت مبارک سے اور خشک زمین سے پانی کے چشمے جاری ہو گئے۔ جو چاند گہوارے میں آپ کا دل لبھاتا تھا وہ آپ کے اشارہ سے دو ٹکڑے ہو گیا۔ آپ کی برکت سے مردہ زندہ ہو گیا۔ دروازے کی چوکھٹیں اور گھر کی دیواریں آپ ﷺ کی دعوت پر ایمان لائیں۔ اور آپ نے بادلوں کو برسنے کا اشارہ فرمایا تو وہ بلاتامل برسنے لگے۔ آپ کی ذات عالی پر ایسا درود و سلام ہو جو ہمارے لئے بوقت مرگ باعث سعادت و نجات ہو، بروز قیامت حساب و کتاب کی ہولناکیوں میں ثابت قدمی عطا کرے اور پل صراط سے بہ آسانی گذر جانے کا سبب بنے جبکہ وہاں بکثرت مردوں اور عورتوں کے قدم ڈگمگا رہے ہوں گے۔ اور آپ کی آلِ اطہار اور صحابہ کرام پر بھی درود و سلام ہو جو ہدایت کے تارے، دشمنانِ دین کے مقابلے میں شیر اور جود و سخا کے بادل ہیں درود و سلام کا یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہے۔ جب تک کوئی شخص حدی خوانی کرتا اور گنگناتا رہے۔ حدی خوان سفر کو نکلتا اور پلٹتا رہے۔ جب تک مسافر منزل آشنا ہوتا اور سیدھی راہ پاتا رہے۔ جب تک مدمقابل سامنے آتا اور غائب ہوتا رہے اور جب تک سامنے آنے والا حملہ کرتا اور ہلاک کرتا رہے اور ندیاں بہتی اور سیراب کرتی رہیں۔ یہ ایسی کتاب ہے کہ مقربین جس کی فضیلت کی گواہی دیں گے اور ایسا گھنا بادل ہے۔ جس کے حیات بخش قطرے دور و نزدیک والوں کو حیات نو بخشیں گے۔ یہ ایک انتہائی نفیس اور جلیل القدر کتاب ہے۔ دوسری کتابوں میں اس کتاب کی وہی امتیازی شان ہے جو کسی تاجِ زرنگار میں چمکتے ہیرے کی یا آیات قرآنی میں آیات سجدہ کی۔

یہ ایسی کتاب ہے جس کے قطرے فردوس بداماں جس کے پھل تر و تازہ اور تیار، جس کی کلیاں مشکبار، جس کے انوار و تجلیات چار سو ضیابار، اور جس کی آیات و احادیث حق و صداقت کی علمبردار ہیں۔ یہ ایسی کتاب ہے جس کے علوم و فنون متنوع، جس کی شاخیں برگ و بار سے لدی

ہوئی اور جس میں بیان کی گئی احادیث کے متن اور اسانید مربوط ہیں۔

اس کتاب کے پڑھنے اور سننے والے کو بارگاہ رب العزت سے اجر و ثواب ملے گا اس کا مؤلف جو باتیں اس میں شامل کرے گا یا ترک کرے گا اللہ تعالیٰ اس معاملے میں اس کی حفاظت فرمائے گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ بوقت نزع مؤلف کو قول ثابت (کلمہ طیبہ) کے ساتھ ثابت قدمی عطا فرمائے گا۔ اور میدان قیامت میں اسے ایسا نور عطا ہوگا جو اس کے آگے پیچھے دوڑ رہا ہوگا۔

اس کتاب میں ایسی احادیث جمع کر دی گئی ہیں جن کو یکجا کرنے سے بڑے بڑے طاقتور مرد میدان تھک ہار گئے۔ احادیث کی حفاظت اور صحت کے لحاظ سے دوسری کتابوں کے مقابلہ میں یہ اپنی نوعیت کی منفرد کتاب ہے ہدایت یافتہ لوگوں کے سینوں کو یقین کی دولت سے مالا مال کرتی ہے ایمان داروں کے ایمان کو مزید بڑھاتی ہے۔ یہ علم و حکمت کا ایسا دیوان ہے جو برگزیدہ اور نیک اہل قلم کی نگارشات کو محیط ہے۔ محدثین کرام نے جن احادیث کو معتبر اسانید کے ساتھ نقل کیا ان پر حاوی ہے ان روشن معجزات پر مشتمل ہے۔ جو حضور سید عالم سید المرسلین ﷺ کے ساتھ خاص ہیں۔ اور آپ ﷺ کی ان امتیازی خصوصیات کو شامل ہے۔ جو مطلع حیات پر چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہی ہیں۔ اس سلسلے میں مجھے جو احادیث ملیں انہیں میں نے یہاں ذکر کر دیا۔ سوائے ان احادیث کے جو من گھڑت اور پایۂ تحقیق سے گری ہوئی تھیں۔ میں نے ان کے طرق اور شواہد کو تلاش کیا کہ کہیں ان کی سند میں کمزوری تو نہیں پھر مربوط اقسام اور ترتیب وار ابواب کی صورت میں اس طرح پیش کیا کہ الحمد للہ اب یہ اپنے فن میں مکمل کتاب ہے اس کے کرم کی برکھا برس رہی ہے، اس کا دامن علم و حکمت بڑا کشادہ ہے، اس کے فیوض و برکات سے ہر خاص و عام بہرہ اندوز ہے۔ معانی کو خوبصورت الفاظ کا جامہ پہنایا گیا ہے۔ اس میں حکمت و دانائی کے صاف شفاف چشمے جاری ہیں۔ اس کے موارد و مصادر کافی و وافی ہیں۔

حضور نبی رحمت ﷺ کے معجزات کے متعلق احادیث مبارکہ خواہ وہ پہلے کسی کتاب میں یکجا مذکور ہیں یا بکھری ہوئی ہیں وہ آپ کو اس کتاب میں یکجا سننے اور دیکھنے کو ملیں گی۔ ناقابل فہم چیزوں کو میں ذہنوں کے قریب لایا۔ بعض حیران کن اور متروک چیزوں کو مانوس کیا، عجیب اور غیر مانوس باتوں پر مشتمل مشکل مسائل کو کھول کر بیان کیا۔ ایمانداروں کے لئے انشراحِ صدر اور اطمینانِ قلب کا سامان پیدا کیا اور اس کے ذریعے منکر اور فسادی لوگوں، بدعتی اور ملحد گروہ، سرکش فلسفیوں کو میں نے آتش زیر پا کر دیا ہے۔ جبکہ مجھے اس کار خیر سے بہتر انجام کی امید ہے اور جسے اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرماتا ہے وہی ہدایت پانے والوں میں سے ہوتا ہے۔

باب

حضور نبی کریم ﷺ کی یہ خصوصیت کہ پیدائش، منصب نبوت ملنے اور اللہ تعالیٰ کے میثاق لینے میں تمام انبیاء پر آپ کو اولیت حاصل ہے

ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں اور ابو نعیم نے الدلائل میں متعدد طرق سے نقل کیا ہے کہ حضرت قتادہ نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے، انہوں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی پاک ﷺ نے فرمان الٰہی "وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِیّٖنَ مِیْثَاقَهُمْ (الآیہ)" کی تفسیر میں فرمایا کہ میری پیدائش تمام نبیوں سے پہلے ہوئی۔ جبکہ سب سے آخر میں مبعوث ہوا ہوں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے میثاق بھی ان سے پہلے مجھ سے لیا۔

ابو سہل قطان رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "امالی" میں حضرت سہل بن صالح ہمدانی سے روایت کیا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ حضرت ابو جعفر محمد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ نبی پاک ﷺ تمام انبیاء علیہم السلام پر مقدم کس طرح ہیں۔ جبکہ آپ ﷺ تو سب سے آخر میں مبعوث ہوئے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی نسلوں کو نکال کر انہیں ایک دوسرے پر گواہ بنایا اور فرمایا اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ (کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟) تو اس وقت حضور نبی پاک ﷺ نے سب سے پہلے کہا "بلیٰ" (کیوں نہیں) یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ تمام نبیوں سے مقدم ہیں۔ اگرچہ آپ سب سے آخر میں مبعوث ہوئے۔ امام احمد اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہما نے اپنی تاریخ میں اور طبرانی، حاکم، بیہقی اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہم نے میسرۃ الفجر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ! (ﷺ) آپ کب سے منصب نبوت پر جلوہ گر ہیں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ جب حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔

امام احمد، حاکم اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہم نے عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ میں اللہ تعالیٰ کی جناب میں لوح

محفوظ پر اس وقت بھی خاتم النبیین تھا۔ جبکہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے خمیر کی مٹی میں مراحل تخلیق سے گزر رہے تھے۔

حاکم، بیہقی اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی پاک ﷺ سے عرض کی گئی کہ آپ ﷺ کو منصبِ نبوت کب عطا ہوا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ اس وقت جبکہ حضرت آدم علیہ السلام پیدائش اور روح پھونکے جانے کے درمیانی مرحلے میں تھے۔

بزار اور طبرانی رحمہما اللہ تعالیٰ نے "اوسط" میں اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے امام شعبی کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ بارگاہ نبوت میں عرض کی گئی یا رسول اللہ ﷺ آپ کب سے تخت نبوت پر جلوہ افروز ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس وقت سے جبکہ حضرت آدم علیہ السلام ابھی روح اور جسم کے درمیان تھے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے صنابحی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی آپ کب نبی بنائے گئے؟ تو ارشاد فرمایا۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کا جسد خاکی تیاری کے مراحل سے گزر رہا تھا (مرسل)

ابن سعد نے ابن ابی جدعاء رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے کہ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ کب سے نبی ہیں؟ فرمایا جب حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے عامر سے روایت کی ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ نبوت میں عرض کی آپ کو کب سے نبی بنایا گیا ہے؟ ارشاد فرمایا جب حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کے درمیان تھے۔ اسی وقت مجھ سے میثاق لیا گیا۔

طبرانی اور ابو نعیم رحمہما اللہ علیہ نے ابو مریم غسانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا ہے کہ ایک اعرابی نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت اقدس میں عرض کی آپ کی نبوت سے پہلے کون کون سی باتیں ہوئیں۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے میثاق لیا جیسا کہ دیگر انبیاء سے لیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے میرے مبعوث ہونے کی دعا کی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے میری آمد کی نوید سنائی اور میری والدہ ماجدہ سلام اللہ علیہا نے بحالت خواب دیکھا کہ ان کے جسم پاک سے ایک چراغ طلوع ہوا۔ جس کی چمک سے ملک شام کے محلات روشن ہو گئے۔

فائدہ

شیخ امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "**التعظیم والمنة فی لتؤمنن به**

ولتنصرنہ" میں فرمایا ہے کہ اس آیت کریمہ میں حضور نبی پاک ﷺ کی رفعت شان اور علو مرتبت کا واضح بیان ہے۔ مزید بر آں اس کا یہ بھی مطلب ہے کہ اگر بالفرض آپ پہلے انبیاء کے زمانے میں تشریف لے آتے تو آپ ان کے لئے بھی رسول ہوتے۔ پس آپ کی نبوت و رسالت حضرت آدم علیہ السلام کے عہد مبارک سے لے کر روز قیامت تک کی تمام مخلوقات کو شامل ہے۔ اور باقی انبیاء کرام اور ان کی امتیں آپ ﷺ کی امت کا ایک حصہ ہیں۔ نیز آپ کا یہ ارشاد مبارک کہ "بُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً" (مجھے سب لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے) صرف آپ کے عہد ہمایوں سے لے کر قیامت تک کے لوگوں کے ساتھ خاص نہیں ہے۔ بلکہ گزشتہ زمانے کے تمام لوگوں کو بھی شامل ہے اور یہی مفہوم اس فرمان عالیشان سے بھی مترشح ہوتا ہے۔ "كُنْتُ نَبِيًّا وَّ اٰدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ" (میں اس وقت بھی نبی تھا جب حضرت آدم علیہ السلام روح اور جسم کی درمیانی حالت میں تھے۔)

بعض لوگوں نے اس حدیث پاک کا یہ مفہوم بیان کیا ہے کہ اس وقت علم الٰہی میں یہ بات تھی۔ کہ حضور نبی پاک ﷺ آئندہ نبوت سے سرفراز کئے جانے والے ہیں۔ لیکن حدیث پاک کا یہ معنی درست نہیں کیونکہ علم الٰہی تو تمام اشیاء کو محیط ہے اور حضور نبی پاک ﷺ کا یہ فرمان کہ "میں اس وقت نبی تھا" اس کا تقاضا ہے کہ یہ بات تسلیم کی جائے کہ اس وقت آپ کی نبوت ثابت ہو چکی تھی۔ تبھی تو حضرت آدم علیہ السلام نے آپ ﷺ کے نام پاک کو عرش الٰہی پر یوں لکھا ہوا دیکھا۔ **محمد رسول الله**۔ پس آپ کی نبوت اس وقت ایک حقیقت ثابتہ تھی ورنہ یہ کہنا کہ صرف علم الٰہی میں یہ بات تھی کہ آپ مستقبل میں مقام نبوت پر فائز ہوں گے۔ تو یہ صرف آپ کی ہی خصوصیت نہیں بلکہ وہ علیم و خبیر ذات تو تمام انبیاء کی نبوت کو اس وقت بلکہ اس سے پہلے ہی جانتی تھی۔ لہٰذا ہمارے آقا و مولا ﷺ کی خصوصیت تبھی بنے گی جب یہ مان لیا جائے کہ آپ اس وقت واقعی منصب نبوت پر فائز تھے۔ جس سے آپ نے اپنی امت کو آگاہ فرمایا۔ تاکہ آپ کے امتی آپ کی حقیقی قدر و منزلت کو پہچان کر اپنے دامن میں ڈھیروں برکتیں سمیٹ لیں۔

حضرت شیخ امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ آپ یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ مذکورہ حدیث پاک میں حضور نبی پاک ﷺ کی جو امتیازی شان بیان ہوئی ہے اسے واضح طور پر سمجھایا جائے۔ کیونکہ نبوت ایک وصف ہے جس کا تقاضا ہے کہ موصوف بھی موجود ہو اور یہ بھی ہم جانتے ہیں کہ نبوت چالیس سال کی عمر کے بعد عطاء ہوتی ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم علیہ اطیب التحیۃ واکمل التسلیم کے پیدا ہونے اور مبعوث ہونے سے پہلے وصف نبوت

آپ کی ذات کے ساتھ کیسے متعلق ہو گیا۔ جبکہ آپ کی ذات مبارکہ جو کہ وصف نبوت کے لئے موصوف تھی، ابھی ظاہری دنیا میں جلوہ گر نہیں ہوئی تھی۔ اگر کسی طرح سے یہ بات صحیح ثابت ہو بھی گئی کہ آپ اس وقت بھی وصف نبوت سے متصف تھے تو پھر دیگر انبیاء کرام کے لئے بھی یہی بات ماننا پڑے گی۔ پھر اس حدیث پاک میں حضور نبی کریم ﷺ کی کونسی امتیازی شان بیان ہوئی؟ یہی بات وضاحت طلب ہے۔

آپ کے اس سوال کا جواب میں یہ دیتا ہوں کہ حدیث پاک میں آیا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اجسام سے پہلے ارواح کو پیدا فرمایا۔ لہٰذا عین ممکن ہے کہ فرمان نبوی "کُنْتُ نَبِیًّا" کا اشارہ آپ ﷺ کی روح پاک اور حقیقت کی طرف ہو۔ ان حقائق کی کماحقہ، پہچان ہماری عقل نارسا سے ماوراء ہے۔ انہیں صرف ان کا پیدا کرنے والا جانے۔ یا وہ خوش نصیب جس کی دستگیری خود نور الٰہی کرے۔ پھر ان حقیقتوں میں سے جس حقیقت کو اللہ تعالیٰ جو وصف یا کمال عطا کرنا چاہے اور جس وقت عطا فرمانا چاہے عطا فرما دیتا ہے۔ پس بات سمجھ میں آگئی کہ نبی پاک ﷺ کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے آفرینش آدم سے پہلے تخلیق فرما کر اسے وصف نبوت عطا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی حقیقت مبارکہ کی تخلیق ہی بایں طور فرمائی تھی کہ وہ وصف نبوت کی متحمل بن سکے اور پھر اس حقیقت نبویہ پر اسی وقت فیضان نبوت جاری فرما دیا۔ لہٰذا آپ اسی وقت منصب نبوت پر فائز ہو گئے اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام پاک عرش پر لکھ کر آپ کی رسالت کی دھوم مچا دی۔ تاکہ بارگاہ رب العزت میں آپ کو جو عزت و سرفرازی کا مقام ملا ہے۔ اس سے ملائکہ وغیرہ سب آگاہ ہو جائیں۔ لہٰذا آپ کی حقیقت مبارکہ تو اس وقت سے موجود ہے۔ اگرچہ آپ کا جسم مبارک اس ظاہری دنیا میں بعد میں جلوہ گر ہوا اور آپ کی حقیقت اس وقت بھی ان اوصاف شریفہ سے متصف تھی جن کا فیضان آپ پر ذات الٰہیہ کی طرف سے ہوا تھا صرف بعثت اور تبلیغ کا امر مؤخر ہوا تھا۔ جو فیضان آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا تھا اور جن کمالات کی آپ کی ذات شریفہ اہل تھی اس میں کسی قسم کا تاخر نہیں تھا بلکہ وہ سب کمالات آپ کو عطا کر دیئے گئے تھے جو آپ کی ذات کے لائق تھے۔ اسی طرح نبوت کے منصب عالی پر فائز کرنا، کتاب و حکمت کا عطا کرنا اور نبوت کا مرحمت فرمانا سب اسی وقت (یعنی تخلیق آدم سے پہلے) آپ کو عطا کئے گئے تھے۔ تاخیر صرف آپ کے ظہور میں ہوئی اور آپ کے علاوہ جو اہل کرامت اور صاحب شرف انبیاء کرام ہیں ان پر فیضان نبوت ان کے وجود کے ظہور کے بعد ہوا جس وقت اس ذات پاک نے چاہا انہیں منصب نبوت عطا فرما دیا۔ اور یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ جو کچھ اس عالم امر اور عالم خلق میں

ہوگا اسے اللہ تعالیٰ ازل سے جانتا ہے اور ہمیں دلائل عقلیہ اور شرعیہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ کے اس علم کا پتہ چلتا ہے جو کسی چیز کے متعلق ہوتا ہے اور لوگوں کو علم الٰہی کا اس وقت عرفان ہوتا ہے جبکہ اس کا ظہور ہوتا ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کی نبوت کا علم لوگوں کو تب ہوا جبکہ جبریل امین پہلی مرتبہ آپ پر وحی لے کر اترے تھے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے افعال میں سے ایک فعل ہے جو اس کی جملہ معلومات، آثار قدرت اور علامات ارادہ اور اختیار میں سے ہے اور یہ فعل ایک محل خاص پر واقع ہوا ہے جو اس شان سے متصف ہے، پس یہ دو مرتبے ہیں ایک دلیل کے ذریعہ معلوم ہوتا ہے اور دوسرا مشاہدہ پر مبنی ہے، اور ان دونوں مرتبوں کے درمیان اللہ تعالیٰ کے ان افعال کے واسطے ہیں جو اس کے اختیار سے ظاہر ہوتے ہیں کچھ افعال وہ ہوتے ہیں جو وجود کے بعد ظاہر ہوتے ہیں اور کچھ وہ ہوتے ہیں جو محل کیلئے کمال ہوتے ہیں اگرچہ ان کا ادراک مخلوق کے کسی فرد کو بھی نہ ہو پھر یہ افعال الٰہیہ کا واسطہ دو کمالات کی طرف تقسیم ہوتا ہے ایک کمال وہ جو اس محل کی تخلیق کے وقت سے اس کے ساتھ متصل ہوتا ہے اور دوسرا کمال وہ جو وجود کے ظہور کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ اور اس فعل الٰہی کا علم ہمیں صرف اور صرف خبر صادق سے حاصل ہوتا ہے اور نبی مکرم ﷺ ساری مخلوق سے بہتر اور افضل ہیں اس لئے آپ کے کمال سے بلند کمال و مرتبہ کسی مخلوق کا نہیں اور آپ کے مقام سے بلند منصب بھی کسی کو نہیں ملا پس ہمیں خبر صادق کے ذریعے یہ معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ کو رب کریم کی طرف سے منصب نبوت تخلیق آدم علیہ السلام سے پہلے عطا ہوا تھا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت کا تاج زرنگار اس وقت مرحمت فرمادیا تھا پھر آپ کی خاطر انبیاء کرام علیہم السلام کی ارواح سے عہد و پیمان لئے تھے تاکہ ان سب کو معلوم ہو جائے کہ آپ ﷺ کی ذات مطہرہ ان سب سے مقدم ہے اور آپ ان تمام کے نبی اور رسول ہیں اور عہد لینا خلیفہ بنانے کے معنی میں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ میں لام قسم داخل کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

علمی نکتہ

نبی کریم ﷺ کے لئے دیگر انبیاء کرام علیہم السلام سے عہد و پیمان لینا بالکل ایسے ہے جیسے خلفاء کے لئے بیعت لی جاتی ہے

انبیاء کرام سے اللہ تعالیٰ نے جو میثاق لیا۔ اس کی مثال ایسی ہے۔ جیسے خلفاء کیلئے بیعت لی جاتی ہے اور شاید بیعت خلفاء کا ماخذ ہی یہی ہے۔ دیکھئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی کتنی زیادہ توقیر و تعظیم فرمائی ہے کہ آپ سردار انبیاء ٹھہرے۔ آپ کی حقیقی عظمتوں سے حجاب تو اس وقت اٹھے گا جب بروز حشر جملہ انبیاء آپ کے لواء الحمد کے نیچے ہوں گے۔ بلکہ دنیا میں بھی یہ بلندی شان اس وقت ظاہر ہوئی۔ جب شب معراج آپ ﷺ نے تمام انبیاء کی امامت فرما کر انہیں نماز پڑھائی۔ اگر بالفرض آپ کی تشریف آوری حضرات آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام کے زمانے میں ہوتی۔ تو ان انبیاء کرام اور ان کی امتوں پر واجب ہوتا کہ وہ آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی مدد و نصرت کریں اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے ان سے میثاق لیا تھا۔ پس آپ کی نبوت و رسالت ان کے لئے معنوی طور پر ثابت ہے۔ اس میں شک نہیں کہ آپ کی نبوت پر ان کے ایمان لانے کی عملی صورت تو اس وقت پیش آتی۔ جب آپ ﷺ ان کے زمانے میں ہی تشریف لاتے اور آپ ﷺ کا اور ان کا زمانہ ایک ہوتا مگر بظاہر آپ بعد میں تشریف لائے۔ زمانے کی اس تاخیر کا تعلق صرف انبیاء کرام کے وجود پاک کی حد تک ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ مدعائے آیت کے ساتھ متصف بھی نہیں۔ اصل میں دو چیزوں میں فرق ملحوظ خاطر رہنا چاہیے۔ (۱) توقف الفعل علی قبول المحل (۲) توقف الفعل علیٰ اہلیۃ الفاعل۔ پہلی صورت کا مطلب ہے کہ فعل محل فعل کے قبول کرنے پر موقوف ہوتا ہے۔ یعنی اگر محلِ فعل اس فعل کو قبول کرے تو وہ فعل عملاً روبہ عمل متصور ہو سکتا ہے۔ دوسری صورت کا مطلب ہے کہ فعل اہلیت فاعل پر موقوف ہوتا ہے اب یہاں نہ تو فاعل کے اعتبار سے فعل موقوف ہے اور نہ نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس کے لحاظ سے ہاں البتہ صرف اس زمانے کے لحاظ سے ہے۔ جس زمانے میں یہ فعل ظاہر ہونا تھا۔ اور یہ تو ہم ثابت کر چکے ہیں کہ اگر آپ ﷺ ان

انبیاء کے عہد میں تشریف لاتے۔ توان کے لئے یقیناً آپ کی ہی پیروی لازم ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخر زمانے میں آئیں گے۔ تو آپ ﷺ ہی کی شریعت پر عمل پیرا ہوں گے۔ باوجودیکہ وہ حسب معمول اللہ تعالیٰ کے مکرم نبی ہوں گے۔ ایسا نہیں ہے کہ وہ محض ایک امتی ہوں گے (اور نبوت کا مقام ان سے چھین لیا جائے گا) ہاں وہ آپ ﷺ کی پیروی کریں گے اور ہمارے نبی پاک ﷺ کی شریعت مطہرہ کے مطابق قرآن و سنت اور جملہ اوامر و نواہی کا حکم دیں گے۔ دین مصطفوی کے احکام حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے وہی ہوں گے جو باقی امت کے لئے ہوں گے۔ تاہم امتی ہونے کے ساتھ ساتھ وہ حسب معمول مقام نبوت پر فائز رہیں گے اور ان کی شان نبوت میں سر مو کمی نہ ہوگی۔ اسی طرح اگر نبی کریم ﷺ آپ ﷺ کے زمانے میں یا حضرات موسیٰ، ابراہیم، نوح اور آدم علیہم السلام کے زمانے میں مبعوث ہوتے تو وہ سب اپنی اپنی امتوں کیلئے نبی و رسول ہی رہتے۔ اور ہمارے نبی ﷺ ان انبیاء کے بھی نبی اور رسول ہوتے کیونکہ آپ ﷺ کی نبوت عام، ہمہ گیر اور بہت عظیم ہے اور اصول و مبادی میں دیگر انبیاء کی شریعتوں سے مختلف نہیں بلکہ ان کے ساتھ مماثلت رکھتی ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ جب شریعت مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام دیگر انبیاء کی شریعتوں پر مقدم ہے۔ تو پھر ان شریعتوں کے ساتھ فروعی اختلاف کیوں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس اختلاف کی صورت یا تو تخصیص کی ہے یا نسخ کی یا نہ تخصیص ہے نہ نسخ بلکہ یوں سمجھئے کہ ان امتوں کے لئے ہمارے نبی ﷺ کی وہی شریعت تھی۔ جو ان کے انبیاء ان کی طرف لائے اور ہمارے لئے یہ ہی شریعت ہے جو آپ ﷺ خود لے کر آئے۔ رہا فروعی اختلاف تو یہ ایک حقیقت ہے کہ اوقاتِ واشخاص کے بدلنے سے احکام بدلتے رہتے ہیں اس وضاحت سے ہمارے لئے دو حدیثوں کا مفہوم بھی واضح ہو گیا جو کہ پہلے ہم سے مخفی تھا۔ پہلی حدیث پاک یہ ہے۔ "بُعِثْتُ إِلَى النَّاسِ كَافَّةً" (مجھے سب لوگوں کی طرف مبعوث کیا گیا ہے) پہلے ہمارا یہ خیال تھا کہ اس سے مراد آپ کے زمانہ اقدس سے لے کر قیامت تک کے لوگ ہیں۔ مگر اب معلوم ہوا کہ اس سے اگلے پچھلے سب لوگ مراد ہیں۔ دوسری حدیث پاک یہ ہے "كُنْتُ نَبِيًّا وَّ آدَمُ بَيْنَ الرُّوْحِ وَالْجَسَدِ" (میں اس وقت بھی نبی تھا جب حضرت آدم علیہ السلام روح و جسم کے درمیان تھے) پہلے ہمارا گمان تھا کہ اس سے مراد علم الٰہی میں آپ کا نبی ہونا ہے۔ مگر اب پتہ چلا کہ اس کا معنی تو بہت وسیع ہے جیسا کہ ہم نے شرح وبسط کے ساتھ بیان کر دیا ہے۔

پس آپ ﷺ کے وجود کے ظہور اور چالیس سال کی عمر کو پہنچنے کے بعد اور اس سے پہلے کی

حالت و کیفیت کے درمیان فرق صرف ان کی طرف مبعوث کئے جانے اور ان کے کلام نبوی کے سننے کی اہلیت کے اعتبار سے ہے آپ کی ذات کے نبی ہونے اور ان کی ذوات کے امت ہونے کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے اگر وہ اس سے پہلے کلام نبوی کے سماع کے اہل ہوتے (تو آپ کو پہلے ہی مبعوث کیا جاتا) احکام کا شروط کے ساتھ متعلق ہونا کبھی محل کے اعتبار سے ہوتا ہے اور کبھی تصرف کرنے والے کے اعتبار سے ہوتا ہے پس یہاں تعلیق محل کے اعتبار سے ہے اور وہ محل آپ کا لوگوں کی طرف مبعوث ہونا اور ان کا خطاب کے سننے کو قبول کرنا اور اس جسد اقدس کی باتوں کو ان کا قبول کرنا ہے جبکہ وہ اپنی شیریں زبان سے ان کے ساتھ محو کلام ہو۔ (واللہ اعلم) اس کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی والد کسی آدمی کو اس بات کا وکیل بنائے کہ جب اسے کفو مل جائے تو اس کی بیٹی کی شادی کر دے۔ اس کا وکیل بنانا درست ہے اور وہ آدمی وکالت کا اہل ہو جائے گا اور اس کی وکالت ثابت ہو جائے گی۔ اب اس کا تصرف کفو کے موجود ہونے پر موقوف ہو گا اور ظاہر بات ہے کہ کفو کچھ مدت کے بعد ہی مل سکے گا۔ تاہم یہ تاخیر وکالت کے صحیح ہونے اور وکیل کی اہلیت کے منافی نہیں ہے۔ (شیخ سبکی رحمۃ اللہ علیہ کی گفتگو یہاں ختم ہوئی)

باب

حضور نبی کریم ﷺ کی یہ خصوصیت کہ آپ کا اسم گرامی اللہ تعالیٰ کے اسم گرامی کے ساتھ عرش اور ملکوت پر لکھا ہوا ہے

حاکم، بیہقی اور طبرانی رحمہم اللہ علیہ نے (صغیر میں) اور ابو نعیم و ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔ جب حضرت آدم علیہ السلام سے (بھولے سے) لغزش ہو گئی۔ تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی۔ اے رب کریم حضرت محمد ﷺ کے طفیل مجھے معاف فرما اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے آدم (علیہ السلام) محمد (ﷺ) کو تم نے کیسے پہچان لیا۔ انہوں نے عرض کی جب تو نے مجھے اپنے دست قدرت سے پیدا کیا اور مجھ میں اپنی روح پھونکی۔ میں نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ عرش کے پایوں پر لکھا ہوا ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ یہ دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا کہ تو نے

اپنے نام پاک کے ساتھ کسی ایسی ذات عالی کے اسم گرامی کو ملا دیا ہے جو ساری مخلوق میں سے تجھے زیادہ محبوب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اے آدم (علیہ السلام) تو نے سچ کہا۔ اگر محمد (ﷺ) نہ ہوتے تو میں تجھے پیدا نہ کرتا۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے کعب الاحبار رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء ورسول کی تعداد کے برابر لاٹھیاں حضرت آدم علیہ السلام پر نازل کیں۔ (حاشیہ میں لکھا ہے کہ موجودہ نسخوں میں یہی عبارت ہے۔ ممکن ہے کچھ عبارت رہ گئی ہو) پھر آپ اپنے بیٹے شیث علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔ اے فرزند ارجمند! میرے بعد تم میرے خلیفہ ہو۔ یہ خلافت قبول کر کے تقویٰ کا تاج سجا لے اور مضبوط حلقے کو تھام لے۔ جب بھی اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو، اس کے ساتھ نام محمد ﷺ کا ضرور ذکر کیا کرو۔ کیونکہ میں نے عرش کے پائے پر آپ کے نام مبارک کو اس وقت لکھا ہوا دیکھا جب میں روح اور مٹی کے درمیان تھا۔ پھر میں نے آسمانوں کی سیر کی وہاں بھی ہر جگہ آپ کا اسم گرامی لکھا پایا۔ جب میرے رب کریم نے مجھے جنت میں ٹھہرایا تو وہاں بھی کوئی محل اور مکان ایسا نہ تھا جس پر آپ کا نام پاک نہ لکھا ہوا ہو۔ آپ کے اسم گرامی کو میں نے سرمگیں آنکھوں والی حوروں کے سینوں کے اوپر، جنت کے گھنے درختوں کے پتوں پر، شجر طوبیٰ اور سدرۃ المنتہیٰ کے پتوں پر، حجاب عظمت کے اطراف میں اور فرشتوں کی آنکھوں کے درمیان لکھا پایا۔ لہٰذا تم بھی ان کا کثرت کے ساتھ ذکر کرنا کیونکہ فرشتے ہر لحہ ان کا ذکر جمیل کرتے رہتے ہیں۔

ابن عدی اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا۔ شب معراج جب مجھے اوپر لے جایا گیا تو میں نے عرش کے پائے پر یہ لکھا ہوا دیکھا۔ **لاالہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ ایدتہ بعلی** (نہیں کوئی معبود سوائے اللہ تعالیٰ کے، محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں جن کی میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مدد کی یا جنہیں علو مرتبت عطا کر کے میں نے ان کی مدد کی (لفظ علی کو دو طرح پڑھا جا سکتا ہے)

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "شب معراج میں نے عرش پر یہ لکھا ہوا دیکھا۔ **لاالہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ ابوبکر الصدیق عمر الفاروق عثمان ذوالنورین۔**"

ابو یعلی رحمۃ اللہ علیہ، طبرانی نے اوسط میں ابن عساکر اور حسن بن عرفہ نے اپنی مشہور

کتاب میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ شب معراج جب مجھے آسمان پر لے جایا گیا تو ہر آسمان پر میں نے یہ لکھا ہوا دیکھا۔ "محمد رسول اللہ و ابوبکر الصدیق خلفی"۔ (محمد اللہ کے رسول ہیں اور ابو بکر صدیق میرے خلیفہ ہیں۔ یا ان الفاظ کا یہ معنی ہے کہ میرے نام محمد رسول اللہ کے بعد ابو بکر الصدیق لکھا ہوا تھا)

بزار رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "جب مجھے آسمان پر لے جایا گیا تو جس آسمان پر سے میرا گزر ہوا میں نے اپنا نام یوں لکھا پایا محمد رسول اللہ۔"

دار قطنی نے "الافراد" میں اور خطیب و ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہما حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ نبی پاک صاحب لولاک ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا۔ "شب معراج میں نے عرش پر سبز کپڑا دیکھا جس میں سفید نورانی حروف میں لکھا ہوا تھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابوبکر الصدیق عمر الفاروق۔"

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا جنت کے دروازے پر یہ لکھا ہوا ہے۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حلیۃ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جنت میں کوئی بھی ایسا درخت نہیں ہے جس کے پتوں پر یہ لکھا ہوا نہ ہو۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے تخریج و تصحیح کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ (حضرت) محمد (ﷺ) پر ایمان لاؤ اور اپنی امت کو حکم دو کہ ان میں سے جو آپ کا زمانہ پائے، وہ آپ پر ایمان لائے۔ اگر محمد (ﷺ) نہ ہوتے تو میں نہ آدم علیہ السلام کو پیدا کرتا، نہ جنت و دوزخ کو بے شک میں نے عرش کو پانی پر بنایا۔ تو یہ لرزنے لگا۔ پھر میں نے اس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھا تو یہ پر سکون ہو گیا۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس روایت کی سند میں ایک شخص عمرو بن اوس ہے جس کے بارے میں کوئی علم نہیں کہ وہ کون ہے؟

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بطریق ابو زبیر، حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا۔ "حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں شانوں کے درمیان یہ لکھا ہوا تھا۔ محمد رسول اللہ خاتم النبیین۔

بزار رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ وہ کنز (خزانہ) جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ وہ دراصل خالص سونے کی ایک تختی ہے جس میں یہ عبارت لکھی ہوئی ہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ عَجِبْتُ لِمَنْ اَيْقَنَ بِالْقَدْرِ كَيْفَ يَنْصَبُ عَجِبْتُ مِمَّنْ ذَكَرَ النَّارَ ثُمَّ يَضْحَكُ عَجِبْتُ مِمَّنْ ذَكَرَ الْمَوْتَ ثُمَّ غَفِلَ لَاالٰه الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه۔ (اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ مجھے حیرت ہوتی ہے اس شخص پر جو تقدیر کو مانتا ہے۔ پھر نہ جانے کیونکر دنیا کی خاطر اپنی جان کو تھکاتا ہے، تعجب ہے اس آدمی پر جو آتش جہنم کو یاد بھی کرتا ہے پھر بھی قہقہے لگاتا ہے۔ تعجب ہے اس انسان پر جو موت کو یاد بھی کرتا ہے پھر بھی اس کے لئے تیاری کرنے کی بجائے غافل ہو جاتا ہے۔ نہیں کوئی معبود سوائے اللہ کے، محمد (ﷺ) اس کے رسول ہیں۔)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حدیث کی مثل حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔ اور خرائطی نے بھی کتاب "قمع الحرص" میں حضرت ابن عباس سے اسی طرح نقل کیا ہے۔ امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔ کہ سید عالم رسول مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ حضرت سلیمان بن داود علیہما السلام کی انگوٹھی کا نگینہ آسمان سے آپ کی طرف بھیجا گیا تھا۔ جسے آپ نے اپنی انگوٹھی میں سجا لیا تھا۔ اس نگینے پر یہ عبارت کندہ تھی۔ "أنا اللّٰه لاالٰه الا أنا محمد عبد ی و رسولی" (میں اللہ ہوں، نہیں کوئی عبادت کے لائق سوائے میرے محمد ﷺ میرے خاص بندے اور رسول ہیں)

عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے "الضعفاء" میں اور ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا حضرت سلیمان بن داوٗد علیہما السلام کی انگوٹھی کا نقش "لاالٰه الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه" تھا۔

ابن عساکر اور ابن نجار رحمہما اللہ اپنی تاریخوں میں حضرت ابوالحسن علی بن عبداللہ الہاشمی الرقی سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا کہ میں ہندوستان گیا جہاں میں نے ایک بستی میں کالے رنگ کے گلاب کا ایسا پودا دیکھا جس پر بڑے بڑے ساہ رنگ کے بھینی بھینی خوشبو والے پھول کھلے ہوئے تھے اور ان پر سفید حروف میں لکھا ہوا تھا۔ لاالٰه الا اللّٰه محمد رسول اللّٰه ابوبکر الصدیق عمر الفاروق۔ مجھے ذرا شک ہوا کہ یہ کہیں مصنوعی تو نہیں ہیں۔ لہٰذا میں نے ایک بند کلی کو کھول کر دیکھا تو واقعی اس پر بھی باقی پھولوں کی طرح یہی لکھا ہوا تھا اور اس

طرح کے پودے وہاں بکثرت تھے جبکہ اس بستی کے لوگ پتھروں کے پجاری اور معرفتِ الٰہی سے بے بہرہ تھے۔

باب

حضرت آدم علیہ السلام کے عہد مبارک اور ملاء اعلیٰ میں اذان کے اندر شان مصطفیٰ ﷺ کا چرچا

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حلیہ میں اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بہ سند عطا حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ حضرت آدم علیہ السلام ہندوستان (1) کی سرزمین پر اترے۔ تو انہیں تنہائی کا احساس ہوا۔ ادھر جبریل علیہ السلام آگئے اور یوں کلمات اذان کہنے لگے۔ اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر (اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے) اشھد ان لاالٰہ الا اللّٰہ (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں) یہ کلمات دو دفعہ کہے۔ اشھد ان محمدا رسول اللّٰہ (میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں)۔ یہ کلمات بھی دو دفعہ کہے۔ یہ سن کر حضرت آدم علیہ السلام نے دریافت کیا۔ "مَنْ مُحَمَّدٌ؟" یہ محمد (ﷺ) کون ہیں؟ حضرت جبریل امین علیہ السلام نے کہا آخِرُ وَلَدِكَ مِنَ الْاَنْبِيَاءِ یعنی آپ کی اولاد میں سے آخری نبی ﷺ ہیں۔

بزار رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مقبول ﷺ کو اذان سکھانا چاہی تو جبریل امین علیہ السلام براق لے کر حاضر خدمت ہوئے۔ جب حضور نبی پاک ﷺ اس پر سوار ہونے لگے۔ تو براق بدک گیا۔ جبریل امین علیہ السلام نے اس سے کہا۔ "ٹھہر جا آج تک کوئی ایسا آدمی تجھ پر سوار نہیں ہوا جو اللہ تعالیٰ کے ہاں حضرت محمد ﷺ سے زیادہ باعزت و باکرامت ہو۔" چنانچہ آپ ﷺ سوار ہو گئے۔ یہاں تک اس حجاب عظمت تک جا پہنچے۔ جو خداوند رحمٰن کے حریم قدس سے متصل ہے۔ اسی دوران حجابِ عظمت کے پیچھے سے ایک فرشتہ نمودار ہوا اور اس نے کہا۔ اللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر (اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے) تو پردے کے پیچھے سے آواز آئی۔ میرے بندے نے سچ کہا۔

1۔ یعنی سرزمین سراندیپ میں تشریف فرما ہوئے۔ جو کہ جزائر ہند میں سے ہے۔ یہاں ایک مشہور پہاڑ پر آپ کے قدم مبارک کے نشانات بھی ثبت ہیں۔ لوگ اس پہاڑ کی زیارت کیلئے آتے ہیں۔ اور اس سے برکت حاصل کرتے ہیں اس پہاڑ کو جبل آدم علیہ السلام کہا جاتا ہے۔

میں سب سے بڑا ہوں۔ میں سب سے بڑا ہوں پھر فرشتے نے کہا۔ اشهد ان لا اله الا الله (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) تو پردے کے پیچھے سے آواز آئی۔ میرے بندے نے سچ کہا واقعی میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ پھر فرشتے نے کہا۔ واشهد ان محمدا رسول الله (اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں) تو پردے کے پیچھے سے آواز دی گئی میرے بندے نے سچ کہا۔ میں نے ہی محمد (ﷺ) کو رسول بنا کر بھیجا۔ فرشتے نے کہا۔ حی علی الصلوٰة حی علی الفلاح قد قامت الصلوٰة (آؤ نماز کی طرف، آؤ کامیابی کی طرف، نماز کھڑی ہو گئی) اس کے بعد فرشتے نے یہ کہا۔ الله اکبر الله اکبر۔ تو پردے کے پیچھے سے آواز آئی۔ میرے بندے نے سچ کہا واقعی میں سب سے بڑا ہوں میں سب سے بڑا ہوں۔ فرشتے نے کہا لا اله الا الله تو پس حجاب آواز آئی۔ میرے بندے نے سچ کہا واقعی میرے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ پھر فرشتے نے حضرت محمد ﷺ کے دست مبارک کو تھام کر آپ کو آگے کر دیا۔ آسمان والوں میں حضرت آدم اور حضرت نوح علیہما الصلوٰة والسلام بھی موجود تھے۔ اس روز اللہ جل مجدہ نے زمین و آسمان والوں پر فضیلتِ مصطفیٰ ﷺ کی تکمیل فرما دی۔

باب

حضور نبی کریم ﷺ کی یہ خصوصیت کہ تمام انبیاء سے آپ ﷺ پر ایمان لانے کا وعدہ لیا گیا

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِىْ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ (آل عمران۔۸۱)

اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے پختہ وعدہ لیا کہ تمہیں قسم ہے اس کی جو میں تم کو کتاب و حکمت سے دوں۔ پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول جو ان کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہو جو تمہارے پاس ہیں تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور اس کی ضرور مدد کرنا۔ اس کے بعد فرمایا کیا تم نے اقرار کر لیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ اٹھا

لیا؟ سب نے عرض کی کہ ہم نے اقرار کیا۔ اللہ نے فرمایا تو گواہ رہنا اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں ابن ابی حاتم نے سدی سے روایت کیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ مبارک سے اللہ تعالیٰ نے ہر نبی سے یہ وعدہ لیا ہے۔ کہ اگر ان کی زندگی میں خاتم الانبیاء ﷺ کا ظہور قدسی ہو تو وہ آپ پر ایمان لائیں گے اور آپ کی مدد کریں گے۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بہ سند کریب، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت آدم علیہ السلام اور بعد میں آنے والے انبیاء کو نبی کریم ﷺ پر ایمان لانے کا حکم فرماتا رہا۔ تمام امتیں آپ کی تشریف آوری کی خوشخبری سنتی سناتی رہیں اور آپ کے وسیلہ سے فتح کی دعائیں مانگتی رہیں۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہترین امت، بہترین زمانے، بہترین ساتھیوں اور بہترین شہر میں مبعوث فرمایا۔ جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا آپ اسی شہر مکہ میں اقامت گزیں رہے۔ جو کہ حرم ابراہیم علیہ السلام ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے۔ جو حرم نبی کہلایا۔ پس آپ ﷺ کا مقام بعثت بھی حرم اور مقامِ ہجرت بھی حرم ہے۔

باب

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ظہور محمدی ﷺ کے لئے دعا کرنا

ابن جریر نے اپنی تفسیر میں ابو العالیہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کی ہے۔ کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعا کی۔ رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ۔ (اے ہمارے پروردگار ہماری اولاد میں ایک عظیم الشان رسول مبعوث فرما) تو ان سے کہا گیا۔ تمہاری دعا قبول کر لی گئی ہے اور وہ نبی آخر زمانہ میں تشریف لائیں گے۔

احمد، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ علیہ نے عرباض بن ساریہ سے روایت کیا ہے کہ رسول مکرم نبی معظم ﷺ نے فرمایا۔ أَنَا دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ وَبَشَارَةُ عِيسَىٰ عليهما السلام میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں۔

ابن عساکر نے حضرت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن صامت سے روایت کیا ہے وہ فرماتے

ہیں کہ بارگاہ نبوی میں عرض کی گئی۔ یارسول اللہ ہمیں اپنے بارے میں کچھ آگاہ فرمائیے۔ ارشاد فرمایا "ہاں میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور میری بشارت دینے والوں میں سے سب سے آخری نبی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں۔"

ابن سعد نے بہ سند جویبر حضرت ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی پاک ﷺ نے فرمایا۔ میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں۔ جب وہ خانہ کعبہ کی بنیادیں اٹھا رہے تھے۔ تو انہوں نے یہ دعا کی تھی۔ "رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ" "اے ہمارے پروردگار ہماری اولاد میں ایک عظیم الشان رسول بھیج دے۔" بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان کی اس دعا کو پورا فرمادیا۔

باب

اللہ تعالیٰ کا حضرت ابراہیم اور اولاد ابراہیم علیہ السلام کو آپ ﷺ کے بارے میں آگاہ کرنا

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو وطن سے دور لے جائیں۔ تو آپ کو براق پر سوار کیا گیا جب بھی کسی شاداب اور ہموار زمین کے پاس سے آپ کا گزر ہوتا تو جبریل علیہ السلام سے فرماتے کیا میں یہاں اتر جاؤں؟ جبریل امین کہتے۔ نہیں یہاں تک کہ مکہ مکرمہ جا پہنچے۔ جبریل امین علیہ السلام نے کہا۔ اے ابراہیم یہاں فروکش ہو جائیے۔ آپ نے فرمایا۔ یہاں تو دودھ اور اناج کا کوئی انتظام نہیں ہے۔ جبریل علیہ السلام نے کہا جی ہاں۔ یہی وہ مقام ہے جہاں آپ کے فرزند ارجمند کی اولاد میں سے ایسے نبی امی کا ظہور ہوگا جس کے ذریعے دین حق اوج کمال تک جا پہنچے گا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے ہی امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت نقل کی ہے۔ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفے میں یہ لکھا تھا۔ کہ تمہاری نسل سے کئی قبیلے در قبیلے پیدا ہوتے رہیں گے۔ یہاں تک کہ اس نبی امی ﷺ کا ظہور ہوگا۔ جو خاتم الانبیاء کے لقب سے ملقب ہوں گے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ ہی نے محمد بن کعب قرظی سے روایت کیا ہے کہ جب حضرت ہاجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے صاحبزادے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو لے کر نکلیں تو ایک شخص ملا

جس نے کہا۔اے ہاجرہ! تیرا یہ بیٹا کئی قبیلوں کا باپ ہے انہی قبائل میں وہ نبیٔ امی (ﷺ) بھی ہوں گے۔جو حرم پاک میں سکونت پذیر ہوں گے۔

یہ روایت بھی ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن کعب قرظی سے نقل کی ہے۔کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کی طرف یہ وحی فرمائی کہ میں تیری اولاد میں کئی بادشاہ اور انبیاء بھیجوں گا۔یہاں تک کہ حرم والے اس نبی کو مبعوث کروں گا۔جس کی امت بیت المقدس کا ہیکل بنائے گی۔وہ خاتم الانبیاء ہوں گے اور ان کا اسم گرامی احمد ہو گا۔

باب

اللہ تعالیٰ کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو آپ ﷺ کے بارے میں آگاہ فرمانا

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے۔وہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا۔"جب معد بن عدنان کی اولاد چالیس آدمیوں تک پہنچ گئی تو وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لشکر پر ٹوٹ پڑے اور انہیں لوٹ لیا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کے لئے بددعا کرنا چاہی مگر اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی کہ ان کے لئے بددعا نہ کیجئے۔ان میں وہ نبی امی پیدا ہوں گے۔جو عذاب الٰہی سے ڈرانے والے اور بشارتیں سنانے والے ہوں گے اور ان میں وہ امت مرحومہ یعنی امت محمد ﷺ پیدا ہو گی۔جو اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے معمولی رزق پر راضی ہو گی۔اور اللہ تعالیٰ بھی ان کے معمولی عمل پر ان سے راضی ہو گا اور انہیں لا الہ الا اللہ کہنے کی وجہ سے جنت میں داخل فرمائے گا ان کے نبی محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں گے جو انتہائی منکسر المزاج ہوں گے جن کی خاموشی عقل و دانش سے لبریز اور جن کی گفتگو پر از حکمت ہو گی اور جو ہمیشہ حلم و بردباری سے کام لیں گے میں نے انہیں قوم قریش کی بہترین نسل سے پیدا کیا پھر قریش میں انہیں منتخب روزگار بنایا پس وہ برگزیدہ نبی ہیں اور سراپا خیر و برکت ذات کی طرف سے بہترین امت کی طرف مبعوث ہوں گے وہ خود بھی اور ان کی امت بھی خیر و فلاح کے راستے پر گامزن ہو گی۔"

باب

توراۃ، انجیل اور دیگر کتب سماویہ میں حضور نبی کریم ﷺ کا ذکر جمیل

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ

(یہ وہ ہیں) جو پیروی کرتے ہیں اس رسول کی جو نبی امی ہے۔ جس کے ذکر کو وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَیْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا٘ سِیْمَاهُمْ فِیْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ ۚۖۛ وَمَثَلُهُمْ فِی الْاِنْجِیْلِ ۚ۫ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــٴَـهٗ (الفتح۔۲۹)

محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو آپ کے ساتھ ہیں وہ کفار کے مقابلے میں بہادر اور طاقتور ہیں۔ آپس میں بڑے رحمدل ہیں تو انہیں کبھی رکوع کرتے ہوئے اور کبھی سجدہ کرتے ہوئے دیکھتا ہے۔ وہ اللہ کے فضل اور اس کی رضا کے طلبگار ہیں ان کی علامت ان کے چہروں پر سجدوں کے اثر سے نمایاں ہے۔ ان کے اوصاف تورات و انجیل میں موجود ہیں یہ صحابہ ایک کھیت کی مانند ہیں جس نے اپنا پٹھا نکالا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے عطاء بن یسار رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی اور ان سے کہا۔ مجھے حضور نبی کریم ﷺ کی صفات عالیہ سے آگاہ فرمایئے انہوں نے فرمایا۔ ”ہاں قسم بخدا تورات شریف میں آپ ﷺ کی چند ایسی صفات مذکور ہیں جن میں سے بعض کا ذکر قرآن پاک میں بھی ہے۔ مثلاً اے نبی! ہم نے آپ کو گواہ، بشارت دینے والا، ڈرانے والا اور امیوں کیلئے جائے پناہ بنا کر بھیجا۔ تم میرے بندے اور رسول ہو۔ میں نے آپ کا نام متوکل رکھا۔ آپ نہ بد اخلاق ہیں اور نہ

سخت مزاج، نہ بازاروں میں چلا چلا کر بولتے ہیں۔ اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے ہیں بلکہ عفوو درگزر سے کام لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس وقت تک آپ کی روح مبارک کو قبض نہیں فرمائے گا۔ یہاں تک کہ آپ کے ذریعے کج رو ملت کی کجی کو درست فرمادے حتیٰ کہ وہ کہنے لگیں لا الٰہ الا اللہ نیز یہ کہ آپ ﷺ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نابینا آنکھوں، بہرے کانوں اور غفلت میں پڑے ہوئے دلوں کو کھول دے گا۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ دمشق میں محمد بن حمزہ بن عبداللہ بن سلام کی سند سے روایت کیا وہ اپنے دادا حضرت عبداللہ بن سلام سے روایت کرتے ہیں کہ جب انہوں نے نبی پاک ﷺ کے مکہ مکرمہ میں مبعوث ہونے کے بارے میں سنا تو وہ آئے اور آپ ﷺ سے شرف ملاقات حاصل کیا۔ نبی پاک ﷺ نے فرمایا۔ "جس خدا نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی اس کی قسم دے کر میں تجھ سے پوچھتا ہوں۔ کیا کتاب اللہ (تورات) میں تجھے میرا ذکر ملا ہے۔" انہوں نے عرض کی اے محمد ﷺ اپنے رب کا نسب بیان کریں۔ یہ سن کر آپ ﷺ پر کپکپی سی طاری ہو گئی۔ تو جبرئیل امین علیہ السلام نے آپ ﷺ سے کہا۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ اَللّٰهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ

(اے حبیب) فرما دیجئے وہ اللہ ہے، یکتا ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا۔ اور نہ ہی اس کا کوئی ہم سر ہے۔

یہ سن کر عبداللہ بن سلام نے کہا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے دین کو جملہ ادیان پر غالب فرمادے گا۔ میں کتاب اللہ (تورات) میں آپ کی ان صفات کا تذکرہ پاتا ہوں۔ "اے نبی بے شک ہم نے آپ ﷺ کو شاہد، مبشر اور نذیر بنا کر بھیجا۔ آپ ﷺ میرے بندے اور رسول ہیں میں نے آپ ﷺ کا نام متوکل رکھا آپ ﷺ نہ تند خو ہیں۔ نہ سخت مزاج، نہ بازاروں میں چلا کر بات کرتے ہیں اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے ہیں۔ بلکہ عفوو درگزر سے کام لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی روحِ مبارک کو اس وقت تک قبض نہیں فرمائے گا یہاں تک کہ ٹیڑھی ملت سیدھی ہو جائے۔ اور وہ یہ کہہ دے۔ لا الٰہ الا اللہ۔ نیز یہ کہ آپ کے ذریعے نابینا آنکھوں، بہرے کانوں اور غفلت کے پردوں میں پڑے ہوئے دلوں کو کھول دے۔"

ابن عساکر نے زید بن اسلم کی سند سے بھی عبداللہ بن سلام کی یہی روایت نقل کی ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا توراۃ میں حضور نبی کریم ﷺ کی صفات اس طرح ہیں اِنَّا

اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِيْرًا۔ پھر آخر کلام تک یہی روایت ذکر کی ہے۔

دارمی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند میں اور بیہقی عطار بن یسار کی سند سے حضرت عبداللہ بن سلام سے اسی طرح کی روایت نقل فرماتے ہیں۔

دارمی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں اور ابن عساکر نے کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ پہلی سطر میں یہ لکھا ہوا ہے۔ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ میرے برگزیدہ بندے ہیں نہ بداخلاق اور نہ سخت مزاج نہ بازاروں میں چیخنے والے ہیں اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیتے ہیں۔ بلکہ عفوودرگزر سے کام لے کر معاف کر دیتے ہیں ان کی جائے پیدائش مکہ مکرمہ ہے۔ مقام ہجرت مدینہ طیبہ ہے۔ جبکہ ان کی مملکت کی حدود ملک شام تک ہیں۔ اور دوسری سطر میں یہ ہے محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ ﷺ کی امت اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ حمد و توصیف کرنے والی ہوگی۔ آپ ﷺ کے امتی خوشحالی و تنگدستی ہر دو حالتوں میں اللہ تعالیٰ کی تعریف کریں گے ہر منزل پر اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے اور ہر بلندی پر اللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کریں گے سورج کا لحاظ کر کے وقت نماز کا تعین کریں گے۔ اور جب بھی نماز کا وقت ہوگا وہ مصروف نماز ہو جائیں گے خواہ وہ کجاوے کے کنارے پر ہی بیٹھے ہوں۔ کمر میں تہبند باندھیں گے۔ اپنے اعضاء بدن کو پاک رکھیں گے اور رات کے وقت ان کی صدائے ذکر فضائے آسمانی سے ایسے گونجے گی۔ جیسے شہد کی مکھیوں کی آواز۔

دارمی، ابن سعد اور ابن عساکر رحمہم اللہ علیہم نے حضرت ابو فروہ سے اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا، آپ تورات میں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی صفات کا کس طرح ذکر پاتے ہیں۔ حضرت کعب نے کہا۔ ہم آپ ﷺ کا ذکر یوں پاتے ہیں کہ محمد بن عبداللہ (ﷺ) مکہ میں پیدا ہوں گے، طابہ کی طرف ہجرت فرمائیں گے اور ان کی مملکت کی حدود شام تک ہوں گی۔ نہ وہ فحش گو ہوں گے اور نہ بازاروں میں چلانے والے، اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیں گے۔ بلکہ ہمیشہ عفوودرگزر سے کام لیں گے۔ ان کی امت اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ تعریف کرنے والی ہوگی۔ امت محمدیہ کے لوگ ہر خوشی کے موقع پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ستائش کریں گے اور ہر بلند مقام پر اللہ تعالیٰ کی کبریائی بیان کریں گے، اپنے اعضاء بدن کو ہمیشہ باوضو رکھیں گے درمیان میں تہبند باندھیں گے اور دوران نمازیوں صفیں باندھیں گے جیسے میدان جنگ میں لوگ صف بستہ ہوتے ہیں، ان کی مسجدوں میں ذکر و دعا کی آواز شہد کی مکھیوں کی طرح گونجے گی اور ان

کے مؤذن کی صدائے دلنواز فضائے آسمانی میں سنی جائے گی۔

زبیر بن بکار نے "اخبار المدینہ" میں اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (سابقہ کتابوں میں) میرا ذکر یوں ہے۔ احمد متوکل کی جائے ولادت مکہ مکرمہ ہے، ان کی ہجرت گاہ مدینہ طیبہ ہے نہ وہ تند خو ہوں گے اور نہ سخت مزاج، نیکی کا بدلہ نیکی سے دیں گے۔ نہ کہ برائی سے۔ ان کی امت اللہ تعالیٰ کی حد درجہ مدح سرا ہوگی۔ ان کی امت کے لوگ درمیان میں تہبند باندھیں گے اپنے اعضاء کو باوضو رکھیں گے ان کی انجیلیں (یعنی قرآن پاک) ان کے سینوں میں محفوظ ہوں گی۔ نماز کے لئے اس طرح صفیں بنائیں گے جیسے جنگ کے لئے صفیں بناتے ہیں۔ ان کی قربانی جس کے ذریعے میری بارگاہ میں انہیں قرب خاص حاصل ہوگا یہ ہوگی کہ وہ اپنی جانوں کے نذرانے پیش کریں گے۔ رات کی تاریکی میں وہ راہبوں کی طرح کسی گوشہ ء تنہائی میں مصروف عبادت ہوں گے اور دن کے اجالے میں شیروں کی طرح سرگرم عمل ہوں گے۔

ابن سعد اور حاکم رحمۃ اللہ علیہما نے یہ روایت ذکر کی ہے جبکہ حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی تصحیح بھی کی ہے نیز امام بیہقی اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہما نے یہ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یوں نقل کی ہے وہ فرماتی ہیں کہ "نبی پاک ﷺ کا ذکر انجیل میں ہے۔ کہ نہ وہ بداخلاق ہوں گے نہ درشت مزاج، نہ بازاروں میں شور مچانے والے ہوں گے اور نہ برائی کا بدلہ برائی سے دیں گے بلکہ عفو درگزر سے کام لیں گے۔"

بیہقی اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہما نے ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اہلیہ محترمہ حضرت ام درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کیا ہے وہ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا آپ کو تورات میں رسول پاک ﷺ کی کس قسم کی صفات کا ذکر ملتا ہے تو انہوں نے فرمایا۔ تورات میں حضور نبی کریم ﷺ کا ذکر ہمیں اس طرح ملتا ہے کہ آپ کا نام محمد ہے۔ اللہ کے رسول ہیں۔ نہ وہ بداخلاق ہیں اور نہ تند مزاج اور نہ بازاروں میں شور و غل مچانے والے ہیں۔ انہیں خزانوں کی چابیاں دی گئی ہیں۔ ان کے طفیل اللہ تعالیٰ اندھی آنکھوں کو قوت بینائی، بہرے کانوں کو قوت سماعت، اور ٹیڑھی زبانوں کو راست گوئی کی نعمت ارزانی فرمائے گا۔ حتیٰ کہ لوگ اس بات کی گواہی دیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ وحدہ لاشریک ہے وہ مظلوم کی دستگیری فرمائیں گے۔ اور اسے ایسا تحفظ فراہم کریں گے کہ اسے کمزور نہ سمجھا جائے گا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی مکرم

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "جب حضرت موسیٰ علیہ السلام پر توراۃ نازل ہوئی اور آپ ﷺ نے اسے پڑھا تو اس میں امت مصطفوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا ذکر پایا تو بارگاہ خداوندی میں عرض کیا۔ اے میرے رب! میں توراۃ کی الواح میں ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جو آخر زمانہ میں آئے گی۔ مگر سب پر سبقت لے جائے گی اسے میری امت بنادے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وہ تو امت احمد (ﷺ) ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ اے میرے رب! توراۃ کی تختیوں میں ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جو دعائیں مانگے گی اور اس کی دعاؤں کو شرف قبولیت سے نوازا جائے گا۔ اسے میری مت بنادے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وہ امت احمد (ﷺ) ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ اے میرے پروردگار! مجھے الواح توراۃ میں ایسی امت کا ذکر ملتا ہے جن کی انجیلیں ان کے سینوں میں محفوظ ہوں گی اور وہ انہیں زبانی پڑھیں گے اسے میری امت بنادے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وہ امت احمد (ﷺ) ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا۔ اے میرے پروردگار! مجھے الواحِ توراۃ میں ایسی امت کا ذکر ملتا ہے جو مال فئی کھا سکیں گے۔ اسے میری امت بنادے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وہ امت احمد ﷺ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا توراۃ میں ایسی امت کا ذکر ہے جو (نفلی) صدقہ و خیرات خود ہی کھالیں گے۔ (یا اپنے عزیز و اقارب کو کھلائیں گے) پھر بھی اجر و ثواب کے مستحق ہوں گے۔ ایسے لوگوں کو میری امت بنادے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وہ امت احمد (ﷺ) ہے۔ عرض کیا باری تعالیٰ! الواح تورات میں ایسی امت کا ذکر ملتا ہے جس کا کوئی فرد جب نیک عمل کا محض ارادہ کرے گا اور پھر وہ نیک کام نہ کرسکے گا پھر بھی اس کے لئے ایک نیکی لکھ دی جائے گی اور اگر وہ نیک کام کرے گا تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جائیں گے۔ اسے میری امت بنادے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ وہ امت احمد (ﷺ) ہے۔ عرض کی اے رب کریم ان تختیوں میں مجھے ایسی امت کا ذکر ملتا ہے جس کا کوئی فرد جب برائی کا ارادہ کرے گا اور پھر وہ برے کام کا ارتکاب نہ کرے گا تو اس کا کوئی گناہ نہیں لکھا جائے گا اگر وہ برے کام کا ارتکاب کر بیٹھے گا تو اس کا صرف ایک گناہ لکھا جائے گا۔ ایسے لوگوں کو میری امت بنادے۔ فرمایا وہ امت احمد (ﷺ) ہے۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی۔ یارب! مجھے توراۃ میں ایسی امت کا ذکر ملتا ہے جنہیں علم اول اور علم آخر سے نوازا جائے گا۔ وہ گمراہوں اور مسیح دجال کو قتل کریں گے انہیں میری امت بنادے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ امت احمد (ﷺ) ہے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی۔ اے رب کریم! پھر مجھے امت احمد ﷺ میں شامل فرمادے تو اس وقت آپ علیہ السلام کو دو فضیلتیں عطا فرمائی گئیں اور اللہ تعالیٰ

نے فرمایا۔

يَامُوْسٰى إِنِّى اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسَالَاتِى وَبِكَلَامِى فَخُذْمَا اٰتَيْتُكَ وَكُنْ مِنَ الشَّاكِرِيْنَ (الاعراف۔ ۱۴۴)

اے موسیٰ! میں نے تجھے تمام لوگوں پر اپنی پیغمبری اور کلام سے سرفراز کیا۔ جو میں نے تمہیں دیا ہے وہ لے لو اور شکر گزاروں میں سے ہو جاؤ۔

یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی "اے میرے رب میں راضی ہوں۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے عبدالرحمٰن معافری سے روایت کیا ہے کہ حضرت کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک یہودی عالم کو آہ و بکا کرتے دیکھا۔ تو پوچھا آپ کیوں رو رہے ہیں؟ اس نے جواب دیا مجھے کچھ باتیں یاد آگئی ہیں۔ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے کہا۔ میں اللہ کی قسم دے کر تجھے کہتا ہوں کہ اگر میں تمہارے رونے کی وجہ بتادوں تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟ یہودی عالم نے کہا۔ "ہاں۔" حضرت کعب کہنے لگے۔ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب میں یہ دیکھا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے توراۃ کو پڑھا تو بارگاہ خداوندی میں عرض کی۔ "اے پروردگار! توراۃ میں ایسی امت کا ذکر ہے جو تمام امتوں سے بہتر ہوگی۔ جس کے افراد نیک کاموں کا حکم دیں گے۔ برے کاموں سے منع کریں گے، کتاب اول اور کتاب آخر پر ایمان لائیں گے۔ اور کانے دجال سمیت تمام گمراہوں سے جنگ کریں گے۔" یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے میرے رب کریم۔ ایسے باکمال لوگوں کو میری امت میں شامل فرمادے اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ امت احمد (ﷺ) ہے۔ حضرت کعب کی یہ بات سن کر یہودی عالم نے کہا۔ واقعی (اس وجہ سے میں رو رہا تھا)

حضرت کعب گویا ہوئے کہ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ کتاب میں دیکھا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے توراۃ پڑھی تو بارگاہ خداوندی میں عرض گزار ہوئے اے رب کریم! مجھے توراۃ میں ایسی امت کا ذکر ملتا ہے جو تیری بہت زیادہ تعریف کریں گے سورج کا لحاظ رکھ کر اوقات کار کا تعین کریں گے۔ عزم صمیم کے مالک ہوں گے، جب کوئی کام کرنے کا ارادہ کریں گے تو کہیں گے کہ ہم انشاء اللہ یہ کام کریں گے۔ ایسے لوگوں کو میری امت بنادے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ تو امت احمد ﷺ ہے۔ تو یہودی عالم بولا واقعی یہی بات ہے۔

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر کہا۔ میں تجھے اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں۔ کیا تم نے اللہ کی کتاب میں یہ دیکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تورات دیکھی۔ تو اللہ تعالیٰ کی

جناب میں عرض کیا اے پروردگار! میں توراۃ میں ایسی امت کا ذکر پاتا ہوں جس کے لوگ بلندی پر چڑھیں گے تو تیری کبریائی کا اعلان کرتے جائیں گے۔ کسی وادی میں اتریں گے تو بھی تیری حمد وستائش میں رطب اللسان ہوں گے۔ مٹی ان کی پاکیزگی کا ذریعہ ہوگی روئے زمین کو ان کیلئے مسجد بنادیا جائے گا۔ خواہ جہاں بھی ہوں گے حالت جنابت میں بھی مٹی سے طہارت حاصل کرسکیں گے۔ جب انہیں پانی میسر نہ ہوگا۔ تو مٹی سے حاصل شدہ طہارت پانی کی طہارت کی مثل ہوگی۔ وضوء کے اثرات کی وجہ سے ان کے سجدہ کے اعضاء روشن و تاباں ہوں گے۔ یا اللہ ایسے خوش نصیب لوگوں کو میری امت میں شامل فرمادے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ یہ امت احمد (ﷺ) ہے۔ تو یہودی عالم نے کہا۔ ”ہاں یہی بات ہے۔“

حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پھر فرمانے لگے۔ میں تجھے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کیا تم کتاب الٰہی میں یہ دیکھتے ہو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے توراۃ میں دیکھا تو بارگاہ رب العزت میں عرض کی۔ ”رب کریم! توراۃ میں ایسی امت کا ذکر موجود ہے جس پر تیرے رحم وکرم کا سائباں سایہ فگن ہوگا۔ بظاہر ناتواں مگر حقیقت میں وہ کتاب الٰہی کی وارث ہوگی اور تو انہیں چن لے گا۔ ان میں سے بعض اپنی جانوں پر ظلم کرنے والے، بعض میانہ رو اور بعض کارِ خیر کی جانب سبقت کرنے والے ہوں گے۔ یا اللہ ان میں کوئی بھی تو ایسا نہ ہوگا جس پر تیری رحمت کی برکھا برس نہ رہی ہوگی۔ ایسے لوگوں کو میری امت بنادے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ یہ امتِ احمد (ﷺ) ہے۔“ یہودی عالم بولا۔ واقعی ایسا ہی ہے۔

حضرت کعب پھر گویا ہوئے۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہتا ہوں کیا تم کتاب الٰہی میں یہ دیکھتے ہو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے توراۃ کو دیکھا تو کہا۔ ”اے رب! توراۃ میں ایسی امت کا ذکر ہے جن کے صحیفے ان کے سینوں میں از بر ہوں گے ان کا لباس جنتیوں کے لباس سے ہم رنگ ہوگا۔ دوران نماز ملائکہ کی طرح صفیں باندھیں گے۔ ان کی مساجد میں ذکر و تلاوت کی آواز شہد کی مکھیوں کی آواز کی طرح گونجے گی۔ ان میں سے کوئی بھی جہنم رسید نہ کیا جائے گا۔ سوائے اس کے جس کا نامہ عمل نیکیوں سے اس طرح خالی ہوگا جیسے چٹیل چٹان برگ و بار سے خالی ہوتی ہے۔ یا اللہ! انہیں میرا امتی بنادے۔“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ امت احمد (ﷺ) ہے۔ یہودی عالم حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گفتگو سن کر کہنے لگا۔ بالکل صحیح۔

جب حضور نبی مکرم ﷺ اور آپ ﷺ کی خوش نصیب امت پر اللہ تعالیٰ کی ان بے پایاں نوازشات کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا تو حیران اور متعجب ہوئے۔ پھر عرض کی ”کاش

میں بھی احمد مجتبیٰ (ﷺ) کا امتی بن جاتا۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو خوش کرنے کیلئے تین آیات وحی فرمائیں یَا مُوسیٰ اِنِّیْ اصْطَفَیْتُكَ عَلَی النَّاسِ بِرِسَالَاتِیْ وَبِکَلَامِیْ۔ یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے۔

ابو نعیم نے سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی ہلال سے نقل کیا ہے۔ کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا۔ ”مجھے حضور نبی پاک ﷺ اور آپ ﷺ کی شان بتلایئے؟“ انہوں نے کہا۔ ”میں کتاب الٰہی میں ان کی شان اس طرح دیکھتا ہوں کہ احمد مجتبیٰ ﷺ اور آپ کی امت اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ حمد و ستائش کرنے والے ہوں گے۔ ہر اچھے برے وقت میں اس کی تعریف ہی کریں گے۔ ہر بلندی پر اس کی کبریائی اور ہر منزل پر اس کی پاکی بیان کریں گے۔ آسمان کی فضاؤں میں ان کی اذانیں گونجیں گی۔ دوران نماز شہد کی مکھیوں کی آواز کی طرح ان کی روح پرور صدائیں بلند ہوں گی۔ ملائکہ کی مانند نماز کیلئے صف بندی کریں گے یوں ہی نماز کی صفوں کی طرح میدان جہاد میں صف بستہ ہوں گے۔ وہ جب بھی اللہ کے راستے میں کفار کے ساتھ برسرپیکار ہوں گے۔ تو فرشتے مضبوط نیزے لے کر ان کے آگے پیچھے مدد کو آپہنچیں گے۔ جب وہ میدان جہاد میں صفیں بنا کر کھڑے ہوں گے۔ تو رحمتِ خداوندی ان پر یوں سایہ فگن ہوگی۔ (اشارہ کے ساتھ سمجھاتے ہیں) جیسے شاہین اپنے آشیانہ پر اپنے پر پھیلا دیتا ہے۔ وہ سستی کی وجہ سے کبھی پسپا نہیں ہوں گے۔ حتیٰ کہ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام ان کے پاس آجائیں گے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حلیہ میں حضرت انس (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کیا ہے۔ کہ رسول اللہ (ﷺ) نے فرمایا، اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ وحی فرمائی۔ جو کوئی اس حال مجھ سے ملاقات کرے کہ وہ احمد (ﷺ) کا منکر ہو تو میں اسے جہنم رسید کروں گا۔ حضرت موسیٰ علیہ اسلام نے عرض کیا۔ اے پروردگار! یہ احمد (ﷺ) کون ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ”میری ساری مخلوق میں سے میرے نزدیک ان سے زیادہ باعزت ہستی اور کوئی نہیں۔ زمین و آسمان کو پیدا کرنے سے پہلے میں نے ان کے نام کو اپنے نام کے ساتھ عرش پر لکھا۔ اس وقت تک ساری مخلوق پر جنت کا داخلہ ممنوع ہوگا۔ جب تک وہ اور ان کی امت جنت میں داخل نہ ہو جائے گی۔“ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ ”ان کی امت کون سی ہے۔“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ”میری بہت زیادہ تعریف کرنے والے ہوں گے۔ ہر نشیب و فراز میں ہر وقت میری حمد کریں گے۔ درمیان میں تہبند باندھیں گے۔ اعضاء بدن کو باوضو رکھیں گے دن کے

وقت روزہ دار، رات کے وقت عبادت گزار، ان کے معمولی عمل کو میں شرف قبولیت سے نوازوں گا۔ اور لا الہ الا اللہ کی گواہی کی وجہ سے انہیں جنت میں داخل کروں گا۔" یہ سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ "مجھے اس امت کا نبی بنا دے۔" فرمایا۔ "ان کا نبی تو انہیں میں سے ہو گا۔" عرض کیا "پھر مجھے اس نبی محتشم (ﷺ) کا امتی بنا دے۔" اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "تم پہلے آئے ہو وہ بعد میں تشریف لائیں گے۔ تاہم میں تمہیں اور ان کو بارگاہ جلال میں اکٹھا کر دوں گا۔"

ابن ابی حاتم اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہما نے وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں۔ "اللہ تعالیٰ نے اشعیاء علیہ السلام کی طرف یہ وحی کی کہ میں ایک نبی امی کو مبعوث کروں گا جس کے طفیل بہرے کانوں، بند دلوں اور اندھی آنکھوں کو کھول دوں گا۔ اس کی جائے پیدائش مکہ، اس کی ہجرت گاہ مدینہ طیبہ، جبکہ اس کی مملکت کی حدود شام تک پھیلی ہوں گی۔ وہ میرا بندہ خاص صرف مجھ ہی پر بھروسہ کرنے والا، میرا برگزیدہ، عظمتوں والا، میرا محبوب، محبتیں بانٹنے والا اور غیر معمولی اختیارات کا مالک ہو گا، برائی کا بدلہ برائی سے نہ دے گا بلکہ عفو و درگزر اور کرم و بخشش کا پیکر ہو گا۔ ایمان والوں پر انتہائی رحم و کرم فرمانے والا، بلکہ زیادہ بوجھ لدے جانور کو دیکھ کر اشکبار ہو جائے گا کسی بیوہ کی آغوش میں یتیم پر نظر پڑتے ہی اس کی چشمان مقدس سے آنسوؤں کی جھڑی لگ جائے گی، نہ وہ بدمزاج ہو گا، نہ تند خو، نہ بازاروں میں چلانے والا، نہ فحش گو اور نہ بے ہودہ باتیں کرنے والا اگر کسی جلتے چراغ کے پاس سے گزرے گا تو اس قدر سکون و اطمینان سے کہ چراغ بجھنے نہ پائے گا اور اگر وہ سخت زمین پر بھی محو خرام ہوں گے تو پاؤں کی آہٹ سنائی نہ دے گی۔ میں اسے بشارتیں سنانے والا اور خطرات سے آگاہ کرنے والا بنا کر بھیجوں گا۔ اسے ہر اچھے عمل کی توفیق ارزانی کروں گا ہر قسم کے اخلاق کریمہ سے آراستہ کروں گا۔ سکون و اطمینان اس کا لباس، نیکی اس کا شعار، تقویٰ اس کا خیمہ، حکمت اس کی عقلمندی، صدق و صفا اس کی طبیعت، عفو و درگزر اور نیکی اس کا اخلاق، عدل و انصاف اس کی سیرت، حق اس کی شریعت، ہدایت اس کی رہنما جبکہ اسلام اس کی ملت ہو گی اس کا نام پاک احمد (ﷺ) ہو گا۔ اس کے طفیل میں انسانیت کو گمراہی سے نکال کر راہ ہدایت پر گامزن کروں گا اور سرفرازی و سربلندی عطاء کروں گا۔ اس نبی کی برکت سے میں قلت کو کثرت میں اور محتاجی کو ثروت میں بدل دوں گا۔ دوریوں کو ختم کر کے ہم آہنگی کی فضا پیدا کروں گا۔ منتشر لوگوں کو ایک مرکز پر جمع کروں گا۔ ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑوں گا۔ بکھری خواہشات کو یکجا کروں گا اور اس نبی کی امت کو تمام امتوں سے بہترین امت بناؤں گا۔ کیونکہ وہ نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے۔ مجھے وحدہ لاشریک مانیں گے۔ خلوص و وفا

کے پیکر ہوں گے، میرے سابقہ رسول جو کتب اپنے ساتھ لائے ان کی تصدیق کریں گے۔ سورج کا لحاظ رکھ کر اوقات کار کا تعین کریں گے قابل صد مبارک ہیں وہ دل، وہ چہرے اور وہ روحیں جو میری خاطر خلوص ووفا سے لبریز ہیں۔ میں ان کو یہ توفیق دوں گا کہ وہ اپنی مسجدوں، محفلوں، آرام گاہوں، جولان گاہوں اور ٹھکانوں پر میری تسبیح، تکبیر، تمجید اور توحید کے نغمے الاپیں گے اپنی مسجدوں میں یوں صف بستہ کھڑے ہوں گے۔ جیسے میرے عرش کے گرد فرشتے صف بستہ کھڑے رہتے ہیں۔ وہ میرے دوست اور مددگار ہوں گے ان کے ذریعے میں اپنے بت پرست دشمنوں سے بدلہ لوں گا میری رضا کی خاطر وہ قیام، قعدہ، رکوع اور سجدہ کی حالت میں مصروف عبادت رہیں گے۔ میری رضاجوئی کے لئے ہی ہزاروں کی تعداد میں اپنے گھربار اور مال ومتاع کو خیر باد کہہ دیں گے۔ میرے راستے میں لشکر ترتیب دے کر اور صف بستہ ہو کر دشمنان دین سے برسرپیکار ہوں گے میں ان کی کتاب کے ساتھ تمام کتب سماویہ، ان کی شریعت کے ساتھ تمام شرائع مطہرہ، اور ان کے دین کے ساتھ تمام ادیان عالم کا سلسلہ ختم کر دوں گا۔ پس جس نے ان کا زمانہ پایا مگر نہ ان کی کتاب پر ایمان لایا اور نہ ان کے دین وشریعت میں داخل ہوا تو اس کا میرے ساتھ کوئی تعلق نہیں اور وہ مجھ سے بیزار ہے۔ انہیں میں بہترین امت اور امت وسط بناؤں گا۔ جو قیامت کے دن لوگوں پر گواہ بنیں گے۔ جب انہیں غصہ آئے گا تو لاالہ الا اللہ کہیں گے۔ جب کسی مجبوری سے دوچار ہوں گے تو اللہ اکبر، اللہ اکبر کی صدا بلند کریں گے۔ جب ان میں کسی بات پر باہم اختلاف ہوگا۔ تو سبحان اللہ سبحان اللہ کا ورد کریں گے۔ اپنے چہروں اور دوسرے اعضاء کو پاک صاف رکھیں گے۔ درمیان میں تہبند باندھیں گے۔ ٹیلوں اور چوٹیوں پر چڑھتے ہوئے لاالہ الا اللہ کی صدائے دلنواز بلند کریں گے۔ راہ خدا میں قربانی کیلئے اپنی جانوں کے خون کا نذرانہ پیش کریں گے۔ ان کی انجیلیں (قرآن پاک) ان کے سینوں میں محفوظ ہوں گی۔ رات کے وقت گوشہ نشین عبادت گزار اور دن کے وقت شیر کی طرح روبہ کار، ان کے مؤذن کی روح پرور آواز فضائے آسمانی میں گونجے گی۔ شہد کی مکھیوں کی آواز کی طرح ان کی صدائے ذکر وتلاوت سنائی دے گی۔ مبارک صد مبارک اس خوش نصیب کو جسے ان لوگوں کی معیت مل گئی اور جسے ان کے دین، راستے اور شریعت پر چلنے کی توفیق مل گئی۔ یہ میرا خصوصی فضل وکرم ہے۔ جسے چاہتا ہوں، عطا کرتا ہوں اور میں بہت بڑے فضل والا ہوں۔"

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا ہے کہ جارود بن عبداللہ نے بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہو کر عرض کی۔ "مجھے اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے

ساتھ مبعوث کیا ہے۔ میں نے آپ کے اوصاف کا تذکرہ انجیل میں پایا ہے اور بلاشک و شبہ ابن بتول حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ کی خوشخبری سنائی ہے۔"

ابو نعیم نے سعید بن مسیّب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد ہمایوں میں تم کیوں مسلمان نہ ہوئے اور اب عہد فاروقی میں کیوں مسلمان ہو گئے ہو انہوں نے کہا۔ میرے والد نے توراۃ میں سے کچھ حصہ لکھ کر مجھے دیا تھا اور کہا تھا کہ اسی پر عمل پیرا رہنا۔ اور صرف اسی کی اتباع کرنا مزید برآں پدری حقوق کا واسطہ دے کر مجھ سے اس بات کا عہد لیا تھا کہ میں وہ مہر کبھی نہیں توڑوں گا جو انہوں نے باقی کتابوں پر لگا رکھی تھی۔ پھر جب میں نے دیکھا کہ اسلام غالب آرہا ہے اور اس میں سراسر خیر ہی خیر ہے تو میرے دل نے مجھ سے کہا۔ کعب! کہیں تیرے باپ نے تجھ سے کچھ علم چھپا نہ لیا ہو یہ خیال آتے ہی میں نے مہر توڑ ڈالی اور کیا دیکھتا ہوں کہ وہاں حضرت محمد ﷺ اور آپ کی امت کے اوصاف کا تذکار جمیل موجود ہے۔ پس اب آکر مشرف بہ اسلام ہو گیا ہوں۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے شہر بن حوشب کی سند سے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میرے والد حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ تعلیمات الٰہیہ کے بہت بڑے عالم تھے انہوں نے مجھ سے اپنی معلومات میں سے کچھ بھی نہ چھپایا تھا۔ جب ان کے وصال کا وقت آیا تو مجھے بلا کر کہنے لگے۔ "فرزند عزیز! میں نے اگرچہ اپنا علم تجھ سے نہیں چھپایا تھا تاہم پھر بھی دو اوراق کا علم میں نے تا حال تجھے نہیں بتایا جن میں یہ لکھا ہے کہ "ایک عظیم الشان نبی مبعوث ہوں گے اور ان کی تشریف آوری کا زمانہ بہت قریب ہے۔" یہ بات میں نے تجھے اس اندیشہ کے پیش نظر نہیں بتائی تھی کہ مبادا تم کسی جھوٹے دعویدار نبوت کی اطاعت کرنے لگو۔ یہ دو اوراق میں نے سامنے دکھائی دینے والے روزن دیوار میں رکھ کر انہیں مٹی سے سر بمہر کر دیا ہے تاہم فی الحال ان دو اوراق کو نہ چھیڑنا اور نہ دیکھنا اگر اس نبی مکرم ﷺ کا ظہور ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا تو تم ان کے پیروکار بن جاؤ گے۔" پھر جب میرے والد کا انتقال ہو گیا اور ہم ان کی تدفین سے فارغ ہوئے تو مجھے ان دو اوراق دیکھنے کا حد درجہ اشتیاق ہوا میں نے روزن دیوار کھول کر اوراق نکالے کیا دیکھتا ہوں کہ ان میں یہ الفاظ لکھے ہوئے ہیں۔ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول اور آخری نبی ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا ان کی جائے پیدائش مکہ اور ہجرت گاہ مدینہ طیبہ ہے۔ نہ بد اخلاق، نہ تند خو اور نہ بازاروں میں شور

مچانے والے۔ برائی کا بدلہ اچھائی سے دیں گے پیکر عفوو در گزر ہوں گے۔ ان کی امت اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ تعریف کرنے والی ہو گی۔ ہر حال میں حمد الٰہی میں مصروف اور ہمہ وقت تکبیر و تہلیل میں رطب اللسان، ہر مد مقابل کے خلاف ان کے نبی ﷺ کی مدد کی جائے گی۔ ان کی امت کے افراد اپنی شرمگاہوں کو پاک صاف رکھیں گے۔ کمر میں تہبند باندھیں گے ان کی انجیلیں ان کے سینوں میں محفوظ ہوں گی۔ ایک ماں کے بیٹوں کی طرح ایک دوسرے پر رحم کریں گے، بروز قیامت تمام امتوں سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے اس کے بعد کچھ عرصہ گزر گیا۔ پھر مجھے پتہ چلا کہ نبی کریم ﷺ کا مکہ مکرمہ میں ظہور ہوا ہے میں نے کچھ تاخیر کر دی کہ مجھے پورا ثبوت مل جائے اسی دوران مجھ تک یہ خبر پہنچ گئی کہ نبی کریم ﷺ کا وصال ہو گیا ہے اور آپ ﷺ کے خلیفہ تخت خلافت پر متمکن ہو گئے ہیں پھر مسلمانوں کے لشکر ہم تک آ پہنچے۔ میں نے کہا میں اس وقت تک اس دین میں داخل نہ ہوں گا جب تک ان کی سیرت و کردار کو بخوبی دیکھ نہ لوں۔ حق کی اس تحقیق و جستجو میں مزید تاخیر ہوتی گئی حتیٰ کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گورنر ہم تک آ پہنچے۔ جب میں نے دیکھا کہ یہ تو عہد و پیمان کی پاسداری کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں دشمنوں پر فتح عطا فرماتا ہے تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے میں مدت سے چشم براہ تھا قسم بخدا ایک رات میں گھر کی چھت پر تھا میں نے ایک مسلمان کو یہ فرمان الٰہی تلاوت کرتے سنا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ
اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا (النساء۔ ۴۷)

اے وہ لوگو جنہیں کتاب دی گئی! اس کتاب پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل فرمائی تاکہ اس کتاب کی تصدیق کرے جو تمہارے پاس ہے۔ اس سے پہلے کہ ہم چہرے مسخ کر دیں۔

جب میں نے یہ آیت کریمہ سنی تو مجھے یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ کہیں اللہ تعالیٰ صبح طلوع ہونے سے پہلے میرے چہرے کو گدی کی جانب نہ پھیر دے۔ (اگلی صبح چونکہ میں مسلمان ہونے والا تھا) لہٰذا اس صبح سعادت سے بڑھ کر مجھے کوئی چیز محبوب نہ تھی صبح ہوتے ہی میں مسلمانوں کی صف میں شامل ہو گیا۔ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہی روایت ابن عساکر رحمۃ اللہ مسیب بن رافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ کی سند سے بھی نقل کی ہے۔

امام بیہقی نے وہب بن منبہ سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے السلام کی طرف یہ وحی فرمائی کہ "اے داؤد! تیرے بعد ایک نبی آئے گا

ﷺ ہو گا۔ جو نبی برحق ہو گا نہ کبھی میں اس پر ناراض ہوں گا۔ اور نہ کبھی وہ میری نافرمانی کرے گا اس پر لگائے گئے اگلے پچھلے تمام الزامات میں دور کر دوں گا اس کی امت وہ امت مرحومہ ہو گی جنہیں میں نفلی عبادات دوں گا۔ جیسے انبیاء کو دیں، دوسرے انبیاء و رسل کی طرح میں ان پر چند فرائض عائد کروں گا۔ حتیٰ کہ جب وہ بروز قیامت میری بارگاہ میں حاضر ہوں گے تو انبیاء کے نور کی طرح ان کے پاس بھی نور ہو گا۔ ان کی یہ نرالی شان اس لئے ہو گی کیونکہ میں دیگر انبیاء کی طرح ان پر یہ لازم کر دوں گا کہ وہ ہر نماز کیلئے طہارت حاصل کریں۔ میں انہیں حکم دوں گا کہ وہ جنابت کا غسل کریں۔ جیسا کہ میں نے انبیاء کرام کو حکم دیا تھا۔ اسی طرح میں انہیں حج اور جہاد کا حکم دوں گا جیسا کہ انبیاء اور رسل کو حکم دیا تھا اے داؤد! میں نے تمام امتوں پر محمد (ﷺ) اور ان کی امت کو فضیلت بخشی ہے۔ میں نے انہیں سات ایسی فضیلتیں عطا فرمائی ہیں جو کسی اور امت کے حصہ میں نہیں آئیں۔ بھول چوک کی صورت میں ان کا مواخذہ نہیں کروں گا۔ (باقی ماندہ حدیث پاک آگے آرہی ہے)

طبرانی، بیہقی، ابو نعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے فلتان بن عاصم سے روایت کی ہے کہ آپ فرماتے ہیں کہ ہم بارگاہ نبوی میں حاضر تھے۔ کہ ناگہاں ایک شخص حاضر ہوا نبی پاک ﷺ نے اس سے دریافت فرمایا۔ "کیا تم توراۃ پڑھا کرتے ہو؟" اس نے کہا۔ جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا "کیا انجیل بھی پڑھتے ہو؟" کہنے لگا جی ہاں۔ تو نبی کریم ﷺ نے اسے قسم دے کر فرمایا۔ "کیا توراۃ و انجیل میں میرا تذکرہ بھی پاتے ہو؟" اس نے عرض کی۔ آپ سے ملتے جلتے اوصاف، شخصیت اور مقام ظہور کا ذکر ملتا ہے۔ ہمیں امید تھی کہ وہ نبی ہم میں سے ہو گا جب آپ ﷺ کا ظہور ہوا۔ تو ہمیں اندیشہ لاحق ہوا کہ مبادا آپ ﷺ ہی وہ نبی موعود ہیں مگر غور و خوض کے بعد پتہ چلا کہ آپ وہ نبی نہیں ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ "کیوں؟" کہنے لگا۔ "اس نبی کے ساتھ تو ستر ہزار ایسے افراد ہوں گے جن کا کوئی حساب اور عذاب نہ ہو گا۔ حالانکہ آپ ﷺ کے ساتھ تو بہت تھوڑے آدمی ہیں۔" یہ سن کر نبی برحق نے فرمایا "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں وہی نبی ہوں (جس کا تورات و انجیل میں ذکر ہے) اور یہ میری ہی امت ہے جو ستر ہزار سے کئی گنا بڑھ جائے گی۔"

طبرانی، ابن حبان، حاکم، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ علیہم حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے زید بن سعنہ کو راہ راست پر لانے کا ارادہ فرمایا تو اس نے کہا کہ حضرت محمد ﷺ کے رخ زیبا میں ساری علامات نبوت میں پہچان چکا ہوں۔

البتہ دو علامتوں کی آزمائش ابھی تک میں نے نہیں کی ایک یہ کہ ان کی بردباری نادانی پر غالب ہوگی اور دوسری یہ کہ کوئی ان کے ساتھ جس قدر حماقت کے ساتھ پیش آئے۔ان کی بردباری اور رواداری فزوں تر ہوتی جائے گی۔ ان علامتوں کو جاننے کیلئے میں نے نرمی کرتے ہوئے آپ کے ساتھ میل جول کا رویہ شروع کر دیا۔ پھر ایک دن میں نے آپ ﷺ سے کھجوریں خریدیں۔ اور قیمت ادا کر کے مقررہ مدت کے بعد کھجوریں لینا طے کر لیا مدت معینہ میں ابھی دو یا تین دن باقی تھے کہ میں آپ ﷺ کے پاس آ گیا اور آپ ﷺ کی قمیض اور چادر کو پورے زور سے کھینچ کر سخت تند روئی کے ساتھ آپ ﷺ کی جانب دیکھا اور کہنے لگا۔ "اے محمد ﷺ! کیا تم میرا حق ادا نہیں کرتے تم سب عبدالمطلب کے خاندان والے ہمیشہ لیت و لعل سے کام لیتے ہو آپ ﷺ کے ساتھ میل جول اور برتاؤ کر کے مجھے پہلے ہی یہ بات معلوم ہو چکی تھی۔" حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر کہنے لگے اے دشمن خدا! کیا تو اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کے سامنے یہ نازیبا باتیں کر رہا ہے۔

"اللہ کی قسم! میرا جی چاہتا ہے کہ تلوار سے تمہارا سر جدا کر دوں۔"

جبکہ رسول اللہ ﷺ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف بڑے وقار اور متانت کے ساتھ دیکھ رہے تھے۔ آپ ﷺ مسکرا دیئے اور فرمایا اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہم دونوں کو کسی اور چیز کی ضرورت تھی۔ چاہئے تو یہ تھا کہ تم مجھے کہتے کہ مطلوبہ چیز عمدہ طریقے سے اس کے حوالے کر دو اور اس کو یہ حکم دیتے کہ وہ بہتر انداز سے اپنی چیز کا تقاضا کرے پھر فرمایا۔ عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! اب اسے لے جاؤ اس کا حق ادا کرو اور اس کو جو تم نے ہراساں کیا ہے اس کے بدلے میں بیس صاع مزید دے دو۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایسا ہی کیا۔ میں نے کہا۔ اے عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! میں نے جب رسول اکرم ﷺ کے رخ انور کی زیارت کی تھی تو نبوت کی ساری علامتیں پہچان لی تھیں تاہم دو علامتوں کی آزمائش باقی تھی ایک یہ کہ ان کا حلم ظلم و زیادتی پر غالب ہوگا اور دوسری یہ کہ ان کے ساتھ جتنی شدت کے ساتھ حماقت اور جفا کا سلوک کیا جائے گا ان کی بردباری اور محبت میں اسی قدر اضافہ ہوگا۔ تو اب میں نے یہ علامات آزمالی ہیں۔ میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ اللہ کریم کے رب ہونے، اسلام کے دین حق ہونے اور حضرت محمد ﷺ کے نبی برحق ہونے پر راضی ہوں"

ابن سعد نے امام زہری سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک یہودی نے کہا کہ تورات میں بیان کردہ رسول اللہ ﷺ کے جملہ اوصاف میں نے آپ کی ذات میں دیکھ لئے تھے۔ سوائے حلم و

بردباری کے۔(یہ وصف معلوم کرنے کی غرض سے) میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو پیشگی تمیں دینار دے دیئے تاکہ مقررہ مدت پر آپ ﷺ سے کھجوریں لے لوں اس کے بعد سابقہ حدیث کی طرح یہ حدیث بھی مذکور ہے۔ تاہم آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ اس یہودی نے کہا۔"اے عمر! اس ساری کارروائی کی وجہ یہ تھی کہ میں نے توراۃ میں مذکور جملہ اوصاف نبی کریم ﷺ میں دیکھ لئے تھے۔ سوائے حلم کے۔ آج میں نے آپ ﷺ کا یہی وصف آزمایا ہے تو میں نے تورات میں بیان کردہ وصف کے عین مطابق آپ ﷺ کو حلیم الطبع اور بردبار پایا۔" پھر وہ یہودی اپنے اہل و عیال سمیت مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

ابونعیم نے یوسف بن سلام رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے ان کے والد کی یہ روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے کتب سماویہ میں یہ لکھا پایا کہ مکہ مکرمہ میں ایک جھنڈا بلند ہو گا۔ اس صاحب عَلم کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہو گا۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہو گا اللہ کریم اسے تمام بستیوں پر غالب فرمادے گا۔

ابن سعد اور ابن عساکر نے موسیٰ بن یعقوب زمعی کی سند سے خیثمہ کے غلام سہیل کی یہ روایت نقل کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں مریس کا ایک عیسائی تھا۔ یتیم تھا اور اپنے چچا کی آغوش تربیت میں تھا ایک دن انجیل ہاتھ میں لے کر پڑھنے لگا کہ ایک کاغذ گوند کے ساتھ چپٹا ہوا نظر آیا۔ میں نے کھول کر دیکھا تو اس میں حضرت محمد ﷺ کے یہ اوصاف موجود تھے۔"نہ وہ کوتاہ قد ہوں گے، نہ طویل القامت، سفید رنگت والے، دو گیسوؤں والے، ان کے شانوں کے درمیان مہر نبوت ہو گی اکثر اوقات پنڈلیوں اور پشت مبارک کے گرد کپڑا لپیٹ کر تشریف فرما ہوں گے، صدقہ کو قبول نہ فرمائیں گے، دراز گوش اور اونٹ کی سواری کریں گے، بکریاں دوہیں گے، پیوند لگی قمیص زیب تن فرمائیں گے۔ جو پیوند لگے کپڑے پہنتا ہے وہ تکبر سے پاک ہوتا ہے اور وہ نبی ایسا ہی کریں گے، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے ہوں گے۔ ان کا اسم گرامی احمد ﷺ ہو گا۔" سہل کہتے ہیں کہ جب میں حضرت محمد ﷺ کا ذکر جمیل یہاں تک پڑھ چکا تو میرا چچا آ گیا۔ جب اس نے میرے ہاتھ میں وہ کاغذ دیکھا تو مجھے مارنے لگا اور کہا کہ تو نے یہ کاغذ کھول کر کیوں پڑھا ہے۔ میں نے کہا۔ اس میں تو نبی کریم ﷺ کے اوصاف کا تذکرہ ہے تو کہنے لگا کہ وہ نبی ابھی تک نہیں آئے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے عمر بن حکم بن رافع بن سنان کی یہ روایت نقل کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے اپنے چچوں اور بزرگوں نے بتایا ہے کہ ان کے پاس ایک کاغذ تھا۔ جو زمانہ جاہلیت میں

نسل در نسل ان میں منتقل ہوتا رہا۔ یہاں تک کہ اسلام کا دور آگیا اور نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ و اکمل التسلیم مدینہ منورہ میں تشریف لے آئے۔ ہمارے بزرگ وہ کاغذ لے کر بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوئے۔ اس پر یہ الفاظ لکھے ہوئے تھے۔ "اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ۔ اس کا کلام برحق ہے اور ظالموں کی باتیں محض واہی تباہی ہیں۔ یہ اس امت کا ذکر ہے جو آخر زمانہ میں آئے گی۔ جس کے افراد اپنے اعضاء کو پانی کے ساتھ دھوئیں گے، درمیان میں تہبند باندھیں گے اور دشمنوں پر حملہ کرنے کیلئے سمندروں میں کود جائیں گے ان کی نماز ایسی عبادت ہوگی کہ اگر یہ قوم نوح علیہ السلام میں ہوتی تو وہ طوفان سے ہلاک نہ ہوتی اور اگر یہ عبادت قوم عاد کے پاس ہوتی تو وہ تیز ہوا کے عذاب سے تباہ نہ ہوتی اور اگر یہ عبادت قوم ثمود کے پاس ہوتی تو وہ سخت چنگھاڑ سے برباد نہ ہوتی" جب اس کاغذ کے مندرجات حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے پڑھے گئے تو آپ ﷺ انتہائی متعجب ہوئے۔

ابن مندہ نے "الصحابہ" میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ نے مجھے تمام جہانوں کیلئے رحمت اور ہدایت بنا کر بھیجا ہے اور مجھے اس لئے مبعوث کیا ہے تاکہ میں بانسری باجوں (آلات موسیقی) کو ختم کر دوں" یہ سن کر اوس بن سمعان نے عرض کی "اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے آپ کی یہی شان تورات میں بھی موجود ہے۔"

بیہقی اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہما لکھتے ہیں کہ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو یہ کہتے سنا "میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ لوگ حساب کی خاطر جمع ہو گئے ہیں انبیاء کرام علیہم السلام کو بلایا گیا ہر نبی کے ساتھ اس کی امت بھی آگئی ہر نبی کے پاس دو دو نور تھے جبکہ انکے ہر پیروکار کیلئے ایک ایک نور تھا۔ جس کی روشنی میں وہ چل رہا تھا پھر حضرت محمد ﷺ کو بلایا گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ آپ ﷺ کے رخ زیبا اور سر انور کے ہر موئے مبارک سے الگ الگ نور پھوٹ رہا تھا اور دیکھنے والوں کی نگاہیں ادھر ہی مرتکز ہو کر رہ گئیں جبکہ آپ ﷺ کے ہر پیروکار کو انبیاء کرام کے نور کی طرح دو دو نور ملے ہوئے تھے۔ جن کی روشنی میں محو خرام تھے۔" یہ سن کر حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص کو کہا۔ "اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کیا واقعی تو نے یہ خواب دیکھا ہے؟" اس شخص نے کہا۔ "جی ہاں" تو حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے۔ "قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! اللہ کی کتاب میں حضرت محمد ﷺ اور آپ کی امت نیز دیگر انبیاء کرام اور ان کی امتوں کی بالکل یہی صفات موجود ہیں۔ گویا

اس شخص نے یہ سب کچھ تورات میں پڑھا ہے۔"

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ پانچ ایسے عظیم المرتبہ انبیاء ہیں جن کی پیدائش سے پہلے ان کی آمد کی خوشخبری سنا دی گئی۔ (۱) حضرت اسحاق اور (۲) حضرت یعقوب علیہما السلام۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔ "فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحَاقَ وَمِنْ وَّرَاءِ اِسْحَاقَ يَعْقُوْبَ" ترجمہ:۔ تو ہم نے خوشخبری دی سارہ کو اسحاق کی اور اسحاق کے بعد یعقوب کی۔ (۳) حضرت یحییٰ علیہ السلام جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔ "اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ بِيَحْيٰ۔" بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو یحییٰ کی خوشخبری سناتا ہے۔ (۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمان الٰہی ہے۔ "اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ" بے شک اللہ تعالیٰ آپ کو اپنے کلمہ کی بشارت دیتا ہے۔ (۵) اور حضرت محمد ﷺ۔ فرمان الٰہی ہے۔ "وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗ اَحْمَدُ" (اور بشارت دینے والا ایسے رسول کی جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد ہوگا۔) یہی وہ انبیاء کرام ہیں جن کے دنیا میں جلوہ فرما ہونے سے پہلے ان کی آمد کی خبر دے دی گئی تھی۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے "الحلیہ" میں حضرت وہب کی یہ روایت نقل کی ہے کہ بنو اسرائیل کے ایک شخص نے دو سو سال تک اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔ جب وہ مرا تو لوگوں نے اس کو پکڑ کر کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ جاؤ اور اس کی نماز جنازہ پڑھو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی اے میرے پروردگار! بنو اسرائیل اس بات کے گواہ ہیں کہ یہ شخص دو سو سال تک عصیان و سرکشی کرتا رہا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

هٰكَذَا كَانَ اِلَّا اَنَّهٗ كَانَ كُلَّمَا نَشَرَالتَّوْرَاةَ وَنَظَرَ اِلٰى اِسْمِ مُحَمَّدٍ ﷺ قَبَّلَهٗ وَوَضَعَهٗ عَلٰى عَيْنَيْهِ وَصَلّٰى عَلَيْهِ فَشَكَرْتُ لَهٗ ذٰلِكَ وَغَفَرْتُ ذُنُوْبَهٗ وَزَوَّجْتُهٗ سَبْعِيْنَ حَوْرَاءَ

واقعی وہ ایسا ہی تھا مگر جب بھی وہ تورات کھولتا اور حضرت محمد ﷺ کے نام پاک کو اس میں دیکھتا تو بے ساختہ فرط محبت سے اسے چوم لیتا، پھر اسے آنکھوں سے لگاتا اور سید الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود و سلام پڑھتا تھا میں نے اس کے اس انداز محبت کو شرف قبولیت سے نوازا۔ اس کے سارے گناہوں پر قلم عفو پھیر دیا اور ستر حوروں کے ساتھ اس کا بیاہ کر دیا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی

کریم ﷺ اہل کتاب کی درسگاہ میں تشریف لے گئے اور فرمایا۔ "اپنے سب سے بڑے عالم کو میرے پاس لے آؤ۔" انہوں نے کہا۔ "عبداللہ بن صوریا ہمارے سب سے بڑے عالم ہیں۔" حضور نبی پاک ﷺ اسے خلوت میں لے گئے بنو اسرائیل کو اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں عطاء فرمائیں۔ انہیں من و سلویٰ کھلایا اور ان پر بادلوں کا سایہ کیا۔ ان سب نعمتوں کا اور اس کے دین کا واسطہ دے کر آپ ﷺ نے اس یہودی عالم سے ارشاد فرمایا۔ "کیا تم جانتے ہو کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں؟ کہنے لگا جی ہاں یہ سارے لوگ بھی میری طرح اس حقیقت سے باخبر ہیں۔ اور آپ ﷺ کے اوصاف حمیدہ کا تذکرہ تورات میں صراحتہً مذکور ہے۔ مگر یہ لوگ حسد و عناد میں مبتلا ہیں۔ آپ ﷺ نے استفسار فرمایا "تجھے حق قبول کرنے سے کونسی چیز مانع ہے؟" اس نے کہا "میں اپنی قوم کی مخالفت پسند نہیں کرتا۔ ہو سکتا ہے کبھی یہ لوگ مسلمان ہو کر آپ کی اتباع کرلیں تو میں بھی مسلمان ہو جاؤں گا۔"

احمد اور ابن سعد رحمۃ اللہ علیہما ابی صخر عقیلی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی شخص نے مجھے بتایا کہ ایک دفعہ رسول اکرم ﷺ ایک یہودی کے پاس سے گزرے۔ اس یہودی کے پاس چند کتابیں تھیں۔ جن میں ایک تورات بھی تھی اور وہ اپنے بیمار بیٹے کو تورات پڑھ کر سنا رہا تھا۔ حضور نبی پاک ﷺ نے اس سے فرمایا۔ اے یہودی! میں تجھے اس ذات کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی۔ کیا تورات میں میرے اوصاف و کمالات اور مقام بعثت کا ذکر ملتا ہے؟ یہ سن کر اس نے نفی میں سر ہلا دیا اس کا بیٹا فوراً بول پڑا۔ "مگر میں اس ذات کی قسم کھا کر گواہی دیتا ہوں جس نے موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل کی۔ کہ میرے والد کو کتاب تورات میں آپ ﷺ کے اوصاف و کمالات، آپ ﷺ کے عہد مبارک اور مقام بعثت کا ذکر ملتا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں"۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "یہودی کو اپنے ساتھی سے الگ کر دو" اس کے بعد اس خوش نصیب نوجوان کی روح پرواز کر گئی اور نبی کریم ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اسی کی مثل حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت امام بیہقی نے بھی نقل فرمائی ہے۔

ابن سعد نے کلبی کی سند سے ابو صالح رحمہما اللہ سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے کہ قریش نے نضر بن حارث، عقبہ بن ابی معیط اور چند دوسرے آدمیوں کو یثرب کے یہودیوں کی طرف بھیجا۔ تاکہ وہ ان سے حضرت محمد ﷺ کے متعلق

پوچھیں۔ یہ لوگ مدینہ پاک میں آکر یہودیوں سے کہنے لگے ایک نئے پیش آنے والے واقعہ کے سلسلے میں ہم تمہارے پاس آئے ہیں۔ بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں ایک معمولی سا یتیم بچہ غیر معمولی قسم کی باتیں کرنے لگا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ وہ رحمٰن کا رسول ہے۔ یہودی بولے ہمیں ذرا اس بچے کے اوصاف تو بتائیں؟ انہوں نے آپ ﷺ کے اوصاف ذکر کئے۔ پھر یہودی بولا۔ کس قسم کے لوگ اس کی پیروی کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا "نچلے طبقہ کے لوگ" یہ سن کر ایک یہودی عالم ہنس پڑا۔ اور بولا یہ وہی نبی ہے جس کے اوصاف ہم اپنی کتاب میں پاتے ہیں اور جس کی اپنی قوم اس کی سب سے بڑی دشمن ہو گی۔

حاکم، بیہقی اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے۔ کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک یہودی کے کچھ دینار قرض دینا تھے۔ اس نے نبی کریم ﷺ سے قرض کا مطالبہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس وقت قرض کی ادائیگی کیلئے میرے پاس کچھ نہیں۔ یہودی نے کہا اے محمد ﷺ! جب تک تم مجھے قرض ادا نہ کرو گے میں تمہیں نہیں چھوڑوں گا آپ ﷺ نے فرمایا۔ اگر یہ بات ہے تو میں یہیں تمہارے پاس بیٹھ جاتا ہوں۔ آپ وہیں اس کے پاس تشریف فرما ہو گئے حتیٰ کہ ظہر، عصر، مغرب، عشاء اور فجر کی نمازیں بھی وہاں ہی ادا فرمائیں۔ اس دوران حضور نبی پاک ﷺ کے صحابہ کرام یہودی کو ڈراتے دھمکاتے رہے اور کہنے لگے یا رسول اللہ "ایک یہودی نے آپ کو روک رکھا ہے؟" زبان نبوت گویا ہوئی "جس سے میرا کوئی عہد و پیمان ہو۔ اس پر زیادتی کرنے سے میرے رب نے مجھے روکا ہے، کسی اور نے نہیں روکا۔" جب دن چڑھ آیا تو یہودی (اخلاق محمدی سے متاثر ہو کر) مسلمان ہو گیا اور کہنے لگا میں آدھا مال اللہ کے راستے میں دیتا ہوں۔ قسم بخدا! میں نے یہ ساری کارروائی اس لئے کی ہے تاکہ تورات میں مذکور آپ کے اوصاف کو عملاً دیکھ سکوں۔ کیونکہ تورات میں ہے کہ محمد ﷺ بن عبداللہ کی جائے پیدائش مکہ، مقام ہجرت طیبہ، جبکہ ملک شام ہو گا نہ وہ بد اخلاق ہوں گے نہ سخت مزاج، نہ بازاروں میں شور مچانے والے نہ بدکردار اور نہ بےہودہ گو۔

ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے اور اسے حسن کہا ہے حضرت عبداللہ فرماتے ہیں کہ "تورات میں حضرت محمد ﷺ کی صفات عالیہ کا تذکرہ ہے نیز یہ بھی ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آپ ﷺ کے پاس دفن ہوں گے۔"

ابو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں حضرت سعید بن جبیر سے روایت کیا ہے کہ نجاشی کے

جو ساتھی ایمان لے آئے تھے انہوں نے نجاشی سے کہا تھا کہ ہمیں اجازت دیجئے۔ تاکہ اس نبی کے حضور حاضر ہو سکیں۔ جن کا ذکر ہمیں تورات میں ملتا ہے۔ پھر وہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہو گئے اور غزوۂ احد میں بھی شریک ہوئے۔

زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ نے "اخبار المدینہ" میں حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل شدہ کتاب الٰہی میں یہ لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مدینہ منورہ سے فرمایا اے طیبہ! اے طابہ! اے مسکینہ! خزانے قبول نہ کر، میں تجھے سب شہروں سے بڑھ کر سر فرازی و سر بلندی عطا کروں گا۔

زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ نے ہی قاسم بن محمد سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تورات شریف میں مدینہ طیبہ کے چالیس ناموں کا ذکر ہے۔

باب

آمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہودی علماء اور عیسائی راہبوں کا قبل از بعثت آگاہ کرنا

حاکم اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہما نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے ان سے پوچھا گیا کہ "سب سے پہلے آپ کس طرح اسلام کی طرف مائل ہوئے؟ انہوں نے کہا۔ میں رام ہرمز میں رہتا تھا اور یتیم تھا۔ میرے والد صاحب دراصل رام ہرمز کے کسان تھے اور ایک استاد کے پاس حصول علم کیلئے آتے جاتے تھے۔ میں بھی ان کے پاس رہنے لگا تاکہ ان کے زیر سایہ تعلیم حاصل کر سکوں۔ میرا ایک بڑا بھائی تھا جو خود کفیل تھا جبکہ میں ایک غریب لڑکا تھا وہ استاد صاحب جب کبھی مجلس علم برخاست کرتے تو تمام شاگرد چلے جاتے۔ پھر استاد صاحب کپڑے کا نقاب اوڑھ کر پہاڑ پر چڑھ جاتے یوں بھیس بدل کر ان کے جانے کا عمل میں نے کئی بار دیکھا۔ میں نے کہا "آپ چلے جاتے ہیں مگر مجھے ساتھ کیوں نہیں لے جاتے؟ استاد صاحب کہنے لگے تم ابھی بچے ہو، مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں تم کوئی راز افشاء نہ کر بیٹھو۔ میں نے کہا آپ یہ اندیشہ نہ کریں۔ تو انہوں نے مجھے بتایا۔ "اس پہاڑ میں ایک قوم آباد ہے جو عبادت، اصلاح نفس، ذکر الٰہی اور یاد آخرت میں مشغول رہتی ہے۔ ان کے خیال میں ہم آگ اور بتوں کے پجاری ہیں اور دین حق سے برگشتہ ہیں۔" میں نے کہا۔ "مجھے بھی ان کے پاس لے چلئے" کہنے لگے۔ "پہلے ان سے

اجازت لے لوں۔" استاد صاحب نے ان سے میری خاطر اجازت مانگی۔ انہوں نے کہا کہ "اسے لے آؤ۔" لہٰذا میں استاد صاحب کے ساتھ چلا گیا جب ان کے پاس پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ چھ یا سات آدمی ہیں۔ کثرت عبادت کی وجہ سے یوں دکھائی دیتے۔ گویا ان کے جسموں میں جان نہیں دن کو روزہ رکھتے، رات کو قیام کرتے اور درختوں کے پتے وغیرہ جو کچھ ملتا کھا لیتے تھے۔ ہم ان کے پاس بیٹھ گئے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور سابقہ انبیاء ورسل کا ذکر چھیڑ دیا۔ حتیٰ کہ حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام تک بات ختم کی۔ کہنے لگے۔ "حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے مبعوث کیا، بن باپ کے پیدا فرمایا مقام رسالت عطا کیا اور متعدد معجزات سے نوازا۔ مثلاً مردوں کو زندہ کرنا، پرندے کی صورت بنا کر اسے زندگی بخشنا، نابینا پیدائشی اندھے اور کوڑھی کو تندرست کر دینا وغیرہ۔ بعض لوگوں نے آپ کا انکار کر دیا جبکہ کچھ آدمی آپ کے پیروکار بنے۔" پھر وہ کہنے لگے۔ بچے! تیرا ایک رب ہے، تجھے آخرت بھی در پیش ہوگی۔ تیرے سامنے جنت بھی ہے اور دوزخ بھی، تو لا محالہ کسی ایک میں جائے گا اور یہ آتش پرست لوگ کافر اور گمراہ ہیں ان کے کرتوتوں پر اللہ تعالیٰ خوش نہیں ہے یہ دین حق سے برگشتہ ہیں۔" سلمان! تو ابھی بچہ ہے ہماری طرح تو افعال عبادت نہ کر سکے گا۔ پس تو نماز پڑھ اور سو جا اور کھاتا پیتا رہ۔" پھر اس وقت کے بادشاہ کو ان لوگوں کا علم ہوا تو اس نے انہیں اپنے علاقے سے نکل جانے کا حکم دیدیا۔ میں نے کہا میں بھی تمہارے ساتھ رہوں گا۔ پس میں ان کے ساتھ نکلا۔ یہاں تک کہ ہم موصل جا پہنچے یہ لوگ جب موصل میں داخل ہوئے تو ان کی بڑی تعظیم و تکریم ہوئی پھر ایک شخص غار سے نکل کر ان کے پاس آیا اس نے سلام کیا اور بیٹھ گیا۔ انہوں نے اس شخص کی انتہائی تعظیم کی وہ بولا تم کہاں سے آئے ہو۔ انہوں نے اسے سب کچھ بتلا دیا کہنے لگا۔ یہ بچہ کون ہے۔ انہوں نے میری بہت زیادہ تعریف کی اور اسے بتایا کہ یہ بھی ہماری پیروی کرتا ہے۔ ان سب نے اس شخص کی اتنی تعظیم کی کہ کسی کی اتنی عزت افزائی میں نے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ اس نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی، سابقہ انبیاء ورسل اور ان کے پیش آنے والے حالات کا ذکر کیا۔ یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بھی ذکر کیا۔ پھر انہیں ان الفاظ کے ساتھ نصیحت کی۔ "اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کو حرز جان بنالو اور احکام الٰہیہ کی مخالفت نہ کرو، مبادا خداوند کریم تمہارا مخالف ہو جائے۔ جب وہ جانے لگا تو میں نے کہا۔ "میں آپ کے ساتھ جاؤں گا۔" اس نے کہا "بچے تم میرے ساتھ نہیں رہ سکتے میں تو صرف اتوار کے دن اس غار سے نکلتا ہوں۔" میں نے کہا "میں آپ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔" میں اس کے پیچھے پیچھے

غار میں داخل ہوا۔ میں نے دیکھا کہ نہ وہ سویا اور نہ اس نے کچھ کھایا۔ بلکہ اگلے اتوار تک رکوع و سجود کی حالت میں رہا۔ اتوار کی صبح ہم باہر آئے لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے اس نے حسب معمول گفتگو کی اور غار میں چلا گیا۔ میں بھی اس کے ساتھ واپس لوٹ گیا۔ اس طرح کافی عرصہ بیت گیا ہر اتوار کو وہ باہر آتا۔ لوگ جمع ہو جاتے اور وہ انہیں وعظ و نصیحت کرتا ایک اتوار کو جب وہ باہر آیا اور حسبِ معمول گفتگو کرنے کے بعد کہنے لگا۔ "لوگو میں کافی عمر رسیدہ ہو چکا ہوں۔ میری ہڈیاں کمزور ہو گئی ہیں اور لگتا ہے موت قریب ہے۔ عرصہ دراز سے بیت المقدس کی زیارت نہیں کر سکا۔ اب میں لازما بیت المقدس حاضر ہونا چاہتا ہوں۔" میں نے کہا "میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گا۔ ہم وہاں سے چل کر بیت المقدس جا پہنچے۔ وہ اندر جا کر نماز پڑھنے لگا۔ مجھ سے اکثر کہا کرتا تھا۔ "سلمان! عنقریب اللہ تعالیٰ ایک رسول بھیجے گا اس کا ظہور تہامہ کے علاقہ میں ہو گا۔ اسکی علامت یہ ہے کہ وہ ہدیہ کھائے گا مگر صدقہ نہیں کھائے گا نیز اس کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہو گی۔ اس کی تشریف آوری کا زمانہ بہت قریب ہے میں بہت بوڑھا ہو چکا ہوں لگتا ہے۔ اس نبی کا عہد ہمایوں نہ پا سکوں گا۔ اگر تمہیں وہ عہد مبارک دیکھنا نصیب ہو تو اس کی تصدیق کرنا اور اس کی اتباع کرنا" میں نے کہا۔ "اگر وہ آپ کے دین کو چھوڑنے کا حکم دے پھر بھی؟" اس نے کہا "خواہ وہ میرے دین کو چھوڑنے کا حکم ہی کیوں نہ کرے" پھر وہ بیت المقدس سے باہر آیا۔ دروازے پر ایک اپاہج پڑا ہوا تھا۔ اس نے کہا "مجھے اپنا ہاتھ تھمایئے۔" اس نے ہاتھ تھما دیا اور کہا بسم اللہ تو وہ یوں اٹھ کھڑا ہوا گویا رسیوں کے ساتھ جکڑا ہوا ہو۔ جن کے بندھن ابھی ٹوٹے ہوں۔ پھر وہ ہاتھ چھوڑ کر کسی طرف متوجہ ہوئے بغیر چلتا بنا۔ اپاہج نے مجھ سے کہا۔ "بچے! مجھ پر میرے کپڑے ڈال دیجئے تاکہ میں چل سکوں۔" میں نے کپڑے اس پر ڈال دیئے۔ تو وہ راہب بھی بڑی بے نیازی کے ساتھ چلا گیا۔ میں اسے ڈھونڈنے کیلئے اس کے پیچھے ہو لیا۔ جب بھی لوگوں سے اس کے بارے پوچھتا تو وہ کہتے ابھی ابھی تمہارے آگے جا رہا ہے۔ اس دوران مجھے بنو کلب کا ایک قافلہ ملا۔ میں نے ان سے بھی راہب کے متعلق پوچھ لیا۔ انہوں نے جب میرا انداز گفتگو سنا تو ایک شخص نے اپنا اونٹ بٹھا کر مجھے سوار کر لیا اور مجھے اپنے پیچھے بٹھا لیا۔ جب وہ مجھے اپنے وطن میں لے آئے تو مجھے بیچ دیا ایک انصاری عورت نے مجھے خرید لیا۔ اس نے اپنے باغ کی رکھوالی مجھے سونپ دی جب اللہ کے رسول نبی اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمایا۔ تو مجھے بھی آپ کی تشریف آوری کا علم ہو گیا میں اپنے باغ کی چند کھجوریں لے کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا۔ کافی لوگ حاضر خدمت تھے۔ میں نے کھجوریں

آپ کے سامنے رکھ دیں۔ ارشاد فرمایا۔ "یہ کیا ہے؟" میں نے عرض کی! "حضور! صدقہ ہے" آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا اسے کھالو۔ مگر آپ ﷺ نے خود تناول نہ فرمائیں۔ کچھ عرصہ گزرنے کے بعد پھر میں کھجوریں لے کر حاضر ہوا۔ حسب معمول لوگ حاضر خدمت تھے۔ میں نے کھجوریں آپ ﷺ کے سامنے رکھ دیں۔ ارشاد فرمایا۔ "یہ کیا ہے؟" عرض کی! "حضور! ہدیہ ہے۔" تو آپ نے بسم اللہ پڑھ کر خود بھی تناول فرمائیں اور حاضرین مجلس کو بھی کھلائیں۔ میں نے دل میں کہا نبی موعود کی یہ ایک نشانی پوری ہوئی۔ پھر میں گھوم کر حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی پشت انور کی طرف گیا۔ آپ میرے دل کی بات جان گئے۔ کپڑا ذرا سرکا دیا اور میں نے آپ کے بائیں شانے کی ایک طرف مہر نبوت کو واضح طور پر دیکھ لیا پھر میں آپ کے سامنے آکر بیٹھ گیا اور کہا اشھد ان لاالہ الا اللہ وانک رسول اللہ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کے رسول برحق ہیں۔

ابن سعد، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے ابن اسحاق کی سند سے روایت کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے عاصم رحمتہ اللہ علیہ بن قتادہ نے بتایا۔ عاصم رحمتہ اللہ علیہ نے محمود بن لبید سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس سے روایت کیا آپ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ میں فارس کا باشندہ تھا۔ میرے والد صاحب اپنی زمین پر کھیتی باڑی کرتے تھے وہ مجھ سے بہت زیادہ پیار کرتے تھے۔ حتیٰ کہ جوان لڑکیوں کی طرح مجھے گھر کی چار دیواری میں پابند کر رکھا تھا۔ اس دوران میری ساری کدو کاوش مجوسیت کے لئے وقف رہی۔ یہاں تک کہ میں آگ کا محافظ بن گیا۔ جس کا کام صرف یہ ہوتا تھا کہ وہ آگ کا الاؤ روشن رکھے۔ ان حالات میں اپنے محدود ماحول سے باہر گرد و پیش کے لوگوں کے معاملات سے بھی میں قطعی بے خبر رہا۔ میرے والد صاحب کی ملکیت میں کچھ زمین تھی۔ جہاں مزدور مصروف کار رہا کرتے تھے ایک دن والد صاحب نے مجھے بلایا اور کہا "بیٹے۔ ایک عرصہ سے مجھے زمین پر جانے کی فرصت نہیں ملی حالانکہ اس کی خبر گیری بہت ضروری ہے۔ پس وہاں چلے جاؤ۔ اور مزدوروں کو فلاں فلاں کام کرنے کا حکم دے دو۔ تاہم وہاں ٹھہر نہ جانا۔ کیونکہ اگر تم میری نظروں سے اوجھل رہو گے تو مجھے تمہارا خیال ہر چیز سے بے نیاز کر دے گا۔" اباجان کا حکم لے کر میں زمین کی طرف چل پڑا راستے میں عیسائیوں کے کلیساء کے پاس سے گزرا۔ ان کی آوازیں مجھے سنائی دیں میں نے لوگوں سے پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے مجھے بتایا کہ یہ عیسائی لوگ ہیں جو نماز پڑھ رہے ہیں۔ میں کلیساء کے اندر چلا گیا تاکہ ان کی صورت حال کا بغور جائزہ لے سکوں۔ ان کے دلچسپ احوال نے مجھے

اتنا مسرور اور مسحور کر دیا کہ غروب آفتاب تک میں انہیں کے پاس بیٹھا رہا ادھر میرے والد نے میری تلاش میں چار آدمی بھیج دیئے۔ بالآخر شام کے وقت میں گھر لوٹ آیا اور اپنی زمین پر نہ جا سکا۔ میرے والد صاحب نے کہا اتنی دیر کہاں رہا؟ میں نے تجھے کیا کہا تھا میں نے کہا ابا جان! میرا گذر چند ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جنہیں عیسائی کہا جاتا ہے۔ ان کی نماز و دعا کا طریقہ مجھے بھا گیا۔ میں وہاں بیٹھ گیا تا کہ بخوبی دیکھ سکوں کہ وہ کس طرح عبادت کرتے ہیں۔'' والد صاحب نے کہا بیٹے! تمہارا اور تمہارے آباء کا دین ان کے دین سے بدرجہا بہتر ہے۔ میں نے کہا۔ نہیں قسم بخدا! ہمارا دین ان سے بہتر نہیں ہے۔ یہ ایسے لوگ ہیں جو اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔ اسی سے دعا مانگتے ہیں اور اسی کی رضا کے لئے نماز پڑھتے ہیں جبکہ ہم کون ہیں؟ اس آگ کے پجاری جسے ہم خود ہی اپنے ہاتھوں سے جلاتے ہیں اگر نہ جلائیں تو وہ ختم ہو جائے۔'' میرے والد کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ میں کہیں بھٹک نہ جاؤں۔ لہٰذا انہوں نے میرے پاؤں میں لوہے کی بیڑیاں ڈال دیں اور گھر کے اندر قید کر دیا۔ میں نے عیسائیوں کی طرف پیغام بھجوا کر یہ دریافت کروایا کہ میں ان کے دین کی تعلیمات کہاں سے حاصل کر سکتا ہوں۔ انہوں نے شام جانے کا مشورہ دیا۔ میں نے ان سے کہا کہ جب کبھی وہاں کے لوگ آئیں۔ تو مجھے اطلاع دے دینا۔ انہوں نے کہا ہم تمہیں مطلع کر دیں گے اس کے بعد وہاں سے کچھ تاجر آئے تو انہوں نے مجھے اطلاع بھیج دی میں نے کہلا بھیجا کہ جب وہ اپنی ضروریات پوری کر کے کوچ کا قصد کریں تو مجھے بتلا دینا چنانچہ جب وہ اپنے ضروری کام کاج سے فارغ ہو کر جانے لگے تو مجھے اطلاع بھیج دی گئی۔ میں نے پاؤں کی بیڑیاں کھول کر پھینک دیں اور ان سے جا ملا اور ان کی معیت میں شام آ گیا۔ وہاں پہنچ کر میں نے ان سے پوچھا یہاں اس دین کا افضل ترین شخص کون ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ''گرجے کا بشپ'' میں اس کے پاس آیا اور کہا میں چاہتا ہوں کہ آپ کے پاس اس گرجے میں رہ کر اللہ کی عبادت کروں اور آپ سے اچھی باتیں سیکھوں۔ اس نے کہا ضرور رہیے۔ چنانچہ میں اس کے پاس رہنے لگا مگر وہ برا آدمی تھا لوگوں کو صدقہ دینے کی ترغیب دلاتا، جب صدقہ اکٹھا کر لیتا تو سارا مال اپنے پاس ذخیرہ کر لیتا اور مسکینوں کو کچھ بھی نہ دیتا۔ اس کا یہ حال دیکھ کر مجھے اس سے سخت نفرت ہو گئی کچھ عرصہ بعد وہ مر گیا جب لوگ اسے دفن کرنے کیلئے آئے تو میں نے ان کو بتایا۔ ''یہ نابکار شخص تھا تمہیں صدقہ کی ترغیب دلاتا تھا مگر اکٹھا کرنے کے بعد خود ہی ذخیرہ کر لیا کرتا تھا اور مساکین کو کچھ بھی نہ دیتا تھا۔'' لوگوں نے مجھ سے ثبوت مانگا میں نے کہا ''میں اس کا سارا خزانہ نکال لاؤں؟'' کہنے لگے۔ ''لے آؤ۔'' میں نے سونے چاندی کے بھرے ہوئے سات مٹکے لا کر رکھ دیئے۔ جب

لوگوں نے یہ خزانہ دیکھا تو بول اٹھے۔ یہ تو تدفین کے قابل ہی نہیں۔ لہٰذا انہوں نے اسے تختہ ء دار پر لٹکا کر سنگباری شروع کر دی۔ پھر ایک اور آدمی لا کر اس کا قائم مقام کر دیا۔ اللہ کی قسم! اس جیسا جفاکش اور عابد و زاہد آدمی میں نے دنیا میں نہیں دیکھا شب و روز مصروف جدو جہد رہنے والا۔ مجھے اس سے غیر معمولی محبت ہو گئی اس کے وصال تک میں اس کی خدمت میں حاضر رہا۔ جب وہ قرب الرگ ہوا تو میں نے اس سے گذارش کی کہ لگتا ہے حکم خداوندی آ پہنچا ہے۔ مجھے آپ سے بہت زیادہ محبت ہے۔ اب آپ میرے لئے کیا حکم فرمائیں گے اور کس کے پاس جانے کی وصیت فرمائیں گے؟ اس نے کہا۔ "فرزند دلبند! صرف موصل میں ایک شخص ہے اس کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ وہ میری مثل ہو گا۔" اس کے وصال کے بعد میں موصل میں مذکورہ شخص کے پاس آیا۔ واقعی وہ بڑا ہی عابد زاہد شخص تھا۔ میں نے اسے بتایا کہ مجھے فلاں شخص نے آپ کے پاس رہنے کی وصیت کی ہے اس نے کہا۔ "ضرور رہئے۔" پہلے شخص کی طرح اس کے پاس بھی میں اس کے وصال تک رہا۔ جب وہ قریب الرگ ہوا تو میں نے گذارش کی کہ فلاں آدمی نے تو مجھے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کی وصیت کی تھی اب جبکہ متوقع حکم خداوندی آپ کو نظر آ رہا ہے، مجھے آپ کہاں جانے کی وصیت فرمائیں گے؟ اس نے کہا "نصیبین میں ایک شخص ہے وہ بھی ہماری طرح کا آدمی ہے اس کے پاس حاضر ہو جاؤ۔ جب ہم اس کی تدفین سے فارغ ہوئے۔ تو میں نصیبین والے پارسا کی طرف چلا آیا اس سے کہا۔ "فلاں نے مجھے فلاں کی طرف جانے کی وصیت کی تھی اور اب اس نے آپ کے پاس حاضر ہونے کی وصیت کی ہے۔" اس نے کہا۔ "بیٹے اب تم میرے پاس رہو۔" میں اس کے پاس رہنے لگا حتیٰ کہ اس نے بھی داعیٔ اجل کو لبیک کہہ دیا۔ وفات سے پہلے میں نے اس سے پوچھا "لگتا ہے حکم خداوندی پہنچنے والا ہے اب میں کہاں جاؤں؟" اس نے کہا۔ "بیٹے! اور تو کہیں ایسا شخص نہیں ہے۔ البتہ سرزمین روم کے مقام عموریہ میں ہماری طرح کا آدمی تمہیں مل جائے گا۔" اسے سپرد خاک کرنے کے بعد میں صاحب عموریہ کے پاس آ گیا۔ وہ بھی پہلے نیکوکاروں کی طرح پارسا شخص تھا میں کچھ عرصہ اس کے پاس رہا۔ اسی دوران کچھ محنت مزدوری بھی کرتا رہا۔ جس کی وجہ سے میرے پاس کچھ بکریاں اور گائیں جمع ہو گئیں۔ جب اس کا وصال ہونے لگا تو میں نے پوچھا۔ میں نیک لوگوں کی وصیت کے مطابق گھوم پھر کر آپ کے پاس آیا تھا۔ اب کہاں جاؤں؟ اس نے جواب دیا۔ "بیٹے! اللہ کی قسم! ہماری طرح کا کوئی شخص مجھے نظر نہیں آتا۔ جس کے پاس حاضر ہونے کا میں تمہیں حکم دوں۔ البتہ ایک نبی کے مبعوث ہونے کا زمانہ قریب ہے۔ جس کا مقام بعثت حرم پاک ہو گا وہ دو

پتھریلی زمینوں کے درمیان سے ہجرت فرما کر ایک شورزدہ زمین میں تشریف لے جائیں گے جہاں بکثرت کھجوروں کے باغات ہوں گے۔ اس نبی کی ذات میں نبوت کی واضح علامات موجود ہوں گی، اس کے دونوں شانوں کے مابین مہر نبوت ہو گی، وہ ہدیہ کھائیں گے مگر صدقہ تناول نہ فرمائیں گے۔ اگر تمہارا وہاں پہنچنا ممکن ہے تو پہنچ جائیے۔ کیونکہ اس نبی کی تشریف آوری کا زمانہ قریب آ گیا ہے۔" اسے سپرد خاک کرنے کے بعد کچھ عرصہ میں وہاں ہی رہا۔ اسی دوران بنو کلب قبیلہ کے چند عرب تاجر وہاں سے گزرے میں نے ان سے کہا کہ مجھے بھی اپنے ساتھ سوار کر کے سرزمین عرب میں لے جائیں اور اس کے عوض میری یہ بکریاں اور گائیں لے لیں۔" انہوں نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔" میں نے انہیں مال مویشی دے دیئے اور انہوں نے مجھے سوار کر لیا جب ہم وادی القریٰ پہنچے تو انہوں نے میرے ساتھ انتہائی بے مروتی اور بے انصافی کا سلوک کیا اور وادی القریٰ کے ایک یہودی کے ہاتھ مجھے غلام بنا کر بیچ دیا۔ جب میں نے کھجوروں کے درخت دیکھے تو اللہ کی قسم! مجھے خیال گذرا کہ ہو سکتا ہے یہ وہی مقام ہو جس کا ذکر میرے ساتھی نے کیا تھا۔ مگر میرے اس خیال کی مکمل تصدیق اس وقت ہوئی جب بنو قریظہ کا ایک یہودی وادی القریٰ میں آیا اور مجھے خرید کر مدینہ منورہ لے آیا۔ اس شہر مقدس کو دیکھتے ہی اس کے اوصاف و علامات کو میں نے پہچان لیا۔ میں اسی شخص کے حلقہ غلامی میں رہنے لگا۔ اسی دوران مکہ مکرمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مکرم ﷺ کو مبعوث فرمایا تاہم میرے سامنے آپ ﷺ کے مبعوث ہونے کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔ مزید برآں میں قید غلامی میں بھی تھا۔ پھر جب رسول اکرم ﷺ قباء تشریف لائے تو میں اپنے مالک کے کھجوروں کے باغ میں تھا، اس کے چچازاد بھائی نے آ کر کہا۔ "مجھے فلاں شخص نے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ بنو قیلہ کو ہلاک کرے وہ قباء میں ایک شخص کے گرد جمع ہیں جو مکہ سے آیا ہے وہ سمجھ رہے ہیں کہ یہ اللہ کا نبی ہے۔ اللہ کی قسم میں نے یہی سنا ہے۔" یہ بات سن کر مجھ پر اس قدر کپکپی طاری ہوئی کہ مجھے خیال گزرا کہ اپنے مالک پر گر پڑوں گا اور یہ کہتا ہوا نیچے اتر آیا یہ کیسی خبر ہے؟ یہ کیا بات ہے؟ میرے مالک نے اپنا ہاتھ فضا میں لہرایا اور مجھے ایک زوردار گھونسا رسید کر دیا اور بولا تجھے اس بات سے کیا واسطہ؟ اپنا کام کر۔ میں نے کہا بھلا اس میں کیا مضائقہ ہے کہ ایک بات میں نے سنی ہے اب میں اسے جاننا چاہتا ہوں میں باہر نکلا اور حضور ﷺ کے بارے میں پوچھنے لگا۔ مجھے اپنے شہر کی ایک عورت ملی تو میں نے اس سے پوچھ لیا۔ اس عورت کے سارے گھر والے مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے اس نے حضور نبی اکرم ﷺ کی طرف میری رہنمائی کی شام کے وقت میرے پاس کچھ کھانا موجود تھا وہ کھانا اٹھا کر میں حضور نبی اکرم ﷺ کی

بارگاہ میں لے آیا۔ آپ قباء میں تشریف فرماتھے میں نے عرض کیا مجھے پتہ چلاہے کہ آپ ایک پارسا آدمی ہیں اور آپ کی معیت میں پردیسی ساتھی ہیں میرے پاس کچھ صدقہ کا مال ہے۔ اس شہر میں آپ ہی اس کے زیادہ حق دار ہیں یہ کھانا لیجئے اور تناول فرمائیے۔ حضور ﷺ نے اپنا دست مبارک روک لیا اور اپنے صحابہ سے فرمایا تم کھاؤ۔ مگر خود کچھ نہیں کھایا۔ میں نے دل ہی دل میں کہا نبی موعود کی یہ ایک نشانی ہے جس کا ذکر میرے ساتھی نے کیا تھا پھر میں واپس آگیا۔
بعدازاں حضور نبی اکرم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لے آئے۔ میں کھانے کی کچھ چیزیں لے کر پھر حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا "حضور! میں نے دیکھا ہے کہ آپ صدقہ تناول نہیں فرماتے۔ مگر یہ ہدیہ اور تحفہ ہے صدقہ نہیں" تب اسے رسول اکرم ﷺ نے بھی کھایا اور آپ کے صحابہ کرام نے بھی۔ میں نے دل میں کہا یہ دو نشانیاں پوری ہو گئیں۔ پھر ایک دفعہ میں حاضر خدمت ہوا تو آپ ایک جنازہ کے پیچھے تشریف لے جارہے تھے اور آپ کے جسم پر دو اونی چادریں تھیں۔
آپ کے گرد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تھے میں گھوم کر آپ کی پشت مبارک کی طرف گیا تاکہ مہر نبوت کی زیارت کر سکوں جب مجھے رسول اکرم ﷺ نے گھومتے دیکھا تو آپ جان گئے کہ میں کسی خاص چیز کی جستجو کر رہا ہوں آپ نے اپنی چادر کو پشت انور سے ذرا سرکا دیا میں نے بالکل اسی طرح آپ کے دونوں شانوں کے مابین مہر نبوت دیکھ لی۔ جیسا کہ میرے ساتھی نے مجھے بتایا تھا میں مہر نبوت کو چومتا اور روتا جاتا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ سلمان! ادھر سامنے آجاؤ۔ میں آپ کے سامنے آکر بیٹھ گیا آپ نے چاہا کہ آپ کے متعلق میری کہانی صحابہ کرام بھی سنیں۔ چنانچہ میں نے سب کچھ بیان کر دیا جب میں گفتگو سے فارغ ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا۔ سلمان! بدلِ کتابت دے کر آزادی حاصل کر لو لہٰذا میں نے تین سو کھجور اور چالیس اوقیہ پر مکاتبت کر لی۔ صحابہ کرام نے کھجوریں مہیا کرنے میں میری اعانت کی۔ کسی نے تیس پودے دیئے اور کسی نے بیس۔ ہر ایک نے مقدور بھر میرے لئے حصہ نکالا۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا "ان پودوں کیلئے گڑھے کھودو جب گڑھے کھود چکو تو مجھے آگاہ کر دینا تاکہ میں خود اپنے ہاتھ سے ان میں پودے لگاؤں۔" گڑھے کھودنے میں صحابہ کرام نے بھی میری مدد کی۔ جب کھدائی مکمل ہوگئی تو رسول اکرم ﷺ تشریف لے آئے ہم آپ کو پودے اٹھا کر دیتے اور آپ اپنے دست مبارک سے وہ پودے گڑھوں میں رکھ کر مٹی برابر کرتے جاتے۔

فَوَالَّذِیْ بَعَثَہٗ بِالْحَقِّ مَامَاتَتْ مِنْھَا وَدِیَۃٌ وَّاحِدَۃٌ"

قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے آپ کے دست

بابرکت سے لگائے ہوئے پودوں میں سے ایک بھی نہ مرجھایا۔
(بلکہ سارے پودے تناور درخت بن گئے۔ تین سو کھجوروں کے درخت ادا کرنے کے بعد)اب میرے ذمہ دراہم باقی تھے۔ دفعتہً ایک آدمی کبوتری کے انڈے کی طرح سونے کی ایک ڈلی حضور کی بارگاہ میں لے آیا۔ حضور نے فرمایا سلمان! یہ لو اور اپنا قرض ادا کر دو۔ میں نے عرض کی حضور! میرے ذمہ بہت زیادہ رقم واجب الاداء ہے یہ کس طرح پوری ہو گی فرمایا۔ "فَاِنَّ اللّٰهَ یُؤَدِّیْ بِهَا عَنْكَ" اللہ تعالیٰ اسی ڈلی کے ساتھ تیرا قرض ادا کرے گا۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے میں نے اس سے چالیس اوقیہ تول کر انہیں ادا کئے اور جتنا ادا کیا اتنا ہی میرے پاس باقی بچ گیا۔

ابو نعیم رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن کے واسطہ سے حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ میں رام ہرمز میں پیدا ہوا۔ گاؤں کے بچوں کے ساتھ دوڑا کرتا تھا وہاں پہاڑ میں ایک غار تھا۔ ایک دن میں اکیلا وہاں جا نکلا کیا دیکھتا ہوں کہ ایک طویل القامت شخص ہے جس نے اونی لباس اور جوتے پہن رکھے ہیں اس نے مجھے اشارے سے بلایا۔ میں اس کے قریب ہو گیا اس نے پوچھا بچے! کیا تم عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو پہچانتے ہو۔ میں نے کہا نہیں۔ میں نے تو یہ نام بھی کبھی نہیں سنا۔ اس نے کہا بھلا تمہیں کیا معلوم کہ عیسیٰ بن مریم کون ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ جو شخص بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت پر ایمان لائے اور اس رسول پر بھی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد تشریف لائیں گے جن کا نام پاک احمد (ﷺ) ہو گا تو اللہ تعالیٰ ایسے ایمان دار آدمی کو دنیا کے غم والم سے نجات دے دیتا ہے اور آخرت کی راحتوں اور نعمتوں سے سرفراز فرما دیتا ہے مجھے محسوس ہوا کہ اس کے ہونٹوں سے حلاوت اور نور کی کرنیں پھوٹ رہی ہیں۔ میرا دل اس کا اسیر ہو چکا تھا سب سے پہلے اس شخص نے مجھے یہ تعلیم دی کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول ہیں، ان کے بعد حضرت محمد (ﷺ) بھی اللہ تعالیٰ کے رسول ہوں گے اور مرنے کے بعد دوبارہ زندگی ملے گی۔ اس نے مجھے نماز میں قیام کرنے کا طریقہ سکھایا اور کہا جب نماز کا ارادہ کرو تو قبلہ رو ہو جایا کرو، دوران نماز خواہ آگ تمہیں چاروں طرف سے گھیر لے پھر بھی پروانہ کرنا اگر نماز فرض ادا کرتے ہوئے تمہیں ماں باپ بھی بلائیں تو ان کی طرف متوجہ نہ ہونا۔ البتہ اگر تمہیں اللہ تعالیٰ کے رسول کا بلاوا آجائے اور تم فرض نماز پڑھ رہے ہو تو نماز توڑ کر اللہ کے رسول کی بارگاہ میں حاضر ہو جایا کرو کیونکہ اللہ کا رسول وحی الٰہی کے مطابق تمہیں بلائے گا اس نے

مزید نصیحت کی کہ اگر تم حضرت محمد بن عبداللہ (ﷺ) کو پاؤ جن کا ظہور تہامہ کے پہاڑوں میں ہوگا۔ تو آپ پر ایمان لے آنا اور آپ کی خدمت میں میرا اسلام عرض کر دینا۔ میں نے کہا اس نبی کے کچھ اوصاف تو بتا دیں وہ کہنے لگا اس نبی کو نبی رحمت کہا جائے گا۔ ان کا اسم گرامی محمد بن عبداللہ ہوگا۔ تہامہ کے پہاڑوں میں ان کا ظہور ہوگا۔ اونٹ، دراز گوش گھوڑے اور خچر پر سوار ہوا کریں گے آزاد اور غلام ان کی نظر میں برابر ہوں گے ان کے دونوں شانوں کے درمیان کبوتری کے انڈے کی طرح علامت نبوت ہوگی۔ جس کے باطن میں یہ لکھا ہوگا اللّٰہ وحدہ لاشریك له محمد رسول اللّٰہ (اللہ تعالیٰ وحدہ لاشریک ہے اور محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں) اور جس کے باہر یہ عبارت لکھی ہوگی تَوَجَّهْ حَيْثُ شِئْتَ فَاِنَّكَ الْمَنْصُوْرُ (آپ جہاں چاہتے ہیں تشریف لے جائیں تائید الٰہی آپ کے ساتھ ہوگی) وہ ہدیہ کھالیں گے مگر صدقہ تناول نہ فرمائیں گے حاسد اور کینہ پرور نہ ہوں گے نہ ہی کسی معاہدہ کرنے والے سے بے انصافی کریں گے اور نہ کسی مسلمان سے۔

طبرانی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے بہ طریق شرجیل بن سمط، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے آپ فرماتے ہیں کہ میں دین حق کی جستجو میں نکلا تو اہل کتاب کے چند راہبوں سے میری ملاقات ہوئی سب یہی کہتے تھے کہ ایک ایسے نبی کا زمانہ سایہ فگن ہونے والا ہے جس کا ظہور سرزمین عرب میں ہوگا۔ اس نبی میں کئی علامات نبوت ہوں گی جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس کے دونوں شانوں کے درمیان گول شکل کا تل ہوگا یعنی مہر نبوت۔ یہ باتیں سن کر میں بھی سرزمین عرب میں آ گیا اور ادھر نبی کریم ﷺ کا بھی ظہور ہو گیا۔ میں نے راہبوں کی بیان کردہ ساری علامات آپ کی ذات میں پالیں حتیٰ کہ مہر نبوت کی بھی زیارت کر لی۔ پس میں نے گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ حضرت بریدہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شرط پر مکاتبت اختیار کی تھی کہ وہ مالک کے لئے کھجور کے درخت لگا کر پھلدار ہونے تک ان کی دیکھ بھال کریں گے۔ نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور کھجور کے سارے پودے بذات خود اپنے دست مبارک سے لگائے۔ البتہ ایک پودا حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لگایا اس ایک پودے کے سوا سارے درخت اسی سال پھلوں سے لد گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا "یہ پودا کس نے لگایا تھا؟" عرض کی گئی "حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے" آپ نے اسے زمین سے نکالا اور دوبارہ اپنے دست یمن وسعادت سے گاڑ دیا پس وہ بھی اسی سال پھلدار ہو گیا۔

ابن سعد اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے ابو عثمان الہندی کی سند سے حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت نقل کی ہے کہ آپ نے فرمایا۔ میں نے اپنے آقاؤں سے اس شرط پر مکاتبت کی تھی کہ میں ان کے لئے پانچ سو کھجور کے پودے لگاؤں گا۔ جونہی وہ پھلدار ہوں گے میں آزاد ہو جاؤں گا۔ پھر نبی پاک ﷺ تشریف لائے اور اپنے دست مبارک سے سارے پودے لگائے مگر ایک پودا میں نے لگایا تو میرے لگائے ہوئے اس ایک پودے کے علاوہ سارے پودے برگ و بار سے لد گئے۔

حاکم اور بیہقی رحمہما اللہ نے ابو طفیل کی سند سے حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ آپ نے درہم کے برابر انگشت شہادت اور انگوٹھے کا حلقہ بنایا اور فرمایا کہ مجھے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اتنی مقدار میں سونا عطا فرمایا تھا پھر کہا کہ اگر ایک پلڑے میں احد پہاڑ اور دوسرے میں وہ سونا رکھ دیا جاتا تو سونے والا پلڑا جھک جاتا۔

احمد اور بیہقی رحمہما اللہ نے ایک اور سند سے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت بھی ذکر کی ہے کہ جب مجھے رسول اکرم ﷺ نے وہ سونا عطا فرمایا تھا تو یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ اس سے اپنا قرض ادا کر دو۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ! اس تھوڑے سے سونے سے میرا قرض کیسے ادا ہوگا یہ سن کر آپ نے سونے کی وہ ڈلی اپنی زبان مبارک پر رکھی پھر میری طرف پھینک کر فرمایا جاؤ اسے لے جاؤ اسی کے ساتھ اللہ تعالیٰ تمہارا قرض ادا کر دے گا پس میں چل پڑا اور اسی ڈلی سے ہی پورے چالیس اوقیہ میں نے انہیں ادا کر دیئے۔

ابن اسحاق، ابن سعد، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے یہ روایت ذکر کی ہے ابو نعیم رحمتہ اللہ علیہ نے کہا کہ مجھے عاصم بن عمر بن قتادہ نے اور انہیں حضرت عمر بن عبدالعزیز سے سن کر ایک شخص نے بتایا کہ مجھے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں بتایا گیا کہ صاحب عموریہ کا وقت وصال جب قریب آیا تو اس نے حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا۔ سرزمین شام میں دو جنگل ہیں وہاں چلے جاؤ۔ وہاں ہر سال ایک شخص کسی رات میں ایک جنگل سے نکل کر دوسرے جنگل میں جاتا ہے۔ بیمار لوگ اس کے پاس حاضر ہوتے ہیں جس کے لئے بھی وہ دست دعا بلند کرے وہ تندرست ہو جاتا ہے جاؤ اسی سے اس دین کا پتہ پوچھ لو جس کے بارے میں تم مجھ سے پوچھتے ہو میں وہاں سے نکلا اور مذکورہ جگہ پہنچ کر ایک سال تک منتظر رہا۔ ایک رات وہ صاحب باہر آئے میں نے ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور کہا اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے ذرا یہ بتا دیں کہ کیا حنیفیت دین ابراہیم ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ عنقریب ایک نبی

تشریف لائیں گے جو اس حرم میں اس گھر کے پاس سے ظاہر ہوں گے وہ اسی دین ابراہیمی کے ساتھ مبعوث ہوں گے۔ جب یہ بات حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اکرم ﷺ کو بتائی تو آپ نے فرمایا۔ سلمان اگر تم میری بات مانتے ہو تو یقین رکھو کہ تم نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو دیکھا تھا۔

ابن اسحاق اور بیہقی رحمہم اللہ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں امام بیہقی رحمتہ اللہ علیہ نے فرمایا کہ مجھے عاصم بن عمر بن قتادہ نے بتایا وہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے بزرگ بتایا کرتے تھے کہ اہل عرب میں ہم سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کے حالات سے کوئی بھی باخبر نہ تھا۔ ہمارے پاس یہودی لوگ رہا کرتے تھے وہ اہل کتاب تھے اور ہم بت پرست انہیں جب ہماری طرف سے کوئی تکلیف پہنچتی تو وہ کہا کرتے ایک نبی مبعوث ہونے والے ہیں ان کی تشریف آوری کا زمانہ قریب ہے۔ ہم ان کی پیروی کریں گے اور تمہیں عاد وارم کی طرح ہلاک کر ڈالیں گے۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول بھیجا تو ہم بت پرست ان کے پیروکار بن گئے جبکہ اہل کتاب نے انکار کر دیا۔ انہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا الآية یعنی ”وہ حضور ﷺ کے تشریف لانے سے پہلے حضور ﷺ کا وسیلہ پیش کر کے اللہ تعالیٰ سے کافروں کے مقابلے میں فتح ونصرت کی دعا مانگا کرتے تھے۔“

بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ علی الازدی سے روایت کرتے ہیں کہ یہود اللہ تعالیٰ کے حضور یہ دعا مانگا کرتے تھے۔ ”یا اللہ ہمارے اندر (تورات وانجیل میں مذکور) اس نبی کو مبعوث فرما تا کہ وہ ہمارے اور دوسرے لوگوں کے درمیان فیصلہ فرمادے۔“

حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ یہود خیبر بنو غطفان کے ساتھ مصروف پیکار رہا کرتے تھے۔ جب ان کے درمیان جنگ ہوتی تو یہود خیبر شکست کھا جاتے۔ پھر وہ اللہ تعالیٰ کے حضور یوں دعا کرتے تھے۔

”یا اللہ! ہم تیری بارگاہ میں اس نبی امی حضرت محمد ﷺ کے وسیلہ سے دعا مانگتے ہیں جن کو اخیر زمانہ میں مبعوث کرنے کا تو نے ہم سے وعدہ فرمایا ہے کہ تو ان کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔“

اس دعا کی برکت سے وہ بنو غطفان کو شکست سے دوچار کر دیتے تھے۔ مگر جب اللہ تعالیٰ کے اس نبی کو مبعوث کیا گیا تو یہی یہود آپ ﷺ کے منکر ہو گئے۔ انہی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا
وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُوْنَ الآية

مندرجہ ذیل روایت ابن اسحاق، احمد اور بخاری رحمہم اللہ نے (اپنی تاریخ میں) ذکر کی ہے

اسے حاکم رحمتہ اللہ علیہ نے بھی نقل کیااور اس کو صحیح کہا۔ان حضرات کے علاوہ امام بیہقی، طبرانی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے محمود بن لبید کی سند سے سلمہ بن سلامہ بن وقش سے نقل کیا ہے حضرت سلمہ فرماتے ہیں کہ ہمارے ہاں ایک یہودی رہتا تھا۔ایک دن علی الصباح وہ اپنی قوم بنو عبدالاشہل کی مجلس میں جا نکلا اور ان کے سامنے مرنے کے بعد زندہ ہونے، قیامت، جنت، دوزخ حساب کتاب اور میزان عدل قائم ہونے کا ذکر کیا۔اسی قسم کی باتیں اس نے بت پرستوں کے سامنے بھی کیں جو موت کے بعد دوبارہ جی اٹھنے کے قائل نہیں تھے۔یہ واقعہ حضور نبی رحمت ﷺ کی بعثت مبارکہ سے کچھ عرصہ پہلے کا ہے۔لوگوں نے جب اس کی باتیں سنیں تو کہنے لگے۔حیرت کی بات ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ لوگ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر جنت اور دوزخ میں جائیں اور اپنے اعمال کی جزاو سزا پائیں؟اس نے کہا۔جی ہاں۔یہ ممکن ہے مجھے اس ذات کی قسم جو قسم کھانے کے لائق ہے اگر آتش جہنم کے عوض تم میرے لئے اپنے گھر میں بہت بڑا تنور جلا کر اسے خوب بھڑکاؤ اور پھر اس شعلے اگلتے تنور میں مجھے پھینک کر اوپر سے مٹی کی لپائی کردو اور کل قیامت کی آگ سے میں نجات پا جاؤں (تو یہ سودا میرے لئے بڑا سستا ہوگا)اس سے پوچھا گیا۔قیامت برپا ہونے کی کوئی دلیل؟تو مکہ اور یمن کی طرف اشارہ کر کے اس نے کہا۔اس علاقے میں ایک نبی مبعوث ہوں گے۔لوگوں نے پوچھا تمہارا کیا خیال ہے وہ کب آئیں گے؟ ؟تو اس نے میری طرف دیکھامیں ان سب میں کم عمر تھا۔پھر کہااگر اس بچے کی عمر پوری ہوئی تو اس نبی کو پالے گا پھر گردش لیل و نہار کا سلسلہ جاری رہاحتی کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول کو مبعوث فرمادیا۔اس وقت وہ یہودی بھی زندہ تھا۔ہم اللہ کے رسول ﷺ پر ایمان لے آئے اور آپ کی تصدیق کی مگر وہ یہودی مارے حسد کے کفر پر ڈٹا رہا۔ہم نے اس سے کہا۔کیا تم نے ہمیں اس نبی مکرم ﷺ کے بارے میں آگاہ نہیں کیا تھا؟کہنے لگا یہ وہ نبی نہیں۔

بیہقی، طبرانی اور ابو نعیم رحمہم اللہ تعالیٰ کے علاوہ خرائطی رحمتہ اللہ علیہ نے ہواتف میں خلیفہ بن عبدہ سے نقل کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں نے محمد بن عدی بن ربیعہ سے پوچھا تیرے والد نے زمانہ جاہلیت میں تیرا نام محمد کیسے رکھ دیا تھا۔اس نے کہا یہی سوال میں نے خود اپنے والد صاحب سے کیا تھا تو انہوں نے بتایا کہ ایک دفعہ ہم بنو تمیم کے چار آدمی شام کے سفر پر نکلے۔میرے علاوہ باقی تین کے نام یہ ہیں سفیان بن مجاشع بن دارم، یزید بن عمر بن ربیعہ، اسامہ بن مالک بن خندف۔جب ہم شام میں داخل ہوئے تو ایک تالاب کے پاس فروکش ہوئے جس کے اردگرد بہت سے درخت تھے ہمارے پاس ایک راہب آیا اس نے پوچھا تم کون ہو؟ہم نے کہا"ہم

بنو مضر کے آدمی ہیں۔" تو وہ بولا عنقریب تمہارے اندر ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے۔ اس کی بارگاہ میں جلد حاضر ہو جانا اور اس پر ایمان لانے کی سعادت سے ضرور بہرہ اندوز ہونا۔ اگر ایسا کرو گے تو رشد و ہدایت پا جاؤ گے کیونکہ وہ نبی خاتم النبیین ہے۔" ہم نے دریافت کیا اس نبی کا نام کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ اس کا اسم گرامی "محمد" ہے۔ جب ہم اپنے گھروں کو واپس آئے تو ہم میں سے ہر ایک کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور سب نے اپنے نومولود کا نام محمد رکھا۔

ابن سعد رحمتہ اللہ علیہ نے قتادہ بن سکن عرنی سے روایت کیا ہے کہ بنو تمیم کے ایک شخص کا نام محمد بن سفیان بن مجاشع تھا۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ تھی کہ اس کے باپ کو ایک بشب نے بتایا کہ عرب میں ایک نبی ہوگا جس کا نام محمد ہوگا۔ سو اس نے اپنے بیٹے کا نام محمد رکھ دیا۔

بیہقی رحمتہ اللہ علیہ نے مروان بن حکم کی سند سے معاویہ بن ابی سفیان سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھے ابو سفیان بن حرب نے بتایا کہ ایک دفعہ میں امیہ بن ابی صلت کے ساتھ شام کے سفر پر نکلا راستے میں عیسائیوں کی بستی سے گزر ہوا۔ جب عیسائیوں نے امیہ کو دیکھا تو ان کی انتہائی تعظیم و تکریم کی اور انہیں ساتھ لے جانے کی خواہش کی۔ امیہ نے مجھ سے کہا تم بھی میرے ساتھ چلو کیونکہ ہم عیسائیوں کے چوٹی کے عالم سے ملنے جا رہے ہیں۔ مگر میں نے معذرت کر لی امیہ جا کر واپس آئے تو مجھ سے کہنے لگے۔ میں تمہیں ایک راز کی بات بتاتا ہوں کیا تم اسے راز ہی رہنے دو گے؟ میں نے کہا۔ بالکل۔ کہنے لگے کہ اس عالم نے جو کہ علم کتاب کے منتہیٰ کمال تک پہنچا ہوا ہے مجھے بتایا کہ ایک نبی مبعوث ہونے والا ہے۔ مجھے خیال گزرا ہو سکتا ہے وہ نبی میں ہی ہوں۔ مگر اس نے کہا کہ وہ نبی تم میں سے نہیں ہوگا بلکہ اہل مکہ میں سے ہوگا اس کی علامت یہ ہے کہ حضرت سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بعد شام میں اسی مرتبہ زلزلہ آچکا ہے۔ جبکہ ایک زلزلہ ابھی آنا ہے جس کی وجہ سے شام میں بڑی مصیبتیں اور پریشانیاں پیدا ہوں گی۔ پھر جب ہم وہاں سے چل کر ایک گھاٹی سے گزر رہے تھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ایک شہسوار آرہا ہے۔ ہم نے اس سے پوچھا کہاں سے آرہے ہو؟ اس نے کہا شام سے ہم نے پوچھا شام میں کوئی نیا واقعہ تو پیش نہیں آیا؟ اس نے کہا۔ ہاں شام میں زلزلہ آیا ہے جس کی وجہ سے وہاں کے لوگ رنج والم اور مصیبتوں سے دوچار ہو گئے ہیں۔

ابو نعیم رحمتہ اللہ علیہ نے کعب اور وہب بن منبہ سے روایت کیا ہے یہ دونوں حضرات فرماتے ہیں کہ بخت نصر نے بڑا ہی عجیب خواب دیکھا جس کی وجہ سے وہ سخت گھبرا گیا جب نیند سے بیدار ہوا تو خواب کی کیفیت بھول چکا تھا اس نے کاہنوں اور جادوگروں کو بلایا اور انہیں خواب

کی وجہ سے لاحق ہونے والی پریشانی سے آگاہ کیا۔ نیز ان سے تعبیر بتانے کا مطالبہ کیا وہ بولے خواب کا واقعہ سنایئے۔ بخت نصر نے کہا وہ تو میں بالکل بھول گیا ہوں۔ انہوں نے کہا جب تک آپ خواب نہیں سنائیں گے ہم اس کی تاویل کیسے کر پائیں گے۔ پھر اس نے حضرت دانیال علیہ السلام کو بلایا اور آپ کو ساری صورت حال سے آگاہ کیا۔ آپ نے فرمایا۔ ''تو نے خواب میں ایک بہت بڑا بت دیکھا ہے جس کے پاؤں زمین پر اور سر آسمان پر ہے جس کا اوپر والا حصہ سونے کا، درمیانی حصہ چاندی کا اور نچلا حصہ تانبے کا ہے۔ جس کی پنڈلیاں لوہے کی جبکہ پاؤں ٹھیکری کے ہیں۔ جب تو نے اسے دیکھا تو اس کے حسن و جمال اور اس کی بناوٹ کے کمال نے تجھے ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔ اسی دوران اللہ تعالیٰ نے آسمان سے ایک پتھر پھینکا۔ جو بت کے سر کی چوٹی پر اس زور سے جا لگا کہ اسے پیس کر رکھ دیا جس سے اس کا سونا، چاندی، لوہا اور مٹی سب چیزیں آپس میں یوں مل گئیں کہ تم نے سوچا کہ اگر تمام جن وانس ان چیزوں کو الگ کرنا چاہیں تو نہ کر سکیں گے۔ اور اگر ہوا چل پڑی تو انہیں اڑا لے جائے گی۔ پھر تم نے دیکھا کہ وہی پتھر بڑھتا اور پھیلتا جا رہا ہے پھیلتے پھیلتے وہ روئے زمین پر چھا گیا۔ اس کے بعد تمہیں آسمان اور پتھر کے علاوہ کچھ بھی دکھائی نہ دیتا تھا۔'' بخت نصر نے کہا یقیناً یہی خواب میں نے دیکھا تھا اب اس کی تاویل بھی ارشاد فرمادیں۔ حضرت دانیال علیہ السلام نے فرمایا۔ بت سے مراد ابتداء وسط اور آخر زمانہ کی مختلف امتیں ہیں اور جو پتھر بت کے سر پر مارا گیا وہ درحقیقت اللہ کا دین ہے۔ جو آخر زمانہ میں آئے گا اور ساری امتوں پر چھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ عرب میں ایک نبی امی کو مبعوث فرمائے گا جس کے ذریعے جملہ امم وادیان عالم کو مغلوب کر دے گا جیسا کہ پتھر نے بت کو پاش پاش کر دیا اس نبی کا دین بھی تمام امتوں اور ادیان عالم پر یوں چھا جائے گا جیسے پتھر روئے زمین پر چھا گیا۔

تاریخ دمشق میں ابن عساکر نے عیسیٰ بن داب رحمہما اللہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ''میں صحن کعبہ میں بیٹھا ہوا تھا زید بن عمرو بن نفیل بھی وہاں بیٹھا ہوا تھا کہ امیہ بن ابی صلت اس کے پاس سے گزرا اور کہنے لگا نبی منتظر یا ہمارے اندر مبعوث ہو گا یا تمہارے مابین یا پھر اہل فلسطین میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے پہلے میں نے کبھی نہیں سنا تھا کہ کوئی نبی مبعوث ہونے والا ہے اور اس کی بعثت کا انتظار ہے۔ تاہم یہ سن کر میں ورقہ بن نوفل کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا میں نے ساری بات اس کے سامنے بیان کر دی۔ اس نے کہا ہاں بھتیجے! ہمیں اہل کتاب اور علماء نے بتایا ہے کہ نبی منتظر کا نسبی تعلق عرب کے بہترین خاندان سے ہو گا مجھے اس کا نسب معلوم ہے تمہارا

خاندان بھی نسباً بہت اچھا ہے میں نے کہا۔ عم محترم! وہ نبی کیا کہیں گے؟ اس نے کہا وہی کچھ فرمائیں گے جو انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کہا جائے گا ہاں اتنا یاد رکھو نہ وہ ظلم کریں گے اور نہ ظالم کا ساتھ دیں گے۔ حضرت ابو بکر صدیق فرماتے ہیں کہ جب اللہ کے پیارے رسول ﷺ مبعوث ہوئے تو میں آپ پر ایمان لایا اور آپ کی تصدیق کی۔

طیالسی، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے سعید بن زید بن عمرو بن نفیل کی یہ روایت نقل کی ہے کہ زید بن عمرو بن نفیل اور ورقہ بن نوفل دین کی جستجو میں نکلے۔ چلتے چلتے موصل کے راہب کے پاس جا پہنچے راہب نے زید سے پوچھا۔ تم کہاں سے آئے ہو؟ اس نے کہا حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تعمیر کردہ گھر سے اس نے کہا کیا چاہتے ہو؟ زید نے کہا دین حق کی جستجو میں ہیں۔ یہ سن کر راہب بولا "واپس لوٹ جایئے۔ تمہارا مطلوب عنقریب تمہاری سرزمین میں جلوہ نما ہوگا۔"

ابو یعلی، طبرانی، بیہقی اور ابو نعیم کے علاوہ بغوی رحمہم اللہ نے اپنی معجم میں اور حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیتے ہوئے اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سند سے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ایک دفعہ حضور نبی کریم ﷺ زید بن عمرو بن نفیل سے ملے اور پوچھا "عم محترم! آپ کی اپنی قوم آپ کی دشمن کیوں بن گئی ہے۔" تو اس نے کہا۔ "قسم بخدا میری طرف سے کوئی اشتعال انگیزی نہیں ہوئی وہ بلاوجہ ایسا کر رہے ہیں البتہ جب میں نے انہیں گمراہی میں مبتلا دیکھا تو میں دین حق کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا جزیرہ کے ایک بزرگ کے پاس پہنچ کر میں نے اس کے سامنے اپنا مدعا پیش کیا۔ اس نے پوچھا "تم کون ہو؟" میں نے کہا "میرا تعلق خانہ کعبہ کے مکینوں سے ہے، یہ سن کر وہ بزرگ بولے "تمہارے شہر میں ایک نبی پیدا ہو چکا ہے یا پیدا ہونے والا ہے۔ کیونکہ اس نبی کا ستارہ طلوع ہو چکا ہے لہٰذا تم جاؤ اور اس نبی کی تصدیق کرو اور اس پر ایمان لے آؤ۔" میں فوراً واپس لوٹ آیا مگر آج تک اس نبی کا ذرا بھی علم واحساس نہ ہو سکا۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ زید بن عمرو بعثت نبوی ﷺ سے پہلے انتقال کر گیا تھا۔

ابن سعد اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک دن زید بن عمرو بن نفیل مکہ مکرمہ سے غار حراء کی طرف جا رہا تھا۔ میں اس سے ملا۔ آج علی الصباح ہی زید اور اس کی قوم کے درمیان کچھ رنجش پیدا ہو گئی تھی وجہ یہ تھی کہ زید نے اپنی قوم کی روش کی مخالفت کی اور ان کے معبودان باطلہ سے بیزاری کا اظہار کیا تھا۔ مجھ سے کہنے لگا۔ "عامر! میں اپنی قوم کا مخالف اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت اور انہی کے معبود

برحق کا تابع فرمان ہوں میں ایک نبی کی آمد کے لئے چشم براہ ہوں جس کا تعلق اولاد اسمٰعیل اور بنو عبد المطلب سے ہوگا۔ اس کا نام احمد ہوگا۔ ہو سکتا ہے میں اس نبی کے عہد مبارک کو نہ پاسکوں۔ تاہم میں اس پر ایمان لاتا ہوں اس کی تصدیق کرتا ہوں اور اس کے نبی برحق ہونے کی گواہی دیتا ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں عمر دراز عطا فرمائے اور آپ ﷺ کی زیارت کا موقع ملے تو میری طرف سے آپ ﷺ کی خدمت عالیہ میں نذرانہ سلام پیش کر دینا۔ عامر! میں تمہیں اس نبی کے چند اوصاف بھی بتاتا ہوں تاکہ اس کی پہچان میں کوئی ابہام نہ رہے۔ وہ نہ کوتاہ قد ہوں گے نہ دراز قامت، آپ کے بال نہ زیادہ ہوں گے نہ کم، آپ کی چشمان مقدس ہمیشہ سرخی مائل رہیں گی دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی۔ آپ کا اسم گرامی احمد ہوگا۔ یہی شہر آپ کی ولادت اور بعثت کی جگہ ہے آپ کی اپنی قوم آپ کو یہاں سے نکال دے گی اور آپ کی تعلیمات سے نفرت کرے گی۔ پھر آپ یثرب کی طرف ہجرت فرمائیں گے اور وہاں آپ کو غلبہ حاصل ہوگا عامر! تم فریب نفس میں مبتلا ہو کر کہیں آپ کا انکار نہ کر دینا۔ میں نے دین ابراہیمی کی جستجو میں کئی ملکوں کی خاک چھانی ہے۔ یہودی، نصرانی، آتش پرست الغرض جس سے پوچھا۔ ہر ایک کی زبان پر یہی بات تھی کہ دین حق بس ظاہر ہونے ہی والا ہے۔ سبھی نبی موعود کے یہی اوصاف بتاتے تھے جو میں نے ذکر کر دیئے ہیں۔ ان کا یہ بھی کہنا تھا کہ اس نبی کے بعد کوئی نبی باقی نہیں رہا۔" حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کے رسول برحق، ہادی انس و جاں ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تو میں نے زید کی ساری گفتگو آپ ﷺ کے گوش گزار کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ اس پر رحم فرمائے" اور یہ بھی فرمایا "میں نے اسے جنت میں بڑے ناز سے ٹہلتے ہوئے دیکھا ہے۔"

ابن سعد نے شعبی رحمہما اللہ کی سند سے عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ بن زید بن خطاب سے روایت کیا کہ زید بن عمرو بن نفیل نے کہا "میں ملک شام میں ایک راہب کے پاس گیا اور اسے بتایا کہ میں بتوں کی پوجا کرنے کے علاوہ یہودیت اور نصرانیت کے عقائد سے بھی سخت بیزار ہو چکا ہوں۔" اس نے کہا۔ "اے مکی بھائی لگتا ہے تمہیں دین ابراہیم کی تلاش ہے مطلوبہ دین تک رسائی آج تو ممکن نہیں۔ تاہم یہ دین حق تمہیں اپنے شہر میں ملے گا عنقریب مکہ مکرمہ میں تمہاری اپنی قوم میں ایک نبی پیدا ہوگا جو دین ابراہیم یعنی حنفیت کا علمبردار ہوگا۔ اس نبی کی عظمت و رفعت کا یہ عالم ہے کہ ساری مخلوق میں سے کسی کو بارگاہ الٰہی میں وہ عزت و احترام حاصل نہیں جو اس نبی کو حاصل ہے۔

ابو نعیم نے ابو امامہ باہلی کی سند سے عمرو بن عبسہ سلمی سے روایت کیا وہ کہتے ہیں کہ میں زمانہ ء جاہلیت میں اپنی قوم کے معبودوں سے بالکل بیزار ہو گیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ یہ سراسر باطل معبود ہیں۔ یہ پتھر ہی تو ہیں جن کی لوگ پرستش کرتے ہیں پھر اہل کتاب کے ایک شخص سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے اس سے پوچھا۔ سب سے افضل دین کون سا ہے؟ اس نے کہا "مکہ مکرمہ میں ایک شخص پیدا ہو گا جو اپنی قوم کے معبودوں سے بیزاری ظاہر کرے گا اور ان بتوں کو چھوڑنے کی دعوت دے گا۔ وہی افضل ترین دین لائے گا۔ جب تم اس کے بارے میں سنو تو فوراً اس کی اتباع کرو۔" اس کے بعد میرا یہ معمول بن گیا کہ میں اکثر و بیشتر مکہ مکرمہ آتا اور پوچھتا کہ کیا مکہ مکرمہ میں کوئی نیا واقعہ رونما ہوا ہے؟ لوگ کہتے نہیں۔ پھر میں گھر لوٹ جاتا اور مکہ مکرمہ سے آنے والے سواروں سے ملاقات کیا کرتا اور ان سے پوچھا کرتا۔ کیا مکہ مکرمہ میں کوئی نیا واقعہ پیش آیا ہے؟ وہ بھی نفی میں جواب دیا کرتے۔ ایک دن میں اسی دھن میں راستے پر بیٹھا تھا کہ اچانک میرے پاس سے ایک سوار گزرا۔ میں نے اس سے پوچھا۔ "آپ کہاں سے آرہے ہیں؟" اس نے کہا "مکہ سے" میں نے کہا وہاں کی کوئی نئی تازہ خبر؟ اس نے بتایا۔ "ہاں مکہ مکرمہ میں ایک شخص ہے جو اپنی قوم کے معبودوں سے بیزاری کا اظہار کرتا ہے اور ان بتوں کو چھوڑ دینے کی دعوت دیتا ہے۔" میں نے کہا۔ "یہی تو میرا مطلوب ہے۔" میں بلا تامل آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ مخفی طریقہ سے دعوت دین کا کام کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا "آپ کون ہیں؟" آپ ﷺ نے فرمایا "میں نبی ہوں۔" میں نے عرض کیا نبی کون ہوتا ہے۔ فرمایا "رسول" میں نے مزید پوچھا "آپ کو کس ذات نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔" فرمایا "اللہ تعالیٰ نے" میں نے پھر عرض کیا "اللہ تعالیٰ نے آپ کو کون سی تعلیمات دے کر بھیجا ہے۔" فرمایا "صلہ رحمی کرنا، انسانی جان کو تحفظ دلانا، راستوں کو پرامن بنانا، بت شکنی کرنا، اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بنانا۔" میں نے عرض کیا "کیا ہی خوب تعلیمات ہیں۔ میں آپ کو اس بات کا گواہ بناتا ہوں کہ میں آپ پر ایمان لے آیا ہوں اور آپ کی تصدیق کی ہے۔ اب آپ کا کیا حکم ہے کیا میں آپ کے پاس ٹھہر جاؤں؟" آپ نے فرمایا "تم دیکھ رہے ہو کہ فی الحال لوگوں میں میری تعلیمات سے نفرت کا رجحان ہے۔ لہٰذا تم اپنے گھر جا کر رہو۔ البتہ جب تمہیں پتہ چلے کہ میں کہیں ہجرت کر گیا ہوں تو میرے پیچھے آجانا۔" عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ جب میں نے سنا کہ آپ مدینہ منورہ تشریف لے گئے ہیں تو میں چل پڑا اور آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو گیا۔

عمرو بن عبسہ کی اسی روایت کو ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے شھر بن حوشب رحمۃ اللہ علیہ کی

سند سے بھی نقل کیا ہے۔

ابو نعیم اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ جب بخت نصر کے غلبہ کی وجہ سے بنو اسرائیل ذلت و نکبت سے دوچار ہوئے تو وہ منتشر ہو گئے ان کی کتاب میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ذکر جمیل موجود تھا۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ آپ عرب کی ایک کھجوروں والی بستی میں تشریف لائیں گے۔ یہی وجہ تھی کہ جب بنو اسرائیل سرزمین شام سے نکلے تو شام اور یمن کے درمیان ہر اس بستی میں جاتے جہاں وہ یثرب جیسی صفات دیکھتے۔ ان کا کوئی ایک گروہ اس امید پر وہاں فروکش ہو جاتا کہ ہو سکتا ہے حضور نبی کریم محمد رسول اللہ ﷺ کی زیارت اور اتباع کا شرف نصیب ہو جائے۔ بالآخر حاملین تورات بنو ہارون کا ایک گروہ یثرب میں جا اترا۔ اس خاندان کے بزرگ حضور نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری پر پختہ یقین رکھتے تھے۔ اور اپنی اولاد کو اس بات پر آمادہ کرتے کہ جب بھی سردار نامدار ﷺ تشریف لائیں ان کی پیروی کرنا مگر جب ان کے آباء واجداد فوت ہو گئے اور ان کی اولاد نے حضور نبی رحمت ﷺ کا عہد مبارک پا لیا تو ان بد نصیبوں نے سب کچھ جاننے کے باوجود آپ کی رسالت کو ماننے سے انکار کر دیا۔

ابو نعیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا آپ فرماتے ہیں قسم بخدا! میری عمر سات سال تھی جو کچھ دیکھتا یا سنتا اسے ذہن نشین کر لیتا تھا۔ اپنے والد صاحب کے ساتھ گھر میں بیٹھا تھا کہ اچانک ایک نوجوان ثابت بن ضحاک آیا اور کہنے لگا "ابھی ابھی بنو قریظہ کے ایک یہودی نے مجھ سے جھگڑتے ہوئے کہا ہے "ایک نبی کی آمد کا زمانہ قریب ہے جو ہماری کتاب جیسی کتاب لائے گا اور تمہیں قوم عاد کی طرح قتل کر دے گا۔" حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک صبح میں اپنے گھر کی چھت پر تھا اچانک مجھے ایک آواز سنائی دی اتنی پر اثر آواز میں نے پہلے کبھی نہ سنی تھی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک یہودی مدینہ منورہ کے ایک قلعے کی چھت پر ہاتھ میں مشعل لئے کھڑا ہے لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے اور اس سے کہنے لگے۔ "اللہ تمہیں ہلاک کرے تمہیں کیا ہو گیا ہے؟" حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں "میں گویا اب بھی سن رہا ہوں وہ کہہ رہا تھا احمد (ﷺ) کا ستارہ طلوع ہو گیا ہے۔ یہ ایسا تارا ہے جو کسی نبی کی آمد کے ساتھ ہی طلوع ہوتا ہے اور سلسلہ انبیاء میں اب صرف احمد (ﷺ) کی تشریف آوری باقی ہے۔" لوگ اس کی باتیں سن کر ہنسنے لگے اور حیرت کا اظہار کرنے لگے حضرت حسان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک سو بیس سال کی عمر پائی۔ ساٹھ سال زمانۂ جاہلیت میں

اور ساٹھ سال زمانہ اسلام میں گزارے۔

واقدی اور ابو نعیم رحمتہ اللہ علیہمانے حویصہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ ہمارے ہاں جو یہودی تھے وہ کہا کرتے تھے کہ مکہ مکرمہ میں ایک نبی مبعوث ہوں گے جن کا اسم گرامی احمد ہوگا ان کے علاوہ اب کوئی نبی باقی نہیں رہا۔ ان کا ذکر ہماری کتابوں میں موجود ہے ان کی یہ یہ صفات ہوں گی۔ اس طرح وہ حضور نبی کریم ﷺ کے اوصاف بیان کر دیتے تھے۔

حویصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں اس وقت بچہ تھا تاہم جو چیز دیکھتا اسے یاد رکھتا اور کچھ سنتا اسے ذہن نشین کر لیا کرتا تھا۔ ایک دفعہ میں نے بنو عبد الاشہل کی جانب سے شور سنا۔ میری قوم والے خوفزدہ ہوگئے کہ نہ جانے کیا ہوا ہے؟ پھر اسی دوران شور کم ہو گیا مگر پھر غلغلہ بپا ہوا۔ اب تو ہم چیخنے والے کی آواز سن کر سمجھ بھی گئے کوئی کہہ رہا تھا۔ "اے یثرب والو! وہ دیکھو۔ احمد ﷺ کا ستارہ طلوع ہو گیا ہے۔ آپ پیدا ہو گئے ہیں۔" یہ بات سن کر ہم بہت حیران ہوئے اس کے بعد ایک طویل عرصہ بیت گیا اور ہمیں وہ بات بھول گئی۔ اس عرصہ میں کئی لوگ فوت ہو گئے اور کئی دوسرے جوان ہو گئے میری عمر بھی اب کافی بڑی ہو گئی تھی میں نے سنا کہ پہلے شخص کی طرح کوئی بہ آواز بلند کہہ رہا ہے۔ "یثرب والو! حضرت محمد (ﷺ) تشریف لا چکے ہیں آپ نے اعلان نبوت بھی فرما دیا ہے۔ اور آپ کے پاس وہ ناموس اکبر (حضرت جبریل علیہ السلام) آیا ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا۔" اس واقعہ کے کچھ عرصہ بعد میں نے سنا کہ مکہ مکرمہ میں ایک شخص پیدا ہوا ہے جو نبی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ میری قوم کے کچھ لوگ آپ کی بارگاہ میں جا پہنچے اور بعض نہ گئے چند نوجوان مشرف بہ اسلام بھی ہو گئے۔ مگر میرے مقدر میں ابھی مسلمان ہونا نہ تھا۔ میں اس وقت مسلمان ہوا جب حضور نبی رحمت ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے۔

ابن سعد اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا ہے آپ فرماتے ہیں کہ قریظہ، نضیر، فدک اور خیبر کے یہودی بعثت نبوی سے پہلے اپنی کتاب میں رسول اکرم ﷺ کے اوصاف پاتے تھے۔ نیز یہ کہ آپ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائیں گے جب حضور ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو یہودی علماء نے کہا آج کی رات احمد (ﷺ) پیدا ہو گئے ہیں کیونکہ آپ کا ستارہ طلوع ہو گیا ہے۔ اس کے بعد جب حضور نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تو انہوں نے کہا اب احمد ﷺ نے نبوت کا اعلان بھی فرما دیا ہے۔ یہودی ان تمام باتوں سے بخوبی واقف تھے اقرار بھی کرتے تھے اور حضور ﷺ کے اوصاف جمیلہ کا تذکرہ

بھی کرتے تھے۔

ابن سعد، ابو نعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے ابو نملہ سے روایت کیا ہے کہ بنو قریظہ کے یہودی اپنی کتابوں سے تذکار مصطفیٰ ﷺ کا درس دیا کرتے اور بچوں کو آپ کے اوصاف حمیدہ سکھاتے، آپ کا اسم گرامی بتاتے اور اس بات سے آگاہ کرتے کہ آپ کی ہجرت گاہ مدینہ منورہ ہے۔ مگر جب اللہ کے رسول برحق ﷺ تشریف لائے تو وہ حسد، سرکشی اور انکار پر اتر آئے۔

ابو نعیم رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد مالک بن سنان کو یہ کہتے سنا۔ کہ ایک دن میں بنو عبد الاشہل کے پاس کچھ باتیں کرنے آیا۔ میں نے یوشع یہودی کو یہ کہتے سنا۔ "اس نبی کی آمد کا وقت قریب ہے جس کا نام احمد ہے اور جو حرم میں پیدا ہوگا۔ "لوگوں نے اس سے پوچھا "اس نبی کی علامات کیا ہیں" اس نے کہا" وہ نہ کوتاہ قد ہوں گے نہ دراز قامت، ان کی آنکھوں میں سرخی نظر آئے گی بڑی چادر زیب تن فرمائیں گے، دراز گوش پر سواری بھی فرمائیں گے، تلوار ان کے شانے پر ہوگی اور یہی شہر ان کی ہجرت گاہ ہے۔" یہ سن کر میں سخت حیرت کے عالم میں اپنی قوم بنو خدرہ کے پاس آیا۔ یہاں بھی اپنی قوم کو یہ کہتے سنا "صرف یوشع نہیں سارے یہودی یہی بات کر رہے ہیں۔" پھر میں بنو قریظہ کے پاس جا نکلا۔ جہاں ایک انبوہ کثیر اس نبی کا تذکرہ کر رہا تھا۔ زبیر بن باطا نے کہا "وہ سرخ ستارہ طلوع ہو چکا ہے جو صرف کسی نبی کے ظہور کے وقت ہی طلوع ہوا کرتا ہے اور یہ تسلیم شدہ بات ہے کہ احمد ﷺ کے سوا کوئی نبی باقی نہیں رہا اور یہی شہر ان کا مقام ہجرت ہے۔"

ابو نعیم نے محمود بن لبید کی سند سے محمد بن سلمہ سے روایت کیا کہ بنو عبد الاشہل میں صرف ایک یہودی رہ گیا تھا جس کا نام یوشع تھا۔ میں ابھی بچہ تھا میں نے سنا کہ یوشع مکہ مکرمہ کی طرف اشارہ کر کے کہہ رہا تھا۔ اس نبی کے ظہور کا وقت قریب آگیا ہے جو اس گھر کی جانب سے مبعوث ہوگا۔ پس جو اسے پائے اس کی تصدیق کرے جب اللہ کے پیارے رسول ﷺ مبعوث ہوئے تو ہم آپ پر ایمان لے آئے مگر یوشع یہودی ہمارے درمیان موجود ہونے کے باوجود حسد و عناد کی وجہ سے مسلمان نہ ہوا۔

ابو نعیم رحمتہ اللہ علیہ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ یثرب کے یہودی چونکہ نبی مکرم ﷺ کی تشریف آوری کے بارے میں آگاہ کرتے رہتے تھے اس لئے تبع مرنے سے پہلے آپ ﷺ کی تصدیق کر چکا تھا۔

ابن سعد رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے حضرت ابن

عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور انہوں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ جب تبع مدینہ منورہ میں آکر وادیٔ قناۃ میں فروکش ہوا تو اس نے علماء یہود کو بلا بھیجا اور کہا "میں اس شہر کو تباہ و برباد کرنا چاہتا ہوں" تو یہودیوں کے بہت بڑے عالم شامون نے اس سے کہا "بادشاہ سلامت! یہ وہ شہر مقدس ہے جہاں بنو اسمٰعیل کے نبی ہجرت فرما کر آئیں گے۔ اس نبی کی جائے پیدائش مکہ مکرمہ ہے۔ ان کا اسم گرامی احمد ہے اور یہ شہر ان کا دار ہجرت ہے۔ جس جگہ اب آپ کا پڑاؤ ہے یہاں اس نبی کے صحابہ کرام اور ان کے دشمنوں کے درمیان خونریز لڑائی ہوگی۔" یہ سن کر تبع نے سوال کیا "ان سے کون جنگ کرے گا؟" شامون نے کہا۔ "ان کی اپنی قوم یہاں آکر ان سے قتال کرے گی۔" تبع نے پھر کہا "اس نبی کی قبر انور کہاں ہوگی۔" شامون نے کہا "اسی شہر میں" تبع نے مزید پوچھا۔ "جنگ میں شکست سے کون دوچار ہوگا؟" شامون نے جواب دیا۔ "کبھی جنگ کا نتیجہ ان کے حق میں ہوگا اور کبھی برعکس۔ تاہم اس جگہ جو جنگ ہوگی اس کا نتیجہ مسلمانوں کے حق میں اچھا نہ ہوگا۔ نبی کے اتنے زیادہ صحابہ شہید ہوں گے کہ کسی اور جنگ میں اتنے شہید نہ ہوں گے۔ بہر کیف اس کے بعد نتائج و عواقب اس نبی کے حق میں ہوتے جائیں گے اور انہیں غلبہ نصیب ہوگا اور کوئی بھی ان سے اختلاف کی جرأت نہ کر سکے گا۔" تبع نے کہا "اس کے اوصاف و علامات کیا ہیں؟" شامون نے کہا "وہ نہ کوتاہ قد ہوں گے نہ دراز قامت۔ آنکھوں میں سرخی دکھائی دے گی۔ اونٹ پر سواری بھی فرمائیں گے۔ بڑی چادر زیب تن فرمائیں گے۔ تلوار ان کے شانے پر آویزاں ہوگی اور کسی بھی دشمن کی کچھ پرواہ نہ کریں گے بالآخر آپ کو غلبہ نصیب ہوگا۔"

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے عبدالحمید بن جعفر سے اور انہوں نے اپنے والد صاحب سے روایت کیا کہ زبیر بن باطا یہودیوں کا بہت بڑا عالم تھا وہ کہا کرتا تھا۔ "میرے والد صاحب نے ایک کتاب مجھ سے چھپا رکھی تھی۔ جب وہ کتاب مجھے ملی تو اس میں یہ باتیں مذکور تھیں کہ احمد نبی ﷺ گرم سرزمین یعنی مکہ مکرمہ میں پیدا ہوں گے اور فلاں فلاں صفات سے متصف ہوں گے" زبیر نے یہ باتیں اپنے والد کی وفات کے بعد بتائیں جبکہ نبی کریم ﷺ ابھی تک مبعوث نہیں ہوئے تھے کچھ عرصہ بعد جب اسے معلوم ہوا کہ اللہ کے نبی ﷺ مکہ مکرمہ میں جلوہ فرما ہو چکے ہیں تو اس نے شان مصطفوی ﷺ کو چھپانے کی خاطر وہ سب کچھ اپنی کتاب سے یہ کہہ کر محو کر دیا کہ یہ وہ نبی نہیں۔"

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سعد بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ بنو

قریظہ اور بنو نضیر کے یہودی علماء نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیم کا تذکرہ کیا کرتے تھے پھر جب سرخ ستارہ طلوع ہوا تو انہوں نے بتایا کہ یہ اس نبی کی آمد کی علامت ہے جس کے بعد کوئی نبی نہیں، جس کا نام احمد (ﷺ) ہوگا، جس کا دار ہجرت یثرب ہے مگر جب حضور نبی مکرم ﷺ نے مدینہ منورہ کو اپنے قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمایا تو انہوں نے آپ ﷺ کا انکار کر دیا سرکشی کی راہ اختیار کی اور حسد و عناد میں مبتلا ہو گئے۔

ابو نعیم رحمتہ اللہ علیہ نے زیاد بن لبید سے نقل کیا وہ فرماتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ کے ایک بلند مقام پر کھڑا تھا۔ کہ اچانک کسی کو یہ کہتے سنا۔ ”اے یثرب والو! اللہ کی قسم! بنو اسرائیل کی نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ وہ ستارہ طلوع ہو گیا ہے جو نبی احمد ﷺ کی ولادت کے ساتھ طلوع ہونا تھا۔ آپ آخر الانبیاء ہیں اور یثرب کی جانب ہجرت فرمائیں گے۔“

ابن سعد اور ابو نعیم رحمہما اللہ حضرت عمارہ بن خزیمہ بن ثابت سے اور وہ اپنے والد صاحب سے روایت کرتے ہیں کہ اوس و خزرج کے قبیلوں میں ابو عامر راہب سے بڑھ کر حضور نبی کریم ﷺ کے اوصاف و علامات بتلانے والا اور کوئی شخص نہ تھا۔ ابو عامر یہودیوں سے خاصا مانوس تھا اور دین کے متعلق ان سے سوال جواب کیا کرتا تھا وہ اسے حضور کریم ﷺ کے اوصاف بتاتے اور اس بات سے بھی آگاہ کرتے کہ نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیم مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائیں گے۔ اس کے بعد ابو عامر تیماء کے یہودیوں کے پاس آگیا۔ انہوں نے بھی اسی طرح کی معلومات فراہم کیں بعد ازاں وہ شام آگیا اور وہاں کے عیسائیوں سے حضور نبی رحمت ﷺ کے بارے میں پوچھا انہوں نے ابو عامر کو آپ ﷺ کے اوصاف اور دار ہجرت (یثرب) سے آگاہ کیا۔ یہ ساری معلومات حاصل کرنے کے بعد وہ واپس لوٹ آیا اور آکر لوگوں سے کہا۔ ”میں دین حنیفیت پر ہوں“ اور اونی گلیم درویشی پہن کر راہب بن گیا وہ اپنے تئیں دین ابراہیمی کا پیروکار اور نبی کریم ﷺ کے لئے چشم براہ بنا پھرتا تھا۔ مگر جب رسول خدا ﷺ نے مکہ مکرمہ میں اعلان نبوت فرمایا تو آپ کی بارگاہ میں حاضری دینے کی بجائے وہاں ہی وہ اپنی روش پر قائم رہا۔ جب حضور نبی کریم رؤف رحیم ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو آتش حسد سے جل گیا اور سرکشی و منافقت کرنے لگا۔ حضور ﷺ کی بارگاہ میں آکر کہنے لگا۔ ”آپ کو کون سا دین دے کر بھیجا گیا ہے؟“ آپ نے فرمایا ”دین حنیفیت“ اس نے کہا ”آپ دوسرے ادیان کے ساتھ دین حنیفیت کی آمیزش کر دیتے ہیں۔“ آپ نے فرمایا ”میں تو صاف ستھرا دین حنیفیت لایا ہوں۔ یہودی اور نصرانی علماء نے تجھے جو میری صفات بتائیں، تمہیں ان پر اعتبار کیوں نہیں آتا۔“ کہنے

لگا۔ ''آپ وہ نبی موصوف نہیں'' یہ سن کر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ ''تو جھوٹ کہتا ہے'' اس نے کہا ''میں جھوٹ نہیں بول رہا۔'' یہ سن کر اللہ کے رسول برحق ﷺ نے ارشاد فرمایا ''جھوٹے کو دنیا والے پائے حقارت سے ٹھکرا دیں اور وہ بے یار و مددگار تن تنہا رہ جائے اور اسی ذلت و کسمپرسی کے عالم میں اسے موت آجائے۔'' اس نے کہا ''آمین''. یہ کہہ کر وہ مکہ لوٹ آیا اور اپنے طریقہ کو چھوڑ کر قریش کے دین کا پیروکار بن گیا۔

ابو نعیم رحمتہ اللہ علیہ نے یہی روایت ابن اسحاق کی سند سے جعفر بن عبداللہ بن ابو الحکم سے ذکر کی ہے۔ تاہم انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ ابو عامر مکہ آگیا پھر جب مسلمانوں نے مکہ فتح کر لیا تو وہ طائف چلا آیا۔ بعد ازاں جب طائف والے مسلمان ہو گئے تو وہ شام کی طرف بھاگ گیا آخر کار دنیا جہان کا دھتکارا ہوا یہ شخص پردیس میں انتہائی کسمپرسی کی حالت میں لقمہ اجل بن گیا۔

ابو نعیم رحمتہ اللہ علیہ ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ کعب بن لوئ بن غالب جمعہ کے روز اپنی قوم کو جمع کر کے ان کے سامنے یوں تقریر کیا کرتا تھا۔ ''امابعد! سنو اور سیکھو سمجھو اور جان لو کہ یہ گھٹا ٹوپ کالی رات اور روشن روشن دن، یہ زمین جو بچھونے کی مانند ہے، یہ چھت کی طرح کا خوشنما آسمان، یہ پہاڑ جو میخوں کی مثل ہے اور جھلملاتے تارے جو منزل کا پتہ دیتے ہیں اگلے پچھلے لوگ، مرد اور عورتیں اور ان کی ردحیں الغرض کائنات پست و بالا کی ہر چیز رو بہ زوال اور فنا پذیر ہے لہٰذا اے میری قوم کے لوگو! صلہ رحمی کیا کرو، قرابت داری کا خاص خیال رکھا کرو، اپنے مال و اسباب کی نفع بخش سرمایہ کاری کرو۔ کیا تم نے کبھی دیکھا ہے کہ اس دنیا سے جانے والا کبھی پلٹ آیا ہو یا کوئی مردہ دوبارہ زندہ ہو گیا ہو! دار آخرت تمہارے سامنے ہے جس کی حقیقت تمہارے ظن و تخمین اور وہم گمان سے کہیں بالاتر ہے اپنے حرم پاک کو آراستہ و پیراستہ رکھو، اس کی عظمت و تقدس کا لحاظ رکھو اور اس کے ساتھ اپنی وابستگی کو مزید پختہ کر لو کیونکہ غیر معمولی عظمت و شان والی خبر اس حرم سے وابستہ ہے عنقریب یہاں سے ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے جن کے سر اقدس پہ عزت و کرامت کا تاج زر نگار سجا ہو گا۔''

اس کے بعد کعب بن لوئ درج ذیل اشعار پڑھتا کرتا۔

نَهَارٌ وَّ لَيْلٌ كُلُّ أَوْبٍ بِحَادِثٍ   سَوَاءٌ عَلَيْنَا لَيْلُهَا وَنَهَارُهَا

''گردش لیل و نہار کا سلسلہ جاری ہے اور ہمہ وقت نت نئے واقعات رونما ہو رہے ہیں تاہم شب و روز کی اس گہما گہمی کا ہم بے حسوں پر کچھ اثر نہیں ہوتا۔ دن ہو یا

رات ہمارے لئے یکساں ہے۔"

عَلٰی غَفْلَةٍ یَأْتِی النَّبِیُّ مُحَمَّدٌ　　　یُخْبِرُ اَخْبَاراً صَدُوْقٍ خَبِیْرُهَا

"ہم اسی طرح غفلت کی حالت میں پڑے ہوں گے کہ اچانک نبی برحق حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تشریف لے آئیں گے جو قسم قسم کی خبروں اور واقعات سے آگاہ فرمائیں گے۔ ان اخبار و واقعات سے آگاہ کرنے والا نبی حق و صداقت کا علمبردار ہو گا۔"

قسم بخدا اگر عہد رسالت مآب تک میرے ہاتھ پاؤں اور کان آنکھ وغیرہ اعضاء بدن سلامت رہے تو اونٹ کی طرح جو کہ محنت و مشقت کی علامت ہے میں دین حق کی خاطر ایڑی چوٹی کا زور لگا دوں گا اور اس معاملے میں جوان مردوں کی سی تیزی دکھاؤں گا پھر وہ یہ شعر پڑھا کرتا تھا۔

یَالَیْتَنِیْ شَاهِدًا فَحْوَاءَ دَعْوَتِهٖ　　　حِیْنَ الْعَشِیْرَةُ تُبْغِی الْحَقَّ خُذْلَانًا

"کاش میں آپ کی دعوت توحید کے وقت حاضر ہوتا جبکہ آپ کا قبیلہ حق کو رسوا کرنا چاہے گا۔"

یاد رہے کہ کعب بن لوی کی وفات اور بعثت نبوی کا درمیانی عرصہ پانچ صد ساٹھ سال تھا۔

ابو نعیم رحمتہ اللہ علیہ، ابن اسحاق کی سند سے امام زہری سے، وہ سعید بن مسیب سے اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ قس بن ساعدہ عکاظ کے بازار میں اپنی قوم کے سامنے تقریر کیا کرتا تھا ایک دفعہ اس نے اپنے خطاب کے دوران مکہ مکرمہ کی طرف اشارہ کر کے کہا "اس جانب سے حق آئے گا اور تمہارے اوپر چھا جائے گا۔" لوگوں نے کہا۔ "اس حق سے کیا مراد ہے۔" اس نے کہا۔ "لوی بن غالب کی اولاد میں سے سرمگیں آنکھوں والا ایک خوبرو شخص تمہیں کلمہ اخلاص، ابدی زندگی اور سرمدی نعمتوں کی طرف دعوت دے گا جب بھی یہ دعوت حق تمہیں پہنچے تو تم سب بلا تامل اسے قبول کر لینا اور اگر اس نبی کی بعثت تک مجھے زندگی کی مہلت نصیب رہی تو میں لپک کر سب سے پہلے اس کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔"

خرائطی رحمتہ اللہ علیہ نے کتاب الہواتف میں اور ابن عساکر رحمتہ اللہ علیہ نے جامع بن جران بن جمیع بن عثمان بن سمال بن ابوالحصن بن سموأل بن عادیا سے نقل کیا ہے کہ جب اوس بن حارثہ قریب المرگ ہوا تو اس نے اپنے بیٹے مالک کو چند وصیتیں کیں۔ پھر یہ اشعار سنانے لگا۔

شَهِدْتُ السَّبَایَا یَوْمَ آلِ مُحَرِّقٍ　　　وَاَدْرَكَ عُمْرِیْ صَیْحَةَ اللّٰهِ فِی الْحَجَرِ

"میں آل محرق کے ساتھ ہونے والی جنگ کے قیدیوں میں بھی تھا اور میری نگاہوں نے مقام حجر پر عذاب الٰہی کے منظر کو بھی دیکھا۔"

فَلَمْ اَرَذَا مُلْكٍ مِنَ النَّاسِ وَاحِداً وَلَا سُوْقَةٍ اِلَّا اِلَى الْمَوْتِ وَالْقَبْرِ

''میں نے دیکھا کہ حکمرانوں اور رعایا میں سے کوئی ایک بھی ایسا شخص نہیں جو موت اور قبر کی جانب رواں دواں نہ ہو۔''

اسی طرح وہ شعر پڑھتے پڑھتے ان اشعار تک جا پہنچا

أَلَمْ يَأْتِ قَوْمِىْ اَنَّ لِلّٰهِ دَعْوَةً يَفُوْزُ بِهَا اَهْلُ السَّعَادَةِ وَالْبِرِّ

''کیا میری قوم کو ابھی تک خبر نہیں پہنچی کہ اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم دعوت آنے والی ہے جس پر لبیک کہنے والے سعادتمند اور صالح افراد فوز و فلاح سے ہمکنار ہوں گے۔''

إِذَا بُعِثَ الْمَبْعُوْثُ مِنْ آلِ غَالِبٍ بِمَكَّةَ فِيْمَا بَيْنَ زَمْزَمَ وَالْحَجَرِ

''جبکہ چاہ زمزم اور حجر اسود کی سرزمین مکہ مکرمہ میں آل غالب کے اندر اللہ تعالیٰ کے رسول برحق (علیہ السلام) کا ظہور ہوگا۔''

هُنَالِكَ فَابْغُوْا نَصْرَهٗ بِبِلَادِ كُمْ بَنِىْ عَامِرٍ إِنَّ السَّعَادَةَ فِى النَّصْرِ

''تم جہاں کہیں بھی ہو مکہ مکرمہ میں مبعوث ہونے والے نبی کریم علیہ السلام کی مدد و نصرت پر آمادہ رہنا۔ اے بنو عامر! جان لو کہ سعادتوں کا حصول اس نبی کی مدد و نصرت میں مضمر ہے۔''

ابن سعد رحمتہ اللہ علیہ حرام بن عثمان انصاری سے روایت کرتے ہیں کہ سعد بن زرارۃ (1) ملک شام سے اپنی قوم کے چالیس آدمیوں کے ہمراہ تجارت کی غرض سے آیا۔ اس نے خواب دیکھا کہ کوئی اس کے پاس آکر کہتا ہے ''اے ابوامامہ! مکہ مکرمہ میں ایک نبی پیدا ہوگا تم اس کی اتباع کرنا۔ اس بات کے سچ ہونے کی نشانی یہ ہے کہ تم ایک ایسی جگہ فروکش ہو گے جہاں تمہارے ہمسفر ساتھی مصیبت سے دوچار ہو جائیں گے۔ جبکہ تم بچ جاؤ گے اور تمہارے فلاں ساتھی کی آنکھ طاعون زدہ ہو جائے گی۔'' اس خواب کے بعد ان کا قافلہ چلتے چلتے ایک جگہ اترا، رات کو انہیں طاعون کی وباء نے آگھیرا اور وہ سب اس وباء کا شکار ہو گئے مگر ابوامامہ کا بال بھی بیکانہ ہوا اور اس کے ایک ساتھی کی صرف آنکھ طاعون سے متاثر ہوئی۔

ابن ابی الدنیا، بیہقی اور ابو نعیم نے امام شعبی رحمہم اللہ سے روایت کیا کہ مجھے ایک شیخ نے جہینہ سے سن کر بتلایا کہ زمانہ جاہلیت کی بات ہے ہمارے ہاں عمیر بن حبیب نامی شخص بیمار ہوا اور اتنا شدید بے ہوش ہوا کہ ہم نے سمجھ لیا کہ وہ مر گیا ہے۔ پس ہم نے اس پر چادر ڈال دی اور

1۔ حیدر آباد دکن کے مطبوعہ نسخہ میں اسعد بن زرارۃ لکھا ہے۔

لوگوں کو کہہ دیا کہ اس کی قبر کھود ڈالیں ہم اس کے قریب بیٹھے ہوئے تھے کہ ناگہاں وہ اٹھ بیٹھا اور یوں گویا ہوا۔ "جیسا کہ تم نے دیکھا کہ میں بے ہوشی کے عالم میں چلا گیا تھا اسی عالم بے ہوشی میں کسی نے مجھ سے کہا" تجھ پہ ہبل لعنت کرے کیا تو دیکھ نہیں رہا کہ تیرے لئے قبر کا گڑھا کھودا جا رہا ہے عنقریب تیری ماں تجھ پہ روئے گی۔ تیرا کیا خیال ہے اگر ہم کسی اور کو اس گڑھے کے حوالے کر دیں اور تیری بجائے قصل نامی شخص کو اس میں ڈال دیں تو کیا تو نبی مرسل پر ایمان لے آئے گا؟ اپنے رب کا شکر ادا کرے گا؟ صلہ رحمی کرے گا؟ اور کیا مشرکوں اور گمراہ کن لوگوں کے راستے کو ترک کر دے گا؟" میں نے کہا" جی ہاں۔" پھر مجھے اس تکلیف سے رہائی مل گئی اب دیکھو قصل کے ساتھ کیا گزری؟" لوگ قصل کی جستجو میں نکلے اور اسے کہیں مردہ حالت میں پایا۔ بالآخر اسے اسی گڑھے میں دفن کر دیا گیا جبکہ عمیر عرصہ دراز تک زندہ رہا اور اس نے اسلام کے عہد مبارک کو بھی پایا۔

ابن عساکر رحمتہ اللہ علیہ نے تاریخ دمشق میں حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ذکر کی ہے آپ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وحی آسمانی کی وجہ سے دین اسلام قبول کیا تھا۔ ہوا یوں کہ ایک دفعہ آپ تجارت کے سلسلے میں شام میں مقیم تھے۔ آپ نے ایک خواب دیکھا اور بحیراء راہب کو جا کر سنایا۔ بحیراء نے پوچھا۔ "آپ کہاں سے آئے ہیں؟" آپ نے فرمایا" مکہ مکرمہ سے" اس نے کہا" مکہ کے کس قبیلے سے؟" آپ نے فرمایا" قریش سے" اس نے مزید پوچھا" آپ کیا کام کرتے ہیں؟" آپ نے فرمایا۔ "میں تاجر ہوں۔" یہ سن کر راہب بولا۔ "خدا کرے تمہارا خواب سچا ہو تاہم مجھے کامل یقین ہے کہ آپ کی قوم میں ایک نبی پیدا ہو گا اور آپ کو اس کی زندگی کا وزیر بننے اور بعد از وصال اس کا خلیفہ ہونے کا شرف نصیب ہو گا۔" بحیراء کی یہ پیشینگوئی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی کو نہ بتائی۔ یہاں تک کہ جب حضور نبی رحمت ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔

مَا الدَّلِیْلُ عَلٰی مَاتَدَّعِیْ؟

"آپ کے دعویٰ نبوت کی دلیل کیا ہے؟"

یہ سن کر مصدر علم و عرفان، داعیٔ برحق ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

الرُّؤْیَا الَّتِیْ رَأَیْتَ بِالشَّام

میری نبوت کی دلیل وہ خواب ہے جو تم نے شام میں دیکھا تھا۔

یہ سنتے ہی حضرت ابو بکر کی یہ حالت ہو گئی کہ

فَعَانَقَهُ وَقَبَّلَ مَا بَيْنَ عَيْنَيْهِ وَقَالَ اَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارفتگی کے عالم میں محبوب رب العالمین ﷺ سے لپٹ گئے۔ آپ کو گلے لگالیا اور آپ کی مقدس پیشانی کو بوسے دینے لگے اور بول اٹھے۔ ”میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔“

ابن عساکر رحمتہ اللہ علیہ محمد بن عبدالرحمٰن بیاضی سے، وہ اپنے باپ سے اور وہ بھی اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا عہد اسلام سے قبل آپ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت کی کوئی دلیل دیکھی تھی؟ تو آپ نے جواب دیا۔ ”ہاں۔ قریشی اور غیر قریشی لوگوں میں کوئی بھی ایسا شخص نہ ہو گا جس کے سامنے اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت کی دلیل قائم نہ کر دی ہو ایک دفعہ میں زمانہ جاہلیت میں ایک درخت کے سائے میں بیٹھا تھا۔ میں نے دیکھا کہ درخت کی ایک ٹہنی جھکتے جھکتے میرے سر کے قریب آگئی۔ یہ دیکھ کر میں ششدر رہ گیا، فرط حیرت سے کہنے لگا یہ کیا ہو گیا ہے اسی دوران مجھے درخت سے یہ آواز سنائی دی کہ عنقریب ایک نبی فلاں وقت میں ظہور فرمائے گا پس تم اس کے دامن رحمت سے وابستہ ہو کر فیروز بختی اور سعادتمندی کے حصول میں تمام لوگوں سے سبقت لے جانا۔

باب

کتب سابقہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ذکر خیر اور انہیں وراثت ارضی عطا ہونے کا وعدہ الٰہی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُوْنَ (الانبیاء۔۱۰۵)

”اور بے شک ہم نے زبور میں پند و موعظت کے بیان کے بعد یہ لکھ دیا ہے کہ بلاشبہ زمین کے وارث میرے نیک بندے ہوں گے۔“

آسمان و زمین کی تخلیق سے پہلے ہی ہر چیز اللہ سبحانہ و تعالیٰ کے علم ازلی میں موجود تھی۔ اسی

لئے اللہ تعالیٰ نے تورات اور زبور میں اس حقیقت سے آگاہ فرمادیا تھا کہ امت محمدیہ علی صاحبها الصلوٰۃ والسلام کو زمین کا وارث بنادیا جائے گا۔

ابن ابی حاتم نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ انہوں نے ارشاد خداوندی ''ان الارض یرثها عبادی الصالحون'' پڑھ کر فرمایا کہ اس آیت کریمہ میں موجود ''الصالحون'' سے مراد ہم ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ مجھے زبور کا ایک ایسا نسخہ ملا ہے جو ایک سو پچاس سورتوں پر مشتمل ہے ان میں سے چوتھی سورت میں مجھے یہ الفاظ دکھائی دیئے۔ ''اے داؤد! میری بات سن اور سلیمان (علیہ السلام) سے کہہ دے کہ وہ بھی میری یہ بات بعد میں آنے والے لوگوں کو بتادے کہ زمین کا مالک میں ہوں اور میں ہی محمد (ﷺ) یا ان کی امت کو اس زمین کا مالک بنادوں گا۔''(1)

ابن عساکر رحمتہ اللہ علیہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ بعثت نبوی سے قبل میں یمن کی طرف گیا اور قبیلہ ازد کے ایک معمر عالم کے پاس ٹھہرا جس نے متعدد کتب کا مطالعہ کر رکھا تھا اور اس کی عمر تین سو نوے (390) سال تھی اس نے مجھے دیکھ کر کہا۔

''میرا خیال ہے تم حرم کے باشندے ہو؟''

میں نے کہا۔ ''جی ہاں''

اس نے کہا۔ ''اور لگتا ہے تم قریشی ہو؟''

میں نے کہا۔ ''بالکل صحیح۔''

پھر اس نے کہا۔ ''میرا یہ بھی اندازہ ہے کہ تمہارا تعلق بنو تیم سے ہے۔''

میں نے کہا۔ ''بات تو یہ بھی ٹھیک ہے۔''

اس نے پھر کہا۔ ''ایک بات اور پوچھنی ہے۔''

میں نے کہا۔ ''وہ کون سی؟''

کہنے لگا۔ ''ذرا پیٹ سے کپڑا ہٹانا؟''

میں نے کہا ''کس لئے؟''

اس نے کہا ''مجھے باوثوق علمی ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ حرم پاک میں ایک نبی مبعوث ہوگا

1۔ اسی مفہوم کو امام احمد رضا خان بریلوی رحمتہ اللہ علیہ نے کیا ہی خوبصورت انداز میں منظوم کیا ہے۔

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب — یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا

جسے ایک نوجوان اور ایک عمر رسیدہ شخص کا تعاون خاص حاصل ہو گا۔ نوجوان کی یہ خصوصیت ہو گی کہ وہ شدید مشکلات سے نبرد آزما رہنے والا اور مصائب و آلام سے ٹکرا جانے والا ہو گا۔ اس کے پیٹ پر تل کا نشان ہو گا جبکہ بائیں ران پر بھی ایک علامت ہو گی۔ اپنا پیٹ دکھلانے میں کیا مضائقہ ہے؟ دیگر صفات اور علامات میں نے مکمل طور پر دیکھ لی ہیں۔ اب صرف ایک پوشیدہ علامت باقی ہے؟ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ "میں نے اپنے پیٹ سے کپڑے کو ذرا سرکایا تو اس نے میری ناف سے تھوڑا اوپر ایک تل دیکھ لیا اور کہہ اٹھا۔ اَنْتَ هُوَ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ۔ "رب کعبہ کی قسم! تم ہی وہ شخص ہو۔"

ابن عساکر رحمتہ اللہ علیہ ربیع بن انس سے راوی ہیں کہ کتاب اول میں یہ لکھا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثال اس بارش کی طرح ہے جو جہاں برستی ہے نفع رسانی کا موجب بنتی ہے۔

ابن عساکر رحمتہ اللہ علیہ نے ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا۔ آپ کے پاس چند لوگ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے آپ نے سب سے پیچھے بیٹھے ایک شخص کو دیکھا اور اس سے پوچھا۔ "کتب سابقہ میں تم نے کیا پڑھا؟" اس نے کہا۔ "میں نے یہ پڑھا کہ حضور نبی کریم ﷺ کا خلیفہ ان کا اپنا صدیق ہو گا۔"

دینوری رحمتہ اللہ علیہ نے "مجالسہ" میں اور ابن عساکر رحمتہ اللہ علیہ نے زید بن اسلم سے روایت کیا، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ زمانہ جاہلیت میں ایک دفعہ میں چند اہل قریش کے ہمراہ تجارت کی غرض سے شام گیا۔ جب ہم مکہ کی جانب واپس پلٹنے لگے تو مجھے خیال آیا کہ ایک ضروری کام بھول گیا ہوں میں ساتھیوں کو یہ کہہ کر واپس لوٹ گیا کہ تم چلو میں تمہیں آملوں گا۔ میں شام کے ایک بازار میں تھا۔ ایک بطریق میرے پاس آیا اس نے مجھے گردن سے پکڑ لیا میں نے مزاحمت کی کوشش کی مگر وہ پکڑ کر مجھے اپنے گرجا میں لے گیا میں نے وہاں تہہ در تہہ مٹی کا ڈھیر دیکھا۔ اس نے مجھے پھاوڑہ، کلہاڑی اور ٹوکری دے کر کہا۔ یہ مٹی اٹھا کر فلاں جگہ ڈالو۔ میں سوچنے لگا کہ اب کیا کروں؟ یہ کہہ کر اس نے ایک زوردار مکا میرے سر پر رسید کر دیا میں نے فوراً پھاوڑہ اٹھایا اور اس کی کھوپڑی پر اس زور سے مارا کہ اس کا مغز نکل کر زمین پر بکھر گیا۔ پھر میں وہاں سے نکل کھڑا ہوا۔ میں نامعلوم راستے پر دن رات چلتا رہا۔ اگلے دن صبح کے وقت ایک کلیسا کے پاس جا پہنچا اور اس کے سائے میں بیٹھ گیا۔ اندر سے

ایک شخص نکلا اس نے کہا۔ ارے! یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ اپنے ساتھیوں سے بچھڑ گیا ہوں۔" یہ سنتے ہی وہ کھانے پینے کا سامان لے آیا اور مجھے سر سے پاؤں تک گھور کر دیکھا پھر کہا۔ "اہل کتاب جانتے ہیں کہ اس وقت روئے زمین پر مجھ سے بڑا کتاب کا عالم کوئی نہیں ہے۔ میں تمہارے اندر ایسی صفات دیکھ رہا ہوں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک دن تم ہمیں اس کلیسا سے نکال باہر کرو گے۔ اور اس شہر پر قبضہ کر لو گے۔ میں نے کہا "تم بے سروپا گفتگو کر رہے ہو۔" کہنے لگا۔ "تمہارا نام کیا ہے؟" میں نے کہا "عمر بن خطاب" میرا نام سن کر اس نے کہا "اللہ کی قسم! تم ہی وہ شخص ہو۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں ایک دستاویز لکھ کر یہ کلیسا اور اس کا سازوسامان میرے نام کر دو۔" میں نے کہا۔ "تم نے مجھ پر بڑا احسان کیا ہے اب اسے مکدر نہ کرو۔" اس نے پھر کہا "ایک کاغذ پر دستاویز لکھ دو۔ اس میں حرج ہی کیا ہے۔ اگر تم نے ہمارے شہر کو فتح کر لیا تو ہمارا بھی یہی مطلوب ہے۔ بصورت دیگر تمہارا کوئی نقصان نہ ہوگا۔" میں نے کہا "اچھا لے آؤ۔" میں نے اس کے لئے دستاویز لکھ دی اور اپنے دستخط بھی ثبت کر دیئے۔

جب حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دور خلافت میں شام میں داخل ہوئے تو وہی راہب اب اس کلیسا کا کرتا دھرتا تھا وہ مذکورہ دستاویز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس لے آیا۔ (حضرت زید کہتے ہیں کہ) جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس راہب کو دیکھا تو آپ بہت حیران ہوئے اور ہمیں راہب کے متعلق بتانے لگ گئے۔ راہب نے کہا "میرے ساتھ طے پانے والی بات کو پورا کیجئے۔" حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ "اس کلیسا پر اب نہ تو عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کوئی اختیار ہے نہ عمر کے بیٹے کو۔"

ابن سعد رحمتہ اللہ علیہ، حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھوڑے کو ایڑ لگا کر تیز دوڑایا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ران سے کپڑا ہٹ گیا۔ اہل نجران نے دیکھا کہ آپ کی ران پر ایک سیاہ تل موجود تھا۔ وہ تل کا نشان دیکھ کر کہنے لگے۔ "ہماری کتاب میں لکھا ہے کہ ایسی ہی علامت والا شخص ہمیں اپنی سرزمین سے نکال دے گا۔"

عبداللہ بن احمد رحمتہ اللہ علیہ نے "زوائد الزہد" میں ابو اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کی سند سے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ عہد نبوی میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور چادر سرک جانے کی وجہ سے آپ کی ران نظر آ گئی۔ ایک نجرانی شخص نے آپ کی ران پر تل کا نشان دیکھ کر کہا۔ "ایسی ہی علامت والے شخص کے متعلق

ہماری کتاب میں لکھا ہے کہ وہ ہماری سرزمین سے ہمیں نکال دے گا۔"

ابو نعیم رحمتہ اللہ علیہ، شہر بن حوشب کی سند سے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت نقل کرتے ہیں کہ آپؓ نے فرمایا کہ (شامی جہاد میں فتوحات حاصل کرنے کے بعد) میں نے شام میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا۔ کتب سابقہ میں لکھا ہے کہ یہ علاقے ایک ایسے مرد پاکباز کے ہاتھوں فتح ہوں گے۔ جو مومنوں پر انتہائی مہربان اور کافروں پر سخت گیر ہوگا۔ جس کا ظاہر و باطن یکساں ہوگا۔ جس کے قول و فعل میں تضاد نہ ہوگا اپنے حق کے حصول میں دور و نزدیک والے سبھی اس کی نظر میں مساوی ہوں گے۔ اس کے پیروکاروں کی یہ صفات ہوں گی، رات کے وقت راہبوں کی طرح عبادت گزار، دن کو شیروں کی مانند مصروف پیکار، آپس میں رحم کرنے والے، انتہائی ملنسار اور حق کی خاطر جذبہ مسابقت سے سرشار۔"

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "کیا واقعی تم سچ کہہ رہے ہو؟" میں نے کہا۔ "ہاں!" اللہ کی قسم یہ سچ ہے۔" اس پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے کہا۔ "تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے حضور نبی کریم حضرت محمد ﷺ کے وسیلے سے ہم پر رحم فرمایا اور ہمیں عزت و سرفرازی اور کرامت و شرافت عطا فرمائی۔"

ابن عساکر رحمتہ اللہ علیہ نے عبید بن آدم، ابو مریم اور ابو شعیب بن عمر سے روایت کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقام جابیہ میں تھے اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیت المقدس پہنچے۔ وہاں کے لوگوں نے آپ سے پوچھا۔ "آپ کا نام کیا ہے؟" آپ نے بتایا کہ میرا نام خالد بن ولید ہے۔ انہوں نے آپ سے امیر المومنین کا نام پوچھا۔ آپ نے انہیں بتایا کہ ہمارے امیر کا نام عمر بن خطاب ہے وہ کہنے لگے۔ "اپنے امیر کے کچھ اوصاف بتائیں؟" آپ نے حضرت عمر کے اوصاف کا تذکرہ کیا تو انہوں نے کہا "تم بیت المقدس کو فتح نہیں کر سکو گے۔ البتہ عمر بن خطاب اسے فتح کر لیں گے۔ ہمیں اپنی کتابوں کے ذریعے یہ بات معلوم ہے کہ کونسا شہر کس کے بعد فتح ہوگا۔ نیز ہم ہر اس شخص کے اوصاف بھی جانتے ہیں جو ان شہروں کو فتح کرے گا۔ ہماری کتاب میں یہ بات بھی موجود ہے کہ بیت المقدس سے پہلے قیساریہ فتح ہوگا سو اب تم چلے جاؤ اور پہلے قیساریہ کو فتح کرنے کی کوشش کرو۔ بعد ازاں اپنے امیر کو ساتھ لے کر ادھر آنا۔"

ابو نعیم رحمتہ اللہ علیہ نے "حلیہ" میں اور طبرانی رحمتہ اللہ علیہ نے مغیث اوزاعی سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے پوچھا "تورات میں میری کیسی صفات موجود ہیں؟" انہوں نے کہا "آہنی عزم وہمت کا مالک خلیفہ، ایک طاقتور امیر المومنین اور احکام الٰہی کو نافذ کرنے میں لومۃ لائم کی پرواہ نہ کرنے والا۔ آپ کے بعد جو شخص سریر آرائے خلافت ہوگا اسے ظالموں کی ایک جماعت قتل کرے گی۔ بعد ازاں ابتلاء و آزمائش کا دور شروع ہو جائے گا۔"

ابن عساکر رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مؤذن حضرت اقرع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک پادری کو بلا کر پوچھا۔ "کیا میرا کوئی وصف آپ کی کتابوں میں مذکور ہے؟" اس نے کہا "آپ کے متعلق "قرن من حدید" کے الفاظ ملتے ہیں۔ آپ نے فرمایا "ان الفاظ کا کیا مطلب ہے۔" اس نے کہا "ان کا مطلب ہے سخت گیر اور طاقتور امیر المومنین" یہ سن کر حضرت عمر نے "اللہ اکبر" کہا پھر پوچھا۔ "میرے بعد آنے والے خلیفۃ المسلمین کے کون سے اوصاف ذکر کئے گئے ہیں؟" اس نے کہا "وہ مرد صالح ہوگا اور اپنے رشتہ داروں کو ترجیح دے گا۔" حضرت عمر نے کہا۔ "اللہ تعالیٰ عثمان بن عفان پر رحم فرمائے۔ ان کے بعد والے خلیفۃ المسلمین کے کیسے اوصاف ہیں؟" پادری نے جواب میں کہا "لوہے کا زنگ آلود ہو جانا۔" حضرت عمر نے کہا "ہائے ذلت" مزید کچھ کہنے سے پہلے پادری نے قطع کلامی کرتے ہوئے کہا۔ "سنئے وہ خود تو مرد صالح ہوں گے تاہم ان کے دور خلافت میں تلواریں بے نیام ہو جائیں گے اور بہت زیادہ خونریزی ہوگی۔"

ابن عساکر رحمتہ اللہ علیہ، ابن سیرین رحمتہ اللہ علیہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا "اے امیر المومنین! کیا آپ کو خواب میں کچھ دکھائی دیتا ہے۔" حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں جھڑک دیا۔ حضرت کعب کہنے لگے۔ "مجھے ایسے شخص کا ذکر ملتا ہے جو حالت خواب میں امت کے معاملات کو دیکھے گا۔"

ابن راہویہ رحمتہ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ بہ سند حسن، حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام افلح سے روایت کرتے ہیں کہ مصریوں کی آمد سے پہلے حضرت عبداللہ بن سلام سرداران قریش کے پاس آکر کہتے تھے "اس آدمی یعنی حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید نہ کرنا۔" وہ کہتے ہیں "قسم خدا کی! ہمارا تو قتل کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔" پھر یہ کہتے ہوئے باہر نکل جاتے کہ اللہ کی قسم! یہ لوگ آپ کو ضرور شہید کردیں گے۔" ایک دفعہ آپ نے ان سے کہا۔ "حضرت عثمان کو قتل نہ کرنا اللہ کی قسم! آپ چالیس دن تک وصال فرما جائیں گے۔" مگر

انہوں نے انکار کر دیا۔ کچھ دن بعد پھر حضرت عبداللہ بن سلام آئے اور کہا۔ ''آپ کو قتل نہ کرنا کیونکہ پندرہ راتوں تک آپ داعیٔ اجل کو لبیک کہہ دیں گے۔''

ابن سعد اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے طاؤس کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا گیا تو حضرت عبداللہ بن سلام سے پوچھا گیا۔ ''تمہاری کتابوں میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کیا اوصاف مذکور ہیں؟'' آپ نے کہا ''ہم دیکھتے ہیں کہ آپ کو بروز قیامت قتل کرنے والے اور ساتھ نہ دینے والے پر امیر بنا دیا جائے گا۔''

ابن عساکر رحمتہ اللہ علیہ محمد بن یوسف سے وہ اپنے دادا حضرت عبداللہ بن سلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا۔ ''جنگ کرنے یا نہ کرنے کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔'' انہوں نے کہا ''جنگ سے باز رہنا زیادہ مناسب ہے نیز کتاب اللہ میں ہمیں اس بات کا ذکر بھی ملتا ہے کہ آپ قیامت کے دن قتل کرنے والے اور قتل کا حکم دینے والے پر امیر بن جائیں گے۔''

ابن عساکر رحمتہ اللہ علیہ نے مذکورہ سند سے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مصریوں سے کہا۔ ''تم حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل نہ کرو۔ ذوالحجہ کا مہینہ ختم ہونے سے پہلے آپ داعیٔ اجل کو لبیک کہہ دیں گے۔''

ابو القاسم بغوی رحمتہ اللہ علیہ سعید بن عبدالعزیز سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور نبی اکرم ﷺ کا وصال مبارک ہوا تو یہودیوں کے سب سے بڑے عالم ذو قربات حمیری سے پوچھا گیا ''آپ ﷺ کے بعد کون خلیفہ ہوگا؟'' اس نے کہا۔ ''الامین یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔'' پوچھا گیا ''ان کے بعد کون خلیفہ بنے گا؟'' اس نے کہا ''مرد آہن یعنی حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔'' پوچھا گیا۔ ''ان کے بعد کون؟'' اس نے بتایا۔ ''صاف ستھری طبیعت اور نکھری ہوئی شخصیت کے مالک یعنی حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔'' پھر پوچھا گیا کہ ان کے بعد؟'' اس نے جواب دیا۔ ''خوبرو اور فتح مند انسان یعنی حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔''

(خلفاء اربعہ کے ناموں کی وضاحت اصل متن میں راوی نے خود کی ہے)

ابن رھویہ اور طبرانی رحمہم اللہ عبداللہ بن مغفل سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو شہید کیا گیا تو حضرت عبداللہ بن سلام نے مجھ سے کہا اب چالیس سال کا نقطہ اختتام آگیا ہے عنقریب صلح ہو جائے گی۔

ابن سعد رحمتہ اللہ علیہ ابو صالح سے روایت کرتے ہیں کہ ایک حدی خوان حضرت عثمان

رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے یوں حدی خوانی کرتا تھا۔

"ان کے بعد حضرت علی امیر ہوں گے جبکہ زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں اختلاف ہو گا۔"

حضرت کعب بولے نہیں بلکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ہوں گے۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب اس گفتگو کا علم ہوا تو فرمایا۔ "ابو اسحاق! ایسا کیونکر ممکن ہے؟ جبکہ یہاں حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما جیسے جلیل القدر صحابہ کرام موجود ہیں۔" حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا "بہر حال آپ ہی خلیفہ ہوں گے۔"

دارمی رحمتہ اللہ علیہ اور ابن راہویہ بسند حسن ابو حریز ازدی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت میں عرض کی "کتب سابقہ میں ہے کہ آپ ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی امت دین میں جو بدعات نکالے گی ان کی وجہ سے آپ بروز قیامت بارگاہ رب العزت میں فرط حیا سے یوں کھڑے ہوں گے کہ آپ کے مبارک رخساروں کی گلابی رنگت لحہ بہ لحہ تیز تر ہو رہی ہو گی۔"

طبرانی اور بیہقی رحمہم اللہ محمد بن یزید ثقفی سے روایت کرتے ہیں کہ قیس بن خرشہ اور کعب الاحبار اکٹھے جا رہے تھے۔ جب مقام صفین پر پہنچے تو حضرت کعب نے ادھر ادھر رک کر دیکھا پھر کہا اس جگہ مسلمانوں کا اتنا زیادہ خون بہے گا کہ اتنی خونریزی روئے زمین پر اور کہیں نہ ہو گی۔ قیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا "یہ بات تمہیں کیسے معلوم ہے؟ یہ تو غیب کی بات ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے صرف اپنی ذات کے ساتھ خاص کر رکھا ہے۔" حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے۔ "روئے زمین پر بالشت بھر ٹکڑا بھی ایسا نہیں جس پر قیامت تک رونما ہونے والے واقعات کا تذکرہ اس تورات میں موجود نہ ہو جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی۔"

حاکم رحمتہ اللہ علیہ مستدرک میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب مختار کا سر لایا گیا تو انہوں نے کہا کہ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھ سے جو بات بھی کی میں نے اس کو عملی طور پر رونما ہوتے دیکھ لیا۔ صرف ایک بات رہ گئی ہے وہ یہ کہ مجھے ایک ثقفی آدمی قتل کرے گا۔ اعمش کہتے ہیں انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ حجاج کے ہاتھوں ان کا قتل مقدر ہو چکا ہے۔

حاکم رحمتہ اللہ علیہ اپنی مستدرک میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ مجھے کتاب مقدس میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسل میں ایک ایسے شخص کا ذکر ملتا ہے جو خونریزی کرے گا، دوسروں کے مال کو حلال سمجھے

گا اور بیت اللہ شریف کی خوب توڑ پھوڑ کرے گا۔ اگر ان حالات کے وقوع پذیر ہونے تک میں زندہ رہا تو خیر ورنہ تم میری یہ بات یاد رکھنا کہ ایسا ہی ہوگا۔ حضرت عبداللہ نے یہ بات بنو مغیرہ کی ایک عورت سے کہی جو جبل ابی قیس پر سکونت پذیر تھی۔ پھر جب حجاج اور عبداللہ بن زبیر کا زمانہ آیا اور اس عورت نے خانہ کعبہ شریف کی توڑ پھوڑ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تو بول اٹھی۔
''اللہ تعالیٰ حضرت عبداللہ بن عمرو پر رحم فرمائے (اس نے واقعی سچ کہا)''

عبداللہ بن احمد رحمتہ اللہ علیہ نے ''زوائد الزہد'' میں ہشام بن خالد ربعی سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے تورات شریف میں پڑھا ہے کہ زمین و آسمان چالیس دن تک حضرت عمر بن عبدالعزیز پر روتے رہیں گے۔

عبداللہ بن احمد رحمتہ اللہ علیہ نے ہی محمد بن فضالہ سے نقل کیا ہے کہ ایک راہب نے کہا ''ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز امام عادل ہیں ان کا مقام و مرتبہ اس طرح ہے جیسے حرمت والے مہینوں میں ماہ رجب کا مقام۔''

عبداللہ بن احمد ہی ولید بن ہشام بن ولید بن عقبہ بن ابی معیط سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک مقام پر ٹھہرے ہوئے تھے۔ ایک شخص نے آکر کہا۔ سنو! یہ راہب کیا کہہ رہا ہے۔ اس کا خیال ہے کہ امیر المومنین سلیمان کا انتقال ہو گیا ہے اس شخص نے راہب سے پوچھا کہ سلیمان کے بعد کون خلیفہ بنا ہے۔ راہب بولا۔ ''زخمی سر والا شخص عمر بن عبدالعزیز'' ولید کہتا ہے کہ جب میں شام آیا تو راہب کی بات کو بالکل صحیح پایا۔ اتفاق سے چار سال بعد پھر ہم اسی مقام پر فروکش تھے کہ وہی شخص آیا اور راہب سے کہنے لگا۔ تمہاری بات بالکل صحیح نکلی تھی۔ راہب نے کہا۔ اللہ کی قسم! عمر بن عبدالعزیز کو زہر دے دیا گیا ہے۔'' اس کے بعد جب ہم لوٹ کر آئے تو بالکل ویسا ہی پایا جیسا راہب نے کہا تھا۔

ابن عساکر رحمتہ اللہ علیہ مغیرہ بن نعمان کی سند سے ایک بصری شخص سے روایت کرتے ہیں وہ کہتا ہے کہ میں بیت المقدس جانے کیلئے عازم سفر ہوا۔ راستے میں تیز بارش نے مجھے ایک راہب کی خلوت گاہ میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔ راہب بڑی شفقت و محبت سے پیش آیا اس نے کہا کہ ہماری کتاب میں لکھا ہے کہ تمہارے دین کو ماننے والا ایک گروہ عذراء کے مقام پر قتل کر دیا جائے گا۔ پھر ان مقتولوں سے حساب کتاب اور جزا و سزا کا معاملہ نہیں کیا جائے گا۔ بصری آدمی کا کہنا ہے کہ کچھ عرصہ بعد حجر بن عدی اور اس کے ساتھیوں کو وہاں لایا گیا اور عذراء کے مقام پر انہیں شہید کر دیا گیا۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔ "بنو عباس کے سیاہ جھنڈے ظاہر ہوں گے یہاں تک کہ وہ ملک شام میں جا ٹھہریں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے ہاتھوں ہر جابر و ظالم اور ہر قسم کے دشمن کو قتل کروادے گا۔"

دولابی "الکنی" میں حماد بن سلمہ کی سند سے یعلی بن عطاء سے وہ بجیر ابی عبید سے اور وہ اہل کتاب کے ایک شخص سرح یرموکی سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ میں کتاب میں یہ لکھا پاتا ہوں کہ اس امت میں بارہ سربراہ آئیں گے۔ جن میں سے ایک ان کا نبی ہوگا جب مدت پوری ہوگی تو لوگ سرکشی و بغاوت کر دیں گے اور باہم دست و گریبان ہو جائیں گے۔

باب

بعثت مبارکہ سے پہلے حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کاہنوں کی پیشین گوئیاں

ابو نعیم اور ابن عساکر رحمتہ اللہ علیہ، بہ سند اسمٰعیل بن عیاش، یحییٰ بن ابو عمرو شیبانی سے وہ عبداللہ بن دیلمی رحمہم اللہ سے اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی آپ کے پاس آکر کہنے لگا سنا ہے آپ سطیح نامی کاہن کا بہت تذکرہ کرتے رہتے ہیں۔ آپ کا خیال ہے کہ اس جیسا عجیب شخص اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم علیہ السلام میں پیدا نہیں فرمایا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ ہاں سطیح کو اللہ تعالیٰ نے اس طرح پیدا فرمایا کہ وہ گوشت کا ایک لوتھڑا تھا جو لکڑی کے تختے پر پڑا رہتا۔ وہ جہاں جانا چاہتا لوگ اسے اسی تخت پر اٹھا کر لے جاتے۔ سطیح کا جسم کیا تھا؟ کھوپڑی، گردن، دو ہتھیلیاں اور بس نہ کوئی ہڈی نہ پٹھہ۔ اسے پاؤں سے سینے کی ہڈی تک کپڑے کی طرح لپیٹ لیا جاتا۔ اس کے کسی عضو میں حرکت نہ تھی۔ سوائے زبان کے جب سطیح نے مکہ مکرمہ جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو اسے تختے پر اٹھا کر لایا گیا۔ مکہ مکرمہ کے چار قریشی آدمی اس کے پاس آئے جن کے نام یہ ہیں عبد شمس اور عبد مناف۔ یہ دونوں قصی کے بیٹے تھے۔ احوص بن فہر اور عقیل بن ابی وقاص۔ انہوں نے اپنا غلط نسب بتایا اور کہا ہمارا تعلق جمح قبیلے سے ہے ہم نے سنا کہ آپ مکہ مکرمہ سے آرہے ہیں۔ آپ کے پاس آنا ہمارا فرض تھا اب ہم آپ کی ملاقات کی خاطر آئے ہیں۔ پھر عقیل نے اسے ایک ہندی تلوار اور ایک ردینی نیزہ بطور تحفہ دیا۔ یہ ہتھیار پہلے باب حرم پر رکھ دیئے گئے تاکہ معلوم ہو سکے کہ کیا

سطیح ان کو دیکھ سکتا ہے یا نہیں۔ سطیح نے عقیل سے کہا۔ مجھے اپنا ہاتھ تھمائیے عقیل نے ہاتھ بڑھایا تو سطیح نے ہاتھ پکڑ کر کہا۔

"مجھے قسم ہے اس ذات کی جو سربستہ رازوں کو جانتا اور خطاؤں کو معاف فرماتا ہے۔ مجھے قسم ہے پورا ہونے والے عہد و پیمان کی اور قسم ہے کعبہ مشرفہ کی! تم میرے لئے ہدیہ لائے ہو یعنی ہندی تلوار اور ردینی نیزہ" وہ کہنے لگے "اے سطیح تم سچ کہہ رہے ہو" سطیح پھر بولا۔ "بصد مسرت لات کی قسم! قوسِ قزح کی قسم! سفید پیشانی والے اسپ تیز رو کی قسم! کشادہ رو اور چمکتے رخسار والے گھوڑے کی قسم! کھجور کے درختوں کی قسم! خشک و تازہ کھجوروں کی قسم! کوا جہاں بھی اڑا ہے بہت بلندیوں پر محو پرواز رہا اور یہ خبر دے گیا ہے کہ تمہارا تعلق قبیلہ جمح سے نہیں ہے بلکہ تم وادیٔ بطحا کے قریشی ہو۔" انہوں نے کہا "سطیح! تم سچ کہہ رہے ہو ہم اسی شہر کے باسی ہیں اور تمہارے علم کی شہرت سن کر ملاقات کی خاطر آئے ہیں۔ اگر ہمیں کچھ معلومات فراہم کر سکتے ہو تو عصر حاضر اور مستقبل میں رونپذیر ہونے والے کچھ حالات سے ہمیں آگاہ کر دو۔" اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے اللہ تعالیٰ نے مجھے دولت علم عطا فرمائی ہے اس میں سے تم بھی اپنا حصہ وصول کر لو۔ اے گروہ عرب! اب تم بڑھاپے کے عالم میں ہو۔ اس وقت عرب و عجم کی عقل و شعور کی قوتیں ایک جیسی ہیں تم علم و عرفان سے عاری اور فہم و ادراک سے تہی دامن ہو۔ البتہ تمہارے بعد بہت سارے انواع علم کے متلاشی اور بت شکن پیدا ہوں گے جو روم تک جا پہنچیں گے اور عجمیوں کو تہ تیغ کرتے ہوئے مال غنیمت اکٹھا کر لیں گے۔" قریشی بولے "سطیح یہ کون لوگ ہوں گے؟" اس نے کہا "رکنوں والے بیت الحرام کی قسم! امن و سلامتی اور غلبہ و مسلط کی قسم! تمہارے بعد تمہاری اولاد میں ایسے سپوت پیدا ہوں گے جو بتوں کو توڑیں گے، شیطان کی پوجا پاٹ چھوڑ کر خداوند رحمٰن کو وحدہٗ لاشریک مانیں گے۔ اسی خدائے قہار کے دین پر عمل پیرا ہوں گے۔ بلند و بالا مکانات کی تعمیر کریں گے اور کور چشم لوگوں پر برتری پا جائیں گے۔ قریشی بولے "یہ لوگ کن کی نسل سے ہوں گے" سطیح نے کہا۔

مجھے قسم ہے اس ہستی کی جو سب سے بزرگ و برتر ہے، جس کا علم وسیع ساری بے اعتدالیوں اور لغزشوں کو محیط ہے۔ جو ریت کے طویل و عریض ٹیلوں کو ہلا کر رکھ دیتا ہے اور جو چاہے تو کسی چیز میں دوگنا چوگنا اضافہ فرما دیتا ہے! عبد شمس اور عبد مناف کی نسل سے ایسے ہزاروں لوگ پیدا ہوں گے۔ تاہم ان میں اختلاف بھی رونما ہوگا۔" قریشی بولے۔ "سطیح! ان کے کچھ حالات بتا دیں اور اس بات سے بھی آگاہ کر دیں کہ ان کا ظہور کون سے شہر میں ہوگا۔"

سطیح نے کہا۔

”قسم ہے اس ذات کی جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہنے والی ہے۔ زمان و مکان کی ساری حدود جس کے علم و قدرت کی رسائی میں ہیں۔ اس شہر سے ایک ہدایت یافتہ نبی کا ظہور ہو گا جو راہ راست کی جانب دعوت دے گا یغوث اور دیگر جھوٹے خداؤں سے کنارا کشی اختیار کرے گا، پتھروں سے تراشیدہ معبودان باطلہ سے بیزاری کا اظہار کرے گا پرورد گار واحد و یکتا کی عبادت کرے گا، بعد ازاں اللہ تعالیٰ اسے مقام محمود پر سرفراز فرمائے گا۔ پھر وہ بظاہر ساکنان فرش کی نظروں سے اوجھل ہو جائے گا مگر عالم بالا میں حاضر و موجود ہو گا پھر ان امور کو نبھانے کی ذمہ داری صدیق کو مل جائے گی۔ وہ صدیق جو فیصلہ کرے گا تو ہمیشہ حق و صداقت سے کام لے گا۔ حقوق کی بازیابی میں بے احتیاطی اور بے پرواہی نہیں کرے گا۔ اس کے بعد امور خلافت ایسے شخص کے پاس آجائیں گے جو دین حنیف کا سچا پیروکار اور انتہائی تجربہ کار حکمران ہو گا، جو مہمان خانے کو آباد رکھے گا اور دین حنیف کو استحکام بخشے گا۔ بعد ازاں ایک زرہ پوش اور آزمودہ کار شخص سریر آرائے خلافت ہو گا جس کے خلاف بہت سارے گروہ متفقہ طور پر سازش کریں گے اس سے شدید نفرت اور ناراضگی کی بنا پر اس کے قتل کا منصوبہ بنائیں گے پھر اس بزرگ ہستی کا محاصرہ کر کے کمال چابکدستی سے اسے شہید کر دیا جائے گا اور بہت سارے لوگ اس کے خون کا مطالبہ کرتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوں گے۔ اس کے بعد دین و ملت کا حامی برسر اقتدار آئے گا مگر اس کی رائے فریبی شخص کی رائے سے مل جائے گی اور روئے زمین پر بہت سے لشکر صف آرا ہو جائیں گے بعد ازاں اس کا بیٹا امور مملکت سنبھالے گا جو جمع شدہ خزانے پر قبضہ کرلے گا۔ اس کے مداح بہت کم ہو جائیں گے۔ مال و دولت حاصل کر کے خود ہی کھا جائے گا اور بعد والوں کیلئے بھی مال و دولت ذخیرہ کر لے گا اس کے بعد ملوکیت کا عہد شروع ہو جائے گا اور بلاشبہ بہت زیادہ خونریزی ہو گی پھر ایک مرد فقیر حکومت کی باگ ڈور سنبھالے گا جو سابقہ بادشاہوں کی عظمت کو یوں روند ڈالے گا۔ جیسے مخمل کے قالین کو پاؤں تلے روندا جاتا ہے بعد ازاں ابو جعفر نامی تند مزاج حکمران برسر اقتدار آئے گا جو حق کو دور کرے گا مضر کو قریب کرے گا اور حیران کن انداز سے ملک فتح کرے گا۔ اس کے بعد ایک کوتاہ قد حکمران عنان حکومت سنبھالے گا جس کی پشت پر ایک خاص نشان ہو گا جو سلامتی کی موت مرے گا۔ پھر ایسا شخص آئے گا جو کبھی کبھار مکر و فریب اور دھوکہ دہی سے کام لے گا۔ یہ ملک کو دیوالیہ کر دے گا۔ پھر اس کا بھائی آئے گا جو اس کی روش پر گامزن ہو گا اور اس کا دائرہ عمل مال و اسباب جمع کرنے اور گودام بھرنے تک محدود ہو کر رہ

جائے گا۔ بعدازاں ایک دلیر شخص حکمران بنے گا جو دنیاوی عیش و آرام اور پر تکلف نعمتوں کا مالک ہوگا مگر اس کے اپنے رشتہ دار اس پر حملہ آور ہو کر اسے معزول کر دیں گے بالآخر اسے گرفتار کر کے جان سے مار ڈالیں گے۔ پھر ساتواں حکمران آئے گا جو ملک کے خزانے کو خالی کر دے گا۔ او اپنے ملک میں بھوکے شخص کی طرح ہر جائز و ناجائز چیز پر جھپٹے گا۔ ایسی صورت حال میں ہر بے ننگ و نام شخص کرسی اقتدار پر قابض ہونے کا متمنی ہوگا۔ اقتدار ایک لالچی انسان کے ہاتھ میں آجائے گا۔ جب میسان اور لبنان کے درمیان دمشق میں دو لشکر گتھم گتھا ہوں گے تو بنو نزار قحطان کے لشکر کو روند ڈالیں گے۔ یمن میں لوگ دو قسم کی صورت حال میں مبتلا ہوں گے، خوف و ہراس سے دوچار یا پھر ذلت و رسوائی میں گرفتار، آپ دیکھیں گے کہ اون اور بالوں کے خیمے بوسیدہ ہو چکے ہیں۔ جھنڈوں کی گرہیں ٹوٹ چکی ہیں اور قیدیوں کو بری طرح سے پابند سلاسل کر دیا گیا ہے دریائے فرات کے کنارے اور پہاڑی علاقوں میں اسی قسم کے حالات ہوں گے۔ اس وقت محراب و منبر کا تقدس پامال ہو جائے گا۔ خوف و ہراس کی شدت سے حاملہ عورتوں کے حمل ضائع ہو جائیں گے اور زمین میں زلزلے آنے لگیں گے وائل نامی شخص تخت حکومت حاصل کرنے کا مطالبہ کرے گا دریں اثناء بنو نزار غصے سے آگ بگولا ہو جائیں گے، وہ غلاموں اور شر پسند عناصر کو اپنے قریب کر لیں گے۔ تقویٰ شعار اور نیکو کار لوگوں کو دور کر دیا جائے گا۔ لوگ فقر و افلاس کا شکار ہو جائیں گے۔ اور مہنگائی کا دور دورہ ہوگا کسی صفر میں وہ ان تمام جابروں کو موت کے گھاٹ اتار دے گا جو خندقوں اور نہروں میں پناہ لیں گے جہاں درخت بکثرت ہوں گے وہ ان کے لئے ایک لشکر جرار لائے گا جو انہیں دن کے پہلے پہر میں شکست سے دوچار کر دے گا۔ پھر اس کی شہرت ہو جائے گی انہیں نہ نیند نفع دے گی اور نہ سکون و قرار۔ یہاں تک کہ وہ ایک شہر میں داخل ہوگا۔ وہاں اس تک قضاء و قدر کے ہاتھ آپہنچیں گے۔ پھر تیر انداز آئیں گے جو آہستہ آہستہ پیدل چلیں گے تاکہ مسلح لوگوں کو قتل کر دیں۔ اس کے حامیوں کو قید کر لیں اور سرکشوں کی سرکوبی کریں وہاں بلند چشمے پر اسے موت آجائے گی۔ پھر دین کی اقدار پامال ہو جائیں گی سارے معاملات تہہ و بالا ہو جائیں گے۔ زبور کا انکار کر دیا جائے گا اور صرف جزائر سمندر کے باسی غالب آجائیں گے۔ اس کے بعد جنوبی ہوا چلے گی، بدو غالب آجائیں گے۔ اس پر فتن دور میں اگر زمانے کی آنکھ میں حیا باقی رہا تو کوئی فسق و فجور کرنے والوں کی پشت پناہی نہیں کرے گا۔ خواہشات سود مند نہ ہوں گی۔" انہوں نے کہا اے سطیح! پھر کیا ہوگا؟ وہ بولا "پھر یمن سے ایک شخص ظاہر ہوگا۔ جو سفید دھاگے کی مثل ہوگا صنعاء اور عدن کے درمیان نمودار ہوگا اس کا نام

حسین یا حسن ہو گا۔ اللہ تعالیٰ اس کے ذریعے فتنوں کو ختم فرمادے گا۔"

ابن عساکر نے ابن اسحاق رحمہما اللہ کی سند سے ایک راوی کی یہ روایت ذکر کی ہے کہ شہنشاہ ربیعہ بن نصر لخمی نے ایک ڈراؤنا خواب دیکھا وہ سخت گھبرا گیا۔ اپنی ریاست کے سارے کاہنوں، جادوگروں، قیافہ شناسوں اور علم نجوم کے ماہرین کو بلا کر انہیں بتایا کہ میں نے بڑا خوفناک خواب دیکھا اس کی تعبیر بتاؤ۔ سب بولے آپ خواب کا واقعہ بیان کریں ہم اس کی تعبیر بتادیں گے اس نے کہا۔ "اگر یہ بات ہے کہ مجھے اپنا خواب تمہیں بتانا پڑے گا تو پھر تمہاری تعبیر بھی میرے لئے تسلی بخش نہ ہو گی۔ میرا خیال ہے کہ اس خواب کی صحیح تعبیر وہی شخص بتا سکتا ہے جو میرا خواب بھی مجھے خود ہی بتادے۔" بادشاہ کی بات سن کر ایک شخص نے کہا "بادشاہ سلامت کی خواہش تبھی پوری ہو سکتی ہے کہ سطیح اور شق نامی کاہنوں کو بلالیا جائے کیونکہ اس وقت ان سے بڑا عالم کوئی نہیں ہے۔ وہی آپ کو مطمئن کر سکتے ہیں۔ چنانچہ انہیں بلالیا گیا شق کے آنے سے پہلے سطیح پہنچ گیا کہانت میں کوئی اس کا ہمسر نہ تھا۔ بادشاہ نے کہا "سطیح میں نے جو ہیبت ناک خواب دیکھا ہے بتائیے وہ کیا ہے؟" سطیح بولا۔ "آپ نے دیکھا کہ گھٹاٹوپ تاریکی سے ایک شعلہ جوالہ برآمد ہوا اور سرزمین تہامہ میں جا گرا۔ پھر ہر کھوپڑی والی چیز کو کھا گیا۔" بادشاہ نے کہا "خواب بتانے میں تم نے کوئی غلطی نہیں کی اب اس کی تعبیر بتاؤ۔" کہنے لگا "سیاہ پتھروں کی دو سرزمینوں کے مابین رہنے والے سانپوں اور اس قبیل کے دیگر حشرات کی قسم! چند حبشی لوگ تمہارے علاقے میں داخل ہو جائیں گے اور ابین سے لے کر جرش تک کا علاقہ ہتھیالیں گے۔" بادشاہ نے کہا "یہ صورت حال تو ہمارے غیظ و غضب کو بھڑکا دے گی اور سخت رنج والم کا باعث ہو گی۔ بتائیے ایسا کب ہو گا کیا میرے عہد حکومت میں یا بعد میں؟" سطیح بولا۔ "اس وقت تمہاری حکومت کو ختم ہوئے ساٹھ ستر سال سے زیادہ عرصہ بیت چکا ہو گا۔" بادشاہ نے پوچھا "ان کی حکومت ہمیشہ رہے گی یا ختم ہو جائے گی۔ اس نے کہا ستر سے کچھ زائد سال میں ختم ہو جائے گی پھر وہ قتل ہو جائیں گے یا پھر جان بچا کر فرار ہو جائیں گے۔" بادشاہ نے مزید استفسار کرتے ہوئے کہا "ان کے قتل اور جلاوطنی کا عمل کس کے ہاتھوں انجام پائے گا۔" کہنے لگا "ارم ذی یزن کے ہاتھوں وہ عدن سے اٹھے گا اور ان کا کوئی فرد یمن میں نہیں چھوڑے گا۔" بادشاہ بولا۔ "پھر اس کی حکومت برقرار رہے گی یا ختم ہو جائے گی؟" سطیح نے کہا "ستر سال سے زائد عرصہ کے بعد ختم ہو جائے گی" اس نے پوچھا "اسے کون ختم کرے گا؟" سطیح نے جواب دیا۔ "ایک پاک نہاد و پاکباز نبی (ﷺ) جس کے پاس رب ذوالجلال کی طرف سے وحی آئے گی۔" بادشاہ نے کہا "اس نبی کا تعلق کس خاندان

سے ہوگا؟'' سطیح نے بتایا کہ وہ نبی غالب بن فہر بن مالک بن نضر کی نسل سے ہوگا۔'' پھر آخر زمانہ تک اقتدار اسی کی قوم کے پاس رہے گا۔'' بادشاہ بولا۔ ''سطیح کیا زمانے کا بھی کوئی آخر ہے''اس نے کہاہاں جس روز اگلے پچھلے سب لوگوں کو جمع کیا جائے گا نیکو کاروں پر خوش بختی اور سعادت سایہ کناں ہوگی جبکہ بدکاروں پر شفاوت اور بدبختی مسلط ہوگی۔'' بادشاہ نے کہا''سطیح کیا واقعی تم سچ کہہ رہے ہو۔'' اس نے کہا'' ہاں ہاں شفق، تاریکی اور صبح کی قسم! میں نے جو کچھ کہا، سچ کہا۔''

ادھر سطیح کا سلسلہ گفتگو ختم ہوا ادھر شق آپہنچا۔ بادشاہ نے کہا۔''میں نے ایک ڈراؤنا خواب دیکھاہے۔'' اور سطیح کی گفتگو شق کو نہ بتائی تاکہ معلوم ہو سکے کہ دونوں کی تعبیر ایک جیسی ہے یا جدا جدا۔ شق نے کہا۔

''بادشاہ سلامت! آپ نے خواب میں دیکھا ہے کہ ایک شعلہ تاریکی سے نکل کر ایک باغ میں، کسی بلند مقام پر آگرا ہے پھر ہر ذی روح کو کھا گیا ہے۔''

بادشاہ نے کہا''اچھا اس کی تعبیر کیا ہے؟'' اس نے کہا''سیاہ پتھروں کے درمیان دو سرزمینوں میں رہائش پذیر انسانوں کی قسم! سیاہ فام لوگ تم پر حملہ آور ہو کر غلبہ پالیں گے اور ابین سے نجران تک کے علاقہ پر قبضہ کرلیں گے۔ بادشاہ کہنے لگا یہ صورت حال تو ہمارے غیظ و غضب کو بھڑکا دے گی اور سخت رنج والم کا باعث ہوگی۔ ایسا کب ہوگا؟ میرے عہد حکومت میں یا بعد میں؟'' اس نے بتایا کہ یہ سب کچھ مدت دراز کے بعد ہوگا پھر ایک باعظمت وذی شان شخص آکر تمہیں اس حالت غلامی سے نکالے گا اور انہیں سخت ذلت ورسوائی کا مزہ چکھائے گا۔'' بادشاہ نے پوچھا''وہ عظیم الشان آدمی کون ہوگا؟'' شق نے کہا یہ ذی یزن کے گھرانے کا ایک چشم وچراغ ہوگا۔ پوچھا اس کی سلطنت کو دوام ملے گا یا ٹوٹ جائے گی شق نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ کے فرستادہ نبی کی آمد کے ساتھ اس کی سلطنت کا شیرازہ بکھر جائے گا وہ رسول برحق عدل وانصاف، دین حق اور فضل وکمال کا حامل ہوگا پھر فیصلے کے دن تک حکومت اسی کے پیروکاروں کے ہاتھ میں رہے گی۔'' بادشاہ نے پوچھا''فیصلے کے دن کا کیا مطلب ہے؟'' اس نے کہا''یہ وہ دن ہے جس میں تمام بادشاہوں کو جزاوسزا کا سامنا کرنا پڑے گا۔ آسمان سے منادی کی جائے گی جسے ہر زندہ ومردہ سنے گا اور سب لوگوں کو ایک مقررہ مقام پر جمع کر دیا جائے گا۔ اس روز متقی اور پرہیز گار لوگوں کا دامن فوز وفلاح اور خیرات وبرکات سے بھر دیا جائے گا۔''

ابن عساکر رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ سطیح عرم کے سیلاب کے ایام میں پیدا ہوا تھا اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے سال ولادت میں فوت ہوا تھا۔ وہ پانچ سو سال

زندہ رہا بعض نے اس کی عمر کا اندازہ تین سو سال لگایا ہے۔

ابو موسیٰ مدینی "الذیل" میں ابن کلبی رحمتہ اللہ علیہ سے اور وہ عوانہ رحمتہ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ہم نشینوں سے ایک دفعہ پوچھا کیا کوئی ایسا آدمی بھی ہے جس کے سامنے زمانہء جاہلیت میں رسول کریم ﷺ کی آمد کا تذکرہ ہوا ہو؟ یہ سن کر طفیل بن زید حارثی جس کی عمر ایک سو سوٹھ (۱۶۰) سال ہو چکی تھی کہنے لگا "جی ہاں! امیر المومنین! مامون بن معاویہ کی کہانت سے تو آپ واقف ہی ہیں پھر طفیل نے مامون کی وہ ساری گفتگو بتائی جو وہ نبی کریم ﷺ کی آمد کے متعلق کیا کرتا تھا اور مامون کا یہ شعر بھی سنایا

یَالَیۡتَ اَنِیۡ اُلۡحِقُہٗ وَلَیۡتَنِیۡ لَا اَسۡبِقُہٗ

"کاش! میں نبی کریم رؤوف رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا عہد ہمایوں پا لیتا اور کاش! میں آپ سے پہلے پیدا نہ ہوا ہوتا۔

طفیل کہتے ہیں کہ ہم تہامہ میں تھے کہ ہمیں نبی پاک صاحب لولاک ﷺ کی بعثت کا علم ہوا۔ میں نے دل ہی دل میں کہا یہ وہی نبی ہیں جن کی آمد سے ہمیں مامون نے آگاہ کر دیا تھا۔ پھر وقت گزرتا گیا یہاں تک کہ میں بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

پرانے پتھروں پر نقشِ نامِ پاک (علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام)

ابن عساکر بہ طریق حسن سلیمان رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا۔ "ولادت مبارکہ سے قبل ظاہر ہونے والے کمالاتِ نبوی ﷺ کا تذکرہ سنایئے۔" حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا امیر المومنین! میں نے پڑھا ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک پتھر ملا تھا جس پر چار سطریں لکھی ہوئی تھیں۔

پہلی سطر:۔ میں اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری عبادت کرو۔

دوسری سطر:۔ بے شک میں ہی اللہ ہوں۔ میرے علاوہ کوئی معبود نہیں محمد ﷺ میرے رسول ہیں۔ مبارک ہے وہ شخص جو آپ پر ایمان لایا اور آپ کی پیروی کرتا رہا۔

تیسری سطر:۔ بے شک میں ہی اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ جس نے میرا دامن رحمت تھام لیا۔ نجات پا گیا۔

چوتھی سطر:۔ بے شک میں ہی اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں حرم میرا گھر ہے کعبہ میرا

گھر ہے جو میرے گھر میں داخل ہو گیا میرے عذاب سے بچ گیا۔

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ تاریخ میں اور امام بیہقی رحمتہ اللہ علیہ محمد بن اسود بن خلف بن عبد یغوث سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہمیں مقام ابراہیم کے نیچے سے ایک کتاب ملی۔ قریش نے حمیر کا ایک آدمی بلایا اس نے پڑھ کر کہا اس کتاب میں ایسی تحریر موجود ہے کہ اگر میں تمہیں اس سے آگاہ کردوں تو مجھے اندیشہ ہے کہ تم مجھے قتل کردو گے۔ ہم سمجھ گئے کہ اس میں محمد (علیہ السلام) کا ذکر ہوگا لہٰذا ہم نے اسے چھپا دیا۔

ابونعیم رحمتہ اللہ علیہ بہ سند حریش بن ابی حریش حضرت طلحہ سے روایت کرتے ہیں کہ خانہ کعبہ کے انہدام کے پہلے موقع پر ایک پتھر ملا تھا جس پر کھدائی کر کے کچھ لکھا گیا تھا۔ اس عبارت کو پڑھنے کیلئے ایک آدمی کو بلایا گیا اس نے پڑھا تو یہ عبارت درج تھی۔ میرا بندۂ خاص جسے میں نے چن لیا ہے، میری ذات پر توکل کرنے والا، صرف میری طرف رجوع کرنے والا اور میرا برگزیدہ پیغمبر، اس کی جائے پیدائش مکہ مکرمہ اور ہجرت گاہ طیبہ ہے۔ دنیا کی کجروی کو درست کرنے کے بعد ہی رفیق اعلیٰ سے جاملے گا وہ گواہی دے گا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس کی امت اللہ تعالیٰ کی بہت زیادہ حمد و ستائش کرے گی، ہر بلند مقام پر مصروف حمد رہے گی وہ کمر میں تہبند باندھیں گے اور اپنے اعضاء کو پاک صاف رکھیں گے۔

ابن عساکر رحمتہ اللہ علیہ ابوالطیب عبدالمنعم بن غلبون مقری سے روایت کرتے ہیں کہ جب عموریہ کو فتح کیا گیا تو اس کے ایک کنیسہ پر لوگوں نے سنہری حروف میں لکھی ہوئی یہ تحریر دیکھی۔

"ناخلف وہ ہے جو اسلاف پر زبان درازی کرے کیونکہ اسلاف کا ایک فرد ہزاروں اخلاف (بعد میں آنے والوں) سے بہتر ہے۔ اے یار غار! تم نے عزت و افتخار کی منزل پالی کیونکہ ٹوٹے دلوں کو جوڑنے والے خدا نے تمہاری تعریف کی ہے جیسا کہ وہ اپنے مرسل پر نازل کردہ کتاب میں فرماتا ہے۔ ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ (التوبہ۔ ۴۰) ترجمہ:۔ آپ دو میں سے دوسرے تھے جب وہ دونوں غار میں تھے۔"

اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تم امیر مطلق نہیں ہو بلکہ رعایا پر ایک والد کی طرح مہربان ہو اے عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تمہیں لوگوں نے بڑے ظالمانہ اور سفاکانہ انداز سے شہید کیا پھر تدفین کے بعد تمہاری تربت مقدس کی زیارت کرنا بھی مناسب نہ سمجھا۔ اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تم نیکوکاروں کے پیشوا ہو اور کفار سے رسول کریم علیہ السلام کا دفاع کرنے والے ہو پس یہ یار غار

ہیں تو وہ بڑے ہی نیکوکار، یہ فریادیوں کے مددگار ہیں تو وہ امام ابرار، لہٰذا اب جو کوئی ان چاروں اصحاب کی تنقیص شان کا مرتکب ہوگا اس پر رب ذوالجلال کی پھٹکار۔ ابو الطیب کہتے ہیں کہ میں نے ایک پادری سے پوچھا جس کی بھنویں بڑھاپے کی وجہ سے آنکھوں پر لٹک آئی تھیں کہ یہ نوشتہ کب سے تمہارے کنیسہ کے دروازے پر موجود ہے؟ اس نے کہا "تمہارے نبی (ﷺ) کی بعثت سے دو ہزار سال پہلے سے موجود ہے۔"

ابو محمد جوہری رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی امالی میں یحییٰ بن یمان سے نقل کیا ہے کہ مجھے بنو سلیم کی مسجد کے امام صاحب نے بتایا کہ ہمارے بزرگ سلطنت روم کے خلاف جنگ آزما رہے ہیں۔ انہوں نے ایک کلیسا میں یہ شعر لکھا ہوا پایا تھا۔

أَتَرْجُو اُمَّةٌ قَتَلَتْ حُسَيْنًا   شَفَاعَةَ جَدِّهٖ يَوْمَ الْحِسَابِ

"وہ لوگ جنہوں نے حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا، کیا وہ روز حساب آپ کے نانا جان ﷺ کی شفاعت کی امید کر سکتے ہیں؟"

لوگوں نے ان سے پوچھا۔ یہ شعر کب سے اس کلیسا میں لکھا ہوا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ تمہارے نبی (ﷺ) کے ظہور سے چھ سو سال پہلے کا لکھا ہوا ہے۔

سید الکونین ﷺ کے نسب عالی کی طہارت اور حضرت آدم علیہ السلام کے تمام آباء واجداد کی پاکدامنی

ابن سعد اور ابن عساکر رحمہما اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ "حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر مجھ تک سبھی نکاح کے ذریعے ہی پیدا ہوئے میرا نسب آلائش گناہ سے یکسر پاک ہے۔"

طبرانی رحمتہ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "میرے نسب میں جاہلیت کے فعل شنیع نام کی کوئی چیز نہیں ہے بلکہ ہمیشہ اسلام کے نکاح جیسا نکاح موجود رہا۔"

ابن سعد اور ابن عساکر رحمہما اللہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نور مجسم، فخر دو عالم ﷺ نے فرمایا "میرے نسب کا ہر آدمی نکاح سے پیدا ہوا، فعل بد سے نہیں۔"

ابن سعد اور ابن ابی شیبہ رحمہما اللہ "مصنف" میں حضرت محمد بن علی بن حسین رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک صاحب لولاک ﷺ نے ارشاد فرمایا"میں نکاح کے ذریعے منتقل ہوتا رہا۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک زمانہء جاہلیت کے ہر فعل بد سے میرا نسب پاک رہا میرا نسب ہمیشہ آلائشوں سے بالکل بے داغ رہا۔"

ابن سعد اور ابن عساکر، کلبی رحمہم اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کے متعلق پانچ سو سال تک کا شجرہ نسب لکھا میں نے بھی بدکاری یا زمانہء جاہلیت کی کوئی رسم بد نہیں دیکھی۔

عدنی رحمتہ اللہ علیہ اپنی مسند میں، طبرانی رحمتہ اللہ علیہ اوسط میں اور ابو نعیم رحمتہ اللہ علیہ و ابن عساکر حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فخر دو عالم نبی مکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا"حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر میری ولادت تک میں بذریعہ نکاح منتقل ہوتا رہا۔ کہیں بھی بدکاری نہیں ہوئی اور میرا نسب جاہلیت کی اس رسم بد سے پاک ہے۔"

ابو نعیم رحمتہ اللہ علیہ متعدد طرق سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک سید لولاک ﷺ نے فرمایا"میرے آباء واجداد کبھی فعل شنیع کے مرتکب نہیں ہوئے۔ اللہ تعالیٰ مجھے ہمیشہ پاکیزہ اصلاب سے پاکیزہ ارحام میں منتقل فرماتا رہا۔ صاف ستھرا، بے عیب و بے داغ جب کبھی ہمارے گھر میں دو گھرانے بنتے تو میں بہترین گھرانے میں ہوتا۔ ابن سعد بہ سند کلبی رحمتہ اللہ علیہ ابو صالح سے اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا"عربوں میں سب سے بہتر مضر قبیلہ ہے مضر میں بنو عبد مناف، بنو عبد مناف میں بنو ہاشم اور بنو ہاشم میں بنو عبد المطلب کو بلند مقام حاصل ہے اللہ کی قسم! آفرینش آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر اب تک جب بھی دو گھرانے بنے۔ میں ان میں سے بہتر میں رہا۔"

بزار، طبرانی اور ابو نعیم رحمہم اللہ بہ سند عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اللہ تعالیٰ کے فرمان "وَتَقَلُّبَكَ فِي السَّاجِدِينَ" کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی رحمت ﷺ ہمیشہ انبیاء کرام کے اصلاب میں منتقل ہوتے رہے حتیٰ کہ اپنی والدہ ماجدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں آپ ﷺ کی ولادت مبارکہ ہوئی۔

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول برحق ہادیٔ انس و جاں، سرور کون و مکاں ﷺ نے ارشاد فرمایا"میں ہر زمانہ میں معاصر

خاندانوں میں سے بہترین خاندان میں منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ اب اس گھرانے میں عالم ظاہر میں تشریف لے آیا ہوں۔"

امام مسلم رحمتہ اللہ علیہ واثلہ بن اسقع سے روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو منتخب فرما لیا پھر اولاد اسمٰعیل علیہ السلام میں سے بنو کنانہ کو، بنو کنانہ میں سے قریش کو، قریش میں سے بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم میں سے مجھے چن لیا۔"

امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ نے مندرجہ ذیل روایت ذکر کر کے اس کو حسن کا درجہ دیا ہے نیز بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے بھی یہی روایت حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن مطلب سے نقل کی ہے کہ شفیع المذنبین سید المرسلین ﷺ نے ارشاد فرمایا "اللہ تعالیٰ نے جب مجھے پیدا کیا تو مجھے اپنی بہترین مخلوق میں رکھا۔ جب قبائل کی تخلیق فرمائی تو مجھے بہترین قبیلے میں رکھا۔ جب اجسام کو بنایا تو مجھے پیکر جمیل عطا فرمایا پھر جب گھرانوں کو پیدا فرمایا تو مجھے افضل ترین گھرانہ بخشا پس میرا گھرانہ اور میری شخصیت سب سے بہتر اور خوب تر ہے۔"

بیہقی، طبرانی اور ابو نعیم رحمہم اللہ علیہم حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول مکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا فرمایا تو ساری مخلوق میں سے اولاد آدم علیہ السلام کو شرف انتخاب بخشا۔ پھر اولاد آدم عایہ السلام میں سے اہل عرب کو منتخب فرمایا اہل عرب میں سے قبیلہ مضر کو برگزیدگی عطا فرمائی قبیلہ مضر میں سے قریش کو پسند فرمایا پھر قریش میں سے بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم میں سے مجھے چن لیا۔ پس میں شروع سے بہترین افراد و قبائل میں منتقل ہوتا آیا ہوں۔

بیہقی، طبرانی اور ابو نعیم رحمہم اللہ تعالیٰ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم رؤوف رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی دو قسمیں بنائیں اور مجھے بہترین قسم میں رکھا۔ پھر ان دو قسموں کے تین تین طبقات بنائے اور مجھے بہترین طبقہ میں رکھا پھر ان طبقات انسانی کو قبائل کی شکل دی اور مجھے بہترین قبیلے میں رکھا پھر ان قبائل کے گھرانے بنائے اور مجھے بہترین گھرانے میں رکھا اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا یہی مفہوم ہے۔

اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَ یُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْرًا

(الاحزاب۔33)

اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ پلیدی کو تم سے دور کر دے اے نبی کے گھر والو! اور تم کو پوری طرح پاک صاف کر دے۔

بیہقی اور ابن عساکر بہ سند امام مالک، امام زہری رحمہم اللہ سے اور وہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا "نسل انسانی جب بھی دو حصوں میں منقسم ہوئی اللہ تعالیٰ نے مجھے بہترین حصے میں رکھا۔ اپنے والدین کریمین کے ہاں جب میں پیدا ہوا تو میرا دامن جاہلیت کی غلیظ آلائشوں سے یکسر پاک تھا میں نکاح کے ذریعے منتقل ہوتا آیا ہوں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر میرے والدین کریمین تک کہیں بھی بدکاری نام کی کوئی چیز نہیں۔ پس اپنی ذات اور آباؤ اجداد کی عظمت کے لحاظ سے میں تم سب سے بہتر ہوں۔"

امام بیہقی رحمتہ اللہ علیہ محمد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جب اللہ تعالیٰ نے منتخب کرنے کا ارادہ فرمایا تو سب سے پہلے قدرت خداوندی کی نظر انتخاب عربوں پہ پڑی۔ پھر عربوں میں سے بنو کنانہ کو چنا پھر ان میں سے قریش کو پھر بنو ہاشم کو اور بنو ہاشم کے افراد میں سے اللہ کریم نے مجھے چن لیا۔"

بیہقی اور ابن عساکر رحمہما اللہ کے علاوہ طبرانی رحمتہ اللہ علیہ نے بھی "اوسط" میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ختم الرسل مولائے کل ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے پاس جبریل امین نے آ کر کہا۔

قَلَّبْتُ الْاَرْضَ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا فَلَمْ اَجِدْ رَجُلًا اَفْضَلَ مِنْ مُحَمَّدٍ وَلَمْ اَجِدْ بَنِيْ اَبٍ اَفْضَلَ مِنْ بَنِيْ هَاشِمٍ

میں نے روئے زمین کے مشرق و مغرب کا چپہ چپہ چھان ڈالا (اور بڑے بڑے حسن و جمال اور فضل و کمال والے دیکھے) مگر حضرت محمد عربی فداہ ابی و امی سے زیادہ حسن و جمال اور فضل و کمال والا مجھے کہیں نظر نہ آیا اور بنو ہاشم سے افضل کوئی خاندان دکھائی نہ دیا۔

ابن عساکر رحمتہ اللہ علیہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا "حضرت آدم علیہ السلام کے صلب سے لے کر میرے پورے سلسلہ نسب میں کہیں بھی بدکار عورت نہیں ہے۔ میرے باپ دادا سے مختلف خاندانوں میں مجھے پا لینے کے شوق میں آویزش کی کیفیت جاری رہی حتیٰ کہ عرب کے دو

قبیلوں بنو ہاشم اور بنو زہرہ میں سے بہترین قبیلہ میں میری ولادت ہوئی۔"

ابن مردویہ رحمتہ اللہ علیہ، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہادئ اعظم، خیر مجسم ﷺ نے ایک دفعہ قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی لَقَدْ جَآءَ کُمْ رَسُوْلٌ مِنْ اَنْفَسِکُمْ الایۃ اور انفسکم کی بجائے انفسکم یعنی فاء کی زبر کے ساتھ پڑھا اور اس کی وضاحت کرتے ہوئے ساتھ ہی ارشاد فرمایا کہ میں حسب ونسب کی پاکیزگی اور قرابتداری کی نفاست میں تم سب سے بڑھ کر ہوں۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک میرے آباء واجداد کا دامن عصمت بدکاری سے ہمیشہ پاک رہا۔ سبھی نکاح کے مقدس اور جائز طریقہ سے پیدا ہوئے۔

ابن ابی عمر العدنی رحمتہ اللہ علیہ اپنی مسند میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ تخلیق آدم علیہ السلام سے دو ہزار سال پہلے بارگاہ ایزدی میں قریش بہ شکل نور موجود تھے یہ نور اللہ تعالیٰ کی تسبیح میں مصروف رہتا تھا اس کی تسبیح سن کر ملائکہ بھی تسبیح کرنے لگتے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو اس نور کو اس کے صلب میں منتقل فرمادیا۔ رسول پاک ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے صلب آدم علیہ السلام میں زمین پر اتارا۔ پھر مجھے صلب نوح علیہ السلام میں رکھا پھر صلب ابراہیم علیہ السلام میں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ مسلسل اصلاب کریمہ اور ارحام طاہرہ میں مجھے منتقل فرماتا رہا حتی کہ مجھے میرے والدین کے ہاں پیدا فرمایا۔ میرے سلسلہ نسب میں کوئی مرد وعورت فعل بد کے مرتکب نہیں ہوئے۔

سید لولاک ﷺ کے نسب پاک کی طہارت کی ایک دلیل وہ روایت بھی ہے جو حاکم اور طبرانی رحمہم اللہ نے خریم بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کی ہے آپ بیان کرتے ہیں کہ جب حضور نبی رحمت ﷺ غزوۂ تبوک سے واپس تشریف لائے تو میں حاضر خدمت ہوا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عرض کی۔ "یارسول اللہ! میرا جی چاہتا ہے کہ آپ کی نعت پڑھوں۔" آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کے منہ کو سلامت رکھے ضرور پڑھیے۔ اجازت ملنے کے بعد حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درج ذیل نعتیہ اشعار سنائے۔

مِنْ قَبْلِهَا طِبْتَ فِی الظِّلَالِ وَ فِی   مُسْتَوْدَعٍ حَیْثُ یُخْصَفُ الْوَرَقُ

جب حضرت آدم و حوا علیہما السلام اپنے مبارک جسموں کو جنت میں پتوں سے ڈھانپ رہے تھے تو آپ اس سے بہت پہلے اس مقام جنت میں اور رحمت الٰہی کے سائے میں خوش وخرم موجود تھے۔

ثُمَّ هَبَطْتَ الْبِلَادَ لَا بَشَرٌ   أَنْتَ وَلَا مُضْغَةٌ وَلَا عَلَقٌ

پھر آپ حضرت آدم علیہ السلام کے ہمراہ زمین پر تشریف لائے۔ اس وقت آپ ﷺ نہ بشری صورت میں تھے اور نہ گوشت یا جمے ہوئے خون کی شکل میں۔

بَلْ نُطْفَةٌ تَرْكَبُ السَّفِيْنَ   أَلْجَمَ نَسْرًا وَأَهْلَهُ الْغَرَقُ

بلکہ آپ ایک جوہر کی صورت میں کشتی نوح پر سوار ہوئے اور آپ کی برکت سے نسر نامی بت کو اللہ تعالیٰ نے لگام ڈال دی اور اس کے پجاری طوفان میں غرق ہو گئے۔

تَنَقُّلُ مِنْ صَالِبٍ إِلَى رَحِمٍ   إِذَا مَضٰى عَالَمٌ بَدَا طَبَقٌ

آپ ﷺ اسی طرح اصلاب سے ارحام کی طرف منتقل ہوتے رہے کہ جب ایک دور گزرتا دوسرا شروع ہو جاتا۔

وَرَدْتَّ نَارَ الْخَلِيْلِ مُسْتَتِرًا   فِيْ صُلْبِهٖ أَنْتَ كَيْفَ يَحْتَرِقُ

جب حضرت خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کو آتش نمرود میں پھینکا گیا تو آپ ان کی پشت انور میں پوشیدہ طور پر موجود تھے بھلا آگ کی کیا مجال تھی کہ آپ کو جلا سکتی۔

حَتّٰى احْتَوٰى بَيْتَكَ الْمُهَيْمِنُ مِنْ   خِنْدَقِ عَلْيَاءَ تَحْتَهَا النُّطُقُ

یہاں تک کہ نگہبان پروردگار نے آپ کے گھر کی حفاظت ایسی گہری خندق سے فرمائی جہاں آپ نے کھڑے ہو کر بشارتیں سنائیں۔

وَأَنْتَ لَمَّا وُلِدْتَّ اَشْرَقَتِ   الْأَرْضُ وَضَاءَ تْ بِنُوْرِكَ الْأُفُقُ

جب آپ کی ولادت مبارکہ ہوئی تو زمین کا گوشہ گوشہ چمک اٹھا اور آپ کے نور سے آفاق عالم منور ہو گئے۔

فَنَحْنُ فِيْ ذَالِكَ الضِّيَاءِ وَ فِي   النُّوْرِ وَسُبُلِ الرَّشَادِ يَخْتَرِقُ

پس ہم آپ ﷺ کی تعلیمات کی ضیا پاشیوں اور نورانی کرنوں کے طفیل راہ ہدایت پر گامزن ہیں۔

بیہقی اور ابن عساکر رحمہما اللہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا۔ "جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو انہیں ان کی اولاد دکھائی۔ آپ دیکھتے رہے کہ سب لوگ فضائل و مراتب میں متفاوت ہیں پھر آپ نے آخر میں ایک درخشاں نور دیکھا پوچھا۔ یَا رَبِّ مَنْ هٰذَا؟ پروردگار! یہ کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

هٰذَا ابْنُكَ اَحْمَدُ وَ هُوَ اَوَّلُ وَ هُوَ آخِرُ وَهُوَ اَوَّلُ شَافِعٍ

"یہ تمہارے فرزند ارجمند احمد ﷺ ہیں جو اول بھی ہیں اور آخر بھی اور قیامت کے

دن سب سے پہلے شفاعت فرمائیں گے۔"

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کی اس نسبی فضیلت میں آپ کے نبی برحق ہونے کا ثبوت بھی موجود ہے کیونکہ یہ واضح بات ہے کہ نبوت بذات خود ایک قسم کی حکمرانی اور جہاں بانی ہے اور حکمران وہی لوگ ہوتے ہیں جو عظیم حسب و نسب کے مالک ہوں۔ کیونکہ نسبی فضیلت رعایا کو مطیع و فرمانبردار بنانے میں زیادہ کارگر ثابت ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ ہرقل نے ابوسفیان سے حضور نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں یہ سوال کیا تھا کہ آپ کا نسب کیا ہے؟ ابوسفیان نے کہا تھا کہ آپ ذی شان نسب والے ہیں تو ہرقل نے کہا کہ انبیاء کرام ہمیشہ اپنی قوم میں بہترین نسب والے ہوتے ہیں۔

باب

حضرت عبدالمطلب کا خواب

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ ابو بکر بن عبداللہ بن ابوالجہم سے وہ اپنے والد سے اور وہ بھی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو طالب کو حضرت عبدالمطلب کا یہ خواب بیان کرتے سنا۔

"میں حطیم کعبہ میں سو رہا تھا۔ میں نے ایک ڈراؤنا خواب دیکھا اور سخت گھبرا گیا قریش کی ایک کاہنہ کے پاس آکر اسے بتایا کہ آج رات میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ ایک درخت اگا اور اگ کر پھیلتا چلا گیا۔ اس قدر پھیلا کہ ایک طرف اس کی شاخیں آسمان سے باتیں کرنے لگیں تو دوسری جانب مشرق و مغرب میں پھیل گئیں۔ اس سے نور کی ایسی شعاعیں پھوٹ رہی تھیں جو میں نے پہلے کبھی نہ دیکھی تھیں جن کی روشنی سورج کی روشنی سے ستر گنا فزوں تر تھی۔ عرب و عجم اس کے سامنے سر افگندہ تھے۔ اس کی عظمت و رفعت اور نور و ضیاء میں ہر آن اضافہ ہو رہا تھا۔ کبھی یہ شجر نور نظر آتا اور کبھی اوجھل ہو جاتا۔ میں نے دیکھا کہ کچھ قریشی اس کی شاخوں سے چمٹے ہوئے ہیں جبکہ چند ایک اسے کاٹنے میں کوشاں ہیں۔ یہ لوگ جب اس کے قریب پہنچے تو ایک نوجوان نے انہیں اپنی گرفت میں لے لیا۔ اتنا معطر اور حسین و جمیل نوجوان میں نے کبھی نہ دیکھا۔ وہ ان کی کمر توڑتا اور آنکھیں پھوڑتا جاتا اس شجر نور سے حصول فیض کی غرض سے میں نے بھی ہاتھ بڑھا دیا مگر بے سود۔ میں نے پوچھا یہ کس کا نصیبہ ہے؟ جواب ملا جو اس سے چمٹ گئے اور تجھ سے سبقت لے گئے وہی اپنا حصہ وصول کر گئے۔ یہ سب کچھ دیکھنے کے بعد میں سخت گھبراہٹ کے عالم میں بیدار ہو گیا۔" میں نے دیکھا کہ خواب سنتے ہی کاہنہ کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ بولی۔

تمہارا خواب سچا ہے تمہاری اولاد میں ایسا ذی شان شخص پیدا ہوگا، مشرق و مغرب جس کے زیر نگیں ہوں گے اور لوگ جس کے پیروکار اور فرمانبردار ہوں گے۔ مشرق و مغرب جس کے زیر نگیں ہوں گے اور لوگ جس کے پیروکار اور فرمانبردار ہوں گے۔ حضرت عبد المطلب ابو طالب سے کہتے کہ میرا خیال ہے وہ مولود مسعود تم ہی ہو۔ بعثت نبوی کے بعد ابو طالب یہی خواب سنایا کرتے اور کہتے "اللہ کی قسم! وہ شجر مبارک ابو القاسم الامین (نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم) ہیں۔" آپ سے پوچھا جاتا کہ پھر آپ ایمان کیوں نہیں لاتے تو کہتے قوم کی ملامت کے خوف اور شرم و حیا کی وجہ سے ہے۔(1)

باب

ایام حمل میں ظاہر ہونے والے معجزات

حاکم، بیہقی، طبرانی اور ابو نعیم رحمہم اللہ علیہم مسور بن مخرمہ کے غلام ابو عون کی سند سے مسور بن مخرمہ سے وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور وہ اپنے والد گرامی مرتبت سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد المطلب نے بتایا کہ ہم موسم سرما میں سفر کرتے ہوئے یمن آپہنچے۔ میں ایک یہودی عالم کے پاس ٹھہر گیا۔ کتاب زبور کو ماننے والے ایک شخص نے مجھ سے پوچھا آپ کا تعلق کس خاندان سے ہے؟ میں نے کہا قریش سے۔ اس نے مزید پوچھا قریش کی کس شاخ سے؟ میں نے کہا بنو ہاشم سے۔ تو وہ بولا اجازت ہو تو میں تمہارے بدن کا کچھ حصہ دیکھ لوں۔ میں نے کہا شرمگاہ کے علاوہ دیکھ سکتے ہو۔ اس نے میری ناک کے ایک سوراخ کو کھل کر دیکھا پھر دوسرے سوراخ میں نظر ڈال کر کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ تمہارے ایک ہاتھ میں بادشاہی اور دوسرے ہاتھ میں نبوت ہے۔ اور یہ سب کچھ میں دیکھ رہا ہوں۔ ایک روایت میں ہے

1۔ حضرت ابو طالب کے ایمان کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس مسئلہ کے بارے میں حضرت علامہ سید محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عبارت انتہائی مفید اور بصیرت افروز ہے۔ مسئلة اسلامه خلافية ... ثم انه على القول بعدم اسلامه لاينبغى سبه والتكلم فيه بفضول الكلام فان ذلك مما يتاذى به العلويون بل لا يبعد ان يكون مما يتاذى به النبى عليه الصلوة والسلام الذى نطقت الاية بناء على هذه الروايات بحبه اياه والاحتياط لا يخفى على ذى فهم

لاجل عين الف عين تكرم

ترجمہ:۔ حضرت ابو طالب کے ایمان کا مسئلہ اختلافی ہے۔ اور جو لوگ آپ کے ایمان کے قائل نہیں ان کے لئے بھی مناسب نہیں کہ وہ آپ کے متعلق نازیبا الفاظ استعمال کریں اس طرح علوی حضرات کو تکلیف پہنچے گی بلکہ عین ممکن ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو بھی اذیت پہنچے۔ ہر عقلمند جانتا ہے کہ ایسے نازک مواقع پر احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہئے کیونکہ ایک آنکھ کی خاطر ہزاروں آنکھوں کا احترام کیا جاتا ہے۔

کہ اس شخص نے کہا کہ یہ چیز تو بنو زہرہ میں ہونی چاہئے تھی مگر یہ تمہارے اندر کیسے آ گئی؟ میں نے کہا مجھے کوئی پتہ نہیں اس نے کہا کیا تمہاری شاعہ ہے؟ میں نے کہا شاعہ کا کیا مطلب ہے کہنے لگا یعنی بیوی۔ میں نے اسے بتایا کہ ابھی تک میں نے شادی نہیں کی۔ بولا جب تم واپس جاؤ تو بنو زہرہ میں شادی کر لو۔ حضرت عبدالمطلب جب مکہ واپس آ گئے تو ہالہ بنت وہب بن عبد مناف سے شادی کر لی جس سے حمزہ اور صفیہ پیدا ہوئے اور ان کے بیٹے حضرت عبداللہ نے آمنہ بنت وہب سے شادی کی جن کے ہاں اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی اسی لئے قریش کہا کرتے تھے کہ حضرت عبداللہ نے اپنے والد پر فوقیت حاصل کر لی۔

اسی روایت کو ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے حمید بن عبد الرحمٰن سے اور انہوں نے اپنے والد سے نقل کیا ہے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ طبقات میں جعفر بن عبد الرحمٰن بن مسور بن مخرمہ سے وہ اپنے والد اور وہ بھی اپنے والد سے یہی روایت نقل کرتے ہیں۔ تاہم اس میں یہ بھی ہے کہ جب اس شخص نے حضرت عبدالمطلب کی ناک کے بال دیکھے تو کہنے لگا۔ میں نبوت اور بادشاہی دیکھ رہا ہوں اور ان دونوں میں سے ایک چیز بنو زہرہ میں ہوگی۔ اس روایت کے آخر میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبوت اور خلافت بنو عبدالمطلب میں رکھ دی ہے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ کے والد گرامی حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب اپنے مکان میں آئے۔ جسم پر گرد و غبار کے نشانات تھے راستے میں لیلیٰ عدویہ کے پاس سے گزرے۔ لیلیٰ نے جونہی آپ کی پیشانی کی زیارت کی تو آپ کو اپنی طرف بلا لیا۔ کہنے گی اگر آپ مجھ سے جنسی خواہش پوری کر لیں تو میں آپ کو سو اونٹ دوں گی۔ حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب نے (اسے ٹالنے کے لئے) کہا کہ میں ذرا یہ مٹی جھاڑ لوں پھر تیرے پاس آ جاؤں گا پھر آپ اپنی زوجہ محترمہ حضرت آمنہ بنت وہب کے پاس گئے اور عمل زوجیت کر لیا، جس سے نبی مکرم رسول محتشم ﷺ کا حمل مبارک استقرار پا گیا پھر لیلیٰ سے ملاقات ہوئی تو پوچھا کیا ابھی تک تمہاری خواہش باقی ہے؟ کہنے لگی نہیں۔ آپ نے فرمایا کیوں؟ بولی۔ کیونکہ جب آپ میرے پاس سے گزرے تھے تو آپ کی پیشانی میں ایک نور چمک رہا تھا مگر اب جو لوٹ کے آئے ہو تو وہ نور آمنہ نے چھین لیا ہے ایک روایت کے یہ الفاظ ہیں کہ آپ اندر گئے تو آپ کے پاس نور تھا۔ باہر آئے تو وہ نور موجود نہیں۔ اور اگر واقعی آپ آمنہ کے پاس گئے ہیں تو یقیناً وہ شہنشاہ کونین کو جنم دے گی۔

ابو نعیم خرائطی اور ابن عساکر رحمہم اللہ بہ سند عطاء حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبدالمطلب اپنے بیٹے کو ساتھ لئے مناسب رشتہ کی تلاش میں نکلے یمن کے قصبہ تبالہ کی ایک یہودن کاہنہ کے پاس سے گزرے جس نے بہت سی کتابوں کا مطالعہ کر رکھا تھا اور اس کا نام فاطمہ بنت مر خثعمیہ تھا۔ اس نے جب حضرت عبداللہ کے چہرے میں نور نبوت چمکتا دیکھا تو آپ سے کہنے لگی جوان! اگر مجھ سے اب مباشرت کرتے ہو تو میں تمہیں سو اونٹ دوں گی۔ حضرت عبداللہ نے فرمایا۔

أَمَّا الْحَرَامُ فَالْمَمَاتُ دُوْنَهُ وَالْحِلُّ لَاحِلَّ فَاسْتَبِيْنَهُ

فعل حرام کے ارتکاب سے پہلے مر جانا بہتر ہے اور کسی جائز کام کو بھی میں اس وقت تک حلال و جائز نہیں سمجھتا جب تک اس کی حلت کی پوری تحقیق اور پہچان نہ کرلوں۔

فَكَيْفَ لِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ تَبْغِيْنَهُ يَحْمِي الْكَرِيْمُ عِرْضَهُ وَ دِيْنَهُ

جس فعل شنیع کا تم مجھ سے مطالبہ کر رہی ہو بھلا میں اس کا ارتکاب کیسے کر سکتا ہوں کریم النفس اور باعزت شخص ہمیشہ اپنی ناموس اور اپنے دین کی حفاظت کرتا ہے۔

پھر آپ اپنے والد گرامی کے ساتھ چلے گئے۔ انہوں نے آپ کو حضرت آمنہ بنت وہب کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک کر دیا۔ حضرت عبداللہ ان کے پاس تین دن ٹھہرے پھر مذکورہ خثعمیہ سے ملے تو اس نے پوچھ لیا کہ اس کے بعد آپ نے کیا کیا۔ آپ نے بتایا کہ میرے والد نے آمنہ بنت وہب سے میری شادی کر دی اور میں اس کے پاس تین دن ٹھہرا۔ یہ سن کر وہ کاہنہ بولی میں کوئی بدکار عورت نہیں ہوں۔ میں نے تو آپ کے چہرے میں ایک نور دیکھا تھا۔ میں نے چاہا تھا کہ وہ نور مجھ میں منتقل ہو جائے مگر رب کو جہاں منظور تھا منتقل کر دیا۔ پھر اس نے مندرجہ ذیل اشعار پڑھے۔

إِنِّيْ رَأَيْتُ مُخِيْلَةً لَمَعَتْ فَتَلَأْ لَأَتْ بِخَاتِمِ الْقَطْرِ

میں نے ایک بادل دیکھا جس میں بجلی چمک رہی تھی پھر موسلادھار بارش ہوئی۔

ظُلْمًا بِهَا نُوْرٌ يُضِيْئُ لَهُ مَاحَوْلَهُ كَإِضَاءَ ةِ الْبَدْرِ

بادلوں کے امڈ آنے کی وجہ سے گھٹاٹوپ تاریکی چھا گئی جس میں ایسا نور چمکا جس نے چودھویں کے چاند کی طرح گردو پیش کو روشن کر دیا۔

وَرَجَوْتُهُ فَخْرًا اَبُوْءُ بِهِ مَاكُلُّ قَادِحٍ زَنْدَهُ يُوْرِيْ

میں اس کی طرف اس لئے مائل ہوئی کیونکہ مجھے امید تھی کہ میں اس فخر و عزت کو

پالوں گی۔ مگر چقماق سے آگ جلانے والے ہر شخص کی آگ تو نہیں جلا کرتی یعنی ہر آرزو پایہ تکمیل تک نہیں پہنچتی۔

لِلّٰہِ مَازَهْرِيَّةٌ سَلَبَتْ ثَوْبَيْكَ اسْتَلَبَتْ وَمَا تَدْرِيْ

زہے نصیب! بنو زہرہ کی عورت نے آپ کی عزت و کرامت کو حاصل کر لیا ہے اور اسے معلوم نہیں کہ یہ بات اس کے لئے کس درجہ باعث فخر و مباہات اور موجب عزو افتخار ہے۔

فاطمہ نے مزید کہا

بَنِي هَاشِمٍ قَدْ غَادَرَتْ مِنْ أَخِيْكُمْ أَمِيْنَةُ إِذْ لِلُبَّاهُ يَعْتَلِجَانُ

اے بنو ہاشم! تمہارے خاندان کے ایک فرد کو آمنہ نے اس طرح کر دیا ہے کہ اس کے قلب و دماغ بے چینی و اضطراب کی کیفیت سے دوچار ہیں۔

كَمَا غَادَرَ الْمِصْبَاحُ بَعْدَ خَبْوِهٖ فَتَائِلَ قَدْ مُيِّثَتْ لَهٗ بِدَهَانٍ

جیسے چراغ بجھ جانے کے بعد ایسی بتیاں رہ جاتی ہیں جنہیں چراغ جلانے کی خاطر ہی تیل میں ڈبویا گیا تھا۔

وَمَا كُلُّ مَايَحْوِى الْفَتٰى مِنْ تَلَادِهٖ بِحَزْمٍ وَلَا مَافَاتَهٗ لِتَوَانِيْ

ایک شخص کے پاس جو مال و متاع جمع ہوتا ہے ضروری نہیں کہ وہ سب اس کی ہمت و حوصلے اور جدوجہد کا ثمرہ ہو اور جو مال وہ کما نہ سکا، ضروری نہیں کہ اس کی وجہ اس کی دوں ہمتی اور پست حوصلگی ہو۔

فَاجْمِلْ إِذَا طَالَبْتَ أَمْراً فَإِنَّهٗ سَيَكْفِيْكَهٗ جَدَّانِ يَصْطَرِعَانِ

جب تم کسی چیز کی تلاش میں نکلو تو جذباتی اور جوشیلے انداز کی بجائے صبر و سکون کے ساتھ مصروف جدوجہد رہو۔ دو قسم کی متضاد صورتیں تمہارے لئے کافی ہوں گی۔

سَيَكْفِيْكَهٗ اِمَّا يَدٌ مُقْفَلَةٌ وَاِمَّا مَبْسُوْطَةٌ بِبَنَانٍ

یا تو باندھا ہوا ہاتھ تمہارے لئے کافی ہوگا یا پھر کشادہ ہاتھ جو مصروف جود و عطا ہو۔

وَلَمَّا قَضَتْ مِنْهُ اٰمِنَةُ مَا قَضَتْ نَبَا بَصَرِيْ عَنْهُ وَكَلَّ لِسَانِيْ

اور جب آمنہ کی آرزو پوری ہو گئی تو میری نگاہ شوق از خود ادھر سے پھر گئی اور میری زبان اظہار مدعا سے عاجز و درماندہ رہ گئی۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ ہشام بن کلبی سے اور وہ ابو الفیاض خثعمی سے معضلاً یہی روایت نقل

کرتے ہیں۔ تاہم اس میں یہ بھی ہے کہ جب حضرت عبداللہ کی فاطمہ سے دوبارہ ملاقات ہوئی تھی تو آپ نے پوچھا تھا تم نے جو بات کی تھی اب تمہارا کیا خیال ہے؟ تو اس نے کہا (قَدْ کَانَ ذَاکَ مَرَّةً فَالْیَوْمَ لَا) کبھی یہ بات تھی مگر آج نہیں پھر فاطمہ کی یہ بات عربوں میں ضرب المثل بن گئی۔ اس روایت کے آخر میں ہے کہ فاطمہ نے حضرت عبداللہ کو جو پیشکش کی تھی اس کے بارے میں جب قریش کے نوجوانوں کو علم ہوا تو انہوں نے اس کا ذکر فاطمہ کے سامنے کیا تو اس نے مندرجہ بالا اشعار پڑھے تھے۔ اس روایت میں اَقَامَ عِنْدَھَا ثَلَاثًا (آپ اس کے پاس تین دن ٹھہرے) کے بعد یہ بھی لکھا ہے کہ بیوی کے ہاں تین دن ٹھہرنا اہل عرب کا دستور تھا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے وہب بن جریر بن حازم نے خبر دی وہ کہتے ہیں کہ مجھے والد صاحب نے بتایا کہ میں نے سنا کہ ابویزید مدنی کہہ رہے تھے۔

"مجھے بتایا گیا کہ حضرت عبداللہ خثعمی عورت کے پاس آئے تو اس نے آپ کی پیشانی میں نور چمکتا دیکھا جو آسمان تک پھیلا ہوا تھا۔ اس نے پوچھا۔ کیا آپ مجھ میں رغبت رکھتے ہیں۔ آپ نے کہا ہاں مگر میں پہلے شیطان کو کنکریاں مارلوں آپ گئے اور رمی جمار کرنے کے بعد اپنی بیوی آمنہ کے پاس آئے۔ بعد ازاں خثعمی عورت کی یاد آئی اور اس کے پاس چلے گئے اس نے پوچھا میرے پاس سے چلے جانے کے بعد کیا آپ کسی عورت کے پاس گئے ہیں۔ آپ نے کہا ہاں اپنی بیوی آمنہ کے پاس۔ تو وہ بولی اب مجھے آپ سے کوئی حاجت نہیں۔ جب آپ یہاں سے گزرے تھے تو آپ کی آنکھوں کے درمیان ایک نور چمک رہا تھا جو آسمان تک پھیلا ہوا تھا جب آپ آمنہ کے پاس گئے تو وہ نور منتقل ہو گیا۔ اب جا کر انہیں آگاہ کر دیں کہ وہ ایسے بچے کی ماں بن چکی ہیں جو روئے زمین کے تمام لوگوں سے بہتر اور افضل ہو گا۔ اس روایت کو ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل کیا ہے۔

بیہقی، ابو نعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ بہ سند عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ خثعم قبیلہ کی ایک حسین و جمیل عورت حج وغیرہ کے مواقع پر چل پھر کر عصمت فروشی کا مکروہ دھندا کیا کرتی تھی ایک دفعہ وہ حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کے پاس آئی آپ کو دیکھا تو از حد حیرت زدہ ہوئی اور اپنی جان آپ کے سامنے پیش کر دی۔ آپ نے کہا۔ ذرا ٹھہر، میں آتا ہوں۔ آپ سیدھے اپنی بیوی آمنہ کے پاس گئے اور عمل زوجیت کر لیا۔ جس کے باعث نبی کریم ﷺ کا حمل مبارک استقرار پا گیا۔ پھر جب خثعمی عورت کے پاس آئے تو وہ بولی تم کون ہو؟ آپ نے کہا میں وہی تو ہوں جو تم سے وعدہ کر گیا تھا۔ کہنے لگی

نہیں تم وہ نہیں ہو۔ اگر تم وہی ہوتے تو تمہاری آنکھوں کے درمیان نور ہوتا جو میں نے پہلے دیکھا تھا مگر اب مجھے نظر نہیں آرہا ہے۔

بیہقی اور ابو نعیم ابن شہاب رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ انتہائی خوش منظر اور خوبصورت نوجوان تھے۔ ایک دفعہ آپ قریش کی عورتوں کے پاس سے گزرے تو ایک عورت نے کہا تم میں جو کوئی خوش نصیب عورت اس جوان سے شادی کرے گی تو وہ اپنے دامن امید میں وہ نور سمیٹ لے گی جو اس کی پیشانی میں چمک رہا ہے۔ بے شک مجھے اس کی آنکھوں کے درمیان نور چمکتا دکھائی دے رہا ہے۔ بعد ازاں حضرت آمنہ نے آپ سے شادی کر لی تو انہیں رسول پاک ﷺ کی ماں بننے کا شرف حاصل ہوا۔

ابن سعد اور ابن عساکر، حضرت عروہ رحمہم اللہ اور دیگر اصحاب سے روایت کرتے ہیں کہ ورقہ بن نوفل کی بہن قتیلہ بنت نوفل ایک کہانت پیشہ عورت تھی۔ ایک دفعہ حضرت عبداللہ اس کے پاس سے گزرے تو وہ آپ کے دامن سے چمٹ گئی اور آپ کو جنسی خواہش پوری کرنے کی دعوت دی۔ آپ نے اس کی دعوت کو ٹھکرا دیا اور کہا میں ابھی آتا ہوں آپ فوراً وہاں سے چلے اور سیدھے آمنہ کے پاس آئے اور مباشرت کر لی جس سے رسول پاک ﷺ کا حمل مبارک استقرار پا گیا پھر آپ واپس آئے تو قتیلہ کو چشم براہ پایا۔ پوچھا کیا اب بھی تمہاری پیشکش باقی ہے؟ بولی نہیں جب تم یہاں سے گزرے تھے تو تمہارے چہرے میں نور چمک رہا تھا مگر اب جو لوٹ کے آئے ہو تو وہ نور موجود نہیں ہے۔ ایک روایت کے الفاظ کا مفہوم اس طرح ہے کہ جب تم گزرے تھے تو گھوڑے کی چمکدار پیشانی کی طرح تمہاری پیشانی بھی چمک رہی تھی مگر اب جو لوٹ کے آئے ہو تو وہ چمک دمک نظر نہیں آرہی ہے۔

ابن سعد اور ابن عساکر بہ سند کلبی، حضرب ابو صالح رحمہم اللہ اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جس عورت نے حضرت عبداللہ کو یہ پیشکش کی تھی وہ ورقہ بن نوفل کی ہمشیرہ تھی۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ واقدی سے وہ علی بن یزید سے وہ عبداللہ بن وہب بن زمعہ سے وہ اپنے والد سے اور وہ اپنی پھوپھی سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتی ہیں کہ ہم سنا کرتے تھے جب رسول کریم ﷺ کا حمل مبارک بطن آمنہ میں قرار پذیر ہوا تو آپ فرماتی تھیں کہ مجھے پتہ ہی نہ چلا کہ میں حاملہ ہو گئی ہوں نہ مجھے کوئی بوجھ محسوس ہوا جو ان حالات میں دوسری عورتوں کو محسوس ہوا کرتا ہے مجھے صرف اتنا معلوم ہوا کہ میرے ایام ماہواری بند ہو گئے ہیں۔ اور پہلے بھی

اکثراس طرح ہوتا تھا کہ حیض آنا بند ہو جاتا پھر آنے لگ جاتا تھا۔ایک روز میں خواب اور بیداری کے بین بین تھی کہ کوئی آنے والا میرے پاس آیااور اس نے پوچھا کیا تجھے معلوم ہے کہ تو حاملہ ہو گئی ہے؟ میں نے کہا نہیں پھر اس نے بتایا کہ تیرے بطن میں اس امت کا سردار اور نبی تشریف فرما ہے۔ جس دن یہ واقعہ پیش آیا وہ سوموار کا دن تھا کچھ عرصہ اسی طرح گزر گیا پھر جب ولادت کا وقت قریب آیا تو وہی شخص آیااور اس نے آکر کہا۔قُوْلِی اُعِیْذُہٗ بِالْوَاحِدِ مِنْ شَرِّ کُلِّ حَاسِدٍ "یہ کہو کہ میں اللہ واحد سے اس کے لئے ہر حاسد کے شر سے پناہ مانگتی ہوں۔" پھر میں یہی کلمات دہراتی رہتی۔اس واقعہ کا ذکر میں نے دوسری عورتوں سے کیا تو انہوں نے کہا کہ اپنے بازوؤں اور گلے میں لوہا پہن لو۔ آپ فرماتی ہیں کہ میں نے ان کے مشورہ کے مطابق لوہا پہن لیا مگر چند دن بعد وہ لوہا ٹوٹ گیا پھر میں نے لوہا پہننا چھوڑ دیا۔

ابن سعد، زہری رحمہم اللہ تعالیٰ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت آمنہ نے کہا کہ زمانہ حمل سے لے کر ولادت باسعادت تک مجھے کسی قسم کی کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ، ابو جعفر محمد بن علی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت آمنہ کو زمانہ حمل کے دوران یہ حکم دے دیا گیا تھا کہ آپ کا نام احمد رکھا جائے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ بریدہ اور ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت آمنہ نے ایک خواب دیکھا جس میں آپ سے کہا گیا کہ آپ کے بطن میں ساری مخلوق سے افضل اور تمام جہانوں کا سردار تشریف فرما ہو گیا ہے۔جب اس کی ولادت ہو تو اس کا نام احمد اور محمد رکھنا۔اور یہ صحیفہ اس کے زیب گلو کر دینا جب آپ بیدار ہوئیں تو ایک صحیفہ آپ کے سرہانے موجود تھا جس پر سنہری حروف میں یہ عبارت لکھی ہوئی تھی۔

اُعِیْذُہٗ بِالْوَاحِدِ مِنْ شَرِّ کُلِّ حَاسِدٍ وَ کُلِّ خَلْقٍ رَائِدٍ مِنْ قَائِمٍ وَقَاعِدٍ عَنِ السَّبِیْلِ عَانِدٍ عَلَی الْفَسَادِ جَاھِدٍ، مِنْ نَافِثٍ اَوْعَاقِدٍ وَ کُلِّ خَلْقٍ مَارِدٍ یَاْخُذُ بِالْمَرَاصِدِ فِیْ طُرُقِ الْمَوَارِدِ اَنْھَاھُمْ عَنْہُ بِاللّٰہِ الْاَعْلٰی وَاَحُوْطُہٗ مِنْھُمْ بِالْیَدِالْعُلْیَا وَالْکَفِّ الَّذِیْ لَایُرٰی یَدُاللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ وَحِجَابُ اللّٰہِ دُوْنَ عَادِیْھِمْ لَایَطْرِدُوْہُ وَلَایَضُرُّوْہُ فِیْ مَقْعَدٍ وَلَا مَنَامٍ وَلَا مَسِیْرٍ وَلَامَقَامٍ اَوَّلَ اللَّیَالِیْ وَ آخِرَ الْاَیَّامِ

میں اس کو خدائے واحد کی پناہ میں دیتی ہوں ہر حاسد اور جاسوس کے شر سے کھڑے ہوئے اور بیٹھے ہوئے سے، راہ راست سے برگشتہ اور فساد پہ کمربستہ سے، پھونکیں

مار کر اور گرہیں لگا کر جادو کرنے والے سے اور ہر قسم کی سرکش مخلوق سے جو گزرگاہوں پر گھات لگا کر بیٹھتی ہے۔ میں اسے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دے کر تمام مخلوق کے شر کو روکتی ہوں اور اسی کے غیبی دست عظمت نشان کے سپرد کرتی ہوں اللہ کا ہاتھ ان لوگوں کی دست درازیوں سے کہیں زیادہ فائق ہے اور ان کی فتنہ سامانیوں اور عداوتوں کے سامنے نصرت خداوندی کی آڑ اور رکاوٹ ہے جسے نہ یہ ہٹا سکیں گے اور نہ کوئی ضرر پہنچا سکیں گے بیٹھتے یا سوتے میں، چلتے ہوئے یا ٹھہر کر، دن رات کے اگلے یا پچھلے پہر الغرض کسی لمحے بھی وہ تائید ایزدی کے مضبوط حصار میں شگاف نہ ڈال سکیں گے۔

حضور نبی کریم ﷺ کے والد ماجد کی وفات اور عمر کا بیان

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ محمد بن کعب وغیرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک صاحب لولاک ﷺ کے والد ماجد نے شام کے تجارتی سفر سے واپسی پر مدینہ منورہ میں وصال فرمایا۔ اس وقت آپ ﷺ اپنی والدہ کے بطن مبارک میں تھے۔ بروز وصال حضرت عبداللہ کی عمر پچیس سال تھی۔ واقدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ آپ کی وفات اور عمر کے متعلق یہی صحیح اور قابل اعتماد روایت ہے۔

نوٹ:۔ واقدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ہمارے نزدیک اور جملہ اہل علم کے نزدیک یہ بات مشہور ہے کہ رسول پاک ﷺ کے علاوہ حضرت آمنہ اور حضرت عبداللہ کے ہاں کوئی اولاد نہ ہوئی۔

باب

سال ولادت میں اصحاب فیل کو ہلاک کرنے کا اصل سبب نبی کریم ﷺ کی عزت افزائی اور آپ کے شہر مقدس کی تعظیم و توقیر ہے

ابن سعد، ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر رحمہم اللہ ابو جعفر محمد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ اصحاب فیل نصف محرم میں حملہ آور ہوئے تھے یہ واقعہ ولادت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے پچاس راتیں قبل پیش آیا تھا۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب اصحاب فیل مکہ مکرمہ کے قریب پہنچے تو حضرت عبدالمطلب ان کے پاس گئے اور ان کے بادشاہ سے کہا۔ آپ خود ہمارے پاس کیوں آئے ہیں۔ آپ نے ایسا کیوں نہ کیا کہ کسی کو بھیج دیتے اور ہم تمہاری ہر فرمائش پوری کر دیتے۔ بادشاہ بولا۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ جو اس گھر میں داخل ہو جائے وہ بے خوف ہو جاتا ہے۔ میرے یہاں آنے کا مقصد یہاں کے لوگوں کو خوفزدہ کرنا ہے۔ آپ نے اسے (صلح پر آمادہ کرنے کی خاطر) مزید کہا کہ تم جو کچھ چاہتے ہو ہم حاضر کئے دیتے ہیں مگر اب لوٹ جاؤ۔ مگر وہ پیکر نخوت و غرور بیت اللہ میں داخل ہونے پر مصر رہا۔ اور پھر اس نے خانہ کعبہ کی جانب پیش قدمی شروع کر دی۔ حضرت عبدالمطلب پیچھے رہ گئے آپ ایک پہاڑ پر چڑھ گئے اور کہا میں بیت اللہ اور اس کے مکینوں کی ہلاکت کا منظر نہیں دیکھ سکتا۔ پھر کہنے لگے۔ اے اللہ! ہر معبود کی نشست گاہ ہوا کرتی ہے پس تو اپنے اس مہبط انوار اور مرکز تجلیات کی حفاظت فرما۔ یہ لوگ تیری قدرت کو کبھی مغلوب نہیں کر سکتے۔ اے اللہ! اگر تو اپنی قدرت کا کرشمہ دکھانا چاہتا ہے تو ان کے خلاف مناسب کارروائی کا حکم صادر فرما۔

اسی اثناء میں سمندر کی جانب سے بادل کیا اٹھا کہ اصحاب فیل پر ابابیل پرندے چھا گئے (وہ ہاتھیوں پر کنکریاں پھینکتے تو) ہاتھی چنگھاڑتے اور شور مچا دیتے بالآخر ان سب کو کھائے ہوئے بھوسہ کی طرح بنا ڈالا۔

سعید بن منصور اور بیہقی رحمہما اللہ فرمان الٰہی طیراً ابابیل کی تفسیر میں حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سمندر کی جانب سے ایسے پرندے ظاہر ہوئے جن کے سر درندوں کی مثل تھے۔ ایسے خوفناک پرندے نہ پہلے اور نہ کبھی بعد میں دیکھے گئے اصحاب فیل کی جلد کو انہوں نے چیچک زدہ کر دیا اور یہ پہلا موقع تھا کہ چیچک کی بیماری کو ہم نے دیکھا۔

عبید بن عمیر لیثی سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اصحاب فیل کو تباہ و برباد کرنا چاہا تو ان پر سیاہ و سفید داغوں والے ابابیل بھیجے جو سمندر کی طرف سے اڑ کر آئے۔ ہر پرندہ تین کنکریاں اٹھائے ہوئے تھا۔ ایک چونچ میں اور دو پنجوں میں۔ پھر یہ ابابیل قطار در قطار ان پر چھا گئے اور چیختے چلاتے ان پر چونچ اور پاؤں کی کنکریوں سے سنگباری کرنے لگے۔ جس آدمی پر کنکری گرتی اس کے آرپار ہو جاتی تھی۔ سر پر لگتی تو سرین سے جا نکلتی، جسم کے ایک طرف لگتی تو دوسری طرف جا نکلتی۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سخت تند و تیز آندھی بھیجی جس سے ان کے پاؤں ڈگمگا گئے اور ٹانگیں لڑکھڑا گئیں۔ آخر کار وہ سب تباہ و برباد ہو گئے۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب اصحاب فیل آکر صفاح کے مقام پر اترے تو حضرت عبد المطلب ان کے پاس گئے اور کہا یہ اللہ کا گھر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر کبھی کسی کو غالب نہیں ہونے دیا۔ وہ بولے ہم اسے گرا کر ہی دم لیں گے۔ جب وہ کسی ہاتھی کو آگے بڑھاتے تو وہ پیچھے ہٹ جاتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ابابیل بھیجے اور ہر ایک کو کالی کنکریاں دیں جن پر مٹی بھی لگی ہوئی تھی یہ ابابیل جونہی ان کے سروں کی سیدھ میں پہنچے تو کنکریاں برسانی شروع کر دیں جس سے وہ سب مر گئے۔ اگر کوئی بچ گیا تو اسے خارش کی بیماری لگ گئی۔ جب جسم کو کھجلاتا تو گوشت کٹ کر گرنے لگتا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اصحاب فیل کے پاس کئی ہاتھی تھے۔ جب کسی ہاتھی کو آگے بڑھایا جاتا تو اسے پتھر آلگتا۔ جس سے سارے ہاتھی بدک کر پسپا ہو جاتے۔

باب

چاہ زمزم کو کھودتے وقت حضرت عبد المطلب کے ہاتھوں حیرت انگیز باتوں کا ظاہر ہونا

ابن اسحاق اور بیہقی رحمہما اللہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد المطلب حطیم کعبہ میں آرام فرما رہے تھے کہ کسی نے خواب کے عالم میں کہا۔ برہ کو کھودو۔ آپ نے پوچھا برہ کیا ہے؟ تو وہ غائب ہو گیا۔ اگلے دن آپ اسی جگہ پھر محو خواب تھے کہ کسی نے آکر کہا مضنونہ کو کھودو۔ آپ نے پوچھا۔ مضنونہ کیا ہے؟ تو پھر وہ چلا گیا۔ تیسرے دن بھی جب آپ اسی جگہ استراحت فرما تھے تو اس نے عالم خواب میں کہا۔ طیبہ کو کھودو۔ آپ نے حسب سابق یہی پوچھا کہ طیبہ کیا ہے؟ پھر وہ چلا گیا۔ چوتھے دن جب آپ وہیں سو رہے تھے تو پھر اس نے آکر کہا۔ زمزم کو کھودو۔ آپ نے پوچھا کہ زمزم کیا ہے؟ جواب ملا کہ زمزم ایسا کنواں ہے جس کا پانی نہ ختم ہوتا ہے اور نہ کم۔ پھر اس نے اس کنواں کا محل وقوع بتایا اس خواب کے بعد آپ نے اس جگہ کو کھودنا شروع کر دیا۔ قریش کے لوگوں نے دیکھا تو پوچھا۔ عبد المطلب! یہ کیا کر رہے ہو؟ آپ نے کہا۔ مجھے زمزم کھودنے کا حکم ملا ہے۔ جب زمزم کا کنواں ظاہر ہو گیا اور لوگوں نے بھی اسے دیکھ لیا تو قریش بولے۔ عبد المطلب! اس چاہ زمزم میں تمہارے ساتھ

ہمارا بھی حق ہے کیونکہ یہ ہمارے باپ اسمٰعیل علیہ السلام کا پانی ہے۔ آپ نے کہا یہ تمہارا نہیں۔ میرے لئے مخصوص ہے۔ بولے۔ کسی سے فیصلہ کروالو۔ آپ نے کہا ٹھیک ہے۔ انہوں نے کہا۔ بنو سعد بن ہزیم کی کاہنہ ہمارے مابین فیصلہ کرے گی اس کاہنہ کا شمار شام کے سرکردہ افراد میں ہوا کرتا تھا۔ حضرت عبدالمطلب بنو ہاشم کے بعض افراد اور چند دیگر قریشیوں کے ساتھ اونٹوں پر سوار ہو کر شام کی جانب روانہ ہو گئے۔ شام اور حجاز کے درمیان لق ودق صحرا تھا۔ اس صحرائی سفر میں ایک جگہ ان کے پاس پانی ختم ہو گیا اور پیاس کی شدت سے اس قدر نڈھال ہوئے کہ ان کی موت یقینی تھی۔ لوگوں سے پانی مانگا تو انہوں نے کہا ہم تمہیں پانی نہیں دے سکتے۔ اس بے آب و گیاہ صحرا میں ہمیں بھی تمہاری طرح خطرہ لاحق ہے حضرت عبدالمطلب نے ساتھیوں سے رائے طلب کی کہ اب کیا کیا جائے۔ سب نے کہا جو آپ کی رائے وہی ہماری رائے۔ آپ نے کہا میری رائے تو یہ ہے کہ ہر شخص اپنی قبر کا گڑھا کھودے۔ اگر کوئی مر جائے تو دوسرے ساتھی اسے گڑھے میں دفن کر دیں اس طرح آخر میں ایک شخص اپنے ساتھی کو دفن کر کے خود اکیلا رہ جائے گا (اور اس آخری شخص کی لاش کو دفن کرنے والا کوئی نہ ہو گا) اس طرح ساری لاشوں کے پامال ہونے سے یہ بہتر ہے کہ صرف ایک آدمی کی لاش بے گور و کفن پڑی ہو۔ حسب تجویز سب نے گڑھے کھود تو لئے مگر پھر کہنے لگے کہ ہم نے خود ہی اپنے آپ کو موت کے حوالے کر دیا ہے۔ کیوں نہ ہم زمین میں سفر کریں اور پانی تلاش کریں۔ ہو سکتا ہے ہماری اس بے بسی پر رحم کھا کر اللہ تعالیٰ ہمیں پانی سے سیراب فرما دے۔ یہ خیال آتے ہی حضرت عبدالمطلب نے ساتھیوں سے کہا سفر پر روانہ ہو جائیے۔ چنانچہ وہ آپ کے ساتھ کوچ کے لئے تیار ہو گئے (اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ دیکھئے کہ) جونہی حضرت عبدالمطلب اپنی اونٹنی پر تشریف فرما ہوئے اور اونٹنی چلنے لگی تو اس کے پاؤں کے نیچے سے میٹھے پانی کے چشمے ابل پڑے۔ آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے سواریاں بٹھا دیں اور خوب سیر ہو کر پانی پیا اور جانوروں کو بھی پلایا۔ دیگر ساتھیوں کو بھی بلایا کہ آؤ پانی پی لو۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں سیراب کر دیا ہے وہ آئے۔ خود بھی سیراب ہوئے اور اونٹوں کو بھی پانی پلایا۔ پھر بولے۔ عبدالمطلب! ہمارے جھگڑے کا فیصلہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے حق میں کر دیا ہے جس ذات باری نے اس لق ودق صحرا میں آپ کو پانی عطا فرمایا ہے اسی نے آپ کو بئر زمزم بھی مرحمت فرمایا ہے۔ اب واپس تشریف لے جائیں چاہ زمزم آپ کا ہے ہمارا آپ کے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں۔

امام بیہقی، امام زہری رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک سید لولاک ﷺ کے

جدامجد حضرت عبدالمطلب کے تذکرے میں یہ واقعہ سرفہرست ہے کہ جب اصحاب الفیل سے خوفزدہ ہو کر قریش حرم سے باہر بھاگ گئے اور آپ کو پیچھے چھوڑ گئے تو آپ نے کہا۔ اللہ کی قسم! یہ نہیں ہو سکتا کہ میں حرم کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ عزت کی زندگی تلاش کروں۔ یہ کہہ کر آپ بیت اللہ شریف کے پاس تشریف فرما ہو گئے۔ پھر بارگاہ رب العزت میں التجا کی بار الٰہ! ہر کوئی اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے گھر کی حفاظت فرما۔ آپ بڑے صبر واستقلال کے ساتھ حرم پاک میں موجود رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اصحاب فیل اور ان کے ہاتھیوں کو ہلاک کر دیا۔ اصحاب الفیل کی ہلاکت کے بعد قریش جب واپس آئے تو حضرت عبدالمطلب کے جذبہ استقامت وپامردی اور تعظیم حرم کو دیکھ کر آپ کی عظمت وجلالت شان کے از حد معترف ہوئے کچھ عرصہ بعد آپ نے عالم خواب میں کسی کو یہ کہتے سنا کہ بئر زمزم کو کھودو جو کہ عظیم ہستی کا پوشیدہ کنواں ہے۔ جب آپ بیدار ہوئے تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی اے اللہ! بئر زمزم کی واضح علامات مجھ پر ظاہر کر دے۔ دوسری دفعہ پھر آپ کو خواب میں کہا گیا کہ زمزم کے کنویں کو کھودو جو کہ خون اور اوجھ کی گندگی کے درمیان چھپا ہوا ہے۔ سفید پروں والا کالا کوا وہاں اپنی چونچ سے زمین کرید رہا ہوگا۔ چیونٹیوں کے بل کے قریب اور سرخ تھانوں کے بالمقابل بیدار ہونے کے بعد حضرت عبدالمطلب مسجد حرام میں جا کر بیٹھ گئے اور خواب میں بتائی گئی نشانیوں کے ظاہر ہونے کا بے تابی سے انتظار کرنے لگے۔ اسی اثنا میں کسی نے حزورہ کے مقام پر گائے ذبح کی اس میں ابھی زندگی کے کچھ آثار باقی تھے کہ وہ بھاگ کھڑی ہوئی بھاگتے بھاگتے زمزم کی جگہ پر آ کر گر پڑی۔ وہاں ہی اسے کامل طریقہ سے ذبح کیا گیا اس کا گوشت لے جایا گیا (مگر اس کا خون، اوجھ کی گندگی وغیرہ باقی ماندہ چیزیں وہیں پڑی تھیں) اچانک ایک کوا اڑتا ہوا وہاں آیا اور اوجھ کی گندگی پر جا بیٹھا اور چونٹیوں کے بل پر چونچ مارنے لگا یہ دیکھتے ہی حضرت عبدالمطلب اٹھے اور اس جگہ کو کھودنا شروع کر دیا۔ قریش نے آ کر پوچھا۔ یہ کیا کر رہے ہو؟ آپ نے کہا۔ میں کنواں کی کھدائی کر رہا ہوں۔ جب کھدائی کی مشقت شدید تر ہو گئی تو آپ نے نذر مانی کہ اپنے ایک بیٹے کو اللہ کے نام پر قربان کرونگا۔ پھر کھودتے کھودتے پانی تک جا پہنچے بعد ازاں اس کے اوپر حوض بنایا جو پانی سے لبریز رہتا تھا اور اس سے حجاج کرام پانی پیتے تھے۔ رات کے وقت بعض حاسد اہل قریش اس حوض کی توڑ پھوڑ کر کے اسے خراب کر دیتے مگر صبح ہوتے ہی حضرت عبدالمطلب اسے درست کر دیتے۔ جب ان کی توڑ پھوڑ کا سلسلہ طول پکڑ گیا تو آپ نے ان کی اس بے مروتی پر رب کریم کی بارگاہ میں دست دعا پھیلا دیئے آپ کو عالم خواب میں حکم ملا کہ یہ کہو۔ ”اے اللہ! میں اس کا پانی

نہانے والے کے لئے حلال نہیں کرتا جبکہ پینے والے کے لئے جائز کرتا ہوں پھر معاملہ مجھ پر چھوڑ دو۔ میں تمہاری طرف سے انہیں کافی ہو جاؤں گا۔" بیدار ہونے پر آپ نے انہی باتوں کی منادی کر دی۔ اب صورتحال یہ ہوگئی کہ جو بھی اس حوض کو خراب کرتا وہ بیمار پڑ جاتا۔ پس لوگوں نے حوض کے پاس جانا اور اس کا پانی استعمال کرنا چھوڑ دیا۔ پھر حضرت عبدالمطلب نے اللہ تعالیٰ کی جناب میں عرض کی۔ اے اللہ! میں نے تیرے لئے ایک بیٹے کو قربان کرنے کی نذر مانی تھی اب میں اپنے بیٹوں میں قرعہ اندازی کر رہا ہوں جسے تو پسند کرتا ہے اسی کے نام قرعہ نکل آئے۔ یہ کہہ کر آپ نے قرعہ اندازی کی تو حضرت عبداللہ کے نام پر قرعہ نکل آیا۔ یہ فرزند دلبند آپ کو سب سے پیارا تھا۔ حضرت عبدالمطلب بارگاہ الٰہی میں عرض گزار ہوئے یا اللہ! کیا تجھے میرے اس بیٹے کی قربانی زیادہ پسند ہے یا سو اونٹوں کی قربانی یہ کہہ کر آپ نے حضرت عبداللہ اور سو اونٹوں کے درمیان قرعہ اندازی کی تو قرعہ سو اونٹوں کے نام نکل آیا پس آپ نے حضرت عبداللہ کی بجائے سو اونٹ ذبح کر دیئے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عبدالمطلب کو زمزم کی کھدائی میں ہاتھ بٹانے والوں کی کمی کا احساس ہوا تو یہ نذر مان لی کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے دس بیٹے عطا فرمائے تو ان میں سے ایک کو اللہ کے نام پر قربان کروں گا۔ پھر جب آپ کے ہاں دس بیٹوں کی تعداد پوری ہوگئی تو آپ نے سب کو اکٹھا کیا اور اپنی نذر کے متعلق انہیں آگاہ کیا۔ سب نے سر تسلیم خم کرتے ہوئے کہا۔ آپ اپنی نذر کو پورا فرمائیں اور جیسے چاہتے ہیں کر گزریں۔ حضرت عبدالمطلب نے ان کے مابین قرعہ اندازی کی تو قرعہ حضرت عبداللہ کے نام نکل آیا۔ آپ نے ان کا ہاتھ پکڑا اور چھری لے کر قربان گاہ کی جانب روانہ ہونے لگے تو حضرت عبدالمطلب کی صاحبزادیاں رونے لگیں ان میں سے ایک بولی۔ عبداللہ کی بجائے حرم میں چھوڑے ہوئے اونٹ ذبح فرمادیں۔ یہ سن کر آپ نے حضرت عبداللہ اور دس اونٹوں میں قرعہ ڈالا۔ ان دنوں دیت دس اونٹ ہوا کرتی تھی قرعہ حضرت عبداللہ کے نام نکلا۔ آپ دس دس اونٹ بڑھاتے گئے اور قرعہ حضرت عبداللہ کے نام نکلتا گیا۔ جب سو اونٹ پورے ہوگئے تو پھر اونٹوں کے نام قرعہ نکل آیا جس پر حضرت عبدالمطلب اور آپ کے پاس کھڑے لوگوں نے اللہ اکبر کہا۔ حضرت عبدالمطلب نے بلا تاخیر اونٹ ذبح کر دیئے یوں دیت کے طور پر سو اونٹ دینے کا دستور سب سے پہلے حضرت عبدالمطلب کے ہاتھوں رواج پذیر ہوا۔ پھر یہ دستور قریش بلکہ پورے عرب میں عام ہوتا چلا گیا اور اللہ کے رسول ﷺ نے بھی سو اونٹ بطور دیت دینے

کے رواج کو بر قرار رکھا۔

حاکم، ابن جریر اور اموی رحمہم اللہ علیہ اپنی مغازی میں بہ سند صنابحی رحمۃ اللہ علیہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر خدمت تھے کہ ایک بدو آیا اور کہنے لگا یارسول اللہ ہمارے ہاں سبزہ اور پانی خشک اور ناپید ہو چکے ہیں، اہل و عیال ہلاک ہو رہے ہیں اور مال و متاع ضائع ہو رہا ہے۔ اے دو ذبیحوں کے فرزند! اللہ تعالیٰ کا آپ پر جو فضل و کرم ہے اس میں سے ہمیں بھی عطا فرمایئے۔ اعرابی کی یہ بے تکلفانہ عرضداشت سن کر آپ ﷺ مسکرا دیئے اور اس کی بات کا رد نہ فرمایا۔ لوگوں نے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا یہ دو ذبیح کون ہیں؟ آپ نے بتایا کہ جب حضرت عبدالمطلب کو بئر زمزم کھودنے کا حکم ملا تھا تو انہوں نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر یہ کام بہ آسانی پایہ تکمیل تک پہنچ گیا تو وہ اپنے ایک بیٹے کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کریں گے۔ لہٰذا جب آپ کھدائی کے کام سے فارغ ہوئے تو اپنے دس بیٹوں میں قرعہ اندازی کی قرعہ حضرت عبداللہ کے نام نکل آیا۔ آپ نے انہیں قربان کرنا چاہا تو آپ کے ماموں بنو مخزوم نے آپ کو ایسا کرنے سے روک دیا اور کہا کہ اپنے بیٹے کا فدیہ دے کر رب کو راضی کر لو پس آپ نے سو اونٹنیاں قربان کر دیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ یہ (حضرت عبداللہ) ایک ذبیح ہیں اور دوسرے ذبیح حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ہیں۔

باب

شب میلاد (علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام) ظاہر ہونے والے معجزات

بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں سات یا آٹھ سال کا نوخیز لڑکا تھا جو کچھ دیکھتا اسے بخوبی سمجھ لیا کرتا تھا ایک دن میں نے سنا کہ ایک یہودی ایک بلند مقام پر کھڑے ہو کر صبح سویرے پکار پکار کر کہہ رہا تھا اے اہل یہود۔ ادھر آؤ۔ اس کی پکار پر یہودی جمع ہو گئے اور کہنے لگے۔ تیرا خانہ خراب! تجھے کیا ہو گیا ہے؟ اس نے کہا "اس احمد (ﷺ) کا ستارہ طلوع ہو گیا ہے جس کی پیدائش آج رات متوقع ہے۔"

بیہقی، طبرانی، ابو نعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ علیہم حضرت عثمان بن ابی العاص سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے میری والدہ صاحبہ نے بتایا کہ شب میلاد میں حضرت آمنہ کے گھر میں موجود

تھی۔ مجھے آپ کے گھر میں نور ہی نور دکھائی دیتا تھا اب بھی ستاروں کے جھکنے کا منظر میری آنکھوں کے سامنے ہے میں دیکھ رہی تھی کہ ستارے جھکتے جھکتے اتنے قریب آگئے کہ مجھے خدشہ ہوا کہ کہیں میرے اوپر گر نہ پڑیں پھر فرمایا۔

فَلَمَّا وضَعَتْ خَرَجَ مِنهَا نُوْرٌ اَضَاءَ لَهُ الْبَيْتُ وَالدَّارُ حَتّٰى جَعَلْتُ لَا اَرٰى اِلَّا نُوْرًا

یعنی جب حضور پر نور ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو ایسا نور بر آمد ہوا جس سے نہ صرف حضرت آمنہ کا کچا مکان روشن ہو گیا بلکہ گھر کی ساری فضا نورٌ علی نور ہو گئی۔ میں جدھر دیکھتی نور ہی نور اور اجالا ہی اجالا دکھائی دیتا تھا۔

احمد، بزار، طبرانی، حاکم، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ حضرت عرباض بن ساریہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"میں اللہ تعالیٰ کا بندہ خاص ہوں اور اس وقت سے آخری نبی ہوں جبکہ حضرت آدم علیہ السلام مٹی کے گارے میں تھے۔ میں تمہیں اس بارے میں آگاہ کرتا ہوں کہ میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ کے خواب کی تعبیر ہوں۔" انبیاء کرام کی مائیں اس طرح کے خواب دیکھا کرتی ہیں۔ ولادت باسعادت کے وقت آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ نے ایسا نور دیکھا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔"

ابن سعد، احمد، طبرانی، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بارگاہ نبوت میں گزارش کی گئی کہ آپ اپنے ابتدائی حالات سے آگاہ فرمائیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں نیز میری والدہ نے یہ خواب دیکھا تھا کہ ان کے جسم اطہر سے ایک نور ظاہر ہوا جس سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔"

مندرجہ ذیل روایات کو امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کر کے اسے صحیح قرار دیا ہے امام حاکم رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی خالد بن معدان سے روایت کیا کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے عرض کی یا رسول اللہ! کچھ اپنے بارے میں ارشاد فرمائیں۔ آپ نے فرمایا "میں اپنے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں۔ میری والدہ نے زمانہ حمل میں خواب دیکھا کہ گویا ان کے جسد اطہر سے ایک نور ظاہر ہوا جس سے سرزمین شام کا شہر بصریٰ چمک اٹھا۔

میں کہتا ہوں (یعنی مصنف کتاب حضرت علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ) کہ اس روایت میں تو زمانہ حمل کے ایک خواب کا ذکر ہے مگر شب میلاد کا واقعہ آپ کا عینی مشاہدہ بحالت بیداری تھا۔ جیسا کہ ابن اسحاق روایت کرتے ہیں کہ زمانہ حمل میں کسی نے آپ کے پاس خواب میں آکر کہا۔

اِنَّكِ قَدْ حَمِلْتِ بِسَيِّدِ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَآيَةُ ذٰلِكَ اَنْ يَّخْرُجَ مَعَهٗ نُوْرٌ يَّمْلَاُ قُصُوْرَ بُصْرٰى مِنْ اَرْضِ الشَّامِ فَاِذَا وَقَعَ فَسَمِّيْهِ مُحَمَّدًا

آپ اس امت کے سردار کی ماں بننے والی ہیں۔ اس مژدۂ جانفزا کی دلیل اور علامت یہ ہے کہ اس مولود مسعود کی ولادت کے ساتھ ایسا نور ظاہر ہوگا جو سرزمین شام کے شہر بصریٰ کے محلات تک پھیل جائے گا جب یہ ساعت ہمایوں آپہنچے تو اس مبارک نومولود کا نام محمد (ﷺ) رکھنا۔

ابن سعد اور ابن عساکر رحمہما اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا "جب میں حاملہ ہوئی تو وضع حمل تک مجھے کسی قسم کی تکلیف کا احساس تک نہ ہوا۔ اور جب آپ پیدا ہوئے تو آپ کے ساتھ ایسا نور نکلا جس سے مشرق سے مغرب تک ہر چیز روشن ہوگئی پھر آپ اپنے ہاتھ مبارک ٹیکتے ہوئے زمین پر تشریف لائے۔ بعد ازاں اپنے ننھے ہاتھوں میں مٹی لے کر مٹھی بند کرلی اور اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ بہ سند ثور بن یزید، ابی العجفاء سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی رحمت ﷺ نے فرمایا کہ جب میری ولادت ہوئی تو میری والدہ نے دیکھا کہ ایک نور چمکا جس سے بصریٰ کے محلات روشن ہوئے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ عطاء بن یسار سے وہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے اور وہ حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا سے روایت کرتی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جس شب میرے ہاں سید عالم ﷺ کی ولادت ہوئی میں نے ایسا نور دیکھا جس سے شام کے محلات روشن ہوگئے یہاں تک کہ میں نے انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ بریدۃ سے وہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی دایہ محترمہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اور وہ حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا سے روایت کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا گویا میرے بدن سے ایک ستارہ ظاہر ہوا جس سے ساری زمین روشن ہوگئی۔ یہاں تک کہ میں نے محلات شام دیکھ لئے۔

ابن سعد، عمرو بن عاصم کلابی سے، وہ ہمام بن یحییٰ اور وہ اسحاق بن عبد اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک سید لولاک ﷺ کی والدہ محترمہ نے فرمایا کہ جب میرے ہاں رسول پاک ﷺ کی ولادت ہوئی تو میرے بدن سے ایسا نور برآمد ہوا جس سے شام کے محلات چمک اٹھے۔ بوقت ولادت آپ مکمل طور پر پاک صاف تھے آلائش نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ زمین کی جانب آئے تو ہاتھ کا سہارا لے کر فرش زمین پر تشریف فرما ہوئے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے معاذ عنبری رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں ابن عون نے اور انہیں ابن قبطیہ رحمہما اللہ نے ولادت رسول کریم ﷺ کے متعلق بتایا کہ حضور نبی کریم ﷺ کی والدہ ماجدہ نے فرمایا کہ میں نے دیکھا گویا ایک ستارہ میرے بدن سے ظاہر ہوا جس سے ساری زمین روشن ہو گئی۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ حسان بن عطیہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیم کی ولادت باسعادت ہوئی تو آپ اپنے ہاتھوں اور گھٹنوں کے بل تشریف فرما ہو گئے اور آسمان کی جانب ٹکٹکی باندھ کر دیکھنے لگے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ، موسیٰ بن عبیدہ سے اور وہ اپنے بھائی سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول پاک ﷺ کی ولادت مبارکہ ہوئی تو آپ نے اپنے ہاتھ زمین پر ٹیک دیئے اور سر انور آسمان کی جانب اٹھایا پھر مٹھی بھر مٹی اٹھائی بنو لہب کے ایک شخص نے جب یہ خبر سنی تو بولا۔ اگر یہ درست ہے تو یہ مولود اہل زمین پر غالب آجائے گا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ اپنی والدہ حضرت شفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت عمرو بن عوف سے روایت کرتے ہیں۔ آپ فرماتی ہیں کہ جب حضرت آمنہ کے ہاں رسول کریم ﷺ کی ولادت مبارکہ ہوئی تو آپ کو میں نے اپنے ہاتھوں پر لیا۔ آپ نو مولود بچوں کی طرح رونے لگے تو میں نے سنا کوئی کہہ رہا تھا اللہ کی تم پر رحمت ہو، تمہارے رب کی تم پر رحمت ہو، حضرت شفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہا بیان کرتی ہیں کہ مشرق و مغرب کے مابین ہر چیز مجھ پر روشن ہو گئی حتیٰ کہ میں نے روم کے بعض محلات دیکھ لئے۔ پھر میں نے آپ کو لباس پہنایا اور لٹا دیا۔ تھوڑی دیر گزری تھی کہ میری دائیں جانب تاریکی چھا گئی اور مجھ پر رعب اور لرزہ کی کیفیت طاری ہوئی اسی عالم میں مجھے کسی کی آواز سنائی دی جو کہہ رہا تھا تم اسے کہاں لے گئے تھے جواب ملا۔ مغرب کی طرف اس کے بعد تاریکی چھٹ گئی۔ پھر میری بائیں جانب تاریکی چھا گئی اور ہیبت و کپکپی مجھ پہ طاری ہو گئی میں نے سنا کوئی کہہ رہا تھا تم

اسے کہاں لے گئے تھے۔ جواب ملا مشرق کی طرف۔ حضرت شفاء رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ بات میرے دل ہی دل میں رہی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رسول بنا کر مبعوث فرمایا تو میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والوں میں شامل ہو گئی۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ عمرو بن قتیبہ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میرے والد صاحب مخزن علم و حکمت تھے میں نے انہیں یہ کہتے سنا کہ جب حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا کے ہاں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ولادت باسعادت کا وقت قریب آیا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آسمان اور جنت کے دروازے کھول دو اور فرشتوں کو حاضری کا بھی حکم ہوا۔ فرشتے ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ہوئے اترنے لگے۔ فرط شوق سے دنیا کے پہاڑ اونچے ہو گئے۔ آفتاب رسالت کے استقبال کے لئے سمندروں کی موجیں اٹھ اٹھ جایا کرتی تھیں۔ بحر و بر کے باسی ایک دوسرے کو پیغامات تہنیت دے رہے تھے ہر فرشتے نے حاضری کی سعادت حاصل کی۔ شیطان کو گرفتار کر کے ستر زنجیروں میں جکڑ کر سمندر کے گہرے منجدھار میں منہ کے بل پھینک دیا گیا۔ ہر قسم کے شیطانوں اور سرکش مخلوق کو پابند سلاسل کر دیا گیا۔ اس روز سورج کو نور عظیم کا لبادہ اوڑھا دیا گیا۔ سورج سے اوپر فضا میں ستر ہزار حوریں ولادت محمدی ﷺ کے روح پرور لمحے کی خاطر چشم براہ تھیں۔ حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کی عزت و تکریم کی خاطر اس سال اللہ تعالیٰ نے یہ خصوصی حکم دے دیا کہ دنیا کی ساری حاملہ خواتین کو نرینہ اولاد عطا فرمائی جاوے ہر درخت ضرور ثمر بار ہو اور ہر قسم کا خوف و ہراس، امن و عافیت سے بدل جائے۔ پھر جب ولادت نبوی ﷺ کی ساعت جانفزا آ پہنچی تو ساری دنیا نور سے معمور ہو گئی فرشتوں نے خوشخبریاں سنائیں۔ ہر آسمان میں زبرجد اور یاقوت کے ستون گاڑے گئے جس سے آسمان نور و ضیاء سے جگمگا اٹھا یہ ستون آسمان میں مشہور و معروف ہیں۔ شب معراج حضور نبی پاک ﷺ نے ان ستونوں کو دیکھا تو آپ کو بتایا گیا کہ یہ ستون آپ کی ولادت کی خوشی میں بنائے گئے تھے۔ شب میلاد اللہ تعالیٰ نے حوض کوثر کے کنارے مشک عنبریں کے ستر ہزار درخت لگوائے جن کے پھلوں میں جنتیوں کے لئے خوشبو بسا دی اس روز سعید میں تمام آسمان والے سلامتی کی دعائیں کر رہے تھے سارے بت منہ کے بل گر پڑے۔ لات اور عزیٰ (دو مشہور بت) اپنے مقام کو چھوڑ کر یہ کہہ رہے تھے! تعجب ہے قریش کی قسمت پر! ان کے ہاں امین آ چکے ہیں ان میں صدیق تشریف لا چکے ہیں۔ قریش نہیں جانتے کہ کون سی عظیم سعادت ان کے حصے میں آئی ہے۔ لوگوں نے کئی روز تک خانہ کعبہ شریف کے اندر سے یہ آواز سنی۔ "اب میرا نور لوٹ آئے گا اب

زائرین میرے پاس آئیں گے۔ اب میں جاہلیت کی آلائشوں سے پاک ہو جاؤں گا۔ اے عزیٰ! تو تباہ و برباد ہو گیا۔" بیت اللہ شریف میں تین دن اور تین راتوں تک زلزلہ کی کیفیت رہی۔ یہ پہلی نشانی تھی جو قریش نے حضور نبی پاک ﷺ کی ولادت کے متعلق دیکھی۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے حمل مبارک کی ایک نشانی یہ تھی کہ اس رات قریش کا ہر چوپایہ یوں گویا ہوا۔ "رب کعبہ کی قسم! اللہ کے رسول ﷺ کا حمل مبارک ہو گیا ہے۔ آپ دنیا کے لئے باعث امن و امان اور آفتاب نور فشاں ہیں۔" قریش اور دیگر قبائل عرب کی کاہن عورتوں کا علم کہانت سلب کر لیا گیا۔ بادشاہوں کے تخت الٹ گئے، ان کی قوت گویائی ختم ہو گئی اور ان کی زبانیں گنگ ہو گئیں۔ مشرق کے وحشی جانور بشارتیں لے کر مغرب کی طرف دوڑ رہے تھے سمندر میں رہنے والی تمام چیزوں کے درمیان بھی مبارکباد کا تبادلہ ہو رہا تھا حمل مبارک کے ہر ماہ میں زمین و آسمان میں یہ اعلان ہوتا تھا کہ خوشیاں مناؤ! وہ روح پرور لمحہ آنے کو ہے جب حضرت ابو القاسم ﷺ کائنات ارضی میں جلوہ فرما ہوں گے۔ یمن و سعادت اور رحمت و برکت آپ کے پا بہ رکاب ہو گی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول مکرم ﷺ پورے نو ماہ شکم مادر میں رہے۔ درد، پیٹ کی ہوا، انتڑیوں کی تکلیف یا حاملہ عورتوں کو پیش آنے والی اس نوعیت کی کوئی پریشانی آپ کی والدہ کو محسوس تک نہ ہوئی۔ آپ کے والد ماجد حضرت عبداللہ آپ کی ولادت سے پہلے ہی وصال فرما چکے تھے۔ یہ دیکھ کر فرشتوں نے کہا اے ہمارے معبود! اے مولائے کریم! تیرا یہ نبی یتیم ہو گیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا (فکر نہ کرو) اس کا والی، محافظ اور مددگار میں خود ہوں۔ تم اس کی ولادت سے برکتیں حاصل کرو۔ کیونکہ اس کی ولادت باعث ہزار سعادت اور موجب صد برکات ہے۔ شب میلاد اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور جنتوں کے دروازے کھول دیئے۔ حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا اپنے بارے میں فرماتی تھیں۔ "جب میرے حمل کو چھ ماہ کا عرصہ گزر گیا تو کوئی عالم خواب میں آیا۔ اس نے پاؤں سے مجھے جھنجھوڑا اور کہا۔

یَاآمِنَةُ اِنَّكِ قَدْ حَمَلْتِ بِخَیْرِ الْعَالَمِیْنَ طُرًّا فَاِذَا وَلَدْتِیْهِ فَسَمِّیْهِ مُحَمَّدًا

اے آمنہ تم ایسی ہستی کی ماں بن چکی ہو جو تمام جہانوں سے افضل ہے۔ جب اس کی ولادت کا وقت آئے تو اس کا نام محمد (ﷺ) رکھنا۔

آپ اپنے نفاس کے بارے میں بتاتی تھیں کہ دیگر عورتوں کی طرح مجھے بھی یہ چیز لاحق ہوئی مگر کسی کو اس کا علم نہ ہو سکا۔ میں نے کسی چیز کے گرنے کی خوفناک آواز سنی تو سخت گھبرا گئی۔ مجھے یوں دکھائی دیا گویا سفید پرندے کے پر نے میرے دل کو چھو لیا ہو۔ اس کے بعد مرعوبیت ختم ہو گئی اور درد جاتا رہا۔ پھر کیا دیکھتی ہوں کہ دودھ سے لبریز بلوریں جام میرے سامنے پڑا ہے اور مجھے سخت پیاس لگی ہے۔ میں نے دودھ پی لیا جس کے بعد میرے بدن سے ایک نور بلند ہوا۔ اس کے بعد میں نے کھجور کے درختوں کی مانند دراز قامت عورتیں دیکھیں گویا وہ عبد مناف کی لڑکیاں ہوں انہوں نے مجھے اپنے گھیرے میں لے لیا۔ میں تصویر حیرت بنی یہ ساری صورت حال دیکھ رہی تھی کہ اچانک زمین و آسمان کے درمیان سفید ریشم کی چادر بچھا دی گئی۔ کوئی کہہ رہا تھا۔ اسے لوگوں کی نگاہوں سے چھپالو۔ آپ فرماتی ہیں کہ میں نے کچھ آدمی دیکھے جو فضا میں کھڑے چاندی کے لوٹے اٹھائے ہوئے تھے اسی دوران میں نے پرندوں کا غول آتے دیکھا۔ پرندوں نے میرے آغوش کو چھپا لیا ان کی چونچیں زمرد کی، اور پر یاقوت کے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے میری نگاہوں سے تمام پردے ہٹا دیئے اور اس وقت مجھے مشرق و مغرب کی ساری زمین نظر آنے لگی۔ میں نے تین جھنڈے دیکھے جن میں سے ایک مشرق میں۔ دوسرا مغرب میں اور تیسرا خانہ کعبہ شریف کی چھت پر نصب کیا گیا تھا۔ پھر مجھے دردزہ شروع ہو گیا۔ اور مجھے سید عالم حضرت محمد مصطفیٰ علیہ اطیب التحیۃ والثناء کی والدہ بننے کا شرف حاصل ہوا۔ جب آپ میرے شکم سے باہر آئے تو میں نے دیکھا کہ آپ سجدہ ریز ہو گئے ہیں اور ایک عاجز فریادی کی طرح اپنی انگلی مبارک اٹھائے ہوئے ہیں۔ پھر میں نے آسمان کی جانب سے سفید بادلوں کو آتے دیکھا جو آتے ہی آپ ﷺ پر سایہ فگن ہو گئے۔ حتیٰ کہ آپ گھنے بادلوں کی وجہ سے میری نظروں سے چھپ گئے۔ میں نے سنا کوئی شخص پکار رہا تھا۔ محمد (ﷺ) کو مشرق و مغرب کی سیر کراؤ۔ آپ کو سمندروں میں لے جاؤ تاکہ لوگ آپکے اسم گرامی، اوصاف جمیلہ اور دلربا صورت کو پہچان لیں۔ وہ یہ بھی جان لیں کہ آپ کا نام ماحی ہے کیونکہ آپ شرک کی ہر صورت کو محو فرمادیں گے۔ پھر بادل چھٹ گئے۔ اب میں کیا دیکھتی ہوں کہ آپ ﷺ کو سفید اونی لباس زیب تن کرا دیا گیا اور نیچے سبز ریشم ہے۔ آبدار موتیوں کی تین چابیاں آپ کو دے دی گئیں کوئی کہہ رہا تھا۔ حضرت محمد ﷺ کو تائید ایزدی، غلبہ و قوت اور نبوت کی چابیاں عطا کی گئی ہیں۔ پھر ایک اور بادل نمودار ہوا جس میں سے گھوڑوں کے ہنہنانے اور پروں کے پھڑپھڑانے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ یہ بادل بھی آپ پر اس قدر سایہ فگن ہوا کہ آپ میری نگاہوں سے چھپ گئے۔ اسی اثناء میں کوئی

منادی پکارنے لگا حضرت محمد ﷺ کو مشرق و مغرب کی سیر کراؤ۔ انبیاء کرام کی ولادت گاہوں میں آپ کو لے جاؤ۔ جن وانس اور وحوش وطیور میں سے ہر روحانی کے پاس لے جاؤ۔ حضرت آدم علیہ السلام کی صفاء باطنی، حضرت نوح کی نرم خوئی حضرت ابراہیم کی شان خلت، حضرت اسمٰعیل کی شیریں گفتاری، حضرت یعقوب کی خندہ روئی، حضرت یوسف کا حسن و جمال، حضرت داؤد کی مسحور کن اور دلکش آواز، حضرت ایوب کا صبر واستقلال، حضرت یحییٰ کا زہد و تقویٰ اور حضرت عیسیٰ کی کرم گستری آپ کو عطا کر دو۔ اور آپ کو پیغمبرانہ اخلاق سے آراستہ کر دو پھر بادل چھٹ گیا۔ اب کیا دیکھتی ہوں کہ آپ لپٹے ہوئے سبز ریشم پر تشریف فرما ہیں اور کوئی خوشی و مسرت سے کہہ رہا ہے مبارک ہو حضرت محمد ﷺ ساری دنیا کے مالک بن چکے ہیں۔ ہر چیز آپ کے زیر نگیں آگئی ہے۔ پھر تین آدمی دکھائی دیئے ایک کے ہاتھ میں چاندی کا لوٹا، دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا طشت اور تیسرے کے ہاتھ میں سفید ریشم تھا۔ اس نے اس ریشم سے ایک انگوٹھی نکالی جس کی چمک آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھی۔ اس نے اس لوٹے سے آپ کو سات مرتبہ نہلایا۔ پھر آپ کے کندھوں کے درمیان مہر نبوت لگا دی۔ اور ریشم میں لپیٹ لیا۔ اس کے بعد آپ کو اٹھا کر کچھ دیر تک اپنے پروں میں رکھا اور پھر آپ کو میرے حوالے کر دیا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ سند ضعیف کے ساتھ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ ہمارے چھوٹے بھائی ہیں۔ (1) جب وہ پیدا ہوئے تو ان کے چہرے میں سورج کی طرح نور چمکتا رہتا تھا۔ والد صاحب کہنے لگے۔ یہ بچہ بڑی شان والا ہو گا، پھر ایک دفعہ میں نے خواب دیکھا کہ عبداللہ کے ناک کے راستے ایک سفید پنچھی نکل کر فضا میں پرواز کرنے لگا۔ پرواز کرتے کرتے مشرق و مغرب تک جا پہنچا۔ پلٹ کر آیا تو خانہ کعبہ شریف کی چھت پر آ بیٹھا۔ قریش کے سارے لوگوں نے اس کے سامنے سجدہ کیا۔ پھر وہ زمین و آسمان کے مابین محو پرواز ہو گیا۔ بیدار ہونے پر میں بنو مخزوم کی کاہنہ کے پاس آیا اور اسے اپنا خواب سنایا وہ بولی۔ اگر واقعی تم نے یہ خواب دیکھا ہے تو اس کی نسل میں ایک ایسا ذی شان بچہ پیدا ہو گا مشرق و مغرب والے جس کے تابع و فرمان ہوں گے۔ جب حضرت آمنہ کے ہاں حضور نبی پاک ﷺ کی ولادت ہوئی تو میں نے آپ سے پوچھا۔ ولادت کے وقت آپ نے کونسی عجیب باتیں دیکھیں؟

1۔ یہ بات مؤرخین کے اجماع کے خلاف ہے کیونکہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو حضور نبی کریم ﷺ سے صرف دو یا تین سال بڑے تھے۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے یہ واقعہ اپنے اس بھائی سے روایت کیا ہو جو حضرت عبداللہ سے بڑا ہو اور پھر راوی اشتباہ میں پڑ گیا ہو۔ واللہ اعلم

آپ نے بتایا کہ جب دردزہ شروع ہوا اور تکلیف کی شدت بڑھ گئی تو میں نے ایک شور سنا اور کچھ ایسی باتیں مجھے سنائی دیں جو انسانوں کی گفتگو سے یکسر مختلف تھیں۔ میں نے یاقوت کی لکڑی پر ریشمی جھنڈا جھلملاتا دیکھا جو زمین و آسمان کے درمیان نصب کیا گیا تھا۔ آپ کے سر مبارک سے آسمان تک نور ہی نور دکھائی دیتا تھا۔ میں نے آگ کے شعلے سے شام کے محلات کو دیکھا۔ میں نے قریب ہی کونجوں کا ایک غول دیکھا ان پرندوں نے آپ کے سامنے سجدہ کیا اور اپنے پر پھیلا دیئے۔ میں نے سعیرہ اسدیہ کی خادمہ کو سنا جو یہ کہتی جارہی تھی۔ تمہارے اس نومولود کی وجہ سے بتوں اور کاہنوں کو سخت اذیت پہنچی ہے۔ سعیرہ ہلاک ہوگئی اور بربادی تمام بتوں کا مقدر بن گئی ہے۔ پھر میں نے ایک دراز قد خوبرو نوجوان کو دیکھا۔ اس نے آپ ﷺ کو مجھ سے لے لیا اور اپنا لعاب دہن آپ کے منہ میں ڈال دیا اس کے پاس سونے کا ایک طباق تھا۔ آپ کے سینہ مبارک کو چاک کیا اور قلب انور نکال لیا۔ پھر اس میں سے سیاہ نکتہ نکال کر پھینک دیا۔ بعد ازاں سبز ریشم کی ایک تھیلی کھولی جس میں سفید رنگ کی خوشبو موجود تھی۔ اس نے وہ خوشبو آپ کے قلب اطہر میں ڈال دی اس کے بعد سفید ریشم کی بنی ہوئی ایک اور تھیلی نکالی۔ اسے کھولا تو اس میں ایک مہر پڑی تھی۔ اس نے آپ ﷺ کے شانے مبارک پر انڈے کی مثل مہر کا نشان ثبت کر دیا۔ پھر آپ کو ایک قمیص زیب تن کرائی۔ یہی وہ حیران کن چیزیں تھیں جو میں نے بوقت ولادت ملاحظہ کیں۔

میں کہتا ہوں کہ یہ روایت اور ماقبل کی دو روایتیں منکر روایات ہیں۔ ان سے زیادہ نکارت والی روایات میری اس کتاب میں نہیں ہیں۔ میں ان روایتوں کو شامل کتاب نہیں کرنا چاہتا تھا مگر محض حافظ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ کی اتباع کرتے ہوئے انہیں نقل کر دیا ہے۔

حافظ ابوزکریا یحیٰی بن عائذ "میلاد مصطفیٰ ﷺ" کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت آمنہ یوم میلاد کے عجائبات بیان کرتے ہوئے فرمایا کرتی تھیں۔

"میں فرط حیرت سے یہ عجیب و غریب منظر دیکھ رہی تھی کہ اچانک تین شخص نمودار ہوئے، جن کے نورانی چہروں پر مطلع آفتاب کا گماں ہوتا تھا۔ ایک کے ہاتھ میں چاندی کا لوٹا تھا جس سے کستوری کی مہک آرہی تھی۔ دوسرے کے ہاتھ میں سبز زمرد کا طشت تھا جس کے چار کونے تھے اور ہر کونے پر ایک سفید موتی پڑا ہوا تھا۔ کوئی کہہ رہا تھا یہ دنیا کا مشرق و مغرب اور بحر و بر ہے۔ اے حبیب اللہ! آپ کو دنیا کا جو گوشہ پسند ہے اس پر اپنا قبضہ جمالیں۔ حضرت آمنہ فرماتی ہیں کہ میں سبز زمرد کے گرد اس خیال سے چلی تاکہ دیکھوں میرا لعل کونسی جگہ کو زیر قبضہ لانے کا

شرف بخشا ہے۔ میں نے دیکھا کہ آپ زمرد کے وسط میں تشریف فرما ہیں۔ ادھر کوئی کہہ رہا تھا۔ رب کعبہ کی قسم! حضرت محمد ﷺ نے کعبہ شریف کو تھام لیا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آپ کی خاطر قبلہ اور بابرکت مسکن بنایا ہے -- تیسرے شخص کے ہاتھ میں تہہ شدہ سفید ریشمی کپڑا ہے جسے اس نے کھولا تو اندر سے ایک آنکھوں کو خیرہ کرنے والی چمکدار مہر برآمد ہوئی۔ پھر وہ میرے پاس آیا۔ طشت والے نے مہر لے لی اور اسے سات مرتبہ لوٹے کے پانی سے دھویا گیا۔ بعد ازاں اس نے حضور ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر ثبت کر دی آپ ﷺ کو ریشم میں لپیٹ کر عمدہ کستوری کے دھاگے سے اسے باندھ دیا۔ پھر آپ کو اپنے پروں میں لے کر کچھ دیر تک اٹھائے رکھا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ داروغہ جنت رضوان تھا جس نے آپ ﷺ کے کان مبارک میں کوئی بات کی جو میری سمجھ میں نہ آئی اور کہا خوش ہو جایئے اے محمد ﷺ میں نے سارے انبیاء علیہم السلام کے علوم و معارف آپ کو عطا کر دیئے ہیں اور آپ سب سے زیادہ وسعت علم رکھنے والے اور سب سے بڑے بہادر ہیں۔ آپ کے پاس تائید الٰہی کی چابیاں ہیں۔ آپ کو رعب و دبدبہ کا لباس پہنا دیا گیا ہے اے خلیفۃ اللہ! بن دیکھے صرف آپ کا نام سننے سے لوگوں کے دلوں پر ہیبت طاری ہو جاتی ہے۔

ابن دحیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب التنویر میں لکھتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے۔

ابن سعد، حاکم، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی تجارت کے سلسلے میں مکہ مکرمہ میں سکونت پذیر تھا۔ شب میلاد قریش کی محفل لگی ہوئی تھی اس نے پوچھا۔ کیا تمہارے ہاں آج کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہمیں کچھ معلوم نہیں یہودی کہنے لگا۔ میری بات یاد رکھو آج اس آخری امت کا نبی پیدا ہونے والا ہے۔ جس کے دونوں شانوں کے درمیان گھنے بال ہوں گے جیسے گھوڑے کے ایال ہوتے ہیں اور یہ علامت نبوت ہے۔ وہ نبی دو راتوں تک دودھ بھی نہیں پئے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک جن نے اس کے منہ میں انگلی ڈال کر اس کے لئے دودھ پینا مشکل بنا دیا ہوگا۔ مجلس برخاست ہوئی اور لوگ یہودی کی باتوں پر از حد حیران تھے۔ اپنے اپنے گھروں میں گئے تو اہل خانہ سے پوچھا انہیں بتایا گیا کہ عبداللہ بن عبدالمطلب کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا ہے جس کا نام محمد (ﷺ) رکھا گیا ہے۔ لوگ یہودی کے پاس آئے اور اسے صورت حال سے آگاہ کیا۔ اس نے کہا کہ مجھے اس بچے کے پاس لے چلو تاکہ میں اسے اچھی طرح دیکھ لوں۔ چنانچہ وہ اسے لے کر حضرت آمنہ کے پاس پہنچے

اور کہا اپنا لختِ جگر ذرا دکھائیے۔ آپ نے جانِ عالم ﷺ کو ان کی طرف بھجوایا۔ انہوں نے پشت مبارک سے کپڑا اٹھایا تو جونہی یہودی نے آپ ﷺ کے شانے مبارک پر تل کا نشان دیکھا تو غش کھا کر گر پڑا۔ کچھ دیر بعد ذرا افاقہ ہوا تو لوگوں نے کہا۔ افوہ! تمہیں کیا ہو گیا تھا؟ اس نے کہا قسم بخدا۔ بنو اسرائیل سے نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا ہے۔ اے گروہ قریش! کیا تم اس مولود مسعود پر خوش ہو۔ اللہ کی قسم! اس بچے کو تم پر تسلط اور غلبہ حاصل ہو گا اور چار دانگ عالم میں اس کی شان و شوکت اور عظمت و سطوت کا ڈنکا بجے گا۔

بیہقی اور ابن عساکر، ابوالحکم تنوخی رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ اہل قریش کا یہ دستور تھا کہ جب کبھی ان کے ہاں بچہ پیدا ہوتا تو وہ بچے کو اگلی صبح تک قریشی عورتوں کے حوالے کر دیا کرتے تھے۔ وہ عورتیں حسب دستور اس کے اوپر اوندھی ہانڈی رکھ دیا کرتی تھیں۔ جب حضور نبی اکرم رسول مکرم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تو حضرت عبدالمطلب نے آپ ﷺ کو بھی حسب دستور عورتوں کے پاس بھیج دیا۔ صبح ہوئی تو عورتوں نے یہ عجیب منظر دیکھا کہ آپ ﷺ کے پاس رکھی ہوئی ہانڈی ٹوٹ کر دو ٹکڑے ہو گئی ہے اور حضور ﷺ آنکھیں کھولے آسمان کی جانب ٹکٹکی باندھ کر دیکھ رہے ہیں۔ عورتوں کے پاس جب حضرت عبدالمطلب آئے تو انہوں نے حیرانگی کے عالم میں کہا۔ ہم نے آج تک ایسا بچہ نہیں دیکھا۔ ہم یہ دیکھ کر سخت حیرت زدہ ہیں کہ ہنڈیا ٹوٹ گئی ہے اور نومولود آنکھیں کھولے آسمان پر نظریں جمائے ہوئے ہے۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا یہ راز محفوظ رکھنا۔ لگتا ہے یہ بچہ خیر و فلاح کا حامل ہو گا۔ ساتویں دن آپ ﷺ کی طرف سے عقیقہ کا جانور ذبح کیا گیا اور تمام قریش کو دعوت طعام دی گئی جب لوگ کھانا کھا چکے تو پوچھنے لگے۔ عبدالمطلب! پوتے کا کیا نام رکھا ہے؟ آپ نے کہا۔ محمد (ﷺ) لوگوں نے پوچھا۔ خاندانی ناموں سے انحراف کی کیا وجہ ہے؟ حضرت عبدالمطلب نے جواب دیا کہ میری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ آسمان پر اور مخلوقِ خدا زمین پر میرے اس نونہال کی تعریف کرے۔

ابونعیم اور ابن عساکر رحمہما اللہ بہ سند میتب بن شریک، محمد بن شریک سے وہ عمرو بن شعیب سے وہ اپنے والد سے اور وہ بھی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ مرالظہران مین ایک شامی راہب رہتا تھا۔ جس کا نام عیصی تھا اللہ تعالیٰ نے اسے بہت زیادہ علم و حکمت سے نوازا تھا۔ ہمیشہ اپنے صومعہ میں گوشہ نشین رہا کرتا۔ کبھی مکہ مکرمہ آتا اور لوگوں سے ملاقات کے وقت بتایا کرتا کہ عنقریب تمہارے اندر ایک بچہ پیدا ہو گا۔ عرب و عجم اس کے باجگزار اور زیر فرمان ہوں گے جس خوش نصیب نے اس کا عہد ہمایوں پایا اور اس کی اتباع کر لی تو وہ کامیاب ہو گا اور جس نے

مخالفت کی روش اختیار کی وہ ناکام و خطاکار ہوگا اس کی آمد کا یہی زمانہ ہے۔ اللہ کی قسم! اسی نبی منتظر کی جستجو میں شراب وکباب اور امن و عافیت کی سرزمین کو خیر آباد کہہ کر میں یہاں بھوک و افلاس اور خوف و ہراس کی آماجگاہ میں فروکش ہوں۔ لہٰذا جب کبھی مکہ مکرمہ میں کوئی بچہ پیدا ہوتا تو وہ اس کے متعلق پوچھا کرتا تھا۔ اور پھر کہتا کہ ابھی تک وہ نہیں آیا شب میلاد ﷺ کی صبح حضرت عبدالمطلب عیصی کے پاس آئے اور اس کے صومعہ کی دہلیز پر کھڑے ہو کر اسے آواز دی اس نے پوچھا کون ہو؟ آپ نے کہا عبدالمطلب راہب نے دریچہ سے جھانک کر کہا۔ ''تم اس کے باپ ہو۔ وہ مولود مسعود پیدا ہو گیا ہے جس کے بارے میں میں تمہیں بتاتا تھا کہ وہ سوموار کو پیدا ہوگا۔ اسی دن مبعوث ہوگا اور اسی دن اس کا وصال ہوگا آج رات اس کا ستارہ طلوع ہو گیا ہے۔ اس کی نشانی یہ ہے کہ ابھی اس کو درد کی شکایت ہوئی ہے۔ تین دن تک یہ تکلیف رہے گی پھر صحت و عافیت مل جائے گی تم یہ راز کی بات محفوظ رکھنا کیونکہ اتنا حسد کسی سے نہیں کیا گیا جتنا اس سے کیا جائے گا اور اتنی دشمنی کسی سے نہیں کی گئی جتنی اس کے ساتھ کی جائے گی۔'' حضرت عبدالمطلب نے پوچھا اس کی عمر کتنی ہو گی؟ راہب بولا تقریباً ستر سال سے کم طاق سالوں میں اس کا وصال ہوگا اکسٹھ تریسٹھ سال اور اس کی امت کے اکثر لوگوں کی عمریں بھی اتنی ہی ہوں گی راوی کہتے ہیں کہ عاشوراء محرم کے دن رسول پاک ﷺ حمل مبارک میں آئے۔ اور بارہ رمضان المبارک سوموار کے دن آپ کی ولادت ہوئی۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ عہد جاہلیت کا یہ دستور تھا کہ جب کبھی ان کے ہاں رات کی تاریکی میں کوئی بچہ جنم لیتا تو اسے کسی برتن کے نیچے رکھ دیا کرتے اور صبح تک اسے نہ دیکھتے تھے جب حضور نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیم کی ولادت باسعادت ہوئی تو آپ کو بھی ہانڈی کے نیچے چھپا دیا گیا۔ صبح جب وہ ہانڈی کے پاس آئے تو یہ دیکھ کر ان کی حیرت کی کوئی حد نہ رہی کہ ہانڈی دو ٹکڑے ہو گئی ہے اور آپ کی چشمان مقدس آسمان پر لگی ہوئی ہیں۔ پھر آپ کو دودھ پلانے کے لئے بنو بکر کی ایک خاتون کے پاس بھیج دیا گیا۔ جونہی اس نیک بخت خاتون نے آپ کو دودھ پلانا شروع کیا تو ہر طرف سے سعادتیں اور برکتیں اس کے گھر پر سایہ فگن ہو گئیں۔ اس کے پاس چند بکریاں تھیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ نے خوب برکت عطا فرمائی اور روز بروز ان میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ اس کے پاس بکریوں کی فراوانی ہو گئی۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ داؤد بن ابو ہند سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ کی ولادت

باسعادت ہوئی تو ٹیلے روشن ہوگئے اور آپ زمین پر ہاتھ مبارک ٹیکتے ہوئے تشریف لائے۔ پھر آپ نگاہیں اٹھا کر آسمان کو غور سے دیکھنے لگے اور آپ کو ایک بڑی اوندھی ہانڈی سے ڈھانپ دیا گیا جو دو ٹکڑے ہوگئی۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول پاک ﷺ کی ولادت مبارکہ ہوئی تو آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ نے آپ ﷺ کو ہانڈی کے نیچے چھپا دیا۔ ہانڈی ٹوٹ گئی۔ آپ فرماتی ہیں کہ میں نے دیکھا میرا بچہ آنکھیں کھولے آسمان کو غور سے دیکھ رہا ہے۔

ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ پیدا ہوئے تو زمین نور سے چمک اٹھی۔ ابلیس نے کہا آج رات ایسا بچہ پیدا ہوا ہے جو ہمارا سارا کام بگاڑ دے گا۔ اسکے چیلوں نے کہا۔ تم جا کر اسے ہواس باختہ اور پاگل بنا دو۔ جب ابلیس اس برے ارادے سے نبی کریم ﷺ کے قریب ہوا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت جبریل امین علیہ السلام کو بھیج دیا جس نے اسے ایسی ٹھوکر لگائی کہ وہ عدن میں جا گرا۔

زبیر بن بکار اور ابن عساکر رحمہما اللہ معروف بن خربوذ سے روایت کرتے ہیں کہ شروع شروع میں ابلیس کی رسائی ساتوں آسمانوں تک تھی۔ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش ہوئی تو آخری تین آسمانوں سے اسے روک دیا گیا۔ بہرحال نچلے چار آسمانوں تک پھر بھی چلا جاتا تھا مگر جب فخر عالم وعالمیاں ﷺ کی ولادت مبارکہ ہوئی تو ساتوں آسمانوں میں ابلیس کے داخلے پر پابندی عائد کر دی گئی۔ راوی کہتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ پیر کے دن طلوع فجر کے وقت پیدا ہوئے۔

خرائطی رحمۃ اللہ علیہ نے "ہواتف" میں نیز بیہقی، ابو نعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ بہ سند ابو ایوب یعلی بن عمران بجلی، مخزوم بن ہانی مخزومی سے وہ اپنے والد صاحب سے روایت کرتے ہیں (مخزوم کے والد صاحب کی عمر ڈیڑھ سو سال تھی)

"جس شب اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول ﷺ پیدا ہوئے اس وقت ایوان کسریٰ میں زلزلہ آ گیا۔ اس کے چودہ کنگرے زمین بوس ہوگئے۔ آتشکدہ فارس بجھ گیا جو کہ ہزار سال سے متواتر فروزاں چلا آرہا تھا، اور بحیرہ ساوہ خشک ہوگیا۔ جب صبح ہوئی تو شہنشاہ ایران کسریٰ یہ صورت حال دیکھ کر گھبرا گیا مگر دل کڑا کر کے چپ ہو رہا۔ جب پیمانہ صبر لبریز ہوگیا تو اس نے سوچا کہ وزراء کی کابینہ کو حقیقتِ حال سے ضرور آگاہ کرنا چاہیے۔ چنانچہ اس نے تاج شاہی سجایا، تخت شاہی پہ

براجمان ہوا اور وزراء کو بلا کر انہیں حالات سے آگاہ کر دیا۔ بادشاہ اپنے وزراء کو یہ باتیں بتا ہی رہا تھا کہ کسی نے ایک تحریر پیش کر دی جو آتشکدہ کے بجھ جانے کے متعلق تھی یہ معلوم ہوتے ہی اس پر کوہ الم ٹوٹ پڑا۔ ایک مجوسی عالم موبذان نے کہا بادشاہ سلامت! میں نے آج رات خواب دیکھا ہے کہ سرکش قسم کے اونٹ آگے آگے ہیں اور خالص نسل کے عربی گھوڑے ان کے پیچھے پیچھے رواں دواں ہیں اور پھر دریائے دجلہ عبور کر کے پورے ملک میں پھیل جاتے ہیں۔ کسریٰ نے پوچھا، موبذان! پھر کیا ہو گا؟ اس نے کہا لگتا ہے سرزمین عرب پر کوئی غیر معمولی واقعہ رونما ہونے والا ہے۔ پھر کسریٰ نے نعمان بن منذر کی طرف لکھا کہ ایک ایسا شخص بھیج دو جو میرے ہر سوال کا جواب دے سکتا ہو۔ نعمان نے عبدالمسیح بن عمرو بن حسان غسانی کو بھیج دیا جب عبدالمسیح بادشاہ کے پاس آیا تو اس نے کہا کیا تجھے معلوم ہے کہ میں تجھ سے کیا بات پوچھنے والا ہوں۔ عبدالمسیح نے کہا۔ بادشاہ سلامت خود ہی بتادیں جو کچھ مجھے علم ہوا میں بتادوں گا ورنہ کسی واقف حال سے پوچھ لوں گا چنانچہ بادشاہ نے اسے سب کچھ بتادیا۔ اس نے کہا اس کا صحیح علم میرے ماموں سطیح کو ہے جو مشارف شام میں رہائش پذیر ہے۔ کسریٰ بولا ٹھیک ہے تم اس کے پاس جاکر پوچھ آؤ، عبدالمسیح وہاں سے نکلا اور سطیح کے پاس جا پہنچا۔ جو قبر کے دھانے پر پہنچ چکا تھا۔ اسے سلام کیا۔ سلام سنتے ہی سطیح نے سر اٹھایا اور کہا۔

"عبدالمسیح سخت جان اونٹنی پر سطیح کے پاس آیا ہے۔ سطیح قریب المرگ ہے۔ عبدالمسیح کو ساسانیوں کے بادشاہ نے بھیجا ہے کیونکہ ایوان کسریٰ میں زلزلہ آگیا ہے۔ آتشکدہ فارس بجھ گیا ہے اور موبذان نے یہ خواب دیکھا ہے کہ سرکش اونٹ خالص عربی النسل گھوڑوں کو کھینچ رہے ہیں اور وہ دریائے دجلہ عبور کر کے سارے ملک میں پھیل گئے ہیں۔ اے عبدالمسیح! جب تلاوت کی کثرت ہو جائے صاحب عصا کا ظہور ہو جائے، وادیٔ ساوہ بہنے لگے، بحیرہ ساوہ خشک ہو جائے اور آتشکدہ فارس بجھ جائے تو پھر سمجھ لے کہ شام سطیح کا مسکن نہ رہا۔ شاہی خاندان کے مرد اور عورتیں کنگروں کی تعداد کے برابر برسر اقتدار آئیں گے اور جو کچھ ہونا ہے ہو کر رہے گا۔ پھر موقع پر ہی سطیح کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ عبدالمسیح وہاں سے روانہ ہو کر کسریٰ کے پاس آیا اور اسے ساری صورت حال سے آگاہ کیا۔ بادشاہ نے کہا ہمارے چودہ بادشاہوں کے برسر اقتدار آنے تک نہ جانے کیسے کیسے حالات و واقعات رونما ہو چکے ہوں گے۔ ان کے دس بادشاہ تو چار سالوں میں اپنی بساط حکومت لپیٹ گئے۔ البتہ باقی خلافت عثمانی تک برسر اقتدار رہے۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہ حدیث غریب ہے اس کی یہی ایک سند ہے یعنی

مخزوم نے اپنے باپ سے روایت کی ہے۔ نیز ابوایوب بجلی اس حدیث کو روایت کرنے میں اکیلے ہیں انہوں نے اپنی تاریخ میں سطیح کے تذکرے میں اسی قسم کا اظہار خیال کیا ہے اور عبدالمسیح کے تذکرے میں اس حدیث کو مذکورہ سند سے نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ اسے معروف بن خربوذ نے بشر بن تیم مکی سے بھی روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ جس شب رسول پاک ﷺ کی ولادت مبارک ہوئی--الخ اسی طرح پوری حدیث کو بیان کیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اسی سند سے اس حدیث پاک کو عبدان نے "کتاب الصحابہ" میں نقل کیا ہے۔اور ابن حجر نے "الاصابہ" میں کہا ہے کہ یہ حدیث مرسل ہے۔

خرائطی رحمۃ اللہ علیہ "ہواتف" میں اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ، عروہ سے نقل کرتے ہیں کہ قریش کے چند لوگ جن میں ورقہ بن نوفل، زید بن عمرو بن نفیل، عبیداللہ بن جحش اور عثمان بن حویرث کے نام قابل ذکر ہیں اپنے ایک بت کے پاس اکثر و بیشتر اکٹھے ہوا کرتے تھے۔ایک رات جب یہ لوگ وہاں آئے تو یہ دیکھ کر ان کی حیرت کی کوئی حد نہ رہی کہ ان کا بت منہ کے بل گرا پڑا ہے۔ فوراً پکڑ کر اسے سیدھا کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد پھر وہ بت دھڑام سے گر پڑا۔ انہوں نے پھر سیدھا کر دیا۔ مگر تیسری دفعہ پھر بت منہ کے بل گر گیا۔ یہ حیران کن صورت حال دیکھ کر عثمان بن حویرث کہنے لگا لامحالہ کوئی غیر معمولی واقعہ رونما ہوا ہے۔ یہ وہی رات تھی جس میں اللہ کے پیارے رسول ﷺ کی ولادت مبارکہ ہوئی۔ پھر عثمان درج ذیل شعر پڑھنے لگا۔

أَيَا صَنَمَ الْعِيْدِ الَّذِىْ صَفَّ حَوْلَهُ ‏ ‏ ‏ صَنَادِيْدُ وَفْدٍ مِنْ بَعِيْدٍ وَمِنْ قُرْبِ

اے خوشی و مسرت کے بت! تیرے ارد گرد دور و نزدیک سے آئے ہوئے سرداران قریش صف بستہ کھڑے ہیں۔

تَنَكَّسْ مَغْلُوْبًا فَمَا ذَاكَ قُلْ لَنَا ‏ ‏ ‏ أَ أَذَاكَ شَيْئٌ أَمْ تَنَكَّسَ لِلَّعْبِ

کیا تو شکست خوردہ ہو کر سر کے بل گرا ہے؟ آخر کیا بات ہے؟ کچھ تو ہمیں بتایئے۔ کیا کسی چیز نے تجھے اذیت پہنچائی ہے یا محض تفنن طبع کے لئے تو سر کے بل گرا ہے۔

فَإِنْ كَانَ مِنْ ذَنْبٍ أَسَأْنَا فَإِنَّنَا ‏ ‏ ‏ بَنُوْءُ بِإِقْرَارٍ وَنَلْوِىْ عَنِ الذَّنْبِ

اگر ہم سے کوئی خطا ہو گئی ہے تو ہم اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہیں اور آئندہ اس قسم کے گناہ سے اجتناب کریں گے۔

وَإِنْ كُنْتَ مَغْلُوْبًا تَنَكَّسْتَ صَاغِرًا ‏ ‏ ‏ فَمَا أَنْتَ فِى الْأَوْثَانِ بِالسَّيِّدِ الرَّبِّ

اور اگر تو شکست خوردہ ہے اور ذلیل و رسوا ہو کر سر کے بل گرا ہے تو پھر یہ بات واضح

ہے کہ تجھے ہمارے بتوں کے مابین سیادت وربوبیت کا مقام حاصل نہیں۔

راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد انہوں نے بت کو پھر سیدھا کر دیا۔ جب بت سیدھا ہو گیا تو اس کے اندر سے غیبی آواز سنائی دی۔ کوئی بہ آواز بلند کہہ رہا تھا۔

تَرَدّٰی لِمَوْلُوْدٍ اَنَارَتْ بِنُوْرِہٖ جَمِیْعُ فِجَاجِ الْاَرْضِ بِالشَّرْقِ وَالْغَرْبِ

یہ بت اس مولود مبارک کی پیدائش کی وجہ سے سر کے بل گرا ہے جس کے نور سے سرزمین شرق وغرب کے سارے راستے جگمگا اٹھے ہیں۔

وَخَرَّتْ لَہُ الْاَوْثَانُ طُرًّا وَاَرْعَدَتْ قُلُوْبُ مُلُوْکِ الْاَرْضِ طُرًّا مِنَ الرُّعْبِ

اس مولود مسعود کی وجہ سے سارے بت گر گئے اور اس کے رعب ودبدبہ سے دنیا کے تمام شہنشاہ لرزہ براندام ہیں۔

وَنَارُ جَمِیْعِ الْفُرْسِ بَاخَتْ وَأَظْلَمَتْ وَقَدْبَاتَ شَاہُ الْفُرْسِ فِیْ أَعْظَمِ الْکَرْبِ

سارے فارس کے آتشکدے بجھ گئے اور تاریکی میں ڈوب گئے۔ اور شہنشاہ فارس رات کو سخت رنج وبلا میں مبتلا رہا۔

وَصُدَّتْ عَنِ الْکُھَّانِ بِالْغَیْبِ جِنُّھَا فَلَا مُخْبِرٌ مِنْھُمْ بِحَقٍّ وَلَا کَذِبٍ

کاہنوں سے ان کے جنوں کو روک دیا گیا ہے۔ اب نہ تو ان کے پاس کوئی سچی خبر لانے والا ہے اور نہ جھوٹی۔

فَیَالَقُصَیٍّ اِرْجِعُوْا عَنْ ضَلَالِکُمْ وَھُبُّوْا اِلَی الْاِسْلَامِ وَالْمَنْزِلِ الرَّحْبِ

اے اولاد قصی! گمراہی سے باز آ جاؤ اور دین اسلام اور اس کے کشادہ دامن سے فوری طور پر وابستہ ہو جاؤ۔

خرائطی رحمۃ اللہ علیہ، ہشام بن عروہ سے وہ اپنے والد سے اور وہ اپنی دادی جان حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ زید بن عمرو بن نفیل اور ورقہ بن نوفل کہا کرتے تھے کہ جب ابرہہ مکہ مکرمہ سے خائب وخاسر واپس لوٹا تو اس واقعہ کے بعد ہم نجاشی کے پاس گئے تھے۔ نجاشی نے کہا اے قریشیو! سچ بتاؤ کیا تمہارے خاندان میں کوئی ایسا بچہ پیدا ہوا ہے جس کے باپ نے اسے پہلے ذبح کرنے کا ارادہ کیا ہو مگر پھر تیر پھینک کر قرعہ اندازی کی ہو۔ جس کی وجہ سے اس کا بیٹا ذبح ہونے سے بچ گیا ہو اور اس کے بدلے میں بہت سے اونٹ ذبح کر دیئے گئے ہوں۔ ہم نے کہا۔ ہاں ایسا بچہ پیدا ہوا ہے۔ نجاشی نے مزید پوچھا۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ اس بچے پر کیا گزری؟ ہم نے اسے بتایا کہ اس نے آمنہ نامی عورت کے ساتھ شادی کی پھر جب وہ

حاملہ ہوئی تو وہ راہی ملک بقا ہو گیا۔ نجاشی کہنے لگا۔ کیا آمنہ کے ہاں بچے کی ولادت ہوئی یا نہیں؟ تو ورقہ بولا۔

"بادشاہ سلامت! سنئے۔ ایک رات میں اپنے بت کی خدمت میں حاضر تھا میں نے اس کے اندر سے غیبی آواز نکلتی سنی کوئی کہہ رہا تھا۔

وُلِدَ النَّبِیُّ فَذَلَّتِ الْاَمْلَاكُ وَنَایَ الضَّلَالُ وَاَدْبَرَ الْاَ شْرَاكُ

نبی کریم ﷺ پیدا ہو گئے ہیں۔ ان کی آمد سے شہنشاہوں کی گردنیں خم ہو گئیں۔
گمراہی کی کالی گھٹائیں چھٹ گئیں اور کفر و شرک رفوچکر ہو گیا۔

پھر وہ بت سر کے بل اوندھا گر پڑا۔

زید نے کہا۔ بادشاہ سلامت! اسی قسم کا واقعہ میرے ساتھ بھی پیش آیا ہے اسی رات میں جبل ابی قبیس پر آیا۔ میں نے دو سبز پروں والا ایک شخص دیکھا۔ جو آسمان سے اترا اور جبل ابی قبیس پر آ کھڑا ہوا۔ پھر مکہ شریف کی جانب متوجہ ہوا۔ اور یوں گویا ہوا۔

"شیطان ذلیل و رسوا ہو گیا۔ بتوں کا دور ختم ہو گیا اور امین پیدا ہو گئے۔" اس کے پاس ایک چادر تھی اس نے مشرق و مغرب میں چادر پھیلا دی میں نے دیکھا چادر سے آفاق عالم چھپ گئے۔ پھر ایک نور چمکا۔ جس سے میری آنکھیں خیرہ ہونے لگیں۔ اس سارے منظر سے مجھ پر دہشت سی طاری ہو گئی۔ اس ہاتف غیبی نے اپنے پر پھڑ پھڑائے اور کعبہ شریف پر گر پڑا۔ پھر اس سے ایک نور چمکا جس سے تہامہ کے در و دیوار روشن ہو گئے۔ آواز آئی۔ "زمین برگ و بار سے لد گئی ہے اور اس پر سبزہ لہلہانے لگا ہے۔" پھر اس نے کعبہ کے بتوں کی طرف اشارہ کیا تو وہ سب گر پڑے۔"

یہ سن کر نجاشی نے کہا۔

"بڑی حیرت کی بات ہے۔ اب ذرا میرے ساتھ پیش آنے والا واقعہ بھی سنئے۔ میں بھی اسی رات گوشہ تنہائی میں محو خواب تھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ زمین سے ایک سر بمع گردن نکلا اور یوں گویا ہوا۔

"اصحاب فیل پر ہلاکت آن پڑی ہے۔ ابابیل نامی پرندوں نے ان پر سنگباری کی ہے۔ غنڈہ، بدمعاش اثرم ہلاک ہو گیا اور نبی امی حرمی مکی پیدا ہو گئے ہیں۔ جس نے ان کی دعوت پر لبیک کہا وہ سعادت مند بن گیا اور جس نے انکار کیا وہ نامراد ہوا۔" پھر وہ سر اچانک زمین کے اندر غائب ہو گیا۔ یہ تعجب خیز منظر دیکھ کر میں چیخنا چاہتا تھا مگر میری قوت گویائی سلب ہو گئی۔ میں نے اٹھنے کا ارادہ کیا مگر اٹھ نہ سکا۔ میرے اہل خانہ آئے تو میں نے کہا حبشیوں کو میری نگاہوں سے ہٹا دو۔ چنانچہ جب انہوں نے ایسا کیا تو میری زبان اور پاؤں کام کرنے لگ گئے۔

باب

نبی کریم ﷺ مختون پیدا ہوئے

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ ''اوسط'' اور ابو نعیم، خطیب اور ابن عساکر رحمہم اللہ علیہ متعدد اسناد سے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ ''میرے رب کی کرم نوازیوں اور عزت افزائیوں میں سے یہ بھی ہے کہ میں مختون پیدا ہوا ہوں اور میرے ستر کو کسی نے نہیں دیکھا۔'' اس روایت کو ضیاء نے ''مختارہ'' میں صحیح کہا ہے۔ نیز ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ یونس بن عطاء مکی سے، وہ حکم بن اَبان عدنی سے، وہ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور وہ اپنے والد گرامی حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ پیدا ہوئے تو آپ ختنہ شدہ تھے اور ناف کٹی ہوئی تھی۔ یہ دیکھ کر حضرت عبد المطلب کو بڑا تعجب ہوا اور آپ کے دل میں حضور ﷺ کی قدر و منزلت بیٹھ گئی۔ اور فرمایا لَیَکُوْنَنَّ لِأُ بْنِیْ ھٰذَا شَانٌ۔ میرے اس بچے کی بڑی شان ہو گی۔ پھر واقعی آپ کو اللہ تعالیٰ نے بڑی شان عطا فرمائی۔ اس حدیث پاک کو بیہقی، ابو نعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے بھی روایت کیا ہے۔

ابن عدی اور ابن عساکر رحمہم اللہ بہ سند عطاء، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم ختنہ شدہ اور ناف بریدہ پیدا ہوئے۔

ابن عساکر نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم مختون پیدا ہوئے۔

اسی طرح ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ ناف بریدہ اور ختنہ شدہ پیدا ہوئے۔

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے مستدرک میں کہا ہے کہ حضور نبی کریم کے مختون پیدا ہونے کے متعلق متواتر احادیث ہیں۔

ابن درید رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''الوشاح'' میں ہے کہ ابن کلبی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ہمیں حضرت کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعے معلوم ہوا ہے آپ نے فرمایا کہ ہم بعض کتابوں میں یوں لکھا پاتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام مختون پیدا ہوئے تھے پھر آپ کی اولاد میں سے بارہ انبیاء کرام بھی مختون پیدا ہوئے۔ سب سے آخر میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ

والتسلیم بھی مختون پیدا ہوئے۔ مختون پیدا ہونے والے بارہ انبیاء کے نام یہ ہیں۔ حضرت شیث، حضرت ادریس، حضرت نوح، حضرت سام، حضرت لوط، حضرت یوسف۔ حضرت موسیٰ، حضرت سلیمان، حضرت شعیب۔ حضرت یحییٰ۔ حضرت ہود اور حضرت صالح علیہم السلام اجمعین۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ "اوسط" میں اور ابو نعیم و ابن عساکر رحمہم اللہ حضرت ابو بکرہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت جبریل امین علیہ السلام نے حضور نبی کریم ﷺ کے قلب مبارک کو پاک کیا تو اسی وقت ختنہ کی سنت بھی ادا کی تھی۔

باب

گہوارے میں چاند سے گفتگو فرمانا

بیہقی اور صابونی رحمہم اللہ "مائتین" میں اور خطیب و ابن عساکر رحمہم اللہ اپنی اپنی کتب تاریخ میں نقل کرتے ہیں کہ حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ نبوی میں عرض کی۔ "یا رسول اللہ! میرے مشرف بہ اسلام ہونے کا سبب وہ علامت نبوت ہے جو میں نے اس وقت دیکھی تھی جب آپ گہوارے میں تشریف فرما تھے اور چاند کے ساتھ گفتگو فرما رہے تھے اور آپ جدھر انگلی سے اشارہ فرماتے، چاند ادھر ہی جھک جاتا تھا۔" حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

إِنِّیْ كُنْتُ اُحَدِّثُهٗ وَيُحَدِّثُنِیْ وَيُلْهِيْنِیْ عَنِ الْبُكَاءِ وَاَسْمَعُ وَجْبَتَهٗ حِيْنَ يَسْجُدُ تَحْتَ الْعَرْشِ

میں چاند کے ساتھ باتیں کرتا تھا اور وہ میرے ساتھ باتیں کرتا تھا اور مجھے رونے سے بہلاتا تھا۔ جب چاند عرش الٰہی کے نیچے سجدہ ریز ہوتا تو میں اس کی تسبیح کی آواز سنا کرتا تھا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس حدیث کو صرف احمد بن ابراہیم جیلی رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا ہے اور وہ مجہول راوی ہیں۔ صابونی نے کہا کہ یہ حدیث غریب الاسناد ہے جبکہ اس کا متن معجزات کے متعلق حسن ہے۔

باب

گہوارے میں گفتگو فرمانا

حافظ ابو الفضل بن حجر "شرح بخاری" میں فرماتے ہیں کہ سیر واقدی میں ہے کہ حضور نبی کریم

ﷺ نے پیدا ہونے کے فوراً بعد کلام فرمایا۔ نیز ابن سبع نے "الخصائص" میں ذکر کیا ہے کہ فرشتے آپ ﷺ کا جھولا جھلاتے تھے اور سب سے پہلے آپ کی زبان مبارک سے یہ کلمات جاری ہوئے۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْراً وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ كَثِيْراً

باب

زمانۂ رضاعت میں ظاہر ہونے والے معجزات

ابن اسحاق، ابن راہویہ، ابو یعلی، طبرانی، بیہقی، ابو نعیم اور ابن عساکر رحمھم اللہ عبد اللہ بن جعفر بن ابو طالب سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضور نبی رحمت ﷺ کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بتایا کہ قحط سالی کا زمانہ تھا۔ میں بنو سعد بن بکر کی چند عورتوں کی معیت میں شیر خوار بچوں کی تلاش میں مکہ مکرمہ آئی۔ میں اپنی گدھی پر سوار تھی۔ میری گود میں میرا اپنا نور نظر تھا۔ علاوہ ازیں میری ایک بوڑھی اونٹنی بھی تھی جس کی کھیری میں دودھ نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ ہم اپنے بچے کی وجہ سے رات بھر نہ سو سکے کیونکہ نہ میری چھاتیوں میں اتنا دودھ تھا کہ وہ سیراب ہوتا اور نہ اونٹنی کا اتنا دودھ تھا جو اس کی غذا بنتا۔ بہر حال ہم مکہ مکرمہ آگئے۔ جس عورت کے سامنے رسول پاک ﷺ کو پیش کیا جاتا اور اسے بتایا جاتا کہ آپ یتیم ہیں تو وہ آپ کی رضاعت سے انکار کر دیتی۔ (آپ کو وہ پسند ہی نہ تھیں) میرے ساتھ آنے والی تمام عورتوں کو شیر خوار بچے مل گئے۔ مگر مجھے کوئی بچہ نہ مل سکا۔ میں نے اپنے شوہر سے کہا۔ مجھے یہ اچھا نہیں لگتا کہ میں کوئی بچہ لئے بغیر واپس چلی جاؤں۔ میں تو جاتی ہوں اور وہی یتیم بچہ لے لیتی ہوں۔ میں آپ کو لے کر اپنے خیمہ میں آگئی۔ اپنی چھاتی پیش کی۔ آپ نے خوب سیر ہو کر دودھ پیا۔ پھر آپ کے رضاعی بھائی نے بھی خوب سیر ہو کر دودھ پیا۔ میرا خاوند اٹھا کیا دیکھتا ہے کہ ہماری لاغر کمزور اونٹنی کی کھیری دودھ سے لبالب بھری ہوئی ہے۔ پھر اس کا دودھ دوہا۔ جسے ہم نے جی بھر کر پیا۔ وہ رات ہم نے بڑے مزے سے بسر کی۔ یہ برکتیں دیکھ کر میرے شوہر نے کہا۔

يَاحَلِيْمَةُ وَاللّٰهِ اِنِّىْ لَأَرَاكِ قَدْ اَخَذْتِ نِسْمَةً مُبَارَكَةً

اے حلیمہ! قسم بخدا لگتا ہے تو نے سراپا یمن و برکت ہستی کو حاصل کر لیا ہے۔ دیکھو تو سہی۔ جب سے آپ آئے ہیں خیر و برکت کی فراوانی شروع ہو گئی ہے۔ چنانچہ آپ کی وجہ سے خیرات و برکات بڑھتی گئیں۔ پھر ہم واپسی کے لئے عازم سفر ہوئے۔ اب میری وہی گدھی تیز رفتاری کے باعث

پورے قافلے سے آگے بڑھ گئی۔ کوئی گدھا اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ میری ہم سفر عورتیں یہ حیرت انگیز منظر دیکھ کر بولیں۔

وَيْلَكِ أَهِذِى أَتَانُكِ الَّتِى خَرَجْتِ عَلَيْهَا مَعَنَا؟

کمال ہے۔ کیا یہ وہی گدھی ہے جس پر تو سوار ہو کر آئی تھی؟ میں نے کہا۔ ہاں ہاں۔ قسم بخدا یہ وہی گدھی ہے۔ تو وہ کہتیں۔ اس کی تو بڑی نرالی شان ہے۔ بالآخر ہم بنو سعد کی سرزمین میں آپہنچے۔ یہاں کی زمین انتہائی بنجر اور قحط زدہ تھی۔ مگر قحط سالی کے باوجود میری بکریوں کا یہ حال تھا کہ وہ دن بھر چرنے کے بعد جب شام کو واپس آتیں تو ان کے پیٹ بھرے ہوئے اور ان کی کھیریاں دودھ سے لبریز ہوتی تھیں۔ ہم اور ہمارے جانور اسی طرح شادابی اور زرخیزی سے لطف اندوز ہو رہے تھے جبکہ ہمارے گرد و پیش کے لوگوں کی بکریوں کے تھنوں میں دودھ کا قطرہ بھی نہ ہوتا۔ ان کے ریوڑ بھوکے واپس آجاتے تھے۔ وہ اپنے چرواہوں سے کہتے۔ جہاں حلیمہ کی بکریاں چرتی ہیں تم بھی اپنا ریوڑ وہیں چرایا کرو۔ پھر وہ میری بکریوں کے ساتھ اپنی بکریاں چراتے مگر شام کو ان کی بھیڑ بکریاں بھوکی لوٹ جاتیں جبکہ میری بکریاں شکم سیر ہوتیں اور ان کی کھیریاں دودھ سے لبالب بھری ہوتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یونہی خیر و برکت اور سعادت مندی کے دن دکھلاتا رہا۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ کی عمر مبارک دو سال ہو گئی۔ آپ کی جسمانی نشوونما دوسرے بچوں سے خاصی مختلف تھی۔ اللہ کی قسم دو سال کی عمر میں آپ خوب تنومند اور توانا ہو گئے تھے۔ پھر ہم آپ کو آپ کی والدہ ماجدہ کے پاس لے آئے۔ تاہم آپ کی برکتوں کو دیکھ کر ہماری دلی خواہش یہی تھی کہ آپ کچھ عرصہ مزید ہمارے پاس ٹھہر جائیں۔ چنانچہ آپ کی والدہ ماجدہ سے ہم نے گذارش کی کہ اگر اجازت ہو تو ہم اپنے بیٹے کو مزید ایک سال کے لئے واپس لے جائیں۔ یہاں خطرہ ہے کہ کہیں مکہ کی وبا زدہ فضا سے ان کی صحت خراب نہ ہو جائے۔ ہمارے پیہم اصرار کی وجہ سے انہوں نے ہاں کر دی۔ ہم آپ کو ساتھ لے آئے۔ دو تین ماہ گزرے تھے کہ ایک دن آپ اپنے رضاعی بھائی کے ساتھ ہمارے گھر کے پیچھے بکریاں چرا رہے تھے۔ اچانک آپ کا بھائی دوڑتا ہوا آیا اور کہنے لگا۔ سفید کپڑوں میں ملبوس دو آدمی میرے قریشی بھائی کے پاس آئے۔ اسے لٹایا اور پیٹ کو چاک کر دیا۔ یہ سنتے ہی میں اور آپ کا رضاعی باپ فوراً وہاں پہنچے۔ ہم نے دیکھا کہ آپ کھڑے ہیں اور چہرے کی رنگت زردی مائل ہے۔ آپ کے رضاعی والد نے آپ کو گلے لگا لیا۔ اور پوچھا "تمہیں کیا ہو گیا تھا۔" آپ نے بتایا کہ دو شخص آئے جنہوں نے سفید لباس پہنا ہوا تھا۔ مجھے لٹا کر میرا پیٹ چاک کیا۔ اندر سے کوئی چیز نکال کر باہر پھینکی اور پھر

پہلے کی طرح سب کچھ درست کر دیا۔ ہم آپ کو گھر لے آئے آپ کے رضاعی والد نے کہا۔ اے حلیمہ! مجھے اندیشہ ہے کہ آپ پر آسیب کا اثر ہو گیا ہے۔ لہٰذا کوئی پریشان کن صورت حال پیش آنے سے پہلے ہی آپ کو اپنے گھر والوں کے پاس واپس پہنچا آنا چاہئے۔ پس ہم آپ کو آپ کی والدہ کے پاس لے آئے۔ آپ فرمانے لگیں۔ تمہیں تو انہیں اپنے پاس رکھنے کا بڑا شوق تھا۔ اب واپس کیسے لے آئے ہو۔ ہم نے کہا ان کو نقصان پہنچنے یا کوئی غیر معمولی حادثہ پیش آنے کا ہمیں خطرہ تھا۔ آپ نے فرمایا۔ تمہیں کیا ہے سچ سچ بتا دو۔ آپ کے اصرار پر ہم نے ساری صورت حال آپ کے گوش گزار کر دی۔ ہماری باتیں سن کر آپ نے فرمایا۔ کیا تمہیں یہ ڈر تھا کہ میرے بیٹے کو شیطان کوئی گزند پہنچائے گا۔ ہرگز نہیں۔ اللہ کی قسم! شیطان آپ کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا اور سنو۔ میرے اس بیٹے کی انوکھی شان ہوگی۔ کیا میں تمہیں اپنے فرزند دلبند کی عظمت شان کے بارے میں نہ بتلاؤں۔ ہم نے عرض کیا۔ ضرور فرمائیے۔ تو آپ فرمانے لگیں۔

"مجھے جب آپ کا حمل ہوا تو کوئی گرانی محسوس نہ ہوئی۔ حالت خواب میں مجھے یوں دکھائی دیا گویا میرے بدن سے ایک نور برآمد ہوا جس سے شام کے محلات چمک اٹھے۔ پھر جب آپ پیدا ہوئے تو دونوں ہاتھ زمین پر ٹیکے ہوئے آسمان کی جانب دیکھ رہے تھے۔ اب میرے بیٹے کو میرے پاس ہی چھوڑ جاؤ۔"

بیہقی اور ابن عساکر رحمہما اللہ محمد بن زکریا غلابی سے، وہ یعقوب بن جعفر بن سلیمان سے، وہ علی بن عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے وہ اپنے والد سے اور وہ بھی اپنے والد صاحب سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حلیمہ سعدیہ بتایا کرتی تھیں کہ جب انہوں نے رسول کریم ﷺ کا دودھ چھڑایا تو آپ کے لب لعلیں کو جنبش ہوئی۔ ارشاد فرمایا۔ "**اللہ اکبر کبیراً والحمد للہ کثیراً و سبحان اللہ بکرةً واصیلاً**" پھر جب آپ بڑے ہونے لگے تو باہر تشریف لاتے اور بچوں کو کھیلتا دیکھتے تو ان کے ساتھ کھیلنے سے اجتناب فرماتے تھے۔ ایک دن مجھ سے کہنے لگے۔ امی جان! دن کے وقت میرے بھائی دکھائی نہیں دیتے؟ میں نے کہا۔ قربان جاؤں۔ وہ سویرے سویرے تاریکی میں ہی بکریاں چرانے کے لئے نکل جاتے ہیں اور اس وقت واپس آتے ہیں جب شام کا اندھیرا چھا رہا ہوتا ہے آپ نے فرمایا۔ مجھے بھی ان کے ساتھ بھیج دیا کریں۔ اس کے بعد آپ ان کے ساتھ خوشی خوشی جاتے اور خوشی خوشی واپس آجاتے۔ ایک دن جب وہ چلے گئے تو عین دوپہر کے وقت میرا بیٹا ضمرہ سخت گھبراہٹ کے عالم میں دوڑتا ہوا آیا اور پسینے میں شرابور زار و قطار روتے ہوئے کہنے لگا ابو جان! امی جان! میرے بھائی محمد کے پاس جاؤ۔ تم جاؤ گے تو انہیں

زندہ نہ پاؤ گے۔ ہم نے کہا۔ کیاواقعہ رونما ہوا ہے؟ وہ کہنے لگا۔ ہم کھڑے تھے کہ اچانک ایک آدمی آیا۔ آپ کو ہمارے درمیان سے اٹھا کر پہاڑ کی چوٹی پر لے گیا۔ ہماری آنکھوں کے سامنے اس نے سینے سے ناف تک آپ کا پیٹ چاک کیا۔ پھر نہ جانے کیا ہوا۔ میں تو ادھر آ گیا۔ یہ سنتے ہی میں اور آپ کا رضاعی باپ دوڑ کر وہاں پہنچے۔ ہم نے دیکھا کہ آپ پہاڑ کی چوٹی پر تشریف فرما ہیں۔ آسمان پر نظریں جمار کھی ہیں اور مسکرا رہے ہیں۔ میں بے ساختہ آپ سے لپٹ گئی اور آپ کی جبین مقدس کو چومنے لگی۔ اور کہا۔ میں قربان جاؤں۔ آپ کو کونسی تکلیف ہے؟ آپ نے فرمایا خیریت ہے۔ امی جان! ابھی میں کھڑا تھا کہ تین آدمی میرے پاس آئے۔ ایک کے ہاتھ میں چاندی کا لوٹا تھا جبکہ دوسرے کے ہاتھ میں برف سے لبریز سبز زمرد کا تھال تھا وہ مجھے پکڑ کر پہاڑ کی چوٹی پر لے آئے۔ اور بڑے آرام سے پہاڑ پر لٹا دیا۔ پھر ایک آدمی نے سینے سے ناف تک میرا پیٹ چاک کیا۔ میں یہ سب کچھ دیکھتا رہا مگر کوئی تکلیف محسوس نہ ہوئی۔ پھر اس نے اپنا ہاتھ میرے پیٹ میں ڈالا، آنتیں نکالیں۔ انہیں اچھی طرح دھویا اور واپس اپنی جگہ پر لوٹا دیں۔ پھر دوسرا شخص اٹھا۔ اس نے پہلے سے کہا۔ ہٹ جاؤ۔ تم نے اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کر لیا ہے وہ میرے قریب ہوا۔ اپنا ہاتھ میرے پیٹ میں ڈالا، میرے دل کو نکال کر اسے چاک کیا اور اس میں سے ایک خون آلودہ نکتہ نکال کر باہر پھینک دیا۔ پھر کہا۔ اے اللہ کے حبیب! یہ شیطان کا حصہ تھا۔ بعد ازاں اس نے اپنے پاس موجود کسی چیز کے ساتھ میرے دل کو بھر دیا اور اسے واپس اپنی جگہ پر رکھ کر اس پر نور کی مہر لگا دی۔ اب بھی اس مہر کی ٹھنڈک میں اپنے رگ و پے میں محسوس کر رہا ہوں۔ پھر تیسرا شخص اٹھا۔ اس نے کہا۔ تم دونوں ہٹ جاؤ۔ تم اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کر چکے ہو۔ پھر وہ میرے قریب آیا اور اپنا ہاتھ میرے سینے سے ناف تک پھیر کر کہنے لگا۔ ان کی امت کے دس آدمیوں کے ساتھ ان کا وزن کرو۔ جب انہوں نے وزن کیا تو میرا پلڑا جھک گیا۔ پھر اس نے کہا انہیں چھوڑ دو۔ اگر ساری امت کے مقابلے میں بھی ان کو وزن کرو گے تو پھر بھی یہ بھاری رہیں گے۔ پھر مجھے پکڑ کر بڑے پر سکون طریقے سے بٹھا دیا۔ اس کے بعد وہ مجھ پر جھک گئے۔ میرے سر اور پیشانی کو بوسے دینے لگے اور بولے اے اللہ کے حبیب! آپ ہرگز پریشان نہ ہوں۔ اگر آپ کو معلوم ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کو آپ کی کس قدر خیر و عافیت مطلوب ہے تو آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جائیں گی۔ پھر وہ مجھے یہاں چھوڑ کر پرواز کرتے ہوئے فضا میں چلے گئے۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ کی گفتگو سننے کے بعد میں آپ کو اٹھا کر بنو سعد کی بستی میں لے آئی لوگوں نے کہا انہیں کاہن کے پاس لے جاؤ، وہ انہیں دیکھ کر کوئی علاج تجویز

کرے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ تم جو باتیں کر رہے ہو ان میں سے کوئی چیز مجھے لاحق نہیں۔ میری طبیعت ٹھیک ٹھاک اور میرا دل صحیح سلامت ہے۔ مگر لوگ کہتے تھے کہ ان پر پاگل پن یا کسی جن کا اثر ہے۔ لوگوں کے اصرار پیہم سے مجبور ہو کر میں کاہن کے پاس پہنچی اور اسے صورت حال سے آگاہ کیا۔ وہ بولا۔ تم نہ بتاؤ۔ یہ بچہ خود سنائے گا کیونکہ وہ خود اپنے احوال سے زیادہ باخبر ہے۔ بچے! بولو۔ آپ ﷺ نے شروع سے آخر تک ساری کہانی سنا دی۔ آپ کی گفتگو سننے کی دیر تھی کہ کاہن فوراً کھڑا ہو گیا اور باآواز بلند پکارا اے اہل عرب! تمہارے برے حالات قریب تر ہیں۔ مجھے اس بچے سمیت قتل کر دو۔ اگر تم نے اسے قتل نہ کیا تو یہ بڑا ہو کر تمہیں کم عقل اور کوتاہ اندیش سمجھے گا۔ تمہارے دین کو جھٹلائے گا ایسے رب کی طرف بلائے گا جسے تم پہچانتے نہ ہو گے اور ایسے دین کی طرف تمہیں دعوت دے گا جو تمہارے لئے سراسر اجنبی ہو گا۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب میں نے کاہن کی یہ باتیں سنیں تو فوراً حضور ﷺ کو اس کے ہاتھ سے چھین لیا اور اس سے کہا تم بڑے بدحواس اور پاگل انسان ہو۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم اس طرح کی بے سروپا باتیں کرو گے تو میں ان کو تمہارے پاس قطعاً نہ لاتی۔ تم اپنا قاتل کہیں سے ڈھونڈ لو۔ ہم تو اپنے محمد (ﷺ) کو قتل نہ ہونے دیں گے۔ میں آپ کو اپنے گھر اٹھا لائی۔ میں حضور ﷺ کو بنو سعد کے جس گھر میں لے جاتی، ہمیں آپ کے جسم اطہر سے کستوری کی مہک اٹھتی محسوس ہوتی تھی۔ ہر روز آپ کے پاس دو سفید آدمی آتے۔ آپ کے لباس میں چھپ جاتے اور پھر ظاہر نہ ہوتے تھے۔ لوگوں نے کہا۔ حلیمہ! اس بچے کو اس کے دادا کے حوالے کر دو۔ اور اپنی امانت سے سبکدوش ہو جاؤ۔ میں نے بھی آپ کو واپس لوٹانے کا عزم کر لیا۔ میں نے سنا کوئی کہہ رہا تھا اے وادیٔ مکہ! آج تمہیں مبارک ہو۔ آج نور، دین، رونق اور عظمت و رفعت تمہارے پاس واپس آنے کو ہے۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تجھے ذلت و رسوائی سے امان مل گئی ہے۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں۔ میں نے یہ سب کچھ حضرت عبدالمطلب کو بتایا تو وہ بولے اے حلیمہ! میرے اس فرزند کی نرالی شان ہو گی۔ کاش میں بھی اس عہد ہمایوں کو پالوں۔

امام بیہقی، حضرت امام زہری رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اپنے دادا حضرت عبدالمطلب کی آغوش تربیت میں تھے کہ بنو سعد کی ایک عورت نے دودھ پلانے کی غرض سے آپ کو مانگ لیا۔ وہ آپ کو لے کر عکاظ کے میلہ میں آئیں تو وہاں ایک کاہن آپ کو دیکھ کر بولا۔ اے اہل عکاظ! اس بچے کو قتل کر دو۔ اسے بہت بڑی بادشاہی ملے گی، یہ

سنتے ہی آپ علیہ کی رضاعی والدہ آپ کو لے کر کہیں کھسک گئیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ کو بچالیا۔ پھر آپ علیہ اپنی رضاعی والدہ کے ہاں پلے بڑھے۔ یہاں تک کہ دوڑنے کی عمر تک جا پہنچے آپ علیہ کی رضاعی بہن آپ علیہ کو گود میں اٹھاتی تھی۔ ایک دن اس نے آکر کہا۔ امی جان میں نے چند آدمی دیکھے ہیں جنہوں نے ابھی ابھی میرے قریشی بھائی کو پکڑ کر اس کا پیٹ چاک کر دیا ہے۔ آپ کی رضاعی والدہ سخت پریشان ہوئیں۔ فوراً آپ کے پاس آئیں آپ تشریف فرما تھے مگر آپ کی رنگت زردی مائل تھی۔ وہاں دوسرا کوئی بھی نہ تھا۔ وہ آپ علیہ کو آپ کی والدہ (حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا) کے پاس لے آئیں اور کہا، اپنا بیٹا لے لیجئے مجھے ان کی جان کا خطرہ ہے۔ آپ کی والدہ نے فرمایا نہیں۔ اللہ کی قسم ایسی کوئی تکلیف میرے بیٹے کو نہ ہوگی جس کا تم خوف کر رہی ہو۔ کیونکہ میرے بیٹے کی تو یہ شان ہے کہ جب یہ میرے شکم سے باہر آئے تو ہاتھوں کے ساتھ زمین پر سہارا لئے ہوئے، آسمان کی جانب سر اٹھائے ہوئے تھے۔ پھر آپ کی والدہ ماجدہ اور دادا جان نے آپ کا دودھ چھڑالیا۔ اس کے بعد آپ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا اور آپ اپنے جد امجد کی کفالت میں آگئے۔ ابھی آپ بچے ہی تھے کہ آپ اپنے جدامجد کی مسند پر جا بیٹھتے تھے۔ حضرت عبدالمطلب کی طرف لے کر آنے والی خادمہ آپ سے کہا کرتی کہ اپنے دادا کی مسند سے اتر جاؤ تو حضرت عبدالمطلب فرمایا کرتے۔ میرے بیٹے کو کچھ نہ کہو۔ یہ اچھائی بھلائی کا شعور رکھتے ہیں۔ بعد ازاں آپ کے دادا جان کا بھی انتقال ہو گیا تو آپ علیہ اپنے چچا حضرت ابو طالب کی کفالت میں آگئے۔ جب آپ سن شعور کو پہنچے تو حضرت ابو طالب سفر تجارت میں آپ کو شام لے گئے۔ جب آپ تیماء کے مقام پر فروکش ہوئے تو ایک یہودی عالم نے آپ کو دیکھ کر حضرت ابو طالب سے پوچھا۔ یہ بچہ تمہارا کیا لگتا ہے؟ آپ نے جواب دیا۔ یہ میرا بھتیجا ہے اس نے کہا کیا تم اس پر شفقت کیا کرتے ہو۔ آپ نے کہا۔ ہاں۔ تو وہ بولا اللہ کی قسم! اگر تم شام جاؤ گے تو وہاں کے یہود اس بچے کو قتل کر دیں گے۔ کیونکہ یہ ان کا دشمن ہے۔ یہ سنتے ہی حضرت ابو طالب آپ کو لے کر مکہ مکرمہ واپس لوٹ آئے۔

ابو یعلی، ابو نعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ شداد بن اوس سے روایت کرتے ہیں کہ بنو عامر کے ایک آدمی نے رسول پاک علیہ سے عرض کیا کہ آپ اپنی حقیقت سے آگاہ فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ میری شان کی پہلی بات یہ ہے کہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ کا پہلوٹھی کا بچہ ہوں۔ میری والدہ ماجدہ کو حمل کا معمولی سا بوجھ محسوس ہوا تھا۔ اسی ہلکے سے بوجھ کا ذکر وہ اپنی ساتھی عورتوں سے کیا کرتی تھیں۔ انہوں نے

خواب میں دیکھا کہ ان کے شکم میں نور ہے۔ وہ فرماتی تھیں کہ میری نگاہیں اس نور کو دیکھتیں تو وہ آگے بڑھ جاتا تھا یہاں تک کہ زمین کے مشرق و مغرب مجھ پر روشن ہو گئے۔ جب میں پیدا ہوا اور پروان چڑھنے لگا تو قریش کے بتوں اور شعر گوئی سے مجھے طبعی طور پر نفرت ہونے لگی۔ بنولیث بن بکر کے ہاں میں دودھ پیتا تھا اور ایک دن اپنے گھر والوں سے دور ایک وادی میں اپنے ہم عمر ساتھیوں کے ساتھ موجود تھا۔ اچانک تین آدمی میرے پاس آئے۔ ان کے پاس برف سے لبریز سونے کا ایک طشت تھا۔ مجھے اپنے ساتھیوں کے درمیان سے پکڑ لیا، یہ دیکھتے ہی سارے بچے بھاگم بھاگ قبیلے میں آ گئے۔ ان میں سے ایک نے مجھے آہستہ سے زمین پر لٹا دیا۔ پھر سینے سے ناف تک میرا پیٹ چاک کیا۔ میں یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا مگر ان کے چھونے کا مجھے ذرا بھی احساس نہ ہوا۔ پھر اس نے میرے پیٹ سے آنتیں نکالیں، انہیں برف سے اچھی طرح دھویا اور پھر انہیں واپس رکھ دیا۔ پھر دوسرا شخص اٹھا اور پہلے سے کہا، تم ہٹ جاؤ یہ کہہ کر اس نے اپنا ہاتھ میرے پیٹ میں ڈالا اور میرا دل نکال لیا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ اس نے میرے دل کو چاک کیا اور اس میں سے سیاہ لوتھڑا نکال کر باہر پھینک دیا۔ پھر دائیں بائیں اپنے ہاتھ کے ساتھ اشارہ کیا گویا کوئی چیز پکڑنا چاہتا ہے۔ میں نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں نور کی ایک مہر ہے جو آنکھوں کو خیرہ کر رہی ہے۔ اس نے میرے دل پر یہ مہر ثبت کر دی جس کی وجہ سے میرا دل نور سے معمور ہو گیا۔ یہ درحقیقت نبوت و حکمت کا نور تھا۔ پھر دل کو اپنی جگہ پہ رکھ دیا مجھے عرصہ دراز تک اس مہر کی ٹھنڈک اپنے دل میں محسوس ہوتی رہی۔ اب تیسرے شخص نے اپنے ساتھی سے کہا۔ تم ہٹ جاؤ۔ اس نے سینے سے لے کر ناف تک اپنا ہاتھ پھیرا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے وہ شگاف مندمل ہو گیا۔ اس نے مجھے ہاتھ سے پکڑ کر آہستہ سے بٹھا دیا۔ پھر پہلے شخص سے کہا ان کی امت کے دس آدمیوں کے مقابلے میں ان کا وزن کرو۔ انہوں نے وزن کیا تو میں سب پر بھاری رہا۔ اس نے پھر کہا کہ اب ان کی امت کے سو آدمیوں کے مقابلے میں ان کا وزن کرو۔ انہوں نے وزن کیا تو میں سو پر بھی بھاری رہا۔ اس نے پھر کہا کہ اب ان کی امت کے ہزار آدمیوں کے مقابلے میں ان کا وزن کرو۔ انہوں نے وزن کیا تو ہزار کے مقابلے میں بھی میرا پلڑا جھک گیا۔ یہ دیکھ کر وہ بولا۔ اسے چھوڑ دو۔ اگر ساری امت کے مقابلے میں بھی ان کا وزن کرو گے تو یہ بھاری رہیں گے۔ پھر انہوں نے مجھے سینے سے لگا لیا اور میرے سر اور پیشانی کے بوسے لینے لگے۔ پھر بولے۔ اے اللہ تعالیٰ کے حبیب! آپ ہرگز نہ گھبرائیں۔ اگر آپ کو معلوم ہوتا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی کس قدر خیر و عافیت چاہتا ہے تو آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں۔ اس کے بعد قبیلہ والے آ گئے۔ میں نے

انہیں سب کچھ بتادیا۔ کہ لوگ کہنے لگے۔اس بچے پر پاگل پن یا کسی جن کا اثر ہو گیا ہے۔اسے کاہن کے پاس لے چلو تاکہ وہ اسے دیکھ کر اس کا علاج کرے۔ میں نے کہا۔ مجھے تو ایسی کوئی تکلیف نہیں۔ میری طبیعت ٹھیک ٹھاک اور میرا دل صحیح سلامت ہے۔ میرے رضاعی والد نے کہا، دیکھو تو سہی آپ بالکل صحیح باتیں کر رہے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ آپ کو کوئی تکلیف نہیں ہے۔ تاہم وہ مجھے کاہن کے پاس لے گئے اور اسے میری کہانی سنائی۔ کاہن نے کہا۔ تم چپ رہو۔ یہ بچہ اپنی حالت سے خود زیادہ آگاہ ہے لہٰذا میں اسی سے سنوں گا۔ میں نے سارا واقعہ اسے سنادیا۔ میری باتیں سنتے ہی اس نے ایک جست لگائی۔ مجھے سینے سے لگایا پھر بہ آواز بلند بولا۔ ''اے اہل عرب! اے عرب والو! اس بچے کو قتل کر دو اور اس کے ساتھ مجھے بھی قتل کر دو۔ لات وعزیٰ کی قسم! اگر تم نے اسے زندہ چھوڑا اور یہ بڑا ہو گیا تو یہ تمہارا دین بدل دے گا تمہیں اور تمہارے آباؤاجداد کو کم عقل اور کوتاہ اندیش بتائے گا، تمہارے رسم ورواج کی مخالفت کرے گا اور ایک ایسا دین لائے گا جس کے بارے میں تم نے کبھی سنا بھی نہ ہوگا۔'' میری رضاعی والدہ نے فوراً مجھے اس کی گود سے اٹھالیا اور کہا۔ بدحواس اور پاگل تو ہے۔ اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تو اس قسم کی باتیں کرے گا تو میں اسے لے کر تیرے پاس نہ آتی۔ اپنا قاتل خود ہی ڈھونڈ لے۔ میں تو اپنے لخت جگر کو قتل نہ ہونے دوں گی۔ اس کے بعد وہ مجھے اٹھا کر میرے گھر والوں کے پاس لے آئے میرے سینے سے ناف تک شگاف کا نشان یوں دکھائی دے رہا تھا گویا کوئی تسمہ ہو۔

حضرت ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مندرجہ بالا حدیث پاک اور دیگر احادیث مبارکہ میں بظاہر اختلاف پایا جاتا ہے کیونکہ اس میں ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دوران حمل گرانی محسوس ہوئی جبکہ دیگر احادیث کا مستفاد یہ ہے کہ آپ کو گرانی کا احساس نہ ہوا۔ اس ظاہری تضاد کو ختم کرنے کے لئے ہم احادیث کے درمیان اس طرح تطبیق قائم کریں گے کہ ابتداء حمل میں آپ کو گرانی کا کچھ احساس ہوا مگر بعد میں یہ احساس بھی ختم ہو گیا۔ اور یہ دونوں صورتیں خلاف معمول تھیں۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت بریدہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول پاک ﷺ بنو سعد بن بکر کے ہاں شیر خوارگی کے ایام بسر فرما رہے تھے ان دنوں آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ نے آپ ﷺ کی رضاعی والدہ سے کہا۔ ''میرے اس لال کا خیال رکھنا اور اس کے متعلق کسی واقف حال سے پوچھتے رہنا کیونکہ مجھے یوں دکھائی دیا تھا گویا میرے بطن سے کوئی ستارہ طلوع ہوا ہے۔ جس کی چمک سے ساری زمین روشن ہو گئی حتیٰ کہ میں نے شام کے محلات دیکھ لئے تھے۔'' ایک دن

حضرت حلیمہ سعدیہ کا گذر ایک کاہن کے پاس سے ہوا، انہوں نے دیکھا کہ لوگ کاہن سے سوالات کر رہے ہیں۔ وہ آپ ﷺ کو بھی اس کے پاس لے گئیں۔ جب کاہن نے آپ ﷺ کو دیکھا تو آپ کو بازو سے پکڑ لیا اور کہا۔ ارے لوگو! اسے قتل کر دو۔ اسے قتل کر دو۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے بڑی پھرتی کے ساتھ حضور ﷺ کو بازو سے پکڑ لیا۔ ہمارے اور ساتھی بھی آ گئے۔ ہم نے ہمت سے کام لیا اور حضور ﷺ کو ان سے چھین کر لے گئے۔

ابن سعد، ابو نعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ یحیٰ بن یزید سعدی سے روایت کرتے ہیں کہ بنو سعد بن بکر کی دس عورتیں شیر خوار بچوں کی تلاش میں مکہ مکرمہ آئیں۔ حضرت حلیمہ کے سوا سب کو شیر خوار بچے مل گئے۔ ان کے سامنے رسول اللہ ﷺ کو پیش کیا گیا۔ وہ کہنے لگیں یہ تو یتیم ہے۔ اس کا مال بھی نہیں ہے اس کی والدہ کیا صلہ دے گی۔ مگر ان کے خاوند نے کہا۔ اس بچے کو لے لو۔ ہو سکتا ہے اس کے صدقے اللہ تعالیٰ ہمیں خیر و برکت عطا فرما دے۔ چنانچہ حضرت حلیمہ نے جب حضور ﷺ کو لے کر اپنی گود میں لیا تو ان کی چھاتیاں دودھ سے لبالب بھر گئیں جن سے حضور ﷺ نے دودھ پیا اور آپ ﷺ کے رضاعی بھائی نے بھی دودھ پیا، حالانکہ پہلے وہ بھوک کی وجہ سے سو بھی نہ سکتا تھا۔ حضور ﷺ کی والدہ نے فرمایا۔ اے میرے بیٹے کی رضاعی ماں! اپنے اس بیٹے کے بارے میں لوگوں سے پوچھتے رہنا۔ کیونکہ اس کی بڑی نرالی شان ہو گی۔ پھر آپ ﷺ کی والدہ نے حضرت حلیمہ کو اپنے خواب اور وقت ولادت کے عجیب و غریب مشاہدات سنائے۔ پھر فرمایا۔ تین راتوں تک مجھے کہا جاتا رہا کہ اپنے بیٹے کو بنو سعد بن بکر میں دودھ پلوانا پھر آل ابی ذؤیب میں حضرت حلیمہ نے کہا۔ میرا شوہر ابو ذؤیب ہے۔ بعد ازاں حضرت حلیمہ اپنی گدھی پر اور آپ کا خاوند اپنی بوڑھی اونٹنی پر سوار ہوئے اور وادئ سرر میں اپنی ساتھی عورتوں سے جا ملے۔ جہاں وہ اپنی سواریوں کو چرا رہی تھیں۔ یہ بڑی تیز رفتاری کے ساتھ وہاں پہنچے وہ بولیں۔ حلیمہ! تو نے کیا کیا؟ آپ نے جواب دیا۔ میں نے بہترین بچہ لیا ہے جو انتہائی عظیم البرکت ہے۔ آپ فرماتی ہیں کہ ابھی ہم وہاں سے روانہ بھی نہ ہوئے تھے کہ میں نے بعض عورتوں کو حسد میں مبتلا دیکھا۔

ابو نعیم واحدی رحمہما اللہ کی سند سے عبدالصمد بن محمد سعدی سے وہ اپنے والد سے اور وہ بھی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے حضرت حلیمہ کے ایک چرواہے نے بتایا کہ ہم جب آپ کی بکریاں چرانے کے لئے لے جاتے تو (باوجود خشک سالی کے حضرت حلیمہ کی بکریوں کو اتنا وافر چارہ مل جاتا تاکہ) وہ اپنے سر بھی نہ اٹھا سکتی تھیں۔ ان کے منہ چارے سے بھرے رہتے تھے بلکہ

ان کی مینگنیوں میں بھی چارے کے اثرات دکھائی دیتے تھے جبکہ ہماری دوسری بکریوں کی یہ حالت تھی کہ چارہ نہ ملنے کی وجہ سے بیٹھی رہتی تھیں اور انہیں کھانے کے لئے تنکا بھی میسر نہ تھا۔ ہماری بکریاں صبح کو بھوکی جاتیں اور شام کو اس سے بھی زیادہ بھوکی لوٹ آتیں۔ جبکہ حضرت حلیمہ سعدیہ کا ریوڑ جب شام کو واپس آتا تو شکم سیری کی وجہ سے ان کے پھولنے کا خطرہ محسوس ہوتا تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ وہاں دو سال رہے پھر آپ کا دودھ چھڑایا گیا۔ اس وقت حیرت انگیز نشوونما کی وجہ سے آپ چار سال کے لگتے تھے۔ آپ کے رضاعی رشتہ دار آپ کو لے کر آپ کی والدہ ماجدہ سے ملنے آئے، چونکہ حضور ﷺ کی برکتیں وہ دیکھ چکے تھے لہٰذا ان کی دلی خواہش یہی تھی کہ حضور ﷺ ان کے ساتھ کچھ عرصہ کے لئے پھر لوٹ جائیں۔ جب یہ قافلہ وادیٔ سدر میں پہنچا تو کچھ حبشی لوگ ان کے ہم سفر بن گئے ان کی نظریں رسول پاک ﷺ پر جم گئیں۔ پھر انہوں نے آپ کے شانوں کے درمیان مہر نبوت اور آپ کی چشمان مقدس کی سرخی کو دیکھا تو پوچھنے لگے۔ کیا انہیں آنکھوں کی تکلیف ہے؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ نہیں کوئی تکلیف نہیں۔ البتہ یہ سرخی ہمیشہ ان کی آنکھوں میں دکھائی دیتی ہے۔ یہ سن کر وہ بولے۔ قسم بخدا! یہ اللہ کا نبی ہے پھر وہ آپ ﷺ کو آپ ﷺ کی والدہ کے پاس لے آئیں۔ بعد ازاں آپ ﷺ کو اپنے ساتھ واپس لے گئیں۔ ایک دن حضرت حلیمہ حضور ﷺ کو لے کر ذی المجاز سے گزر رہی تھیں۔ وہاں ایک قیافہ شناس تھا جس کے پاس لوگ اپنے بچوں کو لاتے اور وہ انہیں بغور دیکھا کرتا تھا۔ جب اس کی نظر رسول پاک ﷺ پر پڑی اور اس نے آپ کی آنکھوں کی سرخی اور مہر نبوت کو دیکھا تو چیخ اٹھا۔ "اے گروہ عرب! اس بچے کو قتل کر دو۔ یہ تمہارے دین کے پیروکاروں کو قتل کرے گا، تمہارے بتوں کو توڑ دے گا اور تم سب پر غالب آجائے گا۔" یہ سنتے ہی حضرت حلیمہ آپ کو لے کر فوراً چلی گئیں۔ اس کے بعد حضرت حلیمہ کے کمال احتیاط کا یہ عالم تھا کہ وہ آپ ﷺ کو کسی کے سامنے نہ لاتی تھیں۔ ایک دفعہ ایک قیافہ شناس آپ کی بستی میں آٹھہرا۔ قبیلے والے اس کے پاس اپنے اپنے بچے لے گئے مگر حضرت حلیمہ سعدیہ نے حضور ﷺ کو باہر بھیجنے سے انکار کر دیا۔ پھر ایسا ہوا کہ حضرت حلیمہ سعدیہ کسی کام میں مصروف تھیں کہ حضور ﷺ خیمے سے باہر تشریف لے آئے۔ قیافہ شناس نے آپ کو بلانا چاہا مگر آپ انکار کرتے ہوئے خیمے میں واپس تشریف لے گئے۔ قیافہ شناس نے آپ ﷺ کو باہر بلوانے کی بہیتری کوشش کی مگر حضرت حلیمہ سعدیہ نے انکار کر دیا۔ (بہرحال وہ چونکہ حضور ﷺ کو سرسری نظر سے دیکھ چکا تھا اس لئے) اس نے کہا۔ یہ اللہ کا نبی ہے۔

ابن سعد اور حسن بن طراح رحمہما اللہ "کتاب الشواعر" میں زید بن اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حلیمہ نے جب حضور ﷺ کو اپنی گود میں لیا تو آپ ﷺ کی والدہ محترمہ نے فرمایا۔ "حلیمہ! جان لے جو بچہ تم لے چکی ہو یہ بڑی نرالی شان کا مالک ہے۔ اللہ کی قسم! اس کے حمل کے دوران مجھے دیگر حاملہ عورتوں کی طرح بوجھ محسوس نہیں ہوا۔ مجھے خواب میں بتایا گیا کہ تیری گود میں ایک عظیم الشان بچہ آئے گا اس کا نام محمد رکھنا۔ وہ سید العالمین یعنی سارے جہانوں کا سردار ہوگا۔ پھر جب آپ ﷺ پیدا ہوئے تو اپنے ہاتھ زمین پر ٹیکے ہوئے اور سر آسمان کی طرف اٹھایا ہوا تھا۔ "حضرت حلیمہ اپنے خاوند کے پاس آئیں اور انہیں ساری بات بتائی تو وہ از حد خوش ہوئے۔ پھر وہ اپنی گدھی اور اونٹنی پر سوار ہو کر روانہ ہوئے تو گدھی تیز تیز دوڑنے لگی اور اونٹنی کی کھیری دودھ سے بھر گئی اور وہ صبح شام اس کا دودھ دوہنے لگے۔ حضرت حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ کی آمد سے قبل ہماری خستہ حالی کا یہ عالم تھا کہ میرا بیٹا میرے دودھ سے سیراب نہ ہو سکتا تھا۔ بھوک کی شدت سے وہ اتنا روتا کہ ہم صحیح طور پر سو بھی نہ سکتے تھے مگر اب تو حضور ﷺ اور آپ کا رضاعی بھائی دونوں جی بھر کر دودھ سے سیراب ہوتے ہیں اور بڑے سکون سے سو جاتے ہیں۔ اگر ان کا تیسرا بھائی بھی ہوتا تو وہ بھی سیراب ہو جاتا۔ ایک دفعہ وہ آپ ﷺ کو ہذیل قبیلہ کے قیافہ شناس کے پاس لے آئیں۔ جونہی اس نے آپ کو دیکھا تو چیخ اٹھا۔

"اے گروہ عرب! اس بچے کو قتل کر دو۔ ورنہ یہ بچہ تمہارے ہم مذہبوں کو مار ڈالے گا، تمہارے معبودوں کو توڑ دے گا اور تم پر غالب آ جائے گا۔"

یہ سنتے ہی حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور ﷺ کو لے کر چپکے سے چلی گئیں۔

ابن سعد اور ابن طراح رحمہما اللہ عیسیٰ بن عبداللہ بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ شیخ ہذلی بنو ہذیل اور ان کے معبودوں کے سامنے چیخ چیخ کر کہتا تھا۔ "یہ بچہ آسمان سے کسی حکم کے نازل ہونے کا انتظار کر رہا ہے۔" اس طرح کی باتیں کر کے وہ لوگوں کو نبی پاک ﷺ کے خلاف اکساتا تھا کچھ عرصہ بعد کسی وجہ سے وہ اتنا حواس باختہ ہوا کہ دماغی توازن کھو بیٹھا۔ بالآخر حالت کفر میں اسے موت نے آلیا۔

ابن سعد اور ابن طراح رحمہما اللہ اسحاق بن عبداللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی والدہ ماجدہ نے جب اپنے فرزند دلبند کو حضرت حلیمہ سعدیہ کے سپرد کیا تو فرمایا۔ میرے اس لال کا خیال رکھنا۔ پھر خواب کے سارے واقعات انہیں سنا دیئے۔ حضرت حلیمہ کے پاس سے کچھ عرصہ بعد چند یہودیوں کا گزر ہوا تو آپ نے ان سے پوچھ لیا۔ مجھے میرے

اس بیٹے کے بارے میں کچھ بتاؤ؟ مجھے اس طرح حمل ہوا۔ میں نے اس طرح اسے جنا۔ اور فلاں فلاں خواب دیکھا۔ الغرض حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ کی بتائی ہوئی ساری باتیں اپنی طرف منسوب کر کے انہیں سنا دیں۔ یہودی ایک دوسرے کو کہنے لگے۔ اسے قتل کر دینا چاہئے۔ معاً کسی بات کا خیال آتے ہی انہوں نے پوچھا۔ کیا یہ یتیم ہے؟ حضرت حلیمہ نے فرمایا نہیں۔ یہ اس کے والد ہیں اور میں اس کی والدہ ہوں۔ یہ سن کر یہودی بولے۔ اگر یہ یتیم ہوتا تو ہم اسے ضرور قتل کر دیتے۔"

ابن سعد، ابو نعیم، ابن عساکر اور ابن طراح رحمہم اللہ عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کو دور نہیں جانے دیتی تھیں۔ ایک دفعہ آپ کسی بے دھیانی میں تھیں کہ دوپہر کے وقت حضور ﷺ اپنی رضاعی بہن شیماء کے ساتھ بھیڑ بکریوں کی جانب باہر تشریف لے گئے۔ خیال آتے ہی حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ کی تلاش میں نکلیں۔ آپ ﷺ کو اپنی رضاعی بہن کی معیت میں دیکھا تو پوچھا اتنی شدید گرمی میں؟ آپ ﷺ کی بہن بولیں۔ "امی جان! میرے بھائی کو گرمی کا احساس بھی نہیں ہوا۔ میں نے دیکھا کہ ایک بادل آپ ﷺ پر سایہ کناں ہے۔ آپ ﷺ رکتے ہیں تو بادل بھی رک جاتا ہے۔ آپ چلتے ہیں تو بادل بھی چلنے لگتا ہے۔ اس طرح بادل کے سائے میں آپ یہاں تک آپہنچے ہیں۔" حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا۔ "بیٹی، کیا سچ کہہ رہی ہو۔" وہ بولیں۔ "ہاں اللہ کی قسم! میں سچ کہہ رہی ہوں۔"

ابن سعد، امام زہری رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی پاک صاحب لولاک ﷺ کی بارگاہ میں بنو ہوازن کا ایک وفد آیا اس وفد کے شرکاء میں آپ ﷺ کے رضاعی چچا ابو ثروان بھی تھے۔ وہ کہنے لگے۔ "یارسول اللہ! میں نے آپ کو شیر خوارگی کے عالم میں دیکھا اور آپ سے خوب تر شیر خوار میں نے کبھی نہ دیکھا۔ میں نے آپ کو اس وقت بھی دیکھا جب آپ کا دودھ چھڑایا گیا۔ تب بھی میں نے آپ کو خوش تر و زیبا تر پایا۔ پھر عالم شباب میں بھی دیکھا تو آپ سے بہتر نوجوان کہیں نظر نہ آیا۔ الغرض حسن و خوبی کی ساری ادائیں آپ کی ذات اطہر میں بدرجہ اتم موجود ہیں۔"

نوٹ:۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور نبی کریم ﷺ کو بچپن کے زمانے میں لوری دیتے ہوئے جو شعر گنگناتی تھیں اس کے متعلق مندرجہ ذیل روایت ملتی ہے۔

ابن طراح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو عبد اللہ محمد بن معلیٰ ازدی کی کتاب الترقیص میں دیکھا ہے کہ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نبی کریم ﷺ کو لوری دیتے ہوئے جو

اشعار پڑھا کرتی تھیں ان کا کچھ حصہ یوں ہے۔

يَا رَبِّ إِذَا أَعْطَيْتَهُ فَابْقِه　　وَاعْلُهُ إِلَى الْعُلاَ وَارْقِهِ

وأَدْحِضْ أَبَا طِيْلَ الْعِدٰى بِحَقِّه

اے میرے رب کریم! جب تو نے ہمیں یہ سراپا خیر و برکت نونہال عطا فرمایا ہے تو اب اسے ہمیشہ باقی رکھ۔ سے عظمتوں سے ہمکنار کر دے اور عروج وارتقاء نصیب فرما۔ دشمنوں کی جانب سے حق تلفی اور ناانصافی کے سارے منصوبوں کو پیوند خاک فرما۔

ابن سبع رحمۃ اللہ علیہ "الخصائص" میں ذکر کرتے ہیں کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ "میں اپنی چھاتی کی داہنی جانب حضور ﷺ کو پیش کرتی تو آپ دودھ پی لیتے تھے مگر جب بائیں جانب آپ کا رخ پھیرتی تو آپ نہ پیتے تھے۔" بعض علماء کرام نے اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ چونکہ حضور ﷺ کو معلوم تھا کہ میرا ایک دودھ شریک بھائی بھی ہے۔ لہٰذا آپ عدل و انصاف سے کام لیتے ہوئے چھاتی کے ایک حصے کا دودھ بھائی کیلئے چھوڑ دیتے تھے۔

اعضاء شریفہ کے معجزات

باب

مہر نبوت کے متعلق روایات

بخاری و مسلم رحمہما اللہ سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضور نبی کریم ﷺ کے پیچھے کھڑا تھا۔ میں نے آپ ﷺ کے شانوں کے درمیان مہر نبوت کو اس طرح دیکھا جیسے چکور کا انڈا۔

مسلم اور بیہقی رحمہم اللہ جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان کبوتری کے انڈے کی طرح مہر نبوت کو دیکھا جس کی رنگت آپ کے جسم اطہر سے ملتی جلتی تھی اسی روایت کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے بایں الفاظ نقل کیا ہے۔ ”غُدَّةٌ حَمْرَاءُ مِثْلُ بَيْضَةِ الْحَمَامَةِ“ یعنی کبوتری کے انڈے کی طرح لال رسولی۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے عبداللہ بن سرجس سے نقل کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کے شانوں کے مابین بائیں کندھے کے کنارے پر مہر نبوت کو ملاحظہ کیا جو جسم کے ابھرے ہوئے حصے کی مانند کالے تلوں کے گچھے کی طرح دکھائی دے رہی تھی۔

احمد اور بیہقی رحمہما اللہ قرہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی یارسول اللہ! ذرا مہر نبوت کی زیارت تو کرائیں۔ آپ نے فرمایا اپنا ہاتھ میری قمیص کے اندر ڈال لو۔ مجھے یوں محسوس ہوا گویا مہر نبوت انڈے کی طرح آپ کے شانے کی ایک جانب موجود ہے۔

احمد، ابن سعد اور بیہقی رحمہم اللہ علیہ متعدد طرق سے ابورمثہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں اپنے والد گرامی کی معیت میں بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا تو مجھے حضور ﷺ کے شانوں کے درمیان زخم سا نظر آیا۔ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ ہیں ”سیب کی طرح“ اور احمد رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ ہیں ”کبوتری کے انڈے کی طرح“ کوئی چیز دکھائی دی۔

بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی تاریخ میں اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ابوسعید سے روایت کرتے ہیں کہ

حضور نبی کریم ﷺ کے شانوں کے درمیان جو مہر نبوت تھی وہ ابھرا ہوا گوشت تھا۔

ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں "حضور ﷺ کی پشت انور میں بِضْعَةٌ نَاشِزَةٌ (ابھرا ہوا گوشت) تھا۔" جبکہ احمد رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے الفاظ یہ ہیں۔ "حضور ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان لَحْمٌ نَاشِزٌ (ابھرا ہوا گوشت) تھا۔ (یعنی لفظوں میں معمولی فرق ہے مگر معنی و مفہوم ایک ہے)

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا تو آپ نے اپنی چادر مبارک اتار پھینکی اور فرمایا۔ "جو نشانی تمہیں بتائی گئی تھی وہ دیکھ لو۔" چنانچہ میں نے آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان کبوتری کے انڈے کی مثل مہر نبوت کو دیکھ لیا۔"

احمد اور بیہقی رحمہما اللہ نے ہرقل کے قاصد تنوخی سے نقل کیا ہے اس کا بیان ہے کہ میں رسول کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "اے تنوخ کے بھائی! تمہیں جو حکم ملا ہے اسے پورا کرلو۔" میں نے فوراً آپ کی پشت مبارک کی طرف گھوم کر دیکھا تو آپ کے شانے کی نرم ہڈی کی جگہ ایک مہر دکھائی دی گویا پچھنے لگانے کا بہت بڑا آلہ ہو۔ ابن ہشام اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب پچھنے لگانے کا آلہ گوشت پر چمٹایا جاتا ہے تو گوشت ابھر آتا ہے۔ (تنوخی کو مہر نبوت بھی اسی ابھرے ہوئے گوشت کی مانند نظر آئی ہوگی۔)

ترمذی اور بیہقی رحمہما اللہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول کریم ﷺ کے اوصاف جمیلہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ آپ کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے شانے کی نرم ہڈی کے نیچے سیب کی طرح مہر نبوت تھی۔

احمد، ترمذی، حاکم، ابو یعلی اور طبرانی رحمہم اللہ علباء بن احمر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ رسول کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا۔ "قریب ہو جاؤ اور میری پشت پر ہاتھ پھیرو۔ میں آپ ﷺ کے قریب ہوا، آپ ﷺ کی پشت مبارک کو چھونے کی سعادت حاصل کی اور اپنی انگلیاں مہر نبوت پر رکھ دیں۔" حضرت ابو زید سے پوچھا گیا کہ مہر نبوت کیسی تھی تو انہوں نے بتایا کہ حضور ﷺ کے شانے کے قریب بالوں کا ایک گچھا تھا۔ حاکم

نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلمان سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے داہنے شانے کی نرم ہڈی کے قریب انڈے کی مثل مہر نبوت تھی جس کا رنگ آپ ﷺ کے جسد اطہر جیسا تھا۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت جابر بن عبد اللہ نے فرمایا کہ مجھے نبی کریم رؤوف و رحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے سواری پر اپنے پیچھے بٹھالیا۔ میں نے اپنا منہ از راہ محبت مہر نبوت پر رکھ دیا تو کستوری کی مہک سے میرے مشام جاں معطر ہونے لگے۔

طبرانی اور ابن عساکر رحمہما اللہ حضرت ابو زید بن اخطب کا یہ فرمان نقل کرتے ہیں کہ میں نے پشت نبوی پر مہر نبوت کو ایسے دیکھا جیسے پچھنے کی جگہ ابھری ہوئی ہوتی ہے۔ دوسری روایت کے الفاظ کا مفہوم یہ ہے کہ جیسے کسی آدمی نے اپنے ناخنوں سے مہر ثبت کر دی ہو۔

ابن عساکر اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ تاریخ نیشاپور میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ پشت نبوی کی مہر نبوت گوشت کے گولہ کی مانند تھی جس پر گوشت کے ساتھ یہ تحریر تھا۔ محمد رسول اللہ۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان کبوتری کے انڈے کی مانند مہر نبوت تھی جس کی اندرونی جانب یہ لکھا ہوا تھا۔ اَللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْكَ لَهٗ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (اللہ ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ حضرت محمد ﷺ اس کے رسول ہیں) اور اس کے باہر یہ لکھا ہوا تھا۔ تَوَجَّهْ حَيْثُ شِئْتَ فَاِنَّكَ الْمَنْصُوْرُ (جہاں چاہو چلے جاؤ بے شک آپ ﷺ کو نصرت خداوندی حاصل رہے گی)

طبرانی اور ابو نعیم رحمہم اللہ ''المعرفہ'' میں عباد بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ مہر نبوت آپ ﷺ کے بائیں شانے کے کنارے پر بکری کے زانو کی مانند تھی اور رسول اللہ ﷺ مہر نبوت دکھانا پسند نہ فرماتے تھے۔

ابن ابی خیثمہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی تاریخ میں نقل کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ ''مہر نبوت کالے تل کی مانند ذرا زردی مائل تھی جس کے اردگرد گھوڑے کے ایال کی طرح گھنے بال تھے۔''

علماء فرماتے ہیں کہ مہر نبوت کے متعلق راویوں کے اقوال میں بظاہر اختلاف پایا جاتا ہے لیکن درحقیقت یہ اختلاف نہیں بلکہ ہر کسی نے اپنی اپنی دانست کے مطابق مہر نبوت کو کسی نہ کسی چیز سے تشبیہ دی ہے۔ کسی نے چکور کے انڈے سے تشبیہ دی تو کسی نے کبوتری کے انڈے سے۔

کسی نے سیب کی مثل کہا تو کسی نے ابھرے ہوئے گوشت کے مشابہ کسی نے پچھنے کی جگہ کی مانند قرار دیا تو کسی نے بکری کے زانو کی طرح۔ الغرض الفاظ مختلف ہیں مگر سب کا مدعا ایک ہے یعنی پارۂ گوشت جس راوی نے بالوں کا ذکر کیا اس کی وجہ یہ تھی کہ مہر نبوت کے آس پاس گھنے بال تھے جیسا کہ دوسری روایت میں بالوں کا ذکر ملتا ہے۔

علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ "مفہم" میں فرماتے ہیں کہ معتبر احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ مہر نبوت دراصل آپ ﷺ کے بائیں کندھے کے پاس ابھری ہوئی لال رنگ کی چیز تھی۔ جب ذرا چھوٹی دکھائی دیتی تو کبوتری کے انڈے سے تشبیہ دی جاتی اور جب بڑی معلوم ہوتی تو ہاتھ کی بند مٹھی کے مشابہ کہا جاتا۔

سہیلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ مہر نبوت آپ ﷺ کے بائیں شانے کے کنارے پر تھی کیونکہ آپ ﷺ شیطانی وسوسہ سے محفوظ و معصوم تھے اور شیطان کے داخل ہونے کی یہی جگہ ہے۔

پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مہر نبوت بوقت ولادت موجود تھی یا بعد از ولادت عطا کی گئی؟ اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے۔ جو کہتے ہیں کہ بعد از ولادت عطا کی گئی ان کی دلیل شداد بن اوس کی وہ حدیث پاک ہے جو "رضاع" کے عنوان کے تحت گزر چکی ہے۔ بعض روایات میں یہ بھی آتا ہے کہ مہر نبوت بوقت وصال اٹھالی گئی جیسا کہ عنقریب وفات کے باب میں اس کا ذکر آئے گا۔

حاکم رحمۃ اللہ علیہ مستدرک میں وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن منبہ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے انبیاء کرام اس دنیا میں مبعوث فرمائے سب کے دائیں ہاتھ میں علامت نبوت ہوتی تھی مگر ہمارے پیارے نبی کریم ﷺ کی علامت نبوت آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان تھی۔

باب

حبیب کریم ﷺ کی چشم پاک کے معجزات

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

مَازَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰی (سورۃ النجم۔۱۷)

"نہ درماندہ ہوئی چشم (مصطفےٰ ﷺ) اور نہ (حد ادب سے) آگے بڑھی۔

(جمال القرآن)

ابن عدی، بیہقی اور ابن عساکر رحمہم اللہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ "رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل والتسلیم تاریکی میں اس طرح دیکھتے تھے جیسے روشنی میں۔"

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ رات کے اندھیرے میں اس طرح دیکھتے تھے جیسے دن کے اجالے میں۔

بخاری و مسلم رحمۃ اللہ علیہما حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی رحمت ﷺ نے فرمایا۔ "کیا تم یہ سمجھتے کہ میرا رخ اس طرف ہے۔ اللہ کی قسم! مجھ پر نہ تمہارا رکوع مخفی ہوتا ہے اور نہ سجود۔ میں پیٹھ پیچھے بھی تمہیں دیکھتا رہتا ہوں۔"

مسلم رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ "اے لوگو! میں تمہارا امام ہوں۔ لہٰذا تم مجھ سے پہلے رکوع و سجود نہ کیا کرو کیونکہ میں تمہیں اپنے آگے اور پیچھے سے دیکھ لیتا ہوں۔"

عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ اپنی جامع میں نیز حاکم اور ابو نعیم رحمہما اللہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا "بے شک میں اپنے پیچھے اس طرح دیکھتا ہوں جیسے اپنے آگے دیکھتا ہوں۔"

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ "میں تمہیں پیٹھ پیچھے بھی دیکھ لیتا ہوں۔"

حمیدی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسند میں، ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے فرمان۔

اَلَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ

کے تحت فرمایا کہ رسول پاک ﷺ اپنے پیچھے کی صفوں کو اسی طرح دیکھ لیتے تھے جس طرح آپ ﷺ آگے دیکھتے تھے۔

علماء کرام فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا پیٹھ پیچھے دیکھنا ادراک حقیقی تھا اور یہ آپ ﷺ کا مخصوص معجزہ تھا اب یہ بھی ممکن ہے کہ حضور ﷺ انہی ظاہری آنکھوں سے خلاف معمول دیکھ لیتے ہوں خواہ وہ چیز آپ کے سامنے نہ بھی ہوتی کیونکہ اہل سنت کے نزدیک کسی چیز کو دیکھنے کے لئے اس کا سامنے موجود ہونا عقلاً شرط نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اہل سنت کے نزدیک آخرت میں رویت باری تعالیٰ ممکن ہے (حالانکہ اللہ تعالیٰ جہت اور مکان جیسی قیود سے یکسر پاک ہے) اور

یہ بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ کہا گیا ہے کہ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے پشت کی جانب ایک خاص آنکھ عطا فرمائی تھی جس سے آپ ﷺ ہمیشہ پیچھے کی چیزوں کا مشاہدہ فرما لیتے تھے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ ﷺ کے شانوں کے درمیان سوئی کے سوراخ کی مانند دو آنکھیں تھیں جن کے ساتھ آپ پیچھے کی ہر چیز دیکھ لیتے تھے اور کوئی کپڑا وغیرہ درمیان میں حائل نہ ہو سکتا تھا۔

باب

دہن مقدس، لعاب دہن اور دندان مبارک کے معجزات

احمد، ابن ماجہ، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ حضرت وائل بن حجر سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں پانی کا ایک ڈول پیش کیا گیا۔ آپ ﷺ نے اس میں سے کچھ پانی نوش فرمایا۔ باقی ماندہ ایک کنویں میں ڈال دیا یا راوی نے یہ کہا کہ حضور ﷺ نے کنویں میں کلی فرما دی۔ جس کی برکت سے اس کنویں سے کستوری جیسی خوشبو مہکنے لگی۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میرے گھر کے کنویں میں ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے اپنا لعاب دہن ڈالا جس کی برکت کا یہ عالم تھا کہ مدینہ منورہ میں اس سے زیادہ میٹھا کنواں کہیں بھی نہ تھا۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ رسول پاک ﷺ کی باندی رزینہ سے روایت کرتے ہیں کہ عاشوراء کے دن حضور ﷺ اپنے اور اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے شیر خوار بچوں کو بلاتے اور ان کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈال کر ان کی ماؤں سے فرماتے تھے کہ رات تک انہیں دودھ نہ پلانا۔ اس طرح آپ ﷺ کا لعاب مبارک ان کیلئے کافی ہو جاتا اور انہیں دودھ کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ عمیرہ بنت مسعود سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں اپنی پانچ بہنوں کے ساتھ بیعت کی غرض سے بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوئی ہم نے دیکھا کہ آپ ﷺ خشک گوشت تناول فرما رہے ہیں۔ جس کی ایک بوٹی چبا کر آپ ﷺ نے مجھے عطا فرما دی ہم میں سے ہر ایک نے اس کے چھوٹے چھوٹے حصے بنا کر کھا لئے۔ اس کی برکت کی یہ حالت تھی کہ تادم واپسیں منہ سے کبھی بدبو نہ آئی۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک بد زبان عورت نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیم کی بارگاہ میں حاضر ہوئی۔ اس وقت آپ

ﷺ خشک گوشت تناول فرمارہے تھے۔ وہ بولی۔ کیا آپ مجھے نہیں کھلائیں گے؟ اس کی عرضداشت پر آپ ﷺ نے سامنے سے گوشت اٹھا کر اسے عطا فرمانا چاہا تو اس نے عرض کی۔ میں یہ نہیں لوں گی۔ بلکہ مجھے وہ گوشت عطا فرمائیں جو آپ کے دہن مبارک میں ہے۔ چنانچہ آپ نے اپنے دہن مقدس سے کچھ گوشت نکال کر اسے عطا فرمادیا۔ اس نے فوراً منہ میں ڈال کر کھالیا۔ اس کے بعد کبھی کسی نے اس عورت سے بدکلامی اور فحش گوئی نہ سنی۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر بن شبہ کی سند سے ابو عبید نحوی سے روایت کرتے ہیں کہ عامر بن کریز رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے پانچ سالہ بیٹے عبداللہ کو لے کر بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اس کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈال دیا جس کی بدولت عبداللہ کی برکتوں کا یہ عالم تھا کہ اگر وہ کسی پتھر کو ضرب لگاتے تو اس سے پانی بہہ نکلتا تھا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ محمد بن ثابت بن قیس بن شماس سے روایت کرتے ہیں کہ میرے والد صاحب نے جمیلہ بنت عبداللہ بن ابی کو چھوڑ دیا تھا جبکہ محمد نامی بچہ ان کے شکم میں تھا۔ جب وہ پیدا ہوا تو اس کی والدہ نے قسم کھائی کہ وہ اسے دودھ نہیں پلائے گی۔ اسی دوران رسول پاک ﷺ نے اس بچے کو بلا کر اس کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈال دیا۔ اور فرمایا۔ "اسے میرے پاس لے آیا کریں۔ اللہ کریم اس کا رازق ہے۔" میرے والد صاحب کہتے ہیں کہ میں تین دن تک اسے حضور ﷺ کی خدمت میں لاتا رہا۔ ایک دن میں نے سنا کہ کوئی عرب عورت ثابت بن قیس کے بارے میں پوچھ رہی ہے۔ میں نے اس سے پوچھا تو کیا چاہتی ہے؟ اس نے مجھے بتایا کہ آج رات میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں ثابت کے بیٹے محمد کو دودھ پلا رہی ہوں۔ میں نے کہا۔ میرا نام ثابت ہے اور یہ میرا بیٹا محمد ہے۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو جعفر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور رسول کریم ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ اچانک انہیں سخت پیاس لگی۔ حضور ﷺ نے پانی منگوایا مگر پانی نہ ملا تو آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں ڈال دی۔ وہ چوسنے لگے یہاں تک کہ سیراب ہو گئے۔

طبرانی اور ابن عساکر رحمہما اللہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول کریم ﷺ کے ساتھ کہیں جانے لگے۔ ابھی راستے میں ہی تھے کہ حضور ﷺ نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو روتے ہوئے سنا۔ والدہ ماجدہ بھی ان کے ساتھ تھیں۔ حضور ﷺ تیزی سے چلتے ہوئے ان کے پاس آئے اور پوچھا۔ میرے بیٹوں کو کیا

ہوا؟ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بولیں۔ انہیں پیاس لگی ہے۔ آپ ﷺ نے پانی منگوانا چاہا مگر پانی کا ایک قطرہ بھی نہ ملا تو حضور ﷺ نے فرمایا ایک بچہ مجھے دے دو۔ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک صاحبزادہ نقاب کے نیچے سے حضور ﷺ کو تھمادیا۔ آپ ﷺ نے انہیں سینے سے لگایا۔ وہ مسلسل رو رہے تھے پھر آپ ﷺ نے اپنی زبان مبارک ان کے منہ میں ڈال دی۔ وہ چوستے چوستے خاموش ہوگئے۔ پھر ان کے رونے کی آواز سنائی نہ دی۔ اب دوسرے صاحبزادے بھی رو رہے تھے حضور ﷺ نے انہیں بھی لے کر سینے سے لگایا اور اپنی زبان مقدس ان کے منہ میں ڈالی تو وہ بھی چوستے چوستے چپ ہوگئے پھر کسی نے ان کے رونے کی آواز نہ سنی۔

دارمی اور ترمذی رحمہما اللہ "شمائل" میں جبکہ بیہقی اور طبرانی رحمہما اللہ "اوسط" میں نیز ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ کے سامنے کے دو دانتوں میں کشادگی سی تھی۔ جب آپ ﷺ گفتگو فرماتے تو یوں دکھائی دیتا گویا آپ کے دندان مبارک سے نور نکل رہا ہو۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ ابو قرصافہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنی والدہ اور خالہ کی معیت میں حضور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے دست مبارک پر بیعت کا شرف حاصل کیا جب ہم واپس ہوئے تو میری والدہ اور خالہ نے کہا۔

يَا بُنَيَّ مَارَأَيْنَا مِثْلَ هٰذَا الرَّجُلِ اَحْسَنَ وَجْهًا وَلاَ اَنْقٰى ثَوْبًا وَلاَ أَلْيَنَ كَلاَمًا وَرَأَيْنَا كَأَنَّ النُّوْرَ يَخْرُجُ مِنْ فِيْهِ

بیٹے! ہم نے آج تک ان جیسا خوبرو، خوش لباس اور نرم گفتار شخص نہیں دیکھا اور ہمیں ایسے دکھائی دیتا تھا گویا ان کے دہن مقدس سے نور جھڑ رہا ہو۔

باب

رخ زیبا کے معجزات

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس جبریل امین آئے اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام فرماتا ہے نیز اس نے آپ کے لئے یہ پیغام دیا ہے کہ اے میرے محبوب! میں نے یوسف علیہ السلام کو اپنی کرسی کے نور سے لباس حسن زیب تن کرایا تھا جبکہ آپ کے رخ زیبا کو اپنے عرش کے نور سے لبادۂ حسن عطا کیا ہے۔

ابن عساکو رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس حدیث پاک کی سند میں ایک مجہول راوی ہے اور یہ حدیث منکر ہے۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں صبح کے وقت کپڑا سی رہی تھی کہ میرے ہاتھ سے سوئی گر پڑی۔ میں نے ڈھونڈنے کی کوشش کی مگر سوئی نہ مل سکی۔ اسی اثناء میں رسول اللہ ﷺ اندر تشریف لے آئے۔ آپ کے رخ پر نور سے ایسی شعاعیں پھوٹیں کہ مجھے سوئی نظر آ گئی۔ پھر میں نے یہ بات حضور ﷺ کو بتائی تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ "اے حمیراء! افسوس ہے از حد افسوس ہے (تین بار فرمایا) اس شخص پر جو میرے چہرے کی زیارت سے محروم رہ گیا۔"

باب

بغل مبارک کا اعجاز

بخاری و مسلم حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اکرم ﷺ دعا کے لئے اس قدر ہاتھ اٹھاتے تھے کہ بغل مبارک کی سفیدی نظر آنے لگتی۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ سجدہ کرتے تو آپ کی بغل مبارک کی سفیدی نظر آتی تھی۔

صحابہ کرام کی ایک جماعت سے متعدد احادیث ایسی مروی ہیں جن میں سرکار دو عالم نور مجسم ﷺ کی بغل مبارک کی سفیدی کا ذکر ملتا ہے۔

محب طبری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضور نبی محتشم ﷺ کی خصوصیت یہ ہے کہ باقی سب لوگوں کی بغل کا رنگ ان کے جسم کے رنگ سے مختلف ہوتا ہے مگر حضور ﷺ کی بغل مبارک کا رنگ مختلف نہ تھا۔

قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی کی مثل روایت ذکر کی ہے۔ تاہم ان کی روایت میں یہ بھی ہے کہ حضور ﷺ کی بغل مبارک میں بال نہ تھے۔

باب

زبان نبوت کا اعجاز

ابو احمد غطریف رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب میں نیز ابن مندہ، ابو نعیم اور ابن عساکر رحمہما اللہ

حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہ نبوی میں عرض کی۔ "یارسول اللہ! آپ ﷺ ہم سے زیادہ فصیح کیوں ہیں؟ حالانکہ آپ کہیں تشریف بھی نہیں لے گئے۔" یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا۔

"حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی زبان دنیا میں ناپید ہو چکی تھی تو جبریل امین میرے پاس آئے اور انہوں نے مجھے وہ زبان یاد کروائی۔"

بعض جگہ اس طرح ہے کہ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بارگاہ نبوی ﷺ میں یہ عرض کرتے سنا۔ یارسول اللہ ---الخ--اس طرح یہ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مسند ہو گی۔

بیہقی "شعب الایمان" میں، ابن ابی الدنیا "کتاب المطر" میں۔ ابن ابی حاتم اور خطیب "کتاب النجوم" میں اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ محمد بن ابراہیم تیمی سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے عرض کی یارسول اللہ! ہم نے آپ سے زیادہ فصیح کوئی شخص نہیں دیکھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ "ایسا کیوں نہ ہو۔ قرآن پاک میری زبان میں یعنی واضح عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے۔"

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ محمد بن عبدالرحمٰن زہری سے، وہ اپنے والد سے اور وہ بھی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کی۔ یارسول اللہ! أَيُدَالِكُ الرَّجُلُ اِمْرَاتَهُ؟ آپ ﷺ نے جواب دیا۔ "نَعَمْ إِذَا كَانَ مُفْلَجًا" حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ! اس شخص نے آپ سے کیا کہا، پھر آپ نے اس سے کیا فرمایا؟ تو شہنشاہ فصاحت و بلاغت ﷺ نے فرمایا۔ "اس نے مجھ سے کہا۔ أَيُمَا طِلُ الرَّجُلُ اَهْلَهُ؟" "کیا آدمی اپنے اہل خانہ سے ٹال مٹول کر سکتا ہے۔" میں نے کہا۔ "نَعَمْ إِذَا كَانَ مُفْلِسًا۔" "ہاں جب انسان نادار اور غریب ہو تو لیت و لعل سے کام لے سکتا ہے۔" حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی۔

یارسول اللہ ﷺ میں عرب میں بہت زیادہ گھومتا رہا۔ میں نے بڑے بڑے فصحاء عرب کے کلام کو سنا مگر آپ سے زیادہ فصیح میں نے کہیں بھی نہیں سنا۔" (1) یہ سن کر رب رحمٰن کے تلمیذ رشید نے فرمایا۔

"مجھے میرے رب کریم نے ادب سکھایا ہے اور میں نے بنو سعد بن بکر میں پرورش پائی ہے۔"

تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے، فصحاء عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں۔ نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

فاضل بریلوی

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ یحییٰ بن سعید سعدی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔

''میں تم سب سے زیادہ فصیح اللسان اور قادر الکلام ہوں۔ میں قریش سے ہوں اور میری زبان بنو سعد بن بکر کی زبان ہے۔''

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی مکرم رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔

''میں تمام عربوں میں فصیح ترین ہوں۔ میں قریش کے ہاں پیدا ہوا اور بنو سعد میں پروان چڑھا تو میری گفتگو میں غلطی بھلا کیسے آسکتی ہے؟''

باب

قلب اطہر کے متعلق روایات

اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے۔

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ (سورۃ الانشراح۔۱)

کیا ہم نے آپ کی خاطر آپ کا سینہ کشادہ نہیں کر دیا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ابراہیم بن طھمان سے نقل کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے فرمان الٰہی ''الم نشرح لك صدرك'' کے متعلق حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ حضرت قتادہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے بطن پاک کو سینے سے پیٹ کے نیچے (ناف تک) چاک کیا گیا۔ اس میں سے قلب اطہر کو نکال کر سونے کے طشت میں اسے دھویا گیا۔ پھر ایمان و حکمت سے بھر دیا گیا۔ بعد ازاں اسے اپنی جگہ واپس رکھ دیا گیا۔

احمد اور مسلم رحمہم اللہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ جب بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے آپ کے پاس جبریل امین علیہ السلام آئے۔ آپ کو پکڑ کر لٹایا۔ سینہ مبارک چاک کر کے قلب اطہر کو نکالا۔ پھر دل کو چاک کر کے اس سے ایک لوتھڑا سا باہر نکالا اور کہا۔ یہ آپ میں شیطان کا حصہ ہے۔ اس کے بعد قلب اطہر کو سونے کے طشت میں رکھ کر آب زمزم سے دھویا۔ پھر اس کے چاک رفو کر کے اسے واپس اپنی جگہ پر رکھ دیا۔ یہ دیکھتے ہی بچے دوڑ کر آپ ﷺ کی رضاعی والدہ کے پاس آئے اور انہیں بتایا کہ محمد (ﷺ) کو قتل کر دیا گیا ہے۔ آپ کے رضاعی رشتہ دار فوراً وہاں پہنچے انہوں نے دیکھا کہ

آپ کا رنگ زرد ہے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ مجھے آپ ﷺ کے سینے مبارک پر چاک رفو کرنے کا نشان صاف دکھائی دیتا تھا۔

احمد، دارمی، حاکم رحمہم اللہ (حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے) بیہقی، طبرانی اور ابو نعیم رحمہم اللہ عتبہ بن عبد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میری رضاعی والدہ کا تعلق بنو سعد بن بکر سے ہے۔ ایک دن میں اور میرا رضاعی بھائی بکریاں چرانے گئے اور کھانے پینے کا سامان اپنے ساتھ نہ لے گئے۔ میں نے بھائی سے کہا تم جا کر امی جان سے کھانے کا کچھ سامان لے آؤ۔ میرا بھائی چلا گیا اور میں وہیں رہ گیا۔ اسی دوران دو سفید پرندے میرے پاس آئے۔ ایک نے دوسرے کو کہا۔ کیا یہ وہی ہیں؟ دوسرے نے جواب دیا ہاں۔ پھر وہ دونوں تیزی کے ساتھ میرے پاس آئے اور مجھے پکڑ کر گدی کے بل زمین پر لٹا دیا۔ پھر میرے پیٹ کو چاک کیا۔ میرا دل نکالا۔ اسے چاک کیا اور اس سے دو کالے لوتھڑے نکال کر باہر پھینک دیئے۔ پھر ایک نے دوسرے سے کہا۔ برف کا پانی لاؤ۔ اور انہوں نے ٹھنڈے پانی سے میرے دل کو دھویا۔ پھر بولا۔ سکون و طمانینت لاؤ اور سکون و طمانینت کی دولت میرے دل میں انڈیل دی گئی۔ پھر ایک نے دوسرے کو کہا اب اس کو سی دو تو اس نے میرا دل سی کر اس کے اوپر ختم نبوت کی مہر لگا دی۔ پھر ایک نے دوسرے کو کہا۔ اب ان کو ایک پلڑے میں رکھو اور ان کی امت کے ہزار آدمیوں کو دوسرے پلڑے میں رکھ دو۔ میں نے ہزار آدمیوں کو اپنے اوپر دیکھا تو مجھے خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں وہ مجھ پر گر نہ پڑیں۔ پھر وہ دونوں بولے اگر ساری امت کے مقابلے میں بھی ان کا وزن کیا جائے تو یہ بھاری رہیں گے۔ پھر وہ مجھے وہیں چھوڑ کر چلے گئے۔ میں سخت خوفزدہ تھا۔ اپنی امی کے پاس آیا اور انہیں پیش آمدہ صورت حال سے آگاہ کیا۔ میری باتیں سن کر انہیں خدشہ ہوا کہ کہیں میری عقل نہ کھو گئی ہو۔ وہ بولیں۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی پناہ میں دیتی ہوں۔ فوراً اپنے اونٹ پر کجاوا رکھا۔ مجھے سوار کیا۔ خود میرے پیچھے بیٹھیں اور ہم والدۂ محترمہ کے پاس پہنچ گئے۔ میری رضاعی والدہ نے کہا۔ "میں اپنی امانت واپس کرتی ہے اور بار امانت سے سبکدوش ہوتی ہوں۔" پھر انہوں نے شرح صدر کا واقعہ سنایا۔ مگر میری والدہ ماجدہ یہ سب کچھ سننے کے باوجود ذرا بھی نہ گھبرائیں اور فرمانے لگیں۔ "میرے اس لال کی شان تو یہ ہے کہ میں نے دیکھا کہ میرے بطن سے ایک نور ظاہر ہوا جس کی وجہ سے شام کے محلات روشن ہو گئے۔"

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ، یحییٰ بن جعدہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ "آبی پرندے راج ہنس کی مانند دو فرشتے میرے پاس آئے۔ ان کے پاس برف، اولے اور ٹھنڈا

پانی تھا۔ ان میں سے ایک نے میرا سینہ کھولا اور دوسرے نے اپنی چونچ سے اس میں پانی ڈال کر اسے دھویا۔"

عبداللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ "زوائد المسند" میں نیز ابن حبان، حاکم، ابو نعیم اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ ضیاء رحمۃ اللہ علیہ "مختارہ" میں معاذ بن محمد رحمۃ اللہ علیہ سے وہ اپنے والد محمد بن معاذ سے وہ اپنے والد معاذ بن ابی بن کعب رحمہم اللہ سے اور وہ بھی اپنے والد حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ! اعلان نبوت سے پہلے کے حالات کے متعلق کچھ ارشاد فرمایئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔

"میں دس سال کی عمر میں ایک صحرا سے گزر رہا تھا کہ اچانک مجھے اپنے سر کے اوپر دو شخص دکھائی دیئے۔ ایک نے دوسرے سے پوچھا۔ کیا یہ وہی ہیں؟ اس نے کہا۔ ہاں۔ پھر انہوں نے مجھے پکڑ کر گدی کے بل لٹا دیا میرا پیٹ چاک کیا۔ پھر ایک شخص سونے کے طشت میں پانی لاتا اور دوسرا میرے پیٹ کو دھوتا تھا۔ پھر ایک نے دوسرے کو کہا، ان کا سینہ کھول دو۔ مجھے ذرا بھی درد نہ ہوا اور میرا سینہ کھول دیا گیا۔ پھر اس نے کہا۔ اب ان کا دل چاک کرو۔ چنانچہ میرا دل بھی چاک کر دیا گیا۔ پھر اس نے کہا۔ ان کے دل سے حسد و عناد نکال دو۔ اس نے چاندی کی مانند کوئی چیز داخل کی پھر خوشبو نکالی اور اس پر چھڑک دی۔ پھر میرے انگوٹھے پر چٹکی بجا کر کہنے لگا۔ اب آپ تشریف لے جائیں۔ میں واپس آیا تو میرا دل چھوٹوں کے لئے رحمت اور بڑوں کے لئے رأفت سے معمور تھا جبکہ اس سے پہلے میرا دل رأفت و رحمت کے اتنے وافر جذبات سے کبھی آشنا نہ تھا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس حدیث پاک کو صرف معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے آباء سے روایت کیا ہے۔ اسی طرح شق صدر کے واقعہ میں حضور ﷺ کی عمر مبارک کا ذکر بھی صرف انہی کی روایت میں ملتا ہے۔

دارمی، بزار، ابو نعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ نبوت میں عرض کی! یارسول اللہ! آپ ﷺ کو کیسے علم ہوا کہ آپ ﷺ نبی ہیں اور پھر یہ علم یقین کی حد تک کیسے پہنچ گیا؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "میں مکہ مکرمہ کی وادی میں تھا کہ دو آدمی میرے پاس آئے۔ ایک زمین پر آ گیا جبکہ دوسرا فضا میں معلق رہا۔ ان میں سے ایک نے اپنے ساتھی سے پوچھا۔ "کیا یہی ہیں؟ کیا یہی ہیں؟" اس نے جواب دیا۔ "ہاں یہی ہیں۔ یہی

ہیں۔" تو اس نے کہا۔ ایک آدمی کے مقابلے میں ان کا وزن کرو۔ انہوں نے وزن کیا تو میں اس پر بھاری رہا۔ اس نے کہا۔ اب دس کے مقابلے میں ان کا وزن کرو۔ وزن کرنے پر میں دس پر بھی بھاری رہا۔ پھر کہا۔ اب سو کے ساتھ وزن کرو۔ پھر بھی میں بھاری رہا۔ اس نے کہا۔ اب ہزا آدمیوں کے ساتھ وزن کرو۔ چنانچہ ہزار کے مقابلے میں وزن کیا گیا تو پھر بھی میرا پلڑا جھک گیا۔ اب وہ ترازو کے پلڑے سے مجھ پر گرنے لگے۔ پھر اس نے اپنے ساتھی سے کہا ان کا پیٹ چاک کرو۔ اس نے میرا پیٹ چاک کیا اور اس سے شیطانی معیوب چیز اور جما ہوا خون نکال کر پھینک دیا۔ پھر ایک نے دوسرے سے کہا۔ ان کے پیٹ کو برتن کی طرح اور ان کے دل کو کپڑے کی طرح دھوؤ۔ پھر کہا۔ اب ان کا پیٹ سی دو۔ اس نے میرا پیٹ سی کر میرے شانوں کے درمیان مہر لگادی جو اب بھی موجود ہے۔ پھر وہ دونوں چلے گئے۔ میں یہ سارا منظر اپنی آنکھوں سے واضح طور پر دیکھتا رہا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ یونس بن میسرہ بن حلبس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "ایک فرشتہ سونے کا طشت میرے پاس لایا۔ میرا پیٹ چاک کیا، آنتیں نکالیں۔ انہیں دھویا اور پھر ان پر عطر چھڑک کر کہنے لگا۔ آپ کا قلب اطہر انتہائی مضبوط ہے۔ ہر چیز کو اپنے اندر محفوظ کر لیتا ہے۔ آپ کی آنکھوں میں بصیرت اور کانوں میں سماعت ہے۔ آپ محمد رسول اللہ ہیں۔ پیچھے آنے والے مردہ صلاحیتوں میں حشر برپا کرنے والے۔ آپ ﷺ کا دل صحیح سلامت، آپ ﷺ کی زبان مبارک حق و صداقت کی ترجمان آپ ﷺ کا نفس مطمئن اور آپ ﷺ کی تخلیق کامل و اکمل ہے اور آپ بے حد و بے حساب عطا فرمانے والے ہیں۔

دارمی اور ابن عساکر رحمہما اللہ ابن غنم سے روایت کرتے ہیں کہ جبریل امین علیہ السلام رسول پاک ﷺ کے پاس آئے۔ آپ کے بطن اطہر کو چاک کیا پھر کہا، آپ کا دل مضبوط ہے اس میں دو سننے والے کان اور دیکھنے والی آنکھیں ہیں۔ آپ محمد رسول اللہ انبیاء میں سب سے آخر میں آنے والے اور خفیہ صلاحیتوں میں حشر برپا کرنے والے ہیں۔ آپ کی تخلیق حسین و جمیل، زبان سچی اور نفس مطمئن ہے۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی رحمت ﷺ نے فرمایا۔ میں اپنے گھر میں تھا کہ کوئی میرے پاس آیا اور مجھے چاہ زمزم پر لے گیا۔ اس نے میرا سینہ چاک کیا اور اسے آب زمزم سے دھویا۔ پھر ایمان و حکمت سے لبریز سونے کا تھال لایا گیا اور اس نے اسے میرے سینے میں بھر دیا۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں

کہ رسول اللہ ﷺ شرح صدر کا نشان ہمیں دکھلایا کرتے تھے۔ پھر فرشتہ مجھے سماء دنیا پر لے گیا۔ اس کے بعد حدیث معراج مذکور ہے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہو سکتا ہے شق صدر کا واقعہ کئی بار پیش آیا ہو۔ ایک بار حضور نبی کریم ﷺ کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ہاں دوسری بار بعثت کے وقت اور تیسری بار شب معراج میں۔ میں کہتا ہوں۔ باب الرضاع میں شق صدر کے متعلق متعدد روایات گزر چکی ہیں۔ اور عنقریب بعثت اور اسراء کی احادیث میں بھی شق صدر کا ذکر آئے گا۔ ان تمام روایات کی تطبیق اس طرح ہو گی کہ شق صدر کا واقعہ متعدد بار رونما ہونا تسلیم کیا جائے یعنی تقریباً تین بار۔

سہیلی، ابن دحیہ اور ابن منیر رحمہم اللہ دو بار شق صدر کے قائل ہیں جبکہ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ تین مرتبہ کے قائل ہیں۔ شق صدر کا واقعہ تین مرتبہ کیوں پیش آیا؟ علامہ ابن حجر نے اس کی بڑی ہی لطیف اور معنی خیز توجیہ بیان کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ جس طرح شریعت مطہرہ نے طہارت کے لئے تین مرتبہ دھونے کا حکم اس لئے دیا ہے کہ طہارت کاملہ حاصل ہو جائے۔ اسی طرح شق صدر کے تین بار وقوع پذیر ہونے میں بھی یہی حکمت کارفرما تھی کہ داعیٔ برحق ﷺ کا قلب اطہر بہ درجہ کمال طاہر، پاک اور صاف ستھرا ہو جائے۔ پھر طفولیت، بعثت اور معراج کے تین مختلف اوقات کو شق صدر کے لئے مخصوص کرنے میں یہ حکمت تھی کہ حضور ﷺ عالم طفولیت میں پروان چڑھتے ہوئے شیطانی وساوس سے بالکل محفوظ رہیں۔ بعثت کے وقت وحی الٰہی کو قلب قوی کے ساتھ حاصل کر سکیں اور پھر شب معراج معبود حقیقی کی بارگاہ میں مناجات کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔

علماء کرام کا اس بارے میں بھی اختلاف ہے کہ کیا سینہ مبارک کو چاک کرنے اور دھونے کا واقعہ صرف ہمارے نبی مکرم ﷺ کے ساتھ مخصوص ہے یا دیگر انبیاء کے ساتھ بھی کوئی ایسا واقعہ پیش آیا؟ ابن منیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ سینہ مبارک کا چاک ہو جانا اور پھر اس پر صبر کرنا بالکل اس آزمائش کی طرح ہے جس میں ذبیح اللہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو مبتلا کیا گیا بلکہ یہ اس سے بھی زیادہ مشکل ہے اور قدر و منزلت کے لحاظ سے عظیم تر ہے۔ کیونکہ انہیں صرف آزمائش کے لئے پیش ہونا پڑا تھا۔ (حقیقۃً ذبح اسمٰعیل کا واقعہ رونما نہ ہوا تھا) جبکہ حضور ﷺ کا واقعہ شق صدر حقیقی تھا۔ اور طرہ یہ کہ یہ واقعہ بار بار ہوا اور اس وقت پیش آیا جبکہ حضور ﷺ ابھی شیر خوار بچے تھے پھر یتیم ہونے کے علاوہ اپنے گھر والوں سے بھی بہت دور تھے۔

باب

جمائی سے محفوظ ہونے کا معجزہ

بخاری حمتہ اللہ علیہ "تاریخ" میں ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ "مصنف" میں اور ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ یزید بن اصم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے کبھی جمائی نہیں لی۔

ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ مسلمہ بن عبدالملک بن مروان سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔ "نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کبھی جمائی نہیں لی۔"

باب

قوت سماعت کا اعجاز

ترمذی، ابن ماجہ اور ابو نعیم رحمہم اللہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔

"میں وہ کچھ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھ سکتے اور میں وہ کچھ سنتا ہوں جو تم نہیں سن سکتے۔ آسمان چرچرانے لگا اور اس کا حق ہے کہ چرچرائے کیونکہ آسمان میں چار انگشت جگہ بھی ایسی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ اپنی جبین نیاز جھکائے سجدہ ریز نہ ہو۔"

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ حکیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن حزام نے فرمایا کہ ایک دفعہ حضور نبی رحمت ﷺ اپنے صحابہ کرام کے ساتھ تشریف فرما تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا "میں جو آواز سن رہا ہوں کیا تمہیں بھی سنائی دے رہی ہے؟

صحابہ کرام نے عرض کی۔ "ہمیں تو کچھ بھی سنائی نہیں دیتا۔"

حضور پاک ﷺ نے فرمایا۔ "میں آسمان کی چرچراہٹ سن رہا ہوں اور آسمان کے چرچرانے میں اس کا کوئی قصور نہیں کیونکہ اس میں بالشت بھر جگہ بھی ایسی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ سجدہ یا قیام کی حالت میں نہ ہو۔"

باب

صوت مبارک کا اعجاز

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ "رسول

اللہ ﷺ نے ہمارے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا حتیٰ کہ آپ کے خطبہ مبارک کی آواز پردہ نشین خواتین نے بھی سن لی۔"

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم ﷺ نے نماز ادا فرمائی پھر صحابہ کرام کی طرف متوجہ ہو کر کچھ ارشادات فرمانے لگے اور آپ کی آواز کو پردوں کے اندر بیٹھی خواتین نے بھی سن لیا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو برزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور رسول اکرم ﷺ خاص دوپہر کے وقت ہمارے پاس تشریف لائے اور خطبہ ارشاد فرمایا۔ آواز مبارک کی رسائی کا یہ عالم تھا کہ پردوں میں بیٹھی خواتین بھی آپ کے ارشادات عالیہ کو سنتی رہیں۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جمعہ کے روز منبر پر تشریف فرما ہوئے اور لوگوں کو حکم فرمایا کہ سب بیٹھ جاؤ۔ اس وقت حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بنو غنم کے ہاں تھے۔ انہوں نے وہاں بھی حضور ﷺ کا فرمان سن لیا اور فوراً وہیں بیٹھ گئے۔

ابن سعد اور ابو نعیم رحمہما اللہ حضرت عبدالرحمٰن بن معاذ تیمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ منیٰ کے مقام پر رسول اکرم نبی مکرم ﷺ نے خطبہ دیا تو ہمارے کان کھل گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے ہمارے کان کھول دیئے یہاں تک کہ ہم اپنے گھروں میں بیٹھ کر آپ ﷺ کے خطاب کو سنتے رہے۔"

ابن ماجہ اور بیہقی رحمہما اللہ حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتی ہیں کہ میں اپنے گھر پہ رہ کر بھی آدھی رات کے وقت خانہ کعبہ کے پاس حضور ﷺ کی قرأت کو سنا کرتی تھی۔

باب

عقل مبارک کا اعجاز

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ "حلیہ" میں اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ وہب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے اکہتر کتابیں پڑھی ہیں۔ ان سب میں یہ لکھا پایا کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ابتداء سے لے کر انتہاء تک سارے لوگوں کو جو عقل عطا فرمائی ہے اس کی حیثیت عقل محمدی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام کے مقابلے میں ایسی ہے جیسے ساری دنیا کے

ریگزاروں کے مقابلے میں ایک ذرۂ بے مقدار اور حضرت محمد ﷺ عقل ورائے میں تمام لوگوں سے بہتر ہیں۔

باب

پسینہ مبارک کا اعجاز

مسلم رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے اور قیلولہ فرمایا۔ آپ کو پسینہ آیا تو میری والدہ نے ایک شیشی لی اور پسینہ مبارک پونچھ پونچھ کر اس میں ڈالنے لگیں جس سے حضور ﷺ بیدار ہو گئے آپ ﷺ نے پوچھا۔ "ام سلیم۔ یہ تم کیا کر رہی ہو؟" انہوں نے عرض کی "حضور! یہ آپ کا معطر پسینہ ہے۔ اسے ہم خوشبو کے طور پر استعمال کریں گے۔ اس سے بہتر کوئی خوشبو نہیں۔"

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ہی ایک دوسری سند سے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ہے کہ حضور نبی پاک ﷺ ام سلیم کے پاس تشریف لایا کرتے تھے۔ یہاں آکر آپ قیلولہ فرمایا کرتے آپ کے قیلولہ کے لئے وہ چمڑے کا گدا بچھا دیا کرتیں۔ حضور ﷺ کو بہت زیادہ پسینہ آتا تھا۔ وہ آپ کے پسینہ مبارک کو جمع کر لیتیں۔ اسے خوشبو میں ملاتیں اور شیشیاں بھر لیا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ حضور ﷺ نے پوچھ لیا۔ "ام سلیم یہ کیا ہے؟" عرض کی۔ "حضور ﷺ! یہ آپ کا پسینہ مبارک ہے۔ اسے میں اپنی خوشبو میں ملاؤں گی۔"

ابو نعیم، محمد بن سیرین رحمہم اللہ سے اور وہ حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ میرے ہاں چمڑے کے گدے پر قیلولہ فرمایا کرتے تھے۔ جب آپ ﷺ کو پسینہ آتا تو میں آپ کا پسینہ مبارک لے کر اس میں خوشبو ملا لیا کرتی تھی۔

دارمی، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ میں کئی انفرادی نوعیت کی خوبیاں تھیں۔ (مثلاً) جب آپ کسی راستے سے تشریف لے جاتے اور کوئی آپ کے پیچھے جاتا تو وہ آپ ﷺ کے پسینہ مبارک کی یا آپ ﷺ کی خوشبو کے ذریعے سمجھ جاتا کہ حضور ﷺ ادھر سے تشریف لے گئے ہیں۔ اسی طرح آپ ﷺ جس درخت یا پتھر کے پاس سے گزرتے وہ آپ کے سامنے سجدہ ریز ہو جاتا۔

ابن سعد اور ابو نعیم رحمہما اللہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول کریم ﷺ تشریف لاتے تو ہمیں آپ ﷺ کی خوشبو سے آپ ﷺ کی آمد کا علم ہو جاتا تھا۔

بزار اور ابو یعلی رحمہم اللہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ کے رسول ﷺ مدینہ منورہ کے کسی راستہ سے گزرتے تو لوگ آپ ﷺ کی خوشبو پاکر کہا کرتے کہ رسول اللہ ﷺ اس راستہ سے تشریف لے گئے ہیں۔

دارمی ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ رات کے وقت خوشبو کی وجہ سے حضور نبی کریم ﷺ کو پہچان لیا جاتا تھا۔

خطیب، ابن عساکر، ابو نعیم اور دیلمی رحمہم اللہ دو سندوں سے محمد بن اسمٰعیل بخاری سے، وہ عمرو بن محمد بن جعفر سے، وہ ابو عبیدہ معمر بن مثنی سے وہ ہشام بن عروہ سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ "میں بیٹھی سوت کات رہی تھی اور نبی کریم ﷺ نعلین پاک گانٹھ رہے تھے۔ میں نے دیکھا کہ آپ کی پیشانی مبارک پسینہ مبارک سے شرابور ہے اور پسینہ مبارک سے نور نکل رہا ہے یہ دیکھ کر میں ورطہ حیرت میں ڈوب گئی۔ آپ ﷺ نے پوچھا حیرت زدہ کیوں ہو گئی ہو؟ عرض کی آپ کی پیشانی پر پسینہ آیا ہے اور پسینے سے نور نکل رہا ہے اگر ابو کبیر ہذلی آپ کو اس شان محبوبی میں دیکھ لیتا تو اسے یقین آجاتا کہ اس کے اس شعر کا صحیح مصداق آپ ﷺ ہیں۔

وَمُبَرَّأً مِنۡ كُلِّ غُبۡرِ حَيۡضَةٍ   وَفَسَادِ مُرۡضِعَةٍ وَدَاءِ مُغِيلِ

وہ بے عیب ہے۔ حیض کے بدنما دھبوں سے پاک۔ دودھ پلانے والی کی خرابی دودھ سے منزہ اور حمل کی حالت میں دودھ پلانے والی کی بیماری سے بالکل محفوظ۔

وَاِذَا نَظَرۡتَ اِلَى اَسِرَّةِ وَجۡهِهٖ   بَرَقَتۡ بُرُوۡقُ الۡعَارِضِ الۡمُتَهَلِّلِ

اگر آپ اس کے رخ زیبا کی رعنائیوں کو دیکھیں گے تو یوں محسوس ہو گا گویا افق عالم پر چھائے ہوئے بادلوں میں بجلیاں کوندرہی ہوں۔

حضور نبی کریم ﷺ کے دست مبارک میں جو چیز تھی وہ آپ ﷺ نے رکھ دی اور میرے پاس تشریف لے آئے۔ میری پیشانی کو بوسہ دیا پھر فرمایا۔ "عائشہ! اللہ تعالیٰ تجھے جزائے خیر عطا فرمائے۔ تیری اس گفتگو سے مجھے از حد خوشی ہوئی ہے مجھے یاد نہیں کبھی کسی بات پر اتنی خوشی ہوئی ہو۔"

ابو علی صالح بن محمد بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ کبھی ابو عبیدہ نے ہشام بن عروہ سے کوئی روایت کی ہو۔ پھر فرمایا۔ مگر میرے نزدیک یہ حدیث حسن ہے کیونکہ اسے محمد بن اسمٰعیل بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا ہے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور رسول اکرم ﷺ سب سے زیادہ خوبرو اور نورانی پیکر کے مالک تھے۔ جس کو بھی آپ کی تعریف و توصیف کی سعادت ملی اس نے آپ ﷺ کے روئے زیبا کو چودھویں کے چاند سے تشبیہ دی۔ آپ کے رخ پرنور پر پسینہ موتیوں کی طرح ڈھلکتا نظر آتا تھا جو خالص کستوری سے بھی زیادہ خوشبودار ہوتا تھا۔

ابو یعلیٰ، طبرانی رحمہما اللہ علیہ (''اوسط'' میں) اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ عرض کی۔ ''یارسول اللہ! بیٹی کی شادی کی ہے۔ آپ ﷺ کی امداد چاہتا ہوں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''اس وقت تو میرے پاس کوئی چیز نہیں البتہ یوں کرو کہ جاؤ اور ایک کھلے منہ والی شیشی اور ایک ٹہنی سی لے آؤ۔ (جب وہ شخص شیشی اور لکڑی لے آیا تو) حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے مبارک بازوؤں سے پسینہ پونچھ کر شیشی میں ڈالنا شروع کر دیا حتی کہ شیشی بھر گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ یہ لے لو اور اپنی بیٹی سے کہنا کہ اس لکڑی کو شیشی میں ڈبو کر خوشبو لگایا کرے۔ جب وہ دوشیزہ حضور ﷺ کے خوشبودار پسینہ کی خوشبو لگاتی تو مدینہ پاک کے مکینوں کے مشام جاں معطر ہو جاتے۔ ان کے گھر سے ہمہ وقت عطر بیز مہک آنے کی وجہ سے لوگوں نے اسے ''بیت المطیبین'' (خوشبودار لوگوں کا گھر) کہنا شروع کر دیا۔

دارمی رحمۃ اللہ علیہ، بنو حریش کے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں اس نے بتایا کہ جب نبی کریم ﷺ کے حکم کے مطابق ماعز بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سنگسار کیا گیا تو اس وقت میں بھی اپنے والد صاحب کی معیت میں وہاں موجود تھا۔ جب سنگباری شروع ہوئی تو میں ڈر گیا۔ مجھے حضور ﷺ نے اپنے سینے سے لگالیا۔ آپ کی بغل مبارک کا پسینہ بہہ کر میرے جسم پر آگیا آپ کا پسینہ کستوری کی خوشبو کی طرح تھا۔ عبدان نے اس روایت کو ''الصحابہ'' میں حریش سے نقل کیا ہے۔

بزار رحمۃ اللہ علیہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول پاک ﷺ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ ''میرے قریب ہو جاؤ۔'' میں آپ کے قریب ہوا تو مجھے آپ ﷺ کے جسد اطہر سے ایسی خوشبو محسوس ہوئی جو کستوری اور عنبر سے بدرجہا بہتر تھی۔

باب

درازئ قامت کا کمال اعجاز

ابن ابی خیثمہ (اپنی تاریخ میں) بیہقی اور ابن عساکر رحمہم اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ کے رسول پاک ﷺ کی قامت زیبا کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ نہ غیر ضروری حد تک لانبے تھے اور نہ بہت چھوٹے قد کے مالک۔ جب آپ ﷺ تنہا محو خرام ہوتے تو آپ کو میانہ قد کہا جاسکتا تھا۔ جب کبھی آپ ﷺ کسی طویل القامت شخص کے ہمراہ چل رہے ہوتے تو آپ ﷺ اس سے دراز قد معلوم ہوتے تھے۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ آپ ﷺ کے دائیں بائیں دو دراز قد آدمی چلتے مگر آپ ﷺ ان دونوں سے نمایاں طور پر بلند دکھائی دیتے مگر جب ان سے علیحدہ ہوتے تو ہم آپ کو زیادہ سے زیادہ میانہ قد کہہ سکتے۔

ابن سبع رحمۃ اللہ علیہ نے "الخصائص" میں یہی روایت نقل کی ہے۔ مگر اس میں یہ بھی ہے کہ جب کبھی سرور عالم ﷺ کسی محفل میں تشریف فرما ہوتے تو وہاں بیٹھے ہوئے تمام لوگوں سے آپ ﷺ بلند قامت محسوس ہوتے تھے۔

باب

سایہ نظر نہ آنے کا معجزہ

حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ذکوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ کا سایہ نہ سورج کی دھوپ میں نظر آتا نہ چاند کی روشنی میں۔

ابن سبع رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم نور مجسم ﷺ کی خصوصیات میں سے یہ بات ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا اور آپ ﷺ نور تھے جب آپ سورج یا چاند کی روشنی میں چلتے تو آپ کا سایہ دکھائی نہ دیتا تھا۔

بعض علماء کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کا سایہ نہ ہونے کی دلیل نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا کے یہ الفاظ بھی ہیں۔ "وَاجْعَلْنِی نُوْرًا" اے اللہ مجھے نور بنادے۔

باب

جسد اطہر اور لباس مبارک پر مکھی نہ بیٹھتی تھی

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ "الشفاء" میں اور عزفی "مولد" میں ذکر کرتے ہیں کہ سرورِ کون و مکاں، ہادیٔ انس و جاں ﷺ کی یہ خصوصیت مبارکہ تھی کہ آپ ﷺ کے جسد پاک پر مکھی نہ بیٹھتی تھی۔

ابن سبع رحمۃ اللہ علیہ نے "الخصائص" میں اس روایت کو ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے کہ سید عالم ﷺ کے لباس مبارک پر مکھی کبھی نہ بیٹھی اور یہ بھی ذکر کیا کہ جوں کی مجال نہ تھی کہ وہ آپ کو تکلیف پہنچاتی۔

باب

موئے مبارک کی شان اعجاز

سعید بن منصور، ابن سعد، ابو یعلی، حاکم اور ابو نعیم رحمہم اللہ عبد الحمید بن جعفر سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ یرموک کے دن حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ٹوپی گم ہو گئی۔ انہوں نے ٹوپی کو تلاش کرنا شروع کر دیا۔ بالآخر ٹوپی مل گئی۔ پھر فرمایا۔ "رسول پاک ﷺ نے عمرہ ادا فرمایا۔ پھر سر مبارک کا حلق کیا تو لوگ بے تابانہ آپ کے موئے مبارک کی جانب دوڑے۔ میں نے سب سے پہلے پیشانی مقدس کے بال حاصل کر لئے۔ **فَجَعَلْتُهَا فِي هٰذِهِ الْقَلَنْسُوَةِ فَلَمْ اَشْهَدْ قِتَالاً وَهِيَ مَعِي اِلاَّ رُزِقْتُ النَّصْرَ۔** "میں نے وہ موئے مبارک حصول برکت کی خاطر اپنی ٹوپی میں رکھ دیئے۔ اس کے بعد یہ ٹوپی پہن کر جس جنگ میں بھی میں شریک ہوا، فتح و ظفر سے نوازا گیا۔"

باب

خون مقدس کی شان اعجاز

بزار، ابو یعلی، طبرانی، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے۔ حضور سید عالم ﷺ اس وقت پچھنے لگوا رہے تھے جب آپ ﷺ فارغ ہوئے تو فرمایا۔ "اے عبد اللہ! یہ خون لے جاؤ اور اسے ایسی جگہ بہادو کہ

تمہیں کوئی نہ دیکھ سکے۔" حضرت عبداللہ آپ ﷺ کا خون مقدس لے کر گئے اور خود ہی نوش جاں کر کے واپس آ گئے۔ حضور ﷺ نے پوچھا۔ "عبداللہ! میرا خون کہاں رکھا ہے؟" عرض کی۔ "حضور ﷺ! انتہائی خفیہ مقام پر رکھا ہے۔ میرے علم میں وہی جگہ لوگوں کی نظروں سے زیادہ پوشیدہ ہے۔" آپ ﷺ نے فرمایا۔ "کہیں پی تو نہیں لیا؟ عرض کی۔ "جی ہاں۔" تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

"لوگوں کے لئے افسوس ہے کہ تم نے یہ سعادت حاصل کر لی اور وہ رہ گئے۔" صحابہ کرام کا خیال تھا کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قوت وطاقت کا سبب یہی مصطفوی خون تھا۔

باب

قدمین شریفین کا ذکر جمیل

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور پر نور ﷺ اپنا قدم مبارک رکھتے تو پورا قدم زمین پر لگاتے تھے ایسا نہ ہوتا کہ آپ کے تلووں کے درمیانی حصے کا نقش ثبت نہ ہوتا ہو۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کے نقش پا میں تلوے کا درمیانی حصہ بے نشان نہ رہتا تھا۔ آپ ﷺ پورا پاؤں زمین پر لگاتے تھے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ کے پاؤں مبارک کی چھوٹی انگلی نمایاں رہتی تھی۔

احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ قریش کے لوگ ایک کاہنہ کے پاس آئے اور اس سے کہنے لگے۔ ہمیں بتائیے کہ ہم میں سے مقام نبوت پر فائز ہونے والے (نبی منتظر) کے زیادہ مشابہ کون ہے؟ کاہنہ نے کہا۔ "اگر تم اس ہموار زمین کو چادر سے صاف کر کے اس پر چلو تو میں تمہارے نقوش پا کو دیکھ کر بتادوں گی کہ اس سے زیادہ مشابہ کون ہے؟ چنانچہ انہوں نے زمین پر چادر گھسیٹ کر اسے صاف کیا پھر اس کے اوپر چلے۔ کاہنہ نے جب حضرت محمد (ﷺ) کے نقش پا کو دیکھا تو پکار اٹھی "یہ شخص نبی منتظر کے زیادہ مشابہ ہے۔" اس کے بعد کم و بیش بیس سال گزرے تھے کہ اللہ کے رسول، داعی برحق ﷺ نے اعلان نبوت فرما دیا۔

باب

شاہ خوباں صلی اللہ علیہ وسلم کا انداز خرام

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں ایک جنازہ میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ میں چلتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے آگے رہتے۔ میں نے اپنے ساتھ چلنے والے ایک شخص کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے لئے زمین کو لپیٹ دیا جاتا ہے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ یزید بن مرثد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب محو خرام ہوتے تو بڑی تیزی کے ساتھ چلتے یہاں تک کہ آدمی پیچھے سے دوڑ کر بھی آپ کو نہ پا سکتا تھا۔

باب

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عالم خواب

بخاری و مسلم رحمہما اللہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عرض کی۔ یارسول اللہ! کیا آپ وتر پڑھنے سے پہلے سو جایا کرتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اے عائشہ! میری آنکھیں سو جاتی ہیں مگر میرا دل بیدار رہتا ہے۔"

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فخر رسل مولائے کل صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "میری آنکھ سو جاتی ہے مگر میرا دل نہیں سوتا۔"

مسلم و بخاری رحمہم اللہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "انبیاء کرام کی یہ شان ہے کہ ان کی آنکھیں سوتی ہیں مگر ان کے دل نہیں سوتے۔"

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ حضرت عطاء سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہم جو انبیاء کا گروہ ہیں ہماری آنکھیں سو جاتی ہیں مگر ہمارے دل نہیں سوتے۔"

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً نقل کیا ہے (کہ فرمان نبوی ہے) "میری آنکھیں سوتی ہیں مگر دل نہیں سوتا۔"

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

آپ ﷺ کی آنکھیں سوتی تھیں لیکن آپ ﷺ کا دل نہیں سوتا تھا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن یہودیوں کی ایک جماعت نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئی۔ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا۔ "میں تمہیں اس ذات کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات نازل فرمائی۔ کیا تمہیں معلوم ہے (یعنی تم نے تورات وغیرہ میں پڑھا ہے) کہ اس نبی کی آنکھیں سوئیں گی مگر دل نہیں سوئے گا؟" تو وہ بولے۔ ہاں ہمیں معلوم ہے آپ ﷺ نے کہا اے اللہ۔ گواہ رہنا۔

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ذکر کر کے اس کو صحیح کہا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی آنکھیں سوتی تھیں مگر قلب پاک بیدار رہتا تھا۔

باب

ازدواجی تعلق کی عجب شان

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بہ سند قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ شب و روز میں کسی وقت مسلسل ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے جاتے تھے۔ ازواج مطہرات کل گیارہ تھیں۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا۔ کیا حضور ﷺ میں اتنی زیادہ قوت تھی؟ تو انہوں نے کہا کہ ہم حضور ﷺ کے بارے میں کہا کرتے تھے کہ آپ کو تیس مردوں کی طاقت عطا کی گئی ہے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ رسول پاک ﷺ کی باندی سلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ ایک رات اپنی نو ازواج مطہرات کے پاس گئے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ عبید اللہ بن عمر سے وہ اسامہ بن زید سے اور وہ صفوان بن سلیم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جبرئیل امین میرے پاس ایک ہنڈیا لائے۔ میں نے اس سے کھالیا تو مجھے چالیس مردوں کے برابر عمل زوجیت کی قوت عطا کر دی گئی۔

ابن عدی بہ سند سلام بن سلیمان، نہشل سے وہ ضحاک رحمہم اللہ سے اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اسی کی مثل مرفوع حدیث نقل کرتے ہیں۔ پہلی سند اگرچہ مرسل ہے مگر اس سے زیادہ بہتر اور قوی ہے جبکہ یہ سند کمزور ہے۔

ابن سعد واقدی رحمۃ اللہ علیہ سے، وہ موسیٰ بن محمد بن ابراہیم سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ ''میری قوت جماع سب سے کم تھی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر ایک ہنڈیا اتاری۔ اب جس وقت بھی عمل زوجیت کا ارادہ کرتا ہوں مجھے اس ہنڈیا کی قوت محسوس ہوتی ہے۔ (اس ہنڈیا میں گوشت تھا)۔

ابن سعد نے واقدی رحمہما اللہ سے۔ انہوں نے ابن ابی سبرہ اور عبداللہ بن جعفر سے اور انہوں نے صالح بن کیسان سے اسی کی مثل روایت کی ہے۔

ابن سعد، واقدی رحمہما اللہ سے وہ محمد بن عبداللہ سے اور وہ زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم رؤوف ورحیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا۔ ''میں نے دیکھا کہ میرے پاس ہنڈیا لائی گئی۔ میں نے اس سے کھایا۔ یہاں تک کہ سیر ہو گیا۔ جب سے میں نے اس ہنڈیا کی چیز کھائی ہے اس کے بعد جب اپنی بیویوں کے پاس جانے کا ارادہ کرتا ہوں اپنے اندر ایسا کرنے کی قوت پاتا ہوں۔''

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ مجاہد اور طاؤس سے روایت کرتے ہیں کہ فخر دو عالم نور مجسم ﷺ کو چالیس مردوں کے برابر قوت جماع عطا کی گئی تھی۔

حارث بن ابی اسامہ حضرت مجاہد سے نقل کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ کو چالیس سے زائد جنتی مردوں کے برابر قوت عطا کی گئی تھی۔

حارث بن ابی اسامہ حضرت عمرو سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''مجھے گرفت اور نکاح کے معاملے میں چالیس مردوں کی قوت عطا کی گئی ہے۔''

طبرانی، اسماعیلی رحمہما اللہ (اپنی معجم میں) اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔ ''مجھے چار باتوں میں لوگوں پر فضیلت دی گئی ہے۔ سخاوت، شجاعت، کثرت جماع اور مضبوط گرفت۔''

باب

احتلام سے محفوظ ہونا

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ بہ سند عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور دینوری رحمۃ اللہ علیہ ''مجالسہ'' میں بہ سند مجاہد حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ کسی نبی کو کبھی احتلام نہیں ہوا۔ احتلام تو شیطان کی وجہ سے ہوتا ہے۔

باب

بول و براز کا اعجاز

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ بہ سند حسین بن علوان، ہشام بن عروہ سے، وہ اپنے والد سے اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ جب نبی کریم ﷺ بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے (اور پھر باہر تشریف لاتے) تو آپ ﷺ کے بعد میں بیت الخلاء میں جاتی تو مجھے کچھ بھی دکھائی نہ دیتا تھا۔ البتہ وہاں مجھے بڑی پیاری خوشبو محسوس ہوتی۔ ایک دن یہی بات میں نے حضور ﷺ سے عرض کر دی تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ "کیا تجھے معلوم نہیں کہ ہمارے اجسام اہل جنت کی ارواح پر نشو و نما پاتے ہیں۔ ان جسموں سے جو کچھ باہر آتا ہے اسے زمین نگل جاتی ہے۔"

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ حدیث نقل کر کے کہا کہ یہ حدیث ابن علوان کی موضوعات میں سے ہے۔

میں (جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہوں بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی بات ٹھیک نہیں ہے۔ کیونکہ یہی حدیث ایک اور سند سے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔
ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ اسماعیل بن اَبان وراق سے، وہ عنبسہ بن عبدالرحمٰن قرشی سے، وہ محمد بن زاذان سے وہ ام سعد سے اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتی ہیں کہ میں نے عرض کی۔ یارسول اللہ۔ آپ ﷺ بیت الخلاء میں جاتے ہیں مگر وہاں بول و براز کے اثرات دکھائی نہیں دیتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ "کیا تجھے معلوم نہیں کہ انبیاء کے جسموں سے جو کچھ نکلے زمین اسے نگل لیتی ہے اور پھر وہاں کچھ دکھائی نہیں دیتا۔" اس روایت کو اسی سند کے ساتھ ابو نعیم نے بھی ذکر کیا ہے۔

اس روایت کی ایک تیسری سند بھی ہے۔ وہ یہ ہے ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ محمد بن ابراہیم سے وہ علی بن احمد بن سلیمان مصری سے وہ زکریا بن یحییٰ بلخی سے، وہ شہاب بن معمر عوفی سے، وہ عبدالکریم خزاز سے۔ وہ ابو عبداللہ مدینی سے اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باندی لیلیٰ سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتی ہیں کہ میں نے عرض کی "یارسول اللہ! آپ بیت الخلاء میں جاتے ہیں اور جب باہر آتے ہیں تو آپ ﷺ کے بعد میں اندر جاتی ہوں مگر وہاں کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا۔ البتہ کستوری کی خوشبو پاتی ہوں۔" آپ ﷺ نے فرمایا۔ "ہم گروہ انبیاء کی یہ شان ہے کہ

ہمارے اجسام اہل جنت کی ارواح پر نشوونما پاتے ہیں۔ ان جسموں سے جو کچھ باہر آتا ہے اسے زمین نگل لیتی ہے۔"

اسی روایت کی ایک چوتھی سند بھی ہے اور وہ یہ ہے۔ حاکم رحمۃ اللہ علیہ (مستدرک میں) مخلد بن جعفر سے وہ محمد بن جریر سے، وہ موسیٰ بن عبدالرحمٰن مسروقی سے، وہ ابراہیم بن سعد سے، وہ منہال بن عبید اللہ سے، وہ اپنے شیخ (مجہول) سے وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باندی لیلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اور لیلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتی ہیں۔ کہ رسول پاک ﷺ رفع حاجت کے لئے تشریف لے گئے۔ پھر میں داخل ہوئی تو وہاں مجھے کچھ دکھائی نہ دیا۔ ہاں کستوری کی خوشبو مہک رہی تھی۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ! مجھے تو کچھ بھی دکھائی نہ دیا (یہ کیا ماجرا ہے؟) آپ ﷺ نے فرمایا "زمین کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ انبیاء کرام کے بول و براز کو اپنے اندر سمو لے"

اس روایت کی ایک پانچویں سند بھی ہے اور وہ یہ ہے۔ دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ "الافراد" میں محمد بن سلیمان باہلی سے وہ محمد بن حسان اموی سے، وہ عبدہ بن سلیمان سے وہ ہشام بن عروہ سے، وہ اپنے والد سے اور وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی، یارسول اللہ! میں دیکھتی ہوں کہ آپ ﷺ بیت الخلاء میں جاتے ہیں پھر آپ کے بعد کوئی اور جاتا ہے مگر اسے وہاں بول و براز کا نشان بھی نظر نہیں آتا۔ آخر وجہ کیا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا "اے عائشہ کیا تجھے نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا ہے کہ وہ انبیاء کرام کے بول و براز کو نگل جائے۔"

یہ انتہائی قوی سند ہے۔ ابن دحیہ نے اسے "الخصائص" میں ذکر کرنے کے بعد کہا کہ یہ سند ثابت ہے محمد بن حسان بغدادی ثقہ اور صالح آدمی ہیں جبکہ عبدہ بخاری و مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے راویوں میں سے ہیں۔

اس روایت کی چھٹی سند بھی ہے جو کہ مرسل ہے اور وہ یہ ہے۔ حکیم ترمذی رحمۃ اللہ علیہ بہ سند عبدالرحمٰن بن قیس زعفرانی، عبدالملک بن عبداللہ بن ولید سے اور وہ حضرت ذکوان سے روایت کرتے ہیں کہ سورج اور چاند کی روشنی میں حضور نبی کریم ﷺ کا سایہ نظر نہ آتا تھا اور نہ ہی قضاء حاجت کا کوئی نشان دکھائی دیتا تھا۔" اس روایت کی ساتویں سند بھی ہے مگر اس کا ذکر جنات کے وفد کے ضمن میں آئے گا۔

باب

بول مبارک کی صحت بخش تاثیر

حسن بن سفیان (اپنی مسند میں)، ابو یعلی، حاکم، دار قطنی اور ابو نعیم رحمہم اللہ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ آپ فرماتی ہیں کہ ایک رات حضور نبی کریم ﷺ بیدار ہوئے اور گھر کے کونے میں رکھے ہوئے مٹی کے برتن میں بول فرمایا۔ پھر رات کے کسی لمحے میں اٹھ کھڑی ہوئی۔ مجھے سخت پیاس لگی ہوئی تھی۔ میں نے اس برتن میں موجود بول مبارک پی لیا صبح ہوئی تو میں نے حضور ﷺ کو یہ بات بتا دی۔ شفا بخش مرض عصیاں، مرشد قلب و نگاہ ﷺ میری بات سن کر مسکرا دیئے اور فرمایا۔

"إِنَّكَ لَنْ تَشْتَكِيْ بَطْنَكِ بَعْدَ يَوْمِكِ هٰذَا أَبَدًا"

آج کے بعد تمہیں پیٹ کی تکلیف نہ ہوگی۔

عبد الرزاق، ابن جریج رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ لکڑی کے پیالے میں بول فرمایا کرتے تھے پھر وہ پیالہ آپ ﷺ کی چارپائی کے نیچے رکھ دیا جاتا۔ ایک دفعہ آپ ﷺ آئے۔ دیکھا اس پیالے میں کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے برکت نامی عورت سے پوچھا "پیالے میں جو بول تھا وہ کہاں ہے۔" (برکت حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ حبشہ سے آئی تھیں اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی خدمت کیا کرتی تھیں) اس نے عرض کی "میں نے اسے پی لیا ہے۔" آپ ﷺ نے فرمایا "اے ام یوسف! تو نے صحت و سلامتی حاصل کر لی ہے۔" برکت کی کنیت ام یوسف تھی۔ اس واقعہ کے بعد برکت کبھی بیمار نہ ہوئی۔ بالآخر مرض الموت میں مبتلا ہو کر فوت ہو گئیں۔

ابن دحیہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا والے واقعہ کے علاوہ یہ الگ واقعہ ہے۔ برکت ام یوسف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور برکت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا دو الگ الگ خواتین ہیں۔

باب

حسن تخلیق کا عظیم شاہکار

بخاری و مسلم رحمہما اللہ حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ کے

رسول ﷺ انتہائی خوبرو اور پیکر حسن و جمال تھے نہ زیادہ لانبے اور نہ پستہ قد۔

بخاری حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ کا چہرۂ مبارک تلوار کی طرح تھا۔ انہوں نے جواب دیا۔ نہ بلکہ آپ کا رخ تاباں چاند جیسا تھا۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ ان سے پوچھا گیا کیا رخ مصطفیٰ علیہ اطیب التحیۃ واکمل الثناء طویل تھا۔ فرمایا نہیں بلکہ آفتاب و ماہتاب کی مانند گول تھا۔

دارمی اور بیہقی رحمہما اللہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک رات مطلع بالکل صاف تھا میں نے دیکھا کہ شاہ خوبان عالم ﷺ نے سرخ جوڑا زیب تن کیا ہوا ہے۔ میں کبھی آپ ﷺ کو دیکھتا اور کبھی آسمان کے چاند پر نگاہ ڈالتا۔ فَلَهُوَ كَانَ اَحْسَنَ فِىْ عَيْنَىَّ مِنَ الْقَمَرِ۔ "بلاشبہ حضور ﷺ میری نگاہوں میں ماہ تاباں سے کہیں زیادہ حسین و جمیل تھے۔"

بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب خوش ہوتے تو آپ ﷺ کا چہرہ مبارک فرط مسرت سے یوں چمک اٹھتا جیسے چاند کا ٹکڑا ہو۔ اور ہم آپ ﷺ کی اس ادائے دلبرانہ سے بخوبی واقف تھے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا رخ پر نور چاند کے ہالے کی مانند تھا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ابو اسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ بنو ہمدان کی ایک عورت نے مجھے بتایا کہ میں نے نبی مکرم ﷺ کے ساتھ حج کرنے کی سعادت حاصل کی ہے۔ میں نے اس سے کہا۔ حضور ﷺ کو کسی چیز سے تشبیہ دیجئے۔ اس نے کہا۔ آپ ﷺ یوں دکھائی دیتے جیسے چودھویں رات کا چاند۔ آپ جیسا حسین نہ کبھی پہلے دیکھا نہ بعد میں۔

دارمی، بیہقی، طبرانی اور ابو نعیم رحمہم اللہ۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ربیع بنت معوذ سے کہا۔ "رسول اللہ ﷺ کے اوصاف جمیلہ کا کچھ تذکرہ کریں۔ وہ بولیں۔ "اگر آپ حضور ﷺ کی زیارت کریں تو یقیناً پکار اٹھیں گے کہ آفتاب درخشاں نکلا ہوا ہے۔"

مسلم رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ ابو طفیل سے کہا گیا کہ حضور ﷺ کا ذکر جمیل کریں تو

انہوں نے کہا۔ "حضور ﷺ انتہائی سفید تھے اور چہرۂ انور کے حسن میں ملاحت تھی۔" بخاری و مسلم رحمہم اللہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میانہ قد تھے، نہ زیادہ لانبے اور نہ بہت چھوٹے، نکھری نکھری رنگت والے، نہ زیادہ گندم گوں اور نہ خالص سفید۔ گیسوئے مبارک نہ بالکل سیدھے اور نہ زیادہ گھنگھریالے بلکہ معمولی گھنگھریالے تھے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کی صورت مبارکہ کا رنگ سرخی مائل سفید تھا۔

ابن سعد، ترمذی اور بیہقی رحمہم اللہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ خوبصورت کوئی نہیں دیکھا۔ یوں محسوس ہوتا گویا سورج آپ کے رخ زیبا میں رقص کناں ہو۔ میں نے آپ ﷺ سے زیادہ تیز رفتار بھی کوئی نہیں دیکھا۔ یوں محسوس ہوتا گویا زمین آپ ﷺ کی خاطر لپیٹ دی جاتی ہے۔ ہم آپ کے ساتھ بہ تکلف تیز چلتے مگر آپ ﷺ بلا تکلف بڑی بے پروائی سے محو خرام رہتے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ بہ سند قتادہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی مبعوث نہیں فرمایا مگر خوبصورت چہرے والا، دلکش آواز والا، یہاں تک کہ اس نے تمہارے نبی کو مبعوث فرمایا اور سب سے زیادہ خوبصورت چہرے والا اور سب سے زیادہ دلکش آواز والا بنا کر بھیجا۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی نبی نہ بھیجا مگر روشن چہرے والا، بہترین نسب والا اور دلکش آواز والا، اور تمہارا نبی روشن چہرے والا، بہترین نسب والا اور دلکش آواز والا ہے۔

دارمی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ بہادر، آپ ﷺ سے زیادہ سخی اور آپ ﷺ سے زیادہ روشن رو کوئی شخص نہیں دیکھا۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا دہن مبارک کشادہ، آنکھوں کی سفیدی سرخی مائل اور ایڑیاں مبارک کم گوشت تھی۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی چشمان مقدس بڑی بڑی، پلکیں دراز اور آنکھوں کی سفیدی سرخی مائل تھی۔

ترمذی اور بیہقی رحمہما اللہ ایک دوسری سند سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت نقل کرتے ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سرکار دو جہاں فخر مرسلاں، شاہ خوباں ﷺ کے جمال جہاں آرا کا نقش بایں الفاظ کھینچا۔

"آپ ﷺ نہ اتنے دراز قد تھے کہ بد نما لگیں اور نہ اتنے پست قد کہ آنکھوں کو برے لگیں بلکہ میانہ قد تھے۔ آپ ﷺ کے گیسوئے عنبریں نہ بہت زیادہ الجھے ہوئے اور نہ بالکل سیدھے تھے بلکہ ایک خاص تناسب کے ساتھ گھنگھریالے تھے۔ نہ آپ ﷺ کے جسم اقدس کا گوشت لٹکا ہوا تھا۔ نہ چہرہ مبارک بالکل گول تھا بلکہ رخ تاباں میں ہلکی سی گولائی تھی۔ جسد اطہر کا رنگ سرخی مائل سفید تھا۔ آنکھیں سرمگیں، پلکیں دراز، ہڈیوں کے جوڑ مضبوط و تنومند اور شانے مبارک فراخ تھے۔ جسم مبارک پر بال نہ تھے۔ سینہ مبارک سے ناف مبارک تک بالوں کی ایک لکیر سی تھی اور ہاتھ پاؤں کی انگلیاں مبارک موٹی تھیں۔ جب آپ چلتے تو پوری قوت سے پاؤں مبارک اٹھاتے گویا پستی کی جانب جا رہے ہوں۔ کسی طرف متوجہ ہوتے تو پوری طرح متوجہ ہوتے۔ اور آپ کے شانوں کے درمیان مہر نبوت تھی۔"

ایک دوسری سند میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی چشمان مقدس سرمگیں اور پلکیں دراز تھیں۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کی پیشانی کشادہ اور پلکیں دراز تھیں۔

طیالسی، ترمذی (ترمذی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے) اور بیہقی رحمہم اللہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نہ زیادہ پست قد تھے اور نہ زیادہ دراز قامت۔ سر مبارک بڑا اور داڑھی مبارک گھنی تھی۔ ہاتھ پاؤں کی انگلیاں پر گوشت تھیں۔ ہڈیوں کے جوڑ مضبوط اور رخ انور سرخی مائل تھا۔ سینہ مبارک سے ناف تک بالوں کی لمبی سی لکیر تھی۔ جب آپ ﷺ چلتے تو جسم کی حرکت ایسی ہوتی گویا نشیب کی طرف آ رہے ہوں۔ آپ ﷺ جیسا حسین و جمیل نہ میں نے پہلے کبھی دیکھا اور نہ بعد میں۔

طیالسی، احمد رحمہما اللہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول مکرم ﷺ کی کلائیاں کشادہ اور طویل تھیں۔ دونوں شانوں کے درمیان کافی فاصلہ تھا۔ آنکھوں کی پلکیں لانبی تھیں۔ آپ ﷺ بازاروں میں شور مچانے والے نہ تھے اور نہ ہی نازیبا گفتگو کرتے تھے۔ آپ کسی جانب متوجہ ہوتے تو پوری طرح متوجہ ہوتے اور اگر پیٹھ کرتے تو بھی پوری

طرح سے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی داڑھی مبارک سیاہ اور دندان مبارک بہت خوبصورت تھے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا گیا۔ کیا نبی کریم ﷺ بوڑھے بھی ہوئے؟ انہوں نے کہا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بڑھاپے کے عیب میں مبتلا نہ کیا۔ آپ ﷺ کے سر اور داڑھی میں صرف سترہ یا اٹھارہ سفید بال تھے۔

بخاری و مسلم رحمہما اللہ حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میانہ قد تھے۔ آپ کے دونوں شانوں کے مابین کافی فاصلہ تھا۔ آپ ﷺ کے بال مبارک کانوں کے لو تک پہنچتے تھے۔ میں نے آپ ﷺ سے زیادہ حسین نہیں دیکھا۔

احمد اور بیہقی رحمہما اللہ حضرت محرش کعبی سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ مقام جعرانہ سے عمرہ کے لئے رات کے وقت روانہ ہوئے۔ میں نے آپ کی پشت مبارک کو دیکھا تو وہ اتنی چمکدار نظر آئی گویا چاندی کی ڈلی ہو۔

طیالسی، ابن سعد، طبرانی اور ابن عساکر رحمہم اللہ حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے جب بھی رسول اکرم ﷺ کے پیٹ مبارک کو دیکھا مجھے تہہ در تہہ لپٹے ہوئے کاغذ یاد آ گئے۔

ترمذی اور بیہقی رحمہما اللہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایسے سفید تھے گویا چاندی سے ڈھلے ہوں۔ گیسوئے مبارک زیادہ گھنگریالے نہ تھے۔ پیٹ مبارک ہموار تھا۔ کندھوں کی ہڈیاں بڑی بڑی۔ پورا قدم رکھ کر چلتے۔ جب متوجہ ہوتے تو پوری طرح سے متوجہ ہوتے اور رخ بدلتے تو بھی پورے طور پر۔

بخاری رحمتہ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا سر مبارک اور پاؤں مبارک بڑے تھے اور ہتھیلیاں سیدھی اور ہموار تھیں۔

بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاؤں مبارک بڑے اور چہرۂ انور انتہائی حسین و جمیل تھا۔ آپ جیسا دلربا اور خوبصورت شخص میں نے کہیں نہ دیکھا۔

طبرانی اور بیہقی رحمہما اللہ حضرت میمونہ بنت کردم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل کیا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ حضور

ﷺ کے انگوٹھے کے ساتھ والی انگلی مبارک دوسری انگلیوں سے ذرا لمبی تھی۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ قبیلہ بالعدویہ کے ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اللہ کے پیارے رسول ﷺ کی زیارت کی تو دیکھا کہ آپ کا جسم پاک انتہائی خوبصورت، پیشانی کشادہ، ناک باریک و حسین اور ابرو چھوٹے اور خوبصورت تھے۔ سینہ مبارک سے ناف تک بالوں کی ایک لمبی لکیر تھی۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کی قامت زیبا نہ زیادہ لمبی تھی اور نہ چھوٹی۔ البتہ قدرے لمبائی معلوم ہوتی تھی ہاتھ پاؤں کی انگلیاں پُر گوشت تھیں۔ سینہ مبارک سے ناف تک بالوں کی لمبی لکیر تھی۔ پسینہ مبارک کے قطرے موتیوں کی طرح چمکتے۔ ذرا جھک کر چلتے تھے گویا بلندی سے نیچے اتر رہے ہوں۔

عبداللہ بن احمد اور بیہقی رحمہم اللہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ میانہ قد سے معمولی لانبے تھے مگر غیر ضروری درازی بھی نہ تھی۔ جب لوگوں کے ساتھ کھڑے ہوتے تو سب سے نمایاں دکھائی دیتے۔ سفید رنگ، بڑے سر والے، مہ جبیں، روشن رو، دراز پلکوں والے، پر گوشت انگلیوں والے۔ چلتے تو ذرا خمیدہ ہو کر گویا نشیب کی جانب محو خرام ہوں۔ رخ انور پر پسینے کے قطرے آبدار موتیوں کی طرح دکھائی دیتے۔ آپ ﷺ جیسا حسین میں نے نہ کبھی پہلے دیکھا نہ بعد میں۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا رنگ نکھرا نکھرا تھا۔ پسینہ جیسے موتی۔ اور رفتار خمیدہ سی ہوتی تھی۔

بزار اور بیہقی رحمہما اللہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ سب لوگوں سے زیادہ حسین تھے۔ میانہ قد مگر درازی مائل تھے۔ شانوں کے مابین فاصلہ تھا۔ رخسار مبارک عرض و طول میں بالکل متناسب تھے۔ بال مبارک بہت زیادہ سیاہ، آنکھیں سرمگیں اور پلکیں دراز تھیں۔ چلتے تو پورا قدم رکھتے۔ پاؤں کے تلوے کی درمیانی جگہ اٹھی ہوئی نہ تھی۔ جب شانوں سے چادر ہٹاتے تو چاندی کی ڈلی کی طرح معلوم ہوتے۔ مسکراتے تو در و دیوار چمک اٹھتے۔ الغرض میں نے آپ ﷺ جیسا خوبصورت نہ کبھی پہلے دیکھا اور نہ بعد میں۔

شیخین (بخاری و مسلم رحمہما اللہ) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے محبوب کریم ﷺ کے کف دست سے زیادہ ملائم کوئی حریر و پرنیاں نہ دیکھا اور نہ آپ ﷺ کی عطر بیز مہک سے بہتر کسی کستوری اور عنبر کی خوشبو سونگھی۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنا دست مبارک میرے رخسار پر پھیرا تو میں نے اس کی ٹھنڈک اور خوشبو یوں محسوس کی گویا ابھی حضور ﷺ نے اپنے دست مبارک کو عطار کی عطر دانی سے نکالا ہو۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت یزید بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور رسول کریم ﷺ نے اپنا دست مبارک مجھے پکڑایا۔ تو وہ برف سے زیادہ ٹھنڈا اور کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ مستورد بن شداد سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا۔ جب حضور ﷺ کے دست مبارک کو اپنے ہاتھ میں لیا تو وہ ریشم سے زیادہ نرم اور برف سے زیادہ ٹھنڈا تھا۔

احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں مکہ مکرمہ میں بیمار ہوا تو دلنواز کریم آقا ﷺ عیادت کے لئے میرے پاس تشریف لے آئے۔ اپنا دست شفا بخش میری پیشانی پر رکھا پھر میرے چہرے سینے اور پیٹ پر پھیرا۔ اس وقت سے اب تک آپ کے دست مبارک کی ٹھنڈک اپنے جگر میں محسوس کرتا ہوں۔

ابن سعد اور ابن عساکر رحمہما اللہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کے سفید رنگ میں سرخی کی آمیزش تھی۔ انگلیاں مبارک پر گوشت تھیں۔ آپ ﷺ نہ زیادہ دراز قامت اور نہ زیادہ پست قد تھے۔ موئے مبارک نہ بالکل سیدھے اور نہ زیادہ گھنگھریالے تھے۔ چلتے تو لوگوں کو آپ ﷺ کے پیچھے دوڑنا پڑتا۔ آپ ﷺ جیسا کبھی کوئی نظر نہ آئے گا۔

ابو موسیٰ مدینی کتاب الصحابہ میں امد بن ابد حضرمی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا آپ جیسا حسین نہ کبھی میں نے پہلے دیکھا اور نہ کبھی بعد میں۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کے پاؤں مبارک سب لوگوں سے خوبصورت تھے۔

ابن سعد اور ابن عساکر رحمہما اللہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ سفید رنگ کے تھے جس میں سرخ رنگ کا حسین امتزاج بھی تھا۔ چشمان مقدس سیاہ، سینے سے نیچے بالوں کی لمبی لکیر، ناک مبارک باریک اور ستواں، رخسار مبارک ہموار، ڈاڑھی گھنی، گیسوئے پاک کانوں کی لوؤں تک، گردن مبارک ایسی چمکدار گویا چاندی کی صراحی ہو۔ سینے

سے لے کر ناف تک ٹہنی کی طرح بالوں کی لکیر۔ ان کے علاوہ پیٹ اور سینے پر کوئی بال نہ تھا۔ رخ پر نور پر پسینے کے قطرے یوں ڈھلکتے نظر آتے گویاں آبدار موتیوں کی لڑی ہو اور پسینہ مبارک کی خوشبو خالص کستوری سے زیادہ عطر بیز تھی۔

ابن سعد اور ابن عساکر رحمہما اللہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے یمن کی طرف بھیجا۔ ایک دن میں لوگوں کے سامنے تقریر کر رہا تھا۔ میں نے دیکھا کہ ایک یہودی عالم ہاتھ میں کتاب لئے کھڑا ہے اور کتاب کو غور سے دیکھ رہا ہے۔ وہ مجھے دیکھ کر کہنے لگا۔ "ہمیں ابو القاسم (ﷺ) کے کچھ اوصاف بتایئے۔" میں نے بتایا کہ نہ آپ ﷺ زیادہ دراز قامت ہیں نہ بالکل پست قد، آپ ﷺ کے گیسوئے عنبریں نہ بہت زیادہ الجھے ہوئے گھنگھریالے ہیں اور نہ بالکل سیدھے بلکہ معمولی گھنگھریالے اور خوب سیاہ ہیں۔ سر مبارک بڑا ہے۔ حسن رنگت میں ذرا سرخی پائی جاتی ہے۔ جوڑوں کی ہڈیاں بڑی بڑی اور ہاتھ پاؤں کی انگلیاں پر گوشت ہیں۔ سینہ سے ناف تک بالوں کی لکیر ہے۔ پلکیں دراز ابرو ملے ہوئے اور پیشانی مبارک نمایاں ہے۔ شانوں کے درمیان فاصلہ سا معلوم ہوتا ہے۔ محو خرام ہوں تو جھکے جھکے دکھائی دیتے ہیں گویا نشیبی سمت آرہے ہوں۔ آپ ﷺ جیسا نہ میں نے کبھی پہلے دیکھا نہ بعد میں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں پھر میں خاموش ہو گیا۔ یہودی عالم نے پوچھا۔ "اور کیا؟" میں نے کہا "بس یہی کچھ اس وقت میرے ذہن میں ہے۔" وہ بولا -- آپ ﷺ کی آنکھوں میں سرخی ہے۔ خوبصورت داڑھی والے، خوبصورت دہن والے، پورے کانوں والے، متوجہ ہوں تو پورے جسم کے ساتھ متوجہ ہوتے ہیں، رخ پھیریں تو بھی پورے طور پر رخ پھیرتے ہیں۔ میں نے کہا "اللہ کی قسم! یہ بھی حضور ﷺ کی صفات ہیں۔" اس نے کہا۔ "ایک اور بات بھی ہے۔" میں نے کہا۔ "وہ کیا؟" کہنے لگا۔ "اور آپ میں ذرا جھکاؤ ہے۔" میں نے کہا۔ "یہ بات میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ جھکاؤ اس قدر معلوم ہوتا ہے گویا نشیبی جگہ سے اتر رہے ہوں۔" یہودی عالم نے بتایا کہ حضور ﷺ کی یہ صفات مجھے اپنے آباؤ اجداد کی کتابوں میں ملتی ہیں۔ ان میں یہ بھی لکھا ہے کہ آپ ﷺ ایسی جگہ مبعوث ہوں گے جو اللہ کا حرم، اس کی پناہ گاہ اور اس کے گھر کا مقام ہو گا۔ پھر اس حرم کی جانب ہجرت فرمائیں گے جسے وہ خود حرم بنائیں گے، اور حرم نبوی کی حرمت اسی حرم خدا کی طرح ہو گی۔ اور ہمیں یہ ذکر بھی ملتا ہے کہ جن انصار کی طرف آپ ﷺ ہجرت فرمائیں گے ان کا تعلق عمرو بن عامر کی اولاد سے ہو گا جو زمیندار اور کھجوروں کے مالک ہوں۔ اور ان سے پہلے وہاں یہود آباد ہوں گے۔ میں نے کہا "بالکل ایسے ہی ہے۔" تو وہ عالم پکار اٹھا۔

اَشْهَدُ اَنَّهٗ نَبِیٌّ وَ اَنَّهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَی النَّاسِ کَافَّۃً

میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے نبی ہے اور سارے لوگوں کی طرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے فرستادہ ہیں۔

ابن عساکر رحمہ اللہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ کچھ یہودی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور آپ سے کہا کہ اپنے چچازاد بھائی کا کچھ تذکرہ کیجئے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے فرمایا۔

"محمد ﷺ نہ زیادہ دراز قد اور نہ پستہ قامت تھے، البتہ میانہ قد سے ذرا لانبے تھے۔ سفید رنگت میں سرخی کی آمیزش تھی۔ بال معمولی گھنگھریالے تھے زیادہ خمدار نہ تھے۔ گیسوئے عنبریں کانوں کی لوؤں تک دراز رہتے تھے۔ پیشانی نمایاں، رخسار واضح۔ آنکھیں سیاہ، ابرو ملے ہوئے، پلکیں دراز، ناک ستواں، سینہ پر بالوں کی باریک لکیر، دندان مبارک چمکدار اور ڈاڑھی مبارک گھنی تھی۔ گردن جیسے چاندی کی صراحی اور سینے کے اوپر گویا سونا تیر رہا ہو۔ سینہ سے ناف تک بال جیسے سیاہ کستوری کی ٹہنی سی بنی ہو۔ جسد مبارک اور سینہ پاک پر ان کے علاوہ کوئی بال نہ تھا۔ دونوں شانوں کے درمیان چودھویں کے چاند کے ہالہ کی طرح دو نورانی سطریں لکھی ہوئی تھی۔ پہلی سطر میں لاالہ الا اللہ اور دوسری سطر میں **محمد رسول اللہ** لکھا ہوا تھا۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وصال نبوی ﷺ کے بعد بیت المقدس کا ایک یہودی عالم حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے پاس آیا اور بولا۔ میرے سامنے آپ رسول اللہ ﷺ کے اوصاف بیان کریں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا "نہ آپ ﷺ زیادہ دراز قامت تھے نہ بہت پست قد بلکہ میانہ قد تھے۔ رنگ سرخی مائل سفید، موئے مبارک ذرا گھنگھریالے اور کان کی لوؤں تک دراز، پیشانی نمایاں، عارض تاباں، ابرو ملے ہوئے۔ آنکھیں سیاہ، پلکیں دراز، ناک ستواں، سینے پہ بالوں کی پتلی سی لکیر۔ دانت چمکدار اور ڈاڑھی گھنی تھی۔ گردن مبارک گویا چاندی کی صراحی۔ گردن کی رگوں میں جیسے سونا گردش کر رہا ہو۔ رخ انور پہ موتیوں کی طرح ڈھلکتا پسینہ، ہاتھ پاؤں کی انگلیاں پر گوشت اور سینہ مبارک پر ٹہنی کی طرح بالوں کی لکیر۔ پیٹ مبارک اور پشت انور پر ان کے علاوہ کوئی بال نہ تھا۔ آپ ﷺ سے کستوری کی مہک اٹھتی تھی۔ جب کھڑے ہوتے تو سب پر چھا جاتے۔ رفتار ایسی جیسے کسی چٹان سے بڑی احتیاط کے ساتھ اتر رہے ہوں۔ کسی طرف توجہ فرماتے تو مکمل توجہ فرماتے تھے۔ جب چلتے تو یوں محسوس ہوتا جیسے نشیب کی جانب جا رہے ہوں۔" یہ سن کر یہودی عالم نے کہا۔

"میں نے تورات میں بھی یہی صفات دیکھی ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔"

بیہقی اور ابن عساکر رحمہما اللہ مقاتل بن حیان سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ میرے احکام میں سنجیدگی سے کام لو اور متانت کا دامن نہ چھوڑو۔ غور سے سنو اور اطاعت کرو۔ اے کنواری، پاک طینت، اللہ والی خاتون کے فرزند! میں نے تمہیں بغیر باپ کے پیدا کیا اور سارے جہانوں کے لئے اپنی قدرت کی نشانی بنایا۔ پس میری ہی عبادت کرو اور مجھ پر ہی توکل کرو۔ اہل سوران کے پاس جاؤ اور ان سے کہو کہ میں ہی اللہ ہوں۔ ہمیشہ زندہ رہنے والا۔ سب کو زندہ و قائم رکھنے والا۔ زوال سے قطعاً نا آشنا۔ نبی امی عربی کی تصدیق کرو جو اونٹ، زرہ عمامہ (تاج) نعلین اور عصا والے ہوں گے۔ سر مبارک کے بال مناسب حد تک گھنگریالے ہوں گے جن کی پیشانی نمایاں، ابرو ملے ہوئے، آنکھیں کشادہ، پلکیں دراز، چشمان مقدس سیاہ ناک بلند اور ستواں رخسار متناسب و ہموار اور ڈاڑھی مبارک گھنی ہوگی۔ رخ زیبا پر پسینہ موتیوں کی طرح چمکے گا۔ اور پسینے سے کستوری جیسی خوشبو آئے گی۔ گردن مبارک چاندی کی صراحی جیسی اور حلق کے آس پاس یوں معلوم ہوگا گویا سونا گردش کناں ہو۔ سینے سے ناف تک بالوں کی لمبی سی لکیر۔ ان کے علاوہ سینے اور بطن مبارک پر کہیں بھی بال نہ ہوں گے۔ ہاتھ پاؤں کی انگلیاں پر گوشت ہوں گی۔ جب لوگوں کے ساتھ چلیں گے تو سب پر چھا جائیں گے۔ عام حالات میں یوں محو خرام گویا کسی چٹان یا نشیب سے اتر رہے ہوں۔ آپ کی رفتار میں ذرا تیزی معلوم ہوگی۔

ابن سعد، ترمذی (شمائل میں)، بیہقی، طبرانی، ابو نعیم، ابو سکن (المعرفہ میں) اور ابن عساکر رحمہم اللہ حضرت امام حسن بن حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے ماموں ہند بن ابی ہالہ سے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے حلیہ مبارک کے بارے میں استفسار کیا اور آپ کسی چیز کی حقیقت بیان کرنے میں خاصی مہارت رکھتے تھے۔ انہوں نے کہا۔

"رسول اللہ ﷺ لوگوں کی نگاہوں میں بڑے جلیل القدر اور عظیم الشان دکھائی دیتے تھے۔ حضور ﷺ کا چہرہ اس طرح چمکتا تھا جس طرح چودھویں رات کا چاند۔ چھوٹے قد والے سے لانبے اور زیادہ طویل قد والے سے کم۔ سر مبارک بڑا تھا۔ گیسوئے مبارک زیادہ گھنگریالے نہ تھے، اگر موئے مبارک الجھ جاتے تو حضور ﷺ مانگ نکال لیتے ورنہ نہیں۔ موئے مبارک کانوں کی لو سے متجاوز تھے۔ آپ کے زلفیں گھنی تھیں۔ چہرے کا رنگ چمکدار تھا۔ پیشانی مبارک کشادہ

تھی، ابرو مبارک باریک بھرے ہوئے لیکن باہم ملے ہوئے نہ تھے۔ دونوں ابروؤں کے درمیان ایک رگ تھی جو غصہ کے وقت پھول جاتی۔ ناک مبارک اونچی تھی۔ اس کے اوپر نور برس رہا ہوتا۔ دیکھنے والا گمان کرتا کہ یہ بہت اونچی ہے۔ ڈاڑھی مبارک گھنی تھی۔ آنکھیں سیاہ اور رخسار ہموار تھے۔ دہن مبارک کشادہ اور دندان مبارک چمکدار اور شاداب تھے۔ اسی طرح دندان مبارک کھلے بھی تھے۔ بالوں کا خط جو سینہ سے ناف تک چلا گیا تھا باریک تھا۔ گردن مبارک یوں تھی گویا کسی چاندی کی گڑیا کی صاف گردن ہو۔ تمام اعضاء معتدل پر گوشت اور ہموار تھے۔ خصوصاً شکم اور سینہ مبارک بالکل ہموار تھا۔ سینہ مبارک کشادہ تھا دونوں کندھوں کے درمیان کافی فاصلہ تھا۔ ہڈیوں کے جوڑ ضخیم۔ جسم اطہر کا نظر آنے والا ہر عضو چمکدار تھا۔ سینہ کی ہڈی اور ناف کے درمیان بالوں کا خط ملا ہوا تھا۔ اس کے علاوہ سینہ بالوں سے صاف تھا۔ دونوں بازوؤں، دونوں کندھوں اور سینے کے بالائی حصے میں بال اُگے ہوئے تھے۔ کلائیوں کی ہڈی لمبی تھی۔ ہاتھ مبارک کشادہ تھے۔ دونوں ہتھیلیاں پر گوشت اور دونوں پاؤں بھرے ہوئے تھے۔ تمام اندام ہموار تھے۔ دونوں پاؤں کا درمیانی حصہ اٹھا ہوا تھا۔ قدمین شریفین بڑے ملائم تھے۔ جب قدم اٹھاتے تو قوت سے اٹھاتے، رکھتے تو جما کر رکھتے۔ آہستہ خرام مگر تیز رفتار۔ جب چلتے تو یوں معلوم ہوتا جیسے بلندی سے پستی کی طرف تشریف لے جا رہے ہیں۔ جب کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو ہمہ تن متوجہ ہوتے۔ نگاہیں جھکی ہوئی ہوتیں۔ آپ کی نگاہ بہ نسبت آسمان کی جانب کے زمین کی جانب زیادہ ہوتی۔ آپ کا دیکھنا گہرا مشاہدہ ہوا کرتا تھا۔ آپ صحابہ کرام کو شاہراہ ہدایت پر چلاتے اور جس سے ملاقات فرماتے اسے سلام کرنے میں پہل کرتے تھے۔"

حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے کہا۔ "حضور ﷺ کی گفتگو کے متعلق بھی کچھ بتایئے؟" تو انہوں نے فرمایا۔

"حضور نبی کریم ﷺ پر اکثر حزن و ملال اور فکر و تدبر کی کیفیت طاری رہا کرتی۔ بے فکری اور تن آسانی کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ بلاضرورت بات نہ کرتے تھے۔ اکثر خاموش رہتے۔ گفتگو کا آغاز و انجام واضح اور دہن مبارک کے کناروں کے ساتھ کیا کرتے۔ مختصر مگر جامع اور فیصلہ کن گفتگو فرماتے۔ نہ غیر ضروری طوالت اور نہ بے جا اختصار ہوتا۔ انتہائی خوش اخلاق، نہ جفا کرنے والے، نہ کسی کو حقیر و ذلیل کرنے والے، نعمت کی قدر کرتے خواہ تھوڑی ہی کیوں نہ ہوتی۔ اس میں عیب نہ نکالتے۔ ذائقہ کی نہ مذمت کرتے نہ بے جا تعریف کرتے۔ جب حق کی خاطر غضبناک ہوتے تو ناقابل تسخیر بن جاتے، بالآخر فتح حاصل کر کے ہی رہتے۔ اپنی ذات کی خاطر نہ

غصہ کرتے اور نہ کوئی ذاتی انتقام لیتے۔ جب اشارہ فرماتے تو پورے ہاتھ کے ساتھ اشارہ فرماتے۔ جب کسی بات پر حیرت کا اظہار کرنا ہوتا تو ہاتھ الٹ دیتے۔ دوران گفتگو انگلیاں ملی رہتیں اور دائیں انگوٹھے کو بائیں ہتھیلی پر مارتے۔ جب غصے کا اظہار مقصود ہوتا تو اعراض فرماتے تھے او ناگواری کے اثرات دکھائی دیتے۔ خوشی کے عالم میں آنکھیں مبارک جھکی جھکی ہوتیں۔ آپ کی ہنسی زیادہ تر مسکراہٹ ہوتی۔ مسکراتے تو دندان مبارک اولوں کی طرح چمک اٹھتے تھے۔

باب

حضور نبی کریم کے بے شمار اسماء گرامی جو آپ ﷺ کی عظمت ورفعت کے غماز ہیں

بعض علماء کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے ایک ہزار اسماء گرامی ہیں جن میں سے بعض قرآن و حدیث میں ہیں جبکہ بعض سابقہ کتابوں میں۔

بخاری و مسلم رحمہما اللہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا۔ ”میرے کئی نام ہیں۔ میں محمد ہوں۔ میں احمد ہوں۔ میں ماحی (مٹانے والا) ہوں۔ میری وجہ سے اللہ تعالیٰ کفر مٹا دے گا۔ میں حاشر (جمع کرنے والا) ہوں۔ میرے قدموں میں سب لوگوں کو جمع کیا جائے گا اور میں عاقب ہوں۔ عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔“

احمد اور طیالسی (اپنی اپنی مسند میں)، ابن سعد، حاکم، اور بیہقی رحمہم اللہ حضرت جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو یہ فرماتے سنا۔ ”میں محمد ہوں۔ میں احمد ہوں۔ میں حاشر ہوں، میں ماحی، خاتم اور عاقب ہوں۔“

طبرانی (اوسط میں) اور ابو نعیم رحمہما اللہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ”میں محمد ہوں۔ میں احمد ہوں۔ میں حاشر ہوں اور ماحی ہوں۔“

احمد اور مسلم رحمہما اللہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے اپنے اسماء گرامی بتائے جن میں سے کچھ ہمیں یاد رہے کچھ بھول گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ”میں محمد ہوں۔ میں احمد، مقفی (آخر میں آنے والا)، حاشر، نبی التوبہ (توبہ

کا پیغمبر) نبی الملاحم (جنگ کا پیغمبر) اور نبی رحمت ہوں۔"

احمد، ابن ابی شیبہ اور ترمذی رحمہم اللہ (شمائل میں) حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے ایک کوچے میں نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیم سے میری ملاقات ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ "میں محمد ہوں۔ میں احمد ہوں میں نبی رحمت ہوں اور نبی توبہ ہوں۔ میں مقفی ہوں۔ میں حاشر ہوں اور میں نبی الملاحم (جنگوں کا پیغمبر) ہوں۔"

ابو نعیم وابن مردویہ (اپنی تفسیر میں) اور دیلمی رحمہم اللہ (مسند الفردوس میں) ابو الطفیل سے روایت کرتے ہیں کہ سرور دو عالم ﷺ نے فرمایا "میرے رب کے ہاں میرے دس نام ہیں۔ میں محمد، احمد، فاتح، خاتم، ابو القاسم، حاشر، عاقب، ماحی، یٰس (نوع انسانی کا سردار) اور طٰہٰ (چودھویں کا چاند) ہوں۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ، مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ "میں محمد اور احمد ہوں۔ میں رسول رحمت ہوں میں رسول ملحمہ (جنگ کا پیغامبر) ہوں۔ میں مقفی اور حاشر ہوں۔ مجھے جہاد کے لئے مبعوث کیا گیا ہے۔ کھیتی باڑی کے لئے نہیں۔ ابن عدی اور ابن عساکر رحمہم اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔ "قرآن پاک میں میرا نام محمد ہے۔ انجیل میں احمد ہے اور توراۃ میں احید (امت کو دوزخ سے بچانے والا) ہے۔ اور میرا نام احید اس لئے رکھا گیا ہے کیونکہ میں اپنی امت کو آتش جہنم سے بچالوں گا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے ان اسماء عالیہ کا تذکرہ کتب سابقہ میں ملتا ہے۔ احمد، محمد، ماحی، مقفی، نبی الملاحم، حمطایا، فارقلیطا اور ماذماذ۔

ابن فارس رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ "میرا نام توراۃ میں احمد ہے، مسکراہٹیں بکھیرنے والا۔ (حق کی بلندی کے لئے) برسرپیکار رہنے والا۔ جو اونٹ کی سواری کرے گا۔ شملہ پہنے گا اور تلوار کو شانے پر حمائل کرے گا۔"

میں کہتا ہوں کہ میں نے فخر عالم نور مجسم ﷺ کے اسماء مبارکہ کی توضیح کے لئے ایک کتاب لکھی ہے جس میں تین سو چالیس اسماء ذکر کئے ہیں جو سب کے سب قرآن پاک، حدیث شریف اور کتب سابقہ سے ماخوذ ہیں۔

باب

حضور اکرم ﷺ کے وہ اسماء مبارکہ جو اللہ تعالیٰ کے بھی اسماء مبارکہ ہیں

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی کریم ﷺ کو یہ امتیازی شان بخشی ہے کہ اپنے اسماء مبارکہ میں سے تقریباً تیس نام آپ ﷺ کو عطا فرمائے ہیں اور وہ یہ ہیں۔ اکرم، امین، اول، آخر، بشیر، جبار، حق، خبیر، ذوالقوہ، رؤوف، رحیم، شہید، شکور، صادق، عظیم، عفو، عالم، عزیز، فاتح، کریم، مبین، مؤمن، مہیمن، مقدس، مولیٰ، ولی، نور، ہادی، طٰہٰ، یٰس۔

میں کہتا ہوں کہ ان اسماء شریفہ کے علاوہ ہمیں حضور ﷺ کے چند دوسرے نام بھی ملے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے ہیں۔ وہ یہ ہیں۔ احد، اصدق، احسن، اجود، اعلیٰ، آمر، ناہی، باطن، بر، برہان، حاشر، حافظ، حفیظ، سلام، سید، شاکر، صابر، صاحب، طیب، طاہر، عدل، علی، غالب، غفور، غنی، قائم، قریب، ماجد، معطی، ناسخ، ناشر، وفی، حم، نون۔

باب

حضور ﷺ کا مشہور اسم گرامی اللہ تعالیٰ کے نام پاک سے مشتق ہے

حضور نبی کریم ﷺ کی تعریف و توصیف میں شاعر دربار رسالت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درج ذیل اشعار کہے ہیں۔

اَغَرُّ عَلَیْهِ لِلنُّبُوَّةِ خَاتَمٌ   مِنَ اللّٰهِ مِنْ نُوْرٍ یَلُوْحُ وَیَشْهَدُ

حضور ﷺ مہ جبیں ہیں۔ مہر نبوت کے مالک ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسا نور تاباں عطا فرمایا تھا جو آپ کی عظمت پر شاہد عدل تھا۔

وَضَمَّ الْاِلٰهُ اِسْمَ النَّبِیِّ اِلٰی اِسْمِهٖ   اِذَا قَالَ فِی الْخَمْسِ الْمُؤَذِّنُ اَشْهَدُ

اور معبود برحق نے اپنے محبوب نبی کریم ﷺ کے نام کو اپنے نام کے ساتھ ملا دیا ہے۔ چنانچہ

موذن پانچ وقت اشہد ان لا الہ الا اللہ کے ساتھ اشھد ان محمدا رسول اللہ کہہ کر اس حقیقت کا برملا اعلان کرتا ہے۔

وَشَقَّ لَهٗ مِنِ اسْمِهٖ لِيُجِلَّهٗ   فَذُو الْعَرْشِ مَحْمُوْدٌ وَهٰذَا مُحَمَّدٗ

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک ﷺ کی خاطر آپ کے نام کو اپنے نام سے مشتق فرمایا ہے کیونکہ عرش والے (اللہ تعالیٰ) کا نام محمود ہے اور حضور ﷺ کا نام محمد (ﷺ) ہے۔

بیہقی اور ابن عساکر رحمہما اللہ بہ سند سفیان بن عیینہ حضرت علی بن زید بن جدعان سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ لوگ جمع تھے اور یہ بحث چل نکلی کہ کلام عرب میں سب سے بہتر شعر کونسا ہے؟ تو سب نے کہا کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ شعر سب سے اچھا ہے۔   وَشَقَّ لَهٗ مِنْ إِسْمِهٖ   الخ

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور نبی اکرم علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیم کی ولادت باسعادت ہوئی تو حضرت عبدالمطلب نے آپ ﷺ کے عقیقہ کی خاطر ایک مینڈھا ذبح کیا اور آپ ﷺ کا نام محمد رکھا۔ آپ سے پوچھا گیا کہ "اے ابوالحارث! اپنے پوتے کا نام محمد کیوں رکھا ہے؟ خاندان کے آباؤاجداد کے ناموں میں سے کوئی نام کیوں نہیں رکھا؟" تو آپ نے جواب میں کہا۔

اَرَدْتُ اَنْ يَّحْمَدَهُ اللّٰهُ فِي السَّمَآءِ وَيَحْمَدَهُ النَّاسُ فِي الْأَرْضِ

یعنی میں نے چاہا کہ آسمان میں اللہ تعالیٰ ان کی تعریف کرے اور روئے زمین پر لوگ ان کی عظمت و رفعت کے تذکرے کریں۔

باب

والدہ ماجدہ کے ہمراہ مدینہ منورہ میں اپنے ننھیال کے ہاں تشریف لانے کے وقت معجزات کا ظہور

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما، امام زہری اور عاصم بن عمر بن قتادہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی عمر مبارک چھ سال ہوئی تو آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ مدینہ منورہ میں آپ ﷺ کے ننھیال بنو عدی بن نجار سے ملنے گئیں تو آپ ﷺ کو

ساتھ لے گئیں۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی ساتھ تھیں۔ آپ اپنے نونہال کے ساتھ دار نابغہ میں فروکش ہوئیں اور ان کے ہاں ایک ماہ تک قیام پذیر رہیں۔ یہاں پیش آنے والے حالات کا ذکر حضور ﷺ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ جب بھی دار نابغہ کو دیکھتے تو فرماتے "یہاں میں اپنی امی کے ساتھ ٹھہرا تھا اور بنو عدی بن نجار کے حوض میں خوب تیراکی کی تھی۔" یہودی لوگوں کے آنے جانے کا سلسلہ جاری رہا۔ وہ آپ ﷺ کو گہری نظر سے دیکھتے تھے۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے سنا ایک یہودی کہہ رہا تھا یہ اس امت کے نبی ہیں اور یہی شہر ان کی ہجرت گاہ ہے۔ میں نے ان کی ساری باتیں یاد رکھیں۔ بعد ازاں آپ ﷺ کی والدہ محترمہ آپ کو لے کر مکہ مکرمہ کی جانب عازم سفر ہوئیں مگر جب ابواء کے مقام پر پہنچیں تو ان کا انتقال ہو گیا۔

ابو نعیم نے بہ سند واقدی رحمہما اللہ ان کے شیوخ سے اسی طرح کی روایت ذکر کی ہے۔ البتہ یہ بھی کہا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "میں نے ایک یہودی آدمی کو دیکھا جو مسلسل مجھے دیکھے جا رہا تھا پھر پوچھنے لگا۔ بچے! تمہارا نام کیا ہے؟ میں نے کہا۔ "احمد" پھر اس نے میری پشت کو دیکھا تو میں نے سنا وہ کہہ رہا تھا۔ یہ اس امت کے نبی ہیں۔ یہ کہہ کر وہ میرے ماموؤں کے پاس چلا گیا اور انہیں بھی بتایا کہ یہ اس امت کے نبی ہیں۔ میرے ماموؤں نے سنا تو انہوں نے میری امی جان کو بتا دیا۔ وہ یہ باتیں سن کر میرے بارے فکر مند ہو گئیں۔ پھر ہم مدینہ منورہ سے روانہ ہو گئے۔"

حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا یہ بھی بتایا کرتی تھیں کہ میرے پاس مدینہ پاک کے دو یہودی عین دوپہر کے وقت آئے اور مجھ سے کہا۔ "احمد کو باہر لے آؤ۔" میں آپ ﷺ کو باہر لے آئی۔ انہوں نے آپ کو دیکھا اور آپ کے جسد اطہر کا خوب مشاہدہ کیا۔ پھر ان میں سے ایک نے کہا۔ یہ اس امت کے نبی ہیں اور یہ شہر ان کا دار ہجرت ہے۔ اس شہر میں قتل و غارت گری اور قید و بند جیسے امور رونما ہوں گے۔ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتی ہیں کہ میں نے ان کی ساری باتیں یاد رکھیں۔

باب

والدہ ماجدہ کے وصال کے وقت ظاہر ہونے والے معجزات

ابو نعیم، بہ سند زہری رحمہما اللہ، ام سماعہ بنت ابی رہم سے اور وہ اپنی والدہ سے روایت کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ کے مرض الموت میں آپ کے پاس حاضر

تھی۔اس وقت حضرت محمد (ﷺ) پانچ سال کے بچے تھے۔ آپ ﷺ اپنی والدہ کے سرہانے تشریف فرما تھے۔والدہ نے اپنے نور نظر کے چہرہ پر نگاہ ڈالی اور یوں گویا ہوئیں۔

بَارَكَ فِيْكَ اللّٰهُ مِنْ غُلَامٍ يَا ابْنَ الَّذِىْ مِنْ حَوْمَةِ الْحَمَامِ

بچے! اللہ تعالیٰ تجھے برکتوں سے مالا مال فرمائے۔اے اس عظیم باپ کے فرزند جو موت کے نرغے سے---

نَجَا بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْمِنْعَامِ فَوُدِىَ غَدَاةَ الضَّرْبِ بِالسِّهَامِ

انتہائی فضل و کرم فرمانے والے بادشاہ حقیقی کے لطف و کرم سے نجات پا گئے۔اور قرعہ اندازی کے ذریعے ان کی دیت ادا کی گئی۔

بِمِائَةٍ مِنْ إِبِلٍ سِوَامِ اِنْ صَحَّ مَا اُبْصِرْتُ فِى الْمَنَامِ

سو آزاد چرنے والے اونٹوں کے ذریعے دیت ادا کی گئی۔ مجھے نے بحالت خواب جو کچھ دکھایا گیا اگر وہ سچ ہے---

فَأَنْتَ مَبْعُوْثٌ إِلَى الْأَنَامِ مِنْ عِنْدِىْ ذِى الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ

تو آپ رب ذوالجلال والاکرام کی طرف سے ساری انسانیت کی طرف مبعوث ہوں گے۔

تُبْعَثُ فِى الْحِلِّ وَ فِى الْحَرَامِ تُبْعَثُ بِالتَّحْقِيْقِ وَالْإِسْلَامِ

آپ کو حل و حرم کے رہنے والوں کی طرف مبعوث کیا جائے گا اور دین حق، دین اسلام کے ساتھ بھیجا جائے گا۔

دِيْنِ اَبِيْكَ الْبَرِّ إِبْرَهَامِ فَاللّٰهُ أَنْهَاكَ عَنِ الْأَصْنَامِ

أَنْ لَا تَوَالِيَهَا مَعَ الْأَقْوَامِ

جو آپ کے عظیم جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دین ہے۔پس اللہ نے آپ ﷺ کو بتوں کی عبادت سے روک دیا ہے کہ آپ دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر ان کو دوست و مددگار نہ بنالیں۔

یہ اشعار پڑھنے کے بعد حضرت آمنہ نے فرمایا۔

"ہر ذی روح نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔ہر نئی چیز بالآخر بوسیدہ ہو جائے گی اور ہر بڑا شخص فنا ہونے والا ہے۔میں اب فوت ہونے کے قریب ہوں مگر میرا ذکر ہمیشہ جاری رہے گا۔میں نے اپنے پیچھے بھلائی چھوڑی ہے اور ایک پاکیزہ بچہ جنم دیا۔"

یہ کہنے کے بعد حضرت آمنہ کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی (انا للّٰہ وانا الیہ راجعون)۔ آپ کے وصال کی خبر سے عالم جنات میں بھی صف ماتم بچھ گئی۔ ہم نے جنوں کی نوحہ خوانی سنی اور ان کے یہ اشعار ہمیں یاد رہ گئے۔

نَبْكِی الْفَتَاةَ الْبَرَّةَ الأَمِيْنَةَ ذَاتَ الْجَمَالِ الْعِفَةِ الرَّزِيْنَةِ

ہم اس نوجوان خاتون کے وصال پر گریہ کناں ہیں جو نیکوکار، امانت دار، جمال صوری سے آراستہ، پاکدامن اور انتہائی باوقار ہیں۔

زوجةَ عَبدِاللّٰهِ وَالْقَرِيْنَة اُمَّ نَبِی اللّٰهِ ذِی السَّكِيْنَة

جو حضرت عبداللہ کی زوجہ اور رفیقہء حیات ہیں اور اللہ تعالیٰ کے صاحب سکینہ نبی کی والدہ ماجدہ ہیں۔

وَصَاحِبِ الْمِنبَرِ بِالْمَدِيْنَةِ صَارَتْ لَدَى حُفْرَتِهَا رَهِيْنَة

اور وہ نبی مدینہ منورہ میں صاحب منبر ہوں گے۔ ان کمالات عالیہ کی حامل خاتون اپنی قبر کے گڑھے میں مدفون ہو گئیں۔

باب

اہل مکہ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد کے وسیلہ سے بارش طلب کرنا

ابن سعد، ابن ابی دنیا، بیہقی، طبرانی، ابو نعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ بہ طرق متعددہ مخرمہ بن نوفل سے اور وہ اپنی والدہ رُقیقہ بنت صیفی سے (جو کہ حضرت عبدالمطلب کی ہم عمر تھیں) روایت کرتے ہیں کہ قریش کئی سالوں تک قحط کا شکار رہے۔ اس قحط سالی نے ان کے جسموں کو خشک اور ہڈیوں کو کمزور کر دیا۔ پھر ایک دفعہ میں سو رہی تھی یا اونگھ رہی تھی کہ اچانک میں نے سنا کوئی شخص زوردار طریقے سے چلا رہا تھا۔ "اے گروہ قریش! وہ نبی جو تمہارے اندر مبعوث ہونے والے ہیں ان کا زمانہ قریب ہے۔ ان کی پیدائش کے آثار نمایاں ہو چکے ہیں۔ پس آؤ خوش حالی اور شادابی کی طرف۔ خبردار۔ اپنے اندر سے ایسا شخص ڈھونڈو جو شریف النسب، بلند مرتبہ، تنومند، خوبصورت، نازک جلد والا، گھنی پلکوں والا، ہموار رخساروں والا اور اونچی بینی والا ہو۔ اس کو ایسی قابل فخر شان حاصل ہو جو اسی کے ساتھ مخصوص ہو اور ایسی روش زندگی رکھتا ہو جس کی طرف

وہ ہدایت دیتا ہو۔ ان صفات عالیہ کے حامل شخص کو اس کے بیٹوں اور پوتوں سمیت چن لو۔ ہر قبیلے کا ایک ایک آدمی بھی اس کے پاس آجائے۔ یہ سب مل کر غسل کریں۔ خوشبو لگائیں، استلام رکن کریں سات مرتبہ طواف کعبہ کریں۔ پھر جبل ابی قبیس پر چڑھ جائیں۔ وہاں شخص مذکور بارش کے لئے دعا مانگے اور باقی لوگ آمین کہیں۔ اس طرح کرو گے تو تمہاری مرضی کے مطابق کھل کر بارش برسے گی۔" یہ خواب دیکھ کر میں سخت گھبرا گئی۔ شدت خوف سے جسم پر لرزہ طاری ہو گیا اور میں عقل باختہ ہو گئی۔ میں نے اپنا خواب بیان کیا اور مکہ مکرمہ کی گھاٹیوں میں آگئی۔ وادیٔ بطحاء کا ہر باسی کہہ رہا تھا۔ یہ شیبۃ الحمد ہیں۔ لہٰذا سارے قریشی دوڑے دوڑے آپ کے پاس آئے، اور ہر قبیلے کا ایک ایک آدمی بھی آگیا۔ سب نے جسموں پر پانی ڈالا، خوشبو لگائی پھر استلام اور طواف کر کے جبل ابی قبیس پر چڑھ گئے۔ جب پہاڑ کی چوٹی پر پہنچے تو حضرت عبدالمطلب کھڑے ہو گئے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ بھی ان کے ساتھ تھے اور عنفوان شباب کا عالم تھا۔ حضرت عبدالمطلب نے ان الفاظ کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔

اَللّٰهُمَّ سَادَّ الْخَلَّةِ وَكَاشِفَ الْكُرْبَةِ، اَنْتَ عَالِمٌ غَيْرُ مُعَلَّمٍ وَمَسْئُوْلٌ غَيْرُ مُبَخَّلٍ وَهٰذِهٖ عُبْدَائُكَ وَإِمَاؤُكَ بِعَذَارَتِ حَرَمِكَ يَعْنِى أَفْنِيَةِ حَرَمِكَ يَشْكُوْنَ اِلَيْكَ سَنَتَهُمْ اَذْهَبَتِ الْخُفَّ وَالظِّلْفَ اَللّٰهُمَّ فَاَمْطِرَنْ غَيْثًا مُغْدِقًا وَمُرِيعًا

اے ہمارے اللہ! اے حاجتوں کو پورا فرمانے والے اور غم واندوہ سے نجات دینے والے! تو سب کچھ جانتا ہے۔ تجھے بتانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ ساری مخلوق تیرے در کی سوالی ہے۔ بخل اور کنجوسی تیرا اشعار نہیں۔ تیرے حرم پاک کے صحن میں تیرے غلام اور باندیاں حاضر ہیں۔ قحط سالی سے سخت نالاں ہیں۔ خشک سالی نے ہمارے مویشیوں اور زمین کو تباہ حال کر رکھا ہے۔ اے اللہ! ہم پر ایسی موسلادھار بارش برسا جس سے ہر طرف سبزہ ہی سبزہ لہلہانے لگے۔

وہ دعا مانگتے رہے حتی کہ آسمان سے کھل کر بارش برسی اور وادیاں بینہ کے پانی سے لبالب بھر گئیں۔ میں نے سنا سرداران قریش حضرت عبدالمطلب سے کہہ رہے تھے۔ مبارک ہو، ابوالبطحاء! مبارک ہو۔ آپ کے طفیل وادیٔ بطحاء کے مکینوں کو نئی زندگی مل گئی ہے۔ اسی واقعہ کے متعلق رقیقہ کہتی ہے۔

بِشَيْبَةِ الْحَمْدِ أَسْقَى اللّٰهُ بَلْدَتَنَا   لَمَّا فَقَدْنَا الْحَيَا وَاجْلَوَّذَ الْمَطَرُ

گا جہاں تک نہ کوئی عربی پہنچا ہے اور نہ پہنچے گا۔

ابن سعد اور ابن عساکر، زہری، مجاہد اور نافع بن جبیر رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اپنے دادا جان کی مسند پر تشریف فرما ہوتے تو آپ ﷺ کے چچے آپ کو اٹھانے کی کوشش کرتے مگر حضرت عبدالمطلب فرماتے۔ میرے بیٹے کو کچھ نہ کہو۔ یہ تو فرشتہ معلوم ہوتا ہے۔ بنو مدلج کے لوگوں نے حضرت عبدالمطلب سے کہا کہ اپنے بیٹے کی خصوصی حفاظت کیا کریں۔ کیونکہ مقام ابراہیم (علیہ السلام) والے نقش پا سے ان کا قدم سب سے زیادہ مشابہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عبدالمطلب نے ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کہلا بھیجا ہے! حضور ﷺ سے غافل نہ رہا کریں کیونکہ اہل کتاب کا خیال ہے کہ میرا بیٹا اس امت کا نبی ہے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ بہ سند واقدی ان کے شیوخ سے نقل کرتے ہیں کہ ایک دن حضرت عبدالمطلب حطیم کعبہ میں بیٹھے ہوئے تھے اور آپ کا دوست نجران کا پادری آپ کے ساتھ مصروف گفتگو تھا۔ وہ کہنے لگا۔ اولاد اسمٰعیل میں ایک نبی باقی ہے جس کا ذکر ہم اپنی کتابوں میں پاتے ہیں۔ یہی شہر اس کی جائے ولادت ہے اور وہ نبی فلاں فلاں صفات سے متصف ہوگا۔ اسی اثناء میں رسول اللہ ﷺ وہاں تشریف لے آئے۔ پادری نے آپ ﷺ کو دیکھا پھر آپ کی آنکھوں، پشت اور پاؤں کو بغور دیکھا اور کہا۔ وہ یہی ہے۔ یہ تمہارا کیا لگتا ہے؟ حضرت عبدالمطلب نے فرمایا۔ یہ میرا بیٹا ہے۔ پادری نے کہا۔ نہیں اس کا باپ زندہ نہیں ہوگا۔ آپ نے فرمایا۔ یہ میرا پوتا ہے۔ یہ ابھی شکم مادر میں تھا کہ اس کے والد فوت ہو گئے۔ پادری نے کہا۔ آپ نے سچ کہا۔ حضرت عبدالمطلب نے اپنے بیٹوں سے فرمایا۔ اپنے بھتیجے کی حفاظت کیا کرو۔ کیا تم سن نہیں رہے کہ اس کے بارے میں کیسی کیسی باتیں ہو رہی ہیں۔

بیہقی، ابو نعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ عفیر بن زرعہ بن سیف بن ذی یزن سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ولادت نبوی ﷺ کے دو سال بعد جب سیف بن ذی یزن نے حبشہ پر غلبہ حاصل کیا تو اسے مبارکباد دینے کے لئے عرب کے کئی وفد آئے۔ قریش کا وفد آیا تو اس میں حضرت عبدالمطلب بھی تھے۔ سیف نے ان سے کہا۔ "اے عبدالمطلب! میں تمہیں ایک علمی راز بتانا چاہتا ہوں۔ کوئی اور ہوتا تو میں یہ راز کبھی منکشف نہ کرتا۔ میرے خیال میں تم اس سربستہ راز کی کان ہو۔ تبھی تو میں تمہیں اس سے آگاہ کر رہا ہوں۔ تم یہ راز کبھی منکشف نہ کرنا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت مل جائے۔ جس مخفی کتاب اور پوشیدہ علم کو ہم نے اپنے تک محدود کر رکھا ہے اور غیروں سے چھپا رکھا ہے اس میں ہمیں ایک ایسی ہستی کا ذکر ملتا ہے

جو سر تا پا خیر ہی خیر اور بڑی اہمیت کی حامل ہے۔ اس کے دامن سے زندگی کی عظمتیں اور موت کی فضیلتیں وابستہ ہیں۔ اس کا فیض عام سب لوگوں کے لئے ہوگا۔ تمہارے پورے قبیلے کے لئے اور خاص طور پر تمہاری ذات کے لئے۔" حضرت عبدالمطلب نے پوچھا۔ "وہ کون ہے؟" سیف نے کہا۔" جب تہامہ میں ایک بچہ پیدا ہوگا جس کے کندھوں کے درمیان تل ہوگا۔ اسے امامت کل کا منصب تفویض کیا جائے گا اور قیامت تک کے لئے تمہاری سرداری قائم ہو جائے گی۔" پھر اس نے کہا۔ "یہی وہ زمانہ ہے جس میں وہ پیدا ہوگا یا پیدا ہو چکا ہے۔ اس کا نام محمد (ﷺ) ہے۔ اس کے ماں باپ کا وصال ہو جائے گا۔ پھر دادا اور چچا کی کفالت میں آجائے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے نبی بنا کر مبعوث فرمائے گا اور پھر کھلم کھلا تبلیغ کا حکم دے گا۔ ہم میں سے اس کے مددگار و معاون یعنی انصار پیدا کرے گا۔ جن کی وجہ سے اس کے دوستوں کو عزت و عظمت عطا کرے گا، دشمنوں کو ذلیل و رسوا کرے گا، لوگوں کی ایذا رسانیوں کو دور کرے گا اور بڑے عالی نسب لوگوں پر فتح و نصرت عطا فرمائے گا۔ وہ نبی رحمٰن کی عبادت کرے گا۔ شیطان کو مار بھگائے گا۔ آتشکدہ کو بجھا دے گا اور بتوں کو توڑے گا۔ اس کی گفتگو فیصلہ کن اور حتمی --اور ہر فیصلہ عدل وانصاف پر مبنی ہوگا۔ نیکی کا حکم دے گا اور خود بھی اعمال صالحہ بجالائے گا۔ برائی سے منع کرے گا اور ہر برے عمل کی تردید کرے گا۔ پردوں والے خانہ کعبہ کی قسم! علامات بالکل واضح ہیں۔ اے عبدالمطلب! تم ہی اس کے دادا ہو۔ اور اس میں ذرا بھی جھوٹ نہیں۔ اب بتاؤ جو علامات میں نے ذکر کی ہیں کیا کبھی تمہیں بھی ان کا احساس ہوا؟" حضرت عبدالمطلب نے جواب دیا۔ "ہاں۔ بادشاہ سلامت! میرا ایک بیٹا تھا۔ وہ مجھے بڑا اچھا لگتا تھا۔ میں اس پر از حد مہربان تھا۔ میں نے اس کی شادی عالی نسب اور عالی حسب خاتون آمنہ بنت وہب سے کر دی۔ جس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ میں نے اس کا نام محمد رکھا۔ اس کے ماں باپ کا وصال ہو چکا ہے۔ اب وہ میری اور اپنے چچا کی کفالت میں ہے۔" یہ سن کر سیف نے کہا۔ "یہی باتیں میں نے تمہیں بتائی ہیں۔ اس بچے کی خوب حفاظت کرنا اور یہودیوں سے بچانا۔ وہ اس کے دشمن ہیں مگر اللہ تعالیٰ انہیں نقصان پہنچانے کی طاقت نہ دے گا۔ اگر مجھے یہ علم نہ ہوتا کہ اس کی بعثت سے پہلے ہی میں داعیٔ اجل کو لبیک کہہ دوں گا تو میں ضرور اپنے سواروں اور پیادوں کا لشکر لے کر روانہ ہو جاتا اور وہاں جا کر یثرب کو اپنا دارالحکومت بنا لیتا۔ ہماری کتاب میں یہ بھی ہے کہ یثرب میں انہیں استحکام نصیب ہوگا۔ وہیں ان کے انصار ہوں گے اور اسی شہر میں وہ مدفون ہوں گے۔"

ابو نعیم، خرائطی اور ابن عساکر رحمہم اللہ بہ سند کلبی، ابو صالح سے اور وہ حضرت ابن عباس

رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بعینہٖ یہی روایت نقل کرتے ہیں۔

واقدی اور ابو نعیم رحمہما اللہ عبداللہ بن کعب بن مالک سے روایت کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے اپنی قوم کے بزرگوں نے بتایا کہ ایک دفعہ ہم عمرہ کی غرض سے روانہ ہوئے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب حضرت عبدالمطلب مکہ مکرمہ میں بقید حیات تھے۔ تیماء کا ایک یہودی بھی ہمارا ہم سفر بن گیا۔ وہ تجارت کی غرض سے مکہ یا یمن جارہا تھا۔ جب اس نے حضرت عبدالمطلب کو دیکھا تو کہنے لگا کہ ہماری جو کتاب تحریف سے پاک ہے اس میں لکھا ہے کہ اس شخص کی نسل سے ایک نبی پیدا ہوگا جو اپنی قوم کے ساتھ مل کر ہمیں قومِ عاد کی طرح قتل کرے گا۔"

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ ابو حازم سے نقل کرتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں ایک کاہن آیا۔ اس وقت حضرت رسول اکرم ﷺ پانچ سال کے تھے۔ کاہن نے آپ کو اپنے دادا حضرت عبدالمطلب کے ہمراہ دیکھ کر کہا۔ اے گروہ قریش! اس بچے کو قتل کردو۔ یہ تمہیں قتل کرے گا اور تمہارے مابین جدائی پیدا کردے گا۔ کاہن کے ڈرانے کی وجہ سے قریش کافی عرصہ تک آپ سے خوفزدہ رہے۔

باب

عم محترم حضرت ابو طالب کے زمانہء کفالت میں معجزات کا ظہور

ابن سعد، ابو نعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ بہ سند عطاء بن ابی رباح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو طالب کے بیٹے صبح کو اٹھتے تو ان کی آنکھوں میں میل کچیل کے آثار ہوتے مگر محمد ﷺ بیدار ہوتے تو اجلے اجلے اور تروتازہ ہوتے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابو طالب کھانے کے برتن اپنے بچوں کے قریب کرتے تو وہ دستر خوان پر بیٹھتے ہی چھینا جھپٹی کرنے لگتے۔ مگر رسول اللہ ﷺ اپنا ہاتھ روک لیتے اور ان کی چھینا جھپٹی میں شریک نہ ہوتے۔ جب آپ کے چچا حضرت ابو طالب نے یہ صورت حال دیکھی تو وہ آپ ﷺ کے لئے الگ کھانا لاتے۔

ابن سعد، ابو نعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ بہ طریق عطاء حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور مجاہد وغیرہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ابو طالب کے اہل و عیال مل کر یا اکیلے اکیلے

کھانا کھاتے تو سیر نہ ہوتے تھے۔ مگر جب ان کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کھانا تناول فرماتے تو خوب سیر ہو جاتے۔ یہی وجہ تھی کہ جب حضرت ابو طالب اپنے بچوں کو صبح یا شام کا کھانا کھلاتے تو فرماتے۔ "ذرا ٹھہرو تا کہ میرا بیٹا آجائے۔" چنانچہ رسول اللہ ﷺ تشریف لاتے اور ان کے ساتھ کھانا تناول فرماتے تو اتنی برکت ہوتی کہ کھانا بچ رہتا۔ اور جب حضور ﷺ ان کے ساتھ کھانے میں شریک نہ ہوتے تو وہ سیر شکم نہ ہو پاتے تھے۔ اگر دودھ ہوتا تو سب سے پہلے حضور ﷺ کو پلاتے پھر دودھ کا پیالہ اپنے بچوں کو دیتے۔ جب وہ حضور ﷺ کا بچا ہوا دودھ پیتے تو سبھی اسی ایک پیالے سے سیراب ہو جاتے۔ حالانکہ عام حالات میں وہ پیالہ تنہا ایک آدمی پی لیا کرتا تھا۔ یہ خیر و برکت دیکھ کر حضرت ابو طالب فرماتے۔ "اِنَّكَ لَمُبَارَكٌ" تم بڑے بابرکت ہو۔ باقی بچے صبح اٹھتے تو پراگندہ چشم، پراگندہ حال ہوتے مگر رسول اللہ ﷺ ایسے شاداب ہوتے گویا ابھی ابھی تیل سرمہ لگایا ہو۔

ابو نعیم، بہ سند واقدی رحمہما اللہ محمد بن حسن بن اسامہ بن زید سے وہ اپنے اہل خانہ سے اور وہ حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے راوی کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بھوک یا پیاس کی شکایت کرتے کبھی نہیں سنا۔ صبح کے وقت آپ ﷺ تھوڑا سا آب زمزم نوش فرما لیا کرتے۔ پھر کئی دفعہ ہم نے آپ کے سامنے کھانا پیش کیا تو آپ فرماتے۔ "مجھے کھانے کی حاجت نہیں ہے۔ میں سیر شکم ہوں۔" ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے یہی روایت ایک دوسری سند سے حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ذکر کی ہے۔ اس میں یہ بھی مذکور ہے کہ حضور ﷺ نے نہ بچپن میں اور نہ بڑے ہو کر کبھی بھوک اور پیاس کی شکایت کی۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ ابن قبطیہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو طالب کے لئے بطحاء میں ایک تہہ کیا ہوا تکیہ رکھا جاتا تھا جس پر ٹیک لگا کر آپ بیٹھا کرتے تھے۔ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ تشریف لائے اور اس تکئے کو کھول کر وہاں لیٹ گئے۔ حضرت ابو طالب آئے۔ انہیں بتایا گیا تو کہنے لگے۔ "بطحاء کے گرد و نواح کی قسم! میرا بھتیجا نعمت خداوندی کا پورا احساس رکھتا ہے۔" ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی عمرو بن سعید سے اسی طرح کی روایت ذکر کی ہے۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو طالب اہل مکہ کے لئے دعوت طعام کا اہتمام کیا کرتے۔ جب حضور ﷺ آتے تو اس وقت تک نہ بیٹھتے جب تک کوئی چیز آپ کے نیچے نہ رکھ دیتے (تا کہ حضور اس پر تشریف فرما ہو جائیں)۔ حضرت ابو طالب کہتے۔ "میرے بھتیجے کو اپنی عظمت و کرامت کا پورا پورا ادراک ہے۔"

عم محترم کے ہمراہ شام کے سفر کے معجزات اور بحیرا راہب کی پیشین گوئیاں

ابن ابی شیبہ، ترمذی، حاکم (ترمذی نے اس روایت کو حسن اور حاکم نے صحیح کہا)، بیہقی، ابو نعیم اور خرائطی رحمہم اللہ (ہواتف میں) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو طالب چند قریشی بزرگوں کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کو لے کر ملک شام کی طرف روانہ ہوئے۔ جب راہب کی قیام گاہ کے پاس پہنچے تو وہیں فروکش ہو گئے۔ جونہی راہب کو پتہ چلا فوراً ان کے پاس آ گیا۔ حالانکہ پہلے بھی وہ بارہا یہاں سے گزرتے تھے مگر راہب ان کے پاس کبھی نہیں آیا تھا اور نہ ان کی ملاقات کو درخورِ اعتناء سمجھتا تھا۔ راہب قریشیوں کے قافلے کے اندر چلا گیا اور رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک کو پکڑ کر کہنے لگا۔

هٰذَا سَيِّدُ الْعَالَمِيْنَ هٰذَا رَسُوْلُ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، هٰذَا يَبْعَثُهُ اللّٰهُ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ

یہ سارے جہانوں کے سردار ہیں۔ یہ رب العالمین کے رسول ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ سارے جہانوں کے لئے سراپا رحمت بنا کر مبعوث فرمائے گا۔

قریشی بزرگوں نے پوچھا۔ ''یہ بات تمہیں کیسے معلوم ہوئی۔'' وہ بولا۔ ''جب تم گھاٹی سے دکھائی دیے تو یہ بچہ جس درخت اور پتھر کے پاس سے گزرتا وہ ان کی خاطر سجدہ میں گر جاتے اور یہ امر مسلم ہے کہ یہ صرف نبی کے سامنے سجدہ ریز ہوا کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں میں اس لئے بھی انہیں پہچانتا ہوں کہ ان کے کندھے کی نرم ہڈی کے نیچے سیب کی طرح مہر نبوت ثبت ہے۔ پھر راہب واپس چلا گیا۔ اس نے ان کے لئے کھانا تیار کروایا۔ جب وہ کھانا لے کر آیا تو اس وقت حضور ﷺ اونٹ چرانے تشریف لے گئے تھے۔ اس نے کہا۔ ''انہیں بلاؤ۔'' جب حضور ﷺ آئے تو آپ پر ایک بادل سایہ فگن تھا۔ اس نے کہا۔ دیکھو۔ ان پر بادل نے سایہ کر رکھا ہے۔ جب آپ ﷺ لوگوں کے پاس پہنچے تو آپ سے پہلے وہ سب درخت کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ جب آپ ﷺ تشریف فرما ہوئے تو درخت کا سایہ خود بخود آپ ﷺ کی طرف جھک گیا۔ یہ دیکھ کر راہب بولا۔ ''دیکھو۔ درخت کا سایہ ان کی طرف جھک گیا ہے۔ راہب وہیں کھڑا انہیں حضور ﷺ کو روم ساتھ لے جانے سے منع کر رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ جب رومی انہیں دیکھیں گے تو ان کی صفات و علامات سے انہیں پہچان لیں گے اور اندیشہ ہے کہ انہیں قتل کر دیں گے۔ اچانک کیا دیکھتا ہے کہ روم کی جانب سے نو آدمی آ پہنچے ہیں۔ راہب نے پوچھا۔ تم کیسے آئے ہو؟ وہ بولے۔

اس نبی کی تلاش میں آئے ہیں جو اسی ماہ اس طرف نکلیں گے۔ تمام راستوں پر آدمی بھیج دیئے گئے ہیں۔ ہمیں ان کی آمد کی اطلاع ملی تو ہم ادھر آ نکلے ہیں۔" یہ سن کر راہب نے کہا۔"جس کام کو پورا فرمانے کا ارادہ اللہ تعالیٰ نے کر لیا ہو، تمہارا کیا خیال ہے کوئی اسے روبہ عمل ہونے سے روک سکتا ہے۔" وہ بولے۔ نہیں۔ اس نے کہا۔"تو پھر تم ان کی بیعت کر لو۔" چنانچہ رومی اس کے پاس ٹھہر گئے۔ وہ قریشیوں کے پاس آکر کہنے لگا۔"اس بچے کا سرپرست کون ہے۔" اسے بتایا گیا کہ ابو طالب ان کے سرپرست ہیں۔ راہب کے پیہم اصرار کی وجہ سے حضرت ابو طالب نے آپ ﷺ کو واپس بھیج دیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیج دیا اور راہب نے کیک اور زیتون کا تیل آپ ﷺ کو بطورِ زادِ راہ دیا۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اہل مغازی کے نزدیک یہ قصہ بہت مشہور ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس روایت کی متعدد شاہد احادیث میں جو اس کی صحت کا فیصلہ کرتی ہیں۔ ایسی روایات میں عنقریب ذکر کروں گا۔ البتہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے اور اس کی وجہ یہ بتائی ہے کہ اس حدیث کے آخر میں ہے کہ حضور ﷺ کے ساتھ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیج دیا حالانکہ اس وقت حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں یہ صلاحیت کہاں تھی اور انہوں نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس وقت تک خریدا بھی نہ تھا۔ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے "الاصابہ" میں کہا ہے کہ اس حدیث کے راوی ثقہ ہیں اور مذکورہ الفاظ کے علاوہ اس میں حدیث منکر کی کوئی علامت نہیں پائی جاتی۔ ہو سکتا ہے کہ یہ حدیث "مدرج فیہ" ہو یعنی کسی دوسری حدیث کے الفاظ اس میں مل گئے ہوں۔

بیہقی، ابن اسحاق رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ کے جد امجد کے وصال کے بعد آپ ﷺ کے جملہ معاملات کی نگہداشت حضرت ابو طالب کے ذمہ تھی۔ وہ آپ ﷺ کو لے کر ایک قافلے کے ساتھ شام کی طرف عازم سفر ہوئے۔ اس قافلے نے مقام بصریٰ پر پڑاؤ کیا بحیرا نامی راہب اپنے صومعہ میں رہتا تھا۔ یہ عیسائیوں کا بہت بڑا عالم تھا۔ اس صومعہ میں ہمیشہ ایک راہب رہا کرتا جو اس کتاب کا چوٹی کا عالم سمجھا جاتا جو انہیں باپ دادوں سے ورثہ میں ملی تھی۔ قبل ازیں قریشیوں کے قافلے یہاں سے گزرتے تھے مگر راہب نے نہ کبھی ان سے بات کی اور نہ ان کے پاس آیا۔ لیکن اس دفعہ جب وہ صومعہ کے قریب اترے تو راہب نے ان کی خاطر کھانے کا اہتمام کیا۔ لوگوں کا خیال تھا کہ راہب کا یہ خلاف معمول اہتمام بلاوجہ نہیں بلکہ نے صومعہ میں بیٹھ کر جب قافلے کو آتے دیکھا تو دیکھا کہ حضور ﷺ پر سفید بادل سایہ فگن

ہے۔ پھر جب قافلہ والے اس کے قریب درخت کے سائے میں اترے تو اس نے دیکھا کہ بادل درخت کے اوپر سایہ کناں ہے اور درخت کی شاخیں رسول اللہ ﷺ پر جھک گئی ہیں۔ یہاں تک کہ حضور ﷺ درخت کے نیچے تشریف فرما ہو گئے۔ جب بحیرا نے یہ سب کچھ دیکھا تو ا۔ صومعہ سے نیچے اتر آیا اور دعوت طعام کا حکم دے دیا۔ چنانچہ کھانا پکایا گیا۔ بحیرا نے انہیں بلوا بھیجا اور کہا۔ اے قریشیو! میں نے تمہارے لئے کھانا پکوایا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم سب چھوٹے بڑے غلام آزاد یہاں آکر کھانا کھاؤ۔ ایک قریشی بولا۔ اے بحیرا۔ آج تیرا انوکھا انداز ہے۔ پہلے تو کبھی تو نے ایسا نہیں کیا۔ آج یہ اہتمام شوق کس لئے ہے؟ بحیرا نے جواب دیا۔ "تم سچ کہہ رہے ہو پہلے ایسے ہی تھا۔ مگر آپ لوگ میرے مہمان ہیں۔ میں آپ کی عزت کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے کھانا تیار کروایا ہے تاکہ آپ تناول فرمائیں۔ تمام قریشی جمع ہو گئے مگر رسول اللہ ﷺ نو عمری کی وجہ سے ایک درخت کے نیچے پیچھے رہ گئے۔ بحیرا نے سب کو دیکھا مگر مطلوبہ صفات کسی میں نظر نہ آئیں۔ بولا۔ میرے کھانے سے کوئی رہ نہ جائے۔ انہوں نے کہا۔ جنہیں آنا چاہئے تھا سب آگئے۔ البتہ ایک نو عمر بچہ پڑاؤ کے مقام پر پیچھے رہ گیا ہے۔ راہب نے کہا۔ ایسا نہ کرو۔ اسے بھی بلاؤ۔ وہ بھی تمہارے ساتھ کھانا کھائے۔ ایک قریشی بولا۔ لات و عزیٰ کی قسم! ہمارے لئے بڑے شرم کی بات ہے کہ ہم تو کھانا کھالیں اور عبداللہ بن عبدالمطلب کا فرزند دلبند رہ جائے۔ یہ کہہ کر اٹھا۔ حضور ﷺ کو آغوش میں اٹھا لایا اور لوگوں کے پاس بٹھا دیا۔ بحیرا حضور ﷺ کو بہ نظر غائر دیکھنے لگا۔ آپ کی جن صفات کا اسے علم تھا وہ آپ کے اعضاء جسمانی میں تلاش کرنے لگا۔ جب لوگ کھانے سے فارغ ہو کر چلے گئے تو وہ حضور ﷺ کے پاس آکر کہنے لگا۔ بچے! لات و عزیٰ کا واسطہ۔ میں تجھ سے جو پوچھوں مجھے بتا دینا۔ بحیرا نے لات و عزیٰ کا واسطہ اس لئے دیا کیونکہ اس نے قریشیوں کو ان کی قسمیں کھاتے سنا تھا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے راہب کو فرمایا۔ "لات و عزیٰ کے واسطے سے مجھ سے کچھ نہ پوچھو۔ مجھے ان سے شدید نفرت ہے۔" بحیرا نے عرض کیا۔ "اچھا۔ اللہ تعالیٰ کا واسطہ میں جو پوچھوں مجھے بتا دینا۔" آپ ﷺ نے فرمایا۔ "جو مرضی ہے پوچھو۔" وہ آپ ﷺ سے آپ کی نیند، احوال اور دیگر امور کے متعلق پوچھتا رہا اور حضور ﷺ اسے آگاہ فرماتے رہے۔ بحیرا کو حضور ﷺ کی جن صفات کا علم تھا حضور ﷺ کے جوابات اس سے بالکل ہم آہنگ تھے۔ پھر اس نے پشت مبارک کو دیکھا تو آپ کے شانوں کے درمیان مہر نبوت دکھائی دی۔ جب علامات نبوت دیکھ چکا تو آپ ﷺ کے چچا حضرت ابو طالب کے پاس آکر کہنے لگا۔ "یہ بچہ تمہارا کیا لگتا ہے؟" آپ نے فرمایا۔ ؟؟ میرا بیٹا ہے۔" بحیرا نے کہا یہ

تمہارا بیٹا نہیں ہو سکتا۔ اس کے والد کو زندہ نہیں ہونا چاہئے۔ آپ نے فرمایا۔ "یہ میرا بھتیجا ہے۔" اس نے پوچھا۔ "تو اس کے والد کہاں ہیں؟" آپ نے بتایا کہ وہ اس وقت فوت ہو گئے تھے جب یہ شکم مادر میں تھے۔ راہب بولا۔ تم سچ کہہ رہے ہو۔ اپنے بھتیجے کو واپس وطن لے جاؤ اور اسے یہودیوں سے بچاؤ۔ اللہ کی قسم! جو کچھ مجھے معلوم ہے اگر وہ اسے جان لیں تو وہ اس کے درپے آزار ہو جائیں گے۔ تمہارے اس بھتیجے کی بڑی شان ہو گی۔ اس کو جلدی جلدی وطن واپس لے جاؤ۔ حضرت ابو طالب شام کے تجارتی کاموں سے فارغ ہوئے تو فوراً آپ ﷺ کو مکہ مکرمہ لے آئے۔ لوگ بتاتے تھے کہ زبیر، تمام اور دریس یہ تین اہل کتاب تھے جنہوں نے اس سفر شام میں حضور ﷺ کی مشہور علامات دیکھیں تو انہوں نے آپ کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کر لیا۔ مگر بحیرا نے انہیں روک دیا۔ انہیں اللہ تعالیٰ کا حکم یاد دلایا۔ کتاب مقدس میں موجود حضور ﷺ کی صفات اور ذکر خیر انہیں بتلایا۔ اور کہا کہ اگر تم سب مل کر بھی اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانا چاہو تو ان تک نہ پہنچ سکو گے۔ اس کی باتیں سن کر وہ مان گئے اور حضور ﷺ کو چھوڑ کر واپس لوٹ گئے۔ اس واقعہ کے متعلق حضرت ابو طالب نے چند اشعار کہے ہیں۔

فَمَا رَجَعُوْا حَتّٰی رَأَوْا مِنْ مُحَمَّدٍ أَحَادِیْثُ تَجْلُوْ غَمَّ کُلِّ فُؤَادِ

وہ واپس نہ لوٹے یہاں تک کہ انہوں نے حضرت محمد ﷺ کے متعلق ایسی باتیں دیکھ لیں جو ہر دل کی تشویش اور غم والم کو ختم کر دیتی ہیں۔

وَحَتّٰی رَأَوْ أَحْبَارَ کُلِّ مَدِیْنَةٍ سُجُوْداً لَهٗ مِنْ عُصْبَةٍ وَ فُرَادِ

انہوں نے یہ بھی دیکھ لیا کہ ہر شہر کے علماء و احبار حضور ﷺ کے سامنے سرافگندہ ہیں وہ سب اجتماعی طور پر بھی اور انفرادی طور پر بھی آپ کی بارگاہ میں نیاز مندیاں پیش کر رہے ہیں۔

زُبَیْراً وَتَمَّامًا وَقَدْکَانَ شَاهِداً دُرَیْسًا وَهَمُّوْا کُلُّهُمْ بِفَسَادِ

زبیر، تمام اور دریس نے یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا حالانکہ وہ سب فساد برپا کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔

فَقَالَ لَهُمْ قَوْلاً بُحَیْراً وَاَیْقَنُوْا لَهٗ بَعْدَ تَکْذِیْبٍ وَطُوْلِ بُعَادِ

وہ آپ ﷺ کو جھٹلاتے تھے اور حق شناسی سے کوسوں دور تھے مگر بحیرا کے سمجھانے کے بعد وہ مان گئے۔

کَمَا قَالَ لِلرَّهْطِ الَّذِیْنَ تَهَوَّدُوْا وَجَاهَدَهُمْ فِی اللّٰهِ کُلَّ جِهَادِ

بحیرا نے ان یہودیوں کے قبیلہ سے اسی طرح گفتگو کی اور انہیں سمجھا کر راہ حق میں بھرپور مجاہدانہ کردار ادا کیا۔

فَقَالَ وَلَمْ يَتْرُكْ لَهُ النُّصْحَ رَدَّهُ ‏ فَإِنَّ لَهُ أَرْصَادَ كُلِّ مَصَادِ

بحیرا نے ناصحانہ مشورہ دینے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ اس نے کہا کہ انہیں واپس لے جاؤ کیونکہ ان کے دشمن ہر کمین گاہ میں گھات لگائے بیٹھے ہیں۔

فَأَنِّي أَخَافُ الْحَاسِدِينَ وَأَنَّهُ ‏ لَفِي الْكُتُبِ مَكْتُوبٌ بِكُلِّ مِدَادِ

مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں حاسد لوگ انہیں اذیت نہ پہنچائیں۔ ان کا ذکر کتب سماویہ میں بکثرت موجود ہے۔

ابو نعیم نے واقدی رحمہما اللہ سے اور انہوں نے اپنے شیوخ سے اسی طرح کی روایت ذکر کی ہے۔ البتہ اس میں یہ بھی ہے کہ راہب حضور ﷺ کی آنکھوں کی سرخی کو غور سے دیکھنے لگا۔ پھر پوچھ لیا۔ یہ بتاؤ کہ یہ سرخی آتی جاتی ہے یا ہمہ وقت رہتی ہے؟ لوگوں نے کہا۔ ہم نے تو اس سرخی کو آنکھوں سے ہٹتے کبھی نہیں دیکھا۔ پھر اس نے آپ ﷺ سے آپ ﷺ کی نیند کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا میری آنکھیں سو جاتی ہیں مگر دل نہیں سوتا۔ سابقہ روایت کے ان الفاظ کے بعد کہ "تیرے اس بھتیجے کی بڑی شان ہو گی۔" اس روایت میں یہ بھی ہے کہ ہمیں آپ کا ذکر اپنی کتابوں میں اور آباؤ اجداد کے موروثی علم میں ملتا ہے۔ اس کے متعلق ہم سے عہد و پیمان بھی لیا گیا ہے۔ حضرت ابو طالب نے پوچھا۔ یہ عہد و پیمان آپ سے کس نے لیا ہے؟ اس نے کہا کہ یہ عہد اللہ تعالیٰ نے لیا ہے اور اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام لائے تھے۔ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی طویل روایت داود بن حصین سے نقل کی ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ اس وقت رسول اللہ ﷺ بارہ سال کے تھے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو طالب قریش کے چند آدمیوں کے ہمراہ تجارت کی غرض سے شام کی طرف روانہ ہوئے۔ نبی کریم ﷺ کو بھی اپنے ساتھ لے لیا۔ جب یہ قافلہ سخت گرمی کے وقت بحیرا راہب کی قیام گاہ کے قریب پہنچا تو اس نے نگاہ اٹھا کر دیکھا کہ ایک بادل ہے جو سورج کے سامنے حضور ﷺ پر سایہ فگن ہے۔ بحیرا نے قافلہ والوں کے لئے کھانا پکوایا اور اپنے صومعہ میں بلایا۔ جب نبی کریم ﷺ صومعہ میں داخل ہوئے تو صومعہ نور سے چمک اٹھا۔ بحیرا نے کہا۔ یہ اللہ کے نبی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ عرب سے سارے لوگوں کے لئے مبعوث فرمائے گا۔

ابن سعد اور ابن عساکر رحمہما اللہ عبداللہ بن محمد بن عقیل سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو طالب نبی کریم ﷺ کو ساتھ لے کر شام کی طرف روانہ ہوئے۔ سفر کے دوران ایک دَیر میں جا ٹھہرے۔ صاحب دَیر نے پوچھا۔ "یہ بچہ تمہارا کیا لگتا ہے؟" حضرت ابو طالب نے کہا۔ یہ میرا بیٹا ہے۔ وہ بولا یہ تمہارا بیٹا نہیں ہو سکتا۔ اس کا والد تو زندہ نہیں ہوگا۔ آپ نے پوچھا وہ کیوں؟ بولا۔ کیونکہ اس بچے کا چہرہ نبی کا چہرہ اور اس کی آنکھ نبی کی آنکھ لگتی ہے۔ آپ نے کہا۔ نبی سے آپ کا کیا مطلب ہے؟ اس نے کہا۔ نبی وہ ہوتا ہے جس پر آسمان سے وحی نازل ہوتی ہے اور وہ اس سے لوگوں کو آگاہ کرتا ہے۔ آپ نے کہا۔ تمہاری باتوں سے اللہ تعالیٰ کہیں زیادہ عظیم تر ہے۔ راہب نے کہا۔ یہودیوں سے اس بچے کی حفاظت کرنا۔ راوی کہتا ہے کہ حضرت ابو طالب وہاں سے چل کر ایک دوسرے دیر میں پہنچے تو وہاں بھی صاحب دیر نے یہی سوال کیا۔ یہ بچہ تمہارا کیا لگتا ہے؟ آپ نے کہا یہ میرا بیٹا ہے۔ اس نے کہا یہ تمہارا بیٹا نہیں اس کا والد زندہ نہیں ہونا چاہئے۔ آپ نے پوچھا وہ کس لئے؟ بولا۔ کیونکہ اس کا چہرہ نبی کا چہرہ اور اس کی آنکھ نبی کی آنکھ ہے۔ آپ نے کہا۔ سبحان اللہ۔ اللہ تعالیٰ کی ذات تمہاری باتوں سے ماوراء ہے۔ اس کے بعد حضرت ابو طالب نے حضور ﷺ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ بھتیجے! کیا آپ ان لوگوں کی باتیں سن رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ہاں چچا جان! آپ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا انکار نہیں کر سکتے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ سعید بن عبدالرحمٰن بن ابزیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ راہب نے ابو طالب کو کہا۔ اپنے بھتیجے کو ادھر نہ لے جاؤ۔ کیونکہ یہودی سخت دشمنی رکھنے والے لوگ ہیں۔ یہ اس امت کے نبی ہیں اور پھر یہ عرب سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہودی اس سے حسد کریں گے۔ ان کی خواہش ہے کہ نبی بنو اسرائیل میں سے ہو۔ لہٰذا اپنے بھتیجے کی حفاظت کریں۔

ابن سعد اور ابن عساکر رحمہما اللہ ابو مجلز سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو طالب نبی پاک ﷺ کو لے کر شام کے سفر پر روانہ ہوئے۔ ایک جگہ ٹھہرے تو ان کے پاس ایک راہب آیا۔ اس نے کہا۔ تمہارے قافلے میں ایک مرد صالح موجود ہے۔ پھر پوچھا۔ اس بچے کا سرپرست کون ہے؟ حضرت ابو طالب نے کہا۔ میں ہوں۔ راہب نے کہا۔ اس بچے کی حفاظت کرو۔ اسے شام نہ لے جاؤ۔ یہودی بڑے حاسد لوگ ہیں۔ مجھے یہ ڈر ہے کہ وہ اس بچے کو اذیت پہنچائیں گے۔ پس اسے واپس لے جاؤ۔

ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ سند ضعیف کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ تجارتی قافلہ ملک شام کی طرف روانہ ہوا جس میں نبی کریم ﷺ

کے ساتھ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اس وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر اٹھارہ سال جبکہ نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک بیس سال تھی۔ راستے میں ایک جگہ حضور ﷺ بیری کے درخت کے سائے میں تشریف فرما ہوگئے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحیرا نامی راہب کے پاس کچھ پوچھنے چلے گئے۔ راہب نے آپ سے پوچھا۔ "درخت کے سائے میں کون شخص بیٹھا ہے؟" آپ نے کہا۔ "اس کا نام محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہے۔" راہب بولا۔ اللہ کی قسم یہ نبی ہے۔ اس درخت کے سائے میں عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بعد سوائے محمد (ﷺ) کے کوئی بھی نہیں بیٹھا۔ راہب کی یہ پیشین گوئی حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں اتر گئی۔ جب نبی کریم ﷺ کی بعثت مبارکہ ہوئی تو آپ نے فوراً حضور کی بیعت کر لی۔ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اگر یہ واقعہ سچا ہے تو پھر حضرت ابو طالب کے سفر کے علاوہ یہ کوئی دوسرا سفر ہوگا۔

باب

نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے حضرت ابو طالب کا بارش کی دعا کرنا

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ اپنی تاریخ میں جلہمہ بن عرفطہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں مکہ آیا تو وہاں کے لوگ قحط اور خشک سالی میں بری طرح مبتلا تھے۔ قریشی حضرت ابو طالب سے کہنے لگے۔ وادی قحط زدہ ہے اور اہل و عیال آب و دانہ کو ترس گئے ہیں۔ آیئے اور بارش کے لئے دعا کیجئے۔ ان کی درخواست پر حضرت ابو طالب نکلے۔ آپ کی معیت میں ایک ایسا حسین و جمیل بچہ تھا۔ جیسے وہ آفتاب درخشاں جس پر تہہ در تہہ گھنے بادل چھائے ہوں اور اچانک آفتاب کے سامنے سے بادل چھٹ جائیں۔ اس بچے کے ساتھ اور بہت سے بچے تھے۔ حضرت ابو طالب نے اس کا ہاتھ تھاما، پیٹھ خانہ کعبہ سے لگائی اور اپنی انگلی کے اشارے سے بچہ کا وسیلہ پیش کیا۔ اس وقت آسمان پر کہیں بھی بادل نہ تھے۔ اچانک چاروں طرف سے بادل گھر آئے۔ خوب بارش ہوئی اور ہر طرف جل تھل ہوگیا۔ وادیٔ مکہ میں پانی بہنے لگا اور شہر و دیہات سبھی شاداب و خوشحال ہوگئے۔ اسی واقعہ کے بارے میں حضرت ابو طالب نے کہا۔

وَاَبْيَضَ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ　　ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِلْاَ رَامِلِ

حضور ﷺ حد درجہ حسین تھے۔ آپ کے وسیلے سے ابر باراں کا سوال کیا جاتا ہے۔
آپ یتیموں کے سہارا اور بیواؤں کے محافظ ہیں۔

يَلُوْذُ بِهِ الْهُلَّاكُ مِنْ آلِ هَاشِمٍ فَهُمْ عِنْدَهُ فِيْ نِعْمَةٍ وَ فَوَاضِلِ

آل ہاشم کے غرباء آپ کی بارگاہ میں پناہ لیتے ہیں اور یہاں آ کر وہ نعمتوں اور فضیلتوں سے مالا مال ہو جاتے ہیں۔

باب

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ بہ سند ابن عون حضرت عمرو بن سعید سے روایت کرتے ہیں کہ یہودی حضرت ابو طالب سے کچھ سامان خریدنے آئے۔ نبی کریم ﷺ تشریف لے آئے۔ یہ آپ کی لڑکپن کا زمانہ تھا۔ جونہی یہودیوں نے حضور ﷺ کو دیکھا، فوراً اپنا کام چھوڑ کر وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ وہاں بیٹھے ایک شخص کو حضرت ابو طالب نے کہا کہ جاؤ اور فلاں جگہ ان سے جا ملو۔ اگر ان سے ملاقات ہو جائے تو اظہار تعجب کے طور پر ہاتھ پر ہاتھ مار کر کہنا۔ میں نے دیکھا کہ تم نے بڑا ہی عجیب کام کیا ہے۔ پھر دیکھنا وہ تمہیں کیا جواب دیتے ہیں۔ چنانچہ اس نے جا کر یہی عمل کیا تو یہودیوں نے کہا۔ تعجب کی کونسی بات ہے۔ ہم نے آپ سے بھی زیادہ تعجب انگیز بات دیکھی ہے۔ اس نے پوچھا تم نے کیا دیکھا؟ وہ کہنے لگے۔ ہم نے ابھی ابھی دیکھا کہ محمد (ﷺ) زمین پر چل رہے تھے۔

باب

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ ابو زناد سے روایت کرتے ہیں کہ ابو طالب اور ابو لہب کے درمیان کشتی کا مقابلہ ہوا۔ ابو لہب نے ابو طالب کو پچھاڑ دیا اور آپ کے سینے پر چڑھ بیٹھا۔ نبی پاک ﷺ نے ابو لہب کے بالوں کو پکڑ کر کھینچا۔ اس وقت نبی کریم ﷺ ابھی لڑکے تھے۔ ابو لہب کہنے لگے۔ ”میں بھی تیرا چچا ہوں اور یہ بھی تیرے چچا ہیں۔ پھر میرے خلاف تم نے ان کی مدد کیوں کی؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ”کیونکہ تمہاری نسبت مجھے ان سے زیادہ محبت ہے۔“ اسی دن سے ابو لہب کے دل میں حضور ﷺ کے متعلق دشمنی پیدا ہو گئی۔ اور آپ ﷺ کی اس گفتگو کو اس نے دل ہی دل میں چھپائے رکھا۔

باب

ابن سعد، عبداللہ بن ثعلبہ بن صعیر عذری سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابو طالب کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے عبدالمطلب کے بیٹوں کو بلایا اور کہا۔ جب تک آپ محمد (ﷺ) کی باتوں کو سن کر ان کے احکامات پر عمل پیرا رہو گے، خیر و برکت سے ہمکنار رہو گے۔ پس ان کی اتباع اور اعانت کرتے رہنا رشد و ہدایت پا جاؤ گے۔

مسلم، حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عبدالمطلب سے روایت کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی، یارسول اللہ! ابو طالب نے آپ کو بہت زیادہ تحفظ فراہم کیا اور وہ آپ کی خاطر لوگوں سے ناراض ہو جایا کرتے تھے۔ کیا آپ نے بھی انہیں کوئی فائدہ پہنچایا؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ہاں۔ وہ آگ کے گڑھے کے قریب ہیں۔ اگر میں نہ ہوتا تو وہ آتش جہنم کے نچلے طبقے میں ہوتے۔

ابن سعد، عفان بن مسلم، وہ حماد بن سلمہ سے وہ ثابت بنانی رحمہم اللہ سے اور وہ اسحاق بن عبداللہ بن حارث سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! کیا ابو طالب کے لئے آپ کوئی امید رکھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ مجھے اپنے رب کریم سے ہر بھلائی کی امید ہے۔ اس روایت کو ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ذکر کیا ہے۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمرو بن عاص سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا۔ "ابو طالب کا میرے ساتھ خاص تعلق قرابت تھا میں اس تعلق کا خاص خیال رکھوں گا۔"

تمام، "فوائد میں" اور ابن عساکر رحمہم اللہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جب قیامت کا دن آئے گا تو میں اپنے والدین، چچا ابو طالب اور زمانہ جاہلیت کے بھائی کی خاطر شفاعت کروں گا۔ تمام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس سند میں ولید بن سلمہ منکر الحدیث ہے۔

خطیب اور ابن عساکر رحمہم اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو فرماتے سنا۔ "میں نے ان آدمیوں کے لئے شفاعت کی ہے۔ والد ماجد، چچا ابو طالب اور سعدیہ کے بیٹے اپنے رضاعی بھائی کے لئے مبادا وہ جی کر اٹھنے کے بعد ذرات بن جائیں۔

خطیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس روایت کی سند میں خطاب بن عبدالدائم ارسوفی ہے جو ضعیف ہے اور یحییٰ بن مبارک صنعانی سے منکر روایات نقل کرنے میں مشہور ہے اور یحییٰ خود مجہول

راوی ہے جو روایت کرتے ہوئے یوں کہتا ہے کہ منصور بن معتمر نے لیث بن ابی سلیم سے روایت کیا۔ حالانکہ منصور لیث سے روایت کرتا ہی نہیں۔ مزید بر آں لیث بھی ضعیف راوی ہے۔

باب

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ بر سند حسن بن عمارہ چند آدمیوں سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ اور حضرت علی بن ابی طالب دعائے مغفرت کے لئے ابو طالب کی قبر پر گئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ

نبی اور ایمان والوں کے لئے یہ زیبا نہیں کہ وہ مشرکین کے لئے بخشش کی دعا مانگیں۔

ابو طالب کے کفر پر مرنے کا حضور ﷺ کو از حد رنج ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اِنَّكَ لَا تَهْدِیْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِیْ مَنْ يَّشَآءُ

آپ جسے (ابو طالب کو) چاہیں، ہدایت نہیں دے سکتے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ جسے (حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو) چاہے ہدایت عطا فرمادیتا ہے۔

ابو طالب کی بجائے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نبی کریم ﷺ کو دیئے گئے۔ اور ابو طالب کے بعد حضور ﷺ کو اپنے چچاؤں میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سب سے زیادہ پیارے تھے۔

باب

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ عبداللہ بن جعفر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو طالب کا جب وصال ہوگیا۔ تو قریش کے ایک احمق رسول پاک سید لولاک ﷺ کے سامنے آیا اور آپ پر مٹی پھینک دی۔ حضور ﷺ کی صاحبزادی دوڑ کر آئیں۔ وہ رخ انور سے مٹی جھاڑتی جاتیں اور روتی جاتی تھیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ "بیٹی! مت روؤ۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ تمہارے باپ کا حامی وناصر ہے۔"

باب

جاہلانہ رسوم سے پاک وبے داغ جوانی

شیخین رحمۃ اللہ علیہ (امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ تعمیر کعبہ کے وقت پتھر اٹھا کر لا رہے تھے۔ اور

آپ ﷺ نے تہبند باندھ رکھا تھا۔ آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے عرض کیا۔ بھتیجے! اگر آپ تہبند کھول کر کندھوں پر رکھ لیں تو پتھر کی رگڑ سے بچ جائیں گے۔ چنانچہ آپ نے تہبند کھول کر کندھوں پر رکھا ہی تھا کہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ اس واقعہ کے بعد آپ ﷺ کو کبھی برہنہ نہیں دیکھا گیا۔

شیخین بخاری و مسلم رحمۃ اللہ علیہما حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ تعمیر کعبہ کے وقت رسول اللہ ﷺ اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہمراہ پتھر اٹھا اٹھا کر لا رہے تھے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ ﷺ سے کہا۔ تہبند کندھے پر ڈال لو پتھر کی رگڑ سے بچ جاؤ گے۔ آپ ﷺ نے ایسا کیا ہی تھا کہ زمین پر آگرے اور آپ ﷺ کی آنکھیں آسمان پر لگ گئیں۔ پھر کھڑے ہوئے اور فرمایا میرا تہبند مجھے دو اور فوراً تہبند باندھ لیا۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں آپ فرماتے ہیں کہ میں اور میرا بھتیجا دونوں اپنے تہبند پتھروں کے نیچے رکھ کر گردنوں پر پتھر لا رہے تھے۔ جب لوگوں میں ہوتے تو تہبند باندھ لیتے تھے حضرت محمد (ﷺ) میرے آگے اور میں آپ کے پیچھے چل رہا تھا۔ اچانک حضور ﷺ گر پڑے۔ میں پرسش حال کے لئے آپ کے پاس آیا تو آپ آسمان کی طرف دیکھ رہے تھے۔ عرض کیا۔ آپ کو کیا ہوا؟ آپ اٹھ کھڑے ہوئے، اپنا تہبند سنبھالا اور فرمایا۔ "مجھے برہنہ چلنے سے منع کیا گیا ہے۔" میں نے یہ بات لوگوں سے اس اندیشے کے پیش نظر چھپائے رکھی مبادا وہ آپ کو مجنون (آسیب زدہ) سمجھنا شروع کر دیں۔

حاکم، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ، ابو طفیل سے روایت کرتے ہیں (حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے) کہ جب قریش نے کعبہ مشرفہ کی تعمیر شروع کی تو وہ گرد و نواح سے پتھر اٹھا لاتے۔ حضور ﷺ بھی پتھر ڈھونے میں مصروف تھے کہ اچانک آپ کا ستر کھل گیا۔ غیب سے آواز آئی اے محمد! (ﷺ) ستر پوشی کیجئے۔ ہاتف غیبی کی یہ پہلی آواز تھی جو حضور ﷺ نے سنی۔ اس واقعہ کے بعد کبھی آپ کا ستر کھلا نہ دیکھا گیا۔

ابن سعد، ابن عدی، حاکم، (حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے صحیح کہا ہے) اور ابو نعیم رحمہم اللہ بہ سند عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو طالب چاہ زمزم پر کچھ کام کر رہے تھے اور حضور ﷺ پتھر اٹھا کر لا رہے تھے، اس وقت آپ ﷺ بچے تھے۔ آپ ﷺ نے پتھر کی رگڑ سے بچنے کے لئے تہبند کھولا ہی تھا کہ بے ہوش ہو گئے۔ جب ذرا افاقہ ہوا تو حضرت ابو طالب کے استفسار پر آپ ﷺ نے بتایا کہ سفید

کپڑوں میں ملبوس ایک شخص میرے پاس آیا اس نے مجھ سے کہا۔ "ستر پوشی کیجئے۔" حضور ﷺ نے نبوت کی پہلی نشانی یہی دیکھی کہ آپ کو کہا گیا۔ "ستر پوشی کیجئے۔" اس وقت آپ ابھی بچے تھے۔ اس دن کے بعد سے کبھی آپ کا ستر کھلا نہ دیکھا گیا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا "میں نے رسول اللہ ﷺ کا ستر نہیں دیکھا۔"

ابن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسند میں اور ابن اسحاق، بزار، بیہقی، ابو نعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا۔ "میں نے کبھی برے کام کا ارادہ نہیں کیا جیسا کہ زمانہ جاہلیت کے لوگ عورتوں وغیرہ کے متعلق برا ارادہ رکھتے تھے۔ سوائے دو راتوں کے۔ مگر ان دو راتوں میں بھی اللہ تعالیٰ نے میرا دامن داغدار نہ ہونے دیا۔ ایک رات جبکہ مکہ کے نوجوان ساتھی اپنے گھر کی بکریوں کی حفاظت پہ مامور تھے میں نے اپنے ساتھی سے کہا۔ تم میری بکریوں کی نگرانی کرو۔ میں شہر مکہ جا کر نوجوان ساتھیوں کے ہمراہ قصہ گوئی اور داستان سرائی میں شامل ہو آؤں۔ اس نے کہا۔ ٹھیک ہے تم جاؤ۔ چنانچہ میں شہر کی آبادی میں داخل ہو گیا۔ ابھی پہلے گھر کے پاس سے گزرا تھا کہ مجھے دف کی تھاپ اور بانسریوں کی آواز سنائی دی۔ میں نے پوچھا۔ یہ کیا ہے۔ مجھے بتایا گیا کہ فلاں مرد کی فلاں عورت سے شادی کی تقریب ہے۔ میں اسے دیکھنے کے لئے بیٹھ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے کانوں سے قوت سماعت سلب کر لی۔ اللہ کی قسم! میں اس وقت بیدار ہوا جب مجھے سورج کی تمازت محسوس ہوئی۔ پھر میں اپنے ساتھی کے پاس لوٹ آیا۔ اس نے پوچھا۔ "آپ اتنی دیر کیا کرتے رہے؟" میں نے کہا۔ "میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔" پھر اسے سب کچھ بتا دیا۔ -- ایک اور رات کا واقعہ ہے کہ میں نے ساتھی سے کہا میری بکریوں کا خیال کرنا۔ میں شہر مکہ کی قصہ گوئی کی محفل سے شریک ہو کر آتا ہوں۔ میں مکہ کی جانب چلا تو پہلے کی طرح محفل عیش و طرب کی آواز سنائی دی۔ میں اسے دیکھنے کے لئے بیٹھ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے میری قوت سماعت سلب کر لی۔ پھر جب دھوپ کا احساس ہوا تو میں بیدار ہو گیا۔ اور اپنے ساتھی کے پاس لوٹ آیا۔ اس نے پوچھا۔ "تم نے کیا کیا؟" میں نے کہا "کچھ بھی نہیں" پھر میں نے اسے صورت حال سے آگاہ کیا۔ اللہ کی قسم! ان دو واقعات کے علاوہ میں نے کبھی اس قسم کا ارادہ نہیں کیا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مقام نبوت سے سرفراز فرمایا۔" علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس حدیث پاک کی سند حسن متصل ہے اور اس کے راوی ثقہ ہیں۔

طبرانی، ابو نعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! کیا آپ زمانہ ء جاہلیت میں کبھی عورتوں کی محافل میں گئے؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ نہیں۔ البتہ دو دفعہ ایسا موقع آیا۔ ایک دفعہ مجھے نیند آ گئی تھی اور دوسری مرتبہ میرے اور ان کے درمیان قصہ گو لوگوں کی مجلس حائل ہو گئی۔

شیخین رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب یہ آیت نازل ہوئی۔

وَأَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ

اپنے قریبی رشتہ داروں کو عذاب الٰہی سے ڈرایئے

تو رسول اللہ ﷺ نے قریش کے ہر خاندان کو نام بنام آواز دے کر بلایا اور پھر فرمایا۔ "تمہارا کیا خیال ہے اگر میں تمہیں یہ بتاؤں کہ اس پہاڑ کے دامن میں گھوڑ سوار دستہ ہے تو کیا تم میری تصدیق کرو گے؟" سب نے کہا۔ "جی ہاں۔ کیونکہ ہم نے آپ کو کبھی جھوٹ بولتے نہیں سنا۔" تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ پھر میں تمہیں متنبہ کرتا ہوں کہ آگے سخت عذاب ہو گا۔" ابو لہب کہنے لگا۔

تَبًّا لَّكَ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا

تمہارے لئے ہلاکت ہو۔ کیا اسی لئے ہمیں جمع کیا تھا۔

تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل فرمادی۔

تَبَّتْ يَدَآ أَبِىْ لَهَبٍ وَّتَبَّ

ابو لہب کے دونوں ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ تباہ و برباد ہو گیا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رحمت عالم نور مجسم رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "میں نے زید بن عمرو بن نفیل کو سنا۔ وہ اس ذبیحہ کے کھانے کو معیوب سمجھتا تھا جو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا جاتا۔ لہٰذا میں نے بتوں کے نام پر ذبح کئے جانے والے جانوروں کا کھانا کبھی نہیں چکھا حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مقام رسالت سے سر فراز فرمادیا۔"

ابو نعیم اور ابن عساکر رحمہما اللہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی رحمت ﷺ سے عرض کیا گیا۔ "کیا آپ نے کبھی کسی بت کی پرستش کی ہے۔" آپ ﷺ نے فرمایا۔ "نہیں۔" عرض کی گئی کیا کبھی شراب پی ہے؟ فرمایا۔ "نہیں۔ میں ہمیشہ سے یہی جانتا تھا کہ جو شراب پینے کا ارادہ کرے وہ کافر ہے حالانکہ اس وقت مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ کتاب اور ایمان کیا

چیز ہے؟"

ابن سعد، ابو نعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ بہ سند عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بتایا کہ بوانہ ایک بت کدہ تھا جہاں قریش ہر سال ایک دفعہ جاتے تھے۔ ابو طالب بھی اپنی قوم کے ساتھ جایا کرتے۔ اور حضور ﷺ سے کہتے کہ آپ ﷺ بھی اپنی قوم کے ہمراہ عید کے اس تہوار میں چلیں مگر آپ انکار فرمادیتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ ابو طالب حضور ﷺ کے انکار کی وجہ سے ناراض بھی ہو جاتے تھے۔ ایک دن آپ ﷺ کی پھوپھیاں سخت خفا ہو کر کہنے لگیں۔ "تم ہمارے معبودوں سے کنارہ کش رہتے ہو۔ ہمیں ڈر ہے کہ اس کی وجہ سے کہیں تم پر کوئی آفت نہ آجائے۔ پھر کہنے لگیں اے محمد! تم کیا چاہتے ہو۔ اپنی قوم کے ساتھ اس عید کے تہوار میں کیوں نہیں آتے۔ ہمارے اس اجتماع کی تعداد میں اضافہ کیوں نہیں کرتے۔ اس طرح وہ اصرار کرتی رہیں۔ یہاں تک کہ آپ روانہ ہوگئے مگر پھر ان کی نظروں سے غائب ہوگئے جتنا کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ جب واپس آئے تو سخت گھبرائے ہوئے تھے۔ پھوپھیوں نے پوچھا۔ آپ کو کیا تکلیف پہنچی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ "مجھے آسیب زدگی کا خطرہ ہے۔" انہوں نے کہا۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو شیطان کے حوالے نہیں کرے گا۔ آپ خصال حمیدہ کے مالک ہیں۔ آپ نے کیا دیکھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ "میں جب بھی کسی بت کے قریب جاتا تو ایک سفید رنگ کا طویل القامت شخص مجھے نظر آتا جو چیخ چیخ کر کہتا اے محمد! پیچھے ہٹ جاؤ۔ اسے ہاتھ نہ لگاؤ۔" حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ پھر کبھی ان کی عید میں نہیں گئے حتیٰ کہ آپ ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ میں رکن اور زمزم کے درمیان نیند اور بیداری کی درمیانی کیفیت میں تھا کہ حضرت جبریل اور حضرت میکائیل علیہما السلام میرے اوپر سے گزرے۔ ایک نے دوسرے سے پوچھا۔ یہ وہی ہیں؟ اس نے کہا۔ ہاں وہ ہیں اور یہ کتنے اچھے آدمی ہیں بشر طیکہ بتوں کو ہاتھ نہ لگائیں۔ نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ یوں میں نے بتوں کو کبھی ہاتھ نہیں لگایا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تاج نبوت سے سرفراز فرمایا۔

ابو نعیم اور ابن عساکر رحمہما اللہ بہ سند عطاء بن ابی رباح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم اپنے چچازاد بھائیوں کے ساتھ اساف نامی بت کے

پاس کھڑے تھے۔ آپ ﷺ نے لمحہ بھر کیلئے خانہ کعبہ کی طرف دیکھا۔ پھر وہاں سے تشریف لے گئے۔ چچازاد بھائیوں نے استفسار کیا۔ "آپ ﷺ نے ایسا کیوں کیا؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ "مجھے اس بت کے پاس کھڑا ہونے سے منع کر دیا گیا ہے۔"

حاکم، ابو نعیم اور بیہقی رحمہم اللہ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ (حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے) کہ تانبے کا ایک بت تھا جس کا نام اساف یا نائلہ تھا۔ مشرکین دوران طواف تبرکاً اس بت کو ہاتھ لگایا کرتے۔ رسول اکرم ﷺ نے طواف کیا۔ میں نے بھی آپ کے ساتھ طواف کیا۔ جب میں اس بابت کے پاس سے گزرا تو حسب معمول اسے ہاتھ لگایا تو حضور ﷺ نے فرمایا "اسے ہاتھ نہ لگاؤ۔" حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ہم پھر طواف کرنے لگے۔ میرے دل میں آیا کہ ایک بار پھر بت کو ہاتھ لگا کر دیکھوں۔ بھلا کیا ہوتا ہے۔ چنانچہ میں نے پھر بت کو ہاتھ لگا دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا "کیا تمہیں منع نہیں کیا گیا۔" حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ "اس ذات کی قسم جس نے حضور ﷺ کو عزت و کرامت عطا فرمائی اور آپ پر کتاب ہدایت نازل کی، حضور ﷺ کے منع فرمانے کے بعد میں نے کبھی کسی بت کو استلام نہیں کیا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مقام نبوت سے سرفراز فرما کر آپ پر کتاب ہدایت نازل فرمائی۔"

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت عروہ بن بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ فراتے ہیں کہ مجھے حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ایک پڑوسی نے بتایا کہ میں نے سنا کہ حضور ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمارہے تھے۔ "اے خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا! قسم بخدا میں کبھی لات کی عبادت نہیں کروں گا۔ قسم بخدا میں کبھی عزیٰ کی عبادت نہیں کروں گا۔"

ابو یعلی، ابن عدی، بیہقی اور ابن عساکر رحمہم اللہ علیہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ مشرکین کے ساتھ ان کی مجالس میں جایا کرتے تھے۔ ایک دن آپ نے اپنے پیچھے دو فرشتوں کو سنا ایک دوسرے کو کہہ رہا تھا۔ ہمیں لے چلو تاکہ رسول اللہ ﷺ کے پیچھے جا کھڑے ہوں۔ دوسرے نے کہا۔

كَيْفَ نَقُوْمُ خَلْفَهٗ وَإِنَّمَا عَهْدُهٗ بِاسْتِلَامِ الْاَصْنَامِ قُبَيْلُ

ہم ان کے پیچھے کس طرح کھڑے ہوں حالانکہ تھوڑی دیر پہلے انہوں نے بتوں کو استلام کیا ہے۔

اس کے بعد حضور ﷺ کبھی مشرکین کے ساتھ ان کی مجالس میں تشریف نہ لے گئے۔

طبرانی اور بیہقی رحمہما اللہ کہتے ہیں کہ راوی کے الفاظ (وَإِنَّمَا عَهْدُهُ بِاسْتِلَامِ الْأَصْنَامِ قُبَيْلُ) کا مفہوم یہ ہے کہ آپ ان لوگوں کے ساتھ تھے جنہوں نے بتوں کو استلام کیا۔ نہ کہ خود آپ ﷺ نے استلام کیا۔ اور جن مجالس کا ذکر ہے اس سے مجالس حلف وغیرہ مراد ہیں نہ کہ بتوں کو استلام کرنے کی مجالس۔

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ (المطالب العالیہ میں) فرماتے ہیں کہ لوگوں نے اس حدیث کو عثمان بن ابی شیبہ پر جاکر منکر کہا ہے اور اس کی وجہ ملک سے ان کے روایت کردہ یہی الفاظ (عهده باستلام الاصنام) ہیں۔ کیونکہ بادی النظر میں ان الفاظ کا یہی مطلب نکلتا ہے کہ حضور ﷺ نے بذات خود استلام کیا حالانکہ یہ مفہوم نہیں ہے بلکہ اس کا مطلب اصل میں یہ ہے کہ جب مشرکین بتوں کو استلام کر رہے تھے تو اس وقت حضور ﷺ وہاں موجود تھے۔

ابن اسحاق، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے زمانہ ء جاہلیت میں رسول اکرم ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے اپنی قوم کے ساتھ اونٹ پر سوار ہو کر عرفات میں وقوف کیا تاکہ ان کے ساتھ واپس (مزدلفہ) آجائیں۔ میرے خیال میں یہ خصوصی توفیق الٰہی تھی۔

شیخین رحمۃ اللہ علیہما حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ قریش اور ان کے دین کے وہ پیروکار جو خاصے جذباتی اور متشدد قسم کے تھے مزدلفہ میں وقوف کیا کرتے۔ اور اپنے آپ کو اہل حرم گردانتے تھے۔

حسن بن سفیان رحمہ اللہ اپنی "مسند" میں بغوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی "معجم" میں اور باوردی "الصحابہ" میں حضرت ربیعہ جرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے زمانہ ء جاہلیت میں رسول اللہ ﷺ کو عرفات میں وقوف کرتے دیکھا تو میں جان گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اس کام کی توفیق ارزانی فرمائی ہے۔

باب

حضور نبی کریم ﷺ کے عالم شباب میں آپ ﷺ کی قوم آپ ﷺ کی تعظیم کرتی، آپ ﷺ کو ثالث بناتی، دعا کی درخواست کرتی اور امین کے لقب سے پکارتی تھی

یعقوب بن سفیان اور بیہقی، ابن شہاب رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ تعمیر کعبہ کے وقت قریش جب حجر اسود تک پہنچے تو قبائل میں حجر اسود نصب کرنے پر اختلاف ہو گیا۔ متفقہ طور پر یہ طے پایا کہ کل جو سب سے پہلے حدود حرم میں داخل ہو گا، اسے ہم ثالث بنائیں گے۔ اگلے روز حرم پاک میں سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ ابھی آپ نو عمر تھے۔ سب نے آپ کو ثالث بنانے پر اتفاق کر لیا۔ آپ ﷺ نے بڑی حکمت عملی سے کام لیتے ہوئے فرمایا کہ حجر اسود کو ایک چادر پر رکھ دو۔ پھر ہر قبیلہ کے سردار کو بلا کر چادر کا ایک ایک کونہ پکڑا دیا۔ آپ ﷺ خود اوپر چڑھ گئے۔ سب نے مل کر حجر اسود کو اوپر اٹھایا اور حضور ﷺ نے اسے اپنی جگہ پر نصب فرما دیا۔ پھر دن بدن آپ کی مقبولیت میں اضافہ ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ انہوں نے آپ کو "امین" کہنا شروع کر دیا۔ یہ لقب نزول وحی سے پہلے آپ کو دیا گیا۔ مکہ کے لوگ جب بھی کوئی اونٹ ذبح کرتے تو حضور ﷺ سے درخواست کرتے اور آپ ان کی خاطر دعائے خیر فرماتے تھے۔

ابو نعیم اور ابن سعد رحمہما اللہ حضرت ابن عباس اور محمد بن جبیر بن مطعم سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حجر اسود کو نصب فرمایا تو نجد کا ایک آدمی آگے بڑھا تاکہ وہ آپ کو پتھر دے جس سے حجر اسود کو مضبوط کیا جائے۔ حضرت عباس نے اسے منع کر دیا اور خود نبی کریم ﷺ کو پتھر دے دیا۔ نجدی کو سخت غصہ آیا۔ وہ بولا۔ "حیرت ہے معزز، دانشمند، عمر رسیدہ اور مالدار لوگوں نے اپنی عزت و حفاظت کی ذمہ داری ایک کم عمر اور بے بضاعت لڑکے کو سونپ دی ہے اور یہ سب اس کے سامنے خادموں کی طرح ہیں۔ اللہ کی قسم! یہ ان پر سبقت لے جائے گا اور ان میں ان کے حصے تقسیم کرے گا۔" کہا جاتا ہے کہ یہ ابلیس لعین تھا۔

ابن سعد اور ابن عساکر رحمہما اللہ داود بن حصین سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام کہتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ اس حال میں عنفوان شباب کو پہنچے کہ آپ اپنی قوم میں سب سے زیادہ

بامروت، خوش اخلاق، ملنسار، بہترین ہمسائے، بڑے ہی حلیم الطبع اور امانتدار، بات کے سچے اور فحش گوئی و ایذار سانی سے کوسوں دور تھے۔ آپ ﷺ کو کبھی کسی سے الجھتے یا جھگڑا کرتے نہیں دیکھا گیا۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کی قوم آپ ﷺ کو "امین" کہہ کر پکارنے لگی۔

ابو نعیم، مجاہد رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے میرے مولیٰ عبداللہ بن سائب نے بتایا کہ میں نے زمانہ جاہلیت میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ شراکتی کاروبار کیا تھا۔ پھر جب میں مدینہ منورہ آیا تو حضور ﷺ نے مجھ سے پوچھا "کیا تم مجھے پہچانتے ہو؟" میں نے عرض کی۔ جی ہاں۔ آپ میرے کاروبار میں شریک تھے اور کیا ہی خوب شریک تھے۔ نہ آپ ﷺ نے کبھی دھوکہ کیا اور نہ کبھی جھگڑا کیا۔

ابوداؤد، ابویعلیٰ ابن مندہ (المعرفۃ میں) اور خرائطی (مکارم الاخلاق میں) حضرت عبداللہ بن ابی حمساء سے روایت کرتے ہیں کہ بعثت نبوی ﷺ سے پہلے کی بات ہے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے ساتھ خرید و فروخت کا معاملہ کیا۔ آپ کی کوئی چیز میرے ذمہ تھی۔ میں نے آپ سے وعدہ کیا کہ ابھی اسی جگہ وہ چیز لے آتا ہوں۔ میں چلا گیا اور وعدہ بھول گیا۔ دو دن اسی طرح گزر گئے۔ تیسرے دن یاد آنے پر میں اسی جگہ آیا تو حضور ﷺ کو وہاں منتظر پایا۔ آپ ﷺ نے مجھے دیکھ کر فرمایا "تم نے مجھے بڑی تکلیف دی۔ میں تین دن سے یہاں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔"

ابن سعد رحمتہ اللہ علیہ، ربیع بن خثیم سے روایت کرتے ہیں کہ اسلام سے قبل عہد جاہلیت میں بھی فیصلے کے لئے مقدمات حضور ﷺ کے سامنے پیش ہوتے تھے۔

باب

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے غلام میسرہ کے ہمراہ شام کا تجارتی سفر (اس سفر میں معجزات کا ظہور)

ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور نبی کریم ﷺ سے گزارش کی کہ آپ ﷺ ان کا مال تجارت لے کر شام تشریف لے جائیں۔ چنانچہ آپ ﷺ ان کے غلام میسرہ کے ہمراہ شام جا پہنچے اور ایک راہب کے صومعہ کے قریب درخت کے سائے میں تھوڑی دیر قیام فرمایا۔ راہب میسرہ کے پاس آیا اور پوچھا۔ یہ درخت کے سائے میں کون شخص ہے؟ اس نے بتایا کہ یہ قریش کا ایک فرد ہے جو کہ اہل حرم ہیں۔ راہب نے کہا۔

اس درخت کے نیچے نبی کے علاہ کسی نے قیام نہیں کیا۔ جب دوپہر کے وقت گرمی شدت اختیار کر جاتی تو میسرہ کو دو فرشتے دکھائی دیتے جو سورج کے بالمقابل حضور ﷺ پر سایہ کر دیتے اور حضور ﷺ اپنے اونٹ پر سوار جانب منزل محو سفر رہتے۔ جب حضور ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مال بیچ کر اور وہاں سے متبادل مال لے کر مکہ مکرمہ پہنچے اور حضرت خدیجہ نے اس مال کو بیچا تو انہیں دگنا نفع ہوا۔ علاوہ ازیں میسرہ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو راہب کی گفتگو اور فرشتوں کے سایہ کرنے کے بارے میں بھی بتایا۔ تو ان کے دل میں حضور ﷺ کی رفیقہ حیات بن جانے کی خواہش پیدا ہو گئی۔ بیہقی رحمتہ اللہ علیہ نے اسے ابن اسحاق سے نقل کیا ہے۔

ابن سعد، ابو نعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ یعلی بن منیہ کی بہن نفیسہ بنت منیہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کی عمر مبارک پچیس سال ہوئی اور اس وقت مکہ میں آپ ﷺ کو صرف "امین" کے لقب سے پکارا جاتا تھا تو حضور ﷺ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا سامان لے کر شام کے تجارتی سفر پر روانہ ہوئے۔ آپ ﷺ کے ساتھ ان کا غلام میسرہ بھی تھا۔ مقام بصری پہنچے تو ایک درخت کے سائے میں ذرا دیر ٹھہر گئے۔ یہ دیکھ کر نسطورا راہب نے کہا۔ اس درخت کے نیچے نبی کے علاوہ کبھی کوئی نہیں ٹھہرا۔ پھر اس نے میسرہ سے پوچھا۔ "کیا ان کی آنکھوں میں سرخی ہے؟" میسرہ نے کہا۔ "ہاں۔ یہ سرخی ان کی آنکھوں سے کبھی جدا نہیں ہوتی۔" راہب بولا۔ "یہ تو نبی ہیں اور آخری نبی ہیں۔" اس کے بعد آپ ﷺ نے سامان تجارت فروخت کیا اور ایک آدمی سے جھگڑا ہو گیا۔ اس نے کہا کہ آپ ﷺ لات و عزیٰ کی قسم کھائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا "میں نے ان بتوں کی قسمیں کبھی نہیں کھائیں۔ اور جب کبھی ان کے پاس سے گزرتا ہوں تو ان سے منہ پھیر لیتا ہوں۔" وہ شخص بولا۔ بات وہی سچی ہے جو آپ کہہ رہے ہیں۔ پھر اس نے میسرہ سے کہا۔ اللہ کی قسم۔ یہ نبی ہیں۔ ہمارے علماء اپنی کتابوں میں ان کے اوصاف جمیلہ کا تذکرہ پاتے ہیں۔ دوپہر کے وقت جب گرمی سخت ہو جاتی تو میسرہ دیکھا کرتا کہ دو فرشتے سورج کے سامنے آکر حضور ﷺ پر سایہ کر دیتے۔ میسرہ نے یہ ساری باتیں یاد رکھیں۔ پھر یہ قافلہ واپس چلا اور دوپہر کے وقت مکہ مکرمہ میں داخل ہوا۔ اس وقت حضرت خدیجہ بالاخانے میں بیٹھی تھیں۔ انہوں نے دیکھا کہ حضور ﷺ اونٹ پر سوار ہیں اور دو فرشتوں نے آپ پر سایہ کر رکھا ہے۔ اس نے دوسری عورتوں کو بھی یہ ایمان افروز منظر دکھایا۔ تو وہ ورطہ حیرت میں ڈوب گئیں۔ پھر میسرہ کو یہی منظر بتلایا تو اس نے کہا۔ میں یہ سب کچھ اس وقت سے دیکھ رہا ہوں جب ہم یہاں سے روانہ ہوئے تھے۔ میسرہ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ

عنہا کو راہب کی گفتگو بھی بتائی اور حضور علیہ السلام کے ساتھ خرید و فروخت کرنے والے دوسرے شخص کی بات بھی بتائی جس نے آپ علیہ السلام سے قسم کا مطالبہ کیا تھا۔

باب

نکاح خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق معجزہ نمائی

ابن سعد رحمتہ اللہ علیہ بن سند سعید بن جبیر، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ مکہ مکرمہ کی خواتین کا رجب کی عید کے بارے میں اختلاف ہو گیا۔ وہ ایک بت کے پاس بیٹھی تھیں کہ اچانک کوئی (فرشتہ) انسانی شکل میں نمودار ہوا اور ان کے قریب آ کر بلند آواز سے پکارا۔ ”اے تیماء کی خواتین! تمہارے شہر میں ایک نبی پیدا ہوں گے۔ جن کا نام احمد ہو گا اور اللہ تعالیٰ انہیں رسول بنا کر مبعوث فرمائے گا۔ جس خاتون کو ان کی رفیقہ حیات بننے کی توفیق ملے تو وہ یہ سعادت ضرور حاصل کرے۔ یہ باتیں سنتے ہی عورتیں اس آدمی کو پتھر مارنے لگیں، اسے برا بھلا کہا اور اس کے ساتھ سخت کلامی کی۔ لیکن حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اس کی باتیں سن کر خاموش رہیں اور دوسری عورتوں کی طرح اس سے کوئی تعرض نہ کیا۔

باب

بعثت کے وقت ظاہر ہونے والے معجزات و خصوصیات

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ السلام پر وحی کا آغاز سچے خوابوں سے ہوا۔ جو خواب حضور رات کو دیکھتے اس کی تعبیر دن کو ہو بہو صبح کے اجالے کی مانند سامنے آ جاتی۔ پھر حضور نبی کریم علیہ السلام کے دل میں خلوت گزینی کا شوق پیدا ہو گیا۔ آپ غار حرا میں تشریف لے جایا کرتے۔ وہاں رات کو مصروف عبادت رہا کرتے۔ اور خورد و نوش کا سامان ساتھ لے جاتے تھے۔ چند راتوں کے بعد واپس آ جاتے۔ کچھ عرصہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گزار کر پھر خورد و نوش کا سامان لے کر غار حرا میں تشریف لے جاتے یہ آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ حق آپ علیہ السلام کے پاس آ گیا جبکہ آپ علیہ السلام غار حرا میں تھے۔ آپ کے پاس ایک فرشتہ حاضر ہوا اور کہا پڑھیے۔ آپ نے جواب دیا۔ میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ حضور علیہ السلام فرماتے ہیں پھر اس فرشتہ نے مجھے پکڑا۔ مجھے سینے سے لگا کر خوب بھینچا یہاں تک کہ مجھے اس کے زور سے بھینچنے کی وجہ سے

تکلیف محسوس ہوئی۔ پھر مجھے چھوڑ دیا اور دوبارہ کہا۔ پڑھیے۔ میں نے کہا۔ میں پڑھنے والا نہیں ہوں۔ اس نے پھر مجھے پکڑا اور سینے سے لگا کر خوب بھینچا۔ یہاں تک کہ مجھے اس کے زور سے بھینچنے کی وجہ سے تکلیف محسوس ہوئی۔ پھر مجھے چھوڑ دیا اور سہ بارہ کہا پڑھیے۔ میں نے پھر کہا۔ میں پڑھنے والا نہیں۔ پھر اس نے مجھے پکڑ کر تیسری بار خوب بھینچا۔ پھر مجھے چھوڑ دیا اور کہا۔

اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ. خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ، اِقْرَءْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ. الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ. عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ يَعْلَمْ

آپ پڑھیے اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے (سب کو) پیدا فرمایا۔ انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا۔ پڑھیے آپ کا رب بڑا کریم ہے۔ جس نے قلم کے واسطہ سے علم سکھایا۔ اسی نے انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۔

پس ان آیات کو سن کر اور دل میں محفوظ کر کے رسول اللہ ﷺ واپس گھر تشریف لائے۔ حضور ﷺ کا دل کانپ رہا تھا۔ آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آئے اور فرمایا۔ مجھے چادر اوڑھاؤ۔ مجھے چادر اوڑھاؤ۔ پس انہوں نے حضور ﷺ پر چادر ڈال دی یہاں تک کہ گھبراہٹ ختم ہو گئی۔ حضور ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو سارا ماجرا سنایا اور فرمایا۔ مجھے اپنے بارے میں ڈر لگ رہا ہے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی ہرگز نہیں۔ خدا کی قسم! اللہ تعالیٰ کبھی آپ کو بے آبرو نہیں کرے گا۔ آپ قریبی رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرتے ہیں حق گوئی سے کام لیتے ہیں۔ کمزوروں اور ناتوانوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں۔ جو مفلس و نادار ہو اسے اپنی نیک کمائی سے حصہ دیتے ہیں۔ مہمان کی مہمان نوازی کرتے ہیں۔ حق کی وجہ سے کسی پر کوئی مصیبت آجائے تو آپ اس کی مدد کرتے ہیں۔ اس کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کو لے کر ورقہ بن نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ کے پاس آئیں۔ ورقہ نے عیسائیت قبول کر لی تھی اور انہوں نے انجیل کو عربی میں لکھا جتنا خدا تعالیٰ کو منظور تھا۔ حضرت خدیجہ نے اس سے کہا۔ اے میرے چچا کے بیٹے! اپنے بھتیجے کی بات سنو۔ ورقہ نے حضور کو کہا فرمائیے۔ آپ کو کیا نظر آیا ہے۔ رسول کریم ﷺ نے سارا ماجرا ان سے بیان کیا۔ یہ سن کر ورقہ نے کہا۔ یہ وہی ناموس (جبرئیل) ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر اتارا تھا۔ اے کاش۔ میں اس وقت جوان ہوتا۔ اے کاش۔ میں اس وقت زندہ ہوتا جب آپ کی قوم آپ کو مکہ سے نکالے گی۔ حضور ﷺ نے پوچھا۔ کیا وہ مجھے یہاں سے نکال دیں گے۔ ورقہ نے کہا۔ جی ہاں۔ جو شخص بھی اس قسم کی دعوت لے کر آیا جو آپ لے کر آئے ہیں لوگوں نے اس سے دشمنی

کی۔ اگر مجھے آپ کا وہ دن دیکھنا نصیب ہوا تو میں آپ کی پرزور مدد کروں گا۔ اس کے بعد ورقہ زیادہ دیر زندہ نہ رہے۔ جلد ہی انتقال کر گئے۔

احمد، اور بیہقی بہ سند زہری حمہم اللہ مروہ سے اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اسی کی مثل روایت کرتے ہیں۔ البتہ اس کے آخر میں اتنا اضافہ ہے کہ کچھ عرصہ کے لئے نزول وحی کا سلسلہ منقطع ہو گیا جس سے حضور پرنور ﷺ از حد غمگین ہو گئے۔ کئی بار بلند پہاڑوں کی چوٹیوں پر اس لئے گئے کہ وہاں سے اپنے آپ کو نیچے پھینک دیں۔ جب بھی اس خیال سے حضور پہاڑی کی کسی چوٹی پر پہنچتے تو جبریل سامنے نظر آنے لگتے اور کہتے اے محمد! (ﷺ) آپ بلا شبہ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ یہ سن کر حضور کے دل کو قرار آتا اور جبریل کو دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں اور حضور واپس چلے آتے۔ پھر جب کچھ وقت گزر جاتا اور وحی کا سلسلہ منقطع رہتا تو حضور پھر بے چین اور مضطرب ہو کر پہاڑ کی کسی چوٹی کا رخ کرتے تاکہ وہاں سے اپنے آپ کو نیچے گرا دیں۔ جبریل علیہ السلام پھر نمودار ہو کر وہی تسلی آمیز جملے دہراتے۔(1)

حافظ ابن حجر رحمتہ اللہ علیہ شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ بعض علماء کا کہنا ہے کہ وحی کے آغاز میں نبی کریم ﷺ کو حضرت جبریل امین کا سینے سے لگانا آپ ﷺ کی خصوصیات میں سے ہے۔ کیونکہ کسی نبی کے بارے میں یہ منقول نہیں کہ وحی کی ابتداء میں اسے جبریل امین نے اس طرح بھینچا ہو۔ نیز اس میں یہ حکمت تھی کہ ہر چیز سے بے نیاز کر کے صرف وحی ربانی پر آپ کی توجہ مرکوز کر دی جائے اور معاملے کی سنگینی اور سنجیدگی کا اظہار کر کے متنبہ کیا جائے کہ غیر معمولی قسم کا کلام آپ پر نازل کیا جانے والا ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ظن و تخمین اور وسوسہ اندازی کو ختم کرنا مقصود تھا۔ کیونکہ یہ جسمانی صفات میں سے نہیں ہیں۔ پھر جب یہ صورت حال جسم کے ساتھ پیش آئی تو آپ ﷺ کو یقین ہو گیا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

شیخین رحمتہ اللہ علیہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے سنا۔ حضور نبی کریم فترۂ وحی کے بارے میں فرما رہے تھے۔

"میں چل رہا تھا کہ میں نے آسمان کی جانب سے ایک آواز سنی، سر اٹھا کر دیکھا تو مجھے وہی

1۔ اس روایت کے متعلق حضرت ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف لطیف ضیاء النبی جلد دوم کے صفحہ نمبر 121 تا 214 پر تفصیلاً لکھا ہے کہ یہ روایت ضعیف اور ساقط الاعتبار ہے۔ نیز آپ لکھتے ہیں کہ اس کے بارے میں سیر حاصل بحث فضیلۃ الشیخ محمد صادق ابراہیم عرجون نے اپنی کتاب "محمد رسول اللہ" میں کی ہے جو تقریباً سو صفحات پر پھیلی ہوئی ہے۔ بحث کا آغاز وہ اس پر جلال جملے سے کرتے ہیں۔ حذا البلاغ اللصیق بحدیث بدء الوحی باطل زائف۔ یعنی یہ فقرے جو بدء الوحی کی حدیث کے ساتھ باہر سے چسپاں کر دیے گئے ہیں باطل ہیں۔ کھوٹے اور مردود ہیں۔"

فرشتہ نظر آیا جو غار حرا میں میرے پاس آیا تھا۔ وہ زمین و آسمان کے درمیان ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا۔ اسے دیکھ مجھ پر مرعوبیت سی چھا گئی۔ میں فوراً واپس آ گیا اور کہا مجھے چادر اوڑھاؤ۔ مجھے چادر اوڑھاؤ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یاایُّھا المُدَّثِّر، قُمْ فَاَنْذِرْ سے لے کر وَالرُّجْزَ فَاھْجُرْ تک آیات نازل فرمادیں۔ اس کے بعد مسلسل وحی کا نزول شروع ہو گیا۔

امام احمد بن حنبل اور یعقوب بن سفیان رحمہم اللہ اپنی اپنی تاریخ میں نیز ابن سعد اور بیہقی، امام شعبی رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور پر نبوت کا حکم اس وقت نازل ہوا جب آپ ﷺ کی عمر چالیس سال تھی۔ تین سال تک حضرت اسرافیل علیہ السلام آپ کے ساتھ سے مربوط رہے۔ وہ آپ کو کلمہ اور دوسرے چیزیں سکھاتے مگر قرآن پاک نازل نہیں لاتے تھے۔ تین سال کے بعد حضرت جبریل علیہ السلام کا آپ کی نبوت کے ساتھ رابطہ جوڑ دیا گیا اور بیس سال میں حضور کی زبان میں قرآن پاک نازل ہوا۔ دس سال مکہ مکرمہ میں اور دس سال مدینہ منورہ میں۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ سب سے پہلے حضور ﷺ کو رویائے صالحہ دیئے گئے۔ آپ بحالت خواب جو کچھ دیکھتے ہو بہو وہی کچھ ہو جاتا جو آپ دیکھتے تھے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ علقمہ بن قیس سے روایت کرتے ہیں کہ جو چیز انبیاء کرام کو سب سے پہلے دی جاتی ہے وہ عالم خواب میں دکھائی جاتی ہے تاکہ ان کا دل مطمئن ہو جائے پھر بعد میں وحی کا نزول ہوتا ہے۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ بہ سند موسیٰ بن عقبہ حضرت ابن شہاب سے روایت کرتے ہیں کہ نبوت کے متعلق سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو رویائے صالحہ دکھائے۔ جن کی وجہ سے حضور کے خاطر عاطر کو گرانی سی محسوس ہوئی۔ حضور ﷺ نے ان خوابوں کا ذکر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کیا تو وہ کہنے لگیں۔ خوش ہو جائیے۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو خیر و عافیت ہی عطا فرمائے گا۔ اس کے بعد حضور وہاں سے تشریف لے گئے۔ پھر جب واپس آئے تو فرمایا میں نے دیکھا کہ میرا پیٹ چاک کیا گیا۔ اسکو پاک کیا گیا اسے دھویا گیا اور پھر اسے پہلے کی طرح جوڑ دیا گیا۔ حضرتِ خدیجہ نے عرض کی۔ اللہ کی قسم! یہ بات بھی آپ کے حق میں بہتر ہے۔ آپ خوش ہو جائیں۔ اس کے بعد ایک دفعہ حضور ﷺ مکہ مکرمہ کی بلند پہاڑی پر موجود تھے کہ جبریل امین کھل کر سامنے آ گئے۔ انہوں نے حضور ﷺ کو دلپسند اور باعزت مقام پر

بٹھایا۔ حضور ﷺ فرماتے تھے کہ جبریل نے مجھے ایسے فرش پر بٹھایا گویا وہ مخمل کی چادر ہو جس میں یاقوت اور موتی ٹانکے گئے ہوں۔ جبریل امین نے آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا رسول بن جانے کی بشارت سنائی۔ یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ مطمئن ہو گئے۔ جبریل نے عرض کی۔ اقرأ۔ ''پڑھئے'' آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''میں کیسے پڑھوں۔'' تو جبریل نے کہا۔

اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ. خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ. اِقْرَءْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ. الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ. عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَالَمْ یَعْلَمْ

آیات ربانی سن کر رسول پاک ﷺ نے اپنے رب کی رسالت کو قبول کیا اور واپس گھر تشریف لے آئے۔ واپسی پر آپ جس درخت اور پتھر کے پاس سے گزرتے سبھی آپ پر سلام بھیجتے تھے۔ آپ شاداں و فرحاں اپنے گھر تشریف لے آئے۔ آپ کو یقین تھا کہ آپ نے غیر معمولی چیز دیکھی ہے۔ جب آپ حضرت خدیجہ کے پاس پہنچے تو فرمایا۔ ''میں نے تمہیں بتایا تھا کہ میں نے کسی کو خواب میں دیکھا ہے۔ وہ جبریل امین تھے جو اب کھل کر میرے سامنے آئے۔ در حقیقت انہیں میرے رب کریم نے میری طرف بھیجا۔'' اس کے بعد حضور ﷺ نے حضرت خدیجہ کو اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ آیات بھی بتائیں۔ یہ سن کر حضرت خدیجہ نے عرض کیا خوش ہو جایئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو بہتری عطا فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ کے پاس حق آیا ہے۔ مبارک ہو۔ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ پھر آپ عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس کے نصرانی غلام کے پاس آئیں یہ نینویٰ کا باشندہ تھا۔ اس کا نام عداس تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ عداس! اللہ کے واسطے سچ سچ بتاؤ۔ کیا تمہارے پاس جبریل امین کے بارے میں کوئی معلومات ہیں۔ عداس نے کہا۔ وہ تو بڑا پاک اور مقدس فرشتہ ہے بت پرستوں کی سرزمین میں ان کا ذکر کرنے کا کیا فائدہ؟ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا مجھے ان کے بارے میں اپنی معلومات سے آگاہ کیجئے۔ اس نے کہا وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء کے درمیان پیغام رسانی کے امین ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھی ہیں۔ حضرت خدیجہ واپس آئیں اور ورقہ بن نوفل کے پاس جا کر انہیں صورت حال سے آگاہ کیا۔ انہوں نے کہا شاید آپ کے خاوند وہ نبی منتظر ہیں جن کا ذکر اہل کتاب تورات و انجیل میں لکھا پاتے ہیں۔ پھر انہوں نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ۔

لَئِنْ ظَهَرَ دُعَاءَهٗ وَاَنَا حَیٌّ لَاُبْلِیَنَّ اللّٰهَ فِیْ طَاعَةِ رَسُوْلِهٖ وَحُسْنِ مُوَازَرَتِهٖ فَمَاتَ وَرَقَةُ

اگر آپ کی دعوت کو میری زندگی میں غلبہ نصیب ہو گیا تو مجھے اللہ تعالیٰ اطاعت

رسول کے معاملے میں آزمائے گا۔اس کے بعد ورقہ کا انتقال ہو گیا۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے ایک دوسری سند سے یہی قصہ حضرت عروہ بن زبیر سے نقل کیا ہے۔ مگر اس کی ابتداء میں جہاں یہ مذکور ہے کہ حضور ﷺ کو خواب کی وجہ سے تکلیف محسوس ہوئی وہاں اس کے بعد یہ روایت اس طرح ہے کہ حضور ﷺ مکہ میں تھے کہ آپ نے بحالت خواب دیکھا کہ کوئی آپ کے گھر کی چھت سے اترا۔ اور چھت کی لکڑیاں ایک ایک کر کے نکال لیں۔ پھر وہاں سے چاندی کی ایک سیڑھی داخل کی جس پر دو آدمی اترے۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میں نے چاہا کہ فریاد کروں مگر مجھے بات کرنے سے روک دیا گیا۔ ایک شخص میرے سرہانے اور دوسرا ایک طرف بیٹھ گیا۔اس نے اپنا ہاتھ میرے پہلو میں داخل کر کے دو پسلیاں نکال لیں۔ پھر اپنا ہاتھ میرے پیٹ میں داخل کیا اور میں نے اس کی ٹھنڈک محسوس کی۔ اس نے میرا دل نکال کر اپنی ہتھیلی پر رکھا اور اپنے ساتھی سے کہا کیا خوب دل ہے۔ یہ مرد صالح کا دل ہے۔ اس کے بعد دل اور پسلیوں کو اپنی جگہ واپس رکھ دیا۔ پھر وہ اوپر چلے گئے اور سیڑھی بھی اٹھا کر لے گئے۔ اس کے بعد میں بیدار ہو گیا اور چھت کو حسب سابق اپنی جگہ پایا۔ حضور ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ خواب بیان کیا تو وہ بولیں اللہ تعالیٰ آپ کو خیر وعافیت سے نوازے گا۔ پھر حضور وہاں سے باہر چلے گئے۔ جب دوبارہ واپس تشریف لائے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بتایا کہ میرا پیٹ چاک کیا گیا۔ اسے پاک کیا گیا اور دھو کر واپس اپنی جگہ پر رکھ دیا گیا۔ اس کے بعد آخر تک سابقہ روایت ہے۔ البتہ اتنا اضافہ ہے کہ پھر حضرت جبریل علیہ السلام نے پانی کا ایک چشمہ نکالا اور وضو کیا۔ حضور ﷺ انہیں دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے چہرہ دھویا۔ کہنیوں سمیت ہاتھ دھوئے۔ سر کا مسح کیا اور پھر ٹخنوں سمیت پاؤں دھوئے۔ پھر ستر کی جگہ پر پانی چھڑکا اور بیت اللہ شریف کی طرف منہ کر کے دو سجدے کئے۔ تو حضرت محمد ﷺ نے اسی طرح کیا جس طرح حضرت جبریل کو کرتے دیکھا۔

ابو نعیم نے ایک تیسری سند کے ساتھ۔ زہری سے انہوں نے عروہ سے اور انہوں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مذکورہ روایت نقل کی ہے جس میں روایت کے آخری زائد الفاظ بھی ہیں۔ بیہقی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس روایت میں جو پیٹ کے چاک کئے جانے کا ذکر ہے اس میں یہ احتمال ہے کہ یہ بچپن کے واقعہ کا بیان ہو۔ یہ بھی احتمال ہے کہ دوبارہ شق بطن کا واقعہ پیش آیا ہو اور سہ بارہ اس وقت پیش آیا ہو جب آپ ﷺ کو شب معراج آسمان کی طرف لے جایا گیا۔

بیہقی بہ سند ابن اسحاق رحمہم اللہ عبدالملک بن عبداللہ بن ابی سفیان بن علاء بن جاریہ ثقفی سے اور وہ چند اہل علم حضرات سے نقل کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو عزت و کرامت عطا فرمانا چاہی اور پھر آپ کو مقام نبوت سے سرفراز فرمادیا تو آپ جس پتھر یا درخت کے پاس سے گزرتے، وہ آپ پر سلام بھیجتا تھا اور آپ بذات خود اس کے سلام کو سنتے تھے۔ پھر حضور اپنے پیچھے متوجہ ہوتے، دائیں بائیں دیکھتے تو درختوں اور پتھروں کے علاوہ کوئی چیز دکھائی نہ دیتی وہ آپ کی بارگاہ ناز میں سلام عاجزانہ ان الفاظ کے ساتھ پیش کرتے تھے۔ **السلام علیك یارسول الله**۔ حضور ﷺ کا معمول مبارک تھا کہ آپ ہر سال ایک ماہ کے لئے غار حرا میں جا کر عبادت کیا کرتے تھے۔ جب بعثت نبوی کے سال کا وہ مہینہ آیا جس میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو عظیم الشان مقام عطا فرمانا چاہا یعنی ماہ رمضان تو حضور ﷺ حسب معمول غار حرا کی جانب تشریف لے گئے۔ وہ ذی شان رات آگئی جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو مقام رسالت سے نواز کر اپنے بندوں پر خصوصی کرم فرمایا اور جبریل امین علیہ السلام حکم خداوندی لے کر حاضر خدمت ہوئے۔ رسول پاک ﷺ فرماتے ہیں۔

”میں سو رہا تھا کہ جبریل میرے پاس آئے۔ مجھ سے کہا اِقْرَءْ پڑھیے میں نے کہا، میں نہیں پڑھتا۔ جبریل نے مجھے اس زور سے بھینچا کہ مجھے موت کا گمان ہوا۔ پھر یہ کیفیت ختم ہوئی تو اس نے پھر کہا پڑھیے۔ میں نے کہا۔ میں کیا پڑھوں؟ اس نے پھر اسی طرح بھینچ کر کہا پڑھیے۔ میں نے کہا میں کیا پڑھوں؟ اس نے کہا۔

اقرء باسم ربك الذی -- تا -- مالم یعلم۔ پھر اس نے کوئی بات نہیں کی اور وہ چلا گیا۔ میں بیدار ہوا تو مجھے یوں محسوس ہوا گویا کوئی کتاب میرے دل میں منقش کر دی گئی ہو اور مخلوق خدا میں شاعر یا مجنون سے زیادہ کوئی چیز میرے لئے قابل نفرین نہ تھی۔ نوبت یہاں تک جا پہنچی کہ میں انہیں دیکھ بھی نہ سکتا تھا۔ میں نے کہا میں خود شاعر یا مجنون ہوں۔ پھر میں نے کہا قریش کو میرے بارے میں کبھی ایسی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔ میں پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر چھلانگ لگالوں گا تاکہ ہلاکت سے دوچار ہو کر آرام پا جاؤں۔ میں صرف اسی ارادہ سے چل پڑا۔ ابھی میں ارادہ کر رہا تھا کہ مجھے آسمان سے کسی منادی کی آواز سنائی دی جو کہہ رہا تھا۔ اے محمد! آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبریل ہوں۔ میں نے سر اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا تو مجھے جبریل امین انسانی شکل میں دکھائی دیے جو آسمان کے افق پر پاؤں رکھے کہہ رہے تھے۔ اے محمد! آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبریل ہوں۔ اس نظارے نے مجھے اپنے ارادے سے بے نیاز کر دیا۔ میں ایک جگہ کھڑا تھا نہ

آگے بڑھنے کی طاقت نہ پیچھے ہٹنے کا یارا۔ آسمان میں جدھر نگاہ اٹھاتا ہر کہیں جبریل علیہ السلام دکھائی دیتے۔ میں کافی دیر وہیں کھڑا رہا یہاں تک کہ دن گزر گیا۔ پھر جبریل امین چلے گئے تو میں بھی واپس اپنے گھر آ گیا۔ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس بیٹھا تو انہوں نے پوچھا۔ آپ کہاں رہے؟ میں نے کہا میں شاعر یا مجنون ہوں۔ وہ بولیں۔ معاذ اللہ۔ اللہ تعالیٰ آپ کے ساتھ ایسا نہیں کرے گا۔ کیونکہ میں جانتی ہوں کہ آپ حق گو، انتہائی امانتدار، خوش اخلاق اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ میں نے انہیں سارا ماجرا سنایا تو وہ بولیں۔ مبارک ہو ابن عم! اپنے اس منصب پر ثابت قدم رہئے۔ مجھے قوی امید ہے کہ آپ اس امت کے نبی ہیں۔ پھر حضرت خدیجہ ورقہ کے پاس چلی گئیں اور انہیں صورتِ حال سے آگاہ کیا۔ انہوں نے کہا۔ ”اگر تم میری بات کی تصدیق کرتی ہو تو یقین جانو یہ اس امت کے نبی ہیں اور ان کے پاس آنے والا فرشتہ وہی ناموسِ اکبر (جبریل) ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا۔“

بیہقی نے بہ سند ابن اسحاق حضرت زبیر کے مولیٰ اسماعیل بن ابی حکیم سے روایت کیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے عرض کی۔ ”اے ابن عم! کیا یہ ممکن ہے کہ جب وہ فرشتہ آپ کے پاس آئے جو اکثر آیا کرتا ہے تو آپ مجھے اس کی آمد سے آگاہ فرما دیں۔“ حضور نے فرمایا ”ہاں ممکن ہے“ حضرت خدیجہ نے گذارش کی تو پھر جب وہ آئے تو مجھے ضرور بتلانا۔ ”ابھی رسول اللہ ﷺ انہی کے پاس تشریف فرما تھے کہ جبریل امین آپ ﷺ کے پاس آ گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ ”خدیجہ! یہ جبریل ہیں۔“ انہوں نے عرض کیا۔ ”کیا جبریل آپ کو نظر آ رہے ہیں؟“ حضور نے فرمایا۔ ہاں۔ تو انہوں نے عرض کیا۔ آپ میرے دائیں پہلو میں بیٹھیں آپ ﷺ اس طرف آکر تشریف فرما ہو گئے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا۔ کیا اب بھی جبریل علیہ السلام آپ کو نظر آ رہے ہیں؟“ حضور ﷺ نے فرمایا۔ ہاں۔ حضرت خدیجہ نے گذارش کی کہ آپ میری گود میں تشریف رکھیں۔ حضور وہاں تشریف فرما ہوئے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے پوچھا۔ ”کیا اب بھی آپ کو جبریل نظر آ رہے ہیں؟“ حضور ﷺ نے فرمایا۔ ”ہاں۔“ حضور ﷺ ابھی ان کی آغوش میں ہی تشریف فرما تھے کہ انہوں نے اپنا دوپٹہ سر سے ذرا ہٹا کر پوچھا۔ ”کیا اب جبریل آپ کو دکھائی دیتے ہیں؟“ حضور نے فرمایا۔ ”نہیں“ تو حضرت خدیجہ نے کہا۔ یہ شیطان نہیں ہے۔ بلاشبہ یہ فرشتہ ہے۔ اے ابن عم! آپ ثابت قدمی سے کام لیں۔ آپ کو مبارک ہو۔ پھر حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ ﷺ پر ایمان لائیں اور اس بات کی گواہی دی کہ جو کچھ

آپ ﷺ لے کر آئے ہیں وہ حق ہے۔

ابن اسحاق رحمتہ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن حسن کو یہی حدیث سنائی تو انہوں نے کہا کہ میں نے بھی فاطمہ بنت حسین سے یہی حدیث سنی جو انہوں نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی مگر اس میں یہ بھی ہے کہ میں نے حضرت خدیجہ کو یہ کہتے بھی سنا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنی قمیص کے نیچے لیا حضرت جبریل اسی وقت چلے گئے۔ طبرانی رحمتہ اللہ علیہ نے "اوسط" میں یہی روایت ذکر کی ہے۔ نیز ابو نعیم رحمتہ اللہ علیہ نے ایک دوسری سند سے۔ اسماعیل بن ابی حکیم سے، انہوں نے عمر بن عبدالعزیز سے، انہوں نے ابو بکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام سے، انہوں نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اور انہوں نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہی روایت نقل کی ہے۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ ابو میسرہ عمرو بن شرحبیل سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو فرمایا۔ "جب میں تنہائی میں ہوتا ہوں تو مجھے ایک آواز سنائی دیتی ہے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ یہ کوئی غیر معمولی بات ہے۔ حضرت خدیجہ نے عرض کی۔ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ آپ کو کوئی نقصان نہ پہنچائے گا۔ قسم بخدا۔ آپ امانت ادا کرتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں اور راست گوئی سے کام لیتے ہیں۔ پھر جب حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لائے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں صورت حال سے آگاہ کیا اور ان سے کہا کہ آپ حضور ﷺ کو ورقہ کے پاس لے جائیں۔ حضور نبی پاک ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ورقہ کے پاس آئے اور اس کے سامنے سارا ماجرا بیان کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ جب میں اکیلا ہوتا ہوں تو مجھے اپنے پیچھے سے یہ آواز سنائی دیتی ہے۔ یا محمد۔ یا محمد۔ جسے سنتے ہی میں جلدی سے دوڑ جاتا ہوں۔ ورقہ نے کہا۔ ایسا نہ کریں۔ جب اس قسم کی آواز آئے تو ٹھہر کر سننا۔ پھر میرے پاس آکر مجھے بتانا۔ جب حضور کو تنہائی ملی تو آپ نے منادی کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا۔

یا محمد اشھد ان لاالہ الا اللہ واشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ

پھر کہا۔ پڑھیے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین تا ولا الضالین – پھر کہا۔ پڑھیے **لاالہ الا اللہ**

یہ سب باتیں سن کر حضور ورقہ کے پاس آئے اور اسے منادی کی باتیں بتائیں۔ ورقہ نے کہا۔ مبارک ہو۔ پھر مبارک ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ وہی ہستی ہیں جن کی آمد کی بشارت ابن

مریم علیہ السلام نے دی تھی اور آپ کی ملاقات موسیٰ علیہ السلام کے پاس آنے والے ناموس (جبریل علیہ السلام) سے ہوئی ہے۔ آپ بلاشبہ نبی ہیں۔ عنقریب آپ کو جہاد کرنے کا حکم ملے گا۔ اگر وہ عہد ہمایوں مجھے میسر آگیا تو میں ضرور بالضرور آپ کی معیت میں جہاد کروں گا۔ جب ورقہ کا وصال ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "میں نے پادری (ورقہ) کو دیکھا ہے کہ اس نے ریشمی لباس زیب تن کر رکھا ہے۔ اس عزت و تکریم کی وجہ یہ ہے کہ وہ مجھ پر ایمان لایا اور اس نے میری تصدیق کی۔"

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ ایک دوسری سند سے ابو میسرہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب باہر تشریف لاتے تو منادی کی آواز سنتے جو کہتا۔ یا محمد۔ جب آپ ﷺ یہ آواز سنتے تو دوڑ پڑتے۔ آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس راز سے آگاہ کیا جو کہ جاہلیت کے زمانے میں بھی حضور ﷺ کے یار تھے۔ ابو نعیم رحمتہ اللہ علیہ نے متصل سند کے ساتھ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اسی قسم کی حدیث روایت کی ہے۔

ابو نعیم رحمتہ اللہ علیہ عبداللہ بن شداد سے روایت کرتے ہیں کہ ورقہ نے حضرت خدیجہ سے کہا۔ "کیا آپ کے شوہر نے اپنے ساتھی (جبریل علیہ السلام) کو سبز لباس میں دیکھا ہے؟ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا۔ "ہاں" تو وہ بولا۔ "بلاشبہ آپ کے شوہر نبی ہیں۔ انہیں اپنی امت کی طرف سے سخت آزمائش کا سامنا کرنا ہوگا۔"

ابو نعیم رحمتہ اللہ علیہ بہ سند عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت خدیجہ کے استفسار پر ورقہ نے کہا۔ جبریل علیہ السلام بڑا مقدس و پاکباز فرشتہ ہے۔ اس کا ذکر ایسی سرزمین میں مناسب نہیں جہاں بتوں کی پرستش کی جاتی ہے۔ جبریل اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولوں کے درمیان اس کے امین ہیں۔ حضور ﷺ نے جس جگہ یہ منظر دیکھا آپ کو پھر وہاں لے جائیں۔ جب حضور اسے دیکھیں تو آپ سر سے دوپٹہ اتار لینا اگر وہ اللہ کی جانب سے ہوا تو حضور ﷺ کو نظر نہ آئے گا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں میں نے یہ عمل کیا تو جبریل غائب ہو گئے اور حضور ﷺ انہیں پھر نہ دیکھ سکتے تھے۔ میں ورقہ کے پاس آئی اور اسے آگاہ کیا تو اس نے کہا۔ یقیناً آپ ﷺ کے پاس ناموس اکبر (جبریل) آتے ہیں۔ پھر ورقہ دعوت حق کے اظہار کے لئے چشم براہ رہا اور اس نے درج ذیل اشعار بھی کہے۔ (اشعار کا ترجمہ حسب ذیل ہے)

"میں اپنی بات پر ڈٹ گیا اور ہمیشہ سچی بات پر لوگوں کے سامنے ڈٹ جاتا ہوں۔ بارہا بات سکیوں

اور آھوں تک جا پہنچی۔"

"حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کے بہت سے اوصاف بتائے اے خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا! اب تو میرا انتظار بہت لمبا ہو گیا ہے۔"

"آپ کی باتوں سے یہ امید لگا کر میں وادیٔ مکہ میں چشم براہ ہوں کہ ان کے مبعوث ہونے کا روح پرور منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں۔"

"آپ نے جو راہب کی بات بتائی۔ مجھے اس کا غلط ہو جانا سخت ناپسند ہے۔"

"وہ بات یہ ہے کہ حضرت محمد (ﷺ) قوم کے سردار ہوں گے اور جو کوئی آپ کے ساتھ کٹ حجتی اور ہٹ دھرمی کا معاملہ کرے گا آپ اسے لاجواب کر دیں گے۔"

"آپ ﷺ کے نور کی ضیا پاشیوں سے سب شہر دمک اٹھیں گے اور آپ ﷺ ہی کے صدقے مخلوق کی ساری خامیاں ٹھیک ہو جائیں گے۔"

"جو آپ ﷺ سے برسرپیکار ہو گا وہ ناکافی و نامرادی سے دوچار ہو گا اور جو آپ سے صلح و صفائی رکھے گا، وہ کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہو گا۔"

"کاش۔ مجھے وہ زمانہ دیکھنا نصیب ہو جاتا اور میں سب سے پہلے حضور کے دامن رحمت سے وابستہ ہونے والوں میں شامل ہو جاتا۔"

"اس ہستی کے دامن سے میں وابستہ ہو جاتا جن سے قریش نفرت کرتے، خواہ میری ان کے ساتھ شمولیت سے قریش مکہ واویلا مچا دیتے۔"

"جن سے لوگ (پہلے) نفرت کریں گے میں تو انہی کے طفیل عرش والے سے آس و امید رکھوں گا۔ خواہ لوگ (بزعم خویش) پہلے ہی بلندیوں پر پہنچ گئے ہوں۔"

"آسمان کی بلندیوں سے جس ہستی پر قدرت کی نگاہ انتخاب پڑ جائے کیا اس کا انکار کر دینا حماقت کے علاوہ کوئی اور چیز ہوتی ہے؟"

"اگر یہ لوگ زندہ رہے اور مجھے بھی مہلت زندگی مل گئی تو عجیب و غریب قسم کے حالات ہوں گے جن کی وجہ سے کافر چیخیں گے، چلائیں گے۔"

"اور اگر میں زندہ نہ رہا تو ہر نوجوان عنقریب تقدیر کے ان فیصلوں سے دوچار ہونے والا ہے جو کسی بھی کام کو روبہ عمل ہونے سے روک دیتے ہیں۔"

طیالسی، حارث بن ابی اسامہ اور ابو نعیم رحمہم اللہ بہ سند یزید بن بابنوس حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے نذر مانی کہ وہ اور حضرت خدیجہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا غار حرا میں ایک مہینہ اعتکاف کریں گے۔ اتفاق ایسا ہوا کہ نذر کی ادائیگی ماہ رمضان میں لازم ہو گئی۔ ایک رات حضور باہر تشریف لائے تو کسی کو ان الفاظ کے ساتھ سلام بھیجتے سنا۔ السلام علیك۔ حضور فرماتے ہیں۔ میں نے سمجھا کہ یہ شیطان کا کوئی وار ہے۔ میں جلدی سے خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آیا۔ انہوں نے پوچھا۔ آپ کو کیا ہوا؟ میں نے اسے صورت حال سے آگاہ کیا۔ تو خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا۔ خوش ہو جائیے۔ سلام تو بہت بہتر کلام ہے۔ پھر جب میں دوبارہ باہر آیا تو دیکھا کہ جبریل علیہ السلام سورج کے بالمقابل کھڑے ہیں۔ ان کا ایک پر مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ہے۔ یہ منظر دیکھ کر میں گھبرا گیا۔ میں تیزی سے واپس آیا تو وہ میرے اور دروازے کے درمیان کھڑے تھے۔ انہوں نے مجھ سے گفتگو کی۔ مجھے ان سے اپنائیت سی محسوس ہوئی۔ پھر جبرئیل نے ایک جگہ ملنے کا وعدہ کیا۔ میں مقررہ جگہ پہنچا۔ ان کی آمد میں بہت دیر ہو گئی۔ میں نے واپس آنے کا ارادہ کیا مگر اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ جبرئیل اور میکائیل علیہما السلام سامنے ہیں اور انہوں نے آفاق عالم کو گھیر رکھا ہے۔ جبرئیل امین نیچے اتر آئے۔ اور میکائیل زمین و آسمان کے درمیان معلق رہے۔ جبرئیل نے مجھے پکڑ کر چت لٹا دیا۔ پھر میرا سینہ چاک کر کے دل نکالا اور جو چیز خدا کو منظور تھی انہوں نے دل سے نکالی دل کو سونے کے تھال میں رکھ کر اسے آب زمزم سے دھویا اور اسے واپس اپنی جگہ پر رکھ کر چاک کو درست کر دیا۔ پھر مجھے اوندھا لٹایا۔ جیسے برتن الٹا رکھا جاتا ہے اور میری پشت پر مہر ثبت کی یہاں تک کہ میں نے مہر لگنے کا اثر اپنے دل میں محسوس کیا۔ پھر انہوں نے میرے حلق کو پکڑا تو میں بہ آواز بلند گریہ کناں ہو گیا۔ جبریل نے کہا اِقْرَءْ "پڑھیے" حالانکہ میں نے کبھی کوئی کتاب نہیں پڑھی تھی، لہٰذا میں نہ پڑھ سکا۔ انہوں نے پھر کہا اِقْرَءْ "پڑھیے" میں نے کہا۔ میں کیا پڑھوں۔ جبریل نے کہا اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ۔ اپنے اس رب کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا۔ اسی طرح جبریل امین نے پانچ آیات پڑھیں۔ پھر انہوں نے ایک آدمی کے مقابلے میں میرا وزن کیا تو میں بھاری نکلا۔ پھر ایک دوسرے کے ساتھ وزن کیا تو بھی میں بھاری رہا۔ بالآخر سو آدمیوں کے ساتھ میرا وزن کیا گیا تو میکائیل کہنے لگے۔ رب کعبہ کی قسم! ان کی امت نے ان کی پیروی کر لی۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں پھر جو درخت یا پتھر میرے سامنے آتا۔ مجھے ان الفاظ کے ساتھ سلام کرتا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ۔

احمد، ابن سعد اور ابو نعیم رحمہم اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا۔ "مجھے کوئی آواز سنائی

دیتی ہے اور روشنی بھی نظر آتی ہے۔" حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ورقہ کو یہ بات بتائی تو انہوں نے کہا۔ "یہ وہی ناموس (جبرئیل) ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا کرتا تھا۔ اگر میری زندگی میں ان کی بعثت ہوئی تو میں ضرور ان کی خوب تعظیم بجالاؤں گا اور ان کی بھرپور امداد کروں گا۔"

ابو نعیم رحمتہ اللہ علیہ نے معتمر بن سلیمان سے اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا کہ جبرئیل امین نے حضور ﷺ کو پکڑ کر ایسے فرش پر بٹھایا جو مخمل کی چادر کی مثل تھا اور جس میں موتی اور یاقوت لگے ہوئے تھے۔ جبرئیل نے حضور ﷺ سے عرض کیا اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ -- تا -- مَالَمْ يَعْلَمْ۔ پھر کہا۔ اے محمد (ﷺ) آپ خوفزدہ نہ ہوں۔ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ حضور ﷺ واپس تشریف لائے تو آپ جس درخت یا پتھر کے پاس سے گزرتے وہ آپ کے سامنے سجدہ ریز ہو کر عرض کرتا۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

یہ دیکھ کر حضور کو قلبی اطمینان مل گیا اور آپ کو یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو عظمت وکرامت سے نواز دیا ہے۔

طبرانی اور ابو نعیم رحمہما اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ورقہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا۔ آپ کے پاس جبرئیل کیسے آتے ہیں؟ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "جبرئیل علیہ السلام آسمان سے اتر کر میرے پاس آتے ہیں۔ ان کے دونوں پر موتیوں کی طرح اور پاؤں کے تلوے سبز رنگ کے ہیں۔"

ابن رستہ رحمتہ اللہ علیہ "کتاب المصاحف" میں امام زہری رحمتہ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ غار حرا میں تھے کہ آپ ﷺ کے پاس جبریل امین ریشمی قسم کا کپڑا لائے جس میں اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ سے لے کر مَالَمْ يَعْلَمْ تک آیات لکھی ہوئی تھیں۔

ابن رستہ عبید بن عمیر رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ جبرئیل حضور نبی کریم ﷺ کے پاس ایک کپڑا لائے اور کہا پڑھیے۔ آپ نے فرمایا۔ "میں پڑھنے والا نہیں۔" جبرئیل نے کہا۔ اِقْرَءْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ۔ "اپنے رب کے نام سے پڑھیے جس نے پیدا کیا۔"

ابن سعد رحمتہ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مقام اجیاد میں تھے کہ آپ ﷺ نے ایک فرشتہ دیکھا جو ٹانگ پر ٹانگ رکھے آسمان کے افق پر محیط تھا اور بہ آواز بلند کہہ رہا تھا۔ اے محمد! میں جبریل ہوں۔ یہ دیکھ کر حضور ﷺ گھبرا گئے۔ حضور جس وقت بھی آسمان کی جانب نگاہ اٹھاتے، سامنے جبرئیل کو دیکھتے۔ آپ

فوراً حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس آگئے اور انہیں ساری بات بتادی۔ اور فرمایا مجھے ان بتوں اور کاہنوں سے آج سے پہلے کبھی اتنی شدید نفرت نہیں ہوئی۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں خود کاہن ہوں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا۔ "ہر گز نہیں۔ آپ ایسی باتیں نہ کریں۔ اللہ تعالیٰ کبھی آپ کو ایسا نہیں کرے گا۔ آپ تو صلہ رحمی کرتے ہیں، سچ گفتگو فرماتے ہیں، امانت ادا کرتے ہیں اور آپ کے اخلاق بڑے کریمانہ ہیں۔" اس کے بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ورقہ بن نوفل کے پاس آئیں۔ اس سے پہلے آپ ورقہ کے پاس کبھی نہیں آئی تھیں۔ حضور ﷺ نے جو کچھ بتایا تھا حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے وہ سب کچھ ورقہ کو بتادیا۔ تو وہ بولے۔ اللہ کی قسم! وہ سچے ہیں۔ یہ نبوت کا آغاز ہے۔ ان کے پاس ناموس اکبر (جبرئیل) آتا ہے۔ آپ ان سے کہہ دیں کہ اپنے دل میں بھلائی کے علاوہ کوئی بات نہ لائیں۔

ابن سعد رحمۃ اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور ﷺ پر غار حرا میں وحی نازل ہوئی تو اس کے چند دن بعد جبرئیل امین کی آمد کا سلسلہ رک گیا اور وہ حضور ﷺ کو نظر نہ آتے تھے۔ (کلام ربانی کی چاشنی نہ پانے کی وجہ سے) حضور سخت پریشان رہنے لگے۔ معاملہ یہاں تک جا پہنچا کہ حضور کبھی جبل ثبیر پر تشریف لے جاتے اور کبھی غار حرا میں تاکہ اپنے آپ کو بلندی سے گرادیں۔ کسی پہاڑی پر حضور اسی ارادے سے چڑھے تو آپ ﷺ کو آسمان سے آواز سنائی دی۔ سر مبارک اٹھایا تو کیا دیکھتے ہیں کہ جبریل امین زمین و آسمان کے درمیان آلتی پالتی مارے ایک کرسی پر براجمان ہیں اور کہہ رہے ہیں۔ "اے محمد! (ﷺ) آپ بلاشبہ اللہ کے رسول ہیں اور میں جبرئیل ہوں۔" یہ کہہ کر وہ چلے گئے اور اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی آنکھوں کو ٹھنڈا کیا اور قلب اطہر کو اطمینان کی دولت سے مالا مال کر دیا۔ پھر وحی کا باقاعدہ سلسلہ شروع ہو گیا۔(1)

حاکم، بہ طریق ابن اسحاق رحمہما اللہ عبدالملک بن عبداللہ بن ابو سفیان ثقفی سے روایت کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ عبدالملک کی یادداشت بہت اچھی تھی۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور نبی کریم ﷺ کی باتیں ورقہ کو بتائیں تو انہوں نے مندرجہ ذیل اشعار کہے۔

يَا لِلرِّجَالِ وَصَرْفُ الدَّهْرِ وَالْقَدَرُ   وَمَا لِشَيْءٍ قَضَاهُ اللّٰهُ مِنْ غِيَرِ

1۔ اس سے ملتی جلتی روایت چند صفحات پہلے بھی گزری ہے۔ جس کے حاشیے میں وضاحت کی جاچکی ہے کہ یہ ضعیف اور ساقط الاعتبار ہے۔

انسانوں، حادثات زمانہ اور تقدیر کا معاملہ بھی بڑا عجیب ہے۔ جس چیز کا فیصلہ اللہ تعالیٰ نے کر دیا ہو اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

حَتّٰی خَدِیْجَةَ تَدْعُوْنِی لِأُخْبِرَهٗ وَمَا لَهَا بِخَفِیِّ الْغَیْبِ مِنْ خَبَر

یہاں تک کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا مجھ سے مطالبہ کرتی ہیں کہ میں انہیں آگاہ کروں اور انہیں غیب کے اسرار و رموز کی کچھ خبر نہیں۔

جَاءَ تْ لِتَسْأَ لَنِیْ عَنْهُ لِأُخْبِرَهَا اَمْراً اَرَاهُ سَیَأْتِی النَّاسَ مِنْ اُخَر

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا میرے پاس حضور ﷺ کے متعلق استفسار کرنے کے لئے آئیں تاکہ میں انہیں وہ بات بتاؤں جو میں اپنے علم کی وجہ سے دیکھ رہا ہوں۔ وہ یہ کہ حضور ﷺ سب سے آخری نبی بن کر لوگوں کے پاس آئیں گے۔

وَخَبَّرَ تْنِیْ بِاَمْرٍ قَدْ سَمِعْتُ بِهٖ فِیْمَا مَضٰی مِنْ قَدِیْمِ الدَّهْرِ وَالْعَصَرِ

حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے مجھے ایسی بات بتائی جو عرصہ دراز پہلے میں سن چکا ہوں۔

بِاَنَّ أَحْمَدَ یَاْتِیهِ وَیُخْبِرُهٗ جِبْرَئِیلُ أَنَّكَ مَبْعُوْثٌ إِلَی الْبَشَر

وہ یہ کہ احمد (ﷺ) کے پاس جبرئیل امین آئیں گے اور انہیں بتائیں گے کہ وہ انسانیت کی طرف رسول بنا کر مبعوث کئے گئے ہیں۔

فَقُلْتُ عَلَّ الَّذِیْ تَرْجِیْنَ یُنْجِزُهٗ لَكِ الإِ لٰهُ فَرَجِی الْخَیْرَ وَانْتَظِرِیْ

تو میں نے کہا کہ جس چیز کی تم امید کرتی ہو شاید معبود برحق اسے پورا فرمادے۔ پس خیر و عافیت کی امید کے ساتھ چشم براہ رہو۔

وَاَرْسَلَتْهُ اِلَیْنَا كَیْ نُسَائِلَهٗ عَنْ أَمْرِهٖ مَا یَرٰی فِی النَّوْمِ وَالسَّهَر

اور حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور ﷺ کو ہمارے پاس بھیجا تاکہ ہم آپ سے پوچھیں کہ عالم بیداری اور خواب میں آپ کو کیا نظر آتا ہے۔

فَقَالَ حِیْنَ أَتَانَا مَنْطِقًا عَجَبًا یَقِفُ مِنْهُ أَعَالِی الْجِلْدِ وَالشَّعْر

جب حضور ﷺ ہمارے پاس آئے تو ہمیں ایسی حیرت انگیز بات سنائی جس سے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔

اِنِّی رَأَیْتُ أَمِیْنَ اللّٰهِ وَاجَهَنِیْ فِی صُوْرَةٍ أُكْمِلَتْ مِنْ أَهْیَبِ الصُّوَر

حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں نے اللہ کے امین (یعنی جبرئیل امین) کو روبرو دیکھا جن

کی شکل وصورت بڑی بارعب اور پر جلال تھی۔

ثُمَّ اسْتَمَرَّ فَكَانَ الْخَوْفُ يَذْعَرُنِي   مِمَّا يُسَلِّمُ مَاحَوْلِيْ مِنَ الشَّجَرِ

پھر یہ صورت حال جاری رہی۔ مجھے خوف سا پریشان کر رہا تھا کیونکہ قرب وجوار کے سارے درخت مجھے سلام کرتے تھے۔

فَقُلْتُ ظَنِّيْ وَمَا اَدْرِيْ اَيُصَدِّقُنِيْ   اَنْ سَوْفَ تُبْعَثُ تَتْلُوْ مُنَزَّلَ السُّوَرِ

مجھے نہیں معلوم کہ کوئی میری تصدیق کرے گا۔ تاہم میرا خیال ہے کہ آپ ﷺ عنقریب مبعوث ہوں گے اور آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ سورتوں کی تلاوت کریں گے۔

وَسَوْفَ آتِيْكَ إِنْ أَعْلَنْتَ دَعْوَتَهُمْ   مِنَ الْجِهَادِ بِلاَ مَنٍّ وَلاَ كَدَرِ

اگر آپ ﷺ نے لوگوں کو جہاد کی طرف بلانے کا اعلان کیا تو میں بھی آپ کے پاس حاضر ہو جاؤں گا۔" یہ میرا کوئی احسان نہ ہوگا بلکہ اسے میں عین سعادت سمجھوں گا۔ بادل ناخواستہ حاضر نہ ہوں گا بلکہ پورے خلوص اور عزم مصمم کے ساتھ حاضر ہوں گا۔

طیالسی، ترمذی اور بیہقی رحمہم اللہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" بے شک مکہ مکرمہ میں ایک پتھر ہے جو بعثت کی راتوں میں مجھ کو سلام کیا کرتا تھا۔ اب بھی جب اس کے پاس سے گزرتا ہوں، اسے پہچان لیتا ہوں۔ امام مسلم رحمتہ اللہ علیہ نے ان الفاظ کے ساتھ یہ روایت ذکر کی ہے۔ "بے شک میں مکہ میں ایک پتھر کو جانتا ہوں جو بعثت سے پہلے مجھ کو سلام کیا کرتا تھا۔ اب بھی میں اسے پہچانتا ہوں۔"

دارمی، ترمذی، حاکم، طبرانی، ابو نعیم اور بیہقی رحمہم اللہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ (یاد رہے کہ ترمذی نے اس روایت کو حسن اور حاکم نے صحیح کہا ہے)

"ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکہ مکرمہ میں تھے۔ حضور ﷺ مکہ کی ایک جانب تشریف لے گئے۔ جو درخت، ڈھیلا یا پہاڑ آپ کے سامنے آتا، عرض کرتا السلام علیك یارسول اللہ۔ اور میں بھی ان بے زبان عقیدت مندوں کا یہ نذرانہ سلام سنتا تھا۔"

بیہقی رحمتہ اللہ علیہ نے اسی روایت کو ایک دوسری سند کے ساتھ بایں الفاظ نقل کیا ہے۔

"میں حضور ﷺ کے ساتھ وادی میں داخل ہوا تو دیکھا کہ آپ جس پتھر یا درخت کے پاس سے گزرتے وہ عرض کرتا السلام علیك یارسول اللہ۔ میں بھی اسے سنتا تھا۔"

بزار اور ابو نعیم رحمہم اللہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ

اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "جب اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی نازل فرمائی تو پھر میں جس پتھر یا درخت کے پاس سے گزرتا۔ وہ کہتا۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللّٰہ۔

ابن سعد اور ابو نعیم رحمہما اللہ، برہ بنت ابی تجراہ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب رسول اللہ ﷺ کو عظمت و کرامت عطا فرمانا چاہی اور آپ کی نبوت کی ابتداء کا ارادہ فرمایا تو اس زمانے میں آپ ﷺ جب رفع حاجت کے لئے نکلتے تو بہت دور تشریف لے جاتے تھے۔ یہاں تک کہ آبادی کا کوئی گھر دکھائی نہ دیتا۔ آپ گھاٹیوں اور وادیوں میں تشریف لے جاتے۔ جس درخت یا پتھر کے پاس سے گزرتے وہ آپ کو ان الفاظ کے ساتھ سلام کرتا۔ السلام علیك یا رسول اللہ۔ آپ ﷺ دائیں، بائیں اور اپنے پیچھے دیکھتے مگر کوئی نظر نہ آتا۔

ابو نعیم رحمتہ اللہ علیہ نے یہی روایت ایک دوسری سند سے نقل کی ہے۔ البتہ اس کے آخر میں اتنا اضافہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے سلام کا جواب اس طرح دیتے تھے۔ "وَعَلَيْكَ السَّلَامُ" سلام کے یہ الفاظ آپ ﷺ کو حضرت جبریل امین علیہ السلام نے سکھائے تھے۔

ابن سعد اور بیہقی رحمہما اللہ بہ سند ابراہیم بن محمد بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں بصریٰ کے میلہ میں آیا۔ وہاں ایک راہب اپنے صومعہ میں کھڑا کہہ رہا تھا۔ اس دفعہ یہاں آنے والوں سے پوچھو۔ کیا ان میں کوئی حرم پاک کا باشندہ ہے۔ طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ میں نے کہا۔ "ہاں۔ میں ہوں" راہب نے پوچھا۔ "کیا اب تک احمد کا ظہور ہو چکا ہے؟" میں نے کہا۔ "کون احمد؟" اس نے کہا۔ "احمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب۔ اسی ماہ ان کا ظہور ہوگا۔ وہ آخری نبی ہیں۔ ان کی جائے پیدائش حرم ہے اور ہجرت گاہ نخلستانوں اور پتھروں والی شور زدہ سر زمین ہے۔ اس کے پاس حاضر ہونے میں تم سے کوئی سبقت نہ لے جائے۔" طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ اس کی بات میرے دل میں پیوست ہو گئی۔ میں تیزی سے نکلا اور مکہ مکرمہ جا پہنچا۔ لوگوں سے پوچھا۔ کیا کوئی بات ہوئی ہے؟ مجھے بتایا گیا کہ ہاں محمد بن عبد اللہ الامین نے اپنی نبوت کا اعلان کر دیا ہے۔ اور ابو قحافہ کے بیٹے نے اس کی بات مان کر اتباع کر لی ہے۔ میں چل کر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور راہب کی بات انہیں بتائی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً حضور ﷺ کی بارگاہ ناز میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ کو راہب کی بات بتا دی جسے سن کر حضور ﷺ خوش ہوئے۔ یہ دیکھ کر طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی مسلمان ہو گئے۔ نوفل بن عدویہ نے حضرت ابو بکر اور حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو پکڑ کر دونوں کو ایک رسی سے باندھ دیا۔ یہی وجہ ہے کہ یہ دونوں

حضرات "قرینین" (دو ساتھی) کے نام سے مشہور ہیں۔

ابو نعیم رحمتہ اللہ علیہ بہ سند عکرمہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ "میں ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ یمن کی طرف روانہ ہوا۔ ابوسفیان بن حرب بھی ہمارا ہم سفر تھا۔ وہاں حنظلہ بن ابی سفیان کی طرف ایک خط آیا جس میں لکھا تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وادیٔ مکہ میں کھڑے ہو کر یہ اعلان کیا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور تمہیں اللہ تعالیٰ کی جانب بلاتا ہوں۔ یہ خبر یمن میں ہر طرف پھیل گئی۔ ہمارے پاس ایک یہودی عالم آیا اور کہا۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ آپ کے قافلے میں اس شخص کا چچا موجود ہے جس نے رسول ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ "ہاں۔ میں ان کا چچا ہوں۔" یہودی عالم نے کہا "مجھے بتاؤ۔ کیا آپ کے بھتیجے میں عام نوجوانوں کی سی بے راہروی اور احمقانہ روش پائی جاتی ہے" حضرت عباس نے فرمایا۔ "نہیں۔ عبدالمطلب کے معبود کی قسم! انہوں نے نہ کبھی جھوٹ بولا اور نہ کبھی خیانت کی ہے اور اسی صداقت وامانت کی وجہ سے قریش انہیں "امین" کہتے ہیں۔" یہودی عالم نے مزید پوچھا۔ کیا کبھی انہوں نے اپنے ہاتھ سے لکھا بھی ہے؟ حضرت عباس فرماتے ہیں کہ میں نے خیال کیا کہ اگر میں کہوں کہ آپ لکھا کرتے ہیں تو یہ جواب آپ کے حق میں بہتر ہوگا۔ میں نے ارادہ بھی کر لیا تھا کہ یہودی عالم کو "ہاں" کہہ دوں مگر مجھے اندیشہ ہوا کہ ابوسفیان جھٹلا دیں گے۔ لہٰذا میں نے کہا۔ آپ نہیں لکھا کرتے ہیں۔" میرے اس جواب کا سننا تھا کہ یہودی عالم اچھلا اور اپنی چادر وہیں چھوڑ کر یہ کہتا ہوا چلتا بنا۔ "یہودی ذبح ہو گئے۔ یہودی مارے گئے۔" حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم اپنی قیام گاہ کی طرف واپس آئے تو ابوسفیان نے کہا۔ "اے ابوالفضل! یہودی آپ کے بھتیجے سے خوفزدہ ہیں۔" میں نے کہا۔ صورت حال تو آپ دیکھ چکے ہیں۔ اب کیا خیال ہے۔ ان پر ایمان لے آؤ گے؟ اگر ان کی دعوت سچی ہے تو تم حق کی جانب سبقت لے جاؤ گے اور اگر خدانخواستہ ان کی دعوت باطل ہے تو پھر بھی تم اکیلے نہ ہو گے بلکہ تمہارے علاوہ بہت سے تمہارے ہم مشرب بھی تمہارے ساتھ ہوں گے۔" ابوسفیان نے کہا۔ "میں اس وقت تک ان پر ایمان نہیں لاؤں گا جب تک میں کداء سے گھوڑوں کو نمودار ہوتا نہ دیکھ لوں۔" میں نے کہا۔ یہ تم کیسی (بے ربط) بات کر رہے ہو؟ اس نے کہا۔ "بس یونہی یہ بات میری زبان پر آگئی حالانکہ یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کبھی گھوڑوں کو کداء سے نمودار نہیں ہونے دے گا۔" حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ کو فتح کیا اور ہم نے

کداء سے گھوڑے آتے دیکھے تو میں نے ابوسفیان سے کہا۔ "کیا تمہیں وہ بات یاد ہے۔" اس نے کہا۔ "ہاں۔ اللہ کی قسم۔ مجھے بخوبی یاد ہے۔"

ابو نعیم رحمتہ اللہ علیہ بہ سند محمد بن ہشام بن مسلم مخزومی، حضرت معاویہ بن ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں اور امیہ بن ابی صلت تجارت کی غرض سے شام گئے۔ اس نے مجھ سے کہا۔ کیا آپ عیسائیوں کے چوٹی کے عالم کے پاس آنا چاہتے ہیں؟ ہم جاکر اس سے کچھ سوالات کریں گے۔ میں نے کہا۔ مجھے اس سے کوئی حاجت نہیں۔ لہٰذا امیہ چلے گئے۔ جب واپس آئے تو بتایا کہ میں نے اس عالم کے پاس جاکر کئی چیزوں کے بارے میں پوچھا-- پھر میں نے اس سے کہا۔ مجھے نبی منتظر کے بارے میں کچھ بتائیں؟ تو اس نے کہا۔ ان کا تعلق عرب سے ہو گا۔ میں نے پوچھا۔ عرب کے کس قبیلے سے؟ اس نے کہا۔ وہ بیت اللہ جس کا لوگ حج کرتے ہیں اس کے آس پاس رہنے والے تمہارے بھائی قریشیوں میں سے ہوں گے۔ میں نے مزید استفسار کیا کہ مجھے ان کے کچھ اوصاف بتائیں؟ اس نے بتایا کہ وہ نوجوان جو نہی ادھیڑ عمر کو پہنچیں گے، ان کی نبوت کا آغاز ہو جائے گا، مظالم و محارم سے دور رہیں گے، صلہ رحمی کریں گے اور دوسروں کو بھی صلہ رحمی کا حکم دیں گے۔ انتہائی نرم خو، نجیب الطرفین اور اپنی قوم میں بڑی قدر و منزلت والے ہوں گے۔ ان کے لشکر کی اکثریت ملائکہ پر مشتمل ہو گی۔ میں نے کہا۔ ان کی آمد کی کیا علامت ہو گی؟ اس عالم نے کہا۔ "حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد سے اب تک شام میں تیس بار زلزلہ آچکا ہے جو ہر دفعہ بہت بڑی مصیبت کا سبب بنا ہے۔ اب وسیع پیمانے پر ایک زلزلہ آنے والا ہے جس کی وجہ سے لوگ انتہائی مصائب و مشکلات سے دوچار ہوں گے۔ ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ یہ سن کر میں نے کہا۔ یہ سب جھوٹ ہے۔ امیہ نے کہا میں اس بات کی قسم کھاتا ہوں کہ بات اسی طرح ہے۔

جب ہمارا قافلہ وہاں سے نکل آیا تو ہمیں اپنے پیچھے ایک شہسوار کی آواز سنائی دی جو کہہ رہا تھا۔ "تمہارے جانے کے بعد شام میں ایک تباہ کن زلزلہ آیا جس کی وجہ سے وہاں کے لوگ سخت مصیبتوں میں گھر گئے۔ ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ امیہ میری طرف متوجہ ہوئے اور کہا۔ اب بتاؤ۔ عیسائی عالم کی بات کیسی تھی۔ میں نے کہا۔ اس نے بالکل سچ کہا تھا۔ میں مکہ آیا۔ وہاں لین دین کرنے کے بعد تجارت کی غرض سے ملک یمن چلا گیا۔ جہاں پانچ ماہ گزار کر واپس مکہ آگیا۔ میری واپسی پر لوگ مجھے ملنے اور اپنے سامان کے بارے میں پوچھنے کے لئے میرے پاس آنے لگے۔ حضرت محمد ﷺ بھی تشریف لائے۔ سلام کیا، مرحبا کہا، میرے سفر اور قیام کے

متعلق پوچھا۔ مگر اپنے سامان کے متعلق کوئی بات نہ کی اور واپس تشریف لے گئے۔ میں نے ہند سے کہا۔ قریش کا جو آدمی بھی میرے پاس آیا ہر ایک نے اپنے سامان کی بابت پوچھا مگر حیرت ہے انہوں نے اپنے سامان کے متعلق ذرا بھی نہ پوچھا۔ ہند بولی۔ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ ان کا خیال ہے کہ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ ہند کی یہ بات سن کر میں ششدر رہ گیا اور مجھے عیسائی عالم کی بات یاد آ گئی۔ میں نے کہا۔ وہ یہ بات کہنے میں حق بجانب ہیں۔ ہند نے کہا۔ ہاں ہاں۔ وہ یہی کہتے ہیں۔

طبرانی اور ابو نعیم رحمہما اللہ بہ سند عروہ بن زبیر، حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ہم غزہ یا ایلیاء میں قیام پذیر تھے۔ امیہ بن ابی صلت نے مجھ سے کہا۔ ابو سفیان! عتبہ بن ربیعہ کے بارے میں کچھ بتاؤ۔ میں نے کہا۔ آپ بتائیں۔ انہوں نے کہا۔ عتبہ بن ربیعہ نجیب الطرفین ہیں اور مظالم و محارم سے ہمیشہ اجتناب کرتے ہیں۔ میں نے ان کی بات بڑھاتے ہوئے کہا۔ ہاں وہ عمر رسیدہ بزرگ بھی ہیں۔ جب میں نے عتبہ کی عمر رسیدگی کا ذکر کیا تو امیہ نے کہا۔ عمر نے ان میں عیب پیدا کر دیا ہے۔ میں نے کہا۔ تم غلط کہہ رہے ہو۔ بلکہ ان کی عمر بڑھنے کے ساتھ ساتھ ان کی عزت و تکریم میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔ امیہ بولے۔ جلدی بازی سے کام نہ لو۔ میں تمہیں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ ہماری کتابوں میں ایک نبی کا تذکرہ ملتا ہے جو ہماری اسی سرزمین میں مبعوث ہو گا۔ میرا خیال تھا کہ وہ نبی میں ہوں۔ مگر علماء کے ساتھ بات چیت کے بعد مجھے پتہ چلا کہ وہ نبی بنو عبد مناف سے ہو گا۔ جب میں نے بنو عبد مناف میں ایسے شخص کی جستجو کی تو مجھے عتبہ بن ربیعہ کے علاوہ کسی میں اس کی اہلیت نظر نہ آئی۔ مگر اب جبکہ آپ نے ان کی عمر رسیدگی کا تذکرہ کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ عتبہ بھی وہ نبی منتظر نہیں ہو سکتے کیونکہ وہ چالیس سال سے تجاوز کر گئے ہیں اور ابھی تک ان کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نہیں آئی۔ ابو سفیان بیان کرتے ہیں کہ جب میں مکہ مکرمہ واپس آیا تو اس وقت رسول اللہ ﷺ کی طرف وحی کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ پھر میں ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ نکلا۔ امیہ کے پاس سے گزرا تو میں نے اسے ازراہ مذاق کہا۔ وہ نبی ظاہر ہو گئے ہیں جن کے اوصاف آپ نے بیان کئے تھے۔ انہوں نے کہا۔ ان کی نبوت برحق ہے۔ آپ بھی ان کی پیروی کر لیں۔ یوں سمجھئے کہ میں بھی گویا آپ کے ساتھ ہوں۔ اے ابو سفیان! اگر آپ نے ان کی مخالفت کی تو میمنے کی طرح باندھ کر تمہیں ان کے سامنے پیش کیا جائے گا۔ پھر وہ تمہارے بارے میں جو چاہیں گے فیصلہ فرمائیں گے۔

حارث بن ابی اسامہ اپنی مسند میں عکرمہ بن خالد سے روایت کرتے ہیں کہ قریش کے چند

آدمی بعثت بنوی کے زمانے میں بحری سفر پر روانہ ہوئے۔ تیز ہوا نے انہیں ایک جزیرے پر دھکیل دیا۔ وہاں انہوں نے ایک شخص دیکھا۔ جس نے ان سے پوچھا۔ تم کون ہو؟ انہوں نے بتایا کہ ہم قریش ہیں۔ اس نے کہا۔ قریش کون ہیں؟ وہ بولے۔ قریش اہل حرم ہیں۔ جب وہ شخص ان کی بات سمجھ گیا تو بولا۔ ہم اہل حرم ہیں۔ نہ کہ تم۔ وہ درحقیقت بنو جرہم کا ایک فرد تھا۔ اس نے مزید استفسار کیا۔ کیا تمہیں معلوم ہے کہ اجیاد کا نام کیسے پڑ گیا تھا؟ دراصل ہمارے جیاد (بہترین نسل کے تیز رفتار) گھوڑے تھے جو اس جگہ آکر پلٹ جاتے تھے۔ پھر قریش کے آدمیوں نے اسے بتایا کہ ہمارے ہاں ایک شخص ظاہر ہوا ہے جو اپنے آپ کو نبی سمجھتا ہے۔ پھر انہوں نے حضور علیہ کا تفصیلی تذکرہ اس کے سامنے کیا۔ ان کی باتیں سن کر وہ بولا۔ تم اس نبی کی اتباع کرلو۔ اگر میں موجودہ خستہ حالی سے دوچار نہ ہوتا تو میں بھی تمہارے ساتھ اس نبی کے پاس پہنچ جاتا۔

ابن عساکر رحمتہ اللہ علیہ عبدالرحمٰن بن حمید سے وہ اپنے والد حمید بن عبدالرحمٰن سے اور وہ اپنے والد عبدالرحمٰن بن عوف سے روایت کرتے ہیں کہ بعثت نبوی سے ایک سال پہلے کی بات ہے کہ میں یمن گیا اور عسکلان بن عواکن حمیری کے پاس ٹھہرا۔ وہ ایک عمر رسیدہ شخص تھا۔ میں جب کبھی یمن آتا تو اس کے پاس ٹھہرا کرتا تھا۔ وہ مجھ سے مکہ، کعبہ اور زمزم کے متعلق پوچھا کرتا۔ وہ دریافت کیا کرتا کیا تمہارے ہاں کوئی غیر معمولی اہمیت کا حامل شخص پیدا ہوا ہے؟ کیا کسی نے تمہارے دین کی مخالفت کی ہے؟ میں ہر دفعہ یہی کہتا کہ نہیں۔ ایسی کوئی بات رونما نہیں ہوئی۔ مگر اس بار جب میں اس کے پاس پہنچا تو وہ بہت کمزور ہو چکا تھا۔ اس کی سماعت بھی بہت کم ہو گئی تھی۔ اس کے آس پاس اس کے بیٹے پوتے جمع ہو گئے۔ انہوں نے اسے بتایا کہ عبدالرحمٰن بن عوف آئے بیٹھے ہیں۔ اس کی آنکھوں پر پٹی باندھی گئی اور ٹیک لگا کر بٹھا دیا گیا۔ پھر اس نے مجھ سے کہا۔ ذرا اپنا نسب بیان کرو۔ میں نے کہا میرا نسب نامہ اس طرح ہے عبدالرحمٰن بن عوف بن عبد عوف ابن عبدالحارث بن زہرہ۔ اس نے کہا۔ ”بس۔ اے بنو زہرہ کے چشم و چراغ! کیا میں تمہیں ایک بشارت نہ سناؤں جو تمہارے لئے تجارت سے زیادہ سود مند ہے۔ میں نے کہا کیوں نہیں۔ تو اس نے کہا۔ میں تمہیں بڑی تعجب خیز اور محبت افروز بات سناتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے تمہاری قوم میں پہلے مہینہ کے اندر ایک نبی کو مبعوث فرمایا ہے۔ اسے اپنا برگزیدہ بنا کر اس پر کتاب نازل کی ہے اور اس کی خاطر بہت بڑا اجر و ثواب تیار کر رکھا ہے۔ وہ بتوں کی پرستش سے روکے گا۔ اسلام کی طرف بلائے گا۔ حق بات کا حکم دے گا اور خود بھی اس پر عمل پیرا ہوگا۔ باطل سے روکے گا اور اس کا بطلان واضح کرے گا۔ میں نے پوچھا۔ وہ کون سے قبیلے سے ہوگا اس نے بتایا

کہ وہ قبیلہ ازد، سرو، یاان کی کسی شاخ سے نہ ہوگا بلکہ اس کا تعلق بنو ہاشم سے ہوگا اور تم اس کے ننھیال ہو۔ اے عبدالرحمٰن۔ یہاں اپنا قیام مختصر کر کے جلدی واپس جاؤ۔ اور وہاں جاکر اس نبی کی حمایت و تصدیق کرو اور میرے یہ اشعار ان تک پہنچادو۔

أَشْهَدُ بِاللّٰهِ ذِی الْمَعَالِیْ وَفَالِقِ اللَّیْلِ وَالصَّبَاحِ

میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتا ہوں جو عظمتوں کا مالک اور شب و روز کو نمودار فرمانے والا ہے۔

أَنَّكَ فِی السَّرْوَ مِنْ قُرَیْشٍ یَا ابْنَ الْمُفَدّٰی مِنَ الذَّبَاحِ

کہ آپ کا تعلق فضل و کمال کے اعتبار سے قبیلہ قریش سے ہے۔ اے اس عظیم المرتبہ انسان کے فرزند دلبند! جن کی خاطر (اونٹوں کو ذبح کر کے) فدیہ دیا گیا۔

أُرْسِلْتَ تَدْعُوْ إِلٰی یَقِیْنٍ تُرْشِدُ لِلْحَقِّ وَالْفَلَاحِ

آپ کو اس لئے مبعوث کیا گیا کہ آپ یقین کی منزل کی جانب بلائیں اور حق بات اور کامیابی کی طرف رہنمائی فرمائیں۔

أَشْهَدُ بِاللّٰهِ رَبِّ مُوْسٰی أَنَّكَ أُرْسِلْتَ بِالْبَطَاحِ

میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پروردگار اللہ کریم کی قسم کھاتا ہوں کہ آپ کو وادیٔ بطحاء میں رسول بناکر بھیجا گیا ہے۔

فَکُنْ شَفِیْعِیَ إِلٰی مَلِیْكٍ یَدْعُوا الْبَرَایَا إِلَی الْفَلَاحِ

پس آپ اس بادشاہ حقیقی کے حضور میری شفاعت فرمادیں جو ساری مخلوق کو دو جہاں کی کامیابی کی طرف بلاتا ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف فرماتے ہیں۔ میں نے یہ اشعار یاد کر لئے۔ اپنے ضروری کاموں سے جلدی جلدی فارغ ہوا اور واپس مکہ لوٹ آیا۔ یہاں آکر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی اور انہیں ساری صورت حال بتائی۔ انہوں نے فرمایا واقعی محمد بن عبداللہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کی طرف رسول بناکر مبعوث فرمادیا ہے۔ لہٰذا تم ان کی بارگاہ میں حاضری دو۔ میں فوراً حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ اس وقت آپ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں تشریف فرما تھے۔ آپ نے مجھے دیکھا تو مسکرادیئے۔ اور فرمایا۔ "میں پر رونق چہرہ دیکھ رہا ہوں۔ مجھے اس سے خیر و عافیت کی توقع ہے۔ بتایئے کیا خبر ہے؟" میں نے عرض کی۔ کیسی خبر اے محمد! (ﷺ)۔ آپ ﷺ نے فرمایا "تم میرے لئے کوئی امانت لے کر آئے ہو یا پھر کسی نے تمہیں میرے نام کوئی پیغام دے کر بھیجا ہے۔ اب بتادو۔" میں نے حضور ﷺ کو سارا حال بتایا

اور مشرف بہ اسلام ہوگیا۔ حضور ﷺ نے جب عسکلان بن عواکن حمیری کے اشعار سماعت فرمائے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "حمیری خالص مومنوں میں سے ہے۔ پھر فرمایا۔ "کتنے ایسے خوش نصیب لوگ ہیں جو میری رسالت پر ایمان رکھتے ہیں حالانکہ انہوں نے مجھے دیکھا نہیں۔ میری تصدیق کرتے ہیں حالانکہ میرے پاس آئے نہیں۔ یہی میرے سچے بھائی ہیں۔"

باب

بعثت نبوی کے وقت کاہنوں کی باتیں اور پردۂ غیب سے سنی جانے والی آوازیں

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میرے پاس سے ایک خوبرو شخص گزرا۔ میں نے پوچھا تم کون ہو۔ اس نے کہا کہ میں زمانہء جاہلیت میں عربوں کا کاہن تھا۔ میں نے کہا۔ آپ کا جن جو خبریں آپ کے پاس لایا کرتا تھا ان میں سب سے زیادہ حیران کن بات کونسی ہے؟ اس نے بتایا کہ ایک دن میں بازار میں بیٹھا ہوا تھا کہ میرا جن میرے پاس آیا اور اس نے کہا۔

أَلَمْ تَرَ الْجِنَّ وَإِبْلَاسَهَا وَيَأْسَهَا مِنْ بَعْدِ إِنْكَاسِهَا
وَلُحُوقَهَا بِالْقِلَاصِ وَأَحْلَاسِهَا

کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جن سخت غمگین اور حیرت زدہ ہیں۔ فرط غم سے اوندے پڑے ہیں اور انتہائی مایوس ہیں۔ اور وہ اونٹنیوں کے پالانوں کے پاس جا پہنچے ہیں۔
(یعنی بعثت نبوی کی وجہ سے انتہائی مایوس ہیں اور پریشانی کے عالم میں رخت سفر باندھ رہے ہیں)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ یہ سچ ہے۔ ایک دفعہ میں ایک معبود کے پاس سو رہا تھا کہ ایک شخص وہاں بچھڑا لایا۔ اسے ذبح کیا تو اس کے اندر سے زور سے کوئی چیخنے لگا اے جلیح! یہ بات بالکل درست ہے کہ ایک خیر خواہ شخص کہتا ہے لا الہ الا اللہ (اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں) یہ آواز سن کر لوگ بھاگ کھڑے ہوئے۔ میں نے کہا۔ میں تو یہیں رہوں گا تاکہ دیکھوں اس کے بعد کیا ہوتا ہے۔ پھر دوبارہ اور سہ بارہ بھی اسی طرح کی آواز سنائی دی۔ پھر کچھ عرصہ بعد حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت ہوگئی۔

ابن سعد اور بیہقی رحمہم اللہ مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ قبیلہ بنو غفار کے لوگ اپنے بت کے پاس ایک بچھڑا ذبح کرنے کے لئے لائے۔ بچھڑا ابھی کھڑا تھا کہ اس نے چیخ کر کہا۔ "یالذریح! یہ بات بالکل درست ہے۔ کوئی فصیح زبان میں زور زور سے کہہ رہا ہے۔ مکہ میں یہ دعوت دے رہا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔" بچھڑے کی یہ آواز سن کر لوگوں نے اسے ذبح کرنے کا ارادہ ترک کر دیا اور وہ حقیقت حال کا سراغ لگانے کے لئے مکہ مکرمہ آگئے۔ وہاں انہیں معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ مبعوث ہو گئے ہیں۔

احمد اور بیہقی رحمہم اللہ مجاہد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ ہمارے ایک بزرگ، جنہوں نے زمانہ جاہلیت پایا تھا، نے ہمیں بتایا کہ میں اپنی گائے کو ہانک رہا تھا۔ میں نے سنا کہ اس کے پیٹ سے آواز آئی۔ یَا لَذِرِیح! یہ بات واضح ہے کہ ایک شخص پکار پکار کر کہہ رہا ہے لا الٰہ الا اللہ۔ پھر ہم مکہ مکرمہ آئے تو معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ مبعوث ہو چکے ہیں۔

بیہقی رحمتہ اللہ علیہ حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا اپنے قبول اسلام کے بارے میں بتائیے۔ انہوں نے کہا۔ ایک جن میرا تابع تھا۔ ایک رات میں سو رہا تھا۔ وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا۔ اٹھو میری بات سمجھو۔ جان لو کہ لؤی بن غالب میں ایک رسول مبعوث ہوا ہے پھر وہ یہ اشعار پڑھنے لگا۔

عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَأَنْجَاسِهَا وَشَدِّهَا الْعِيسَ بِأَحْلَاسِهَا

مجھے حیرت ہوتی ہے کہ جن اور ان میں سے بھی ناپاک قسم کے جن اونٹنیوں پر پالان رکھ رہے ہیں۔

تَهْوِىْ إِلَى مَكَّةَ تَبْغِى الْهُدَىٰ مَامُؤْمِنُوْهَا مِثْلُ أَرْجَاسِهَا

وہ ہدایت کے طلبگار ہیں اور مکہ مکرمہ جانا چاہتے ہیں۔ مومن جن اور ناپاک جن یکساں نہیں ہیں۔

فَانْهَضْ إِلَى الصَّفْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ وَاسْمُ بِعَيْنَيْكَ إِلَى رَأْسِهَا

اٹھو اور بنو ہاشم کی برگزیدہ ہستی کے پاس حاضر ہو جاؤ اور ان کے سردار کو ٹکٹکی باندھ کر دیکھ لو۔

پھر اس نے مجھے جگا دیا۔ میں گھبرایا ہوا تھا۔ اس نے کہا۔ اے سواد بن قارب! اللہ تعالیٰ نے ایک نبی مبعوث فرمایا ہے۔ اس کے پاس چلئے تمہیں ہدایت نصیب ہو جائے گی۔ دوسری رات بھی

وہ میرے پاس آیا اور مجھے جگا کر یہ اشعار سنانے لگا۔

عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَتِطْلَابِهَا وَشَدِّهَا الْعِيْسَ وَأَقْتَابِهَا

مجھے از حد تعجب ہے کہ جنوں میں (مکہ مکرمہ جانے کا) شوق فراواں پایا جاتا ہے، وہ اپنی اونٹنیوں اور کجاووں کو تیار کر رہے ہیں۔

تَهْوِي إِلَى مَكَّةَ تَبْغِي الْهُدَىٰ مَاصَادِقُو الْجِنِّ كَكُذَّابِهَا

وہ ہدایت کے طلبگار ہیں اور مکہ مکرمہ جانے کے آرزو مند ہیں۔ سچے جن جھوٹے جنوں کی مانند نہیں ہیں۔

فَارْحَلْ إِلَى الصَّفْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ لَيْسَ قُدَّامُهَا كَأَذْنَابِهَا

بنو ہاشم کی برگزیدہ ہستی کی طرف کوچ کرو۔ پہلے زمانے کے جن بعد والوں کی طرح نہیں ہیں۔

حضرت سواد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ تیسری رات پھر وہ میرے پاس آیا اور مجھے جگا کر یہ اشعار سنانے لگا۔

عَجِبْتُ لِلْجِنِّ وَتَجْسَارِهَا وَشَدِّهَا الْعِيْسَ بِأَكْوَارِهَا

مجھے حیرت ہے کہ جن (مکہ مکرمہ کی جانب) پیش قدمی کر رہے ہیں اور اپنی اونٹنیوں پر کجاوے کس رہے ہیں۔

تَهْوِي إِلَى مَكَّةَ تَبْغِي الْهُدَىٰ لَيْسَ ذَوُو الشَّرِّ كَأَخْيَارِهَا

وہ مکہ مکرمہ کی جانب عازم سفر ہیں اور رشد و ہدایت چاہتے ہیں۔ بدکار جن نیکوکار جنوں کی طرح نہیں ہیں۔

فَانْهَضْ إِلَى الصَّفْوَةِ مِنْ هَاشِمٍ مَامُؤْمِنُوا الْجِنِّ كَكُفَّارِهَا

پس اٹھو اور بنو ہاشم کی برگزیدہ ہستی کے پاس حاضر ہو جاؤ۔ مومن جن کافر جنوں کی مانند نہیں ہے۔

حضرت سواد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے ہر رات جن کی یہ باتیں سنیں تو میرے دل میں اسلام کی محبت جاگزیں ہو گئی اور میں بارگاہ نبوت کی حاضری کے لئے روانہ ہو گیا۔ جب حضور ﷺ نے مجھے دیکھا تو فرمایا۔ مَرْحَبًا بِكَ يَا سَوَادُ بْنُ قَارِبٍ! قَدْ عَلِمْنَا مَاجَاءَ بِكَ۔ اے سواد! خوش آمدید۔ جو تجھے لے آیا ہے ہم اسے بھی جانتے ہیں۔ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! میں نے چند شعر عرض کئے ہیں۔ آپ بھی سماعت فرمائیں۔ پھر میں نے یہ اشعار سنائے۔

أَتَانِي رَئِيِّي بَعْدَ لَيْلٍ وَهَجْعَةٍ وَلَمْ يَكُ فِيمَا قَدْ بَلَوْتُ بِكَاذِبِ

رات کے ابتدائی حصے میں جب میں کچھ نیند کر چکا تو میرا جن ساتھی میرے پاس آگیا۔ میں نے جہاں تک اسے آزمایا ہے وہ جھوٹا نہیں ہے۔

ثَلَاثَ لَيَالٍ قَوْلُهُ كُلَّ لَيْلَةٍ أَتَاكَ رَسُوْلٌ مِنْ لُؤَيِّ بْنِ غَالِبِ

وہ میرے پاس مسلسل تین راتوں تک آکر یہی کہتا رہا کہ تمہارے پاس لوئی بن غالب سے رسول تشریف لا چکے ہیں۔

فَشَمَّرْتُ عَنْ سَاقِي الْأَزَارَ وَوَسَطَتْ بِيَ الذِّعْلَبُ الْوَجْنَاءُ عِنْدَ السَّبَاسِبِ

تو میں آپ کے پاس حاضر ہونے کے لئے کمربستہ ہو گیا اور تیز رفتار سخت جان اونٹنی نے لق ودق صحراؤں کو عبور کر کے مجھے یہاں پہنچا دیا۔

فَأَشْهَدُ أَنَّ اللّٰهَ لَا رَبَّ غَيْرُهُ وَأَنَّكَ مَأْمُوْنٌ عَلٰى كُلِّ غَائِبِ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے بغیر کوئی رب نہیں ہے اور آپ کو ہر قسم کے غیبوں کا امین بنایا گیا ہے۔

وَأَنَّكَ أَدْنَى الْمُرْسَلِيْنَ شَفَاعَةً إِلَى اللّٰهِ يَا ابْنَ الْأَكْرَمِيْنَ الْأَطَائِبِ

اے بزرگوں اور پاکبازوں کے فرزند جلیل! تمام رسولوں سے آپ کی شفاعت اللہ کی جناب میں زیادہ قریب ہے۔

فَمُرْنَا بِمَا يَأْتِيكَ يَا خَيْرَ مَنْ مَشٰى وَإِنْ كَانَ فِيمَا جَاءَ شَيْبُ الذَّوَائِبِ

اے ساری مخلوق سے خوب تر ذات! جو وحی آپ کے پاس آتی ہے آپ ہمیں اس کا حکم دیجئے۔ ہم حضور کے ہر ارشاد کی تعمیل کریں گے خواہ تعمیل حکم میں ہمارے بال ہی سفید ہو جائیں۔

وَكُنْ لِيْ شَفِيْعًا يَوْمَ لَا ذُوْ شَفَاعَةٍ سِوَاكَ بِمُغْنٍ عَنْ سَوَادِ بْنِ قَارِبِ

اور اس روز میرے لئے شفاعت فرمانا جبکہ حضور کے بغیر کسی کی شفاعت کوئی فائدہ نہ پہنچائے گی۔

مندرجہ بالا حدیث پاک متعدد اسناد سے مروی ہے مثلاً ابن شاہین رحمتہ اللہ علیہ "الصحابة" میں بہ سند فضل بن عیسیٰ قریشی، علاء بن زیدل سے اور وہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے --- پھر تفصیلاً یہی قصہ ذکر کیا۔

حسن بن سفیان رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں بہ سند حسین بن عمارہ حضرت عبداللہ بن عبدالرحمٰن سے نقل کیا کہ حضرت سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے -- پھر یہی حدیث بالتفصیل بیان کی۔

بخاری رحمتہ اللہ علیہ اپنی تاریخ میں نیز بغوی اور طبرانی رحمہم اللہ بہ سند عباد بن عبدالصمد روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن جبیر سے سناوہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت سواد بن قارب نے بتایا کہ میں سو رہا تھا -- پھر مفصل طور پر یہی روایت ذکر کی ہے۔

حسن بن سفیان، ابو یعلی، حاکم، بیہقی اور طبرانی رحمہم اللہ بہ سند عثمان بن عبدالرحمٰن و قاصی حضرت محمد بن کعب قرظی سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس حاضر ہوئے -- پھر تفصیلاً یہی حدیث ذکر کی ہے۔

ابن ابی خیثمہ، رویانی (اپنی مسند میں) اور خرائطی رحمہم اللہ بہ سند ابو جعفر باقر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سواد بن قارب رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے -- پھر یہی روایت ذکر کی ہے۔

بیہقی رحمتہ اللہ علیہ ہشام بن محمد کلبی سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے بنو طی کے چند بزرگوں نے بتایا کہ مازن طائی سرزمین عمان میں رہتا تھا اور اپنے خاندان کے بتوں کی خدمت بجالاتا تھا۔ اس کا ایک بت تھا۔ جس کا نام ناجز تھا۔ مازن کہتے ہیں کہ میں نے ایک دن بکری ذبح کی تو مجھے بت سے یہ آواز سنائی دی۔ اے مازن! میرے پاس آجا۔ میرے پاس آجا۔ تم ایسی بات سنو گے جس کا جاننا ضروری ہے۔ نبی مرسل اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ سچا کلام لائے ہیں۔ تم ان پر ایمان لے آؤ تاکہ شعلے اگلتی آگ کی تپش سے بچ جاؤ جس کا ایندھن بڑے بڑے پتھر ہیں۔ مازن کہتے ہیں کہ میں نے سوچا کہ بڑی تعجب خیز بات ہے۔ چند دنوں بعد میں نے ایک دوسری بکری ذبح کی تو پھر مجھے پہلی سے زیادہ واضح آواز سنائی دی کہ اے مازن! سنو، خوش ہو جاؤ گے۔ بھلائی آگئی اور برائی ناپید ہو گئی۔ مضر قبیلے کا نبی اللہ جل وعلا کا دین لے کر مبعوث ہو گیا ہے۔ پتھر کے اس تراشیدہ بت کو چھوڑ دو، دوزخ کی گرمی سے سلامت رہو گے۔ میں نے کہا اللہ کی قسم! یہ بڑی عجیب بات ہے۔ لگتا ہے قدرت کو میری بھلائی مقصود ہے۔ کچھ عرصہ بعد حجاز سے ایک آدمی آیا۔ ہم نے اس سے وہاں کے حالات دریافت کئے تو اس نے بتایا کہ تہامہ میں ایک شخص کہتا ہے کہ اللہ کے داعی کی دعوت پر لبیک کہو۔ اس کا نام احمد ہے۔ میں نے کہا۔ یہ وہی خبر ہے جو میں سن چکا ہوں۔ یہ خبر سنتے ہی میں روانہ ہو گیا اور رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں آپہنچا۔ حضور ﷺ نے میرے

سامنے اسلام کے بارے میں کچھ وضاحت فرمائی اور میں مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ میں نے عرض کی۔ حضور! میں گانے بجانے، شراب پینے اور بدکار عورتوں کا رسیا ہوں۔ علاوہ ازیں ہم سالہا سال سے خشک سالی کا شکار ہیں۔ قحط سالی نے ہمارے مال تباہ کر دیئے ہیں اور ہمارے چھوٹے بڑوں سب کو نڈھال کر دیا ہے۔ میری اولاد بھی نہیں ہے۔ حضور! آپ دعا فرمائیں اللہ تعالیٰ میری مشکلات ٹال دے، بارش عطا فرمائے اور مجھے اولاد سے بھی نواز دے۔ میری عرضداشت پر حضور ﷺ نے یہ دعا کی۔

اَللّٰهُمَّ أَبْدِلْهُ بِالطَّرْبِ قِرَاءَ ةَ الْقُرْآنِ وبِالْحَرامِ الحَلالَ وَآتِهِ بِالْحَياءِ وَهَبْ لَهُ وَلَداً

اے اللہ! مازن کے گانے بجانے کے شوق کو قرآن کریم کی تلاوت کے ذوق سے اور اس کے حرام کو حلال سے بدل دے۔ اسے بارش عطا فرما اور اسے اولاد بھی بخش دے۔

مازن کہتے ہیں کہ حضور ﷺ کی دعا کے صدقے اللہ تعالیٰ نے میری ساری مشکلات حل فرما دیں۔ عمان کی سرزمین سرسبز و شاداب ہو گئی۔ میں نے چار آزاد عورتوں سے شادی کی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے حیان نامی بیٹا بھی عطا فرمایا۔

طبرانی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے بہ سند ہشام بن کلبی ان کے والد سے اور انہوں نے عبداللہ عمانی سے روایت کیا کہ ہمارے ہاں ایک شخص تھا جس کا نام مازن تھا۔ وہ بت کی خدمت بجا لاتا تھا۔ اس کا کہنا ہے کہ میں نے ایک بکری ذبح کی -- پھر یہی حدیث مذکور ہے۔

ابن سعد، احمد، طبرانی (اوسط میں) بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ کہ حضور نبی کریم ﷺ کے متعلق مدینہ پاک میں جو پہلی خبر آئی وہ یہ تھی کہ ایک جن مدینہ منورہ کی ایک عورت کے تابع تھا۔ ایک دن وہ پرندے کی شکل بنا کر گھر کی دیوار پر آ بیٹھا۔ اس عورت نے کہا، آ جاؤ۔ جن بولا۔ نہیں۔ اب مکہ میں ایک نبی مبعوث ہو گئے ہیں جنہوں نے یہاں رہنے سے ہمیں منع کر دیا ہے اور ہم پر فعل شنیع کو حرام کر دیا ہے۔ اسی روایت کو ابن سعد اور بیہقی رحمہم اللہ نے ایک دوسری سند سے -- علی بن حسین سے مرسلاً بھی ذکر کیا ہے۔

ابو نعیم رحمتہ اللہ علیہ ارطاۃ بن منذر سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ضمرہ سے سنا کہ مدینہ پاک میں ایک عورت تھی جس کے پاس ایک جن آیا کرتا اور اس سے صحبت کرتا تھا۔ پھر وہ غائب ہو گیا اور کافی عرصہ تک اس کے پاس نہ آیا۔ ایک دن اس عورت نے دیکھا کہ وہ روشندان

سے جھانک رہا ہے۔ عورت بولی۔ روشندان سے جھانکنا تو تمہاری عادت نہ تھی۔ جن نے کہا۔ دراصل مکہ میں اللہ تعالیٰ کے نبی مبعوث ہو گئے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے جو احکام لائے ہیں میں نے سنے ہیں۔ وہ زنا کو حرام بتاتے ہیں۔ پھر وہ سلام کر کے چلا گیا۔

ابو نعیم رحمتہ اللہ علیہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بعثت نبوی سے پہلے ہم ایک قافلے کے ہمراہ شام کی جانب روانہ ہوئے جب شام کے قریب پہنچے تو ایک کاہنہ ہمارے پاس آئی۔ اس نے کہا میرا (جن) ساتھی میرے پاس آیا اور دروازے پر کھڑا ہو گیا۔ میں نے پوچھا۔ کیا تو اندر نہیں آئے گا؟ بولا۔ اب مجھے اندر آنے کی قدرت نہیں رہی۔ کیونکہ احمد (ﷺ) کا ظہور ہو چکا ہے اور ایسا واقعہ رونما ہو چکا ہے جس کے آگے ہم بے بس ہیں یہ کہہ کر وہ چلی گئی۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ جب میں مکہ واپس لوٹا تو مجھے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہو چکی ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔

ابن شاہین "الصحابہ" میں، ابن مندہ "دلائل النبوۃ" میں اور معافی رحمہم اللہ علیہ "الجلیس" میں ابو خیثمہ سے اور وہ عبدالرحمٰن بن ابی سبرہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے صحابی رسول ﷺ ذباب بن حارث نے بتایا کہ ابن وقشہ کا ایک جن کے ساتھ یارانہ تھا جو اسے مستقبل کی باتوں سے آگاہ کر دیا کرتا تھا۔ ایک دن جن نے اس کے پاس آکر کوئی بات کی پھر غور سے دیکھ کر بولا۔

یَاذُبَابُ یَا ذُبَابُ، اِسْمَعِ الْعَجَبَ الْعُجَابُ، بُعِثَ مُحَمَّدٌ بِالْکِتَابُ،
یَدْعُوْ بِمَکَّۃَ فَلَا یُجَابُ

اے ذباب۔ اے ذباب۔ انتہائی تعجب خیز بات سنو۔ محمد (ﷺ) کتاب الٰہی لے کر مبعوث ہو گئے ہیں۔ وہ مکہ مکرمہ میں دعوت حق دے رہے ہیں مگر ان کی دعوت کو کوئی خاص پذیرائی نہیں مل رہی ہے۔

میں نے کہا۔ یہ کیسی بات ہے؟ اس نے کہا۔ میں نہیں جانتا۔ یونہی کہا گیا۔ تھوڑا عرصہ ہی گذرا تھا کہ میں نے سنا کہ رسول اللہ ﷺ مبعوث ہو گئے ہیں۔ لہٰذا میں مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

عمر بن شیبہ رحمتہ اللہ علیہ حضرت جموح بن عثمان غفاری سے روایت کرتے ہیں زمانہ جاہلیت کی بات ہے۔ ہم اپنے گھر میں تھے ہم نے سنا کوئی زور زور سے چیخ رہا تھا۔ اور کچھ اشعار پڑھ رہا تھا۔ پھر دوسری اور تیسری رات بھی اسی طرح ہوا۔ اس کے تھوڑا عرصہ بعد حضور نبی کریم ﷺ کا ظہور ہو گیا۔

ابن سعد اور ابن عساکر رحمہم اللہ یزید بن رومان سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن

عفان اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور اسلام لے آئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی۔ یارسول اللہ! میں ابھی ابھی شام سے آیا ہوں۔ ہم معان اور زرقاء کے درمیان تھے اور ہم پر نیند کی سی کیفیت طاری تھی کہ ہم نے سنا کوئی منادی کر رہا تھا۔ اے سونے والو! چلو، احمد (ﷺ) کا مکہ میں ظہور ہو گیا ہے۔ وہاں سے چل کر ہم یہاں پہنچے تو ہم نے آپ کی بعثت کی خبر سنی۔

ابن سعد، ابو نعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ سفیان ہذلی سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک قافلے کے ہمراہ شام کی طرف روانہ ہوئے۔ زرقاء اور معان کے درمیان ہمارے قافلے نے پڑاؤ کیا۔ وہاں ہم نے ایک شہسوار کو یہ کہتے سنا۔ "ارے سونے والو! جلدی کرو۔ یہ سونے کا وقت نہیں ہے۔ احمد (ﷺ) کا ظہور ہو چکا ہے اور جنوں کو بھگا دیا گیا ہے۔" اس کی یہ عجیب باتیں سن کر ہم گھبرا گئے حالانکہ ہم تنومند نوجوان تھے۔ ہر ایک نے شہسوار کی یہ باتیں سنیں۔ جب ہم واپس مکہ مکرمہ آئے تو ہم نے لوگوں کو سنا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ ایک نبی کے متعلق قریش میں باہم اختلاف پایا جاتا ہے۔ اس نبی کا تعلق بنو عبد المطلب سے ہے اور اس کا نام احمد ہے۔

ابو نعیم رحمتہ اللہ علیہ یعقوب بن یزید بن طلحہ تیمی سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس سے گزرا۔ آپ نے اس سے کہا۔ تم کاہن ہو نا! اپنے ساتھی جن کے ساتھ تمہاری ملاقات کب ہوئی تھی؟ اس نے کہا۔ اسلام سے پہلے ایک دفعہ اس نے میرے پاس آکر بہ آواز بلند کہا تھا۔

يَاسَلَامُ يَاسَلَامُ، اَلْحَقُّ الْمُبِيْنُ، وَالْخَيْرُ الدَّائِمُ غَيْرُ حُلُمِ النَّائِمِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔

اے سلام۔ اے سلام۔ واضح حق اور سرمدی بھلائی آ گئی۔ یہ کسی کے خواب کی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے۔

ایک شخص بولا۔ امیر المومنین! کیا میں آپ کو ایسی ہی عجیب بات نہ سناؤں؟ اللہ کی قسم! ہم لق و دق صحرا کو عبور کر رہے تھے۔ صحرا کی وسعت کا یہ عالم تھا کہ ہمیں اپنی آواز کی صدائے بازگشت کے علاوہ کچھ سنائی نہ دیتا تھا۔ ہم نے دیکھا کہ ایک شہسوار آرہا ہے اور یہ کہہ رہا ہے۔

يَا اَحْمَدُ يَا اَحْمَدُ اللّٰهُ اَعْلٰى وَاَمْجَد اَتَاكَ مَا وَعَدَكَ مِنَ الْخَيْرِ يَا أَحْمَدُ۔

اے احمد، اے احمد، اللہ تعالیٰ سب سے بلند اور بزرگ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے

ساتھ جس بھلائی کا وعدہ کیا تھا وہ آ پہنچی ہے۔اے احمد۔

یہ کہہ کر وہ چلا گیا۔ پھر ایک انصاری نے کہا۔ میں بھی آپ کو اسی قسم کا واقعہ سناتا ہوں۔ میں شام کی جانب روانہ ہوا۔ جب ہمارا قافلہ ایک بے آب و گیاہ میدان میں پہنچا تو ہم نے پیچھے سے یہ غیبی آواز سنی۔

قَدْ لَاحَ نَجْمٌ فَأَضَاءَ مَشْرِقَهُ   يُخْرِجُ مِنْ ظَلْمَاءَ عَسُوْفٍ مُوْبِقَهُ

ایک ستارہ نمودار ہو گیا ہے۔ جس نے گردو پیش کو روشن کر دیا۔ یہ نجم مطلع ہدایت ہلاکت خیز گھٹا ٹوپ تاریکیوں کو کافور کر دیتا ہے۔

ذَاكَ رَسُوْلٌ مُفْلِحٌ مَنْ صَدَّقَهُ   اللّٰهُ أَعْلٰى أَمْرَهُ وَحَقَّقَهُ

وہ رسول پاک ﷺ ہیں۔ جس نے ان کی تصدیق کی وہ کامیاب ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے کام کو عظمت واستحکام سے نواز دیا ہے۔

ابو نعیم رحمتہ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ مکہ مکرمہ میں ایک جن نے جبل ابی قبیس پر کھڑے ہو کر یہ اشعار پڑھے۔

قَبَّحَ اللّٰهُ رَأْيَ كَعْبِ بْنِ فِهْرٍ   مَا أَرَقَّ الْعُقُوْلَ وَالْاَحْلَامَ

اللہ تعالیٰ کعب بن فہر کے خیال باطل کو غارت کرے۔ وہ بڑے کودن اور نادان ہیں۔

دِيْنُهَا أَنَّهَا يُعَنَّفُ فِيْهَا   دِيْنُ آبَائِهَا الْحُمَاةِ الْكِرَامِ

انہوں نے ایسا دین اختیار کر لیا ہے جس میں ان کے غیور اور معزز آباؤاجداد کے دین کو موردِ عتاب ٹھہرایا جاتا ہے۔

حَالَفَ الْجِنُّ حِيْنَ يُقْضٰى عَلَيْكُمْ   وَرِجَالُ النَّخِيْلِ وَالْآطَامِ

جب تمہارے خلاف فیصلہ کیا جائے گا تو اس وقت تمہاری امداد کرنے کیلئے جنوں، کھجور کے باغات اور قلعوں میں رہنے والوں نے باہمی معاہدہ کر رکھا ہے۔

يُوْشِكُ الْخَيْلُ اَنْ تَرَاهَا تَهَادٰى   تَقْتُلُ الْقَوْمَ فِي الْبِلَادِ الْعِظَامِ

عنقریب تو دیکھے گا کہ گھڑ سوار دستوں کے لشکر جھومتے ہوئے آئیں گے اور بڑے بڑے شہروں میں لوگوں کو تہ تیغ کر دیں گے۔

هَلْ كَرِيْمٌ مِنْكُمْ لَهُ نَفْسُ حُرٍّ   مَاجِدُ الْوَالِدَيْنِ وَالْأَعْمَامِ

کیا تمہارے اندر کوئی ایسا کریم النفس اور پاک نہاد شخص ہے جو اپنے والدین اور چچوں کی جانب سے عالی نسب ہو۔

ضَارِبُ ضَرْبَةٍ تَكُوْنُ نِكَالاً　　وَرِوَاحاً مِنْ كُرْبَةٍ وَاغْتِمَام

جوایسی ضرب لگانے والا ہو جس سے دشمنوں کو عبرتناک سزا مل جائے اور اپنوں کو ہر قسم کی مصیبتوں اور غم والم سے نجات حاصل ہو جائے۔

جن کے ان اشعار کا تذکرہ مکہ مکرمہ میں ہر زبان پر جاری ہو گیا۔ مشرکین مسلمانوں کو سنانے کے ارادے سے یہ اشعار گنگناتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''یہ شیطان تھا جو بتوں کے اندر سے لوگوں کے ساتھ باتیں کیا کرتا ہے۔ اس کا نام مسعر ہے۔ اللہ تعالیٰ اسے ذلیل ورسوا کرے گا۔''

اس واقعہ کے تین دن بعد لوگوں نے پہاڑ کی جانب سے پھر ہاتف غیبی کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا۔

نَحْنُ قَتَلْنَا مُسْعِراً　　لِمَا طَغٰى وَاسْتَكْبَرَا
وَسَفَّهَ الْحَقَّ وَسَنَّ الْمُنْكَرَا　　قَنَّعْتُهٗ سَيْفًا جَرُوْفًا مُبْتِرَا
بِشَتْمِهٖ نَبِيَّنَا الْمُطَهَّرَا

ہم نے مسعر کو اس لئے قتل کر دیا ہے کیونکہ اس نے سرکشی اور تکبر کی راہ اختیار کی تھی۔ اس نے دین حق کی شان میں گستاخی کی اور لادینی کی باتوں کو ایجاد کیا۔ میں تیز کاٹ والی تیغ براں لے کر اس پر چھا گیا۔ مسعر کو اس انجام سے دوچار کرنے کی وجہ یہ تھی کہ اس نے ہمارے نبی پاک ﷺ کی شان میں ہرزہ سرائی کی تھی۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ یہ اشعار پڑھنے والا ایک جن ہے جس کا نام سمج ہے۔ میں نے اب اس کا نام عبداللہ رکھ دیا ہے۔ وہ مجھ پر ایمان لے آیا ہے۔ اس نے مجھے بتایا تھا کہ میں کئی دنوں سے مسعر کی تلاش میں ہوں۔

فاکہی رحمتہ اللہ علیہ ''اخبار مکہ'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث پاک کو عامر بن ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اسلام کے ابتدائی ایام تھے۔ ہم مکہ مکرمہ میں بارگاہ نبوت میں حاضر خدمت تھے۔ اچانک ایک پہاڑ سے غیبی آواز آئی۔ آواز دینے والے نے لوگوں کو مسلمانوں کے خلاف اکسانے کی بھرپور کوشش کی۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ ''یہ شیطان ہے اور جب بھی کسی شخص نے کسی نبی کے خلاف لوگوں کو اکسانے کا اعلان کیا اسے اللہ تعالیٰ نے مروا دیا۔ چند دن ہی گزرے تھے کہ حضور ﷺ نے ہمیں بتایا کہ وہ شیطان ایک جن کے ہاتھوں قتل ہو گیا ہے۔ اس جن کا اصلی نام سمج ہے میں نے اس کا نام عبداللہ رکھ دیا ہے۔ راوی

کہتے ہیں کہ شام ہوئی تو میں نے اسی جگہ سے پھر غیبی آواز سنی۔ کوئی کہہ رہا تھا۔

نَحنُ قَتَلنَا مُسعِراً ۔ لِمَا طَغٰی وَاستَکبَرَا

وَصَغَّرَا الحَقَّ وَسَنَّ المُنکَرَا بِشَتْمِہٖ نَبِیَّنَا المُطَھَّرَا

ہم نے مسعر کو قتل کر دیا ہے۔ کیونکہ اس نے سرکشی کی اور تکبر سے کام لیا۔ حق کو حقیر سمجھا اور غلط روش اختیار کی۔ علاوہ ازیں اس نے ہمارے نبی پاک ﷺ کی شان اقدس میں زبان درازی کی جسارت بھی کی۔

ابو نعیم اور فاکہی رحمہم اللہ ''اخبار مکہ'' میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی نبوت کا ظہور ہوا تو مسعر نامی جن نے جبل ابی قبیس پر چڑھ کر کہا۔ قَبَّحَ اللّٰہُ رَأیَ کَعْبِ بْنِ فِھْرٍ۔ یعنی مذکورہ اشعار پڑھے۔ قریش ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ تم اتنے کمزور اور پست حوصلہ ہو گئے ہو کہ تمہیں اسلام کے خلاف اکسانے کے لئے ایک جن بول پڑا۔ اگلی رات اسی جگہ سمحج نامی جن نے کھڑے ہو کر یہ شعر پڑھے۔

نَحنُ قَتَلنَا مُسعِراً لِمَا طَغٰی وَاستَکبَرَا

بِشَتْمِہٖ نَبِیَّنَا المُطَھَّرَا اَوْرَدْتُہٗ سَیفًا جَرُوْفاً مُبتِرَا

اِنَّا نَذُوْدُ مَنْ أَرادَ البطرَا

ہم نے مسعر کو قتل کر دیا۔ کیونکہ اس نے سرکشی اور تکبر کی راہ اختیار کی اور ہمارے نبی پاک ﷺ کے متعلق بدکلامی کی۔ میں تیز دھار تیغ براں لے کر اس پر چھا گیا۔ جو تکبر کی روش اپنانا چاہتا ہے ہم اسے اپنے راستے سے ہٹا دیتے ہیں۔

ابو سعد ''شرف المصطفیٰ'' میں نقل کرتے ہیں کہ جندل بن نضلہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے بارگاہ نبوی میں حاضر کر عرض کی۔ ''ایک جن میرا ساتھی تھا۔ ایک دن وہ میرے پاس آیا اور پرزور انداز سے مجھ سے کہا۔

ھَبَّ فَقَدْ لاَحَ سِرَاجُ الدِّیْنِ لَصَادِقٌ مُھَذَّبٌ أَمِیْنٌ

جلدی کر۔ دین کا چراغ روشن ہو گیا ہے بلاشبہ وہ سچا، مہذب اور امانتدار ہے۔

فَازْحَلْ عَلٰی نَاجِیَۃٍ أَمُوْنٍ تَمْشِیْ عَلَی الصَّحْصَحِ وَالْحَزُوْنِ

ایسی تیز رفتار اونٹنی پر سوار ہو کر روانہ ہو جاؤ جو راہ میں ٹھوکر نہ کھائے اور چٹیل میدانوں اور سنگلاخ زمینوں میں رواں دواں رہے۔

جندل بن نضلہ کہتے ہیں کہ میں گھبرا کر اٹھا اور پوچھا۔ یہ کیا ہے؟ وہ بولا۔ زمین کو بچھانے

والے اور فرائض کی بجا آوری کو لازم کرنے والے کی قسم! محمد (ﷺ) کائنات پست و بالا کی مخلوق کے لئے مبعوث ہو گئے ہیں۔ انہوں نے عظمت والے حرم میں پرورش پائی اور سراپا برکت شہر طیبہ کی جانب ہجرت کی۔ جن کی یہ باتیں سننے کے بعد میں روانہ ہو گیا۔ میں نے پھر غیبی آواز سنی کوئی کہہ رہا تھا۔

يَا اَيُّهَا الرَّاكِبُ الْمُزجِيْ مَطِيَّتَهٗ　　نَحْوَ الرَّسُوْلِ لَقَدْ وُفِّقْتَ لِلرُّشْدِ

اے شہسوار! اے رسول پاک ﷺ کی طرف اپنی سواری کو لے جانے والے خوش نصیب! یقیناً تمہیں اللہ تعالیٰ کی جانب سے توفیق ہدایت مل گئی ہے۔

ابن کلبی، عدی بن حاتم رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ میرا ایک نوکر تھا جو بنو کلب سے تعلق رکھتا تھا۔ اس کا نام حابس بن دغنہ تھا۔ ایک دن میں اپنے گھر کے صحن میں تھا کہ وہ گھبرایا ہوا آیا اور مجھ سے کہنے لگا۔ اپنے اونٹ لے لو۔ میں نے کہا۔ ایسا کرنے کا سبب کیا ہے؟ اس نے بتایا کہ میں وادی میں تھا۔ میں نے سامنے کے پہاڑ کی گھاٹی سے ایک بوڑھے شخص کو آتے دیکھا۔ اس کا سر انتہائی باریک تھا۔ وہ ایسی جگہ سے اترنے لگا جہاں عقاب کے پھسلنے کا خطرہ ہوتا ہے مگر وہ بے خوف ہو کر بڑے آرام سے اتر رہا تھا۔ حتی کہ اس کے پاؤں نشیب میں آ لگے۔ میں یہ سب کچھ بڑے تعجب سے دیکھ رہا تھا کہ اس نے کہا۔

يَا حَابِسُ بْنُ دَغْنَةَ يَا حَابِسُ　　لاَ تَعْرِضَنَّ اِلَيْكَ الْوَسَاوِسُ

اے حابس بن دغنہ! وسوسوں اور شکوک و شبہات دل میں نہ آنے دو۔

هٰذَا سَنَا النُّوْرِ بِكَفِّ الْقَابِسْ　　فَاجْنَحْ اِلَى الْحَقِّ وَلاَ تُوَالِسْ

یہ دیکھو حق کی نورانی تابشیں اس کے ہاتھ میں آ گئی ہیں جو انہیں حاصل کرنا چاہتا ہے۔ پس تم بھی حق کی جانب مائل ہو جاؤ اور اپنے آپ کو فریب میں مبتلا نہ کرو۔

حابس نے کہا۔ پھر وہ شخص غائب ہو گیا اور میں اپنے اونٹوں کو ہانک کر ایک دوسری وادی میں لے گیا۔ پھر میں لیٹ گیا۔ اچانک ایک سوار نے مجھے ٹھوکر سے جگا دیا۔ پھر وہی شخص تھا۔ کہنے لگا۔

يَا حَابِسُ اِسْمَعْ مَا اَقُوْلُ تُرْشَدِ　　لَيْسَ ضَلُوْلٌ حَائِرٌ كَالْمُهْتَدِی

اے حابس! میری بات کو غور سے سن، تمہیں ہدایت مل جائے گی۔ بادیہ ضلالت میں بھٹکتا ہوا گمراہ شخص ہدایت یافتہ انسان کی طرح نہیں ہو سکتا۔

لاَتَتْرُكَنْ نَهْجَ الطَّرِيْقِ الْاَقْصَدِ　　قَدْ نُسِخَ الدِّيْنُ بِدِيْنِ اَحْمَدْ

درمیانی راہ کو کبھی نہ چھوڑنا۔ احمد (ﷺ) کے دین کے آنے سے باقی سب دین

منسوخ ہوگئے ہیں۔

حابس نے کہا۔ یہ سن کر میں بے ہوش ہوگیا۔ کچھ دیر بعد جب ذرا افاقہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو اسلام کیلئے چن لیا۔

طبرانی اور ابو نعیم رحمہم اللہ عمرو بن مرہ جہنی سے روایت کرتے ہیں کہ میں حج کے ارادے سے روانہ ہوا۔ مکہ مکرمہ پہنچا۔ وہاں سو رہا تھا کہ خواب میں دیکھا کعبہ شریف سے نور نکلا جو پھیلتا چلا گیا یہاں تک کہ یثرب کا پہاڑ روشن ہوگیا۔ اس نور کے اندر سے آواز آئی۔

اِنْقَشَعَتْ الظَّلْمَاءُ وَسَطَعَ الضِيَاءُ، وَبُعِثَ خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ

اندھیرا کافور ہوگیا، ہر طرف اجالا ہی اجالا ہوگیا اور آخری نبی مبعوث ہوگئے۔

اس کے بعد دوبارہ نور چمکا۔ یہاں تک کہ میں نے حیرہ کے محلات اور مدائن کو دیکھ لیا۔ اس نور کے اندر سے یہ آواز سنائی دی۔

ظَهَرَ الْاِسْلَامُ وَكُسِرَتِ الْاَصْنَامُ وَوُصِلَتِ الْاَرْحَامُ

اسلام آگیا، بتوں کو توڑ دیا گیا اور صلہ رحمی کا عمل شروع ہوگیا۔

میں گھبرا کر اٹھا اور لوگوں سے کہا۔ اللہ کی قسم! قریش کے اس محلے میں لازماً کوئی نیا واقعہ رونما ہوگا۔ پھر میں نے انہیں اپنے خواب سے آگاہ کیا۔ جب ہم اپنے وطن واپس لوٹے تو ہمیں یہ اطلاع ملی کہ ایک شخص کو نبی بنا کر بھیجا گیا ہے جس کا نام احمد (ﷺ) ہے۔ میں فوراً حضور کی بارگاہ میں پہنچا۔ اپنا خواب بیان کیا اور حلقہ بگوش اسلام ہوگیا۔ میں نے عرض کی۔ یارسول اللہ۔ اب مجھے اپنی قوم کے پاس بھیج دیں۔ آپ نے مجھے بھیج دیا۔ میں نے جاکر انہیں اسلام کی طرف دعوت دی تو سب نے اسلام قبول کر لیا۔ البتہ ایک شخص اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے کہا اے عمرو بن مرہ! تیرا خانہ خراب۔ تو ہمیں اپنے معبودوں کی پرستش چھوڑنے کا حکم دیتا ہے؟ اور ہمارے آباؤ اجداد کے دین کی مخالفت کرتا ہے؟ پھر اس نے یہ شعر پڑھے۔

اِنَّ ابْنَ مُرَّةَ قَدْ اَتٰى بِمَقَالَةٍ   لَيْسَتْ مَقَالَةَ مَنْ يُرِيْدُ صَلَاحًا

ابن مرہ نے ایسی گفتگو کی ہے جو ایسے شخص کی گفتگو نہیں جو اصلاح احوال کا خواہاں ہو۔

اِنِّیْ لَاَحْسِبُ قَوْلَهٗ وَفِعَالَهٗ   يَوْمًا وَاِنْ طَالَ الزَّمَانُ رِيَاحًا

میں سمجھتا ہوں خواہ کتنا عرصہ بیت جائے، ایک نہ ایک دن اس کے قول و عمل کی ساری کوششیں ہوا کی طرح فضا میں تحلیل ہو جائیں گے۔

اَيُسَفِّهُ الْاَشْيَاعَ مِمَّنْ قَدْ مَضٰى   مَنْ رَامَ ذٰلِكَ لَا اَصَابَ فَلَاحًا

کیا وہ ہمارے بزرگ اسلاف کو احمق سمجھتا ہے۔ جس نے بھی اس طرح کا ارادہ کیا وہ کبھی کامیاب نہیں ہوا۔

عمرو بن مرہ نے کہا۔ ہم میں سے جو جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی زندگی کو تلخ کر دے۔ اور اسے گونگا اور بہرا بنا دے۔ اللہ کی قسم! مرنے سے پہلے اس کے سارے دانت گر گئے۔ کھانے کا ذائقہ بھی نہ چکھ سکتا تھا۔ اور وہ اندھا اور گونگا بھی ہو گیا تھا۔

ابو نعیم، خرائطی اور ابن عساکر رحمہم اللہ بہ سند ابن خربوذ مکی ایک خثعمی آدمی سے روایت کرتے ہیں کہ عرب حلال کو حرام اور حرام کو حلال نہیں کرتے تھے۔ البتہ بتوں کی پوجا کرتے اور ان کے پاس جھگڑوں کا فیصلہ کرانے کے لئے مقدمے لے جاتے تھے۔ ایک دن ہم اپنے بت کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ دراصل ہم نے بت کے پاس ایک دعویٰ دائر کیا تھا۔ اچانک یہ غیبی آواز سنائی دی۔

يَاأَيُّهَا النَّاسُ ذَوُ والأَجْسَامِ وَمُسْنِدُ والحُكْمِ إِلَى الأَصْنَامِ

اے تنومند انسانو! اپنے مقدمے کو بتوں کے پاس لانے والو!

مَا أَنْتُمْ وَطَائِشُ الأَحْلَامِ هٰذَا نَبِيٌّ سَيِّدُالأَنَامِ

تم اور کمل عقل لوگ یکساں ہیں۔ یہ دیکھو اللہ کے نبی اور ساری مخلوق کے سردار آگئے ہیں۔

أَعْدَلُ ذِىْ حُكْمٍ مِنَ الْحُكَّامِ يَصْدَعُ بِالنُّورِ وَبالأَسْلَامِ

دیگر حاکموں سے بڑھ کر عدل فرماتے ہیں۔ اور نور حق اور دین اسلام کی بات علی الاعلان کرتے ہیں۔

وَيَرْدَعُ النَّاسَ عَنِ الآثَامِ مُسْتَعْلِنٌ فِى الْبَلَدِ الْحَرَامِ

اور وہ لوگوں کو ناجائز کاموں سے منع فرماتے ہیں اور مکہ مکرمہ کے شہر مقدس میں حق کی بات اعلانیہ کرتے ہیں۔

راوی کہتے ہیں کہ یہ اشعار سن کر ہم ڈر گئے اور بت کو وہیں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ پھر یہ اشعار زبان زد خاص وعام ہو گئے۔ یہاں تک کہ ہمیں معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ مکہ میں مبعوث ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد جب حضور مدینہ منورہ تشریف لائے تو میں حاضر خدمت ہوا اور مشرف بہ اسلام ہو گیا۔

ابن سعد، بزار، اور ابو نعیم رحمہم اللہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

کرتے ہیں کہ ہم بعثت نبوی سے ایک ماہ پہلے بوانہ کے مقام پر ایک بت کے پاس حاضر تھے۔ ہم نے ایک جانور ذبح کیا۔ اچانک بت کے اندر سے یہ آواز سنائی دی۔

اَلَا اِسْمَعُوا الْعَجَبَ، ذَهَبَ اسْتِرَاقُ السَّمْعِ لِلْوَحْيِ وَيُرْمٰى بِالشُّهُبِ. لِنَبِيٍّ بِمَكَّةَ إِسْمُهٗ أَحْمَدُ مَهَاجِرُهٗ إِلٰى يَثْرِبَ.

خبردار ایک عجیب بات سن لو۔ وحی کو چوری چھپے سننے کا عمل ختم ہو گیا اور ان پر شعلہ باری کی جاتی ہے۔ یہ سب اہتمام اس نبی کی خاطر کیا گیا ہے جو مکہ میں ہیں۔ جن کا نام احمد ہے اور جو یثرب کی طرف ہجرت فرمائیں گے۔

حضرت جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد ہم بتوں سے رک گئے اور سخت حیران تھے حتی کہ رسول اللہ ﷺ مبعوث ہو گئے۔

ابو نعیم رحمتہ اللہ علیہ تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے وقت میں شام میں تھا۔ میں کسی کام سے باہر نکلا۔ راستے میں ہی مجھے رات آگئی۔ میں نے کہا۔ میں اس وادی کے سردار کی امان میں ہوں۔ جب میں سونے لگا تو نظر نہ آنے والے منادی کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا اللہ کے عذاب سے بچو۔ اللہ کے مقابلے میں جن کسی کو پناہ نہیں دے سکتے۔ میں نے کہا۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ کہنے والے نے کہا۔ ”رسول امین رسول اللہ ﷺ مبعوث ہو گئے ہیں۔ ہم نے حجون کے مقام پر ان کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے۔ ہم نے اسلام قبول کر کے ان کی پیروی کر لی ہے۔ جنوں کے مکر و فریب کا خاتمہ ہو گیا ہے اور ان پر شعلہ باری کی گئی ہے۔ پس تم محمد (ﷺ) کے پاس چلے جاؤ جو رب العالمین کے رسول برحق ہیں اور اسلام قبول کر لو۔“ تمیم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ صبح ہوئی تو میں ایک راہب کے پاس گیا۔ اور اسے یہ سارا واقعہ بتایا تو اس نے کہا۔ انہوں نے تمہیں سچی بات بتائی۔ وہ نبی حرم سے ظاہر ہوں گے۔ حرم ہی کی طرف ہجرت فرمائیں گے اور تمام انبیاء سے افضل ہوں گے۔ پس ان کے پاس حاضر ہونے میں کوئی تم سے سبقت نہ لے جائے۔

ابو نعیم رحمتہ اللہ علیہ خویلد ضمری سے نقل کرتے ہیں کہ ہم ایک بت کے پاس بیٹھے تھے کہ ہم نے اس کے اندر سے کسی کو یوں چیختے سنا۔

”وحی کو چوری چھپے سننے کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ ان پر شعلہ باری کی گئی۔ کیونکہ مکہ میں وہ نبی تشریف لے آئے ہیں جن کا نام احمد ہے۔ جن کی ہجرت گاہ یثرب ہے۔ جو نماز، روزوں، نیک کاموں اور صلہ رحمی کا حکم دیتے ہیں۔“

یہ سن کر ہم بت کے پاس سے اٹھ کھڑے ہوئے اور لوگوں سے دریافت کیا تو پتہ چلا کہ واقعی مکہ میں ایک نبی مبعوث ہوئے ہیں جن کا نام احمد ہے۔

ابو نعیم، ابن جریر، معافی بن زکریا اور ابن طراح رحمہم اللہ (کتاب الشواعر میں) اپنی اپنی سندوں سے حضرت عباس بن مرداس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اسلام کی جانب مائل ہونے کا پہلا سبب میرے لئے یہ تھا کہ جب میرے والد صاحب کا وصال ہوا تو انہوں نے مجھے ضمار نامی بت کے متعلق تاکیدی حکم دیا۔ میں نے اس بت کو ایک مکان میں رکھ دیا اور ہر روز اس کے پاس حاضری دینے لگا۔ جب نبی کریم ﷺ کی بعثت ہوئی تو ایک رات مجھے بت کے اندر سے یہ آواز سنائی دی۔

قُلْ لِلْقَبَائِلِ مِنْ سُلَيْمٍ كُلِّهَا هَلَكَ الْأُنَيْسُ وَعَاشَ أَهْلُ الْمَسْجِدِ

بنو سلیم کے تمام قبائل سے کہہ دو۔ انیس ہلاک ہو گیا اور اہل مسجد زندگی پا گئے۔

أَوْدٰى ضِمَارٌ وَكَانَ يُعْبَدُ مَرَّةً قَبْلَ الْكِتَابِ إِلَى النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ

ضمار نامی بت تباہ و برباد ہو گیا حالانکہ نبی کریم حضرت محمد ﷺ کی طرف نزول کتاب سے پہلے اس کی عبادت کی جاتی تھی۔

إِنَّ الَّذِي وَرِثَ النُّبُوَّةَ وَالْهُدٰى بَعْدَ ابْنِ مَرْيَمَ مِنْ قُرَيْشٍ مُهْتَدِي

بے شک حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بعد جسے نبوت اور ہدایت کا منصب ملا وہ قریش کا ایک ہدایت یافتہ شخص ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے یہ بات چھپائے رکھی اور کسی کو نہ بتائی۔ جب لوگ غزوۂ احزاب سے واپس آئے تو اس وقت میں ذات عرق کے علاقے عقیق میں اونٹ چرا رہا تھا۔ میں نے زوردار آواز سنی۔ سر اٹھا کر دیکھا تو مجھے شتر مرغ کے پروں پر ایک شخص دکھائی دیا۔ جو یہ کہہ رہا تھا۔ "نور ظاہر ہوا سوموار کے دن اور منگل کی رات، کان بریدہ اونٹنی والے کے ساتھ، بنواخی العنقاء کے گھروں میں" اس کی آواز سن کر شمال کی جانب سے کسی نادیدہ شخص کی آواز ابھری۔

بَشِّرِ الْجِنَّ وَأَبْلَاسَهَا أَنْ وَضَعَتِ الْمَطِيُّ أَحْلَاسَهَا

وَبَيَّنَتِ السَّمَاءُ أَحْرَاسَهَا

جنوں کو اور خصوصاً غمزدہ جنوں کو یہ بشارت سنا دو کہ سواری نے اپنے پالان رکھ دیئے ہیں اور آسمان نے اپنے نگہبانوں کو ظاہر کر دیا ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ یہ آواز سن کر میں خوفزدہ ہو کر اچھلا۔ بعد میں مجھے پتہ چلا کہ محمد (ﷺ) کو

رسول بنادیا گیا ہے۔

خرائطی، طبرانی اور ابو نعیم رحمہم اللہ ایک دوسری سند سے حضرت عباس بن مرداس سے روایت کرتے ہیں کہ دوپہر کے وقت میں اپنی اونٹنیوں کی تلاش میں تھا۔ میرے سامنے روئی کے رنگ کا سفید شتر مرغ ظاہر ہوا۔ اس پر ایک سوار دکھائی دیا جس نے روئی کی طرح سفید لباس پہن رکھا تھا۔ وہ بولا۔ اے عباس بن مرداس!

"کیا تو نے نہیں دیکھا کہ نگہبانوں نے آسمان کو گھیر لیا ہے۔ جنگ اپنے سانس ختم کر چکی ہے اور گھوڑوں نے اپنے پالان رکھ دیئے ہیں۔ جو شخص یہ خیر و فلاح لے کر آیا ہے وہ سوموار کے دن اور منگل کی رات میں پیدا ہوا۔ قصواء اونٹنی والا۔"

عباس کہتے ہیں کہ میں گھبرا کر وہاں سے نکلا اور ضمار بت کے پاس آگیا۔ ضمار کے اندر سے کسی نے چیخ کر یہ اشعار پڑھے۔

قُلْ لِلْقَبَائِلِ ---(مذکورہ اشعار)

ابو نعیم رحمتہ اللہ علیہ ایک تیسری سند سے عباس بن مرداس سے روایت کرتے ہیں کہ میں دوپہر کے وقت ایک درخت کے سائے میں بیٹھا تھا۔ مجھے سفید شتر مرغ نظر آیا۔ اس پر ایک سفید آدمی بیٹھا تھا جس نے سفید کپڑے پہن رکھے تھے۔ اس نے کہا۔

"اے عباس۔ اے ابن مرداس! کیا تو نے نہیں دیکھا کہ جن سخت غمگین ہیں۔ جنگ اپنے سانس ختم کر چکی ہے اور نگہبانوں نے آسمان کو محفوظ کر دیا ہے۔"

میں فوراً گھر لوٹ آیا۔ لوگوں سے حقیقت حال دریافت کرتا رہا۔ تا آنکہ میرا چچازاد بھائی آیا تو اس نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ خفیہ طریقے سے اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دے رہے ہیں۔

ابن سعد اور ابو نعیم رحمہما اللہ سعید بن عمرو ہذلی سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے بت کے نام پر ایک جانور ذبح کیا تو بت کے اندر سے مجھے یہ آواز سنائی دی۔

"بڑی حیرت کی بات ہے کہ بنو عبدالمطلب سے ایک نبی ظاہر ہو گیا ہے جو زنا کو حرام کہتا ہے اور بتوں کے نام پر ذبح کئے جانے والے جانوروں کو بھی حرام ٹھہراتا ہے۔ آسمان کے نگہبان مقرر کر دیئے گئے ہیں اور ہم پر آگ کی شعلہ باری کی جاتی ہے۔"

راوی کہتے ہیں کہ یہ آواز سن کر ہم منتشر ہو گئے۔ وہاں سے ہم مکہ آگئے۔ کسی نے بھی ہمیں محمد ﷺ کے ظہور کی خبر نہ دی۔ جب ہم حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے تو ہم نے پوچھا۔ "کیا مکہ میں کوئی ایسا شخص ہے جو اللہ تعالیٰ کی جانب بلاتا ہو اور اس کا نام احمد ہو۔" آپ

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ "ہاں وہ داعی برحق محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔"

ابن سعد اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے ایک دوسری سند سے عبداللہ بن ساعدہ ہذلی سے اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا ہے کہ میں ایک بت کے پاس تھا۔ میں نے سنا۔ بت کے اندر سے کوئی کہہ رہا تھا۔ جنوں کا مکرو فریب ختم ہو گیا اور ہم پر آگ کے شعلے برسائے گئے کیونکہ نبی برحق آگئے ہیں جن کا نام احمد ہے۔ میں واپس آیا تو ایک شخص سے ملا جس نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کا ظہور ہو چکا ہے۔

ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ بکر بن جبلہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہمارا ایک بت تھا۔ ہم نے اس کے پاس ایک جانور ذبح کیا۔ میں نے سنا کوئی کہہ رہا تھا۔ "اے بکر بن جبلہ! کیا تم محمد (ﷺ) کو پہچانتے ہو؟ بیہقی اور ابن عساکر رحمہم اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک آدمی نے عرض کی۔ یارسول اللہ! زمانہ جاہلیت کی بات ہے کہ میرا ایک اونٹ بھاگ گیا۔ میں اس کی تلاش میں نکلا۔ صبح کے وقت میں نے ایک غیبی آواز سنی۔ کوئی کہہ رہا تھا۔

يَاأَيُّهَا الرَّاقِدُ فِي اللَّيْلِ الْأَجَمِ ۔۔۔ قَدْ بَعَثَ اللّٰهُ نَبِيًّا فِي الْحَرَمِ

اے شب دیجور میں خواب راحت کے مزے لینے والے! حرم پاک میں اللہ تعالیٰ نے اپنا نبی مبعوث کر دیا ہے۔

مِنْ هَاشِمٍ أَهْلِ الْوَفَاءِ وَالْكَرَمِ ۔۔۔ يَجْلُوْ دُجْنَاتِ الدَّيَاجِي وَالظُّلَمِ

اس نبی مکرم کا تعلق قبیلہ بنی ہاشم سے ہے جو وفاداری اور جود و کرم میں مشہور ہیں۔

وہ نبی گمراہی کے گھٹاٹوپ اندھیروں کو کافور کر دیتا ہے۔

میں نے ادھر ادھر دیکھا مگر کوئی شخص نظر نہ آیا پھر میں نے کہا۔

"اے رات کی تاریکی میں آواز دینے والے خوش آمدید۔ اللہ تعالیٰ تجھے ہدایت دے۔ ذرا واضح لفظوں میں بتادے کہ تم کس کی طرف دعوت دے رہے ہو۔ تاکہ تمہاری گفتگو سے فائدہ حاصل کیا جائے۔"

مجھے محسوس ہوا جیسے آواز اس کے گلے میں اٹک گئی ہو۔ پھر بولا۔

ظَهَرَ النُّوْرُ وَبَطَلَ الزُّوْرُ وَبَعَثَ اللّٰهُ مُحَمَّداً بِالْخُيُوْرِ

نور ظاہر ہو گیا۔ جھوٹ نیست و نابود ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے محمد (ﷺ) کو ہر قسم کی بھلائی کے ساتھ مبعوث فرمادیا۔"

پھر وہ یہ شعر اشعار پڑھنے لگا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَخْلُقِ الْخَلْقَ عَبَثْ

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مخلوق کو بے فائدہ پیدا نہیں کیا۔

أَرْسَلَ فِیْنَا اَحْمَداً خَیْرَ نَبِیٍّ قَدْ بُعِثْ

اس نے ہمارے پاس احمد (ﷺ) کو بھیج دیا جو افضل الانبیاء بن کر مبعوث ہوئے ہیں۔

صَلّٰی عَلَیْهِ اللّٰهُ مَا حَجَّ لَهٗ رَکْبٌ وَحَثْ

اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوں ان کی ذات پر جب تک کہ قافلے اللہ تعالیٰ کے گھر کا حج کرتے رہیں اور جب تک شوق کی چنگاری سلگتی رہے۔

راوی کہتے ہیں کہ پھر صبح ہو گئی اور مجھے اپنا اونٹ مل گیا۔

ابو سعد رحمتہ اللہ علیہ (شرف المصطفیٰ ﷺ میں) جعد بن قیس مرادی سے روایت کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں ہم چار آدمی حج کے ارادہ سے روانہ ہوئے۔ یمن کی ایک وادی میں پہنچے تو رات ہو گئی۔ ہم نے اس وادی کے عظیم (جن) کی پناہ طلب کی اور سواری کے جانوروں کو باندھ دیا۔ جب رات کی پر سکون خاموشی چھا گئی اور میرے ساتھی سو گئے تو میں نے سنا وادی کے ایک کونے سے کوئی غیبی آواز آ رہی ہے۔ کہنے والا کہہ رہا تھا۔

اَلاَ اَیُّهَا الرَّکْبُ الْمُعَرِّسُ بَلِّغُوْا اِذَا مَا وَقَفْتُمْ بِالْحَطِیْمِ وَزَمْزَمَا

اے رات گزارنے والے قافلہ کے مسافرو! جب تم حطیم کعبہ اور آب زمزم کے پاس جاؤ تو ہماری طرف سے یہ بات پہنچا دو۔

مُحَمَّدَ الْمَبْعُوْثُ مِنَّا تَحِیَّةً تُشَیِّعُهٗ مِنْ حَیْثُ سَارَ وَ یَمَّمَا

اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے نبی حضرت محمد ﷺ کو ہماری طرف سے سلام پہنچے۔ وہ جہاں جائیں، جدھر کا قصد کریں ہمیشہ سلامتی ان پر سایہ فگن رہے۔

وَقُوْلُوْا لَهٗ اِنَّا لِدِیْنِكَ شِیْعَةٌ بِذٰلِكَ اَوْصَانَا الْمَسِیْحُ بْنُ مَرْیَمَا

اور انہیں بتا دو کہ ہم ان کے دین کے پیروکار اور مددگار ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ہمیں اس بات کا تاکیدی حکم دیا تھا۔

ابو سعد رحمتہ اللہ علیہ (شرف المصطفیٰ میں) بہ سند ضعیف جندع بن ضمیل سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے پاس کسی نے آ کر کہا۔ اے جندع بن ضمیل! اسلام قبول کر لو، بھڑکتی آگ کی تپش سے بچ جاؤ گے۔ انہوں نے پوچھا۔ اسلام کا کیا مطلب ہے؟ وہ بولا۔ اسلام کا مطلب ہے

بتوں سے بیزار ہونا اور سب کچھ جاننے والے بادشاہ حقیقی کا مخلص بندہ بن جانا۔ انہوں نے پھر پوچھا۔ اسلام تک پہنچنے کا کیا طریقہ ہے؟ وہ بولا۔ "عنقریب عرب کے ایک معزز اور مشہور گھرانے سے ایک نبی کا ظہور ہوگا۔ یہ نبی حرم سے ظاہر ہوں گے۔ اور عرب و عجم کے لوگ ان کی غلامی اختیار کریں گے" جندع نے اپنے چچازاد بھائی رافع بن خداش کو یہ باتیں بتادیں۔ جب انہیں معلوم ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرما گئے ہیں تو انہوں نے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا۔

باب

بعثت نبوی کے وقت بتوں کا اوندھا ہو جانا اور کسریٰ کی صورت حال

ابن اسحاق اور ابو نعیم رحمہما اللہ حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا تو کسریٰ ایران نے دیکھا کہ اس کے شاہی محل کے کنگرے ٹوٹ کر گر گئے ہیں اور دریائے دجلہ پھٹ گیا ہے۔ یہ صورت حال دیکھ کر کسریٰ کو بہت پریشانی لاحق ہوئی کہنے لگا۔ کسی قسم کا بوجھ بھی نہیں آیا اور میرے محل کے کنگرے گر گئے۔ دریائے دجلہ بھی مجھے پھٹا پھٹا دکھائی دیا۔ کہیں میرا ملک ٹوٹنے والا تو نہیں۔ یہ خیال آتے ہی اس نے کاہنوں، نجومیوں اور جادوگروں کو بلایا اور کہا۔ اس صورت حال کا خوب جائزہ لو۔ وہ سب سوچ میں پڑ گئے مگر خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ ان پر آسمان کے گوشے مسدود کر دیئے گئے۔ زمین تاریک ہو گئی اور وہ اپنی قیاس آرائیوں میں ٹامک ٹوئیاں مارنے لگے۔ نہ کسی جادوگر کا جادو کام آیا، نہ کسی کاہن کا علم کہانت کسی نتیجہ پر پہنچ سکا اور نہ کسی نجوم کی ستارہ شناسی کارگر ثابت ہوئی۔ البتہ ایک شخص سائب جس نے ایک ٹیلے پر تاریک رات بسر کی۔ اس نے حجاز کی جانب بجلی چمکتی دیکھی۔ یہ چمک دھیرے دھیرے پھیلتی گئی یہاں تک کہ مشرق تک جا پہنچی۔ صبح ہوئی تو اس نے اپنے پاؤں تلے دیکھنا شروع کیا۔ اسے ایک سرسبز و شاداب باغ نظر آیا۔ ان عجیب حالات کو دیکھنے کے بعد اس نے اپنے علم کہانت کے بل بوتے پر کہا۔ اگر میرا مشاہدہ سچا ہے تو یقیناً حجاز سے ایسا بادشاہ ظاہر ہوگا جو مشرق تک جا پہنچے گا اور اس کے زمانے میں زمین خوب سرسبز ہوگی۔ جب کاہن اور نجومی الگ ہوئے تو ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ جانتے ہو تمہارے علوم کیوں عاجز

آگئے۔ اس کی وجہ ایک اہم واقعہ ہے جو آسمان سے رونما ہوا ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے نبی مبعوث ہوگئے ہیں جو اس ملک کو بھی چھین لیں گے اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجادیں گے۔

واقدی اور ابو نعیم رحمہما اللہ محمد بن کعب سے روایت کرتے ہیں کہ میں 80ھ میں مدائن گیا تو وہاں کسریٰ کے محلات دیکھ کر از حد حیران ہوا۔ ایک معمر شخص نے مجھے بتایا کہ کسریٰ نے اپنے بارے میں سب سے پہلے جو عجیب ترین بات دیکھی وہ یہ تھی کہ دریائے دجلہ میں رخنہ پڑ گیا اور اس کے شاہی محل کے کنگرے گر گئے --- پھر مذکورہ روایت ذکر کی۔

واقدی اور ابو نعیم رحمہما اللہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی بعثت ہوئی تو سب بت منہ کے بل گر پڑے۔ شیاطین ابلیس کے پاس آئے اور اسے بتایا کہ سارے بت اوندھے گر گئے ہیں۔ یہ سن کر ابلیس بولا۔ ”اس کا مطلب ہے کہ اللہ کا نبی مبعوث ہو گیا ہے۔ جاؤ۔ تم اسے تلاش کرو۔“ شیطانوں نے کہا۔ ”ہم انہیں نہیں پاسکتے۔“ ابلیس نے کہا۔ ”میں ڈھونڈنے جاتا ہوں وہ حضور ﷺ کی تلاش میں سرگرداں پھرتا رہا۔ چنانچہ جب مکہ مکرمہ آیا تو وہاں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو پالیا۔ پھر واپس چلا گیا اور شیطانوں سے کہا۔ ”میں نے اس نبی کو پالیا ہے۔ جبرئیل امین بھی اس کے ساتھ ہیں۔“

ابو نعیم (حلیہ میں) مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ ابلیس چار مرتبہ دھاڑیں مار کر رویا۔ جب اسے ملعون قرار دیا گیا۔ جب زمین پر اتارا گیا۔ جب حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت ہوئی اور جب الحمد للہ رب العالمین یعنی سورۂ فاتحہ نازل ہوئی۔

باب

بعثت نبوی کے بعد آسمان پر پہرہ تاکہ شیاطین وحی کو چوری چھپے نہ سن سکیں

جنوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّشُهُبًا وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا

(سورۃ الجن)

اور ہم نے آسمان کو ٹٹولنا چاہا تو ہم نے اس کو سخت پہروں اور شہابوں سے بھرا ہوا پایا۔

اور پہلے تو ہم سننے کے لئے اس کے بعض مقامات پر بیٹھ جایا کرتے تھے لیکن اب جو (جن) سننے کی کوشش کرے گا تو وہ کسی شہاب کو اپنے لئے انتظار میں پائے گا۔

احمد اور بیہقی رحمہما اللہ بہ سند سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ شیطان آسمان پر چڑھ جاتے تھے۔ وحی کی باتیں سن کر اتر آتے اور اپنی طرف سے مرچ مسالہ لگا کر لوگوں کو بتاتے تھے۔ ان کا یہ معمول جاری تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفےٰ ﷺ کو مبعوث فرما دیا۔ حضور ﷺ کی بعثت کے ساتھ ہی انہیں آسمان سے روک دیا گیا۔ سب شیطان بڑے ابلیس کے پاس گئے اور اسے بتایا کہ آسمان پر ہمارا داخلہ بند ہو گیا ہے۔ ابلیس بولا۔ زمین پر ضرور کوئی غیر معمولی واقعہ رونما ہوا ہے۔ اس نے تفتیش احوال کے لئے شیطانوں کو روانہ کر دیا۔ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اس حال میں دیکھا کہ آپ قرآن پاک کی تلاوت فرما رہے تھے۔ آپ کو دیکھ کر وہ بولے۔ اللہ کی قسم! یہی وہ واقعہ ہے راوی کہتے ہیں کہ ان پر شہاب برسائے جاتے ہیں۔ جب کوئی ستارہ تمہاری نظروں سے اوجھل ہو جائے تو سمجھ لو کہ وہ شیطان کو جا لگا ہے کیونکہ اس کا نشانہ کبھی خطا نہیں جاتا۔ شہاب اسے جان سے مار نہیں ڈالتا بلکہ اس کے چہرے، پہلو اور ہاتھ کو جلا دیتا ہے۔

ابن سعد، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ ایک دوسری سند سے حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جنوں کے ہر گروہ کے لئے آسمان پر بیٹھنے کی ایک مخصوص جگہ تھی جہاں سے وہ وحی کی باتیں سنتے اور کاہنوں کو آگاہ کرتے تھے۔ جب اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا تو جنوں کو وہاں سے بھگا دیا گیا۔ اس کے بعد جب جن عربوں کے پاس آسمان سے کوئی خبر نہ لائے تو وہ کہنے لگے کہ اہل آسمان ہلاک ہو گئے ہیں۔ لہٰذا ہر روز اونٹوں کا مالک ایک اونٹ، بیل گائے کا مالک ایک گائے اور بھیڑ بکریوں کا مالک ایک بکری ذبح کرنے لگا۔ ادھر ابلیس نے کہا۔ زمین پر ضرور کوئی اہم واقعہ پیش آیا ہے جاؤ اور ہر جگہ کی مٹی لے کر آؤ۔ چنانچہ شیاطین ہر جگہ کی مٹی ابلیس کے پاس لے آئے۔ وہ ہر جگہ کی مٹی کو سونگھتا رہا جب اس نے سرزمین مکہ کی مٹی کو سونگھا تو کہنے لگا۔ یہ غیر معمولی واقعہ اس جگہ پیش آیا ہے۔ شیاطین فوراً دوڑ کر مکہ آئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مبعوث ہو چکے ہیں۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ بہ سند عوفی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد مصطفیٰ علیہما السلام کے درمیانی فترۂ وحی کے زمانے میں آسمان

کا کوئی پہرہ نہ ہوتا تھا۔ شیاطین وہاں جا کر باتیں سن لیا کرتے تھے۔ مگر جب اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو مبعوث کیا تو آسمان پر سخت پہرہ بٹھا دیا گیا اور شیاطین پر شہاب برسائے جانے لگے۔

واقدی اور ابو نعیم رحمہما اللہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جس دن رسول اللہ ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا اس روز شیطانوں کو آسمان سے روک دیا گیا اور ان پر شہاب برسائے گئے۔ انہوں نے ابلیس کو بتایا تو وہ بولا۔ سرزمین مقدس میں نبی مبعوث ہو گیا ہے۔ شیاطین چلے گئے پھر واپس آ کر کہنے لگے۔ وہاں تو کوئی بھی نہیں۔ یہ سن کر ابلیس خود نبی کی تلاش میں مکہ آیا تو اس نے حضور ﷺ کو غار حرا سے اترتے دیکھا۔ آپ کے ساتھ جبریل امین بھی تھے۔ یہ دیکھ کر ابلیس واپس اپنے ساتھیوں کے پاس چلا گیا اور انہیں بتایا واقعی احمد (ﷺ) مبعوث ہو گئے ہیں اور ان کے ساتھ جبریل امین بھی ہیں۔

واقدی اور ابو نعیم رحمہما اللہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد کبھی کوئی تارا پھینکا نہیں گیا۔ مگر جب رسول اللہ ﷺ نے اعلان نبوت فرمایا تو تارے پھینکنے کا عمل شروع ہو گیا۔ قریش نے یہ چیز پہلی بار دیکھی۔ انہوں نے سمجھا کہ فنا کا وقت قریب ہے لہٰذا وہ اپنے جانوروں کو آزاد چھوڑنے لگے اور غلاموں کو آزاد کرنے لگے۔ پھر بنو ثقیف نے بھی ایسا ہی عمل شروع کر دیا۔ عبد یالیل کو پتہ چلا تو اس نے کہا۔ جلد بازی سے کام نہ لو۔ دیکھو۔ جو تارے ٹوٹ رہے ہیں اگر یہ مشہور و معروف تارے ہیں پھر تو واقعی انسان فنا ہونے والے ہیں۔ لیکن اگر وہ غیر معروف تارے ہیں تو پھر ضرور کوئی نیا واقعہ رونما ہوا ہے۔ لوگوں نے دیکھا تو وہ غیر معروف تارے تھے۔ انہوں نے عبد یالیل کو بتایا تو اس نے کہا کسی نبی کے ظہور کے وقت ایسا ہوا کرتا ہے۔ کچھ دنوں کے بعد ابو سفیان بن حرب طائف آیا۔ اس نے بتایا کہ محمد بن عبد اللہ کا ظہور ہوا ہے ان کا دعویٰ ہے کہ وہ نبی مرسل ہیں۔ عبد یالیل نے کہا۔ بس اسی لئے یہ تارے ٹوٹ رہے تھے۔

سعید بن منصور اور بیہقی، شعبی رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ پہلے تارے نہیں برسائے جاتے تھے مگر جب اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا تو یہ تارے پھینکے گئے۔ جنہیں دیکھ کر لوگوں نے اپنے جانوروں اور غلاموں کو آزاد کرنا شروع کر دیا عبد یالیل نے کہا۔ دیکھو---پھر مذکورہ روایت کی طرح ذکر کی ہے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ یعقوب بن عتبہ بن مغیرہ بن اخنس سے روایت کرتے ہیں کہ تارے

ٹوٹنے کے عمل سے عربوں میں سب سے پہلے گھبرانے والے بنو ثقیف تھے۔ یہ دیکھ کر وہ عمرو بن امیہ کے پاس آئے۔ اس سے کہا کیا تم نے نہیں دیکھا جو واقعہ پیش آیا ہے؟ اس نے کہا کیوں نہیں۔ مگر پہلے یہ دیکھو کہ یہ ٹوٹنے والے تارے وہ بڑے تارے ہیں جنہیں دیکھ کر مسافر راستے کی صحیح سمت معلوم کرتے ہیں اور جن کی مدد سے سردی گرمی کے تاروں کی صحیح پہچان ہوتی ہے۔ اگر اس قسم کے تارے منتشر ہو رہے ہیں تو سمجھ لو کہ دنیا کی بساط لپیٹی جانے والی ہے اور مخلوق کا خاتمہ قریب ہے۔ لیکن اگر یہ کوئی اور تارے ہیں تو پھر یہ مشیت ایزدی کا معاملہ ہے اور عرب میں کسی نبی کی بعثت کی علامت ہے کیونکہ نبی کی بعثت کے وقت ایسا ہوتا رہتا ہے۔

خرائطی (ہواتف میں) اور ابن عساکر رحمہما اللہ مرداس بن قیس دوسی سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ کے سامنے کہانت کا ذکر کیا اور یہ بتایا کہ حضور ﷺ کی بعثت کے وقت علم کہانت میں یکسر تبدیلی آگئی تھی۔ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! اس سلسلے میں ہمارے ہاں ایک عجیب واقعہ ہوا جو میں آپ کو سناتا ہوں۔ خلصہ نامی ہماری ایک لونڈی تھی وہ جب سے ہمارے پاس آئی ہے ہم نے اس میں ہمیشہ اچھی بات ہی دیکھی۔ ایک دن اس نے کہا۔ اے قبیلہ دوس کے لوگو! تم میرے پاکیزہ کردار سے واقف ہو۔ ہم نے پوچھا بات کیا ہے؟ وہ بولی۔ "بات یہ ہے کہ میں بکریاں چرا رہی تھی۔ اچانک تاریکی سی چھا گئی۔ مجھے ایسا احساس ہوا جیسا مرد و عورت کے ملاپ سے پیدا ہوتا ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ کہیں میں حاملہ نہ ہو گئی ہوں۔" ولادت کے وقت اس نے ایسا بچہ جنا جس کے کان کتے کے کانوں کی طرح لٹکے ہوئے تھے۔ وہ بچہ کافی عرصہ ہمارے ہاں رہا۔ ایک دن بچوں کے ساتھ کھیل رہا تھا کہ اچانک اس نے چھلانگ لگائی، اپنا تہہ بند پھینکا اور بہ آواز بلند چیخنے لگا۔ "ارے لوگو! ہلاکت آگئی، اللہ کی قسم! اس گھاٹی کے پار گھڑ سواروں کا دستہ ہے جس میں نجیب الطرفین اور خوبصورت نوجوان ہیں۔ ہم اس کی بات سن کر سوار ہو کر وہاں پہنچے تو واقعی وہ وہاں پہنچ چکے تھے۔ ہم نے انہیں شکست دی اور مال غنیمت پر قبضہ کر لیا۔ وہ بچہ جس چیز کی خبر دیتا وہ ہو جاتی تھی۔ مگر یا رسول اللہ! جب آپ کی بعثت ہوئی تو اس کی پیشین گوئیاں جھوٹی ہونے لگیں۔ ہم نے اس سے کہا۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ وہ بولا۔ مجھے کچھ پتہ نہیں۔ جو ذات میری باتوں کو سچا کر دکھاتی تھی اب وہی انہیں جھوٹا بنا دیتی ہے۔ تم مجھے گھر میں تین دن قید رکھو پھر میرے پاس آنا۔ ہم نے اسے قید کر دیا۔ تین دن بعد آئے، دروازہ کھولا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ تو آگ کا انگارہ بن چکا ہے۔ اس سے آواز آئی اے قبیلہ دوس کے لوگو! آسمان پر پہرہ بٹھا دیا گیا ہے اور تمام انبیاء سے بہتر نبی کا ظہور ہو گیا ہے۔ ہم نے پوچھا

کہاں ؟ وہ بولا، مکہ میں اور میں مر چکا ہوں۔ تم مجھے کسی پہاڑ کی چوٹی میں دفن کردو۔ عنقریب میں سلگ کر آگ بن جاؤں گا۔ جب تم آگ بھڑکتی دیکھو تو مجھے تین پتھر مار دینا اور ہر پتھر کے ساتھ یہ کہنا۔ باسمک اللھم۔ پھر میں بجھ کر ٹھنڈا ہو جاؤں گا۔ چنانچہ ہم نے اسی طرح کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد حجاج کرام آئے تو انہوں نے یارسول اللہ ﷺ! آپ کے مبعوث ہو جانے کی خبر دی۔

ابن سعد اور ابو نعیم، زہری رحمہم اللہ علیہ سے روات کرتے ہیں کہ شیاطین آسمان پر جاکر وحی سن لیا کرتے تھے مگر جب اسلام آیا تو انہیں روک دیا گیا۔ بنو اسد کی ایک عورت تھی جس کا نام سعیرہ تھا۔ ایک جن اس کے تابع تھا جب اس جن نے دیکھا کہ وحی کو سننا ممکن نہیں رہا تو وہ سعیرہ کے پاس آیا اور اس کے سینے میں داخل ہو کر زور زور سے چیخنے لگا۔ "معانقہ ختم ہو گیا۔ باریک تلواریں اٹھ گئیں۔ اور ایسا حکم آگیا ہے کہ اس کا مقابلہ کرنا کسی کے بس میں نہیں۔ احمد ﷺ نے زنا کو حرام کر دیا ہے۔"

بیہقی، زہری رحمہما اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تاروں کے ذریعے شیطان کو وحی سننے سے روک دیا۔ لہٰذا اب کاہنوں کا اپنے شیاطین سے رابطہ منقطع ہو گیا اور اب کوئی کاہن نہیں۔

واقدی اور ابو نعیم رحمہما اللہ حضرت نافع بن جبیر سے روایت کرتے ہیں کہ فترہ وحی کے زمانے میں شیاطین وحی آسمانی کو سن لیا کرتے تھے اور ان پر شعلہ باری نہ ہوتی تھی مگر بعثت نبوی کے بعد انہیں شہابوں کے گولوں سے مارا جانے لگا۔

واقدی اور ابو نعیم رحمہما اللہ بہ سند عطاء حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ شیاطین وحی کی باتیں سن لیتے تھے جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا تو انہیں روک دیا گیا۔ انہوں نے ابلیس کے پاس جاکر شکایت کی۔ اس نے کہا۔ یقیناً کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آیا ہے۔ پھر وہ جبل ابی قبیس پر چڑھ گیا اس نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ مقام ابراہیم کے پیچھے نماز ادا فرمارہے ہیں۔ وہ بولا۔ میں جاتا ہوں اور ان کی گردن مار دیتا ہوں۔ مگر جب وہ حضور کے پاس آیا تو جبریل امین حضور کے ساتھ تھے۔ انہوں نے ابلیس کو ایسی ٹھوکر لگائی کہ وہ بہت دور جا پڑا۔

واقدی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے مجاہد سے اسی طرح کی روایت نقل کی ہے۔ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ بہ سند حجاج صواف حضرت ثابت بنانی رحمۃ اللہ علیہ سے اور وہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو مبعوث فرمایا تو ابلیس

حضور کو مکر و فریب میں مبتلا کرنے کے لئے آیا۔ تو جبریل امین اس پر جھپٹ پڑے اور اپنے کندھے کے ساتھ اسے ایسی ٹکر ماری کہ وہ وادیٔ اردن میں جاگرا۔

ابو شیخ (العظمۃ میں)، طبرانی (الاوسط میں) اور ابو نعیم بہ سند عثمان بن مطر حضرت ثابت رحمہم اللہ علیہ سے اور وہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ میں سجدہ ریز تھے کہ ابلیس اس ارادہ بد سے آپ کے پاس آیا کہ وہ نعوذ باللہ حضور کی گردن کچل دے گا۔ جبریل امین نے اسے ایسی پھونک ماری کہ اس کے پاؤں کہیں نہ جم سکے حتیٰ کہ اردن جا پہنچا۔

باب

قرآن کریم کا اعجاز

اعجاز قرآن کے سامنے مشرکین کا اعتراف عجز، قرآن کا انسانی کلام سے مماثلت نہ رکھنا اور کلام معجز نظام سے متاثر ہو کر مسلمان ہو جانے والے خوش نصیبوں کا ذکر

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا (سورہ الاسراء آیت ۸۸)

(بطور چیلنج) کہہ دو کہ اگر سارے انسان اور سارے جن اس بات پر اکٹھے ہو جائیں کہ اس قرآن کی مثل لے آئیں تو ہرگز اس کی مثل نہیں لا سکیں گے۔ اگرچہ وہ ایک دوسرے کے مددگار بن جائیں۔

اللہ تعالیٰ کا ایک اور فرمان ہے۔

وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ. فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ۔ (سورہ بقرہ: ۲۳-۲۴)

اور جو ہم نے اپنے برگزیدہ بندے پر نازل کیا اگر اس میں تمہیں شک ہو تو اس جیسی

کوئی سورت لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے حمایتیوں کو بھی بلالو اگر تم سچے ہو۔ پھر اگر ایسا نہ کر سکو اور ہر گز نہ کر سکو گے تو اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔

اللہ تعالیٰ مزید فرماتا ہے۔

فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ۔ (سورۂ طور۔ آیت ۳۴)

پس (گھڑ کر) لے آئیں وہ بھی اس جیسی (روح پرور) بات اگر وہ سچے ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ہر نبی کو اللہ تعالیٰ نے اس کے مقام و مرتبہ کا معجزہ عطا فرمایا جسے دیکھ کر لوگ اس پر ایمان لائے۔ مجھے معجزۂ وحی (یعنی قرآن پاک) عطا فرمایا گیا ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نازل فرمایا ہے۔ مجھے توقع ہے کہ میں تمام انبیاء کی بہ نسبت پیروکاروں کی تعداد میں بڑھ جاؤں گا۔

علماء کرام نے اس حدیث پاک کے دو مفہوم بیان کئے ہیں۔ پہلا مفہوم یہ ہے کہ انبیاء کرام کے معجزات ان کے اپنے زمانوں تک محدود تھے۔ ان کے زمانہ نبوت کے اختتام کے ساتھ ان کے معجزات کی تاثیر بھی باقی نہ رہی۔ اور ان کے معجزات صرف وہی لوگ دیکھ سکے جو ان کے عہد نبوت میں موجود تھے۔ جبکہ قرآن پاک کا معجزہ تا قیامت قائم و دائم رہے گا۔ یہ اپنے اسلوب بیان، بلاغت اور غیب کی باتوں سے آگاہ کرنے کے لحاظ سے بے مثل و بے مثال ہے۔ قرآن پاک نے جو پیشین گوئی کی وہ اپنے وقت مقررہ پر ہر زمانے میں پوری ہوئی۔ یہی چیز اس کے دعویٰ کی صداقت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

حدیث مذکور کا دوسرا مفہوم یہ بیان کیا گیا ہے کہ گزشتہ معجزات حسی تھے یعنی ظاہری آنکھوں سے ان کا مشاہدہ کیا جا سکتا تھا۔ مثلاً حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا مبارک، جبکہ قرآن پاک ایسا معجزہ ہے جس کا ادراک نورِ بصارت سے نہیں بلکہ نور بصیرت سے کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کے ماننے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہوگی کیونکہ جو معجزہ سر کی آنکھوں سے دیکھا جاتا ہو وہ تو دیکھنے والے کے مرنے کے ساتھ ختم ہو جاتا ہے۔ مگر جو معجزہ چشم بصیرت سے دیکھا جاتا ہو وہ ہمیشہ باقی رہنے والا ہوتا ہے اور تا قیامت اس کا مشاہدہ کیا جا سکتا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث مذکور کے متعلق علماء کے بیان کردہ دونوں مفہوم ملتے جلتے ہیں۔ دونوں کا مدعا ایک ہے لہٰذا ان کی تطبیق ممکن ہے۔

حاکم اور بیہقی رحمہما اللہ بہ سند عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ

عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ولید بن مغیرہ حضور نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ حضور ﷺ نے اسے قرآن پاک پڑھ کر سنایا۔ کلام معجز نظام کی آیات سن کر اس پر رقت سی طاری ہو گئی۔ ابو جہل کو پتہ چلا تو وہ ولید کے پاس آیا اور کہا۔ چچا جان! آپ کی قوم آپ کے لئے چندہ اکٹھا کر رہی ہے۔ ولید نے پوچھا۔ کیوں؟ ابو جہل بولا۔ تمہیں دینے کے لئے کیونکہ تم محمد (ﷺ) کے پاس کچھ مانگنے گئے تھے۔ ولید نے کہا۔ قریش جانتے ہیں کہ میں ان سب سے زیادہ دولتمند ہوں۔ ابو جہل نے کہا۔ تو پھر محمد (ﷺ) کے متعلق کوئی ایسی بات کرو جسے سن کر تمہاری قوم کو یقین ہو جائے کہ تم ان کے دین کا انکار کرتے ہو اور ان سے بیزار ہو۔ ولید بولا۔ "میں ان کے متعلق کیا کہہ سکتا ہوں۔ اللہ کی قسم! تم لوگ اصناف شعر کے متعلق مجھ سے زیادہ نہیں جانتے ہو۔ اسی طرح رجز یہ کلام، مدحیہ قصائد اور جنوں کے اشعار کے متعلق بھی تمہارا علم مجھ سے زیادہ نہیں۔ ان کا کلام مذکورہ اصناف سخن میں سے کسی کے مشابہ نہیں ہے۔ بخدا ان کے کلام میں بڑی مٹھاس ہے۔ انتہائی دلآویز اور خوبصورت کلام ہے۔ اس کی ٹہنیاں پھلوں سے لدی ہیں۔ اس کی جڑیں بہت گہری ہیں۔ یہ ہر ایک سے اونچا ہے۔ کوئی اس سے اونچا نہیں ہو سکتا۔ باقی سارے کلام اس کے سامنے ہیچ ہیں۔" ابو جہل نے کہا۔ تمہاری قوم تم سے تبھی خوش ہو گی جب تم واضح لفظوں میں ان کا انکار کر دو۔ ولید کہنے لگا۔ مجھے ذرا سوچنے کی مہلت دو۔ غور و فکر کے بعد اس نے کہا۔ (ہم یہی کہہ سکتے ہیں کہ) یہ جادو ہے جو پہلوں سے چلا آتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی۔

ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا

آپ چھوڑ دیجئے مجھے اور جس کو میں نے تنہا پیدا کیا ہے۔

ابن اسحاق اور بیہقی رحمہما اللہ حضرت عکرمہ یا حضرت سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حج کا موسم آیا تو ولید بن مغیرہ اور قریش کے چند لوگ جمع ہوئے۔ ولید ان سب سے عمر میں بڑا تھا۔ کہنے لگا۔ عنقریب عرب کے وفود آئیں گے اور انہوں نے تمہارے اس بھائی (حضور ﷺ) کے متعلق کچھ نہ کچھ سن رکھا ہو گا لہٰذا وہ آکر آپ سے ان کے بارے میں مزید پوچھیں گے۔ ان کے متعلق تم سب ایک رائے قائم کر لو۔ اگر تم نے مختلف آراء کا اظہار خیال کیا تو ایک دوسرے کی تردید کر بیٹھو گے۔ سب بولے۔ اے ابو عبد شمس! تم ہی بولو اور کوئی ایسی رائے بتاؤ جس پر ہم پکے ہو جائیں۔ ولید نے کہا۔ نہیں بلکہ تم بتاؤ۔ میں سنوں گا۔ لوگوں نے کہا۔ ہم انہیں کاہن کہیں گے۔ ولید بولا۔ وہ کاہن تو نہیں۔ میں نے کاہنوں کو دیکھا ہے۔ ان کا کلام کاہنوں جیسا بے ربط اور بے جوڑ نہیں ہے۔ لوگوں نے

کہا۔ تو ہم انہیں مجنون (پاگل) کہیں گے۔ ولید بولا۔ وہ مجنون بھی نہیں ہم نے جنون اور پاگل پن کی کیفیت کو اچھی طرح دیکھا ہے اور ایسی حالت کو خوب پہچانتے ہیں۔ ان کا نہ تو دم گھٹتا ہے، نہ قلبی خلجان لاحق ہوتا ہے اور نہ کبھی بے تکی باتیں کرتے ہیں۔ لوگوں نے کہا۔ تو پھر ہم انہیں شاعر کہہ دیں گے۔ ولید بولا۔ "وہ شاعر بھی نہیں۔ کیونکہ ہم تمام اصناف شعر مثلاً رجز، ہزج، قریض، مقبوض اور مبسوط کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ ہم ان کے کلام کو شعر نہیں کہہ سکتے۔ لوگوں نے کہا۔ اچھا ہم انہیں ساحر (جادوگر) کہہ لیں گے۔ ولید بولا۔ وہ ساحر بھی تو نہیں۔ ہم نے جادوگروں کو دیکھا ہے۔ ان کے عمل میں نہ تو جھاڑ پھونک ہے اور نہ گرہیں لگانا۔ جب ولید نے حاضرین محفل کی ساری آراء کو ایک ایک کر کے رد کر دیا تو وہ بولے۔ اچھا "تم بتاؤ اے ابو عبدالشمس!" ولید نے کہا۔ اللہ کی قسم! ان کے کلام میں بڑی مٹھاس ہے۔ اس کی جڑیں بہت گہری ہیں۔ اور اس کی شاخیں ثمر بار ہیں۔ تم ان آراء میں سے جس رائے کا بھی اظہار کرو گے اس کا جھوٹا ہونا معلوم ہو جائے گا۔ البتہ زیادہ مناسب رائے یہ ہے کہ انہیں ساحر کہہ دیا جائے۔ پس لوگو سے یہ کہہ دینا کہ یہ ساحر ہے جو آدمی کو باپ، بھائی، بیوی اور خاندان سے جدا کر دیتا ہے۔ ولید کی یہ بات سن کر سب چلے گئے۔ حج کے موقع پر لوگ آئے تو وہ ان کے راستوں پر جا بیٹھے جو کوئی ان کے سامنے سے گزرتا اس کے سامنے حضور ﷺ کا تذکرہ کرتے اور آپ کے دین سے بچنے کی تلقین کرتے۔ اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے ولید بن مغیرہ کے متعلق آیات ذَرْنِي وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِيدًا -- تا -- سَأُصْلِيهِ سَقَرَ نازل فرمادیں۔ اور ولید کے جو ساتھی کلام الٰہی کے متعلق ولید کی بیان کردہ رائے لوگوں کو بتاتے تھے ان کے متعلق یہ آیات نازل ہوئیں۔

الَّذِينَ جَعَلُوا الْقُرْآنَ عِضِينَ فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ

جنہوں نے قرآن کو پارہ پارہ کر دیا۔ پس آپ کے رب کی قسم! ہم ان سب سے باز پرس کریں گے۔ (سورۃ الحجر آیت ۹۱-۹۲)

راوی کہتے ہیں کہ اس سال حج کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کا تذکرہ تمام عربوں میں ہونے لگا اور یوں آپ کا چرچا عرب میں ہر کہیں پھیل گیا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ بہ سند عوفی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ولید بن مغیرہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور قرآن کریم کے متعلق سوالات کرنے لگا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے قرآن کے متعلق آگاہ کیا تو وہ قریش کے پاس جا کر کہنے لگا۔ ابو کبشہ کے بیٹے جو کچھ کہتے ہیں وہ بڑا حیران کن کلام ہے۔ اللہ کی قسم! نہ وہ

شعر ہے نہ سحر اور نہ جنوں کی طرح کوئی بے ہودہ بات۔ بلکہ یقیناً وہ کلام اللہ ہے۔

ابو نعیم بہ سند سدی صغیر، کلبی سے وہ ابو صالح رحمہم اللہ علیہ سے اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ولید نے اپنی قوم سے کہا۔ لوگ حج کے موقع پر کل کلاں جمع ہوں گے۔ صورت حال یہ ہے کہ اس آدمی کی خبر لوگوں تک پہنچ چکی ہے۔ وہ آ کر اس کے بارے میں تم سے پوچھیں گے تو تم انہیں کیا جواب دو گے۔ لوگوں نے کہا۔ ہم کہیں گے کہ یہ مجنون ہے اس کا دم گھٹتا رہتا ہے۔ ولید بولا۔ لوگ ان کے پاس آ کر ان سے باتیں کریں گے تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ یہ تو عقلمند اور فصیح ہیں۔ لہٰذا وہ تمہیں جھٹلا دیں گے۔ لوگوں نے کہا۔ ''ہم انہیں شاعر کہیں گے۔'' ولید بولا۔ وہ عرب ہیں۔ اشعار سنتے سناتے رہتے ہیں۔ جب انہیں معلوم ہو گا کہ ان کا کلام شعر نہیں ہے تو وہ تمہیں جھٹلا دیں گے۔ لوگوں نے کہا۔ ''ہم انہیں کاہن کہہ دیں گے۔'' ولید نے کہا۔ وہ بارہا کاہنوں سے بھی ملے ہیں جب وہ حضور کی گفتگو سنیں گے اور اسے کاہنوں کی گفتگو سے مشابہ نہیں پائیں گے تو تمہیں جھٹلا دیں گے۔

ابن اسحاق، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کرتے ہیں کہ نضر بن حارث بن کلدہ بن عبد مناف بن عبدالدار بن قصی نے کہا۔ اے قریش کے لوگو! تم ایسی آزمائش میں مبتلا ہو گئے کہ تمہیں اس طرح کی آزمائش کا سامنا پہلے کبھی نہیں کرنا پڑا۔ محمد (ﷺ) ایک نوخیز لڑکا تھا۔ ہر دلعزیز، راست گفتار اور حد درجے کا امانتدار۔ جب تمہیں ان کی کنپٹیوں میں بڑھاپے کے آثار دکھائی دیئے اور وہ اپنے دین کی دعوت لے کر آیا تو (تمہارا رویہ بدل گیا) تم کہنے لگے یہ ساحر ہے حالانکہ اللہ کی قسم وہ ساحر نہیں ہے۔ ہم نے ساحروں، ان کے جھاڑ پھونک کرنے اور گرہیں لگانے کا عمل بخوبی دیکھا ہے۔ پھر تم نے کہا یہ کاہن ہے۔ حالانکہ قسم بخدا یہ کاہن بھی نہیں۔ ہم کاہنوں کے احوال اور مسجع کلام سے بخوبی واقف ہیں۔ پھر تم کہنے لگے یہ شاعر ہے حالانکہ یہ شاعر بھی نہیں۔ ہم اشعار نقل کرتے رہتے ہیں اور جملہ اصناف شعر مثلاً ہزج، رجز وغیرہ کو بھی ہم نے بارہا سنا ہے پھر تم بولے کہ یہ مجنون ہے حالانکہ اللہ کی قسم یہ مجنون نہیں۔ ہم نے جنون کی کیفیت کو بھی دیکھا ہے۔ ان کا مجنون لوگوں کی سی بے سروپا باتوں اور بے ربط گفتگو سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اے قریش کے لوگو! اپنی حالت کا بغور جائزہ لو۔ اللہ کی قسم! تم پر بہت بڑی آزمائش آن پڑی ہے۔

ابن ابی شیبہ اپنی مسند میں نیز بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ابو جہل اور چند دیگر سرداران قریش نے مشورہ کیا

کہ محمد (ﷺ) کا دین ہمارے ہاں پھیل رہا ہے۔ کوئی ایسا آدمی تلاش کرو جو سحر، کہانت اور شعر و شاعری میں ید طولیٰ رکھتا ہو۔ وہ جا کر ان سے گفتگو کرے، پھر آ کر ہمیں بتائے کہ ان کی دعوت کے مقاصد کیا ہیں۔ یہ باتیں سن کر عتبہ نے کہا۔ میں نے سحر، کہانت اور شعر و شاعری کی باتیں بارہا سنی ہیں اور مجھے ایسی چیزوں کے بارے میں خاصی واقفیت ہے۔ اگر ان میں ایسی کوئی بات ہوئی تو مجھ سے چھپی نہ رہے گی۔ چنانچہ مشورہ کے مطابق عتبہ حضور ﷺ کے پاس آیا اور کہا اے محمد! تم افضل ہو یا ہاشم، تم افضل ہو یا عبد المطلب، تم افضل ہو یا عبد اللہ۔ اس کی ان باتوں کا حضور نے کوئی جواب نہ دیا۔ عتبہ پھر بولا۔ اچھا یہ بتاؤ آپ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کیوں کہتے ہیں۔ اور ہمارے آباؤ اجداد کو گمراہ کیوں کہتے ہیں۔ اگر آپ کو سرداری کا شوق ہے تو ہم آپ کی سرداری کے جھنڈے گاڑ دیں گے اور آپ تاحیات سردار بن جائیں گے۔ اگر جنسی رغبت رکھتے ہیں تو ہم قریش کی دوشیزاؤں میں سے آپ کی مرضی کی دس لڑکیوں سے آپ کی شادی کر دیں گے اور اگر مال جمع کرنا چاہتے ہیں تو ہم آپ کے لئے اتنا مال جمع کر دیں گے کہ جو آپ کی نسلوں کے لئے کافی ہو گا۔ عتبہ باتیں کرتا رہا اور حضور ﷺ بڑی خاموشی سے سنتے رہے۔ جب وہ اپنی گفتگو سے فارغ ہوا تو آپ ﷺ نے اسے یہ آیات پڑھ کر سنائیں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

حٰمٓ. تَنْزِيلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ. كِتَابٌ فُصِّلَتْ آيَاتُهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ

حا۔ میم۔ رحمٰن و رحیم خدا کی طرف سے یہ قرآن اتارا گیا ہے۔ یہ ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں تفصیل سے بیان کر دی گئی ہیں۔ یہ قرآن عربی زبان میں ہے۔ یہ ان لوگوں کے لئے ہے جو علم و فہم رکھتے ہیں۔

حضور ﷺ نے ان آیات تک تلاوت فرمائی۔

فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ

پس اگر وہ (پھر بھی) روگردانی کریں تو آپ فرمائیے کہ میں نے تمہیں اس کڑک سے ڈرایا ہے جو عاد و ثمود کی کڑک کی مانند (ہلاکت خیز) ہو گی۔

داعیٔ برحق ﷺ کی زبان اقدس سے عتبہ نے جب آیات قرآنیہ سنیں تو اس نے اپنا ہاتھ حضور کے منہ پر رکھ دیا۔ اور قرابتداری کا واسطہ دے کر کہا کہ بس مزید آیات نہ پڑھیں پھر وہ

اپنے ساتھیوں کے پاس نہ گیا۔ ابو جہل نے کہا۔ اے قریش کے لوگو! ہمارا خیال ہے کہ عتبہ صابی ہو گیا ہے۔ اسے محمد (ﷺ) کا کھانا پسند آگیا ہے۔ اس نے ضرور کسی غرض کے پیش نظر ایسا کیا ہے۔ چلو ہم اس کے پاس جاتے ہیں۔ چنانچہ وہ عتبہ کے پاس آگئے۔ ابو جہل نے کہا۔ اے عتبہ بخدا ہمارا خیال ہے کہ تم محمد (ﷺ) کی طرف مائل ہو گئے ہو اور ان کا دین تمہارے دل کو بھا گیا ہے۔ اگر تمہیں کوئی حاجت درپیش ہے تو ہم تمہاری خاطر چندہ کر کے کچھ مال جمع کر لیتے ہیں تاکہ تم محمد (ﷺ) کے ٹکڑوں کے محتاج نہ رہو۔ عتبہ نے یہ اشتعال انگیز گفتگو سنی سیخ پا ہو گیا۔ میں نے قسم اٹھا کر کہا کہ میں کبھی محمد (ﷺ) سے بات تک نہ کروں گا۔ پھر کہنے لگا۔ "تم جانتے ہو کہ میں قریش میں سب سے زیادہ مالدار شخص ہوں۔ میں ان کے پاس گیا تو انہوں نے مجھے جواب میں آیات پڑھ کر سنائیں اللہ کی قسم! ان آیات کا سحر، شعر اور کہانت سے دور کا واسطہ بھی نہیں۔ انہوں نے یہ آیات پڑھیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. حٰمٓ. تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ كِتَابٌ فُصِّلَتْ اٰيَاتُهٗ (تا) فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صَاعِقَةً مِّثْلَ صَاعِقَةِ عَادٍ وَّ ثَمُوْدَ

جب میں نے یہ آیات سنیں تو فوراً ان کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا۔ پھر قرابتداری کا واسطہ دے کر کہا کہ وہ مزید آیات پڑھنے سے رک جائیں۔ تم یہ بھی جانتے ہو کہ محمد (ﷺ) نے جب بھی کوئی بات کی، وہ جھوٹی نہیں نکلی۔ مجھے یہ ڈر ہے کہ کہیں تم پر خدا کا عذاب نہ نازل ہو جائے۔

ابن اسحاق اور بیہقی رحمہم اللہ محمد بن کعب سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ عتبہ نے قریش کے لوگوں سے کہا۔ کیا میں ان کے پاس چلا نہ جاؤں۔ میں ان سے کچھ باتیں کروں گا اور چند چیزوں کی پیش کش کروں گا۔ ہو سکتا ہے وہ کسی پیشکش کو قبول کر لیں اور ہماری مخالفت سے باز آجائیں۔ لوگوں نے کہا۔ کیوں نہیں اے ابو الولید! ضرور جایئے۔ عتبہ وہاں سے اٹھا اور حضور کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ راوی نے پھر عتبہ کی گفتگو بیان کی یعنی اس نے مال و دولت اور بادشاہی وغیرہ کی پیشکش کی۔ جب عتبہ نے بات ختم کی تو حضور نے پوچھا۔ اے ابو الولید! کیا تم اپنی گفتگو سے فارغ ہو گئے ہو؟ اس نے کہا۔ جی ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اچھا اب میری باتیں سنو! بولا۔ ارشاد فرمایئے۔ اس کے بعد حضور نبی پاک ﷺ نے یہ آیات تلاوت فرمائیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. حٰمٓ. تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ كِتَابٌ

فُصِّلَتْ اٰیٰتُہٗ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا.

حضور ﷺ آیات قرآنی پڑھتے رہے اور عتبہ اپنے ہاتھ پیٹھ پر رکھ کر ٹیک لگائے ہمہ تن گوش سنتا رہا۔ یہاں تک کہ حضور نے آیت سجدہ پڑھی۔ پھر سجدہ کیا۔ پھر پوچھا۔ اے ابوالولید! آیات سن لی ہیں؟ عتبہ اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے ساتھیوں کے پاس آگیا۔ وہ ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ واپسی پر عتبہ کی حالت بدلی بدلی دکھائی دیتی ہے۔ جب عتبہ ان کے پاس آکر بیٹھ گیا تو انہوں نے پوچھا۔ کیا خبر ہے؟ ابوالولید! اس نے کہا۔ "خبر یہ ہے کہ میں نے ایسا کلام سنا ہے کہ اس طرح کا کلام پہلے کبھی نہیں سنا۔ جو نہ شعر ہے۔ نہ سحر ہے اور نہ کہانت ہے۔ قریش کے لوگو! میری بات مانو۔ تم ایسا کرو کہ اس شخص کا کام اسی پر چھوڑ دو اور اس سے لاتعلق ہو جاؤ۔ جو کلام میں نے ان سے سنا ہے اللہ کی قسم اس کی غیر معمولی شان ہو گی۔ اگر دیگر اہل عرب نے ان کا خاتمہ کر دیا تو تمہارے ہاتھوں کے بغیر تمہارا کام پورا ہو جائے گا۔ اور اگر ملک عرب پر ان کو غلبہ حاصل ہو گیا تو ان کی بادشاہی تمہاری اپنی بادشاہی ہو گی اور ان کی عزت تمہاری عزت ہو گی۔ پھر تو تم بڑے ہی خوش بخت اور سعادت مند بن جاؤ گے۔" عتبہ کی باتیں سن کر وہ بولے۔ اے ابوالولید! انہوں نے اپنی زبان سے تم پر جادو کر دیا ہے۔ عتبہ نے کہا۔ یہ میری رائے تھی۔ اب جو تمہاری مرضی ہے کر گزرو۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے عتبہ بن ربیعہ کے سامنے یہ آیات پڑھیں۔ حٰمٓ تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ تو وہ اپنے ساتھیوں کے پاس آکر کہنے لگا۔ اے میری قوم! آج میری بات مان لو۔ پھر کبھی نہ ماننا۔ اللہ کی قسم! میں نے اس شخص سے ایسا کلام سنا کہ ایسا کلام میرے کانوں نے پہلے کبھی نہیں سنا۔ مجھے پتہ نہ چلتا تھا کہ میں انہیں کونسا جواب دوں۔

ابن اسحاق اور بیہقی امام زہری رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک رات ابو جہل، ابوسفیان اور اخنس بن شریق اس خیال سے اپنے اپنے گھروں سے نکلے کہ جب رسول اللہ ﷺ اپنے گھر میں رات کے وقت نماز پڑھیں گے تو وہ حضور ﷺ کی تلاوت سنیں گے۔ چنانچہ ہر ایک تلاوت قرآن سننے کے لئے کسی نہ کسی جگہ بیٹھ گیا۔ اور کسی کو بھی دوسرے کے بیٹھنے کی جگہ معلوم نہ تھی۔ حضور کی تلاوت سنتے سنتے ساری رات بیت گئی۔ صبح ہوئی تو وہ واپس جانے لگے۔ اچانک راستے پر تینوں کی ملاقات ہو گئی۔ ایک دوسرے کو لعنت ملامت کرنے لگے۔ پھر بولے۔ آئندہ ایسا نہیں کریں گے۔ اگر ہمیں کسی کم عقل نے دیکھ لیا تو اس کے دل میں ہمارے متعلق شک پیدا ہو جائے گا۔ یہ کہہ کر وہ چلے گئے۔ اگلی رات پھر وہ اپنی جگہ پر آکر بیٹھ گئے اور ساری رات

حضور کی تلاوت سنتے رہے۔ صبح واپس جانے لگے تو پھر راستے پر ان کی ملاقات ہوگئی۔ پہلے کی طرح ایک دوسرے کو ملامت کی اور پھر نہ آنے کا معاہدہ کر کے اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ مگر تیسری رات بھی (ان سے نہ رہا گیا) وہ اپنی اپنی جگہ آگئے اور ساری رات حضور کی تلاوت سنتے رہے۔ صبح ہونے لگی اور وہ جانے لگے تو پھر ملاقات ہوگئی کہنے لگے۔ اب تو اٹل قسم کا عہد و پیمان کرتے ہیں کہ پھر کبھی نہ آئیں گے۔ چنانچہ پکا معاہدہ کرنے کے بعد وہ اپنی اپنی راہ چل دیئے۔ صبح کے وقت اخنس بن شریق نے ڈنڈا لیا۔ اپنے گھر سے نکلا اور ابو سفیان کے گھر جا پہنچا۔ اس سے کہنے لگا۔ اے ابو حنظلہ۔ محمد (ﷺ) سے جو کلام تم نے سنا ہے اس کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے؟ ابو سفیان نے جواب دیا۔ اے ابو ثعلبہ! میں نے ایسی چیزیں سنی ہیں جنہیں میں خوب جانتا ہوں اور ان کا مطلب بھی سمجھتا ہوں۔ اخنس نے کہا۔ اللہ کی قسم! میری بھی یہی رائے ہے۔ اس کے بعد اخنس ابو جہل کے پاس آیا اور کہا۔ اے ابو الحکم! تم نے محمد (ﷺ) کے کلام کے متعلق کیا رائے قائم کی ہے؟ ابو جہل نے کہا۔

”میں نے کیا سنا؟ دراصل ہمارے اور بنو عبد مناف کے درمیان خاندانی وقار کا تنازعہ تھا۔ انہوں نے لوگوں کو کھانا کھلایا۔ ہم نے بھی کھانا کھلایا۔ انہوں نے لوگوں کو سواریاں دیں۔ ہم نے بھی اسی طرح کیا۔ انہوں نے جود و عطا سے کام لیا تو ہم نے بھی مقابلہ کیا۔ ہماری صورت حال مقابلے کے میدان میں اترنے والے دو گھوڑوں کی طرح تھی۔ بالآخر جب ہم ہر میدان میں برابر رہے تو بنو عبد مناف نے دعویٰ کر دیا کہ ہمارے اندر ایک نبی ہے جس پر آسمانی وحی کا نزول ہوتا ہے۔ بھلا ہم اس بات پر کیونکر یقین کر سکتے ہیں۔ اللہ کی قسم! ہم اس پر کبھی ایمان نہیں لائیں گے اور نہ کبھی اس کی تصدیق کریں گے۔“ ابو جہل کی یہ باتیں سن کر اخنس بن شریق اٹھ کھڑا ہوا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں ابو جہل کے ساتھ مکہ مکرمہ کی ایک گلی میں جا رہا تھا۔ اسی روز مجھے رسول پاک صاحب لولاک ﷺ کی حقیقی شان کا پتہ چلا۔ ہمیں راستے میں رسول اللہ ﷺ مل گئے۔ حضور نے ابو جہل سے فرمایا۔ ”اے ابو الحکم! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف آجاؤ۔ میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں۔“ ابو جہل نے کہا۔ ”اے محمد! کیا آپ ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے باز نہیں آئیں گے۔ کیا آپ یہی چاہتے ہیں کہ ہم یہ گواہی دیدیں کہ آپ نے تبلیغ کر دی ہے۔ اگر آپ کا صرف یہی مقصد ہے تو ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے حق تبلیغ ادا کر دیا ہے، اللہ کی قسم! اگر مجھے یقین ہو جاتا کہ آپ کی دعوت برحق ہے تو میں ضرور آپ کی اتباع کرتا۔“ ابو جہل

کی باتیں سن کر حضور تشریف لے گئے۔ پھر ابو جہل میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا۔ "واللہ مجھے یقین ہے کہ ان کی دعوت برحق ہے مگر اصل بات یہ ہے کہ بنو قصی نے دعویٰ کیا کہ ہم خانہ کعبہ کے دربان ہیں۔ ہم نے مان لیا۔ انہوں نے کہا دارالندوہ کے منتظمین ہم ہیں۔ ہم نے کہا ٹھیک ہے۔ انہوں نے کہا سرداری کا جھنڈا بھی ہمارا ہے۔ ہم نے کہا۔ چلو یہ بھی مانتے ہیں۔ پھر انہوں نے کہا۔ حجاج کرام کو پانی پلانے کی ذمہ داری بھی ہماری ہے۔ ہم نے مان لیا۔ پھر انہوں نے لوگوں کو کھانا کھلانا شروع کر دیا۔ ہم بھی ان کے مقابلے میں دعوت طعام کا بندوبست کرنے لگے۔ بالآخر جب دونوں طرف سے مقابلہ برابر رہا تو بنو قصی نے ایک اور دعویٰ کر دیا۔ وہ یہ کہ ہمارے اندر ایک نبی بھی ہے۔ اللہ کی قسم۔ یہ بات تو میں کبھی نہیں مانوں گا۔"

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میرا بھائی انیس مکہ مکرمہ گیا۔ واپس آ کر اس نے بتایا کہ مکہ میں ایک ایسے شخص سے میری ملاقات ہوئی ہے جس کا خیال ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ میں نے پوچھا۔ لوگ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں؟ اس نے بتایا کہ لوگ اسے شاعر، ساحر اور کاہن کہتے ہیں۔ میرا بھائی انیس بھی شاعر تھا۔ اس نے کہا۔ میں نے کاہنوں کی باتیں سنی ہیں۔ ان کے کلام کو کہانت نہیں جا سکتا۔ میں نے ان کے کلام کو شعر کے اوزان اور بحروں پر بھی پرکھنے کی کوشش کی۔ مگر وہ شعر و شاعری بھی نہیں۔ اللہ کی قسم! وہ سچے ہیں اور لوگ جھوٹے ہیں۔ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ بھائی کی باتیں سن کر میں مکہ مکرمہ کی جانب روانہ ہو گیا۔ یہاں آ کر میں تیس دن ٹھہرا رہا۔ اس عرصے میں صرف آب زمزم نوش جاں کر لیتا تھا۔ اس کے علاوہ میرے پاس کوئی سامان خورد و نوش نہ تھا۔ مگر دن بدن میرا جسم موٹا ہوتا گیا حتیٰ کہ میرے پیٹ پر گوشت کی زیادتی کی وجہ سے سلوٹیں پڑ گئیں اور مجھے بھوک کی کمزوری کا احساس تک نہ ہوا۔

ابو نعیم، زہری رحمہما اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ عقبہ کے دن اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا۔ میں نے اپنوں بیگانوں سب سے رشتے توڑ لئے اور قرابتداریاں ختم کر لیں۔ ہم یہ گواہی دیتے ہیں کہ حضور اللہ کے رسول برحق ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس سے بھیجا ہے۔ وہ جھوٹے نہیں اور جو کلام آپ لے کر آئے ہیں وہ انسانی کلام سے کوئی مشابہت نہیں رکھتا۔

ابو نعیم بہ سند ابن اسحاق رحمہما اللہ علیہ اسحاق بن یسار سے اور وہ بنو سلمہ کے ایک شخص سے روایت کرتے ہیں کہ جب بنو سلمہ کے نوجوان مشرف بہ اسلام ہوئے تو عمرو بن جموح نے اپنے بیٹے

سے کہا۔ ان کے کلام سے ہمیں بھی آگاہ کیجئے۔ تو ان کے بیٹے نے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ سے لے کر اَلصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ تک سورۃ فاتحہ پڑھ کر سنائی۔ عمرو کہنے لگا۔ کیا ہی خوب کلام ہے۔ کیا ان کا سارا کلام اسی طرح ہے؟ بیٹا بولا۔ ابا جان! بلکہ اس سے بھی زیادہ خوبصورت اور دلنشیں کلام ہے۔

ابن سعد، یزید بن رومان، محمد بن کعب، شعبیؒ اور زہری رحمہم اللہ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں کہ بنو سلیم کا ایک آدمی بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا۔ اس کا نام قیس بن نسیبہ تھا۔ اس نے حضور کی گفتگو سنی۔ پھر آپ سے چند سوالات کئے۔ حضور نے اسے جوابات عطا فرمائے اور وہ مسلمان ہو گیا۔ پھر اپنی قوم کے لوگوں کے پاس جا کر کہنے لگا۔

"میں نے رومیوں کا ذکر، ایرانیوں کی شگفتہ کلامی، عربوں کے اشعار، کاہنوں کی کہانت کی باتیں اور حمیر کے قادر الکلام شعراء وادباء کا کلام سنا ہے۔ حضرت محمد ﷺ کا کلام ان کے کلام سے کوئی مشابہت نہیں رکھتا۔ میری بات مان لو اور جا کر حضور سے اپنا حصہ وصول کر لو۔" چنانچہ وہ لوگ فتح مکہ کے سال حاضر خدمت ہوئے اور مسلمان ہو گئے۔ ان کی تعداد سات سو تھی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ ایک ہزار تھے۔

فصل

اہل علم و دانش کا اس بات پر اجماع ہے کہ کتاب الٰہی کلام معجز نظام ہے۔ یہ ایسا معجزہ ہے کہ فصحاء عرب کو اس جیسا کلام پیش کرنے کا چیلنج دیا گیا مگر کوئی بھی اس کے مقابلے میں کلام لانے کی جرأت نہ کر سکا۔ اسی کے بارے میں فرمان الٰہی ہے۔

وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلَامَ اللّٰهِ

(سورۃ التوبہ)

اور اگر مشرکوں میں سے کوئی شخص آپ سے پناہ طلب کرے تو اسے پناہ دیجئے تاکہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلام سنے۔

اگر قرآن سننا اس کے لئے حجت نہ ہوتا تو اس کا معاملہ سماع قرآن پر موقوف نہ ہوتا۔ اور یہ حجت تبھی بن سکتا ہے جبکہ معجزہ ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ایک اور فرمان ہے۔

وَقَالُوْا لَوْ لَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَاتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّمَا الْآيَاتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاِنَّمَا اَنَا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ اَوَلَمْ يَكْفِهِمْ اَنَّا اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ يُتْلٰى عَلَيْهِمْ۔

(سورۃ العنکبوت)

اور انہوں نے کہا ان پر ان کے رب کی طرف سے نشانیاں کیوں نہ اتاری گئیں۔ آپ فرمائیے نشانیاں تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں اور میں تو صرف صاف صاف ڈرانے والا ہوں۔ کیا انہیں یہ کافی نہیں کہ ہم نے آپ پر ایسی کتاب اتاری ہے جو انہیں پڑھ کر سنائی جا رہی ہے۔

آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے اس بات سے آگاہ فرمایا ہے کہ کتاب الٰہی اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک خاص نشانی ہے۔ اپنے معانی و مفاہیم کے لحاظ سے کافی و وافی ہے اور دیگر انبیاء کرام کے معجزات کے قائم مقام ہے۔ حضور ﷺ یہ معجزہ لے کر ان لوگوں کے پاس تشریف لائے جن میں بڑے بڑے فصحاء اور قادر الکلام خطباء موجود تھے۔ اور انہیں چیلنج کیا گیا کہ وہ اس جیسا کلام لائیں۔ اور کئی سالوں تک انہیں مہلت بھی دی گئی مگر وہ قرآن جیسا کلام پیش نہ کر سکے۔ حالانکہ ان کی دلی خواہش تھی کہ شمع حق بجھ جائے اور صدائے حق دب جائے۔ اگر قرآن جیسا کلام لانا ان کے بس میں ہوتا تو وہ قرآنی حجت کو زائل کرنے کے لئے ضرور ایسا کر گزرتے۔ مگر کسی کے بارے میں یہ ذکر نہیں ملتا کہ اس نے قرآن کی مثل کلام لانے کے بارے میں سوچا ہو یا ارادہ کیا ہو۔ بلکہ وہ کبھی تو بغض و عناد میں مبتلا نظر آتے ہیں اور کبھی قرآن کے ساتھ تمسخر و استہزاء کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ کبھی کہتے یہ جادو ہے۔ کبھی کہتے یہ شعر و شاعری ہے اور کبھی قرآنی واقعات کو پہلوں کے قصے بتاتے۔ کسی ایک رائے پر نہ ٹکتے تھے۔ وجہ یہ تھی کہ وہ اس کلام معجز بیان کی اعجاز آفرینیوں کو دیکھ کر سخت حیرت زدہ اور لاجواب ہو گئے تھے۔ اگر انہیں یہ یقین ہوتا کہ قرآن جیسا کلام لانا ان کے بس میں ہے تو وہ ذرا بھی دیر نہ کرتے۔ کیونکہ ایسا کرنا نسبتاً آسان کام تھا۔ مگر ایسا کرنے کی بجائے انہوں نے تلوار کے فیصلے کو منظور کر لیا اور بال بچوں اور اہل خانہ کے قید ہو جانے اور مال و دولت کے لٹ جانے پر راضی ہو گئے۔ حالانکہ وہ بڑے باغیرت لوگ تھے۔ (یعنی شمع حق کو بجھانے کے لئے قرآن کا مثل لانے کی بجائے میدان کارزار میں کود گئے۔ جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ وہ قرآن کے مقابلے کا کلام پیش نہ کر سکتے تھے۔ ورنہ وہ ایسی ذلت آمیز صورت حال پر راضی نہ ہوتے)

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو جس زمانے میں مبعوث فرمایا اس وقت عرب میں کثیر تعداد میں شاعر اور خطیب موجود تھے جو عربی زبان پر مضبوط گرفت رکھتے تھے اور غیر معمولی استعداد کے مالک تھے۔ داعیٔ برحق ﷺ نے دور و نزدیک والوں کو قرآن کے مقابلے میں کلام پیش کرنے کے لئے للکارا۔ پھر ان کے ساتھ جنگ کرنے کا اعلان

فرمایا-- قرآن کے مقابلے میں کلام پیش کرنا بظاہر کتنا آسان تھا مگر باوجودیکہ ان میں شعراء اور خطباء کی کثرت تھی پھر بھی ان کی زبانیں گنگ ہو گئیں۔ لہٰذا ایک عقلمند شخص بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ وہ معجزۂ قرآن کے سامنے عاجز اور بے بس ہو گئے تھے کیونکہ اگر وہ ایک سورت یا چند آیات لے آتے تو قرآنی دعویٰ کے سارے تاروپود بکھر جاتے، امور دین میں بگاڑ پیدا ہو جاتا اور پیروان حق تتر بتر ہو جاتے۔ اس زود اثر اور کارگر انداز کو اپنانے کی بجائے انہوں نے اپنی جانیں قربان کیں، جلاوطنی اور شہر بدری کو قبول کیا اور بے دریغ مال و دولت کو خرچ کرنا گوارا کیا۔ جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ وہ معجزۂ قرآنی کے سامنے عاجز، لاچار اور بے بس تھے۔

اعجاز قرآنی کے چند پہلو

قرآن کریم کے اعجاز کے کئی پہلو ہیں اور اس کے متعلق متعدد آراء ہیں۔ میں نے اپنی کتاب "الاتقان" میں اعجاز قرآن کے سارے پہلو تفصیلاً بیان کیے ہیں۔ یہاں ان کا خلاصہ پیش خدمت ہے۔

(۱) اجزائے کلام میں حسن ترتیب اور بلا کی فصاحت و بلاغت جو ان عربوں کی دسترس سے بھی ماوراء تھی جو کلام و بیان کے شہسوار مانے جاتے تھے۔

(۲) قرآن کریم کی حیران کن عبارت اور انوکھا اسلوب بیان کہ ایسا اسلوب پورے کلام عرب میں نہیں پایا جاتا۔ نیز قرآنی نظم و نثر کا نرالا انداز اور قرآنی آیات کے اختتامی کلمات جن میں بے مثال آہنگ پایا جاتا ہے۔

(۳) قرآن کریم کی بیان کردہ غیب کی باتیں اور مستقبل کی پیشین گوئیاں جو ہو بہو پوری ہوئیں۔

(۴) قرآن کریم کے اعجاز کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اس میں گزشتہ ادوار اور سابقہ شریعتوں کے ایسے حالات اور قصے بیان کئے گئے ہیں کہ ان میں سے کوئی ایک آدھ قصہ بمشکل اہل کتاب کے اس یگانہ روزگار عالم کو معلوم ہوتا تھا جس نے حصول علم میں ساری عمر کھپا دی ہوتی۔ مگر حضور نبی کریم ﷺ ایسے واقعات فی البدیہہ سنایا کرتے اور من و عن سارا واقعہ بیان فرماتے حالانکہ آپ امی تھے۔ کسی کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ نہیں کیا تھا اور نہ کسی سے لکھنے کا فن سیکھا تھا۔

(۵) اعجاز قرآن کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اس نے نہاں خانہ دل میں چھپے ہوئے احساسات، خیالات اور ارادوں سے آگاہ کیا۔ جیسے فرمان الٰہی ہے۔

إِذْ هَمَّتْ طَّائِفَتَانِ مِنكُمْ أَن تَفْشَلَا (سورۂ آل عمران)

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی ہے۔

وَيَقُولُونَ فِيْ أَنْفُسِهِمْ لَوْلَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ (سورۃ المجادلہ)

اور وہ آپس میں کہا کرتے ہیں کہ (اگر یہ سچے رسول ہیں تو) اللہ تعالیٰ ہماری ان باتوں پر ہمیں عذاب کیوں نہیں دیتا۔

(۶) قرآن کریم میں ایسی آیات بھی ہیں جن کے ذریعے وقت سے پہلے بتادیا گیا کہ فلاں قوم کے لوگ فلاں معاملے میں عاجز و درماندہ رہ جائیں گے اور وہ کام نہیں کر سکیں گے۔ پھر واقعی اسی طرح ہوا اور اس قوم کے لوگ وہ کام نہ کر سکے۔ مثلاً یہودیوں کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ وَلَنْ يَتَمَنَّوْهُ أَبَداً (سورۃ البقرہ) اور وہ ہرگز کبھی بھی اس کی تمنا نہ کریں گے۔

(۷) اعجاز قرآنی کا یہ پہلو بھی غور طلب ہے کہ مخالفین اسلام انتہائی معاندانہ جذبات رکھنے کے باوجود قرآن کے مقابلے میں اپنا کلام پیش کرنے کی جسارت نہ کر سکے اور قرآن کی مثل پیش کرنے کی شدید ضرورت کے باوجود وہ قرآنی چیلنج کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہو گئے۔

(۸) قرآن کریم ایسا پر جلال کلام ہے کہ اس کی تلاوت سن کر دلوں پر ہیبت طاری ہو جاتی ہے۔ ایک دفعہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی رحمت ﷺ کو مغرب کی نماز میں سورۂ طور پڑھتے سنا تو ان کی کیفیت بدل گئی۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب حضور اکرم ﷺ اس آیت أَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُوْنَ سے الْمُصَيْطِرُوْنَ تک پہنچے تو میرا دل فرط خوف سے اڑا جا رہا تھا۔ اسی وقت سے میرے دل میں اسلام کا نقش اولیں ثبت ہو گیا۔

(۹) قرآن کریم کی معجزہ آفرینی کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ اس کی تلاوت سے نہ قاری کو اکتاہٹ ہوتی ہے اور نہ سامع پر ناگواری کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ بلکہ اس کی تلاوت کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جانے سے اس کی شیرینی اور مٹھاس بڑھ جاتی ہے اور اس کو بار بار پڑھنے سے ایک گونہ لگاؤ پیدا ہو جاتا ہے۔ جبکہ انسانوں کے کلام کی صورت حال اس کے برعکس ہے کہ ان کے اعادہ و تکرار سے بیزاری اور اکتاہٹ پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی لئے حضور نبی کریم ﷺ نے قرآن کریم کے متعلق فرمایا ہے کہ یہ بار بار پڑھنے سے بوسیدہ نہیں ہوتا۔ (یعنی اس کی لذت کم نہیں ہوتی)

(۱۰) قرآن کریم ایک ابدی معجزہ ہے، جب تک دنیا قائم ہے یہ معجزہ باقی رہے گا کیونکہ اس کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ کرم پر لے رکھی ہے۔

(۱۱) قرآن کریم علوم و معارف کا بحر ذخار ہے۔ اس قدر علوم و معارف نہ کسی کتاب میں موجود ہیں اور نہ کوئی انہیں اتنے قلیل کلمات اور چند حروف میں بیان کر سکا ہے۔

(۱۲) قرآن کریم کے اعجاز کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ یہ پر جلال کلام ہونے کے ساتھ ساتھ

شیریں و دلنشیں بھی ہے۔ حالانکہ یہ دونوں متضاد صفات ہیں جو کسی انسانی کلام میں بیک وقت نہیں پائی جاتیں۔

(۱۳) یہ واحد کتاب ہے جو دیگر کتابوں سے بے نیاز کر دیتی ہے۔ جبکہ سابقہ آسمانی کتابوں میں بعض مقامات کی وضاحت کے لئے قرآن کریم کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

إِنَّ هٰذَا الْقُرْآنَ يَقُصُّ عَلٰى بَنِيْ إِسْرَائِيْلَ أَكْثَرَ الَّذِيْ هُمْ فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ (سورہ نمل)

بلاشبہ یہ قرآن بنو اسرائیل کے سامنے اکثر ان امور (کی حقیقت) کو بیان کرتا ہے جن میں وہ جھگڑتے رہتے ہیں۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کے اعجاز کے جو پہلو بیان کئے گئے ہیں ان میں سے پہلے چار اعجاز قرآنی کے متعلق مستند اور معتبر سمجھے جاتے ہیں جبکہ باقی کو خصائص قرآن کے ضمن میں پیش کیا جاتا ہے۔ قرآن کریم کی تین خصوصیات یہ بھی ہیں۔

(۱) یہ سات لغتوں میں نازل کیا گیا۔

(۲) اسے یکبارگی نازل نہیں کیا گیا بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا گیا۔

(۳) اور اس کو زبانی یاد کرنا آسان بنا دیا گیا۔

قرآن کریم کے علاوہ باقی کتابیں مذکورہ تینوں صفات سے عاری ہیں۔ پہلی دو خصوصیات پر میں نے "الاتقان" میں سیر حاصل گفتگو کی ہے۔ باقیماندہ گفتگو اس باب میں کروں گا جس میں حضور ﷺ کی ان خصوصیات کا ذکر آئے گا جن میں آپ دیگر انبیاء علیہم السلام سے ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔

فصل

قرآنی معجزات کی تعداد

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی شان اعجاز کے مذکورہ انداز جان لینے کے بعد آپ یہ باور کر سکتے ہیں کہ قرآنی معجزات کی تعداد ہزار دو ہزار تک محدود نہیں ہے کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ نے مخالفین کو ایک سورت لانے کا چیلنج دیا مگر وہ ایسا نہ کر سکے، اہل علم کا کہنا ہے کہ سب سے چھوٹی سورت "إِنَّا أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ" ہے۔ اس کی ساری آیات اپنی تعداد

اور مقدار سمیت سراسر معجزہ ہیں۔ پھر ہر آیت کے اندر نہ جانے کتنے معجزات موجود ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ اگر آپ سورۃ الکوثر کے کلمات شمار کریں تو آپ کو پتہ چلے گا یہ دس سے کچھ زائد ہیں اور پورے قرآن کے کلمات کی تعداد ستتر ہزار نو سو چونتیس (۷۷۹۳۴) ہے۔ (قرآن کریم کے اعجاز کے جو پہلو ذکر کیے گئے ہیں۔ان میں سے تیسری، چوتھی، پانچویں اور چھٹی صورتیں مخصوص آیات سے تعلق رکھتی ہیں جبکہ باقی صورتیں عام ہیں اور ان کا تعلق ہر ہر آیت کریمہ کے ساتھ ہے) لہٰذا اگر تقریباً سات ہزار (۷۰۰۰) کو باقیماندہ آٹھ صورتوں (یعنی پہلی، دوسری، ساتویں، آٹھویں، نویں، دسویں، گیارھویں اور بارھویں صورت) کے ساتھ ضرب دی جائے تو چھپن ہزار ۵۶۰۰۰ معجزات بنتے ہیں۔ پھر دوسری وہ آیات کریمہ جن کا تعلق تیسری، چوتھی پانچویں اور چھٹی صورت کے ساتھ ہے انہیں ان معجزات کے ساتھ ملا کر سب کو جمع کریں تو قرآنی معجزات کی تعداد ساٹھ ہزار (۶۰۰۰۰) یا اس سے بھی زیادہ بن جاتی ہے۔

اعجاز قرآن کے پہلے دو پہلوؤں کو مد نظر رکھ کر ہم نے اپنی کتابوں "الاتقان" اور "اسرار التنزیل" میں کھل کر بحث کی ہے، جسے تفصیلات پڑھنے کا شوق ہو وہاں سے پڑھ لے۔اس کی علمی تشنگی کا مداوا ہو جائے گا۔ مجھے قدرت نے یہ موقع بھی عطا فرمایا کہ میں نے ایک قرآنی آیت سے ایک سو بیس (۱۲۰) انواع بلاغت مستنبط کی ہیں۔وہ آیت کریمہ یہ ہے۔

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ آمَنُوْا (سورۃ البقرۃ)

اور اس موضوع پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے۔ پس اس کا مطالعہ کر لینا چاہئے۔

فصل

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

لَوْ کَانَ الْقُرْآنُ فِیْ إِھَابٍ مَا أَکَلَتْہُ النَّارُ

اگر قرآن پاک کسی کھال میں ہو تو اسے آگ نہیں کھاتی۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی روایت کو حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بایں الفاظ نقل کیا ہے "مامستہ النار" (آگ اسے نہیں چھوئے گی)

اور طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی روایت حضرت عصمہ بن مالک سے بھی نقل کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں۔

لَوْ جُمِعَ الْقُرآنُ فِی إِھَابٍ مَا أَحرَقَتْهُ النَّار

اگر قرآن کریم کو کسی کھال میں جمع کیا جائے تو اسے آگ نہیں جلاتی

علامہ ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ نہایۃ الغریب میں فرماتے ہیں کہ بعض علماء فرماتے ہیں کہ معجزہ صرف حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے عہد پاک میں رونما ہوتا تھا۔

باب

نزول وحی کے وقت معجزات کا ظہور

ابن ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ "کتاب المصاحف" میں حضرت ابو جعفر سے روایت کرتے ہیں کہ جب جبریل امین علیہ السلام حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ محو کلام ہوتے تو اس وقت صرف آواز سنائی دیتی تھی۔ حضرت جبریل امین علیہ السلام کو دیکھ نہ سکتے تھے۔

احمد، ترمذی، نسائی، حاکم، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ ایک بہترین سند کے واسطہ سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ پر وحی کا نزول ہوتا تو ہمیں مکھیوں کے بھنبھنانے کی سی آواز سنائی دیتی تھی۔ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ حضور ﷺ کے چہرۂ انور کے پاس مکھیوں کے بھنبھنانے کی طرح آواز سنی جاتی تھی۔

بخاری و مسلم رحمہما اللہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حارث بن ہشام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا۔ آپ کے پاس وحی کیسے آتی ہے؟ حضور نے فرمایا۔ کبھی تو گھنٹی کی آواز کی طرح آتی ہے اور وحی کی یہ صورت مجھ پر خاصی گراں گزرتی ہے۔ جب وحی ختم ہوتی ہے تو میں وحی کی ساری باتیں یاد کر چکا ہوتا ہوں۔ اور کبھی فرشتہ انسانی شکل میں میرے پاس آتا ہے۔ مجھ سے محو کلام ہوتا ہے اور میں اس کی باتیں یاد کر لیتا ہوں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں دیکھتی کہ سخت سردی والے دن حضور پر وحی نازل ہوتی۔ جب وحی کا سلسلہ ختم ہوتا تو آپ کی پیشانی مقدس پسینے سے شرابور ہوتی۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو سلمہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے۔

"مجھ پر دو طرح کی وحی نازل ہوتی ہے۔ ایک تو جبریل امین وحی لاتے ہیں اور اس طرح القاء کر دیتے ہیں جیسے ایک آدمی دوسرے کو کوئی بات بتا دیتا ہے۔ اس وحی کے الفاظ کبھی میرے دل سے نکل جاتے ہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ گھنٹی کی آواز کی طرح وحی آتی ہے اور میرے دل

میں جاگزیں ہو جاتی ہے۔ یہ وحی میرے دل سے کبھی نہیں نکلتی۔"

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو آپ کو شدید تکلیف محسوس ہوتی اور رخ زیبا کی رنگت متغیر ہو جاتی تھی۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو آپ بوجھ محسوس کرتے تھے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

إِنَّا سَنُلْقِي عَلَيْكَ قَوْلاً ثَقِيلاً (سورۂ مزمل)

بے شک ہم جلد ہی آپ پر ایک بھاری کلام القاء کریں گے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو آپ کو بوجھ کا احساس ہوتا اور آپ کی پیشانی مقدس سے پسینے کے قطرے یوں بہتے دکھائی دیتے جیسے چھوٹے چھوٹے موتی ہوں۔ خواہ سردی کا موسم کیوں نہ ہوتا۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے والی وحی کو لکھا کرتا تھا۔ جب وحی نازل ہوتی تو حضور کو سخت مشقت کا احساس ہوتا اور آپ کے رخ پر نور پر پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح چمکتے نظر آتے۔ پھر تکلیف ختم ہو جاتی۔ حضور مجھے وحی لکھواتے اور میں لکھتا رہتا۔ جب فارغ ہوتا تو یوں لگتا گویا قرآن کے بوجھ سے میری ٹانگیں ٹوٹنا چاہتی ہیں۔ میں سمجھتا کہ اب میں اپنے پاؤں پر کبھی نہ چل سکوں گا۔

احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں جب رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہونے لگتی تو آپ کے جسم اقدس کی رنگت بدل جانے سے ہمیں نزول وحی کا علم ہو جاتا تھا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور پر وحی نازل ہوتی تو آپ کے چہرۂ انور اور جسد پاک کی رنگت بدل جایا کرتی، صحابہ کرام خاموش ہو جاتے اور کوئی بھی آپ سے عرض معروض نہ کرتا تھا۔

احمد، طبرانی اور ابو نعیم رحمہم اللہ حضرت ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! کیا آپ کو نزول وحی کا احساس ہوتا ہے؟ فرمایا۔ "ہاں۔ میں گھنٹی کی سی آوازیں سنتا ہوں۔ پھر نزول وحی (کی شدت) کے وقت ثابت قدم ہو جاتا ہوں۔ جب

بھی مجھ پر وحی نازل ہوتی ہے مجھے یوں محسوس ہوتا ہے گویا میری روح پرواز کر جائے گی۔"

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ فلتان بن عاصم سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو آپ کی نگاہیں وارہتیں اور آپ اپنے کانوں اور دل کی ساری توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہونے والی وحی کی جانب مرکوز کر دیتے تھے۔

بخاری و مسلم اور ابو نعیم رحمہم اللہ یعلی بن امیہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہو رہی تھی۔ مجھے آپ سے خراٹوں کی سی آواز سنائی دیتی تھی اور آپ کی آنکھوں اور پیشانی کا رنگ بھی سرخ تھا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ ابو اروی دوسی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اپنی سواری پر تشریف فرما تھے اور وحی نازل ہو رہی تھی۔ وحی کے بوجھ کی وجہ سے سواری کراہ رہی تھی اور اپنی ٹانگیں سمیٹتی جاتی تھی یہاں تک کہ مجھے شک ہوا کہ کہیں اس کی ران نہ ٹوٹ جائے۔ سواری کبھی بیٹھ جاتی اور کبھی اگلی ٹانگوں کے سہارے کھڑی ہو جاتی اور حضور کے چہرۂ انور سے موتیوں کی طرح پسینہ بھی ٹپک رہا تھا۔

احمد اور بیہقی رحمہما اللہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر جب اس حالت میں وحی نازل ہوتی کہ آپ اپنی اونٹنی پر سوار ہوتے تو وحی کے بوجھ سے اونٹنی بیٹھ جایا کرتی اور وحی کے وقت سخت سردی میں بھی حضور کی پیشانی پسینے سے شرابور ہو جایا کرتی۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول پاک ﷺ پر وحی کا نزول ہوتا تو آپ کو سر مبارک میں ہیجان سا معلوم ہوتا، رخ زیبا کی رنگت بدل جاتی، دندان مبارک میں ٹھنڈک کا احساس ہوتا اور پسینہ موتیوں کی طرح بہنے لگتا۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو یوں لگتا گویا آپ پر غشی سی طاری ہونے والی ہے۔

احمد، طبرانی، بیہقی (شعب الایمان میں) اور ابو نعیم رحمہم اللہ حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضور نبی کریم ﷺ کی اونٹنی کی لگام تھامے ہوئے تھی۔ آپ پر سورۂ مائدہ نازل ہونے لگی تو یوں لگتا تھا کہ سورۂ مبارکہ کے بوجھ سے اس کی ران ٹوٹ جائے گی۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب

رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوتی تو آپ کو سر درد کی تکلیف محسوس ہوتی اور آپ اپنے سر میں مہندی لگا لیتے تھے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی جانب وحی کی جاتی تو آپ پر اونگھ کا غلبہ ہو جاتا تھا جیسے کسی مدہوش انسان کی حالت ہوتی ہے۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی طرف وحی نازل ہوتی تو ہم میں سے کسی میں ہمت نہ ہوتی تھی کہ آنکھ اٹھا کر حضور کی طرف دیکھ سکے یہاں تک کہ وحی کے نزول کا سلسلہ ختم ہو جاتا۔

باب

جبریل امین علیہ السلام کو اصلی صورت میں دیکھنا

امام احمد، ابن ابی حاتم، اور ابوالشیخ رحمۃ اللہ علیہ (العظمۃ میں) حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور رسول کریم ﷺ نے جبریل امین کو صرف دو مرتبہ اصلی صورت میں دیکھا ایک دفعہ حضور نے ان سے فرمایا کہ مجھے اپنی اصلی صورت دکھاؤ۔ جبریل امین اصلی صورت میں آئے تو آفاق عالم نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔ دوسری مرتبہ شب معراج سدرۃ المنتہیٰ کے پاس حضور نے جبریل امین کو اصلی صورت میں دیکھا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جبریل امین کو اصلی صورت میں دیکھا تو ان کے چھ سو پر تھے۔ ہر پر نے افق کو چھپا دیا تھا ان کے پروں سے رنگ برنگی چیزیں موتی اور یاقوت گرتے دکھائی دیتے تھے جن کی حقیقت کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

احمد اور طبرانی رحمہما اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے جبریل امین سے فرمایا کہ آپ انہیں ان کی اصلی صورت میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ انہوں نے کہا۔ آپ اپنے رب سے دعا کریں آپ نے دعا فرمائی تو مشرق کی جانب سے سیاہی نمودار ہوئی جو بلند ہوتی اور پھیلتی چلی گئی۔

بخاری و مسلم رحمہما اللہ علیہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام کو صرف دو مرتبہ ان کی اصلی صورت میں دیکھا

جس پر انہیں پیدا کیا گیا ہے۔ جب حضور نے انہیں دیکھا تو وہ آسمان سے زمین کی جانب اتر رہے تھے۔ اور ان کی عظیم جسامت نے زمین و آسمان کو گھیر رکھا تھا۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "میں نے جبریل علیہ السلام کو اترتے دیکھا۔ انہوں نے زمین و آسمان کو گھیر رکھا تھا اور ریشمی لباس زیب تن کر رکھا تھا جس کے ساتھ موتی اور یاقوت لٹک رہے تھے۔"

ابو الشیخ رحمۃ اللہ علیہ (العظمہ میں) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے جبریل امین کو فرمایا۔ "میری خواہش ہے کہ تمہیں اصلی صورت میں دیکھوں۔" چنانچہ جبریل امین نے اپنا ایک پر پھیلا دیا۔ جس نے آسمان کے افق کو گھیر لیا۔ یہاں تک کہ آسمان بالکل نظر نہ آتا تھا۔

ابو الشیخ رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ "میں نے جبریل کو دیکھا ان کے موتیوں سے مزین چھ سو پر تھے۔ جنہیں مور کے پروں کی طرح انہوں نے پھیلا دیا۔"

ابو الشیخ رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جبریل امین کو دیکھا کہ انہوں نے سبز رنگ کا جوڑا زیب تن کر رکھا ہے اور زمین و آسمان کی ساری چیزوں کو گھیر رکھا ہے۔

ابو الشیخ اور ابن مردویہ رحمہم اللہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے جبریل امین کو دیکھا کہ انہوں نے سدرہ کے مقام پر اپنی ٹانگیں لمبی کر رکھی ہیں۔ اور سدرہ پر موتی یوں دکھائی دے رہے تھے جیسے سبزے پر بارش کے قطرے نظر آتے ہیں۔

ابو الشیخ رحمۃ اللہ علیہ حضرت شریح بن عبید سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور نبی کریم ﷺ آسمان کی طرف تشریف لے گئے تو حضور نے جبریل امین کو اصلی شکل میں دیکھا۔ ان کے پروں میں زبرجد، موتی اور یاقوت پروئے ہوئے تھے۔ حضور فرماتے ہیں۔ مجھے یوں محسوس ہوا گویا ان کی دونوں آنکھوں کا درمیانی فاصلہ آفاق پر محیط ہے۔ اس سے پہلے میں انہیں مختلف صورتوں میں دیکھا کرتا تھا۔ زیادہ تر میں انہیں دحیہ کلبی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی شکل میں دیکھتا تھا اور کبھی وہ مجھے اس طرح دکھائی دیتے جیسے آدمی چھلنی کے پار کسی کو دیکھتا ہے۔

ابن سعد اور نسائی رحمہم اللہ صحیح سند کے واسطہ سے حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے

روایت کرتے ہیں کہ جبریل امین علیہ السلام حضور نبی کریم ﷺ کے پاس دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صورت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ "جبریل علیہ السلام میرے پاس دحیہ کلبی کی شکل میں آیا کرتے تھے۔ دحیہ ایک خوبرو شخص تھا۔"

عجلی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تاریخ میں عوانہ بن حکم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ "خوبصورت ترین شخص وہ ہے جس کا روپ دھار کر جبریل علیہ السلام حضور ﷺ کے پاس اترتے تھے۔"

بعثت اور ہجرت کے درمیان مکی دور میں رونما ہونے والے معجزات و خصائص

باب

درخت کا بارگاہ نبوی میں حاضر ہونا

ابن ابی شیبہ، ابو یعلی، دارمی، بیہقی اور ابو نعیم بہ سند اعمش رحمہم اللہ حضرت ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اہل مکہ نے حضور نبی کریم ﷺ کو لہولہان کر دیا۔ آپ مکہ سے باہر تشریف لے گئے۔ وہاں جبریل امین آپ کے پاس آئے اور پوچھا۔ آپ کو کیا ہوا ہے؟ آپ نے فرمایا۔ مجھے ان لوگوں نے لہولہان کیا ہے اور طرح طرح کی اذیتیں پہنچائی ہیں۔ جبریل نے پوچھا۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ کو کوئی نشانی دکھاؤں؟ آپ نے فرمایا۔ "ہاں۔" جبریل نے کہا۔ "آپ اس درخت کو بلائیں۔" آپ نے بلایا تو وہ زمین کو پھاڑتا ہوا آپ کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ جبریل نے کہا۔ "اب اسے حکم دیں کہ واپس ہو جائے۔" آپ نے فرمایا۔ "واپس اپنی جگہ پر چلا جا۔" آپ کا حکم سنتے ہی وہ واپس اپنی جگہ پر لوٹ گیا۔ آپ نے فرمایا۔ "یہ میرے لئے کافی ہے۔"

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مکہ کی ایک گھاٹی میں تشریف لے گئے۔ اس وقت آپ قوم کے جھٹلانے کی وجہ سے سخت

کبیدہ خاطر تھے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ بار الٰہ! کوئی ایسا تسلی آمیز معجزہ دکھا کہ دل مطمئن ہو جائے اور غم واندوہ جاتا رہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی۔ "اس درخت کی جس ٹہنی کو چاہو اپنے پاس بلا لو۔" آپ نے ایک ٹہنی کو بلایا۔ تو وہ اپنی جگہ سے ہٹی اور زمین کو چیرتی ہوئی حضور کی بارگاہ میں حاضر ہو گئی پھر آپ ﷺ نے فرمایا۔ "اب واپس چلی جا۔" آپ کا حکم سن کر فوراً پلٹی اور زمین چیرتی ہوئی اپنی جگہ آ کھڑی ہوئی۔ اس انعام خداوندی پر حضور نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور آپ کا قلب حزیں تسلی پا گیا۔ پھر آپ واپس تشریف لے آئے۔

ابن سعد، ابو یعلی، بزار، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ بہ سند حسن حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مقام حجون میں تھے اور مشرکین کی ایذا رسانی کے باعث سخت پریشان تھے۔ بارگاہ الٰہی میں دعا کی، یا اللہ! آج اپنی قدرت کی کوئی ایسی نشانی دکھا کہ جسے دیکھنے کے بعد میں جھٹلانے والوں کی ذرا بھی پرواہ نہ کروں۔ چنانچہ حکم خداوندی کے مطابق آپ ﷺ نے وادی کے ایک کونے سے ایک درخت کو بلایا۔ آپ کا بلاوا سنتے ہی درخت زمین کو چیرتا ہوا آپ کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ اور آپ کی خدمت میں نذرانہ سلام پیش کیا۔ پھر حضور نے اسے واپس جانے کا حکم دیا تو وہ اپنی جگہ واپس چلا گیا۔ یہ معجزہ دیکھ کر حضور ﷺ نے فرمایا۔ اب اپنی قوم کے لوگوں کے جھٹلانے کی مجھے ذرا بھی پرواہ نہیں۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مشرکین نے رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچائی تو جبریل امین آپ کے پاس آئے اور آپ کو وادی کے بالائی کونے میں لے گئے جہاں بہت سے درخت تھے۔ انہوں نے آپ سے کہا۔ جس درخت کو چاہتے ہو اپنے پاس بلا لو۔ آپ ﷺ نے ایک درخت کو بلایا تو وہ فوراً آپ کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ جبریل امین نے کہا۔ آپ حق پر ہیں۔

باب

بکری کے تھنوں کا دودھ سے لبالب بھر جانا

طیالسی، ابن سعد، ابن ابی شیبہ اور ابو نعیم رحمہم اللہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نوعمر لڑکا تھا اور عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرا رہا تھا۔ مشرکین کی ایذا رسانیوں سے بچ کر رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے پاس سے گزرے۔ انہوں نے فرمایا۔ بچے! کوئی دودھ ہے؟ ہمیں پلاؤ گے؟ میں نے عرض کی۔ یہ بکریاں تو

میرے پاس امانت ہیں۔ انہوں نے فرمایا۔ کیا تمہارے پاس کوئی چھوٹی بکری ہے جس سے کسی نر نے ابھی تک جفتی نہ کی ہو؟ میں نے عرض کی۔ "جی ہاں" اور میں چھوٹی سی بکری ان کی خدمت میں لے گیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کے پاؤں میں رسی باندھی اور اللہ کے رسول ﷺ نے اس کے تھنوں پر ہاتھ پھیرا اور دعا کی۔ حضور کے دعا کرنے کی دیر تھی کہ بکری کے تھن دودھ سے لبالب بھر گئے۔ حضرت ابو بکر ایک گہرائی والا پتھر لے آئے آپ نے دودھ نکالا اور دونوں نے جی بھر کر پیا اور مجھے بھی پلایا۔ پھر حضور نے تھنوں کو حکم فرمایا۔ "سکڑ جاؤ۔" تو وہ حسب سابق سکڑ گئے۔

باب

حضرت خالد بن سعید بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خواب

ابن سعد اور بیہقی رحمہما اللہ حضرت محمد بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت خالد بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت پہلے مسلمان ہو گئے تھے اور ایمان لانے میں اپنے بھائیوں پر سبقت لے گئے۔ اسلام کی طرف ان کے مائل ہونے کا پہلا سبب یہ تھا کہ انہوں نے ایک خواب دیکھا کہ وہ آگ کے کنارے پر کھڑے ہیں۔ اس آگ کے الاؤ کی وسعت کو اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ انہوں نے دیکھا کہ ان کا والد انہیں آگ میں دھکیل رہا ہے اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں کمر سے پکڑ رکھا ہے اور آگ میں جانے نہیں دیتے۔ وہ نیند سے گھبرا کر اٹھا اور کہا۔ اللہ کی قسم! یہ سچا خواب ہے۔ حضرت خالد، حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور اپنا خواب بیان کیا۔ آپ نے فرمایا۔ خالد! مجھے بھی تمہاری خیر خواہی مطلوب ہے۔ ایسا کرو۔ اللہ کے رسول کے پاس حاضر ہو کر ان کی غلامی اختیار کر لو۔ چنانچہ حضرت خالد بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے۔ عرض کی حضور! آپ کس کی طرف دعوت دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا "میں یہ دعوت دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لاشریک ہے۔ محمد اس کے بندے اور رسول ہیں۔ تم جن پتھروں کی پوجا کرتے ہو ان سے لاتعلق ہو جاؤ۔ یہ نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں۔ نہ نفع دیتے ہیں نہ نقصان اور یہ بھی نہیں جانتے کہ کون ان کی پوجا کرتا ہے اور کون نہیں کرتا۔" حضور کی دلنشیں گفتگو سن کر حضرت خالد مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ جب ان کے والد کو پتہ چلا تو ان کی تلاش میں آدمی بھیج دیئے۔ پھر انہیں سخت ڈانٹا اور مار پیٹ کر کہا۔ اللہ کی قسم میں تمہاری روزی بند کر دوں گا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ اگر آپ میری روزی بند کریں گے تو اللہ تعالیٰ مجھے اتنا رزق ضرور عطا فرمادے

گا جس سے میں زندہ رہ سکوں گا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ حضرت صالح بن کیسان سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت خالد بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے بتایا کہ بعثت نبوی سے پہلے میں نے خواب دیکھا کہ مکہ مکرمہ پر تاریکی چھاگئی اور اتنا اندھیرا ہوگیا کہ دشت وجبل کچھ بھی دکھائی نہ دیتا تھا۔ پھر مجھے روشنی دکھائی دی جو چراغ کی روشنی کی طرح چاہ زمزم سے نکلی اور بلند ہونے لگی۔ جو بڑھتی اور پھیلتی گئی، یہاں تک کہ جب خوب بلند ہوگئی تو مجھے بیت اللہ شریف چمکتا دکھائی دیا۔ پھر وہ روشنی مزید بڑھنے لگی۔ یہاں تک کہ مجھے ہر پہاڑ اور میدان صاف دکھائی دینے لگا۔ پھر وہ روشنی آسمان پر پھیل گئی اب جو واپس پلٹی تو یثرب کے نخلستان نظر آنے لگے۔ جو کھجوروں سے لدے ہوئے تھے۔ روشنی کے اندر سے کوئی کہہ رہا تھا۔ "پاک ہے وہ پاک ہے وہ۔ اس کی بات پوری ہوگئی۔ ادرج اور اکمہ کے درمیان پہاڑی ٹیلے پر ابن مارد (سرکش کا بیٹا) ہلاک ہوگیا۔ اس امت کی فیروز بختی آ پہنچی۔ امیوں کے نبی تشریف لے آئے تقدیر کا لکھا اپنے مقررہ وقت پر آ پہنچا۔ اسی بستی والوں نے انہیں جھٹلایا۔ ان کو دو مرتبہ عذاب دیا جائے گا۔ تیسرے عذاب کے موقع پر یہ توبہ کرلیں گے۔ تین عذاب باقی ہیں دو مشرق میں اور ایک مغرب میں۔"

حضرت خالد بن سعید نے اپنے بھائی عمرو بن سعید کے سامنے یہ خواب بیان کیا تو اس نے کہا۔ "تم نے بڑا عجیب خواب دیکھا ہے۔ میرے خیال میں یہ واقعہ بنو عبد المطلب میں رونما ہوگا کیونکہ تم نے روشنی کو چاہ زمزم سے نکلتے دیکھا ہے۔"

دار قطنی (الافراد میں) اور ابن عساکر بہ سند واقدی رحمھم اللہ علیہ اسماعیل بن ابراہیم بن عقبہ سے، وہ اپنے چچا موسیٰ بن عقبہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت خالد بن سعید بن عاص کی بیٹی ام خالد کو کہتے سنا--- پھر مذکورہ روایت بیان کی --- جس کے آخر میں ہے کہ خالد نے کہا کہ یہ واقعہ ان اسباب میں سے ایک ہے جن کے ذریعے مجھے اللہ تعالیٰ نے اسلام کی نعمت ارزانی فرمائی۔ ام خالد بیان کرتی ہیں کہ (ہمارے گھرانے میں) سب سے پہلے میرے والد مشرف بہ اسلام ہوئے۔ جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اپنا خواب بیان کیا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

یَاخَالِدُ أَنَا وَاللّٰہِ ذَالِکَ النُّوْرُ وَأَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ

اے خالد اللہ کی قسم! میں وہی نور ہوں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔

یہ سن کر حضرت خالد مسلمان ہوگئے۔

باب

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خواب

ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر رحمہم اللہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اسلام لانے سے تین (دن) پہلے خواب دیکھا جیسے گھپ اندھیرا ہے۔ کچھ سجھائی نہیں دیتا۔ اچانک ایک چاند چمکتا دکھائی دیتا ہے میں اس کی روشنی کے پیچھے ہو لیتا ہوں۔ جنہوں نے مجھ سے پہلے چاند تک رسائی حاصل کر لی تھی، میں انہیں دیکھتا ہوں تو مجھے حضرت زید بن حارثہ، حضرت علی اور حضرت ابو بکر رضوان اللہ علیہم اجمعین نظر آتے ہیں۔ میں ان سے پوچھتا ہوں۔ تم یہاں کب سے آئے ہو؟ وہ جواب دیتے ہیں۔ ابھی آئے ہیں۔ پھر مجھے پتہ چلا کہ رسول اللہ ﷺ اسلام کی طرف خفیہ طریقے سے دعوت دے رہے ہیں۔ میں شعب اجیاد میں حضور کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ عرض کی۔ حضور کس کی طرف بلاتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا میری دعوت یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ حضور کی دعوت و تبلیغ سے متاثر ہو کر میں نے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضور کی رسالت کی گواہی دے دی۔

باب

چالیس آدمیوں کو ایک پیالے سے سیر کر دینے کا معجزہ

ابن اسحاق اور بیہقی رحمہم اللہ عبداللہ بن حارث بن نوفل سے، وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور وہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ

اور آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو (عذاب الٰہی سے) ڈرائیں۔

تو حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا۔ دعوت طعام کا بندوبست کرو۔ بکری کے پائے اور ایک صاع کی روٹی پکاؤ اور دودھ کے ایک بڑے پیالے کا انتظام کرو۔ پھر بنو عبدالمطلب کو بلالو۔ میں نے سارا بندوبست کرنے کے بعد انہیں بلالیا۔ وہ چالیس کے لگ بھگ تھے۔ ان میں حضور کے چچا حضرت ابو طالب، حضرت حمزہ اور حضرت عباس کے علاوہ ابو لہب

بھی تھا۔ میں نے کھانے کا برتن پیش کیا۔ حضور نے ایک بوٹی اٹھائی اور دندان مبارک سے توڑ کر پیالے کے اطراف میں ڈال دی اور فرمایا اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔ سب کھانے لگے حتیٰ کہ سیر ہو گئے جبکہ ان کی انگلیوں کے صرف نشانات دکھائی دے رہے تھے۔ اللہ کی قسم! اتنا کھانا تو تنہا ایک شخص کھا لیتا تھا۔ پھر فرمایا اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ! اب انہیں دودھ پلاؤ۔ میں دودھ کا پیالہ لایا۔ سب نے پیا اور سیراب ہو گئے حالانکہ اللہ کی قسم! اتنا دودھ تو تنہا ایک شخص پی لیتا تھا۔ کھانے کے بعد جب حضور ﷺ نے گفتگو کرنا چاہی تو ابو لہب پہلے بول پڑا کہنے لگا۔ "انہوں نے تم سب پر جادو کر دیا ہے۔" اس کی بات سن کر سب چلے گئے اور حضور ان سے کوئی بات نہ کر سکے۔ اگلے دن حضور نبی کریم ﷺ نے پھر فرمایا۔ اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ! کل کی طرح آج بھی کھانے کا اہتمام کرو۔ میں نے حسب ارشاد کھانا تیار کر کے بنو عبد المطلب کو بلا لیا۔ آج بھی حضور نے اسی طرح کیا جیسے کل کیا تھا اور وہ سبھی کھا پی کر سیر ہو گئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"اے بنی عبد المطلب! میں کسی ایسے عرب نوجوان کو نہیں جانتا جو مجھ سے بہتر چیز اپنی قوم کے پاس لایا ہو۔ بلاشبہ میں ایسی چیز تمہارے پاس لایا ہوں جو دنیا و آخرت کی کامیابی کی ضامن ہے۔"

اسی روایت کو ابو نعیم نے بہ سند ابن اسحاق، عبد الغفار بن قاسم رحمہم اللہ علیہ سے انہوں نے منہال بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور انہوں نے عبد اللہ بن حارث بن نوفل سے نقل کیا ہے۔

ابن سعد بہ سند نافع رحمہما اللہ علیہ حضرت سالم سے اور وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو کھانا تیار کرنے کا حکم دیا۔ انہوں نے کھانا پکا لیا تو حضور نے مجھ سے فرمایا۔ بنو عبد المطلب کو بلا لاؤ۔ میں نے چالیس آدمیوں کو بلا لایا۔ آپ نے فرمایا۔ کھانا لے آؤ، میں ثرید لے کر آیا۔ یہ کھانا صرف اتنا تھا کہ ایک آدمی اسے کھا لیتا مگر ان چالیس آدمیوں نے کھانا کھایا اور سیر ہو گئے۔ پھر آپ نے فرمایا۔ اب انہیں دودھ پلاؤ۔ دودھ کے برتن میں ایک آدمی کی سیرابی کا سامان تھا مگر میں نے ان سب کو دودھ پلایا۔ وہ دودھ پیتے رہے یہاں تک کہ سیراب ہو گئے۔ ابو لہب کہنے لگا۔ محمد (ﷺ) نے تم پر جادو کر دیا ہے۔ یہ سن کر وہ سب چلے گئے اور حضور انہیں دعوت حق نہ دے سکے۔ چند دنوں کے بعد حضور نے پھر دعوت طعام کی اور مجھے بنو عبد المطلب کو بلانے کے لئے بھیجا۔ میں انہیں بلا لایا۔ جب وہ کھانا کھا چکے تو حضور نے فرمایا "میں جس دین کا داعی ہوں اس کی ترویج و اشاعت میں **کون میری مدد کرے گا؟" میں نے عرض کی۔ "یا رسول اللہ! میں اس خدمت کے لئے حاضر**

ہوں۔" حالانکہ میں سب سے کم عمر تھا۔ باقی سارے لوگ خاموش رہے۔ پھر وہ حضرت ابو طالب سے کہنے لگے۔ دیکھو تمہارا بیٹا کیا کہہ رہا ہے۔ انہوں نے کہا۔ اسے کچھ نہ کہو۔ اس کا چچازاد بھائی بھلائی کے کام میں ہرگز کوتاہی نہیں کرے گا۔"

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اسی کی مثل بہ سند ربیعہ بن ناجد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور بہ سند میسرہ عبدی بھی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل کی ہے جس میں "کھانے کا مُد" کا ذکر ہے۔

ابو نعیم بہ سند اعمش، منہال بن عمرو رحمہم اللہ علیہ سے، وہ عباد بن عبداللہ سے اور وہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب آیت کریمہ **وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ** (اور آپ قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیں) نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے خاندان کے چالیس افراد کو دعوت طعام دی۔ وہ ایسے آدمی تھے کہ ہر شخص تنہا ایک فرق (ناپ کا پیمانہ) دودھ پی جاتا اور پوری بکری کھا جاتا تھا، مگر حضور ﷺ نے دستر خوان پر بکری کا ایک پایا رکھوایا جسے کھا کر وہ سب سیر ہو گئے۔ پھر میں دودھ کا پیالہ لایا جسے پی کر وہ سب سیر اب ہو گئے۔ یہ دیکھ کر ابو لہب بولا۔ ایسا جادو ہم نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ (اس کی بات سن کر سب لوگ چلے گئے)۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ! پہلے کی طرح پھر کھانا تیار کرو۔ وہ آئے اور حسب سابق حضور کے دستر خوان سے کھایا پیا۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے ان کے سامنے دعوت اسلام پیش کی۔

ابو نعیم بہ سند ابن اسحاق رحمہما اللہ علیہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب آیت کریمہ **وانذر عشیرتَكَ الاقربین** (اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرائیے) نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے عبدالمطلب کے افراد کو بلایا۔ جن کی تعداد چالیس تھی۔ ان میں ایسے آدمی بھی تھے جو تنہا بڑی بکری کو کھا جاتے اور دودھ کا بڑا پیالہ پی جاتے تھے۔ مگر حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بکری کے پائے تیار کروانے کا حکم دیا۔ جب کھانا تیار ہو گیا تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کے پاس لے آئے۔ آپ ﷺ نے ایک بوٹی اٹھائی اور تھوڑی سی کھا کر برتن کے اطراف میں ڈال دی۔ پھر فرمایا۔ دس آدمی آ جاؤ۔ دس دس آدمی آتے گئے اور کھانا کھاتے گئے یہاں تک کہ خوب سیر ہو گئے۔ پھر حضور نے دودھ کا پیالہ منگوایا۔ ایک گھونٹ خود پیا اور باقی انہیں دے دیا۔ اور فرمایا اللہ کا نام لے کر پیو۔ انہوں نے جی بھر کر دودھ پیا۔ یہ دیکھ کر ابو لہب بولا۔ آج تک کسی نے بھی ایسا جادو نہیں کیا۔ حضور

ﷺ نے اگلے دن پھر دعوت طعام کا اہتمام کیا۔ کھانے پینے سے فارغ ہونے کے بعد حضور ﷺ نے گفتگو کا آغاز فرمایا۔

باب

زمین سے پانی کا چشمہ جاری ہو جانا

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے اسحاق بن یوسف ازرق رحمۃ اللہ علیہ نے خبر دی۔ انہیں عبداللہ بن عوف نے حضرت عمرو بن سعید سے روایت کر کے بتایا کہ حضرت ابو طالب نے فرمایا۔ میں اپنے بھتیجے (یعنی حضور نبی کریم ﷺ) کے ساتھ ذوالمجاز کے مقام پر تھا کہ مجھے پیاس لگ گئی۔ میں نے آپ سے کہا۔ "بھتیجے! سخت پیاس لگی ہے۔" میں نے آپ کو اس لئے بتایا تھا کیونکہ میرا خیال تھا کہ آپ کے پاس بچا کھچا پانی موجود ہے۔ آپ میری بات سن کر سواری سے اترے اور فرمایا۔ "چچا جان! پیاس لگی ہے؟" میں نے کہا۔ "ہاں" آپ نے زمین پر اپنی ایڑی ماری تو پانی کا چشمہ ابل پڑا۔ پھر مجھ سے فرمایا "عم محترم! پانی پی لو۔" میں نے جی بھر کر پانی پیا۔

اس روایت کو ابن عساکر رحمۃ اللہ نے بھی نقل کیا ہے۔ اس کی ایک اور سند بھی ہے۔ خطیب اور ابن عساکر رحمہما اللہ علیہ نے اسے بہ سند ابن جریر طبری رحمۃ اللہ علیہ، سفیان بن وکیع سے، انہوں نے ازہر بن سعد سمان سے، انہوں نے ابن عوف سے اور انہوں نے حضرت عمرو بن سعید سے روایت کیا ہے۔

باب

حضرت ابو طالب کی صحت یابی کے لئے دعا فرمانا

ابن عدی، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ بہ سند ہیثم بن حماد حضرت ثابت سے اور وہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو طالب بیمار ہو گئے اور حضور نبی کریم ﷺ عیادت کے لئے تشریف لے آئے۔ انہوں نے آپ سے کہا۔ بھتیجے! جس پروردگار کی آپ عبادت کرتے ہیں اس سے دعا کرو کہ وہ مجھے صحت عطا فرمائے حضور نے دعا فرمائی۔ اَللّٰھُمَّ اشْفِ عَمِّیْ۔ اے اللہ میرے چچا کو شفا عطا فرما۔ دعا کرنے کی دیر تھی کہ حضرت ابو طالب اٹھ کھڑے ہوئے گویا رسی کے بندھن کھل گئے ہوں۔ کہنے لگے۔ بھتیجے! آپ کا معبود آپ کی التجا قبول کر لیتا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"اور اگر آپ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کریں گے تو وہ آپ کی التجاؤں کو بھی شرف قبولیت سے نوازے گا۔" اسے صرف ہیثم نے روایت کیا ہے جو کہ ضعیف راوی ہیں۔

باب

حضور نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے
حضرت ابو طالب کا بارش کی دعا کرنا

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ اپنی تاریخ میں جلہمہ بن عرفطہ سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں مسجد حرام میں آیا تو قریش باراں طلبی کی خاطر جمع تھے۔ ان کی باتوں کا شور برپا تھا۔ کوئی کہہ رہا تھا۔ لات و عزیٰ کے پاس جا کر دعا کرو۔ کوئی کہہ رہا تھا۔ منات کے پاس چلے جاؤ۔ ایک خوبرو صائب الرائے بوڑھے نے کہا "تم کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہو۔ تمہارے اندر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نشانی اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد پاک موجود ہے۔ ان کے پاس چلے جاؤ۔" قریش بولے۔ "تمہارا مطلب ہے کہ ہم ابو طالب کے پاس چلے جائیں۔" اس نے کہا۔ "ہاں۔ ہاں" چنانچہ وہ سب اٹھ کھڑے ہوئے۔ میں بھی ان کے ساتھ ہو لیا۔ ان کے دروازے پر دستک دی تو ایک خوبرو شخص چادر اوڑھے باہر نکلا۔ لوگ فوراً ان کی جانب لپکے اور کہنے لگے۔ "اے ابو طالب! وادی قحط زدہ ہے اور اہل و عیال آب و دانہ کو ترس گئے ہیں۔ آیئے اور بارش کی دعا کیجئے۔" انہوں نے کہا۔ "سورج کے ڈھلنے اور ہوا کے چلنے کا انتظار کرو۔" جب سورج ڈھلنے لگا تو حضرت ابو طالب باہر آئے۔ ان کی معیت میں ایک بچہ تھا جو اس آفتاب درخشاں کی مانند تھا جس پر تہہ در تہہ گھنے بادل چھائے ہوں اور اچانک چھٹ جائیں۔ اس کے ساتھ اور بھی بہت سے بچے تھے۔ ابو طالب نے اس بچے کا ہاتھ پکڑا۔ پیٹھ خانہ کعبہ سے لگائی۔ اور اپنی انگلی کے اشارے سے بچے کا وسیلہ پیش کیا۔ ساتھ والے بچوں نے بھی امید بھری نگاہوں سے دیکھا۔ اس وقت آسمان پر بادل کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ اچانک ہر طرف سے بادل گھر آئے۔ خوب بارش ہوئی اور ہر طرف جل تھل ہو گیا۔ وادی بہنے لگی اور شہر و دیہات سبھی شاداب و خوشحال ہو گئے۔

حضرت ابو طالب کے یہ شعر اسی واقعہ کے متعلق ہیں۔

وَأَبْيَضُ يُسْتَسْقَى الْغَمَامُ بِوَجْهِهٖ ثِمَالُ الْيَتَامٰى عِصْمَةٌ لِلْأَرَامِلِ

حضور حد درجہ حسین ہیں۔ آپ کے وسیلہ سے بے ابر باراں کا سوال کیا جاتا ہے۔

آپ یتیموں کے سہارا اور بیواؤں کے محافظ ہیں۔

تُطِيْفُ بِهِ الْهُلَّاكُ مِنْ آلِ هَاشِمٍ فَهُمْ عِنْدَهُ فِي نِعْمَةٍ وَّ فَوَاضِلِ

آل ہاشم کے غرباء آپ کے در اقدس پر طواف کناں رہتے ہیں وہ یہاں آکر نعمتوں اور فضیلتوں سے مالا مال ہو جاتے ہیں۔

وَمِيْزَانُ عَدْلٍ لَا يَخِسُّ شَعِيْرَةً ووازن صدق وزنه غير هائل

آپ ترازوئے عدل ہیں۔ ذرا بھی کمی نہیں کرتے اور حق و صداقت کا ایسا معیار ہیں کہ آپ کے وزن سے کسی کو خوف لاحق نہیں ہوتا۔

باب

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جبرئیل علیہ السلام کو دیکھنا

ابن سعد اور بیہقی رحمہما اللہ حضرت عمار بن ابی عمار سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی۔ "یا رسول اللہ! مجھے اصلی شکل میں جبرئیل امین کی زیارت کروا دیں۔" حضور نے فرمایا۔ "آپ میں انہیں دیکھنے کی تاب نہیں۔" انہوں نے عرض کی۔ "کیوں نہیں۔ آپ زیارت تو کروائیں۔" حضور ﷺ نے فرمایا۔ "بیٹھ جاؤ۔" وہ بیٹھ گئے۔ اتنے میں جبرئیل امین لکڑی کے اس تختے پر اتر آئے جس پر مشرکین طواف کعبہ کے وقت اپنے کپڑے رکھ دیا کرتے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ "نگاہ اٹھا کر دیکھو۔" حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نگاہ اٹھائی تو جبرئیل امین علیہ السلام کے پاؤں دیکھے جو سبز زبرجد کی مانند تھے۔ جبرئیل امین کو دیکھتے ہی وہ غش کھا کر گر پڑے۔ یہ مرسل روایت ہے۔

باب

چاند کا شق ہو جانا

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ (سورۃ القمر)

قیامت قریب آگئی اور چاند شق ہو گیا۔

بخاری و مسلم رحمہما اللہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اہل مکہ نے رسول پاک ﷺ سے مطالبہ کیا کہ آپ انہیں کوئی معجزہ دکھائیں۔ آپ ﷺ نے انہیں چاند کو

دو مرتبہ شق ہوتے دکھایا۔

بخاری و مسلم رحمہما اللہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں عہد نبوی میں چاند دو ٹکڑے ہو گیا تو حضور ﷺ نے فرمایا "گواہ رہو۔"

بخاری و مسلم رحمہم اللہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول پاک ﷺ کی معیت میں تھے کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک ٹکڑا پہاڑ کے پار اس اور دوسرا اُس پار تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ "گواہ رہو۔"

بخاری و مسلم رحمہما اللہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عہد نبوی میں چاند کے دو حصے ہو گئے تھے ایک حصہ پہاڑ کے اوپر اور دوسرا اس طرف تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ "گواہ رہو۔"

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ہجرت نبوی سے پہلے مکہ مکرمہ میں دو مرتبہ دیکھا کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک ٹکڑا جبل ابی قبیس پر اور دوسرا اسویداء پر۔ لوگوں نے یہ دیکھ کر کہا۔ چاند پر جادو کر دیا گیا ہے۔ پھر یہ آیت نازل ہو گئی۔

اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ (سورۃ القمر)

قیامت قریب آ گئی اور چاند شق ہو گیا۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں چاند شق ہو کر دو ٹکڑے ہو گیا تھا۔ مکہ کے کافروں نے کہا۔ "یہ جادو ہے ابن ابی کبشہ نے تم پر جادو کر دیا ہے۔ باہر سے آنے والے مسافروں سے پوچھو۔ اگر انہوں نے تمہاری طرح چاند کو شق ہوتے دیکھا ہے تو پھر تو یہ حقیقت ہے اور اگر انہوں نے چاند کو شق ہوتے نہیں دیکھا تو پھر یہ جادو ہے۔" چنانچہ مسافروں سے پوچھا گیا جو اطراف و اکناف سے مکہ آئے۔ سب نے گواہی دی کہ ہم نے یہ منظر دیکھا تھا۔

بخاری و مسلم رحمہما اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں چاند شق ہو گیا تھا۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ ایک ٹکڑا پہاڑ کے اوپر اور دوسرا اس کے پیچھے تھا۔ حضور ﷺ نے کہا۔ "اے اللہ! گواہ ہو جا۔"

بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول پاک علیہ السلام کا عہد ہمایوں تھا۔ ہم مکہ میں تھے کہ چاند شق ہو گیا اور اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ ایک اس پہاڑ پر، دوسرا اس پہاڑ پر، لوگوں نے کہا محمد (علیہ السلام) نے جادو کر دیا ہے۔ ایک شخص بولا۔ اگر اس نے تم پر جادو کیا ہوتا تو سب لوگوں پر جادو کا اثر نہ ہو جاتا۔

ابو نعیم بہ سند عطاء اور ضحاک رحمہم اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ مشرکین رسول پاک علیہ السلام کے پاس جمع ہو گئے کہنے لگے۔ ''اگر تم سچے ہو تو چاند کے دو ٹکڑے کر دکھاؤ۔ ایک ٹکڑا جبل ابی قبیس پر ہو اور دوسرا قعیقعان پر۔ یہ چودھویں کی رات تھی۔ رسول اللہ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سوال کیا کہ کفار جس معجزہ کا مطالبہ کر رہے ہیں وہ انہیں عطا فرمایا جائے۔ چنانچہ چاند شق ہو گیا۔ آدھا حصہ جبل ابی قبیس پر اور آدھا قعیقعان پر تھا اور رسول اللہ علیہ السلام فرما رہے تھے۔ ''گواہ رہو۔''

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسری سند سے ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ چاند کے دو حصے ہو گئے ایک صفا پر اور دوسر مروہ پر اتنے وقت تک رہا جتنا کہ عصر سے شام تک کا وقت ہوتا ہے۔ لوگ دیکھتے رہے پھر یہ منظر غائب ہو گیا۔

علماء فرماتے ہیں کہ چاند کا دو ٹکڑے ہو جانا بہت بڑا معجزہ ہے۔ انبیاء کرام کا کوئی معجزہ اس کے مساوی نہیں ہو سکتا۔ یہ ایسا معجزہ ہے جو ملکوت سماء میں ظہور پذیر ہوا۔ یہ عالم رنگ و بو جس میں متنوع قسم کی مخلوقات رہتی ہیں ان سب کی فطرت اور مزاج سے یہ معجزہ یکسر مختلف ہے کیونکہ وہاں تک رسائی کسی حیلہ و تدبیر سے ممکن ہی نہ تھی۔ یہی وجہ ہے کہ انشقاق قمر کا معجزہ تمام دلائل نبوت میں قوی تر دلیل ہے۔

باب

حضور نبی کریم علیہ السلام کو لوگوں کے شر سے محفوظ کرنے کا وعدہ الٰہی

ترمذی، حاکم، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام حضور علیہ السلام کی حفاظت کیا کرتے تھے جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ

اور اللہ تعالیٰ آپ کو لوگوں (کے شر) سے بچائے گا۔

تو حضور نبی کریم ﷺ نے کاشانہ اقدس سے جھانک کر فرمایا۔

یَاۤاَیُّھَا النَّاسُ اِنْصَرِفُوْا فَقَدْ عَصَمَنِیَ اللّٰہُ

لوگو! اب تم چلے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے میری حفاظت اپنے ذمہ کرم پر لے لی ہے۔

احمد، طبرانی اور ابو نعیم رحمہم اللہ حضرت جعدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضور کے پاس ایک آدمی لایا گیا اور آپ کو بتایا گیا کہ یہ شخص آپ کو (نعوذ باللہ) قتل کرنا چاہتا تھا۔ اس شخص کی گھبراہٹ دیکھ کر حضور ﷺ نے فرمایا۔

''گھبرائیے مت، اگر تمہارا اس قسم کا ارادہ تھا تو اللہ تعالیٰ تمہیں یہ طاقت نہ دیتا کہ تم میرے خلاف کوئی کارروائی کرتے۔''

باب

حضور نبی کریم ﷺ کو ابوجہل کی ایذا رسانی سے محفوظ کر دینا

مسلم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ابو جہل نے کفار کے سامنے کہا۔ ''کیا محمد (ﷺ) اپنا چہرہ خاک آلود کرتے ہیں؟'' (یعنی سجدہ کرتے ہیں) لوگوں نے کہا۔ ''ہاں'' بولا۔ لات وعزیٰ کی قسم! اگر میں نے انہیں سجدہ کرتے پالیا تو ان کی گردن روند ڈالوں گا یا ان کا چہرہ مٹی سے لت پت کر دونگا۔ وہ گردن روندنے کے برے ارادہ سے رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ اس وقت آپ مصروف نماز تھے۔ اچانک لوگوں نے دیکھا کہ وہ واپس پلٹ رہا ہے اور اپنے ہاتھوں سے اپنا بچاؤ کر رہا ہے۔ اس سے پوچھا گیا کہ تمہیں کیا ہو گیا تھا۔ بولا۔ میں نے دیکھا کہ ان کے اور میرے درمیان ایک خندق، خوفناک منظر اور کسی کے پر حائل ہو گئے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ ''اگر وہ میرے نزدیک آنے کی کوشش کرتا تو فرشتے اس کا انگ انگ کھینچ کر اچک لیتے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے کَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَیَطْغٰۤی (ہاں ہاں! بے شک انسان سرکشی کرنے لگتا ہے۔) سے لے کر سورہ علق کی باقیماندہ ساری آیات نازل فرمادیں۔

ابن اسحاق، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ابو جہل نے کہا۔ اے قریش کے لوگو! تم دیکھ رہے ہو کہ محمد ہمارے دین میں عیب نکالتا ہے۔ ہمارے آباء کو گالیاں دیتا ہے۔ ہمیں کم عقل اور بے وقوف گردانتا ہے اور ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہتا ہے۔ میرا اللہ سے پکا وعدہ ہے کہ کل ایک پتھر لے کر اس کے راستے میں

بیٹھوں گا۔ جب وہ نماز کے دوران بیٹھے گا تو میں اس پتھر سے اس کا سر پھوڑ دوں گا۔ پھر بنو عبد مناف جو چاہیں کرلیں۔ علی الصباح اس نے پتھر لیا اور جا کر بیٹھ گیا۔ حضور علیہ نماز پڑھنے لگے اور قریش کے لوگ اپنی مجلسوں میں بیٹھے یہ سب کچھ دیکھ رہے تھے جب حضور علیہ سجدے میں گئے تو ابوجہل پتھر لے کر آپ کی طرف چل پڑا۔ جب آپ کے نزدیک پہنچا تو سخت دہشت زدہ ہو کر واپس پلٹ آیا۔ اس کی رنگت اڑی ہوئی تھی، انتہائی خوفزدہ تھا اور اس کے ہاتھ پتھر پر خشک ہوگئے تھے۔ بالآخر اس نے پتھر پھینک دیا۔ قریش کے لوگ اس کے پاس گئے اور پوچھا تمہیں کیا ہو گیا تھا؟ بولا۔ "جب میں پتھر لے کر ان کی طرف بڑھا تو میرے سامنے ایک اونٹ آ گیا۔ اللہ کی قسم! ایسی خوفناک کھوپڑی، گردن اور دانتوں والا اونٹ میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ وہ مجھے کھانا چاہتا تھا۔" حضور نبی کریم علیہ نے فرمایا۔ "یہ جبرئیل امین تھے۔ اگر ابوجہل میرے قریب آتا تو وہ اسے پکڑ لیتے۔"

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ابوجہل نے کہا۔ "اگر میں نے محمد (علیہ) کو خانہ کعبہ کے پاس نماز پڑھتے دیکھ لیا تو ان کی گردن روند ڈالوں گا۔" اس کی یہ ہرزہ سرائی جب حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تک پہنچی تو آپ نے فرمایا۔ "اگر وہ ایسا کرے گا تو فرشتے سب کے سامنے اس کو پکڑ لیں گے۔"

بزاز، طبرانی (اوسط میں) حاکم، بیہقی اور ابونعیم رحمہم اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سند سے آپ کے والد گرامی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن میں مسجد میں تھا۔ ابوجہل نے کہا اللہ کے ساتھ میرا یہ وعدہ ہے کہ اگر محمد (علیہ) کو میں نے سجدہ کرتے دیکھ لیا تو ان کی گردن روند ڈالوں گا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور علیہ کے پاس حاضر ہو کر ابوجہل کی بات بتائی تو آپ سخت غضبناک ہو کر مسجد میں تشریف لائے۔ جلدی میں دروازے سے داخل ہونے لگے تو دیوار سے جا لگے۔ میں نے کہا۔ آج بڑا برا دن ہے۔ حضور علیہ نے "اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ" کی تلاوت شروع فرما دی۔ جب كَلَّآ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰى پر پہنچے جس میں ابوجہل کی کیفیت کا تذکرہ ہے تو ایک آدمی نے ابوجہل سے کہا۔ یہ محمد علیہ ہیں (اب جا کر اپنا کام کرو) کہنے لگا کیا تمہیں وہ چیز نظر نہیں آ رہی ہے جو میں دیکھ رہا ہوں۔ آسمان کے افق مجھے تو مسدود دکھائی دیتے ہیں۔ (یعنی میں چاروں طرف سے نرغے میں ہوں)

ابن اسحاق، بیہقی اور ابونعیم رحمہم اللہ (اپنی سند خاص سے) عبدالملک بن ابوسفیان سے

روایت کرتے ہیں کہ اراش کے علاقے سے ایک شخص اونٹ لے کر مکہ مکرمہ آیا۔ ابو جہل بن ہشام نے اس سے اونٹ خرید لئے اور مختلف حیلے بہانوں سے قیمت ادا کرنے میں ٹال مٹول کرنے لگا۔ وہ شخص قریش کی مجلس میں آیا اور سب سے مخاطب ہو کر بولا۔ "ہے کوئی جو ابو الحکم کے مقابلے میں میری مدد کرے۔ میں اجنبی اور پردیسی ہوں اور اس نے میرا حق غصب کر لیا ہے۔" اس وقت حضور نبی کریم ﷺ بھی مسجد کے ایک کونے میں تشریف فرما تھے۔ چونکہ قریش جانتے تھے کہ ابو جہل حضور ﷺ سے سخت عداوت رکھتا ہے لہٰذا انہوں نے از راہ مذاق حضور ﷺ کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "وہ شخص جو تمہیں نظر آ رہا ہے۔ اس کے پاس چلے جاؤ۔ وہ ابو جہل کے مقابلے میں تمہاری دستگیری کرے گا۔" چنانچہ وہ آپ کے پاس آیا اور اپنی مظلومیت کی داستان سنا کر فریاد رسی کا طالب ہوا۔ حامیٔ بے کساں ﷺ بلا تامل اس کے ساتھ چل دیئے۔ ابو جہل کے گھر پر دستک دی۔ اس نے پوچھا۔ "دروازے پر کون ہے؟ آپ نے فرمایا۔ "محمد"۔ حضور کا نام سن کر وہ باہر آیا تو مارے خوف کے اس کا رنگ اڑا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ "اس شخص کو اس کا حق دے دو۔" بولا۔ "آپ ٹھہریں۔ میں ابھی دیتا ہوں۔" فوراً گھر کے اندر گیا، اس کا حق لے آیا اسے دے کر چلا گیا۔ لوگ سخت حیران ہوئے۔ ابو جہل سے پوچھا۔ "تم نے بڑا عجیب کام کیا ہے۔" وہ بولا۔ "تمہاری حیرت بے جا نہیں۔ اللہ کی قسم! جب انہوں نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا تو میرے دل پر ان کا رعب چھا گیا۔ پھر باہر نکلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے سر کے اوپر ایک جوان اونٹ ہے کہ ایسی خوفناک کھوپڑی، گردن اور دانتوں والا اونٹ میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ مجھے پورا یقین ہے کہ اگر میں انکار کرتا تو وہ مجھے ہڑپ کر لیتا۔"

ابو نعیم سلام بن مسکین کے واسطہ سے ابو یزید مدنی اور ابو قزعہ باہلی سے روایت کرتے ہیں کہ ابو جہل ایک آدمی کا مقروض تھا مگر اسے قرض ادا نہیں کرتا تھا۔ لوگوں نے اسے کہا۔ کیا ہم تمہیں ایسے شخص کا پتہ نہ بتلائیں جو تمہاری حق رسی کر سکتا ہو؟ اس نے کہا۔ کیوں نہیں۔ ضرور بتائیے۔ انہوں نے کہا۔ تم محمد بن عبد اللہ کے پاس چلے جاؤ۔ وہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور حق رسی کی درخواست کی۔ دلنواز آقا ﷺ اس کے ساتھ ہو لئے۔ ابو جہل کے پاس جا کر فرمایا۔ "اسے حق دے دو۔" ابو جہل نے کہا۔ "ٹھیک ہے۔" وہ فوراً قرض کے دراہم نکال لایا اور قرض خواہ کو ادا کر دیئے۔ لوگوں نے ابو جہل سے کہا۔ "کیا تم محمد (ﷺ) سے ڈر گئے تھے؟ وہ بولا۔ "قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ میں نے دیکھا کہ ان کے ساتھ چند آدمی ہیں جن کے ہاتھوں میں تیز دھار چمکدار چھوٹے چھوٹے نیزے ہیں۔ اگر میں

قرض ادا نہ کرتا تو مجھے ڈر تھا کہ نیزے گھونپ کر میرا پیٹ پھاڑ دیا جاتا۔"

باب

عوراء بنت حرب کا حضور نبی کریم ﷺ کو نہ دیکھ سکنا

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَیْنَكَ وَبَیْنَ الَّذِیْنَ لَایُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا۔ (بنی اسرائیل۔ آیت ۴۵)

اور (اے محبوب) جب آپ قرآن کو پڑھتے ہیں تو آپ کے درمیان اور ان کے درمیان جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ہم ایک پوشیدہ پردہ حائل کر دیتے ہیں۔

نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَجَعَلْنَا مِنْ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا وَّ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰهُمْ فَهُمْ لَایُبْصِرُوْنَ (سورہ یٰسین۔ آیت ۹)

اور ہم نے ان کے سامنے ایک دیوار اور ان کے پیچھے ایک دیوار بنا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے پس وہ کچھ نہیں دیکھ سکتے۔

ابو یعلی، ابن ابی حاتم، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ علیہ حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ جب سورۃ اللھب نازل ہوئی تو عوراء بنت حرب واویلا کرتی ہوئی آئی۔ اور اس کے ہاتھ میں پتھر تھا۔ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے آتے دیکھا تو عرض کی۔ "یارسول اللہ! عوراء آرہی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ وہ آپ کو دیکھ لے گی۔" حضور نے ارشاد فرمایا۔ "وہ مجھے نہیں دیکھ سکے گی۔" پھر آپ ﷺ نے قرآن پاک کی چند آیات تلاوت فرمائیں اور کلام الٰہی کی پناہ میں آگئے۔ عوراء حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے آکر کھڑی ہوگئی اور حضور ﷺ کو نہ دیکھ سکی۔ بولی۔ اے ابو بکر!" مجھے پتہ چلا ہے کہ تمہارے نبی نے مجھے برا بھلا کہا ہے۔" انہوں نے فرمایا۔ "نہیں۔ رب کعبہ کی قسم! انہوں نے تجھے برا بھلا نہیں کہا۔" یہ سن کر وہ واپس چلی گئی۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور سند کے واسطہ سے حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہی روایت ذکر کی ہے، البتہ اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ "اللہ کی قسم! ہمارے نبی نہ شاعر ہیں نہ شعر و شاعری کرنا جانتے ہیں۔" حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

"اس سے پوچھو کہ کیا تجھے میرے پاس کوئی شخص دکھائی دیتا ہے۔ وہ مجھے نہیں دیکھ سکے گی کیونکہ اس کے اور میرے درمیان حجاب حائل ہے۔"

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا تو کہنے لگی۔ "میرے ساتھ مذاق کرتے ہو۔ یہاں تو اور کوئی نہیں دکھائی دے رہا۔"

ابن ابی شیبہ اور ابو نعیم رحمہما اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب سورۃ اللھب نازل ہوئی تو ابو لہب کی بیوی آ پہنچی۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی۔ یارسول اللہ! یہ بدزبان عورت ہے آپ ذرا اس کی نظروں سے ہٹ جائیں۔" حضور ﷺ نے فرمایا۔ "اس کے اور میرے درمیان پردہ حائل ہو جائے گا۔" چنانچہ وہ آئی مگر حضور کو نہ دیکھ سکی۔ کہنے لگی۔ "اے ابو بکر! تمہارے ساتھی نے میری ہجو گوئی کی ہے۔" انہوں نے فرمایا۔ "اللہ کی قسم! وہ شعر نہیں کہتے ہیں۔" وہ بولی۔ "آپ بلاشبہ قابل اعتماد آدمی ہیں۔" یہ کہہ کر واپس چلی گئی۔ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی۔ یارسول اللہ! واقعی وہ آپ کو نہیں دیکھ سکی۔" حضور ﷺ نے فرمایا۔ "اس کے واپس جانے تک ایک فرشتے نے اپنے پر کے ذریعے مجھے چھپائے رکھا۔"

باب

بنو مخزوم کے شرپسندوں سے حضور ﷺ کی حفاظت

بیہقی، سدی صغیر سے وہ کلبی سے اور وہ ابو صالح رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمان الٰہی۔

وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَايُبْصِرُوْنَ

کے متعلق فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار قریش کی آنکھوں کے سامنے پردہ حائل کر دیا تھا۔ اور وہ حضور نبی کریم ﷺ کو نہیں دیکھ سکتے تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ بنو مخزوم کے چند آدمیوں نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ ان آدمیوں میں ابو جہل اور ولید بن مغیرہ بھی تھے۔ حضور ﷺ نماز پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے حضور ﷺ کی قرأت سنی تو آپ کو قتل کرنے کے لئے پہلے ولید کو بھیجا۔ وہ آپ کے پاس آیا تو اسے قرأت کی آواز سنائی دیتی تھی مگر ذات پاک مصطفیٰ ﷺ دکھائی نہ دیتی تھی۔ لہٰذا وہ واپس چلا گیا اور اپنے ساتھیوں کو

صورت حال سے آگاہ کیا۔ اب وہ سب حضور ﷺ کی جانب روانہ ہو گئے۔ جب وہاں پہنچے جہاں حضور محو نماز تھے تو انہیں بھی صرف آپ کی آواز سنائی دی۔ لہٰذا انہوں نے آواز کا پیچھا کیا۔ پھر انہیں اپنے پیچھے سے آواز سنائی دینے لگی۔ وہ پلٹ کر آواز کی جانب دوڑے مگر پھر آواز انہیں ا۔ پیچھے سے سنائی دی۔ اسی کشمکش میں تھک ہار کر وہ واپس لوٹ گئے اور اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو ان کی ایذا رسانی سے بچالیا۔ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں اسی معجزہ کی طرف اشارہ ہے۔

وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنَ اَيْدِيهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَايُبْصِرُوْنَ۔

اور ہم نے ان کے سامنے ایک دیوار اور ان کے پیچھے ایک دیوار بنا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث مذکور کی تائید میں حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ایک روایت منقول ہے۔

میں کہتا ہوں۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جو علامہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کی ہے کہ ابو جہل نے کہا۔ ''اگر میں نے محمد (ﷺ) کو دیکھ لیا۔ تو یہ کردوں گا، وہ کردوں گا۔'' اس وقت یہ آیات نازل ہو گئیں۔

اِنَّا جَعَلْنَا فِيْ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلَالاً --- تا --- لَايُبْصِرُوْنَ

لوگ ابو جہل کو بتاتے تھے کہ یہ محمد (ﷺ) ہیں مگر وہ کہتا ''کہاں ہیں؟ کہاں ہیں؟ اور آپ کو نہ دیکھ سکتا تھا۔''

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ بہ سند عکرمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ مسجد میں نماز پڑھ رہے تھے اور بہ آواز بلند قرأت فرما رہے تھے۔ آپ کی قرأت سن کر قریش کے لوگوں کو سخت تکلیف ہوئی۔ وہ آپ کو پکڑنے کے لئے آئے۔ اچانک ان کے ہاتھ ان کی اپنی گردنوں کا ہار بن گئے اور وہ اندھے ہو گئے۔ انہیں کچھ بھی نظر نہ آتا تھا۔ لاچار حضور ﷺ کے پاس آکر آپ کو اللہ تعالیٰ اور قرابتداری کا واسطہ دیا۔ حضور ﷺ نے دعا فرمائی تو انہیں چھٹکارا ملا۔ پھر یٰسٓ والقرآن الحکیم...... آیات نازل ہو گئیں۔

ابو نعیم بہ سند معتمر بن سلمان رحمہم اللہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ بنو مخزوم کا ایک آدمی حضور ﷺ کو پتھر مارنے کے ارادہ سے آپ کی جانب آیا۔ اس وقت آپ بارگاہ الٰہی میں

سجدہ ریز تھے۔ پتھر اس کے ہاتھ پر خشک ہو گیا۔ اور وہ اپنے ہاتھ سے پتھر نہ چھڑا سکا۔ اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آیا تو وہ بولے۔ "تو ان سے ڈر گیا تھا؟ بولا۔ "نہیں یہ دیکھو۔ پتھر میرے ہاتھ پر چپکا ہوا ہے۔" یہ دیکھ کر وہ بہت حیران ہوئے واقعی اس کی انگلیاں پتھر پر خشک ہو چکی تھیں۔ پھر انہوں نے کوشش بسیار سے وہ پتھر اس کی انگلیوں سے چھڑا لیا۔ اور کہنے لگے۔ "یہ ایسا معاملہ ہے جس میں اللہ کی مرضی شامل ہے۔"

باب

نضر بن حارث کے شر سے حضور ﷺ کی حفاظت

واقدی اور ابو نعیم رحمہما اللہ علیہ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نضر بن حارث رسول اللہ ﷺ کو تکالیف پہنچاتا اور ہمیشہ آپ کے درپے آزار رہتا تھا۔ ایک دن دوپہر کی سخت گرمی میں حضور نبی کریم ﷺ رفع حاجت کے لئے باہر تشریف لے گئے اور حجون کی گھاٹی کے نشیب میں جا پہنچے۔ حضور ﷺ کا یہ معمول تھا کہ رفع حاجت کے لئے آبادی سے بہت دور تشریف لے جاتے تھے۔ نضر بن حارث نے آپ کو دیکھ لیا اور دل ہی دل میں کہنے لگا۔ اس سے زیادہ تنہائی کے عالم میں یہ مجھے کبھی نہیں ملیں گے۔ ابھی موقع پا کر انہیں قتل کر دینا چاہئے۔ وہ اسی ارادہ بد سے حضور ﷺ کے قریب جانے لگا تو خوفزدہ ہو کر واپس آ گیا۔ راستے میں ابو جہل سے ملاقات ہو گئی۔ اس نے پوچھا۔ کہاں سے آ رہے ہو؟ نضر نے کہا۔ میں نے محمد (ﷺ) کے قتل کا منصوبہ بنایا تھا اور اسی ارادے سے ان کا تعاقب بھی کیا۔ وہ بالکل اکیلے تھے مگر کیا دیکھتا ہوں کہ بہت سے شیر منہ کھولے اپنے دانتوں سے میرا سر کاٹ کھانے کو تیار ہیں۔ میں ڈر کر واپس پلٹ آیا ہوں۔ ابو جہل بولا۔ یہ بھی ان کے جادو کا ایک انداز ہے۔

باب

حکم کے شر سے حضور ﷺ کی حفاظت

طبرانی، ابن مندہ اور ابو نعیم رحمہم اللہ بہ سند قیس بن حبتر روایت کرتے ہیں کہ حکم کی بیٹی بیان کرتی ہیں کہ میرے دادا حکم نے مجھ سے کہا۔ بیٹی! میں تمہیں ایسا واقعہ سناتا ہوں جو میں نے اپنی ان آنکھوں سے دیکھا ہے۔ "ایک دن رسول اللہ ﷺ کے خلاف ہمارے درمیان یہ معاہدہ طے پایا کہ ہم آپ کو گرفتار کریں گے۔ چنانچہ اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے کے لئے ہم آپ

کی طرف روانہ ہوئے۔ اچانک ہمیں ایسی ہیبت ناک آواز سنائی دی کہ ہم نے سوچا کہ تہامہ کے سارے پہاڑ پاش پاش ہو گئے ہوں گے۔ ہم غش کھا کر گر پڑے۔ پھر اس وقت ہمیں افاقہ ہوا جب حضور ﷺ اپنی نماز سے فارغ ہو کر واپس گھر تشریف لے جا چکے تھے۔ اگلی رات ہم نے پھر منصوبہ بنایا۔ حضور ﷺ حرم پاک میں تشریف لائے ہم آپ کو گرفتار کرنے کے لئے ابھی اٹھے ہی تھے کہ صفا اور مروہ کی پہاڑیاں باہم دیگر پیوست ہو کر ہمارے سامنے آ گئیں اور ہماری سازش ناکام ہو گئی۔ بالآخر اس واقعہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے مجھے اسلام کی نعمت عطا فرما دی اور بارگاہ ایزدی سے دائرہ اسلام میں داخل ہونے کی اجازت مل گئی۔

باب

رکانہ پہلوان کے ساتھ سردار انبیاء ﷺ کی کشتی کا معجزانہ منظر

بیہقی بہ سند ابن اسحاق رحمہما اللہ علیہ روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد اسحٰق بن یسار رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ حضور ﷺ نے رکانہ بن عبد یزید کو فرمایا۔ ''مسلمان ہو جاؤ۔'' اس نے کہا۔ ''اگر مجھے یہ معلوم ہوتا کہ آپ کی بات سچی ہے تو میں ضرور مسلمان ہو جاتا۔'' رکانہ ایک توانا و طاقتور شخص تھا۔ حضور نے فرمایا۔ ''تمہارا کیا خیال ہے اگر میں تمہیں کشتی میں پچھاڑ دوں کو کیا تم یقین کر لو گے کہ میری دعوت برحق ہے۔'' کہنے لگا۔ ''ٹھیک ہے۔'' رسول اللہ ﷺ اٹھے۔ کشتی ہوئی اور حضور ﷺ نے اسے پچھاڑ دیا۔ رکانہ نے کہا۔ دوبارہ لڑتے ہیں۔ چنانچہ دوبارہ بھی حضور نے اسے پکڑ کر زمین پر دے مارا۔ رکانہ یہ کہہ کر چل دیا کہ یہ تو جادوگر ہے۔ ایسا جادو میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ اللہ کی قسم! جب میرا پہلو زمین سے جا لگا تو میں بالکل بے بس ہو گیا تھا۔

رکانہ بن یزید جو کہ مضبوط اعصاب کا مالک تھا اس سے امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ میں اور حضور نبی کریم ﷺ ابو طالب کے ریوڑ کے پاس تھے ہم بکریاں چرایا کرتے تھے۔ ایک دن حضور نے مجھ سے فرمایا۔ ''کشتی کا مقابلہ کرو گے۔'' میں نے حیران ہو کر پوچھا۔ ''آپ سے؟ فرمایا۔ ''ہاں۔ مجھ سے۔'' میں نے عرض کی۔ ''کس شرط پر۔'' فرمایا۔ ''ایک بکری پر۔'' پھر ہم کشتی لڑنے لگے۔ حضور ﷺ نے مجھے پچھاڑ دیا اور ایک بکری مجھ سے لے لی۔ پھر فرمایا۔

"دوبارہ لڑو گے۔" میں نے عرض کی۔ "ہاں۔" چنانچہ دوبارہ مقابلہ ہوا تو پھر بھی حضور ﷺ غالب رہے اور دوسری بکری لے لی۔ میں ادھر ادھر دیکھنے لگا کہ کہیں کوئی مجھے دیکھ تو نہیں رہا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ دیکھتے کیا ہو؟ عرض کی۔ میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کوئی چرواہا تو مجھے نہیں دیکھ رہا ہے۔ میری یہ بے بسی دیکھ کر پھر وہ بھی میرے مقابلے پر آنے کی جسارت کرلیں گے حالانکہ میں اپنی قوم میں سب سے زیادہ توانا و تنومند شخص ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا "تیسری بار لڑو گے۔ اب اگر تم جیت گئے تو تمہیں ایک بکری مل جائے گی۔" میں نے دل کڑا کر کے سہ بارہ مقابلہ کیا مگر ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اور حضور نے تیسری بکری بھی مجھ سے لے لی۔ میں منہ بسور کر بیٹھ گیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے پوچھا۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ میں نے عرض کی۔ "تھوڑی دیر بعد اپنے والد کے پاس جانا ہے جبکہ ان کی تین بکریاں میں آپ کو دے چکا ہوں۔ میری پریشانی کی دوسری وجہ یہ ہے کہ میں بزعم خویش تمام قریش سے زیادہ طاقتور تھا مگر آپ کے ساتھ مقابلہ میں نہ جانے کیوں ہار گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ "پریشان نہ ہو۔ جہاں تک بکریوں کا تعلق ہے تو وہ میں تمہیں واپس کرتا ہوں۔" اور آپ نے بکریاں مجھے واپس کر دیں۔ پھر کچھ عرصہ بعد دعوت حق کا غلبہ ہونے لگا تو میں آپ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ میری ہدایت پذیری کا ایک سبب یہی تھا کہ مجھے یقین ہو گیا تھا کہ اس دن آپ نے مجھے محض اپنی طاقت سے شکست نہیں دی تھی بلکہ پس پردہ کسی اور ذات کی طاقت کارفرما تھی۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بنو ہاشم کا رکانہ نامی شخص انتہائی طاقتور، مشکل پسند اور جفاکش آدمی تھا۔ لیکن تھا مشرک اور اضم کی وادی میں بکریاں چرایا کرتا تھا۔ ایک دن اللہ کے نبی ﷺ اس وادی میں تشریف لے گئے اور رکانہ سے ملاقات ہو گئی۔ آپ کے ساتھ دوسرا کوئی نہ تھا۔ رکانہ نے کہا۔ اے محمد! کیا تم ہمارے لات و عزیٰ جیسے معبودوں کو برا بھلا کہتے ہو اور اپنے عزیز و حکیم پروردگار کی طرف بلاتے ہو؟ اگر مجھے قرابتداری کا پاس نہ ہوتا تو میں بات کرنے سے پہلے تمہارا کام تمام کر دیتا۔ بلاؤ اپنے غالب معبود کو کہ وہ میرے مقابلے میں تمہاری مدد کرے۔ آؤ میں تمہیں ایک پیشکش کرتا ہوں۔ کشتی کا مقابلہ کرتے ہیں۔ تم اپنے عزیز و حکیم معبود کو پکارو میں اپنے لات و عزیٰ کو پکارتا ہوں۔ پھر اگر تم نے مجھے پچھاڑ دیا تو میری بکریوں میں سے دس بکریاں چن کر لے لینا۔" رکانہ کی دعوت مقابلہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا۔ "ٹھیک ہے۔ اگر تم چاہتے ہو تو میں جیتنے کی صورت میں بکریاں لے لوں گا۔" چنانچہ اللہ کے نبی ﷺ نے اپنے عزیز و حکیم رب سے دعا کی کہ وہ رکانہ کے مقابلے پر آپ کی مدد فرمائے اور رکانہ

نے بھی لات و عزیٰ کو پکار کر کہا۔ آج محمد کے خلاف میری امداد کو پہنچو۔ کشتی شروع ہوئی تو داعی برحق ﷺ نے رکانہ کو پکڑ کر زمین پر پٹخ دیا اور آپ اس کے سینے پر چڑھ بیٹھے۔ رکانہ بولا۔ "اٹھو۔ یہ تمہارا کمال نہیں تمہارے عزیز و حکیم معبود کا کمال ہے۔ اور لات و عزیٰ نے مجھے رسوا کر دیا۔ حالانکہ آج تک کسی نے میرا پہلو زمین سے نہیں لگایا۔" رکانہ نے کہا۔ پھر مقابلہ کرتے ہیں۔ اگر مجھے شکست ہوئی تو دس مزید بکریاں تمہاری۔ اللہ کے نبی ﷺ نے دوبارہ اسے پکڑا۔ ہر دو نے اپنے اپنے معبود کو مدد کے لئے پکارا اور حضور ﷺ نے اسے پھر گرا دیا اور اس کے سینے پر چڑھ بیٹھے۔ پھر رکانہ نے کہا۔ "اٹھو۔ یہ تمہارا کمال نہیں۔ تمہارے عزیز و حکیم رب کا کمال ہے اور مجھے لات و عزیٰ نے رسوا کیا ہے حالانکہ آج تک کسی نے میرا پہلو زمین سے نہیں لگایا۔" رکانہ نے سہ بارہ کشتی لڑنے کا مطالبہ کیا اور ہارنے کی صورت میں دس مزید بکریاں دینے کی پیشکش کی۔ حضور ﷺ نے تیسری بار بھی اسے پکڑا اور زمین پر پٹخ دیا۔ رکانہ نے پھر وہی کہا۔ "یہ تم نے خود نہیں کیا بلکہ تمہارے عزیز و حکیم معبود نے سب کچھ کیا ہے اور مجھے لات و عزیٰ نے رسوا کر دیا ہے۔ اب میری بکریوں میں سے اپنی مرضی کی تیس بکریاں چن لو۔" حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ "مجھے بکریاں نہیں چاہئیں۔ میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ اسلام قبول کر لو۔ میں تمہیں آتش جہنم سے بچانا چاہتا ہوں۔ اگر تم مسلمان ہو جاؤ گے تو ہر آفت سے بچ جاؤ گے۔" رکانہ نے کہا۔ ایسے نہیں۔ پہلے کوئی معجزہ دکھاؤ۔ حضور نبی پاک ﷺ نے فرمایا۔ اگر میں اپنے رب سے دعا کروں اور تمہیں معجزہ دکھادوں تو خدا کو حاضر ناظر جان کر بتاؤ کیا میری دعوت پر لبیک کہہ دو گے؟ اس نے کہا۔ "جی ہاں۔" قریب ہی کیکر کا درخت کھڑا تھا۔ جو شاخوں سے لدا ہوا تھا۔ حضور ﷺ نے اشارے سے فرمایا۔

اَقْبِلِیْ بِاِذْنِ اللّٰہِ

اللہ کے حکم سے ادھر آجا۔

آپ کا حکم سنتے ہی درخت دو حصوں میں بٹ گیا۔ آدھا حصہ شاخوں سمیت چل کر رسول اللہ ﷺ اور رکانہ کے درمیان آکھڑا ہوا۔ رکانہ بولا۔ آپ نے بہت بڑا معجزہ دکھادیا ہے اب اسے واپس جانے کا حکم ارشاد فرمائیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ "اگر میں اپنے پروردگار سے دعا کروں اور یہ درخت واپس چلا جائے تو اللہ کو حاضر ناظر جان کر بتاؤ کیا تم میری دعوت پر لبیک کہہ دو گے؟ اس نے کہا۔ "جی ہاں۔" چنانچہ حضور کے دوبارہ حکم فرمانے سے درخت واپس چلا گیا اور اپنے دوسرے حصے کے ساتھ جڑ گیا۔ اس کے بعد حضور نبی رحمت ﷺ نے فرمایا۔ اسلام قبول کر لو نجات پا جاؤ گے۔ رکانہ نے کہا۔ "یقیناً میں نے عظیم الشان معجزہ دیکھ لیا ہے۔ اب میرے

ایمان لانے میں صرف اتنی سی رکاوٹ ہے کہ میرے خیال میں مدینہ کی عورتیں اور بچے یہ کہیں گے کہ میں کسی مرعوبیت کی وجہ سے ایمان لایا ہوں حالانکہ وہ سبھی جانتے ہیں کہ کسی نے آج تک میرا پہلو زمین سے نہیں لگایا اور میں کبھی بھی کسی سے مرعوب نہیں ہوا۔ آپ میرے ایمان کی باتیں رہنے دیں اور اپنی بکریاں چن کر لے لیں۔" حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ "جب تجھے اسلام لانے سے انکار ہے تو مجھے تیری بکریوں کی کوئی ضرورت نہیں۔" اس کے بعد حضور واپس تشریف لے آئے۔ ادھر حضرت ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو جب پتہ چلا کہ حضور وادیٔ اضم کی طرف تشریف لے گئے ہیں اور انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ یہ رکانہ کی وادی ہے تو انہیں یہ اندیشہ ہوا کہ رکانہ آپ کو (نعوذ باللہ) کہیں شہید نہ کر دے۔ اسی خیال کے پیش نظر یہ حضرات تلاش حبیب میں نکل کھڑے ہوئے۔ حبیب پاک ﷺ کی جستجو میں ہر ٹیلے پر چڑھ دیکھا اور ہر طرف نظریں دوڑائیں۔ اچانک کیا دیکھتے ہیں کہ اللہ کے رسول ﷺ تشریف لا رہے ہیں۔ دونوں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! آپ اس وادی میں اکیلے کیسے تشریف لے گئے تھے؟ آپ جانتے بھی ہیں کہ یہ رکانہ کا علاقہ ہے اور وہ آپ کو جھٹلانے میں پیش پیش ہے۔ ان کے یہ خدشات سن کر حضور ﷺ مسکرا دیئے پھر فرمایا۔ کیا اللہ تعالیٰ نہیں فرماتا ہے۔

وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ

اور اللہ تعالیٰ لوگوں کے شر سے آپ کی حفاظت فرمائے گا۔

جب مجھے اللہ تعالیٰ کی معیت حاصل ہے تو رکانہ کی کیا مجال کہ وہ دست درازی کر سکے۔ اس کے بعد حضور نبی رحمت ﷺ نے انہیں رکانہ کو شکست دینے اور اسے معجزہ دکھانے کے متعلق بتایا تو وہ بہت متعجب ہوئے عرض کرنے لگے۔ "یا رسول اللہ! آپ نے رکانہ کو پچھاڑ دیا ہے۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! آج تک کوئی بھی رکانہ کا پہلو زمین سے نہیں لگا سکا۔" حضور ﷺ نے فرمایا۔ "میں نے اپنے رب کو پکارا تھا۔ اسی نے میری مدد فرمائی۔ میرے رب نے دس سے زائد آدمیوں کی قوت عطا فرما کر میری مدد فرمائی۔"

باب

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبول اسلام

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں عورتوں کا دلدادہ تھا۔ ایک رات قریش کے چند آدمیوں کے ساتھ صحن کعبہ میں بیٹھا تھا۔

کسی نے آکر ہمیں بتایا کہ محمد (ﷺ) نے ابولہب کے بیٹے عتبہ کے ساتھ اپنی صاحبزادی کا نکاح کر دیا ہے۔ وہ چونکہ حسن و جمال والی تھیں اس لئے مجھے حسرت لاحق ہوئی کہ میں اس معاملے میں سبقت کیوں نہ لے سکا۔ کچھ دیر بعد میں گھر آیا تو وہاں اپنی خالہ کو بیٹھے پایا جو کاہنہ تھیں۔ مجھے دیکھ کر بولیں۔

اَبْشِرْ وَحُيِّيْتَ ثَلاثًا تَتْرًا ثُمَّ ثَلاثًا وَثَلاثًا اُخْرٰی

تمہیں مبارک ہو۔ متواتر تین بار سلام۔ پھر تین بار --اور مزید تین بار۔

ثُمَّ بِأُخْرٰی کَیْ تَتِمَّ عَشْرًا أَتَاكَ خَيْرٌ وَّ وَقِيْتَ شَرًّا

پھر بھی تمہیں ہدیہ سلام پہنچے تاکہ دس سلام پورے ہو جائیں۔ بھلائی تمہارے پاس آگئی اور تم برائی سے بچ گئے۔

اُنْكِحْتَ وَاللّٰهِ حِصَانًا زَاهِرًا وَاَنْتَ بِكْرٌ وَلَقِيْتَ بِكْرًا

اللہ کی قسم! خوبصورت اور پاکدامن عورت کے ساتھ تمہارا نکاح کر دیا گیا۔ تم بھی کنوارے ہو اور کنواری ہی کو پالیا ہے۔

وَافَيْتَهَا بِنْتَ عَظِيْمٍ قَدْرًا

تم نے ایک عظیم الشان شخص کی صاحبزادی کو پالیا ہے۔

حضرت عثمان کہتے ہیں کہ میں اپنی خالہ کی باتیں سن کر ازحد حیران ہوا اور پوچھا۔ "یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں۔" وہ بولیں۔ عثمان! حسن و جمال تیرا مقدر ہے۔ اور شہرت تیری قسمت ہے۔ یہ نبی ہیں۔ جن کے پاس مضبوط دلیل ہے۔ جنہیں سزا و جزا کے مالک نے حق کے ساتھ بھیجا ہے۔ جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی اور فرقان حمید نازل ہوا ہے۔ پس تم بھی ان کی اتباع کر لو تاکہ بت تمہیں مبتلائے فریب نہ رکھ سکیں۔" میں نے کہا خالہ جان! آپ جو بات کر رہی ہیں اس کا تذکرہ ہمارے شہر میں تو نہیں ملتا۔ ذرا وضاحت سے بیان کریں۔ وہ بولیں۔ "محمد بن عبداللہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ کلام الٰہی لائے، جس کے ذریعے رب کریم کی طرف دعوت دیتے ہیں۔" پھر کہنے لگیں۔ "ان کا چراغ ہی چراغ ہدایت ہے۔ ان کا دین ہی کامیابی کا ضامن ہے۔ ان کے زمانے میں حق و باطل کی معرکہ آرائی ہو گی۔ یہ سب وادیاں ان کے سامنے سرنگوں ہو جائیں گی۔ اس وقت آہ و زاری کچھ فائدہ نہ دے گی خواہ جانیں قربان کر دی جائیں، تلواریں بے نیام ہو جائیں اور نیزے تان دیئے جائیں۔"

اپنی خالہ کی باتیں سننے کے بعد میں چلا گیا۔ ان کی باتیں میرے دل میں تیر کی طرح پیوست

ہو گئیں اور میں گہری سوچ میں پڑ گیا۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ میری نشست ہوا کرتی تھی۔ لہٰذا میں ان کے پاس گیا اور انہیں خالہ کی باتیں بتائیں۔ وہ بولے!" عثمان! تم بڑے زیرک اور محتاط آدمی ہو۔ حق و باطل میں امتیاز کرنا تمہارے لئے کوئی مشکل کام نہیں۔ بھلا سوچو۔ ہماری قوم کے خود ساختہ خداؤں، بتوں کی کیا حقیقت ہے۔ یہ ٹھوس پتھر ہی تو ہیں جو نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے نہ نفع دیتے ہیں نہ نقصان۔" میں نے کہا۔ "واقعی یہ ایسے ہی ہیں۔" حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ "تمہاری خالہ نے سچی بات کہی ہے۔ بلاشبہ یہ اللہ کے رسول محمد بن عبداللہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے رسالت کا تاج پہنا کر اپنی مخلوق کی طرف مبعوث فرمایا ہے۔" حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ "حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گفتگو سن کر میں از خود رفتہ ہو گیا اور مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ پھر کچھ عرصہ بعد حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ میری شادی ہو گئی -- یہ بات مشہور تھی کہ حضرت رقیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بہترین جوڑ ہے۔

باب

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبول اسلام کے وقت معجزات کا ظہور

ابن سعید، ابو یعلی، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عمر گلے میں تلوار حمائل کئے گھر سے نکلے۔ راستے میں بنو زہرہ کا ایک شخص ملا۔ اس نے پوچھا۔ "عمر! کہاں جا رہے ہو؟ عمر نے جواب دیا۔ "محمد کی زندگی کا چراغ گل کرنے جا رہا ہوں۔" اس شخص نے پوچھا۔ "پھر بنو ہاشم اور بنو زہرہ سے کیسے بچو گے؟ عمر نے کہا۔ "لگتا ہے تم بھی مرتد ہو گئے ہو اور اپنا دین چھوڑ دیا ہے۔" وہ بولا۔ "اس سے بھی زیادہ حیرت والی بات یہ ہے کہ تمہاری بہن اور بہنوئی بھی اپنا دین چھوڑ کر نیا دین قبول کر چکے ہیں۔" عمر سخت غصے کے عالم میں ان کے گھر پہنچا۔ وہاں حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ موجود تھے۔ جب حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عمر کی آہٹ پائی تو گھر کے اندر چھپ گئے۔ عمر نے آتے ہی پوچھا۔ "یہ کیسی آواز تھی جو میں نے ابھی ابھی سنی ہے۔" دراصل وہ سورہ طہٰ کی تلاوت کر رہے تھے۔ دونوں نے کہا۔ "بس باتیں کر رہے تھے اور تو کچھ نہیں کر رہے تھے۔" عمر نے کہا۔ "شاید تم دونوں صابی

ہوگئے ہو۔" ان کے بہنوئی نے کہا۔ "اگر تمہارے دین کے علاوہ کوئی اور مذہب سچا ہو تو پھر تمہارا کیا خیال ہے؟" عمر اپنے بہنوئی پر جھپٹ پڑے اور انہیں خوب مارا پیٹا۔ بہن اپنے خاوند کے دفاع کے لئے آگے بڑھی تو انہیں بھی عمر نے ایسا زوردار تھپڑ رسید کیا کہ چہرہ لولہان ہو گیا۔ (بہن اور بہنوئی کی یہ غیر معمولی استقامت دیکھ کر ان کا دل پسیج گیا) پھر بولے۔ "مجھے وہ کتاب دکھاؤ جو تم پڑھ رہے تھے تاکہ میں بھی اسے پڑھوں۔" بہن بولی۔ "تم نجس اور ناپاک ہو اور اس صحیفہ کو صرف ایک آدمی ہاتھ لگا سکتے ہیں۔ کھڑے ہو کر پہلے وضو کرلو۔" عمر کھڑے ہوئے۔ وضو کیا پھر کتاب ہدایت ہاتھ میں لے کر سورہ طٰہ کی تلاوت شروع کر دی یہاں تک کہ ان آیات تک جا پہنچے۔

اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِیْ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِیْ

(سورۂ طٰہ۔ آیت ۱۴)

یقیناً میں ہی اللہ ہوں میرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔ پس تو میری عبادت کیا کر اور مجھے یاد کرنے کے لئے نماز ادا کیا کر۔

جب آیات مقدسہ کی تلاوت کرلی تو عمر بولے۔ "مجھے بھی محمد (ﷺ) کے پاس لے جاؤ۔" عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ بات حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنی تو فوراً گھر سے نکل آئے اور کہا۔ "عمر! مبارک ہو۔ مجھے یقین ہے کہ جمعرات کی شب رسول اللہ ﷺ نے جو دعا فرمائی تھی وہ تمہارے حق میں تھی۔ آپ نے یہ دعا کی تھی۔

اَللّٰهُمَّ اَعِزِّ الْاِسْلَامَ بِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَوْ بِعَمْرِو بْنِ هِشَامٍ

یا اللہ! عمر بن خطاب یا عمرو بن ہشام کے ذریعے اسلام کو عزت بخش دے۔

اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوگئے۔

بزار، بیہقی، طبرانی اور ابو نعیم رحمہم اللہ علیہ (حلیہ میں) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ سے سخت عداوت رکھتا تھا۔ ایک دن جبکہ شدید گرمی پڑ رہی تھی اور دوپہر کا وقت تھا مکہ کی ایک گلی میں قریش کا ایک شخص مجھے ملا۔ اس نے پوچھا۔ کہاں جا رہے ہو؟ میں نے کہا۔ "اپنے معبودوں کی مدد کرنے جا رہا ہوں۔" وہ بولا۔ "حیرت ہے تم پر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم یہ کام کرلو گے حالانکہ دین اسلام کی روشنی تمہارے اپنے گھر کے اندر داخل ہو چکی ہے۔" میں نے کہا۔ "یہ کیا کہہ رہے ہو" اس نے کہا "تمہاری بہن مسلمان ہو چکی ہے۔" حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں غصے کی حالت میں لوٹا۔ اور بہن کے

گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا ان دنوں جب کوئی ایک یا دو غریب شخص مسلمان ہو جاتے تو حضور ﷺ انہیں کسی خوشحال مسلمان کے حوالے کر دیا کرتے تھے تاکہ اس کا فالتو کھانا حاصل کر لیں۔ میرے بہنوئی کے پاس بھی دو آدمی تھے۔ دروازے پر دستک ہوئی تو اندر سے آواز آئی۔ کون ہے؟ میں نے جواب دیا۔ "عمر" میرا نام سن کر وہ جلدی سے چھپ گئے۔ وہ صحیفہ قرآن کی تلاوت کر رہے تھے جسے وہ وہیں چھوڑ گئے یا بھول گئے۔ میری بہن نے دروازہ کھولا۔ میں نے کہا۔ اے اپنی جان کی دشمن! کیا تو مرتد ہو گئی ہے۔ میں نے اپنے ہاتھ میں موجود چیز سے ان کے سر پر ضربیں لگانا شروع کر دیں حتی کہ خون بہہ نکلا۔ وہ اپنا خون دیکھ کر رونے لگیں۔ پھر بڑی استقامت سے بولیں۔ "جو تم کرنا چاہتے ہو کر گزرو میں اپنے دین کو چھوڑ کر دین اسلام اختیار کر چکی ہوں۔" حضرت عمر فرماتے ہیں۔ میں چارپائی پر بیٹھ گیا۔ مکان کے وسط میں صحیفہ رکھا دیکھا تو پوچھا۔ یہ کیا ہے؟ مجھے دو۔ ہمشیرہ نے کہا۔ تم اس قابل نہیں ہو کہ اس صحیفہ رشد و ہدایت کو ہاتھ لگاؤ۔ تم غسل جنابت نہیں کرتے جبکہ اس کو صرف پاک لوگ ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں۔ میرا اصرار بڑھا تو انہوں نے قرآن کے وہ اوراق مجھے دے دیئے۔ میں نے کھولا تو دیکھا اس میں یہ لکھا تھا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

جب میں نے اللہ کا نام دیکھا تو مجھ پر خوف سا طاری ہو گیا۔ پھر میں نے صحیفہ رکھ دیا۔ ذرا ہمت کر کے دوبارہ اسے اٹھا کر دیکھا تو یہ لکھا پایا۔

سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

جب میں نے اللہ تعالیٰ کا نام دیکھا تو پھر گھبرا گیا۔ بہر حال ہمت کر کے پڑھنے لگا یہاں تک کہ "آمنوا باللہ ورسولہ الخ" تک پڑھ لیا۔ قرآنی آیات کی تاثیر تھی کہ میں بے ساختہ بول اٹھا۔

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں یہ گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

چھپے ہوئے افراد فوراً نکل آئے اور انہوں نے نعرۂ تکبیر لگایا۔ انہوں نے کہا۔ "ابن خطاب! مبارک ہو۔ پیر کے دن رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی تھی۔

اَللّٰھُمَّ اَعِزَّ دِیْنَکَ بِاَحَبِّ الرَّجُلَیْنِ اِلَیْکَ اِمَّا اَبُوْجَھْلِ بْنُ ھِشَامٍ وَ اِمَّا عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ

اے اللہ! ان دو آدمیوں ابو جہل بن ہشام اور عمر بن خطاب میں سے جو تمہیں زیادہ

پسند ہے اس سے اپنے دین کو عزت عطا فرما۔

ہمیں امید ہے کہ نبی رحمت ﷺ کی دعا تمہارے حق میں قبول ہو گئی ہے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مسلمان ہونے سے قبل ایک دن میں رسول اللہ ﷺ کو چھیڑنے کے ارادہ سے نکلا۔ میں نے دیکھا کہ آپ مجھ سے پہلے مسجد میں پہنچ چکے ہیں۔ میں آپ کے پیچھے کھڑا ہو گیا، آپ نے سورۃ الحاقہ کی تلاوت شروع فرمائی۔ میں قرآن پاک کی ترتیب اور ربط کلام سے از حد متعجب ہوا۔ میں نے سوچا قریش سچ کہتے ہیں یہ تو بہت بڑا شاعر ہے۔ میرے دل میں یہ خیال آیا ہی تھا کہ حضور ﷺ نے یہ آیات کریمہ تلاوت فرمادیں۔

اِنَّہٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ وَمَا ھُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِیْلاً مَّاتُؤْمِنُوْنَ

بے شک یہ ایک عزت والے رسول کا قول ہے اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں۔ تم بہت کم ایمان لاتے ہو۔

پھر میں نے دل ہی دل میں کہا۔ شاید یہ کاہن ہیں جو میرے دل کی بات جان گئے ہیں۔ میرے دل میں یہ خیال آیا ہی تھا کہ حضور ﷺ نے یہ آیات تلاوت فرمادیں۔

وَلاَ بِقَوْلِ کَاھِنٍ قَلِیْلاً مَّا تَذَکَّرُوْنَ تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِیْنَ

اور نہ ہی یہ کسی کاہن کا قول ہے۔ تم لوگ بہت کم توجہ کرتے ہو بلکہ یہ رب العالمین کا نازل شدہ ہے۔

اس واقعہ سے دین اسلام کی حقانیت میرے دل میں جاگزیں ہو گئی۔

ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسند میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ "ایک رات میری ہمشیرہ کو درد زہ شروع ہوا تو میں گھر سے نکل کر خانہ کعبہ میں چلا آیا۔ میں نے دیکھا کہ حضور نبی کریم ﷺ وہاں تشریف لائے اور نماز پڑھنے لگے۔ میں نے ایسا کلام سنا جو پہلے کبھی نہ سنا تھا۔ پھر حضور واپس تشریف لے گئے۔ میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا۔ "عمر! تم نہ دن کو میرا پیچھا چھوڑتے ہو اور نہ رات کو۔" مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں حضور ﷺ مجھے بددعا نہ دے دیں۔ میں نے فوراً کہا۔

اَشْھَدُ اَنْ لاَّاِلٰہَ اِلاَّ اللّٰہُ وَاَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں ابو جہل اور شیبہ بن ربیعہ کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ابو جہل نے کہا۔ اے قریشیو! محمد نے تمہارے معبودوں کو برا بھلا کہا اور تمہیں بیوقوف سمجھا اس کا یہ بھی خیال ہے کہ تمہارے آباؤ اجداد جہنم رسید ہوں گے۔ سنو۔ جس نے محمد کو قتل کر لیا میں اسے سو سرخ اور سیاہ اونٹنیاں اور ہزار اوقیہ چاندی بطور انعام دوں گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے گلے میں تلوار حمائل کی، کندھے سے ترکش لٹکایا اور حضور نبی کریم ﷺ کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ راستے میں ایک بچھڑا ذبح ہوتے دیکھا۔ میں وہاں رک کر دیکھنے لگا۔ اچانک بچھڑے کے پیٹ سے کسی کی آواز سنائی دی کوئی زور زور سے کہہ رہا تھا۔

''اے ٹیلوں کے رہنے والو۔ سنو۔ بڑی ہی سود مند بات ہے۔ ایک شخص فصیح زبان میں بہ آواز بلند پکار رہا ہے اور یہ دعوت دے رہا ہے کہ تم اس بات کی گواہی دے دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوائی کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے سچے رسول ہیں۔'' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں میں سمجھا کہ اس آواز کا مخاطب میں ہوں۔ پھر میں ایک ریوڑ کے پاس سے گزرا۔ وہاں بھی غیب سے کسی کو یہ اشعار گنگناتے سنا۔

یَاأَیُّھا النَّاسُ ذَوُوا الْاَجْسَامِ مَآ اَنْتُمْ وَطَائِشَ الْاَحْلَامِ

اے تنومند انسان! تم اور کم عقل لوگ یکساں حیثیت رکھتے ہیں۔

وَمُسْنِدُوْا الْحُکْمِ إِلَی الْاَصْنَامِ فَکُلُّکُمْ أَوْرَہُ کَالنَّعَامِ

تم اپنے مقدمے بتوں کے پاس لے جاتے ہو۔ الغرض تم سب شتر مرغ کی طرح کم عقل اور بے وقوف ہو۔

أَمَاتَرَوْنَ مَا أَرَیٰ أَمَامِی مِنْ سَاطِعٍ یَجْلُوْا دُجَی الظَّلَامِ

کیا تمہیں وہ نور درخشاں دکھائی نہیں دیتا جو میں اپنے سامنے دیکھ رہا ہوں۔ یہ ایسا نور ہے جو گھٹاٹوپ تاریکیوں کو کافور کر دیتا ہے۔

قَدْ لَاحَ لِلنَّاظِرِ مِنْ تِھَام أَکْرِمْ بِہٖ لِلّٰہِ مِنْ إِمَام

وہ نور حق دیکھنے والے کو تہامہ سے نمودار ہوتا نظر آیا۔ یہ امام وقت اللہ تعالیٰ کے ہاں کس قدر معزز و محتشم ہے۔

قَدْ جَاءَ بَعْدَ الْکُفْرِ بِالْإِسْلَامِ وَالْبِرِّ وَالصِّلَاتِ لِلْأَرْحَام

وہ زمانہ کفر کے بعد اب اسلام کی دعوت لے کر آئے ہیں۔ علاوہ ازیں نیکی اور صلہ رحمی کی

تعلیمات بھی ساتھ لائے ہیں۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ یہ اشعار سن کر بھی مجھے ایسے محسوس ہوا جیسے کہنے والے نے مجھے سنانے کے لئے کہے ہیں۔ اس کے بعد میں ضمار نامی بت کے پاس سے گزرا تو ضمار کے اندر سے مجھے یہ آواز سنائی دی۔

تُرِكَ الضِّمَارُ وَكَانَ يُعْبَدُ وَحْدَهُ   بَعْدَ الصَّلاَةِ مَعَ النَّبِيِّ مُحَمَّدِ

نبی کریم حضرت محمد ﷺ پر درود و سلام کے بعد -- سنو کہ ضمار کی پوجا پاٹ اب ختم ہو گئی ہے حالانکہ آج سے پہلے صرف اسی کی عبادت کی جاتی تھی۔

إِنَّ الَّذِیْ وَرِثَ النبوَّةَ وَالْهُدٰی   بَعْدَ ابْنِ مَرْیَمَ مِنْ قُرَیْشٍ مُهْتَدِی

حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے بعد جو نبوت و ہدایت کا وارث بنا وہ قریش کا ایک ہدایت یافتہ شخص ہے۔

سَیَقُوْلُ مَنْ عَبَدَالضِّمَارَ وَمِثْلَهُ   لَیْتَ الضِّمَارَ وَمِثْلَهُ لَمْ یُعْبَد

جو کوئی ضمار اور اس جیسے بتوں کی پوجا کیا کرتا تھا وہ عنقریب یہ کہے گا کہ کاش ان کی پوجا نہ کی جاتی۔

فَاصْبِرْ أَبَا حَفْصٍ فَإِنَّكَ آمِنٌ   یَأْتِیْكَ عِزٌّ غَیْرَ عِزِّ بَنِی عَدِی

اے ابو حفص! صبر سے کام لو تمہیں امن و سلامتی حاصل ہو جائے گی اور بنو عدی کی خاندانی عزت و وقار کے علاوہ تمہیں مزید اعزاز و اکرام سے نوازا جائے گا۔

لاَ تَعْجَلَنَّ فَأَنْتَ نَاصِرُ دِیْنِهٖ   حَقًّا یَقِیْنًا بِاللِّسَانِ وَبِالْیَد

جلدی نہ کرو۔ تم زبان و بیان اور قوت بازو کی ساری صلاحیتوں کے ساتھ بلاشک و شبہ ان کے دین کے مددگار بنو گے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ضمار کے اندر سے آنے والی یہ آواز سن کر بھی مجھے محسوس ہوا جیسے یہ مجھ سے مخاطب ہے۔ میں اپنی ہمشیرہ کے گھر آیا تو وہاں ان کے خاوند کے علاوہ حضرت خباب بن ارت رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی بیٹھے تھے۔ حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے دیکھ کر کہا۔ عمر! مسلمان ہو جاؤ۔ میں نے پانی منگوایا۔ وضو کیا اور حضور نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہو گیا۔ حضور ﷺ نے مجھے دیکھا تو فرمایا "عمر! تمہارے متعلق میری دعا قبول ہو گئی ہے۔ پس اب تم اسلام قبول کر لو۔" چنانچہ میں مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ میرے اسلام لانے کے بعد اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد پوری چالیس ہو گئی۔ اس وقت یہ آیات نازل ہوئیں۔

يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ

(سورۂ انفال آیت ۶۴)

اے نبی (مکرم)! آپ کو اللہ تعالیٰ اور جو آپ کے فرمانبردار مومن ہیں کافی ہیں۔

ابن سعد، احمد، ترمذی (ترمذی نے اسے صحیح کہا ہے) ابن حبان اور بیہقی رحمہم اللہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ اَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِأَحَبِّ هٰذَيْنِ الرَّجُلَيْنِ إِلَيْكَ بِأَبِيْ جَهْلِ ابْنِ هِشَامٍ أَوْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ

اے اللہ ان دو آدمیوں ابو جہل بن ہشام اور عمر بن خطاب میں سے جو شخص تجھے زیادہ پسند ہے اس کے ذریعے اسلام کو عزت عطا فرما۔

بیہقی نے اسی قسم کی حدیث پاک بذات خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت کی ہے۔

ابن ماجہ اور حاکم رحمہم اللہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ اَعِزَّ الْإِسْلَامَ بِعُمَرَ خَاصَّةً

یا اللہ۔ خاص طور پر عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعے اسلام کو عزت عطا فرما۔

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی اسی طرح کی روایت نقل کی ہے۔

طبرانی اور حاکم رحمہما اللہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور نبی رحمت ﷺ نے یہ دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ اَعِزِّ الْإِسْلَامَ بِعُمَرَ اَوْ بِأَبِيْ جَهْلٍ

یا اللہ! عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا ابو جہل کے ساتھ اسلام کو عزت و سرفرازی عطا فرما۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں یہ دعا قبول فرمالی۔ اور آپ کے ذریعے حکومت اسلامیہ کو استحکام بخشا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام لائے تو ہم عزت کی زندگی بسر کرنے لگے۔

ابن سعد اور حاکم رحمہما اللہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

اللہ کی قسم۔ ہم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلمان ہونے سے پہلے خانہ کعبہ کے پاس اعلانیہ نماز نہیں پڑھ سکتے تھے۔

حاکم رحمۃ اللہ علیہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں اسلام کی حالت اس شخص جیسی تھی جو سوئے منزل رواں دواں ہو اور ہر لمحہ اس کی منزل قریب تر ہوتی جارہی ہو۔ مگر آپ کی شہادت کے بعد اسلام کی حالت اس شخص کی طرح ہوگئی جو پسپا ہو رہا ہو اور ہر لمحہ منزل سے دوری بڑھتی جارہی ہو۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ حضرت عثمان بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے یہ دعا فرمائی۔ "اے اللہ! عمر بن خطاب یا عمرو بن ہشام میں سے جو تجھے زیادہ پسند ہے اس سے اسلام کو عزت عطا فرما۔" اگلے دن صبح سویرے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر خدمت ہوئے اور مشرف بہ اسلام ہوگئے۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ "اوسط" میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جمعرات کی شام رسول پاک ﷺ نے یہ دعا فرمائی۔ "اے اللہ! عمر بن خطاب یا عمرو بن ہشام کے ذریعے اسلام کو عزت عطا فرما۔" چنانچہ جمعہ کے دن صبح سویرے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہوگئے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کر لیا تو اسلام ظاہر ہوگیا، کھلم کھلا اس کی تبلیغ ہونے لگی۔ ہم حلقہ بنا کر بیت اللہ شریف کے پاس بیٹھتے اور اس کا طواف کرتے اگر کوئی سختی سے پیش آتا تو ہم بدلہ لے لیتے اور مخالف کی باتوں کا بھرپور جواب دیتے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ حضرت سعید بن میسب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت ایمان لائے جب ان سے پہلے چالیس مرد اور دس عورتوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ جب عمر فاروق مسلمان ہوئے تو مکہ مکرمہ میں اسلام نمایاں طور پر ظاہر ہوگیا۔

حاکم اور ابن ماجہ رحمہم اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں۔

لَمَّا اَسْلَمَ عُمَرُ نَزَلَ جِبْرَئِیْلُ فَقَالَ یَا مُحَمَّدُ اِسْتَبْشَرَ اَهْلُ السَّمَاءِ بِاِسْلَامِ عُمَرَ۔

جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہوئے تو جبرئیل امین حضور نبی کریم

ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی "اے سراپا حمد و ستائش! عمر کے اسلام قبول کرنے سے آسمان والے بھی خوش ہو گئے ہیں۔

باب

حضرت ضماد کے قبول اسلام کے وقت شان نبوت کا ظہور

احمد، مسلم اور بیہقی رحمہم اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ضماد کا تعلق از دشنوءہ قبیلہ سے تھا۔ وہ آسیب یا جنات کا دم جانتا تھا۔ ایک دفعہ مکہ آیا تو چند احمق لوگوں سے سنا کہ محمد (ﷺ) مجنون ہیں۔ انہیں آسیب کا مرض ہے۔ اس نے دل میں طے کر لیا کہ میں اس شخص کے پاس جاؤں گا۔ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ اسے میرے ذریعے شفایاب کر دے۔ ضماد کہتے ہیں کہ میں حضور ﷺ سے ملا اور عرض کی۔ میرے پاس آسیب کا بڑا مجرب دم ہے۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے میرے دل سے شفا بخش دیتا ہے۔ آیئے۔ آپ کو بھی دم کروں۔ اس کی یہ بات سن کر رسول اللہ ﷺ یوں گویا ہوئے۔

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔

جب ضماد نے یہ کلمات سنے تو بولے۔ آپ انہیں دوبارہ پڑھیں۔ حضور ﷺ نے دوبارہ پڑھے تو ضماد نے کہا۔

وَاللّٰهِ لَقَدْ سَمِعْتُ قَوْلَ الْكَهْنَةِ وَقَوْلَ السَّحَرَةِ وَقَوْلَ الشُّعَرَآءِ فَمَا سَمِعْتُ مِثْلَ هٰؤُلَآءِ الْكَلِمَاتِ وَلَقَدْ بَلَغْنَ قَامُوْسَ الْبَحْرِ فَهَلُمَّ يَدَكَ اُبَايِعْكَ عَلَى الْاِسْلَامِ

اللہ کی قسم! میں نے کاہنوں اور جادوگروں کی باتیں سنی ہیں، شعراء کا کلام بھی بارہا سننے کا موقع ملا مگر ان کلمات کی مثل کوئی کلام نہیں سنا۔ یہ تو الفاظ و معانی کا بحر بے کراں ہیں۔ ہاتھ آگے بڑھایئے تاکہ میں آپ کے دست حق پرست پر اسلام کی بیعت کروں۔

پھر حضرت ضماد کو ہادئ برحق ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کرنے کا شرف حاصل ہو گیا۔

باب

عمرو بن قیس کے اسلام لانے کے وقت
شانِ رسالت کا ظہور

ابن شاہین نے حسین بن محمد رحمہما اللہ علیہ سے اور انہوں نے اپنے والد سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں جبیر بن حکم عبدی نے صحار بن عباس اور مزیدہ بن مالک رحمہم اللہ سے روایت کر کے قبیلہ عبدالقیس کے چند لوگوں کے سامنے بتایا کہ اشج عبدالقیس دارین میں فروکش راہب کا یار تھا۔ ایک سال ان کی ملاقات ہوئی تو راہب نے اسے بتایا کہ مکہ مکرمہ میں ایک نبی ظاہر ہوں گے جو ہدیہ تناول فرمائیں گے مگر صدقہ نہیں کھائیں گے، ان کے شانوں کے درمیان علامت نبوت ہوگی اور ان کا دین تمام ادیان پر غالب آجائے گا۔ پھر راہب کا وصال ہوگیا۔ اشج نے اپنے بھانجے اور بیٹی امامہ کے خاوند عمرو بن عبدالقیس کو صورت حال معلوم کرنے کے لئے مکہ مکرمہ بھیجا۔ وہ ہجرت والے سال مکہ آیا اور حضور نبی کریم ﷺ سے ملاقات کی۔ اس نے دیکھا کہ واقعی علامت نبوت بھی موجود ہے۔ لہٰذا وہ مسلمان ہوگیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اسے سورۂ فاتحہ اور سورۂ علق سکھائیں اور فرمایا۔ تم جاکر اپنے ماموں کو بھی دعوت دو حضرت عمرو نے واپس آکر اپنے ماموں اشج کو ساری بات بتائی۔ وہ بھی مسلمان ہوگیا لیکن کچھ عرصے تک اپنے اسلام کو ظاہر نہ کیا۔ پھر سولہ آدمیوں کو ساتھ لے کر مدینہ منورہ حاضر ہوا۔ وہ صبح کے وقت یہاں پہنچے اور حضور پہلے ہی اسی رات باہر تشریف لے گئے اور فرمایا۔

لَيَأْتِيَنَّ رَكْبٌ مِنْ قِبَلِ الْمَشْرِقِ لَمْ يُكْرَهُوْا عَلَى الْإِسْلَامِ لِصَاحِبِهِمْ عَلَامَةٌ

مشرق کی سمت سے ایک قافلہ آئے گا۔ انہیں اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا گیا۔ ان کے امیر کارواں کی ایک خاص نشانی ہوگی۔

چنانچہ وہ لوگ حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اسی سال مکہ فتح ہوا۔ اس روایت کو ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے طبقات میں بغیر سند کے ذکر کیا ہے۔

باب

طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن عمرو دوسی کے قبول اسلام کے وقت معجزات کا ظہور

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ طفیل بن عمرو دوسی نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کی۔ یا رسول اللہ! قبیلہ دوس سرکشی اور انکار کی راہ پر گامزن ہے۔ آپ ان کے لئے بددعا فرمادیں۔ ہادیٔ برحق ﷺ قبلہ کی جانب متوجہ ہوئے اور دعا کے لئے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

اَللّٰھُمَّ اھْدِ دَوْسًا وَأْتِ بِھِمْ

اے اللہ! قبیلہ دوس کو ہدایت عطا فرما اور انہیں یہاں لے آ۔

بیہقی، ابن اسحاق رحمہما اللہ علیہ سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت طفیل بن عمرو دوسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا اسلام لانے کا واقعہ یوں بیان کرتے تھے کہ ایک دفعہ وہ مکہ آئے۔ اس وقت حضور ﷺ مکہ میں ہی تھے۔ قریش کے آدمی ان کے پاس آئے۔ چونکہ وہ اپنی قوم کے سردار اور ایک عقلمند شاعر تھے لہٰذا قریش نے کہا۔ ”اے طفیل! تم ہمارے شہر میں آئے ہو۔ ہمارے ہاں ایک شخص ہے جس نے ہمارا اجتماعی ڈھانچہ تباہ کر دیا ہے اور ہمارے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا ہے۔ اس کی گفتگو میں جادو کا اثر ہے۔ اس نے اولاد کو باپ سے، بھائی کو بھائی سے اور خاوند کو بیوی سے جدا جدا کر دیا ہے۔ ہمیں اندیشہ ہے کہ کہیں تم اور تمہاری قوم بھی اس مصیبت میں مبتلا نہ ہو جائے جس کا شکار ہم ہیں۔ اس لئے تم اس سے گفتگو نہ کرنا اور ہرگز اس کی کوئی بات نہ سننا۔“ طفیل کہتے ہیں کہ وہ لوگ بار بار مجھے یہی نصیحتیں کرتے رہے یہاں تک کہ میں نے فیصلہ کر لیا کہ میں ان کی کوئی بات نہ سنوں گا اور نہ ان سے کلام کروں گا۔ یہاں تک کہ جب مسجد حرام میں جانے لگا تو کانوں میں روئی ٹھونس لی مبادا ان کی آواز میرے کانوں میں پڑ جائے۔ میں مسجد میں گیا۔ وہاں میں نے دیکھا کہ حضور رحمت عالم ﷺ کعبہ کے سامنے کھڑے نماز ادا فرما رہے ہیں۔ میں نزدیک جا کر کھڑا ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کی مرضی کچھ اور تھی اس کے محبوب کی آواز میرے کانوں تک پہنچ گئی۔ جب میں نے دل آویز کلام سنا تو کہا۔ میں ایک سمجھدار آدمی ہوں اور شاعر بھی ہوں۔ کلام کے حسن و قبح کو اچھی طرح پہچان لیتا ہوں۔ بھلا اس میں حرج ہی کیا ہے کہ میں اس کا کلام سن لوں۔ اگر اس

نے کوئی اچھی بات کہی تو قبول کرلوں گا اور کوئی قبیح بات کہیں گے تو مسترد کر دوں گا۔ لہٰذا میں خدا کا کلام اس کے محبوب کی زبان سے سنتا رہا۔ پھر حضور ﷺ اپنے گھر واپس تشریف لے گئے۔ میں بھی آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ میں نے عرض کیا۔ آپ کی قوم نے مجھے آپ کے بارے میں طرح طرح کی باتیں بتائی ہیں۔ آپ مجھے اپنی دعوت کے بارے میں خود بتائیں۔ حضور ﷺ نے مجھے اسلام کے بارے میں بتایا۔ پھر قرآن کریم پڑھ کر سنایا۔ اللہ کی قسم! اس سے زیادہ دلکش اور سچا کلام میں نے کبھی نہیں سنا تھا۔ میں ۔ نے فوراً اسلام قبول کر لیا اور عرض کیا۔ یا نبی اللہ! میری قوم کے لوگ میرا ہر حکم مانتے ہیں۔ اب میں ان کے پاس جا کر انہیں دین اسلام کی دعوت دوں گا۔ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے کوئی نشان عطا فرمادے جو انہیں قائل کرنے میں معاون ثابت ہو۔ حضور ﷺ نے دعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ لَہٗ آیَۃً

اے اللہ! اس کو کوئی نشانی عطا فرمادے۔

دولتِ ایمان سے مالا مال ہو کر میں اپنی قوم کی طرف روانہ ہو گیا۔ ابھی وادیٔ کداء میں تھا کہ میری آنکھوں کے درمیان نور چمکنے لگا جیسے کسی نے چراغ روشن کر دیا ہو۔ میں نے عرض کی۔ یا اللہ! میرے چہرے کی یہ بدلی ہوئی حالت دیکھ کر لوگ یہ نہ کہیں کہ اس کا چہرہ مسخ ہو گیا ہے۔ چنانچہ وہ نور وہاں سے ہٹ کر میری سوٹی کے کنارے پر قندیل کی طرح جگمگانے لگا۔ پھر میں نے اپنی قوم کو اسلام کی دعوت دینا شروع کر دی مگر وہ پس و پیش کرنے لگے۔ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ عرض کی۔ قبیلہ دوس کے لوگ میری بات نہیں مانتے۔ آپ ان کے لئے بددعا فرمادیں۔ مگر حضور نے دعائیہ کلمات سے نوازا۔

اَللّٰھُمَّ اھْدِ دَوْسًا ”اے اللہ! قبیلہ دوس کو ہدایت عطا فرما۔“ پھر فرمایا۔ اب تم واپس چلے جاؤ، انہیں دعوت حق اور نرمی سے کام لو۔ میں واپس آگیا اور سرزمین دوس کے مکینوں کو حق کی طرف بلاتا رہا۔ یہاں تک کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ہجرت فرمائی تو میں اس وقت حاضر خدمت ہوا جب حضور خیبر کی مہم سر کرنے کے لئے تشریف لے گئے تھے اور میرے ساتھ قبیلہ دوس کے مسلمان ہو جانے والے ستر اسی گھرانوں کے لوگ تھے۔

ابو نعیم نے بہ سند واقدی رحمہم اللہ علیہ عبد اللہ بن جعفر سے اور انہوں نے عبد الواحد بن ابو عون دوسی سے یہی روایت ذکر کی ہے۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اسے مغازی کے ایک نسخہ میں صالح بن کیسان سے اور انہوں نے طفیل بن عمرو دیہ سے اسے متصلاً نقل کیا ہے۔ جبکہ باقی

نسخوں میں یہ سند کے بغیر موجود ہے۔

ابو الفرج اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "الاغانی" میں درج ذیل روایت کو دو سندوں سے روایت کیا ہے ایک سند کے مطابق وہ اپنے چچا سے، وہ حزنبل بن عمرو بن ابو عمرو سے اور وہ اپنے والد سے یہ روایت نقل کرتے ہیں جبکہ دوسری سند کے مطابق وہ یہی روایت محمد بن حسن بن درید سے۔ وہ اپنے چچا سے، وہ عباس بن ہشام سے اور وہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں۔

روایت کے الفاظ پہلی سند کے ہیں۔ روایت یہ ہے کہ طفیل بن عمرو دوسی روانہ ہو کر مکہ مکرمہ آئے۔ اس وقت حضور کی بعثت ہو چکی تھی اور آپ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرما چکے تھے۔ قریش نے طفیل کو نبی کریم ﷺ کے پاس بھیجا اور کہا کہ جا کر ان کے حالات کا بغور جائزہ لو، وہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے پاس حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے ان کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی۔ انہوں نے عرض کیا۔ میں ایک شاعر ہوں۔ آپ میرے اشعار سماعت فرمائیں۔ حضور نے فرمایا سناؤ۔ چنانچہ انہوں نے اپنے اشعار سنائے۔ پھر حضور رحمت عالم ﷺ نے فرمایا۔ "اب تم میرا کلام سنو۔" اس کے بعد آپ ﷺ نے **اعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم۔ بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم** پڑھ کر سورۂ اخلاص اور سورۂ فلق کی تلاوت فرمائی۔ اور طفیل کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی۔ وہ فوراً مسلمان ہو گئے۔ پھر اپنی قوم کی طرف لوٹ گئے۔ واپسی کے وقت رات کا وقت تھا۔ بارش بھی ہو رہی تھی اور گھپ اندھیرا تھا۔ انہیں راستہ دکھائی نہ دیتا تھا۔ اچانک ان کی سوٹی کے کنارے پر نور چمکنے لگا۔ لوگ اس سونٹے کو پکڑتے تو ان کی انگلیوں سے بھی نور نکلنے لگتا۔ حضرت طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے اپنے والدین کو اسلام کی دعوت دی۔ ان کے والد مسلمان ہو گئے مگر والدہ اس سعادت سے محروم رہیں۔ اس کے بعد انہوں نے اپنی قوم کو دعوت اسلام دی مگر صرف ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسلمان ہوئے۔

ابن جریر، ابن کلبی رحمہما اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ذوالنور اس لئے کہا جاتا تھا کہ جب وہ نبی مکرم نور مجسم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور حضور ﷺ نے ان کی قوم کی ہدایت کے لئے دعا فرمائی تو انہوں نے عرض کی۔ حضور ﷺ! مجھے ان کے پاس بھیج دو اور کوئی نشانی بھی عطا فرما دو۔ اس وقت حضور ﷺ نے دعا فرمائی۔

"اَللّٰهُمَّ نَوِّرْ لَهٗ۔ اے اللہ! طفیل کو نور عطا فرما۔"

چنانچہ ان کی دونوں آنکھوں کے درمیان نور پھوٹ پڑا۔ اپنے چہرے پر نور کی شعاعیں پھوٹتی دیکھ کر حضرت طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ رب العزت میں التجا کی۔ اے پروردگار! مجھے یہ ڈر

ہے کہ لوگ کہیں گے کہ (اسلام قبول کرنے کی وجہ سے) اس کا چہرہ مسخ ہو گیا ہے۔ پس وہ نوران کی سوٹی کے کنارے میں منتقل ہو گیا۔ اندھیری رات میں یہ نوران کے لئے روشنی بکھیرا کرتا تھا۔

ابو الفرج اصبہانی اپنی کتاب "الاغانی" میں ابن کلبی رحمہما اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب طفیل مکہ آئے تو قریش کے لوگوں نے ان کے سامنے حضور ﷺ کا تذکرہ کیا۔ وہ آپ کے پاس آئے اور اپنے اشعار سنائے۔ پھر حضور نبی رحمت ﷺ نے ان کے سامنے سورۂ اخلاص اور معوذتین (سورۂ الفلق اور سورۂ الناس) کی تلاوت فرمائی تو وہ فوراً مسلمان ہو گئے۔ پھر اپنی قوم کے پاس لوٹ آئے -- پھر راوی نے ان کی سوٹی میں نور کے چمکنے کا ذکر کیا ہے -- پھر انہوں نے اپنے والدین کو دعوت اسلام دی تو والد مسلمان ہو گئے مگر والدہ مسلمان نہ ہوئیں۔ پھر اپنی قوم کو دین اسلام کی جانب بلایا مگر کوئی نہ مانا۔ لہٰذا وہ حضور ﷺ کے پاس آئے اور صورت حال سے آگاہ کیا۔ حضور ﷺ نے ان کی قوم کی ہدایت کی دعا فرمائی تو طفیل کہنے لگے۔ میں یہ نہیں چاہتا تھا (بلکہ ان ضدی اور منکروں کے لئے بددعا چاہتا تھا) مگر حضور ﷺ نے فرمایا۔ "ان میں تمہارے جیسے بہت سے خوش بخت موجود ہیں۔"

باب

حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام کے سلسلہ میں معجزۂ نبوی کا ظہور

احمد اور ابن سعد رحمہما اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اکرم رحمت عالم ﷺ مکہ مکرمہ میں اپنے گھر کے صحن میں تشریف فرما تھے۔ ادھر سے عثمان بن مظعون کا گزر ہوا۔ وہ حضور کو دیکھ کر مسکرا دیئے۔ آپ نے فرمایا۔ "کیا میرے پاس نہیں بیٹھتے۔" عثمان نے کہا۔ "کیوں نہیں" یہ کہہ کر وہ اللہ کے رسول ﷺ کے پاس بیٹھ گئے۔ گفتگو شروع ہوئی۔ اچانک حضور ﷺ کی نگاہیں آسمان کی جانب مرکوز ہو گئیں۔ لمحہ بھر آپ آسمان کی طرف ٹکٹکی باندھ کر دیکھتے رہے۔ پھر نگاہوں کو جھکانے لگے حتیٰ کہ دائیں جانب زمین پر نگاہ مصطفیٰ علیہ اطیب التحیۃ واکمل الثناء جم گئی۔ پھر اپنے ہم نشین عثمان سے ہٹ کر آپ وہاں چلے گئے جہاں آپ کی نگاہیں مرکوز تھیں۔ سر انور کو یوں حرکت دے رہے تھے جیسے کوئی بات سمجھنے کی کوشش فرما رہے ہیں۔ ابن مظعون یہ سارا منظر دیکھتے رہے۔ جب یہ کام پورا ہوا تو پھر نگاہیں

پہلے کی طرح آسمان پر ٹک گئیں۔ آپ جانے والے کو دیکھتے رہے حتیٰ کہ وہ (فرشتہ) آسمان میں چھپ گیا۔ پھر عثمان کے پاس آکر اپنی جگہ تشریف فرما ہو گئے۔ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا۔ اے محمد! یہ جو سویرے سویرے آپ نے کام کیا ہے پہلے تو کبھی میں نے آپ کو ایسا کرتے نہیں دیکھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ تم نے مجھے کیا کرتے دیکھا؟ انہوں نے جو کچھ دیکھا تھا آپ کے گوش گزار کیا۔ آپ نے فرمایا۔ "تو کیا تم نے یہ ساری صورت حال ملاحظہ کی ہے؟ وہ بولے۔ "جی ہاں" آپ نے فرمایا "دراصل ابھی ابھی جبریل امین میرے پاس آئے تھے۔" عثمان نے پوچھا۔ "تو انہوں نے آپ سے کیا کہا۔" حضور ﷺ نے فرمایا۔ "جبریل علیہ السلام یہ کلام لے کر آئے تھے۔

إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَآءِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔

(سورۃ النحل۔ آیت ۹۰)

بے شک اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ ہر معاملے میں انصاف کرو اور ہر ایک کے ساتھ بھلائی کرو اور رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور اللہ تعالیٰ بے حیائی، برے کاموں اور سرکشی سے منع فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہیں نصیحت کرتا ہے تاکہ تم نصیحت قبول کرو۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اسی وقت اسلام کی حقانیت میرے دل میں جاگزیں ہو گئی اور میں حضرت محمد ﷺ سے محبت کرنے لگا۔

باب

جنات کا قبول اسلام اور معجزات کا ظہور

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَإِذْ صَرَفْنَآ إِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْآنَ

(سورۃ الاحقاف۔ آیت ۲۹)

اور جس وقت ہم نے جنات کی ایک جماعت کو متوجہ کیا کہ وہ قرآن سنیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ بھی فرمان ہے۔

قُلْ أُوْحِيَ إِلَيَّ أَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ (سورۃ الجن۔ آیت ۱)

آپ فرمائیے کہ میری طرف وحی کی گئی ہے کہ جنوں کی ایک جماعت نے (قرآن

کو) بڑے غور سے سنا ہے۔

امام بخاری اور امام مسلم رحمہم اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ چند صحابہ کرام کے ساتھ عکاظ کے بازار میں تشریف لے گئے۔ شیطانوں کے لئے آسمانی خبریں چرانے کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا اور ان پر شہابوں کے گولے برسائے جاتے تھے۔ اس صورت حال سے پریشان ہو کر شیطان دوسرے شیطانوں کے پاس آئے۔ انہوں نے پوچھا۔ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ وہ بولے۔ آسمان سے خبریں لانے کا سلسلہ بند ہو گیا ہے اور ہم پر شہاب برسائے گئے۔ انہوں نے کہا۔ "لامحالہ کوئی نیا واقعہ رونما ہوا ہے۔ زمین کے مشرق و مغرب میں پھیل جاؤ اور پتہ کرو کہ کس وجہ سے تمہارا آسمان پر جانا بند ہو گیا ہے۔" چنانچہ وہ مشرق و مغرب کی خاک چھانتے رہے۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ نخلہ کے مقام پر اپنے صحابہ کرام کو صبح کی نماز پڑھا رہے تھے کہ جنوں کا وہ گروہ تہامہ کے علاقہ میں آیا۔ جب قرآن پاک کو سنا اور خوب کان لگا کر سنا تو بول اٹھے۔ "بس ہمیں آسمان سے روک دینے کا اصلی سبب یہی ہے۔" پھر وہ اپنے دوسرے جن بھائیوں کے پاس لوٹ آئے۔ اسی کے متعلق فرمان الٰہی ہے۔

اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا۔ یَّهْدِیْۤ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَاۤ اَحَدًا۔ (سورۃ الجن۔ ا۔ ۲)

ہم نے ایک عجیب قرآن سنا ہے جو ہدایت کی راہ دکھاتا ہے۔ پس ہم دل سے اس پر ایمان لے آئے اور ہم اپنے رب کا کسی کو ہرگز شریک نہیں بنائیں گے۔

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ حضرت مسروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا۔ جس رات جنات نے حضور ﷺ سے قرآن پاک کی تلاوت سنی اس وقت حضور ﷺ کو جنات کی موجودگی سے کس نے آگاہ کیا تھا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ ایک درخت نے آپ کو آگاہ کیا تھا۔

مسلم، احمد اور ترمذی رحمہم اللہ حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ جس رات جنوں نے قرآن سنا کیا تم میں سے کوئی شخص حضور ﷺ کے ساتھ تھا۔ انہوں نے کہا۔ نہیں۔ ہم میں سے کوئی شخص آپ کے ساتھ نہیں تھا۔ ہم نے ایک رات حضور کو مکہ مکرمہ میں نہ پایا تو پریشان ہو گئے۔ سوچا۔ آپ کو (نعوذ باللہ) دھوکے سے شہید کر دیا گیا ہے یا کمال چابکدستی سے کہیں لے جایا گیا ہے۔ نہ جانے آپ کے ساتھ کیا ہوا ہے؟ ہم نے رات کے کربناک لمحے بڑی بے چینی سے گزارے۔ صبح ہوئی

تو کیا دیکھتے ہیں کہ حضور غار حراء کی سمت سے تشریف لا رہے ہیں۔ ہم نے آپ کو اپنی پریشانی سے مطلع کیا۔ آپ نے فرمایا۔ ''ایک جن مجھے بلانے آیا تھا۔ میں انہیں کے پاس چلا گیا تھا۔ میں نے انہیں قرآن کریم پڑھ کر سنایا۔'' پھر حضور ﷺ چلے اور ہمیں جنات کے آثار اور ان کی آگ کے نشانات دکھلائے۔

ابن جریر، حاکم (حاکم نے اسے صحیح کہا ہے)، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ بہ سند ابو عثمان حزامی حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ جب حضور نبی کریم ﷺ مکہ مکرمہ میں تھے۔ اپنے صحابہ کرام کو فرمایا۔ ''آج رات جو کوئی جنات کا معاملہ دیکھنا چاہتا ہے وہ میرے ساتھ آجائے۔'' مگر میرے علاوہ کوئی بھی آمادہ نہ ہوا۔ ہم جب مکہ کے بالائی علاقے میں پہنچے تو حضور ﷺ نے اپنے قدم مبارک سے ایک خط کھینچا اور فرمایا۔ تم اس میں بیٹھ جاؤ۔ پھر حضور ﷺ چلے گئے اور ایک جگہ رک کر قرآن پاک کی تلاوت فرمانے لگے۔ پھر تاریکی چھا گئی اور حضور کے اور میرے درمیان حائل ہو گئی حتی کہ مجھے آپ کی آواز بھی سنائی نہ دیتی تھی۔ پھر وہ (جن) وہاں سے جانے لگے جیسے بادل کے ٹکڑے چھٹ جاتے ہیں۔ آخر میں ان کی صرف ایک جماعت رہ گئی۔ حضور صبح کے وقت فارغ ہوئے۔ پھر آپ مجھے آتے دکھائی دیئے۔ آتے ہی پوچھا۔ جنوں کے گروہ کا کیا ہوا؟ میں نے عرض کی۔ وہ یہ ہیں یا رسول اللہ! آپ نے ہڈی اور گوبر لے کر ان کو دیا اور پھر ان چیزوں سے استنجاء کرنے سے منع فرما دیا۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ بہ سند علی بن رباح حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اپنے ساتھ چلنے کا حکم ارشاد فرمایا۔ پھر فرمایا آج رات پندرہ جنوں کا ایک گروہ میرے پاس آئے گا جو باہم برادر زادے اور چچازاد بھائی ہوں گے اور میں ان کے سامنے قرآن پاک کی تلاوت کروں گا۔ حضور ﷺ نے جہاں جانا تھا میں بھی وہاں تک آپ کے ساتھ گیا۔ آپ نے زمین پر ایک خط کھینچا اور مجھے اس میں بٹھا کر فرمایا۔ ''اس دائرہ سے باہر نہ نکلنا۔'' میں ساری رات اس خط کے اندر بیٹھا رہا۔ حضور ﷺ صبح کے وقت تشریف لائے۔ میں نے کہا میں پتہ کروں گا کہ رسول اللہ ﷺ کہاں تشریف لے گئے تھے۔ میں وہاں گیا تو مجھے معلوم ہوا کہ وہاں ساٹھ اونٹ بیٹھے رہے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ بہ سند ابو الجوزاء حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جس رات حضور ﷺ سے جنات نے ملاقات کی اس رات میں بھی آپ کے ساتھ گیا۔ آپ مقام حجون پر پہنچے تو میرے لئے ایک خط کھینچا اور خود آگے تشریف لے گئے۔ آپ کو دیکھ کر

جنات ہجوم کر آئے۔ ان کے سردار "وردان" نے کہا۔ میں انہیں آپ سے دور کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں مجھے اور کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو عثمان نہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خانہ بدوشوں کا ہجوم دیکھا تو پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ انہیں بتایا گیا کہ یہ خانہ بدوش جاٹ ہیں۔ انہوں نے فرمایا، میں نے لیلۃ الجن کو ان کے مشابہ جنوں کو دیکھا تھا جو ایک دوسرے کے پیچھے بھاگ رہے تھے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جس شب رسول اللہ ﷺ کے پاس جنات آئے، میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ ایک جن آگ کا شعلہ لے کر حضور کی طرف آیا۔ جبرئیل امین نے کہا۔ اے محمد! (ﷺ) کیا میں ایسے کلمات آپ کو نہ سکھاؤں جن کے پڑھنے سے یہ شعلہ سرد ہو جائے گا اور جن منہ کے بل جا گرے گا۔ پڑھئے۔

اَعُوْذُ بِوَجْهِ اللّٰهِ الْكَرِيْمِ وَكَلِمَاتِهِ التَّامَّةِ الَّتِیْ لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَلَا فَاجِرٌ مِنْ شَرِّمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا وَمَا ذَرَاَ فِی الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمِنْ شَرِّ فِتَنِ اللَّيْلِ وَمِنْ شَرِّ طَوَارِقِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِلَّا طَارِقًا يَطْرُقُ بِخَيْرٍ يَارَحْمٰنُ

بیہقی اور ابو نعیم، ابو السیاح رحمہم اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ عبدالرحمن بن خنبش سے پوچھا گیا۔ جب شیاطین نے حضور ﷺ کے خلاف اپنا داؤ چلایا تو آپ نے کیا کیا تھا۔ انہوں نے جواب دیا کہ رسول پاک ﷺ کو نقصان پہنچانے کے ارادہ سے شیطان پہاڑوں اور وادیوں سے نکل کر آپ کے پاس آوارد ہوئے ان کے ایک شیطان کے ہاتھ میں آگ کا شعلہ تھا جو حضور ﷺ کو جلانا چاہتا تھا۔ ادھر جبرئیل امین آگئے اور حضور سے کہا یہ کلمات پڑھو۔

اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ الَّتِیْ لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ مِنْ شَرِّ مَاخَلَقَ وَذَرَأَ وَبَرَأَ وَمِنْ شَرِّ فِتَنِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِوَمِنْ شَرِّ كُلِّ طَارِقٍ اِلَّا طَارِقًا يَطْرُقُ بِخَيْرٍ يَارَحْمٰنُ

چنانچہ حضور ﷺ نے یہ کلمات پڑھے تو آگ کا شعلہ بھسم ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے شیطانوں کو شکست سے دوچار کر دیا۔

طبرانی اور ابو نعیم رحمہما اللہ بہ سند ابو زید حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی پاک ﷺ مکہ مکرمہ سے چند صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ اچانک

فرمایا۔ تم میں کوئی شخص میرے ساتھ چلے۔ ایسا آدمی نہ چلے جس کے دل میں ذرہ برابر بھی کھوٹ ہو۔ میں آپ کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔ ایک مشکیزہ بھی ساتھ لے لیا۔ میرا خیال تھا کہ اس میں پانی ہو گا۔ جب ہم مکہ کے بالائی علاقے میں پہنچے تو مجھے گھٹاٹوپ تاریکی دکھائی دی۔ حضور ﷺ نے ایک خط کھینچ کر فرمایا میرے آنے تک تم یہاں رہو۔ چنانچہ میں وہیں کھڑا رہا اور حضور ﷺ ان (جنات) کی طرف تشریف لے گئے۔ وہ سب آپ کی جانب لپک پڑے۔ آپ بہت دیر تک ان سے محو کلام رہے اور صبح کے وقت واپس تشریف لائے۔ پوچھا۔ ابن مسعود! تم ابھی تک کھڑے ہو۔ میں نے عرض کی ”آپ نے ہی تو فرمایا تھا کہ میرے آنے تک تم یہیں ٹھہرو۔“ پھر آپ نے استفسار فرمایا۔ کیا پانی ہے میں نے عرض کی۔ ”جی ہاں۔ مگر جب مشکیزہ کھولا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس میں تو نبیذ ہے۔ میں نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا۔ اللہ کی قسم! میں نے مشکیزہ اس خیال سے ساتھ لے لیا تھا کہ اس میں پانی ہو گا۔ مگر اس میں تو نبیذ ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ ثَمْرَةٌ طَيِّبَةٌ وَمَاءٌ طَهُوْرٌ، یہ پاکیزہ پھل بھی ہے اور پاک کرنے والا پانی بھی۔ پھر آپ نے وضو فرمایا۔ جب نماز پڑھنے کے لئے کھڑے ہوئے تو ان میں سے دو شخص حاضر خدمت ہوئے۔ انہوں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! ہماری خواہش ہے کہ آپ کی اقتداء میں نماز پڑھیں۔ آپ نے انہیں اپنے پیچھے صف میں کھڑا کیا اور ہمیں نماز پڑھائی۔ جب آپ واپس تشریف لائے تو میں نے پوچھا۔ یا رسول اللہ! یہ کون تھے؟ فرمایا یہ نصیبین کے جن تھے اور اپنے چند جھگڑوں کا فیصلہ کرانے کے لئے میرے پاس آئے تھے۔ انہوں نے مجھ سے زادراہ بھی مانگا جو میں نے انہیں دے دیا۔ میں نے پوچھا۔ آپ نے انہیں کیا چیز عطا فرمائی۔ فرمایا۔ گوبر۔ کیونکہ گوبر کو وہ کھجور کی طرح پاتے ہیں اور اگر انہیں ہڈی مل جائے تو وہ اس پر گوشت بھی پاتے ہیں۔ اسی وقت رسول اللہ ﷺ نے گوبر اور ہڈی سے استنجاء کرنے سے منع فرما دیا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ بہ سند ابو المعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہجرت سے پہلے ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ سے باہر تشریف لائے۔ میرے لئے ایک خط کھینچا اور فرمایا۔ ”میری واپسی تک کسی سے کوئی بات نہ کرنا۔“ پھر فرمایا ”جو کچھ بھی نظر آئے گھبرانا نہیں۔“ اس کے بعد آپ ذرا آگے بڑھے اور بیٹھ گئے۔ اچانک کالے سیاہ آدمی دکھائی دیئے جیسے جنگل کے باسی ہوتے ہیں وہ حضور ﷺ کی طرف لپک کر آئے جیسا کہ فرمان الٰہی میں بتایا گیا ہے۔

”كَادُوْا يَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِ لِبَدًا۔ وہ آپ پر ہجوم کر کے آجاتے ہیں۔“

ان کا ہجوم دیکھ کر میرا جی چاہا کہ آگے بڑھ کر انہیں حضور ﷺ سے ہٹانے کی حتی المقدور کوشش کروں مگر مجھے حضور کا وعدہ یاد آ گیا۔ لہٰذا وہیں ٹھہرا رہا۔ پھر وہ چلے گئے۔ میں نے سنا وہ کہہ رہے تھے۔ "یارسول اللہ! ہمیں بہت دور جانا ہے۔ زاد راہ عطا فرمائیے۔" آپ نے فرمایا۔ "تمہارے لئے گوبر ہے۔ تمہیں ہڈی ملے تو اس پر گوشت پاؤ گے اور اگر گوبر ملے تو اسے کھجور کی مثل پاؤ گے۔ جب وہ چلے گئے تو میں نے پوچھا۔ یہ کون لوگ تھے؟ آپ نے فرمایا۔ "یہ نصیبین کے جن تھے۔"

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ بہ سند ابو ظبیان حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مجھے ساتھ لے کر کھلی فضا میں پہنچے میرے لئے ایک خط کھینچ کر فرمایا۔ میری واپسی تک تم یہیں رہو۔ آپ تشریف لے گئے اور صبح کے وقت واپس ہوئے۔ فرمایا۔ مجھے جنوں کی طرف بھیجا گیا تھا۔ میں نے پوچھا مجھے کیسی آوازیں سنائی دے رہی تھیں؟ فرمایا۔ یہ جنوں کی آوازیں تھیں وہ مجھے الوداعی سلام کہہ رہے تھے۔

طبرانی اور ابو نعیم رحمہما اللہ بہ سند ابو عبد اللہ جدلی حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لیلۃ الجن کو مجھے شرف معیت بخشنے کی خواہش ظاہر فرمائی۔ میں بصد مسرت آپ کے ساتھ روانہ ہو گیا۔ جب ہم مکہ مکرمہ کے بالائی علاقے میں پہنچے تو آپ نے ایک خط کھینچ کر فرمایا۔ "تم یہیں رہو" پھر آپ پہاڑوں کی طرف بڑی تیزی سے تشریف لے گئے۔ میں نے دیکھا کہ پہاڑ کی چوٹیوں سے کچھ لوگ اتر کر آپ کے پاس آ رہے ہیں۔ ان کا اتنا ہجوم ہو گیا کہ حضور میری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔ میں نے تلوار نیام سے نکالی اور کہا کہ میں اس وقت تک شمشیر زنی سے کام لیتا رہوں گا جب تک کہ حضور کو ان کے نرغے سے نکال نہ لوں۔ معاً مجھے حضور ﷺ کا فرمان یاد آ گیا کہ میرے واپس آنے تک تم یہیں رہنا۔ لہٰذا میں رک گیا حتی کہ صبح ہو گئی۔ حضور بھی واپس تشریف لے آئے اور میں جوں کا توں ایستادہ حالت میں تھا۔ آپ نے فرمایا۔ "تم اپنی حالت پر ہی رہے؟" میں نے عرض کی۔ "حضور! آپ کے انتظار میں مہینہ کیوں نہ گزر جاتا۔ میں اسی طرح کھڑا رہتا۔" پھر میں نے آپ کو اپنے ارادے سے مطلع کیا۔ آپ نے فرمایا۔ "اگر تم اس خط سے باہر نکلتے تو پھر قیامت تک ہم دونوں نہ مل سکتے۔" اس کے بعد آپ نے اپنی مبارک انگلیاں میری انگلیوں میں ڈال کر فرمایا۔ میرے ساتھ یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ جن وانس مجھ پر ایمان لائیں گے۔ انسان تو ایمان لا چکے تھے رہا معاملہ جنوں کا تو تم نے دیکھ لیا کہ وہ بھی اب مسلمان ہو گئے ہیں۔

طبرانی اور ابو نعیم بہ سند عمرو بکالی رحمہم اللہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے شرف معیت بخشا۔ ہم روانہ ہو کر فلاں فلاں مقام پر آئے۔ آپ نے ایک خط کھینچا اور فرمایا تم اس کے اندر رہنا۔ باہر نہ نکلنا۔ اگر باہر نکلے تو ہلاک ہو جاؤ گے۔" میں وہیں ٹھہر گیا اور حضور ﷺ جلدی سے آگے تشریف لے گئے۔ میں نے دیکھا کہ آپ کے پاس کچھ لوگ آئے جو خانہ بدوش جاٹوں کی طرح تھے۔ ان کے کپڑے نہیں تھے مگر ستر دکھائی نہ دیتا تھا۔ دراز قامت اور کم گوشت تھے۔ وہ ایسے ہجوم کر کے آئے گویا حضور پر سوار ہونا چاہتے ہیں۔ آپ نے قرآن پاک کی تلاوت شروع فرمادی۔ وہ میرے پاس بھی آئے۔ میرے ارد گرد شور مچانے لگے اور مجھے چھیڑنے لگے میں ان سے بہت ڈر گیا تھا۔ صبح ہوئی تو وہ واپس جانے لگے۔ حضور ﷺ نے اپنا سر مبارک میری گود میں رکھ دیا۔ تھوڑی دیر بعد سفید کپڑوں میں ملبوس چند دراز قامت شخص آئے۔ اس وقت حضور ﷺ کی آنکھ لگ چکی تھی۔ اب کی بار میں پہلے سے بھی زیادہ ڈر گیا۔ وہ باہم یہ گفتگو کر رہے تھے کہ ہمیں ان کے لئے کوئی مثال بیان کرنی چاہئے۔ بعض کہنے لگے۔ تم مثال بیان کرو ہم اس کی وضاحت کریں گے اور ہم مثال بیان کریں گے پھر تم اس کی وضاحت کرنا۔ چنانچہ ایک شخص کی آواز آئی۔

"ان کی مثال ایک ایسے سردار کی مانند ہے جس نے ایک ناقابل تسخیر عمارت بنائی۔ پھر لوگوں کو دعوت طعام دی اور جو نہ آیا اسے سخت عذاب میں مبتلا کیا۔" دوسروں نے اس مثال کی وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

"سردار تو رب العالمین کی ذات ہے۔ عمارت اسلام ہے۔ طعام جنت ہے جبکہ دعوت کا اہتمام کرنے والے یہ خود ہیں۔ جس نے ان کی اتباع کرلی وہ جنت میں جائے گا اور جس نے اتباع نہ کی وہ عذاب کا شکار ہو گئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ بیدار ہو گئے۔ آپ نے پوچھا۔ اے ام عبد کے بیٹے! تم نے کیا دیکھا؟ میں نے جو کچھ دیکھا تھا بتا دیا۔ آپ نے فرمایا۔

مَاخَفِیَ عَلَیَّ شَیْءٌ مِمَّا قَالُوْا هُمْ نَفَرٌ مِنَ الْمَلَائِکَةِ

مجھ سے بھی ان کی کوئی بات مخفی نہیں ہے۔ وہ دراصل فرشتوں کا گروہ تھا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو رجاء سے روایت کرتے ہیں کہ ہم سفر کر رہے تھے ایک جگہ پانی دیکھا تو وہاں اترے اور خیمے گاڑ دیئے۔ میں قیلولہ کرنے کے لئے خیمے کے اندر گیا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ ایک سانپ پھن پھیلائے بیٹھا ہے میں نے مشکیزہ سے پانی لے کر اس پر چھڑکا۔ میں پانی ڈالتا تو وہ پرسکون ہو جاتا اور پانی چھڑکنا ختم کرتا تو وہ بل کھانے لگتا۔ عصر کی نماز پڑھ کر میں نے

دیکھا تو وہ مرا پڑا تھا۔ میں نے اپنا صندوق کھولا، اس میں سے ایک سفید کپڑا نکالا، مردہ سانپ کو اس میں لپیٹا اور گڑھا کھود کر اسے زمین میں دفن کر دیا۔ پھر ہم نے پورا دن رات سفر کیا۔ صبح ہوئی تو پانی کے قریب اترے اور خیمے لگا دیئے۔ میں ذرا ستانے کے لئے خیمہ میں داخل ہوا تو یہ آوازیں سنائی دی۔ "تم پر دو بار سلام ---ایسا سلام کہ ایک، دس، سو یا ہزار بار کا سلام اس سے ہیچ ہے۔" میں نے کہا۔ "تم کون لوگ ہو۔" وہ بولے۔ "ہم جن ہیں۔ اللہ تمہیں برکت دے۔ تم نے ہم پر ایسا احسان کیا ہے جس کا بدلہ ہم کبھی نہیں چکا سکیں گے۔ میں نے پوچھا۔ "وہ کیا؟" انہوں نے کہا۔ "جو سانپ تمہارے خیمے میں مرا تھا وہ دراصل حضور نبی کریم ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کرنے والے جنات میں سے آخری جن تھا۔"

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت معاذ بن عبد اللہ بن معمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بیٹھا تھا۔ ایک شخص نے حاضر ہو کر کہا۔ اے امیر المؤمنین! میں ایک صحرا میں تھا۔ میں نے مختلف سمتوں سے دو بگولے آتے دیکھے جو ایک دوسرے کے قریب پہنچ کر گتھم گتھا ہو گئے۔ پھر الگ الگ ہو گئے۔ آتے وقت ایک بگولہ نسبتاً چھوٹا تھا۔ میں اس جگہ پہنچا جہاں بگولے برسر پیکار تھے۔ وہاں مجھے ایسے سانپ نظر آئے جو میں نے پہلے کبھی نہ دیکھے تھے بعض سے کستوری کی مہک آ رہی تھی۔ یہ معلوم کرنے کے لئے کہ مہک کون سے سانپ سے پھوٹ رہی ہے میں سانپوں کو الٹ پلٹ کرنے لگا، مجھے پتہ چلا کہ یہ خوشبو ایک باریک زرد سانپ سے آ رہی ہے۔ میں نے سوچا اس میں ضرور کوئی بھلائی ہے چنانچہ اسے اپنے عمامہ میں لپیٹ کر دفن کر دیا۔ پھر میں روانہ ہو گیا۔ چلتے چلتے میں نے غیب سے آواز سنی۔ "اے عبد اللہ! تم نے کیا کیا؟" میں نے اسے صورت حال سے آگاہ کیا۔ تو منادی نے پھر آواز دی۔ "تم ہدایت پا گئے۔ بنو شعیبان اور بنو اقیس کے جن باہم جنگ آزما تھے۔ یہ دو جن انہیں میں سے تھے جو تم نے دیکھے یہ ایسے جن تھے جو اس لڑائی میں مارے گئے۔ اور جس کو لے کر تم نے دفن کیا یہ شہید جن تھا جو ان جنوں میں سے تھا جنہیں رسول اللہ ﷺ کی وحی سننے کا شرف حاصل ہوا تھا۔"

ابو نعیم حضرت ابراہیم نخعی رحمہما اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ عبد اللہ کے چند ساتھی سفر حج پر روانہ ہوئے۔ سرراہ انہیں ایک سفید سانپ بل کھاتا ہوا نظر آیا جس سے کستوری کی مہک آ رہی تھی۔ میں نے ساتھیوں سے کہا۔ تم جاؤ۔ میں یہیں ٹھہرتا ہوں تاکہ دیکھوں کہ اس سانپ کا کیا انجام ہوتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد سانپ مر گیا میں نے اسے سفید کپڑے میں لپیٹا اور

راستے سے ہٹ کر اسے دفن کر دیا۔ پھر جلدی سے اپنے ساتھیوں کو جاملا۔ ہم بیٹھے تھے کہ غربی جانب سے چار عورتیں نمودار ہوئیں۔ ان میں سے ایک نے پوچھا۔ ”عمرو کو کس نے دفن کیا ہے؟“ ہم نے کہا ”کون عمرو؟“ وہ بولی۔ ”سانپ کو کس نے دفن کیا؟“ میں نے کہا۔ ”میں نے دفن کیا۔“ اس عورت نے کہا۔ ”تم نے ایسے شخص کو دفن کیا ہے جو پابند صوم وصلوٰۃ تھا اور احکام الٰہی کی بجا آوری کا حکم دیتا تھا۔ وہ تمہارے نبی پر ایمان لے آیا تھا۔ حضور ﷺ کی بعثت سے چار سو سال پہلے اس نے آسمان پر آپ کے اوصاف سنے تھے۔“ خاتون کی باتیں سنیں تو ہم نے اللہ کا شکر ادا کیا اور اس کی حمد وثنا کی۔ پھر ہم نے مناسک حج ادا کئے۔ جب مدینہ منورہ حاضری ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا اور سانپ والا واقعہ ان کے گوش گزار کیا۔ انہوں نے فرمایا۔ وہ عورت سچ کہتی ہے میں نے ہادیٔ انس وجاں ﷺ کو یہ فرماتے سنا تھا کہ ”وہ بعثت سے چار سو سال پہلے مجھ پر ایمان لایا تھا۔“

حاکم، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حج کے سفر پر نکلے۔ جب عرج کے مقام پر پہنچے تو ہمیں ایک سانپ دکھائی دیا جو زمین پر بل کھا رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد وہ مر گیا۔ ایک شخص نے اسے کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا۔ پھر ہم مکہ مکرمہ آگئے۔ ہم مسجد حرام میں بیٹھے تھے کہ اچانک ایک شخص نے آکر پوچھا۔ ”عمرو بن جابر کو کس نے دفن کیا تھا؟“ ہم نے کہا۔ ”ہم عمرو کو نہیں پہچانتے۔“ وہ بولا ”جن کو کس نے دفن کیا تھا؟“ لوگوں نے اشارہ سے جواب دیا۔ ”اس آدمی نے“ وہ شخص بولا ”یہ ان نو جنوں میں سے آخری جن تھا جو رسول اللہ ﷺ کے پاس قرآن کریم سننے آئے تھے۔“

ابو نعیم اور ابن مردویہ رحمہما اللہ حضرت ثابت بن قطبہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے سفر کا یہ واقعہ سنایا کہ ہم نے دوران سفر ایک مردہ سانپ دیکھا جو خون سے لتھڑا ہوا تھا۔ ہم نے اسے زمین میں چھپا دیا۔ ایک جگہ ہمارے قافلے نے پڑاؤ کیا تو چند عورتیں یا چند لوگ ہمارے پاس آئے اور پوچھا۔ ”عمرو کو کس نے دفن کیا۔“ ہم نے کہا ”کون عمرو؟“ انہوں نے کہا ”عمرو اس سانپ کا نام تھا جسے تم نے کل دفن کیا تھا۔ وہ ان جنوں میں سے تھا جنہوں نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے قرآن پاک سنا تھا۔“ ہم نے پوچھا۔ ”اسے کیا ہو گیا تھا؟“ وہ بولے۔ ”جنوں کے دو قبیلوں میں جنگ ہوئی تھی جن میں ایک مشرک تھا اور دوسرا مسلمان۔“ پھر کہا ”کیا ہم تمہیں اس احسان کا کوئی بدلہ دیں۔“ ہم نے اپنی نیکی کا بدلہ لینے سے انکار کر دیا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ کچھ لوگ حج کے ارادہ سے نکلے اور راستہ بھول گئے۔ عالم یاس میں جب انہوں نے موت کو سامنے دیکھا یا یہ سمجھے کہ وہ قریب المرگ ہیں تو کفن پہن لئے اور موت کے انتظار میں لیٹ گئے۔ اچانک درخت سے ایک جن نکلا اور بولا۔ ''میں ان جنوں میں سے آخری جن ہوں جنہیں حضرت محمد ﷺ کی قرأت سننے کا شرف حاصل ہوا تھا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ مومن مومن کا بھائی، اس کا نگہبان اور رہنما ہوتا ہے۔ وہ اسے رسوا نہیں کرتا۔'' یہ کہہ کر اس جن نے انہیں پانی کا پتہ بتایا اور راستے کی طرف بھی رہنمائی کی اور کہا۔ یہ پانی ہے اور یہ راستہ ہے۔

عقیلی، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ بہ سند ابو معشر مدنی حضرت نافع سے، وہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حضور نبی کریم ﷺ کی معیت میں تہامہ کی ایک پہاڑی پر بیٹھے ہوئے تھے ایک عمر رسیدہ شخص حاضر خدمت ہوا۔ اس کے ہاتھ میں لاٹھی تھی۔ آتے ہی حضور کو سلام عرض کیا۔ آپ نے اس کے سلام کا جواب دے کر جنات کے لہجے میں پوچھا۔ تو کون ہے؟ اس نے کہا۔ میں ہامہ بن ھیم بن لاقیس بن ابلیس ہوں۔ رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔ تمہارے اور ابلیس کے درمیان صرف دو پشتوں کا فاصلہ ہے۔ تمہیں اس دنیا میں رہتے ہوئے کتنا عرصہ گزر چکا ہے؟ وہ بولا۔ تقریباً دنیا کی ساری عمر پائی ہے۔ جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تھا تو میں چند سالہ لڑکا تھا۔ ٹیلوں کو پھلانگتا تھا اور کھانا خراب کر دینے اور قطع رحمی کا کام کر لیتا تھا۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا۔ ایک زیرک بوڑھے کے یہ کرتوت اور ایک ننگ انسانیت نوجوان کے یہ لچھن کتنے برے ہیں۔ بوڑھا بولا۔

''حضور! مجھے معاف رکھئے۔ میں توبہ کر چکا ہوں۔ میں حضرت نوح علیہ السلام کی مسجد میں ان کی خدمت میں حاضر تھا۔ دوسرے ایماندار لوگ بھی موجود تھے۔ انہوں نے اپنی قوم کے خلاف جو بددعا فرمائی تھی میں اس پر ان سے عتاب آمیز باتیں کرتا رہا۔ یہاں تک کہ ان پر گریہ طاری ہو گیا۔ ان کی گریہ وزاری نے مجھے بھی رلا دیا۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا۔ ''کوئی بات نہیں۔ میں تو اس عمل پر نادم ہوں اور میں اس بات سے اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آتا ہوں کہ میں جاہلوں میں سے ہو جاؤں۔'' پھر میں نے عرض کی۔ ''اے نوح علیہ السلام! میں خوش نصیب شہید ہابیل بن آدم کے قتل میں بھی ملوث ہوں۔ کیا رب کریم کے ہاں میری توبہ قبول ہونے کی کوئی امید ہے؟ انہوں نے فرمایا۔ اے ہامہ! نیکی کا ارادہ کرو اور حسرت و ندامت لاحق ہونے سے پہلے اسے کر گزرو میں نے اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ کلام میں پڑھا ہے کہ کسی بندے کا گناہ کتنا بڑا کیوں نہ

ہو، جب وہ خلوص دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو ضرور شرف قبولیت سے نواز دیتا ہے۔ اب اٹھو اور وضو کر کے بارگاہ خداوندی میں دو سجدے کرو۔ میں نے بلا تامل آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ میں سجدے میں تھا۔ آپ نے آواز دی۔ سر اٹھاؤ۔ تمہاری توبہ کی قبولیت کا مژدہ آسمان سے آپہنچا ہے۔ اس بندہ نوازی کا شکر ادا کرنے کے لئے میں پورا سال اللہ تعالیٰ کے حضور سر بسجود رہا۔ اسی طرح میں حضرت ہود علیہ السلام کی مسجد میں ان کے پاس حاضر تھا۔ ان کی قوم کے دوسرے ایماندار لوگ بھی موجود تھے۔ انہوں نے اپنی قوم کو جو بددعا دی تھی اس پر میں ان سے بھی عتاب آمیز لہجے میں گفتگو کرتا رہا۔ حتیٰ کہ وہ اپنی قوم کی حالت زار پر رونے لگے اور مجھے بھی رلا دیا-- اسی طرح میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی اکثر زیارت کیا کرتا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے ہاں بھی مجھے باعزت مقام حاصل رہا۔ حضرت الیاس علیہ السلام سے بھی ملاقات کیا کرتا بلکہ اب بھی کرتا ہوں۔ نیز میں نے حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام سے ملاقات کی۔ انہوں نے مجھے تورات کی تعلیم دی اور فرمایا۔ "اگر عیسیٰ بن مریم سے تمہاری ملاقات ہو تو انہیں میرا اسلام کہنا۔" پھر میں حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے ملا اور انہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا سلام پہنچایا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ "اگر حضرت محمد (ﷺ) سے تمہاری ملاقات ہو تو انہیں میرا اسلام عرض کرنا۔"

بوڑھے شخص کی باتیں سن کر حضور کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور آپ رونے لگے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سلام کا جواب ان کلمات سے دیا۔

وَعَلٰی عِیسٰی اِلسَّلَامُ مَادَامَتِ الدُّنْیَا وَعَلَیْكَ السَّلَامُ یَا ھَامَةُ بِاَدَائِكَ الْاَمَانَةَ

اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی سلام ہو جب تک دنیا قائم ہے اور اے ہامہ! تم پر بھی سلام ہو کہ تم نے امانت ادا کر دی ہے۔

پھر اس نے حضور ﷺ سے گزارش ہے کہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام نے مجھے تورات سکھائی تھی۔ آپ اسی طرح مجھے اپنے دین کی تعلیمات سے آگاہ فرمائیں داعئ برحق، ہادی اعظم ﷺ نے اسے یہ سورتیں سکھائیں۔ سورۃ الواقعہ، سورۃ المرسلات، سورۂ عم یتساءلون، سورۂ واذا الشمس کورت، سورۃ الفلق، سورۃ الناس اور اخلاص پھر فرمایا۔ "اے ہامہ! جب بھی ہماری ضرورت پڑے بتا دینا اور ہم سے ملاقات کرتے رہنا۔" حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کا وصال ہو گیا۔ اور ہامہ کی موت کی خبر ہم تک نہیں پہنچی نہ

جانے وہ زندہ ہے یا فوت ہو گیا ہے۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابو معشر سے اگرچہ بڑے بڑے لوگوں نے روایات نقل کی ہے مگر وہ ضعیف ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث پاک ایک اور سند سے بھی مروی ہے۔ یہ اس کی بہ نسبت قوی تر سند ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ سند محمد بن برکہ حلبی، عبدالعزیز بن سلیمان موصلی سے، انہوں نے یعقوب بن کعب سے، انہوں نے عبداللہ بن نوح بغدادی سے، انہوں نے عیسیٰ بن سوادہ سے، انہوں نے عطاء خراسانی سے، انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہی روایت نقل کی ہے۔

نیز ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ سند ابو سلمہ محمد بن عبداللہ انصاری، حضرت مالک بن دینار سے اور انہوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی روایت ذکر کی ہے جبکہ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اسے بہ سند زید بن ابو زرقاء موصلی، عیسیٰ بن طھمان سے اور انہوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے تفصیلاً ذکر کیا ہے۔

علاوہ ازیں عبداللہ بن احمد نے اسی حدیث کو "زوائد الزہد" میں محمد بن صالح سے، انہوں نے ابو سلمہ محمد بن عبداللہ انصاری سے، انہوں نے حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اسیدہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ ایک صحرا سے گزرتے ہوئے مکہ شریف جا رہے تھے کہ راستے میں ایک مردہ سانپ دیکھا۔ آپ نے فرمایا۔ زمین کھودنے کا کوئی آلہ لے آؤ۔ آپ نے گڑھا کھودا۔ اور سانپ کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا۔ غیب سے آواز آئی۔ اے سرق! تجھ پر اللہ کی رحمت نازل ہو۔ گواہ ہو جاؤ۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا تھا۔ "اے سرق! ایک صحرا میں تمہیں موت آئے گی اور میری امت کا بہترین شخص تمہیں دفن کرے گا۔" حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منادی سے پوچھا۔ تم کون ہو۔ اللہ تم پر رحم فرمائے۔ اس نے کہا۔ میں ایک جن ہوں اور یہ سرق ہے۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے دست مبارک پر بیعت کرنے والے جنوں میں سے میرے اور اس کے علاوہ کوئی زندہ نہیں رہا تھا۔ قسم بخدا! میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا تھا۔ "اے سرق! ایک صحرا میں تمہیں موت آئے گی اور میری امت کا بہترین شخص تمہیں دفن کرے گا۔"

بیہقی ابو راشد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے ہمارے ہاں قیام کیا۔ جب آپ واپس جانے لگے تو میرے مالک نے مجھ سے کہا ان کے ساتھ سوار ہو کر انہیں الوداع کر آؤ۔ چنانچہ میں ان کے ساتھ سوار ہوا۔ ایک وادی سے ہمارا گزر ہوا۔ تو ہم نے دیکھا کہ ایک سانپ راستے پر مرا پڑا ہے۔ حضرت عمر نیچے اترے اور اسے ایک طرف لے جا کر دفن کر دیا۔ پھر آپ سوار ہو گئے۔ ہم جا رہے تھے کہ اچانک غیبی آواز سنی۔ کوئی کہہ رہا تھا۔ اے خرقاء! اے خرقاء! ہم نے دائیں بائیں دیکھا مگر کوئی بھی نظر نہ آیا۔ حضرت عمر نے فرمایا۔ اے غیبی آواز دینے والے! اگر تم ظاہر ہو سکتے ہو تو ظاہر ہو جاؤ۔ اگر ایسا نہیں کر سکتے تو یہ بتا دو کہ خرقاء کون ہے؟ وہ بولا۔ خرقاء وہی سانپ ہے جسے تم نے فلاں جگہ دفن کیا ہے میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک دن یہ فرماتے سنا تھا۔ "اے خرقاء! تجھے ایک صحرا میں موت آئے گی۔ اس دن روئے زمین کے مومنوں میں سے سب سے بہتر شخص تجھے دفن کرے گا۔" حضرت عمر بن عبدالعزیز نے پوچھا۔ "اللہ تجھ پر رحم فرمائے۔ تم کون ہو؟" اس نے کہا۔ میں ان نو جنوں میں سے ایک ہوں جنہوں نے اسی جگہ رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی تھی۔ حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ کیا واقعی تم نے حضور پاک ﷺ کو یہ فرماتے سنا تھا۔ اس نے کہا۔ "جی ہاں" تو حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرط مسرت سے آبدیدہ ہو گئے۔ پھر ہم واپس آ گئے۔

باب

رومیوں کی فتح اور معجزات کا ظہور

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

آلم۔ غلبت الروم (سورۂ روم آیات ۱۔۲)

الف لام میم۔ اہل روم مغلوب ہو گئے......الخ

احمد، بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ اہل روم اور اہل فارس کی جنگ کے دوران مسلمانوں کی دلی خواہش تھی کہ اہل روم فتحیاب ہو جائیں کیونکہ یہ اہل کتاب تھے اور مشرکین چاہتے تھے کہ اہل فارس غالب آ جائیں کیونکہ وہ بت پرست تھے۔ عامۃ المسلمین نے اپنی اس خواہش کا اظہار حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے کیا اور انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کو آگاہ کر دیا۔ حضور نے ارشاد فرمایا۔ "آگاہ رہو۔ رومی غالب آ جائیں گے۔" حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور کی اس پیشین گوئی کا

تذکرہ کفار ومشرکین کے سامنے کیا تو وہ بولے۔ "کوئی میعاد مقرر کر دیں۔ اور اگر ہمارے ساتھی غالب آ گئے تو یہ چیزیں تمہیں دینا پڑیں گی۔" حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پانچ سال کی مدت مقرر فرما دی مگر اس عرصے میں اہل روم غالب نہ آ سکے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ میں نے تو مشرکین سے شرط باندھ رکھی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ "تمہیں چاہئے تھا کہ دس سال سے کم کی مدت مقرر کرتے۔" چنانچہ بدر کے دن اہل روم نے فتح حاصل کر لی۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن شہاب سے روایت کرتے ہیں کہ مکہ مکرمہ میں مشرکین مسلمانوں سے بحث ومباحثہ کے دوران کہتے۔ اہل روم اہل کتاب ہیں جن پر اہل فارس نے غلبہ پا لیا ہے (اور ان کی کتاب نے انہیں کوئی فائدہ نہ دیا) اے مسلمانو! کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم اپنے نبی پر نازل شدہ کتاب کے ذریعے ہم پر غلبہ پالو گے۔ یہ ناممکن ہے۔ بلکہ ہم تمہیں مغلوب کر کے دم لیں گے جیسا کہ اہل فارس نے روم پر غلبہ پا لیا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں۔

الٓمّٓ۔ غُلِبَتِ الرُّوْمُ فِیْٓ اَدْنَی الْاَرْضِ وَھُمْ مِّنْۢ بَعْدِ غَلَبِھِمْ سَیَغْلِبُوْنَ فِیْ بِضْعِ سِنِیْنَ۔

الف لام میم۔ رومی پاس کی زمین میں ہرا دیئے گئے۔ اور وہ ہار جانے کے بعد چند برس کے اندر ضرور غالب آئیں گے۔

ابن شہاب عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں کہ جب یہ دو آیتیں نازل ہوئیں تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مشرکین سے یہ شرط لگائی کہ اگر سات سالوں تک اہل فارس مغلوب نہ ہوئے تو ہم تمہیں فلاں چیز دیں گے۔ (یاد رہے اس وقت تک جوا کی حرمت کا حکم نہیں آیا تھا۔) رسول کریم ﷺ کو پتہ چلا تو آپ نے فرمایا۔ "تم نے یہ کیا کیا؟ (فرمان الٰہی میں "فِیْ بِضْعِ سنین" فرمایا گیا ہے اور) بضع کا اطلاق دس سے کم ہر عدد پر ہوتا ہے۔" چنانچہ نو سال تک اہل فارس کا غلبہ رہا۔ پھر صلح حدیبیہ کے زمانے میں اللہ تعالیٰ نے رومیوں کو اہل فارس پر غالب فرما دیا۔ اور اہل کتاب کی فتحیابی کی خبر سن کر مسلمانوں میں مسرت وشادمانی کی لہر دوڑ گئی۔

امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیات نازل فرمائیں تو مسلمانوں نے اپنے پروردگار کی بات کو بہ دل وجان تسلیم کر لیا اور یہ جان لیا کہ رومی ضرور اہل فارس پر فتح پالیں گے۔ اسی یقین کے پیش نظر انہوں نے

مشرکین کے ساتھ پانچ نوجوان اونٹنیوں کی شرط بھی لگالی اور پانچ سال کی میعاد مقرر کی۔ مسلمانوں کی جانب سے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شرط کی ذمہ داری قبول کی اور مشرکوں کی طرف سے ابی بن خلف نے۔ اس وقت تک قمار بازی سے منع نہیں کیا گیا تھا۔ پھر مقررہ میعاد آ پہنچی لیکن رومی فارس پر غالب نہ آسکے اور مشرکین نے مسلمانوں سے اپنی شرط کا مطالبہ کر دیا، صحابہ کرام حضور نبی پاک ﷺ کے پاس آئے اور شرط کے متعلق بتایا۔ آپ نے فرمایا۔ "مسلمان دس سے کم سال کی مدت معین کرنے کے مجاز ہی نہ تھے۔ کیونکہ بضع کا لفظ "تین سے لے کر دس تک" کے لئے بولا جاتا ہے۔" چنانچہ مسلمانوں نے مدت کو بڑھانے کا مطالبہ کیا اور مدت بڑھادی گئی۔ پھر پہلی شرط کو جونہی نو سال گزرے تو اللہ تعالیٰ نے رومیوں کو فارس پر فتح عطا فرمادی۔ حدیبیہ سے واپسی پر رومیوں کی فتح کا واقعہ رونما ہوا۔ جب مسلمانوں نے یہ خوشخبری سنی کہ اہل کتاب مجوسیوں پر غالب آگئے ہیں تو وہ بہت زیادہ خوش ہوئے۔ اس واقعہ کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کو قوت واستحکام کی دولت عطا فرمادی۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اہل فارس کا روم پر فتح پانا، روم کا فارس کو مغلوب کرنا پھر مسلمانوں کا فارس، روم، شام اور عراق کو زیر نگیں کرنا بچشم خود دیکھا ہے اور یہ ساری فتوحات پندرہ سال کے عرصے میں رونما ہوئیں۔

باب

سوالات کے ذریعے حضور ﷺ کو آزمانا

ابن اسحٰق، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ مشرکین نے نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط کو مدینہ کے یہودی علماء کی طرف بھیجا اور ان سے کہا کہ وہ ان سے حضرت محمد ﷺ کے بارے میں پوچھیں انہیں حضور ﷺ کی صفات بتائیں اور حضور ﷺ کی باتوں سے آگاہ کریں کیونکہ وہ پہلی آسمانی کتاب کے حامل ہیں اور انبیاء کے متعلق معلومات کا جو ذخیرہ ان کے پاس ہے وہ ہمارے پاس نہیں ہے۔ وہ روانہ ہوئے اور مدینہ منورہ آ پہنچے۔ یہودی علماء سے حضور کے بارے میں سوالات کئے اور آپ کے احوال کا تذکرہ کیا۔ علماء یہود نے ان سے کہا۔ تم جا کر ان سے تین سوالات کرو۔ اگر وہ ان سوالات کے جواب دے دیں تو پھر یقیناً وہ نبی مرسل ہیں اور اگر جواب نہ دے سکیں تو ان کا دعویٰ من گھڑت اور بے بنیاد ہے۔ ان سے پہلا سوال یہ کرو کہ وہ قدیم زمانے کے ان نوجوانوں کے متعلق بتائیں جو گھروں

سے نکلے تھے پھر ان کے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا کیونکہ ان کی داستان بڑی عجیب ہے۔ دوسرا سوال یہ کرو کہ وہ شخص کون ہے۔ جس نے بہت زیادہ سفر کیا حتیٰ کہ مشرق و مغرب تک جا پہنچا؟ تیسرا سوال روح کے متعلق کرو کہ روح کی حقیقت کیا ہے؟

یہودی علماء کے سوالات ذہن نشین کرنے کے بعد نضر اور عقبہ واپس روانہ ہو گئے اور مکہ مکرمہ پہنچ کر قریش مکہ سے کہا۔ ہم ایسی چیز لے کر آئے ہیں جو تمہارے اور محمد (ﷺ) کے درمیان فیصلہ کر دے گی۔ پھر انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے مذکورہ سوالات پوچھے تو حضرت جبرئیل امین سورۂ کہف لے کر نازل ہوئے جس میں ان نوجوانوں اور بہت زیادہ سفر کرنے والے شخص کا تذکرہ تھا جن کے متعلق وہ پوچھ رہے تھے۔ نیز یہ فرمان الٰہی بھی لے کر آئے۔

وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّىْ

اور یہ آپ سے روح کی حقیقت کے متعلق دریافت کرتے ہیں۔ انہیں بتایئے کہ روح میرے رب کے حکم سے ہے۔

احمد، نسائی، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ قریش نے یہود سے کہا۔ ہمیں کوئی سوال بتاؤ جو ہم اس شخص سے دریافت کریں۔ انہوں نے کہا۔ تم ان سے روح کے متعلق پوچھو۔ اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہو گئی۔

وَيَسْئَلُونَكَ عَنِ الرُّوحِ قُلِ الرُّوحُ مِنْ أَمْرِ رَبِّىْ

ابو نعیم بہ سند سدی صغیر، کلبی رحمہم اللہ علیہ سے وہ حضرت ابو صالح سے اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ قریش نے چند آدمیوں کو مدینہ منورہ بھیجا تاکہ وہ یہودیوں کو حضور ﷺ کی بعثت، صفات اور دیگر احوال بتا کر آپ کے بارے میں دریافت کریں۔ یہ لوگ مدینہ منورہ آئے اور ان کے سامنے حضور کے صحیح صحیح اوصاف بیان کئے اور کہا۔ ان کا خیال ہے کہ وہ اللہ کے نبی ہیں۔ ان کا نام احمد ہے۔ یتیم اور فقیر ہیں اور ان کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت بھی ہے۔ حضور کے عادات و اوصاف بتلا کر انہوں نے پوچھا کہ اب ہمیں ان کے بارے میں آگاہ کیجئے۔ یہودی علماء نے انہیں بتایا کہ تورات میں ان کی بعثت، اوصاف اور ان کی مہر نبوت کا تذکرہ موجود ہے۔ اگر واقعی وہ ان اوصاف کے حامل ہیں جو تم نے بیان کئے تو بلاشبہ وہ نبی مرسل ہیں اور ان کی ساری باتیں برحق ہیں۔ تاہم ان سے تین چیزیں دریافت کرو۔ اگر وہ نبی ہوئے تو دو چیزوں کے بارے میں بتا دیں گے اور تیسری چیز کے متعلق لاعلمی کا اظہار کریں گے۔ وہ تین امور یہ ہیں۔ ذوالقرنین روح اور اصحاب کہف۔ پھر یہ لوگ مکہ واپس آ گئے۔

اور حضور ﷺ سے مذکورہ امور کے متعلق دریافت کیا۔ آپ نے ذوالقرنین اور اصحاب کہف کے متعلق تو آگاہ فرمادیا جبکہ روح کے بارے میں آپ نے فرمایا۔ یہ میرے رب کے حکم سے ہے۔اس کی حقیقت وہی جانتا ہے مجھے اس کا علم نہیں۔ مشرکین نے جب دیکھا کہ حضور ﷺ کے جوابات یہودیوں کے کہنے کے مطابق نکلے تو ان ازلی بد بختوں نے کہا۔ ''دونوں جادوگروں نے ایکا کرلیا ہے۔'' وہ تورات اور قرآن کو جادو کہہ رہے تھے۔ پھر کہا۔ ''ہم ان میں سے کسی کو بھی نہیں مانتے۔''

طبرانی اور ابونعیم رحمہم اللہ محمد بن حمزہ بن یوسف بن عبداللہ بن سلام سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ عبداللہ بن سلام نے یہودی علماء سے کہا۔ اپنے باپ ابراہیم کی مسجد کی زیارت کئے مجھے کافی عرصہ گزر گیا ہے۔اب میں چاہتا ہوں کہ ان لمحات کی یاد پھر تازہ کر آؤں۔ وہ رسول پاک ﷺ سے بھی منی میں آکر ملے۔ جبکہ حضور لوگوں کے جھرمٹ میں تشریف فرما تھے۔ وہ بھی آکر لوگوں کے ساتھ کھڑے ہوگئے۔ جب انہیں حضور ﷺ نے دیکھا تو فرمایا۔ ''تم عبداللہ بن سلام ہو؟'' انہوں نے عرض کی۔ ''جی ہاں'' فرمایا۔ ''ذرا قریب آجاؤ۔'' وہ قریب آئے تو آپ نے فرمایا۔ ''میں تمہیں اللہ کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں۔ کیا تورات میں یہ بات موجود ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔'' عبداللہ بن سلام نے کہا۔ ''اپنے رب کا کچھ تذکرہ کیجئے؟'' فوراً جبریل امین سورۂ اخلاص لے آئے جو حضور نے پڑھ کر سنادی۔ سورۂ اخلاص سنتے ہی عبداللہ بن سلام نے پڑھا۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔

دولت ایمان سے مالا مال ہو کر حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ واپس آگئے اور اپنا اسلام کسی پر ظاہر نہ ہونے دیا۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھجور کے درخت کی کانٹ چھانٹ کر رہے تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ حضور کی آمد کی خبر سنتے ہی میں نے فرط مسرت سے درخت سے نیچے چھلانگ لگادی۔ میری والدہ نے کہا۔ اللہ کی قسم! اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام بن عمران بھی تشریف لاتے تو تم درخت کے اوپر سے چھلانگ نہ لگاتے۔ میں نے کہا۔ واللہ! حضور کی آمد پر مجھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بعثت سے بھی زیادہ خوشی ہوئی ہے۔

باب

مشرکین کی ایذارسانی کے وقت شانِ اعجاز کا ظہور

ابن اسحاق، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا۔ "قریش مکہ نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف کئی مواقع پر معاندانہ جذبات کا عملی مظاہرہ کیا۔ ان واقعات میں سب سے اہم واقعہ آپ کے نزدیک کونسا ہے؟" حضرت عبداللہ نے کہا۔ ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ سرداران قریش حطیم کعبہ میں جمع ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے متعلق گرما گرم بحث جاری ہے۔ وہ کہہ رہے ہیں، ہم نے بہت صبر کیا۔ اس نے ہمیں احمق کہا، ہمارے آباء واجداد کو برا بھلا کہا، ہمارے دین میں کیڑے نکالے، ہمارے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا اور ہمارے مقدس خداؤں کو گالیاں دیں یہ کوئی معمولی بات نہیں مگر ہم نے ہمیشہ برداشت سے کام لیا۔ ادھر یہ باتیں ہو رہی تھیں۔ ادھر رسول اکرم ﷺ حرم کعبہ میں تشریف لے آئے۔ پہلے حجر اسود کا استلام کیا پھر مصروف طواف ہو گئے۔ دوران طواف قریش کے پاس سے گزرے تو وہ پھبتیاں کسنے لگے۔ میں نے دیکھا کہ پیکر حلم ووفا ﷺ کے رخ زیبا پر ان کے نازیبا کلمات کی وجہ سے ناگواری کے اثرات ظاہر ہوئے۔ مگر آپ طواف کرتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ طواف کے دوسرے چکر میں جب حضور ان کے پاس سے گزرے تو پھر بھی انہوں نے آوازے کسے جن کی وجہ سے رخ مصطفیٰ ﷺ پر ناگواری ظاہر تو ہوئی مگر آپ کچھ جواب دیئے بغیر مصروف طواف رہے۔ تیسری بار بھی انہوں نے طعن آمیز باتیں کیں تو حضور رک گئے۔ پھر فرمایا۔ "اے قریش کے لوگ! سنو۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، میں ایسا دین لے کر آیا ہوں جس کے ہاتھوں تمہیں گھائل ہونا پڑے گا۔"

حضور ﷺ کا یہ ارشاد سن کر کہ وہ دم بخود رہ گئے اور اس قدر سراسیما ہو گئے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں حتیٰ کہ جو شخص پہلے نماں طور پر درپے آزار تھا وہ بڑی نرمی سے باتیں کرنے لگا۔ کہنے لگا۔ "اے ابوالقاسم! آپ واپس چلے جائیں۔ آپ تو سمجھ دار ہیں کوئی احمق و بے مروت تو نہیں۔"

اسی روایت کو ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دوسری سند سے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے اور ایک تیسری سند سے بھی انہوں نے حضرت عمرو بن عاص رضی

اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے۔ جس میں فرمان رسول "مَآ اُرْسِلْتُ اِلَیْکُمْ اِلَّا بِالذِّبْحِ" کے بعد یہ الفاظ ہیں کہ ابو جہل نے کہا۔ "اے محمد! تم احمق اور بے مروت نہیں ہو۔" حضور ﷺ نے فرمایا۔ "تم ایسے ہی لوگوں میں سے ہو۔"

ابو نعیم بہ سند عروہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمرو بن عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور وہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ قریش نے حضور نبی کریم ﷺ کو جو تکالیف پہنچائیں ان میں سے ایک اہم واقعہ یہ ہے کہ میں نے دیکھا حضور ایک دن بیت اللہ شریف کا طواف فرما رہے ہیں۔ ادھر عقبہ بن ابی معیط، ابو جہل اور امیہ بن خلف حطیم کعبہ میں بیٹھے ہیں جب حضور ان کے سامنے سے گزرے تو انہوں نے آپ کے متعلق دلآزار باتیں کیں۔ جن کی وجہ سے آپ کو دکھ ہوا۔ ناگواری کے آثار رخ زیبا پر ہویدا تھے۔ طواف کے دوسرے اور تیسرے چکر میں بھی انہوں نے نازیبا گفتگو کی۔ حضور ﷺ نے کھڑے ہو کر فرمایا۔

"سنو! قسم بخدا! تمہاری آزار پسند طبیعتیں اپنی روش سے اس وقت تک باز نہیں آئیں گی جب تک اللہ تعالیٰ بلا تاخیر تم پر کوئی عذاب نازل نہ کر دے۔"

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ زبان نبوت کے یہ پر جلال الفاظ سن کر سب پر سکتہ طاری ہو گیا اور وہ تھر تھر کانپنے لگے۔ اس کے بعد حضور ﷺ واپس اپنے گھر تشریف لے گئے۔ ہم بھی آپ کے پیچھے پیچھے چل پڑے۔ آپ نے فرمایا۔

"مبارک ہو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے دین کو غالب کر دے گا، کلمہ حق کو بام عروج تک پہنچائے گا اور دین حنیف کی مدد و نصرت فرمائے گا۔ یہ کفار جو تمہیں نظر آ رہے ہیں اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں ان کا خاتمہ کرے گا۔"

حضرت عثمان فرماتے ہیں کہ "اللہ کی قسم! (حضور کی پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی)۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں ہمارے ہاتھوں سے قتل کروا دیا۔"

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابو جہل نے کہا۔ "محمد (ﷺ) کا خیال ہے تم لوگ اگر ان کی اطاعت نہ کرو گے تو ان کے ہاتھوں مارے جاؤ گے۔" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "ہاں۔ میں یہی کہتا ہوں اور تو بھی ایسے ہی لوگوں میں سے ہے۔" پھر جب ابو جہل جنگ بدر میں مارا گیا تو حضور نے اسے مردہ حالت میں دیکھ کر فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ قَدْ اَنْجَزْتَ لِیْ مَا وَعَدْتَنِیْ

اے اللہ! تو نے مجھ سے جو وعدہ فرمایا تھا وہ پورا کر دیا۔

احمد، حاکم، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ بہ سند ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ مشرکین قریش حطیم کعبہ میں جمع ہوئے۔ ان کے باہمی مشورے سے یہ طے پایا کہ جب محمد ادھر سے گزریں تو ہم میں سے ہر ایک ان کی پٹائی کرے۔ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ان کی یہ بات سن لی۔ فوراً اپنے والد ماجد کے پاس حاضر ہوئیں اور مشرکین کی سازش سے آگاہ کر دیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ "بیٹی! تم خاموش رہو۔" پھر حضور ان کے سامنے مسجد حرام میں تشریف لے گئے۔ جب انہوں نے آپ کو دیکھا تو کہنے لگے۔ وہ آگئے ہیں۔ یہ کہہ کر ان کی نگاہیں جھک گئیں۔ ٹھوڑیاں سینوں پر لٹک آئیں اور اپنی جگہوں پر گم سم بیٹھے رہے۔ نہ نگاہ اٹھا کر حضور کو دیکھ سکے اور نہ کسی نے آپ کی طرف اٹھنے کی ہمت کی۔ حضور ان کی طرف آئے ان کے پاس کھڑے ہو گئے اور مٹھی بھر خاک لے کر ان کی طرف پھینک دی۔ پھر فرمایا۔ "خدا کرے یہ منہ بد صورت ہو جائیں۔" اس روز جسے بھی کنکری لگی وہ بالآخر جنگ بدر میں کفر کی حالت میں مارا گیا۔

شیخین رحمۃ اللہ علیہ حضرت خباب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی چادر کو تکیہ بنائے خانہ کعبہ شریف کے سائے میں تشریف فرما تھے۔ میں حاضر خدمت ہوا۔ چونکہ مشرکین نے ہمیں بہت زیادہ تکالیف پہنچائی تھیں لہٰذا میں نے عرض کی۔ "کیا آپ اللہ تعالیٰ سے دعا نہیں فرماتے کہ مشرکین کی ایذا رسانی سے ہمیں نجات مل جائے؟" میری گزارش سنتے ہی آپ کا چہرۂ انور سرخ ہو گیا، اٹھ بیٹھے اور فرمایا۔

"اگلے لوگوں کو آہنی کنگھیوں سے چھیلا گیا اور ان کے گوشت اور پٹھوں کو ادھیڑا گیا مگر وہ راہ حق سے برگشتہ نہ ہوئے ان کے سروں پر آرے چلائے گئے اور سر کے دو ٹکڑے ہو گئے مگر ان کے پائے استقلال میں ذرا بھی لغزش نہ آئی۔ وہ دن دور نہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس دین کو بھی نقطہ کمال تک پہنچائے گا پھر ایک سوار بلا خوف و خطر صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا۔"

بیہقی بہ سند اسرائیل رحمہما اللہ علیہ حضرت ابو اسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ ابو جہل اور ابو سفیان کہیں بیٹھے تھے۔ ان کے پاس سے حضور نبی پاک ﷺ کا گزر ہوا۔ ابو جہل بولا۔ اے بنو عبد الشمس! یہ تمہارا نبی ہے۔ ابو سفیان نے کہا۔ کیا تجھے اس بات پر تعجب ہے کہ نبی ہمارے اندر کیسے پیدا ہو گئے؟ ابو جہل کہنے لگا۔ مجھے تعجب اس بات پر ہے کہ بڑے بزرگوں کی موجودگی میں ایک نوخیز لڑکے کو کیسے نبی بنا دیا گیا۔ حضور ﷺ یہ گفتگو سماعت فرما رہے تھے۔ آپ ان کے پاس آئے اور فرمایا۔

''ارے ابو سفیان۔ تمہارا غصہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا کی خاطر نہیں ہے بلکہ تجھے تو اپنے نسبی وقار کو بچانے کی فکر ہے۔ اور اے ابوالحکم! اللہ کی قسم! تو ہنسے گا کم اور روئے گا زیادہ۔'' ابو جہل نے کہا۔ ''بھتیجے! تمہاری یہ دھمکیاں بہت بری ہیں۔''

بزار رحمۃ اللہ علیہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ چند مشرکین خانہ کعبہ شریف کے پاس بیٹھے تھے۔ ابو جہل بھی وہاں موجود تھا۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آپ نے ان کے پاس کھڑے ہو کر فرمایا۔ ''ان مونہوں پر قباحت چھا جائے۔'' حضور کا یہ فرمانا تھا کہ وہ سب گونگے ہو گئے اور کسی کو بات کرنے کا یارا نہ رہا۔ میں نے ابو جہل کو دیکھا کہ وہ معذرت خواہانہ انداز میں رسول پاک ﷺ سے کہہ رہا ہے۔ ''رکیں۔ آپ ہمیں کچھ نہ کہیں۔'' حضور ﷺ نے فرمایا۔ ''میں اس وقت تک نہیں رکوں گا جب تک تمہیں قتل نہ کر دوں۔'' ابو جہل نے حیرت سے پوچھا۔

اَوَ تَقْدِرُ عَلٰی ذٰلِكَ؟ ''کیا آپ میں اتنی طاقت ہے کہ ہمیں قتل کر دیں۔''

شہنشاہ دوجہاں ﷺ نے فرمایا۔ اَللّٰهُ يَقْتُلُكُمْ۔ ''تمہیں میرا اللہ قتل کرے گا۔''

امام بخاری (تاریخ میں)، ابو نعیم اور بیہقی رحمہم اللہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا اور مکہ مکرمہ میں آپ کی دعوت پھیلنے لگی تو اسی زمانے میں مجھے شام جانے کا اتفاق ہوا۔ میں بصریٰ میں تھا کہ چند عیسائی میرے پاس آئے۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا۔ ''کیا تم حرم سے آئے ہو؟'' میں نے کہا۔ ''ہاں'' وہ بولے۔ جس شخص نے وہاں نبوت کا دعویٰ کر رکھا ہے کیا تم اسے جانتے ہو؟ میں نے اثبات میں جواب دیا۔ پھر میرا ہاتھ پکڑ کر وہ مجھے اپنے دیر کے اندر لے گئے۔ وہاں میں نے کئی تصاویر دیکھیں۔ انہوں نے پوچھا۔ یہ بتاؤ کیا اس نبی کی تصویر یہاں ہے؟ میں نے تصاویر کا بغور جائزہ لینے کے بعد کہا۔ ''نہیں'' پھر وہ مجھے ایک اور دیر میں لے گئے جو پہلے دیر سے کہیں زیادہ بڑا تھا۔ اس میں تصاویر بھی پہلے سے بہت زیادہ تھیں۔ انہوں نے کہا۔ کیا ان تصویروں میں اسی نبی کی کوئی تصویر ہے؟ میں نے غور سے دیکھا تو ایک تصویر کے خدوخال مجھے رسول پاک ﷺ کی مانند نظر آئے۔ قریب ہی مجھے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تصویر دکھائی دی جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے قدم ناز کو تھام رکھا تھا۔ انہوں نے پوچھا۔ کیا تمہیں اس نبی کی تصویر نظر آئی؟ میں نے کہا۔ ''ہاں'' پھر انہوں نے خود ہی حضور کی تصویر کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ کیا یہی تصویر ہے؟ میں نے کہا۔ ''ہاں ہاں۔ بالکل یہی تصویر ہے۔'' انہوں نے مزید پوچھا۔ ''کیا تم اس

شخص کو پہچانتے ہو۔ جس نے اس نبی کے پاؤں پکڑ رکھے ہیں۔ "میں نے کہا "ہاں" تو وہ خود ہی کہنے لگے۔ "ہم گواہی دیتے ہیں کہ یہ تمہارے صاحب (نبی) ہیں۔ اور یہ دوسرے شخص ان کے بعد ان کے خلیفہ ہوں گے۔"

طبرانی اور ابو نعیم رحمہما اللہ ایک دوسری سند سے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ کے ساتھ قریش کے اذیت ناک رویہ کو دیکھ کر مجھے بڑا دکھ ہوتا تھا۔ جب مجھے یقین ہو گیا کہ وہ ضرور آپ کو قتل کر دیں گے تو میں مکہ مکرمہ سے نکل کھڑا ہوا اور ایک دیر میں جا پہنچا۔ دیر کے خدام مجھے بڑے راہب کے پاس لے گئے --اس کے بعد حضرت جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تصاویر کا قصہ ذکر کیا-- جب میں نے حضور کی تصویر دیکھی تو کہا۔ "اس تصویر سے بڑھ کر کوئی چیز حضور کے مشابہ میں نے نہیں دیکھی۔ قامت کی درازی اور شانوں کا درمیانی فاصلہ حضور سے ملتا جلتا ہے۔" راہب نے کہا۔ "کیا تمہیں یہ ڈر ہے کہ لوگ ان کو قتل کر دیں گے!" میں نے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ وہ آپ کے قتل سے فارغ بھی ہو چکے ہوں گے۔" راہب نے پر اعتماد لہجے میں کہا۔ "اللہ کی قسم! وہ آپ کو قتل نہیں کر سکیں گے بلکہ آپ ان میں سے جسے چاہیں گے قتل کر دیں گے۔ آپ نبی برحق ہیں اور اللہ تعالیٰ آپ کو سب پر غالب فرمادے گا۔"

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ ایک تیسری سند سے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں تجارت کی غرض سے شام گیا۔ شام کے قریب پہنچا تو مجھے اہل کتاب کا ایک شخص ملا۔ اس نے پوچھا۔ "کیا تمہارے ہاں کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟" میں نے کہا۔ "ہاں" وہ بولا۔ "اگر تم ان کی تصویر دیکھو تو پہچان لو گے۔ میں نے کہا۔ "ہاں۔" پھر وہ مجھے ایک کمرے کے اندر لے گیا جہاں حضور نبی کریم ﷺ کی تصویر مبارک موجود تھی۔ اسی اثناء میں ایک آدمی آ گیا۔ اس نے پوچھا۔ تم کیا کر رہے ہو؟ ہم نے اسے بتایا کہ ہم نبی کریم ﷺ کی تصویر دیکھ رہے ہیں۔ پھر وہ ہمیں اپنے گھر لے گیا۔ جونہی میں اس کے گھر داخل ہوا تو میری نظر حضور نبی کریم ﷺ کی تصویر پر پڑی اور آپ کے پیچھے ایک اور شخص کی تصویر بھی دکھائی دی۔ میں نے پوچھا۔ ایک تو نبی کریم ﷺ ہیں یہ دوسرا کون ہے؟ اس شخص نے جواب دیا۔ ہر نبی کے بعد دوسرا نبی آتا ہے۔ مگر یہ نبی ایسے ہیں کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ یہ دوسری تصویر ان کے خلیفہ کی ہے جو ان کے بعد تخت خلافت پر متمکن ہوں گے۔ میں نے غور سے دیکھا تو اس تصویر کے خدوخال حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتے جلتے تھے۔

باب

مشرکین کی بدزبانی کو حضور ﷺ سے دور کر دینا

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ''کیا تم اس بات پر تعجب نہیں کرتے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ قریش کی بدگوئی اور لعن طعن کو مجھ سے دور فرماتا ہے۔ یہ لوگ مذمم کو گالیاں دیتے ہیں اور مذمم پر زبان طعن دراز کرتے ہیں جبکہ میں محمد ہوں۔ (اور محمد کا معنی ہے جس کی بار بار تعریف کی جائے)

باب

فرمان الٰہی ''اِنَّا کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَهْزِئِیْنَ'' اور شان نبوت

فرمان الٰہی ہے۔

اِنَّا کَفَیْنٰکَ الْمُسْتَهْزِئِیْنَ (سورۃ الحجر۔ ۹۵)

ہم آپ کو مذاق اڑانے والوں کے شر سے بچانے کے لئے کافی ہیں۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ مذاق کرنے والے یہ لوگ تھے۔ ولید بن مغیرہ۔ اسود بن عبد یغوث، اسود بن مطلب، حارث بن عیطل سہمی اور عاص بن وائل۔ ایک دن جبرئیل امین علیہ السلام رحمت عالم ﷺ کے پاس آئے۔ حضور نے ان سے مذاق اڑانے والوں کی شکایت کی۔ جبرئیل امین نے ولید کو سامنے دکھا کر اس کے بازو کی رگ کی طرف اشارہ کیا۔ حضور نے پوچھا۔ یہ کیا کر رہے ہو؟ جبریل امین بولے۔ میں نے آپ کو اس کے شر سے بچا لیا ہے۔ پھر اسود بن مطلب کو دکھلا کر اس کی آنکھوں کی طرف اشارہ کیا۔ حضور ﷺ نے پوچھا۔ یہ کیا کر رہے ہو؟ وہ بولے ''میں اس کے شر سے بچانے کے لئے بھی آپ کو کافی ہو گیا ہوں۔'' اس کے بعد جبریل امین نے اسود بن عبد یغوث کی شکل دکھلائی اور اس کے سر کی طرف اشارہ کیا۔ حضور ﷺ نے پھر پوچھا۔ یہ تم نے کیا کیا؟ وہ بولے ''میں نے اس کے شر کا بھی سدباب کر دیا ہے۔'' پھر حارث کو سامنے لا کر اس کے پیٹ کی طرف اشارہ کیا۔ حضور کے استفسار پر انہوں نے کہا کہ میں نے اس کے شر کا بھی تدارک کر دیا ہے۔ آخر میں عاص کو لایا گیا۔ جبرئیل امین نے اس کے پاؤں کے تلوے کی

جانب اشارہ کیا اور حضور کے پوچھنے پر بتلایا کہ میں نے اس کی فتنہ سامانی کا بھی قلع قمع کر دیا ہے۔
چنانچہ ولید پر یہ شامت آئی کہ ایک دفعہ اس کے پاس سے ایک خزاعی شخص گزرا۔ وہ تیر کو پر لگا رہا تھا جو اچانک چھوٹ کر ولید کے بازو پر جا لگا اور اس کی رگ کٹ گئی۔ اسی طرح اسود بن مطلب ببول کے درخت کے نیچے آیا۔ اچانک بیٹوں کو کہنے لگا۔ تم مجھے بچاتے کیوں نہیں۔ انہوں نے کہا۔ ہمیں تو کوئی چیز نظر نہیں آتی ہم کیا کریں۔ اسود نے کہا، یہ دیکھو۔ میری آنکھ میں کانٹا چبھ گیا ہے۔ وہ اسی کربناک حالت سے دوچار رہا حتی کہ اس کی آنکھوں کا نور جاتا رہا۔ تیسرے شخص اسود بن عبد یغوث کا یہ انجام ہوا کہ اس کے سر میں پھوڑے نکل آئے اور وہ اس تکلیف کی شدت سے جانبر نہ ہو سکا۔ حارث کے پیٹ میں زرد پانی پڑ گیا اور وہ قے کرتے کرتے دم توڑ گیا۔ جبکہ عاص گدھے پر سوار ہو کر طائف جا رہا تھا۔ راستے پر بے دھیانی میں شبرقہ نامی خاردار بوٹی پر بیٹھ گیا جس کا تیز کانٹا اس کے پاؤں کے تلوے میں چبھ گیا۔ پھر اسی تکلیف سے وہ مر گیا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دیگر راویوں نے اس روایت کو کئی سندوں سے بیان کیا ہے جن کو میں نے تفصیل کے ساتھ اپنی تفسیر مسند میں نقل کر دیا ہے۔

باب

ابولہب کے بیٹے کے لئے حضور ﷺ کا دعاءِ ضرر فرمانا

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ علیہ ابو نوفل بن ابو عقرب سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ابولہب کا بیٹا لہب حضور نبی پاک ﷺ کے پاس آیا اور آپ کی شان اقدس میں ہرزہ سرائی کرنے لگا آپ نے اللہ کی بارگاہ میں عرض کی۔

اَللّٰھُمَّ سَلِّطْ عَلَیْہِ کَلْبَکَ۔ "یا اللہ! اس گستاخ پر اپنا کوئی کتا مسلط فرمادے۔"

ابولہب کپڑے کی تجارت کے سلسلے میں شام جایا کرتا تھا۔ جب اس کا بیٹا شام جاتا تو وہ اس کے ساتھ چند غلام اور محافظ بھیج دیا کرتا اور انہیں تاکید کرتا کہ میرے اس بیٹے کے خلاف محمد (ﷺ) نے بددعا کی ہے۔ مجھے ڈر ہے کہ اسے کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔ پس تم اس کا خوب خیال رکھنا اور پوری پوری حفاظت کرنا۔ لہٰذا ان کا قافلہ جب کبھی کسی منزل پر ٹھہرتا تو وہ اسے دیوار کے قریب ٹھہراتے اور ساز و سامان اور کپڑوں وغیرہ سے اس کو چھپا دیتے تھے۔ عرصہ دراز تک ان کا یہی معمول رہا۔ مگر ایک دفعہ ایک درندہ آیا اور اسے بھنبھوڑ کر مار ڈالا۔ ابولہب کو پتہ چلا تو کہنے لگا "میں نے تمہیں کہا نہیں تھا کہ مجھے یہ ڈر ہے کہ محمد کی بددعا کی وجہ سے اسے کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔"

بیہقی رحمتہ اللہ علیہ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ابولہب کے بیٹے عتبہ نے حضور ﷺ کو گھیرے میں لے لیا۔ آپ نے اسے بددعا دیتے ہوئے فرمایا۔ "میں اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہوں کہ وہ اس پر اپنا کتا مسلط کر دے۔" پھر وہ قریش کے چند آدمیوں کے ساتھ شام روانہ ہوا۔ ایک رات مقام زرقاء میں ان کا قافلہ فروکش تھا کہ اچانک ایک شیر ان کے قافلے کا چکر کاٹنے لگا۔ عتبہ نے شیر کو دیکھا تو گھبرا کر کہا۔ "ہائے اماں! یہ مجھے کھا جائے گا جیسا کہ محمد نے بددعا کی تھی۔ انہوں نے مجھے مروا دیا۔ حالانکہ وہ مکہ میں ہیں اور میں شام میں۔"
شیر سب کو چھوڑ کر سیدھا عتبہ پر حملہ آور ہوا اور اس کے سر کو دانتوں تلے چبا کر اسے ذبح کر ڈالا۔

بیہقی رحمتہ اللہ علیہ حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اس رات شیر ان کے قافلے کے گرد گھومتا رہا۔ پھر چلا گیا۔ لوگ اٹھے اور عتبہ کو قافلے کے درمیان میں لے آئے۔ شیر دوبارہ آگیا اور سب کو پھلانگتا ہوا سیدھا عتبہ تک جا پہنچا اور اس کا سر دبوچ کر اسے چیر پھاڑ ڈالا۔

ابونعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ بہ سند حضرت عروہ، حضرت ہبار بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ابولہب اور اس کے بیٹے عتبہ نے شام جانے کے لئے رخت سفر باندھا۔ میں بھی ان کے ساتھ جانے کے تیار ہو گیا۔ ابولہب کے بیٹے نے کہا کہ میں محمد (ﷺ) کے پاس جاتا ہوں ان کے رب کے متعلق ایسی بات کروں گا جس سے انہیں سخت دکھ ہو گا۔ چنانچہ اس نے حضور ﷺ کے پاس آکر کہا۔ "اے محمد! میں دَنَا فَتَدَلّٰی فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰی والے رب سے کفر کرتا ہوں۔" اس کی گستاخی پر حضور ﷺ نے فرمایا۔ اَللّٰهُمَّ ابْعَثْ عَلَيْهِ كَلْبًا مِنْ كِلَابِكَ "اے اللہ! اپنے کتوں میں سے ایک کتا اس کی طرف بھیج دے۔" پھر عتبہ پلٹ گیا۔ ابولہب نے پوچھا۔ "بیٹے! تمہارے اور ان کے درمیان کیا باتیں ہوئیں۔" عتبہ نے سب کچھ بتا دیا۔ ابولہب کہنے لگا۔ بیٹے! محمد کی بددعا کی وجہ سے میں تمہارے بارے میں فکرمند رہوں گا۔ پھر ہمارا قافلہ روانہ ہو گیا۔ ہم نے سراۃ کے مقام پر پڑاؤ کیا جہاں کثرت سے شیر پائے جاتے ہیں۔ ابولہب نے ہمیں کہا۔ "تمہیں بخوبی علم ہے کہ میں عمر میں بڑا ہونے کے ساتھ ساتھ بہت زیادہ استحقاق رکھتا ہوں۔ تم یہ بھی جانتے ہو کہ محمد نے میرے بیٹے کو بددعا دی ہے۔ واللہ! میں اس کے بارے میں ازحد متفکر ہوں۔ تم اپنا ساز و سامان اس صومعہ میں لے جا کر ایک جگہ ڈھیر کر دو۔ میرا بیٹا اوپر سو جائے اور تم اس کے اردگرد بستر بچھا لو۔ ہم نے حکم کی تعمیل کی عتبہ سامان کے اوپر سویا

اور ہم اس کی چاروں طرف سو گئے۔ اچانک ایک شیر آ گیا۔ اس نے ہمارے چہروں کو سونگھا مگر اپنا مطلوب نہ پا سکا۔ پھر کودنے کے لئے شیر نے اپنے جسم کو سکیڑا اور چھلانگ لگا کر سامان کے اوپر چڑھ گیا۔ عتبہ کے منہ کو سونگھ کر اسے بھنبھوڑنے لگا اور اس کا سر پھاڑ کر چلتا بنا۔ ابو لہب نے کہا۔ واللہ! میں جانتا تھا کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ محمد کی بددعا سے بچ نکلے۔

ابن اسحاق اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے یہی روایت محمد بن کعب قرظی وغیرہ سے مرسلاً نقل کی ہے۔ البتہ اس میں حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے درج ذیل اشعار کا تذکرہ بھی موجود ہے۔

سَائِلْ بَنِی الْاَشْقَرِ اِنْ جِئْتَهُمْ ۔۔۔ مَا كَانَ اَبْنَاءُ اَبِیْ وَاسِع
لَا وَسَّعَ اللّٰهُ لَهُ قَبْرَهُ ۔۔۔ بَلْ ضَيَّقَ اللّٰهُ عَلَى الْقَاطِع
رَحِمَ نَبِیٍّ جَدِّهٖ ثَابِت ۔۔۔ يَدْعُوْ اِلٰى نُوْرٍ لَهُ سَاطِع
اَسْبَلَ بِالْحَجَرِ لِتَكْذِيْبِهٖ ۔۔۔ دُوْنَ قُرَيْشٍ نهزة الْقَادِع
فَاسْتَوْجَبَ الدَّعْوَةَ مِنْهُ بِمَا ۔۔۔ بَيَّنَ لِلنَّاظِرِ وَالسَّامِع
اَنْ سَلَّطَ اللّٰهُ بِهَا كَلْبَهُ ۔۔۔ يَمْشِی الْهُوَيْنَا مِشْيَةَ الْخَادِع
حَتّٰى أَتَاهُ وَسْطَ اَصْحَابِهٖ ۔۔۔ وَقَدْ عَلَتْهُمْ سِنَةُ الْهَاجِع
فَالْتَقَمَ الرَّأْسَ بِيَافُوْخِهٖ ۔۔۔ وَالنَّحْرَ مِنْهُ فَغْرَةُ الْجَائِع

اگر تمہیں بنو اشقر کے پاس جانے کا اتفاق ہو تو ان سے پوچھنا کہ ابو واسع کے بیٹوں کا کیا بنا۔ اللہ تعالیٰ اس کی قبر کو فراخی عطا نہ کرے بلکہ حضور علیہ السلام سے قطع رحمی کرنے والے کو تنگی اور عسرت سے دوچار کر دے جبکہ حضور علیہ السلام نور درخشاں کی جانب بلاتے ہیں۔ آپ کو جھٹلانے کے لئے قریش مکہ کے سامنے مقام حجر کے پاس وہ بڑی ڈھٹائی سے گستاخ آمیز گفتگو کرنے لگا۔ نتیجتاً وہ حضور کی بددعا کا مستحق ٹھہرا۔ آپ کی بددعا سے ہر دیکھنے، سننے والے پر یہ بات واضح ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنا کتا مسلط کر دیا جو کسی چالباز کی طرح آہستہ آہستہ چلتا ہوا آیا۔ اس وقت سب پر نیند طاری تھی۔ وہ اس کے ساتھیوں کے درمیان میں آیا بھوکے درندے نے منہ کھولا اور اس کے سینے کے بالائی حصے اور سر کو کھوپڑی سمیت اپنا نوالہ بنا لیا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ طاؤس سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول کریم علیہ السلام نے سورۃ النجم کی تلاوت فرمائی تو عتبہ بن ابی لہب نے کہا۔ میں النجم کے رب سے کفر کرتا ہوں۔ اس گستاخی پر حضور نے اسے یہ بددعا دی۔

سَلَّطَ اللّٰہُ عَلَیْکَ کَلْباً مِّنْ کِلَابِہٖ

اللہ تعالیٰ تجھ پر اپنا کوئی کتا مسلط کردے

پھر جب عتبہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ملک شام کی طرف روانہ ہوا تو راستے میں اسے ایک شیر دکھائی دیا۔ شیر کو دیکھ کر عتبہ خوف کے مارے تھر تھر کانپنے لگا۔ ساتھیوں نے کہا۔ اگر شیر نے حملہ کیا تو ہم سب کی یکساں حالت ہو گی۔ بھلا تم کیوں کانپ رہے ہو۔ بولا۔ محمد (ﷺ) نے مجھے بددعادی تھی اور ان کے منہ سے جو بات نکلتی ہے ہو کر رہتی ہے۔ آسمان تلے ان سے زیادہ سچا اور کوئی نہیں۔ شام کا کھانا لگایا گیا تو عتبہ نے کھانے کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا۔ سونے سے پہلے اس کے ساتھیوں نے اپنے چاروں طرف سامان رکھا۔ پھر عتبہ کو سب کے درمیان سلا دیا۔ ان ساری حفاظتی تدابیر کے باوجود رات کو شیر چپکے سے آگیا۔ ایک ایک آدمی کے سر کو سونگھتا ہوا عتبہ تک جا پہنچا۔ عتبہ کی آنکھ کھلی تو وہ شیر کے منہ میں صید زبوں بنا ہوا تھا۔ اس کے ساتھیوں نے سنا کہ وہ زندگی کے آخری لمحات میں کہہ رہا تھا۔ "لوگو! میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ محمد سب سے زیادہ سچے انسان ہیں۔" یہ کہتے ہوئے دم توڑ گیا۔

ابو نعیم رحمتہ اللہ علیہ ابوالضحیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ ابولہب کے بیٹے عتبہ نے ایک دفعہ کہا۔ "جو والنجم اذا ھویٰ کی تلاوت کرتا ہے میں اس کے رب سے کفر کرتا ہوں۔" اس کی یہ گستاخی سن کر حضور نبی پاک ﷺ نے فرمایا۔ "ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پر کوئی کتا مسلط کردے۔" نبی برحق ﷺ کا یہ ارشاد عتبہ کے باپ ابولہب نے سنا تو اس نے عتبہ کے ساتھیوں کو تاکید کی تاکہ تمہارا قافلہ جہاں بھی ٹھہرے میرے بیٹے کو سب کے درمیان رکھنا۔ چنانچہ وہ اسی طرح کرتے رہے۔ حتیٰ کہ وہ رات آگئی جس میں اللہ تعالیٰ نے ایک درندہ بھیجا۔ درندہ اس کے پاس آیا اور اسے مار کر چلا گیا۔

باب

قریش کے لئے قحط سالی کی دعاءِ ضرر کرنا

بخاری و مسلم رحمہم اللہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب قریش رسول پاک ﷺ کی مخالفت پر ڈٹ گئے اور قبول اسلام میں پس و پیش کرنے لگے تو آپ نے اللہ رب العزت سے یہ دعا کی۔

اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلَیْھِمْ بِسَبْعٍ کَسَبْعِ یُوْسُفَ

اے اللہ! حضرت یوسف علیہ السلام کے سات سالوں کی طرح میری بھی سات کے

عدد کے ساتھ مدد فرما۔

چنانچہ قریش قحط سالی کا شکار ہوگئے۔ خشک سالی نے ہر چیز ملیامیٹ کر دی یہاں تک کہ وہ مردار کھانے پر مجبور ہوگئے۔ بھوک کے غلبہ کی وجہ سے انہیں فضائے بسیط میں دھواں ہی دھواں دکھائی دیتا تھا۔ آخر کار قحط زدہ لوگوں نے یہ دعا کرنی شروع کر دی۔

رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُوْنَ

اے پروردگار! ہم سے عذاب کو دور فرما۔ ہم ایمان لاتے ہیں۔

حضور نبی پاک ﷺ کو اللہ رب العزت کی طرف سے آگاہ کر دیا گیا کہ اگر ان کا عذاب دور کر بھی دیا گیا پھر بھی یہ نافرمانی کے راستے پر لوٹ جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ادھر عذاب دور ہوا، ادھر وہ عصیان و سرکشی کی راہ پر دوبارہ پلٹ گئے۔ پھر غزوۂ بدر میں ان سے انتقام لیا گیا۔ جس کے بارے میں فرمان الٰہی ہے۔

يَوْمَ تَاْتِى السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ۔ (جس دن آسمان پر صاف نظر آنے والا دھواں ظاہر ہوگا) سے لے کر يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى إِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ (جس روز ہم انہیں پوری شدت سے پکڑیں گے۔ اس روز ہم ان سے بدلہ لے لیں گے) تک۔

بیہقی رحمتہ اللہ علیہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ لوگ قبول حق سے بے زاری اور روگردانی کا مظاہرہ کر رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔

"اَللّٰهُمَّ سَبْعٌ كَسَبْعِ يُوْسُفَ"۔ "یوسف علیہ السلام کے سات سالوں کی طرح قریش کو بھی سات کے عدد کے ساتھ مبتلائے عذاب کر دے۔"

چنانچہ وہ سخت خشک سالی سے دوچار ہوگئے۔ نوبت بایں جا رسید کہ انہوں نے مردار، کھالیں اور ہڈیاں کھانا شروع کر دیں۔ مکہ کے چند لوگوں کے ساتھ ابوسفیان نے آپ کے پاس آکر اعراض کیا۔ "اے محمد! آپ کا خیال ہے کہ آپ کو رحمت بنا کر بھیجا گیا ہے حالانکہ آپ کی قوم ہلاکت سے دوچار ہے۔ آپ ان کے لئے دعا فرمائیں۔"

ان کی استدعا پر آپ نے دست دعا بلند کئے۔ آپ کی دعا کرنے کی دیر تھی کہ خوب بارش برسی اور ہفتہ تک بارش کا سلسلہ جاری رہا۔ پھر وہی لوگ حاضر خدمت ہوئے اور عرض کی "حضور! اب تو بارش بہت زیادہ ہوگئی ہے۔" آپ نے پھر دعا کی۔

اَللّٰهُمَّ حَوَالَيْنَا وَلَا عَلَيْنَا۔ "یا اللہ۔ اب یہ بارش ہمارے اوپر سے ہٹا دے اور گردونواح پر

برسادے۔"

چنانچہ بادل چھٹ گیا، مطلع صاف ہو گیا اور گردونواح پر بارش برسنے لگی۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ دھوئیں کی نشانی ظاہر ہو چکی ہے یعنی کفار مکہ کو قحط سالی سے پہنچنے والی بھوک۔ اسی طرح روم کی فتح مندی، بطشہ کبری اور چاند کے دو نیم ہو جانے کے معجزات بھی گزر گئے ہیں۔

بخاری و مسلم رحمہما اللہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ پانچ نشانیاں گزر چکی ہیں۔ کفار کی موت، رومیوں کی فتح، دھواں، بطشہ اور چاند کے شق ہو جانے کی پیشین گوئیاں۔ امام بیہقی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ یہ پانچ نشانیاں نبی کریم ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق عہد نبوت میں ہی منصۂ شہود پر آگئی تھیں۔

باب

ایک نابینا عورت کی بینائی کا لوٹ آنا

بیہقی رحمتہ اللہ علیہ حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جن لوگوں کو حالت غلامی میں مشرف بہ اسلام ہونے کا شرف حاصل ہوا تھا اور انہیں راہ خدا میں طرح طرح کا عذاب دیا جاتا تھا۔ ایسے باہمت لوگوں میں سے سات افراد کو حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آزاد کروایا تھا۔ ان میں سے ایک زنیرہ نامی عورت بھی تھی۔ اتفاق ایسا ہوا کہ جب وہ مسلمان ہوئیں تو کچھ ہی عرصہ بعد ان کی بینائی جاتی رہی۔ انہیں عذاب کے جانگسل مراحل سے گزرنا پڑا مگر اس اللہ کی بندی نے اسلام کا دامن مضبوطی سے تھامے رکھا۔ مشرکین ازراہ مذاق کہتے۔ لات و عزیٰ نے اس کی بینائی سلب کر لی ہے۔ ان کی یہ بات سن کر زنیرہ کہتیں "ہرگز نہیں۔ اللہ کی قسم! یہ بات غلط ہے۔"

پھر اللہ تعالیٰ نے ان کی بینائی انہیں واپس لوٹا دی اور ایک دن ان کی آنکھیں از خود روشن ہو گئیں۔

باب

ہجرت حبشہ کے موقع پر نشانیوں کا ظہور

بیہقی رحمتہ اللہ علیہ حضرت موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت جعفر بن ابی طالب نے چند دیگر مسلمانوں کے ساتھ حبشہ کی طرف اس لئے ہجرت کر لی

تھی تاکہ قریش مکہ انہیں دین اسلام سے بہکانہ دیں۔ ادھر قریش نے عمرو بن عاص اور عمارہ بن ولید کو حبشہ کی طرف روانہ کر دیا تاکہ وہ جلدی سے وہاں پہنچ کر ہجرت کر جانے والے مسلمانوں کو واپس لے آئیں۔ انہوں نے نجاشی کے لئے ایک گھوڑا اور ایک ریشمی جبہ بھی تحفہ کے طور پر دے بھیجا۔ وہ حبشہ کی سربر آوردہ شخصیتوں کے لئے بھی تحائف ساتھ لے گئے۔ جب یہ دونوں آدمی نجاشی کے دربار میں پہنچے تو نجاشی نے ان کے تحائف قبول کر لئے۔ اور عمرو بن عاص کو اپنے تخت پر بٹھا دیا۔ عمرو بن عاص نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔ آپ کی سرزمین پر ہمارے چند بے وقوف آئے ہیں جو نہ آپ کے دین کو مانتے ہیں اور نہ ہمارے دین کو۔ آپ انہیں ہمارے حوالہ کر دیں۔ حبشہ کے سرداروں نے بھی کہہ دیا کہ عمرو ٹھیک کہہ رہا ہے، ان کے آدمی ان کے حوالے کر دینے چاہئیں۔ مگر نجاشی نے کہا۔ نہیں۔ قسم بخدا! جب تک میں ان سے خود بات نہ کرلوں اور یہ نہ جان لوں کہ وہ کس دین کے پیروکار ہیں، اس وقت تک میں انہیں تمہارے حوالے نہیں کر سکتا۔ عمرو بن عاص نے کہا۔ یہ اس شخص کے ساتھی ہیں جو ہمارے ہاں ظاہر ہوا ہے۔ ہم آپ کو بتاتے ہیں کہ یہ کس قدر احمق اور حق ناشناس لوگ ہیں۔ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا نہیں مانتے اور آپ کے دربار میں حاضر ہونے والے دوسرے لوگوں کی طرح یہ آپ کو سجدہ بھی نہیں کرتے۔ چنانچہ نجاشی نے حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو بلا بھیجا۔ جب وہ آئے تو عمرو بن عاص نجاشی کے تخت پر بیٹھا تھا۔ انہوں نے نجاشی کے سامنے سجدہ نہ کیا بلکہ اسے سلام کیا۔ یہ دیکھ کر عمرو اور عمارہ نے کہا۔ ”ہم تو پہلے ہی ان کے بارے میں آپ کو بتا چکے ہیں۔“

نجاشی بولا۔ ”مجھے یہ بتاؤ کہ تم میرے سامنے اس طرح آداب کیوں نہیں بجالاتے جیسے تمہاری قوم کے دوسرے لوگ بجالاتے ہیں۔ مجھے یہ بھی بتاؤ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں تمہارا کیا عقیدہ ہے۔ اور تمہارا دین کونسا ہے؟

کیا تم عیسائی ہو؟

مسلمان بولے۔ ”نہیں“

”تو کیا تم یہودی ہو؟“ نجاشی نے پوچھا۔

”ہم یہودی بھی نہیں ہیں۔“ مسلمانوں نے جواب دیا۔

نجاشی نے پھر پوچھا۔ ”تو کیا تم اپنی قوم کے دین پر ہو؟“

مسلمانوں نے کہا۔ ”نہیں“۔ ہم اپنی قوم کے دین کے پیروکار بھی نہیں۔

مسلمانوں نے کہا۔ "ہمارا دین اسلام ہے۔"

نجاشی نے دین اسلام کی وضاحت پوچھی تو مسلمان بولے۔

"ہم اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہیں ٹھہراتے۔"

نجاشی نے پھر پوچھا۔ "دین اسلام کی یہ تعلیمات تمہارے پاس کون لے کر آیا ہے؟"

مسلمان کہنے لگے۔

"یہ تعلیمات وہ شخص لے کر آیا ہے جن کا تعلق ہماری اپنی قوم سے ہے۔ ہم ان کی عظمت کردار اور نسبی شرافت سے بخوبی واقف ہیں۔ جیسے سابقہ انبیاء کرام کو اگلی امتوں کی طرف بھیجا گیا تھا اسی طرح ان کو بھی ہماری طرف مبعوث کیا گیا ہے۔ انہوں نے ہمیں والدین کے ساتھ حسن سلوک، صدق و صفا، وفاداری اور امانتیں ادا کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ بتوں کی عبادت کرنے سے منع فرمایا ہے نیز یہ بھی حکم دیا ہے کہ ہم صرف اور صرف خدائے واحد کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ ان کے تمام ارشادات کو ہم نے بہ دل و جان قبول کیا، کلام الٰہی کو پہچانا اور یہ یقین کر لیا کہ جو کلام لے کر وہ تشریف لائے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ جب ہم نے ان پاکیزہ تعلیمات کو اپنایا تو ہماری قوم نے ہماری مخالفت شروع کر دی اور نبی صادق کی عداوت اور تکذیب پر کمربستہ ہو گئے۔ نہ صرف یہ بلکہ ان لوگوں نے انہیں قتل کرنے کا منصوبہ بنایا اور ہم سے مطالبہ کیا کہ ہم دوبارہ بتوں کے پجاری بن جائیں۔ پس جان و ایمان کو بچانے کی خاطر ہم آپ کے پاس دوڑ آئے ہیں۔"

دین اسلام کے متعلق مسلمانوں کی یہ مفصل گفتگو سن کر نجاشی بولا۔

"اللہ کی قسم! یہ دین بھی اسی منبع نور سے ظاہر ہوا ہے جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دین ظاہر ہوا تھا۔"

حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مزید فرمایا۔

"جہاں تک ملاقات کے وقت آداب بجالانے کا تعلق ہے تو ہمارے ہادی و رہنما ﷺ نے ہمیں بتایا ہے کہ جنتی لوگ ملاقات کے وقت السلام علیکم کہتے ہیں۔ لہٰذا انہوں نے ہمیں بھی انہی کلمات کے ساتھ سلام کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اور ہم نے آپ کو بھی اسی طرح سلام کیا جیسے ہم ایک دوسرے کو سلام کیا کرتے ہیں۔ رہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق ہمارے عقیدے کا معاملہ تو سنو۔ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہیں۔ وہ کلمۃ اللہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت

مریم علیہا السلام کی طرف القاء فرمایا وہ روح اللہ ہیں اور کنواری بتول کے فرزند ارجمند ہیں۔

یہ سن کر نجاشی نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا اور ایک تنکا اٹھا کر کہا۔ "بخدا! جو تم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا ہے وہ اس تنکا کے برابر بھی اس سے زیادہ نہیں ہیں۔"

نجاشی کا یہ غیر متوقع اظہار خیال سن کر درباری امراء بولے۔ "اگر آپ کی یہ بات اہل حبشہ نے سن لی تو وہ آپ کو معزول کر دیں گے۔"

نجاشی نے کہا۔ اللہ کی قسم! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اس کے علاوہ میں کوئی بات نہیں کروں گا۔" پھر کہا۔ "عمرو بن عاص کو یہ تحفے واپس کر دو، اگر اس معاملے میں وہ سونے کا پہاڑ بھی بطور رشوت لے کر آئیں تو میں قبول نہیں کروں گا۔ پھر حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو مخاطب کرتے ہوئے بولا۔ "تم بے خوف و خطر ہمارے پاس ٹھہرے رہو۔" اور اپنے کارندوں کو حکم دیا کہ ان مہمانوں کے کھانے پینے اور جملہ ضروریات کا پورا پورا انتظام کیا جائے۔ اگر کسی نے ان مہمانوں کو میلی نظر سے دیکھا تو میں اسے اپنا گستاخ سمجھوں گا۔

نجاشی کے دربار میں جانے سے پہلے عمرو بن عاص اور عمارہ کے درمیان کسی بات پر جھگڑا ہو گیا تھا۔ لیکن چونکہ دونوں کا مقصد ایک تھا اور وہ یہ کہ مسلمانوں کو مکہ واپس لانے کا مطالبہ کیا جائے، لہٰذا مقصد بر آری کے لئے انہوں نے وقتی طور پر باہم صلح کر لی تھی۔ پھر جب وہ اپنے مقصد میں ناکام ہو گئے تو ان کے باہمی جذبات عداوت نے پھر سر اٹھایا عمرو نے عمارہ کے خلاف سازش کی اور اس سے کہا۔ "برادرم! تمہیں اللہ تعالیٰ نے بڑا حسن و جمال بخشا ہے۔ میری تجویز ہے کہ جب نجاشی اپنے گھر سے باہر نکلے تو تم اس کی بیوی کے پاس چلے جاؤ اور اسے قائل کرنے کی کوشش کرو۔ یہ تدبیر ہماری حاجت بر آری کے لئے بڑی کارگر ثابت ہو گی۔" عمرو کی تجویز کو مفید مقصد سمجھتے ہوئے عمارہ نے نجاشی کی بیوی سے رابطہ کرنے کی کوشش کی حتیٰ کہ وہ اس کے پاس جانے میں کامیاب ہو گیا۔ ادھر عمرو فوراً نجاشی کے پاس پہنچ گیا اور اس سے کہا۔ "میرا ساتھی عورتوں کا بہت دلدادہ ہے وہ تمہارے اہل خانہ سے بھی مراسم پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اس کا پتہ کرو۔"

نجاشی نے آدمی بھیج کر پتہ کیا تو عمارہ نجاشی کی بیوی کے پاس موجود تھا۔ نجاشی کے حکم کے مطابق اس جرم کی پاداش میں اس کے آلہ تناسل کے سوراخ میں ہوا بھر دی گئی اور پھر اسے سمندر کے ایک جزیرہ میں پھینک دیا گیا جہاں اس کی عقل جاتی رہی اور وحشیوں کے ساتھ وہ بھی درندہ صفت بن گیا۔ عمرو مکہ لوٹ آیا جبکہ اس کے ساتھی کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا۔ ان کا سفر ناکام رہا اور مقصد ہاتھ نہ آسکا۔ ابن مسعود، ابو موسیٰ اور ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھی اسی

طرح کی روایات متصل اسناد سے مروی ہیں۔

باب

"معاشرتی بائیکاٹ کی دستاویز" کے واقعہ میں معجزات کا ظہور

بیہقی اور ابو نعیم بہ سند موسیٰ بن عقبہ رحمہم اللہ حضرت زہری سے روایت کرتے ہیں کہ مشرکین مکہ نے مسلمانوں کو سخت ترین مصائب و مشکلات سے دوچار کیا تھا جن کی وجہ سے مسلمانوں کی زندگی اجیرن ہوگئی تھی۔ خصوصاً جب مسلمان حبشہ کی طرف ہجرت کر کے نجاشی کے پاس پہنچے اور نجاشی نے ان کی بڑی عزت و تکریم کی تو یہ صورت حال کفارِ مکہ کو ایک آنکھ نہ بھائی لہٰذا وہ مسلمانوں کو پہلے سے کہیں زیادہ اذیتیں پہنچانے لگے۔ قریش نے متفقہ طور پر یہ بات طے کر لی کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو (نعوذ باللہ) برسر عام قتل کر دیں گے۔ جب حضرت ابو طالب کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے بنو عبد المطلب کو جمع کیا اور انہیں حکم دیا کہ وہ رسول پاک ﷺ کو اپنے قبیلے میں پناہ دیں اور قتل کا منصوبہ بنانے والوں سے آپ کو بچائیں۔ چنانچہ بنو عبد المطلب کے مسلم و کافر سب نے حضرت ابو طالب کی بات سے اتفاق کیا۔ جب قریش کو پتہ چلا کہ بنو عبد المطلب ہر قیمت پر حضور کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں تو انہوں نے معاشرتی بائیکاٹ کا فیصلہ کر لیا جس کی رو سے بنو عبد المطلب کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا، خرید و فروخت اور ان کے پاس آنا جانا الغرض سب روابط ختم کر دیئے گئے۔ انہوں نے کہا کہ جب تک وہ رسول اکرم ﷺ کو قتل کرنے کے لئے ان کے حوالے نہیں کریں گے اس وقت تک ان کے ساتھ کوئی رعایت نہیں کی جائے گی۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے ایک دستاویز لکھی اور پختہ عہد و پیمان کیا۔ لہٰذا بنو ہاشم تین سال تک شعب ابی طالب میں محصور رہے۔ اس عرصے میں مشرکین نے ابتلاء و آزمائش کا ہر حربہ آزمایا۔ بازار میں جا کر خرید و فروخت کرنا ان کے لئے ممنوع قرار دیا گیا۔ جب کبھی مکہ میں کوئی غلہ یا بکاؤ مال آتا تو مشرکین دوڑ کر پہلے خرید لیتے۔ اسی عالم کرب میں تین سال گزر گئے۔

تین سال بعد بنو عبد مناف اور بنو قصی کے چند آدمیوں اور قریش کے وہ آدمی جن کی مائیں بنو ہاشم سے تھیں، کو ضمیر ملامت کرنے لگا اور یہ سوچنے لگے کہ ہم نے قطع رحمی کی انتہا کر دی ہے اور قرابتداری کے حق کا ذرا بھی پاس نہیں کیا۔ بالآخر انہوں نے ایک رات اپنے متفقہ معاہدہ کو ختم کرنے پر اتفاق کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی دستاویز پر دیمک کو مسلط کر دیا جس نے دستاویز کی عبارت کو چاٹ کھایا۔ یہ دستاویز بیت اللہ شریف کی چھت سے معلق تھی۔ دستاویز میں لکھے

ہوئے اللہ تعالیٰ کے سارے نام محو ہو گئے جبکہ شرک، ظلم اور قطع رحمی کے الفاظ باقی رہ گئے۔ اس بات سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پاک ﷺ کو مطلع فرمادیا۔ پھر حضور نے حضرت ابو طالب کو بتا دیا۔ وہ بولے۔ مجھے قسم ہے تاروں کی! میرے بھتیجے نے مجھے سچی خبر دی ہے۔ پھر حضرت ابو طالب بنو عبد المطلب کے چند آدمیوں کو لے کر مسجد حرام میں آگئے۔ اس وقت مسجد میں قریش کا جم غفیر موجود تھا۔ جب قریش نے انہیں اپنی جانب آتے دیکھا تو بہت حیران ہوئے۔ انہوں نے سمجھا کہ یہ مصیبتوں سے گھبرا کر نکل آئے ہیں۔ لہٰذا قریش نے کہا۔ رسول اللہ ﷺ کو ہمارے حوالے کر دو۔ حضرت ابو طالب بولے۔ ہمارے مابین جو کچھ ہو چکا ہے ہم اس کا ذکر نہیں کریں گے۔ تم اپنے معاہدہ والی دستاویز لے آؤ شاید وہ ہمارے درمیان کوئی فیصلہ کر دے۔ حضرت ابو طالب نے دستاویز لے آنے کی بات اس لئے کی تھی کہ وہ جا کر صرف اسے دیکھ کر واپس نہ آجائیں بلکہ اسے یہاں لے آئیں تاکہ ہر کوئی حضور ﷺ کا معجزہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لے اور صلح کی کوئی صورت نکل آئے۔ وہ خوشی خوشی دستاویز لے آئے اور سب کے سامنے رکھ دی۔ انہیں یقین تھا کہ رسول اللہ ﷺ ان کے حوالے کر دیئے جائیں گے۔ جب دستاویز سامنے لا کر رکھ دی گئی تو حضرت ابو طالب نے کہا۔ میں تمہارے پاس اس لئے آیا ہوں تاکہ تمہارے سامنے ایسی بات پیش کروں جس کے ذریعے ہم سب کو انصاف مل جائے۔ میرے بھتیجے نے مجھے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری اس دستاویز سے بالکل بری ہے اور اس نے اس دستاویز میں موجود اپنے سارے نام مٹا دیئے ہیں۔ صرف وہ الفاظ باقی چھوڑے ہیں جو تمہارے غدر، قطع رحمی اور سفاکانہ تعاون سے متعلق ہیں۔ اگر میرے بھتیجے کی بات سچی ہے تو تم ہوش کے ناخن لو۔ اللہ کی قسم! ہم مرتے دم تک انہیں تمہارے حوالہ نہیں کریں گے۔ اور اگر ان کی بات چھوٹی ہے تو ہم انہیں تمہارے حوالے کر دیں گے۔ پھر تمہاری مرضی کہ انہیں قتل کر دیا زندہ چھوڑ دو۔ سب بولے۔ ہمیں آپ کی اس تجویز سے سو فیصد اتفاق ہے۔ جب دستاویز کھولی گئی تو انہوں نے دیکھا کہ نبی صادق و مصدوق کی بات بالکل سچ کلی۔ یہ دیکھ کر انہوں نے کہا۔ یہ تمہارے صاحب کے جادو کا اثر ہے۔ بنو عبد المطلب کے آدمیوں نے کہا۔ جادوگر اور جھوٹے ہم نہیں تم ہو۔ یہ قطع رحمی کا انداز جادو اور بد خواہی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔ اگر تم اس لایعنی فیصلہ پر متفق نہ ہوتے تو تمہاری اپنی دستاویز جو تمہارے ہی پاس تھی کبھی خراب نہ ہوتی۔ دیکھو تو سہی۔ اللہ تعالیٰ نے اس میں سے اپنے اسماء مبارکہ کو محو کر دیا ہے اور بغاوت اور سرکشی کے کلمات کو جوں کا توں چھوڑ دیا ہے۔ اب بتاؤ؟ کیا ہم جادوگر ہیں یا تم؟ اسی وقت بنو عبد مناف اور بنو قصی کے آدمی بولے۔ ہمارا اس دستاویز

کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ جب وہ معاشرتی مقاطعہ سے دستبردار ہوگئے تو حضور نبی کریم ﷺ اور آپ کے قبیلہ والے آزادانہ مکہ مکرمہ میں چلنے لگے اور حسب سابق لوگوں کے ساتھ گھل مل گئے۔

ابن سعد رحمتہ اللہ علیہ محمد بن عمر سے وہ حکم بن قاسم سے، وہ زکریا بن عمر اور قریش کے ایک شیخ سے روایت کرتے ہیں کہ قریش نے جب دستاویز لکھی اور اسے تین سال گزر گئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پاک ﷺ کو دستاویز کی صورت حال سے آگاہ فرمادیا کہ دیمک نے دستاویز کی جور و ظلم پر مشتمل باتوں کو کھالیا ہے جبکہ اللہ کے ذکر کی باتیں اس میں باقی ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اس بات کا تذکرہ حضرت ابو طالب سے کیا۔ وہ بولے۔ میرے بھتیجے نے مجھ سے جھوٹی بات کبھی نہیں کی۔ پھر وہ قریش کے پاس گئے اور انہیں صورت حال سے آگاہ کیا۔ چنانچہ جب دستاویز لائی گئی تو حضور کے فرمان کے مطابق نکلی۔ ان کے ہاتھوں سے دستاویز گر پڑی اور شرم کی وجہ سے ان کے منہ لٹک گئے۔ ابو طالب بولے۔ ہمیں کیوں مقید کر کے رکھا گیا ہے۔ بات تو واضح ہو چکی اور یہ بھی معلوم ہو گیا ہے کہ تمہارا عمل ظلم، قطع رحمی اور زیادتی سے زیادہ مناسبت رکھتا ہے۔

ابن سعد رحمتہ اللہ علیہ حضرت ابن عباس، حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ، حضرت ابو بکر بن عبدالرحمٰن بن حارث بن ہشام اور حضرت عثمان بن ابو سلیمان بن جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں (ان تمام کی روایات ملتی جلتی ہیں) کہ جب قریش کو پتہ چلا کہ نجاشی نے حضرت جعفر اور ان کے ساتھیوں کی بہت عزت و تکریم کی ہے تو انہیں بڑا رنج ہوا اور انہوں نے ایک دستاویز تیار کی جس میں یہ لکھا تھا کہ وہ نہ تو حضور ﷺ کے قبیلہ سے شادی بیاہ کریں گے، نہ کوئی خرید و فروخت کریں گے اور نہ ان کے ساتھ کسی قسم کا تعلق رکھیں گے۔ یہ دستاویز منصور بن عکرمہ عبدری نے لکھی اور اس کا ہاتھ شل ہو گیا۔ کعبہ شریف کے اندر یہ دستاویز لٹکا دی گئی۔ قریش نے بنو ہاشم کو محرم کی پہلی رات ۷ نبوی میں شعب ابی طالب میں محصور کر دیا اور سامانِ خورد و نوش کی فراہمی ان سے روک لی۔ انہیں صرف حج کے موسم میں باہر نکلنے کی اجازت تھی۔ ان ناروا پابندیوں کی وجہ سے وہ سخت اذیت میں مبتلا رہے۔ ان کی بے بسی اور کسمپرسی کی یہ حالت دیکھ کر قریش کے چند آدمیوں کا دل بھر آیا۔ انہوں نے کہا۔ دیکھو بائیکاٹ کی دستاویز لکھنے والے منصور بن عکرمہ کے ساتھ کیا ہوا۔ بہر حال بنو ہاشم تین سال تک شعب ابی طالب میں محصور رہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پاک ﷺ کو دستاویز کے متعلق آگاہ فرمادیا کہ اس کی ظلم وجور والی باتوں کو دیمک نے چاٹ کھایا ہے اور اللہ کا ذکر اس میں باقی رہ گیا ہے۔

ابن سعد رحمتہ اللہ علیہ حضرت عکرمہ اور حضرت محمد بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دیمک کو دستاویز پر مسلط کر دیا جو اللہ کے نام کے سوا سب کچھ کھا گئی اور بعض جگہ یہ لکھا ہے کہ "بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ" کے کلمات کے سوا ساری عبارت کھا گئی۔

ابن عساکر رحمتہ اللہ علیہ حضرت زبیر بن بکار سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو طالب نے بائیکاٹ کی دستاویز کے متعلق یہ شعر کہا ہے۔

اَلَمْ يَاْتِكُمْ اَنَّ الصَّحِيْفَةَ مُزِقَتْ وَاَنَّ كُلَّ مَالَمْ يَرْضَهُ اللّٰهُ يَفْسُدُ

کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ قریش نے بنو ہاشم کے خلاف معاشرتی بائیکاٹ کے سلسلے میں جو دستاویز لکھی تھی وہ پھاڑ دی گئی ہے اور اس میں شک نہیں کہ جس چیز سے اللہ تعالیٰ راضی نہ ہو اسے نیست و نابود کر دیا جاتا ہے۔

ابو نعیم رحمتہ اللہ علیہ حضرت عثمان بن ابو سلیمان بن جبیر بن مطعم سے روایت کرتے ہیں کہ دستاویز لکھنے والے کا نام منصور بن عکرمہ عبدری تھا۔ اس نے یہ دستاویز لکھی تو اس کا ہاتھ شل ہو گیا اور بالکل سوکھ گیا۔ پھر وہ اس ہاتھ سے کوئی کام نہ کر سکتا تھا۔ قریش میں اندرون خانہ یہ باتیں ہوتی تھیں کہ انہوں نے بنو ہاشم کے خلاف جو فیصلہ کیا ہے وہ سراسر ظلم ہے۔ دیکھو! منصور بن عکرمہ کے ساتھ کیا ہوا۔

باب

معجزۂ معراج

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

سُبْحَانَ الَّذِیْ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَى الَّذِیْ بَارَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ آيَاتِنَا اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ۔

(ہر عیب سے) پاک ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے کو رات کے قلیل حصے میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی۔ جس کے گرد و نواح کو ہم نے بابرکت بنا دیا تاکہ اپنے بندے کو قدرت کی نشانیاں دکھائیں بے شک وہی سب کچھ سننے والا سب کچھ دیکھنے والا ہے۔

اسراء و معراج کا واقعہ بعض احادیث میں تفصیلاً اور بعض میں اختصار کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ کی احادیث مندرجہ حضرات سے مروی ہیں۔

حضرت انس، ابی حضرت بن کعب، حضرت بریدہ، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت حذیفہ بن یمان، حضرت سمرہ بن جندب، حضرت سہل بن سعد، حضرت شداد بن اوس، حضرت صہیب، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت ابن عمرو، حضرت ابن مسعود، حضرت عبداللہ بن اسعد بن زرارہ، حضرت عبدالرحمٰن بن قرط، حضرت علی بن ابو طالب، حضرت عمر بن خطاب، حضرت مالک بن صعصعہ، حضرت ابوامامہ، حضرت ابوایوب انصاری، حضرت ابو حبہ، حضرت ابوالحمراء، حضرت ابوذر، حضرت ابو سعید خدری، حضرت ابو سفیان بن حرب، حضرت ابو لیلیٰ انصاری، حضرت ابوہریرہ، حضرت ابو بکر صدیق کی دو صاحبزادیاں حضرت عائشہ اور حضرت اسماء، حضرت ام ہانی اور حضرت ام سلمہ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔

اب میں مذکورہ ترتیب کے مطابق احادیث مبارکہ کو ذکر کرتا ہوں۔

حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام مسلم بہ سند حضرت ثابت بنانی رحمتہ اللہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فخر کون و مکاں، محبوب رب دو جہاں، رحمت عالمیاں ﷺ نے فرمایا۔

''میرے سامنے براق پیش کیا گیا۔ یہ سفید اور دراز قامت جانور تھا جو دراز گوش سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا۔ اس کی تیز رفتاری کا یہ عالم تھا کہ جہاں نگاہ پڑتی تھی وہاں قدم رکھتا تھا۔ میں اس پر سوار ہو کر بیت المقدس آیا اور جس حلقہ سے انبیاء سابقین کی سواریاں باندھی جاتی تھیں میں نے بھی اسے باندھ دیا۔ پھر مسجد اقصیٰ کے اندر داخل ہوا۔ دو رکعت نماز پڑھی اور باہر آگیا۔ جبریل امین میرے پاس دو برتن لائے۔ ایک میں شراب اور دوسرے میں دودھ تھا۔ میں نے دودھ کو ترجیح دی۔ جبریل بولے آپ نے فطرت کو اختیار کر لیا ہے۔ پھر ہمیں پہلے آسمان پر لے جایا گیا۔ جبرئیل نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا۔ آواز آئی کون؟ کہا۔ جبرئیل۔ پوچھا گیا۔ ساتھ کون ہے؟ جبریل نے کہا۔ محمد (ﷺ) پھر پوچھا گیا۔ کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جبرئیل نے کہا۔ ہاں۔ پس دروازہ کھلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت آدم علیہ السلام تشریف فرما ہیں۔ انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور میرے لئے دعائے خیر فرمائی۔ پھر ہمیں دوسرے آسمان پر لے جایا گیا۔ جبریل امین نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا۔ آواز آئی کون؟ کہا جبریل۔ پوچھا گیا۔ ساتھ کون ہے؟ جبرئیل نے کہا۔ محمد (ﷺ) پھر پوچھا گیا۔ کیا انہیں بلایا گیا ہے۔ جبرئیل نے کہا۔ ہاں۔ چنانچہ دروازہ کھلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ دو خالہ زاد بھائی حضرت عیسیٰ بن مریم اور حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام

تشریف فرما ہیں۔ دونوں حضرات نے مجھے مرحبا کہا اور میرے لئے دعائے خیر فرمائی۔ پھر ہمیں تیسرے آسمان پر لے جایا گیا۔ جبرئیل امین نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا، پوچھا گیا۔ کون ؟ انہوں نے کہا۔ جبرئیل۔ پوچھا گیا۔ ساتھ کون ہے ؟ کہا۔ محمد (ﷺ) پھر آواز آئی۔ کیا انہیں بلایا گیا ہے۔ جبرئیل نے کہا۔ "ہاں" پس دروازہ کھول دیا گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت یوسف علیہ السلام تشریف فرما ہیں اور انہیں حسن و جمال سے حظ وافر عطا گیا ہے۔ انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور دعائے خیر فرمائی۔ پھر ہمیں چوتھے آسمان پر لے جایا گیا۔ جبرئیل امین نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ پوچھا گیا۔ کون ؟ فرمایا جبریل۔ کہا گیا ساتھ کون ہے۔ جبریل نے کہا محمد (ﷺ) پھر پوچھا گیا۔ کیا انہیں بلایا گیا ہے ؟ جبرئیل نے کہا۔ "ہاں۔" چنانچہ دروازہ کھول دیا گیا۔ تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت ادریس علیہ السلام تشریف فرما ہیں۔ انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور میرے لئے دعائے خیر فرمائی۔ پھر ہمیں پانچویں آسمان پر لے جایا گیا۔ جبریل امین نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا۔ آواز آئی کون ؟ کہا جبرئیل۔ پوچھا گیا۔ ساتھ کون ہے۔ کہا۔ محمد (ﷺ) پھر پوچھا گیا۔ کیا انہیں بلایا گیا ہے ؟ جواب دیا ہاں۔ پس دروازہ کھول دیا گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت ہارون علیہ السلام تشریف فرما ہیں۔ انہوں نے بھی مجھے مرحبا کہا اور میرے لئے دعائے خیر کی۔ پھر ہمیں چھٹے آسمان پر لے جایا گیا۔ جبرئیل امین نے دروازہ کھٹکھٹایا پوچھا گیا۔ "کون ؟" کہا۔ "جبرئیل" آواز آئی۔ ساتھ کون ہے ؟ جبرئیل نے کہا۔ محمد (ﷺ) پھر پوچھا گیا۔ کیا انہیں بلایا گیا ہے ؟ بولے۔ ہاں۔ چنانچہ دروازہ کھلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف فرما ہیں۔ انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور دعائے خیر فرمائی۔ پھر ہمیں ساتویں آسمان پر لے جایا گیا۔ جبرئیل نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا۔ آواز آئی کون ؟ کہا جبرئیل۔ پوچھا گیا۔ ساتھ کون ہے ؟ جبرئیل نے کہا۔ محمد (ﷺ) پھر پوچھا گیا۔ کیا انہیں بلایا گیا ہے ؟ جبرئیل نے کہا۔ "ہاں" پس دروازہ کھلا۔ میں کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بیت المعمور کے ساتھ ٹیک لگائے تشریف فرما ہیں۔ بیت المعمور وہ مقدس مقام ہے جس میں ہر روز ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں۔ لیکن دوبارہ انہیں داخل ہونے کا موقع نہیں ملتا، پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا۔ اس کے پتے ہاتھی کے کانوں کی مانند اور پھل مٹکوں کے برابر ہیں۔ حضور نے فرمایا پھر جب اس سدرہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھانپ لیا جس نے ڈھانپ لیا تو وہ اتنا خوبصورت ہو گیا کہ مخلوق میں سے کوئی بھی اس کے حسن و جمال کو بیان نہیں کر سکتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی جو وحی فرمائی۔ اور مجھ پر دن رات میں پچاس نمازیں فرض کیں۔ میں وہاں سے اترا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس

پہنچا۔ انہوں نے پوچھا۔ آپ کے پروردگار نے آپ پر اور آپ کی امت پر کیا فرض کیا ہے؟ میں نے کہا۔ پچاس نمازیں۔ وہ بولے۔ اپنے رب کے پاس واپس جایئے اور تخفیف کی التجاء کیجئے۔ آپ کی امت اس بارِ گراں کو نہیں اٹھا سکے گی۔ میں نے بنو اسرائیل کو خوب آزمایا ہے۔ چنانچہ میں اپنے رب کے پاس لوٹ گیا اور عرض کی۔ اے رب کریم! میری امت کے بوجھ کو ذرا ہلکا کر دے۔ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں کم فرمادیں۔ پھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا اور انہیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے پانچ نمازیں کم کر دی ہیں۔ انہوں نے کہا۔ آپ کی امت اس بوجھ کو بھی نہیں اٹھا سکے گی۔ اپنے رب کے پاس پھر حاضر ہو کر مزید تخفیف کی التجا کیجئے۔ چنانچہ میں بار بار اپنے رب اور موسیٰ علیہ السلام کے درمیان آتا جاتا رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد (سراپا حمد و ستائش)! یہ تعداد میں تو ہر روز پانچ نمازیں ہیں۔ لیکن ہر نماز دس کے برابر ہے۔ لہٰذا پانچ نمازیں پچاس شمار ہوں گی اور آپ کے امتیوں میں سے جس نے نیک کام کرنے کا ارادہ کیا۔ لیکن اس ارادہ پر عمل نہ کر سکا تو میں اس کے لئے ایک نیکی لکھ دوں گا۔ اور اگر اس نے اس پر عمل بھی کر لیا تو دس نیکیاں لکھوں گا۔ اور جس نے برائی کا ارادہ کیا لیکن اس پر عمل نہ کیا تو کچھ بھی نہ لکھا جائے گا اور اگر اس نے اس برائی کا ارتکاب کر لیا تو اس کے بدلے ایک گناہ لکھا جائے گا۔ اس کے بعد میں اتر کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور انہیں خبر دی۔ انہوں نے کہا پھر اپنے رب کے پاس جایئے اور تخفیف کے لئے عرض کیجئے۔ تو میں نے کہا کہ میں کئی بار اپنے رب کے حضور میں حاضر ہوا ہوں۔ اب مجھے شرم آتی ہے۔"

بخاری اور ابن جریر بہ سند شریک بن عبداللہ بن ابو نمر رحمہم اللہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جس رات رسول اللہ ﷺ کو معراج کی خاطر مسجد حرام سے لے جایا گیا اس رات حضور کی طرف وحی کئے جانے سے پہلے تین آدمی آئے۔ حضور مسجد حرام میں محو خواب تھے۔ ان میں سے پہلے نے کہا۔ ان میں سے وہ کون سے ہیں؟ دوسرے نے کہا۔ وہ سب سے بہتر ہیں۔ پھر ایک بولا۔ اسی بہترین کو لے چلو۔ اس رات بعد میں وہ حضور کو نظر نہ آئے۔ اگلی رات پھر وہ آگئے جب کہ آپ سو رہے تھے یعنی آپ کی آنکھیں سو رہی تھیں اور دل بیدار تھا۔ اور سب انبیاء کرام کی یہی شان ہوتی ہے یعنی ان کی آنکھیں سوتی ہیں مگر دل نہیں سوتے۔ انہوں نے آپ سے کوئی بات نہ کی اور آپ کو چاہ زمزم کے پاس اٹھا لائے۔ پھر یہ کام جبرئیل امین نے سنبھال لیا۔ آپ کے سینہء اقدس اور پیٹ مبارک کو چاک کیا۔ پھر اسے اپنے ہاتھ کے ساتھ آبِ زمزم سے دھویا۔ حتیٰ کہ جوف مبارک کو پاک صاف کر دیا۔ پھر سونے کا

ایک تھال لے آیا جو ایمان و حکمت سے لبریز تھا۔ اس کے ساتھ سینہ ء اقدس اور حلق مبارک کی رگوں کو بھر دیا گیا۔ پھر سینہ ء مبارک کو درست کر دیا گیا۔ اس کے بعد حضور نبی پاک ﷺ کو پہلے آسمان پر لایا گیا۔ جبرئیل امین نے دروازہ پر دستک دی۔ پوچھا گیا۔ کون ہے؟ جبرئیل ہوں۔ آواز آئی۔ ساتھ کون ہے؟ جواب دیا۔ محمد (ﷺ) پھر پوچھا گیا۔ کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ انہوں نے کہا "ہاں" پہلے آسمان کے باسیوں نے خوش آمدید کہا۔ وہاں ہی حضور نے حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھا جبرئیل امین نے کہا۔ یہ آپ کے باپ حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ حضور نے انہیں سلام کیا اور انہوں نے سلام کا جواب دیا اور کہا۔

مَرْحَبًا وَاَهْلًا بِابْنِیْ نِعْمَ الْاِبْنُ اَنْتَ

"خوش آمدید میرے بیٹے! آپ کیا ہی خوب بیٹے ہیں۔"

حضور نے دیکھا اس نچلے آسمان پر دو نہریں جاری ہیں۔ آپ نے پوچھا "جبرئیل! یہ دو نہریں کیسی ہیں۔" انہوں نے عرض کیا۔ "یہ نیل اور فرات کا منبع ہیں۔" پھر وہ آپ کو آسمان کی سیر کرانے لے گئے۔ وہاں ہی آپ نے ایک اور نہر دیکھی جس پر موتیوں اور زبرجد کا پل موجود تھا۔ انہوں نے اپنا ہاتھ مارا تو یوں محسوس ہوا جیسے کوئی خالص کستوری ہو۔ آپ نے پوچھا۔ جبرئیل! یہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا۔ یہ کوثر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے چھپا رکھا ہے۔ پھر جبرئیل آپ کو دوسرے آسمان پر لے گئے آواز آئی۔ کون ہے؟ کہا "جبرئیل۔" پوچھا گیا۔ ساتھ کون ہے؟ کہا۔ محمد (ﷺ) پھر پوچھا گیا۔ کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا۔ "ہاں" یہ سن کر دوسرے آسمان کے باسیوں نے بھی حضور کو خوش آمدید کہا۔ اس کے بعد وہ آپ کو تیسرے آسمان پر لے گئے۔ وہاں بھی مذکورہ باتیں ہوئیں۔ پھر وہ آپ کو چوتھے۔ پانچویں، چھٹے اور ساتویں آسمان پر لے گئے اور ہر جگہ مذکورہ سوال و جواب ہوئے اور ہر آسمان پر انبیاء تشریف فرما تھے جن کے نام بھی حضور نے بتائے۔ پھر حضور کا عقابِ ہمت ساتویں آسمان سے اوپر پر کشا ہوا۔ جسے صرف اللہ ہی جانتا ہے حتی کہ آپ سدرۃ المنتہیٰ تک جا پہنچے اس کے بعد راوی حدیث نے نمازوں کی فرضیت کے متعلق مذکورہ روایت ذکر کی۔

امام نسائی بہ سند یزید بن مالک حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم نور مجسم ﷺ نے فرمایا۔

"میرے پاس ایک جانور لایا گیا جو دراز گوش سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا۔ جہاں اس کی نگاہ پڑتی تھی۔ وہاں قدم رکھتا تھا۔ میں جبرئیل کے ہمراہ اس پر سوار ہو کر روانہ ہو گیا۔ ایک جگہ

جبر ئیل نے کہا۔ "نیچے تشریف لائیے اور نماز پڑھیے۔" میں نے اتر کر نماز ادا کی۔ جبر ئیل نے کہا۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ نے کہاں نماز پڑھی۔ آپ نے طیبہ میں نماز پڑھی ہے اور یہی آپ کی ہجرت گاہ ہے۔ ہم چلتے رہے۔ یہاں تک کہ ایک جگہ جبر ئیل نے پھر کہا۔ "نیچے تشریف لائیے اور نماز پڑھیے۔" میں نے اتر کر نماز ادا کی۔ جبر ئیل نے کہا۔ کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ نے کہاں نماز پڑھی۔ آپ نے طور سیناء پر نماز پڑھی ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شرفِ کلام بخشا تھا۔ ہم چلتے رہے۔ یہاں تک کہ پھر ایک مقام پر جبر ئیل نے کہا۔ "اتریئے اور نماز پڑھیے۔" میں نے اتر کر نماز ادا کی۔ جبر ئیل نے کہا۔ کیا آپ کو پتہ ہے کہ آپ نے کہاں نماز پڑھی۔ آپ نے بیت لحم میں نماز پڑھی ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی تھی۔ پھر میں بیت المقدس میں داخل ہوا جہاں تمام انبیاء کرام میری خاطر چشم براہ تھے۔ جبر ئیل امین نے مجھے سب کے آگے کھڑا کر دیا اور میں نے انہیں امامت کرائی۔ پھر مجھے پہلے آسمان پر لے جایا گیا جہاں حضرت آدم علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ اس کے بعد مجھے دوسرے آسمان پر لے جایا گیا۔ جہاں دو خالہ زاد بھائی حضرت عیسیٰ اور حضرت یحیٰ علیہما السلام موجود تھے پھر مجھے تیسرے آسمان پر لے جایا گیا جہاں حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ ازاں بعد مجھے چوتھے آسمان پر لے جایا گیا جہاں حضرت ہارون علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ پھر مجھے پانچویں آسمان پر لے جایا گیا جہاں حضرت ادریس علیہ السلام کو دیکھا اس کے بعد مجھے چھٹے آسمان پر لے جایا گیا جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ پھر مجھے ساتویں آسمان پر لے جایا گیا۔ جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ اس کے بعد مجھے ساتویں آسمانوں سے اوپر لے جایا گیا۔ میں سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچا تو دھند سی چھا گئی۔ میں سجدہ ریز ہو گیا۔ مجھے کہا گیا کہ جس روز میں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا اسی دن میں نے آپ پر اور آپ کی امت پر پچاس نمازیں فرض کر دی تھیں۔ لہٰذا آپ اور آپ کی امت ان پر کاربند ہو جائے۔ واپسی پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا۔ "آپ کے رب نے آپ پر اور آپ کی امت پر کیا فرض کیا ہے؟" میں نے کہا۔ "پچاس نمازیں۔" انہوں نے کہا۔ "آپ اور آپ کی امت ان کی پابندی نہ کر سکے گی۔ بنو اسرائیل پر صرف دو نمازیں فرض کی گئی تھیں مگر وہ ان کی پابندی نہیں کرتے تھے۔ آپ اپنے رب کے پاس جائیں اور تخفیف کی التجا کریں۔" میں اللہ تعالیٰ کے حضور واپس گیا۔ اللہ کریم نے دس نمازیں کم فرمادیں۔ دوبارہ واپسی پر دس اور کم کر دیں۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ تعداد میں تو پانچ ہیں مگر پچاس کے برابر ثواب ملے گا۔ اس وقت مجھے یقین ہو گیا کہ یہ اللہ تبارک و تعالیٰ کی

طرف سے حتمی حکم ہے۔ لہٰذا میں پھر اللہ تعالیٰ کے حضور مزید نمازوں کی تخفیف کے لئے نہ گیا۔"

ابن ابی حاکم رحمتہ اللہ علیہ ایک دوسری سند سے -- یزید بن ابی مالک سے اور وہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جس رات رسول اللہ ﷺ کو سیر کرائی گئی اس رات جبرئیل علیہ السلام نے حضور کی خدمت میں ایک چوپایہ پیش کیا جو گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا۔ جبرئیل نے حضور کو اس پر سوار کیا۔ اس کی تیز رفتاری کا یہ عالم تھا کہ جہاں اس کی نگاہ پڑتی تھی وہاں قدم رکھتا تھا۔ جب حضور بیت القدس پہنچے تو وہاں پر موجود پتھر کے پاس تشریف لائے۔ جبرئیل نے اس پر اپنی انگلی مار کر سوراخ کیا اور حضور کی سواری کو اس سے باندھ دیا۔ پھر وہ اوپر گئے۔ جب صحن مسجد میں پہنچے تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا۔ اے محمد! کیا آپ نے اپنے رب سے یہ سوال کیا تھا کہ وہ آپ کو حور عین دکھائے۔ آپ نے فرمایا "ہاں" جبرئیل بولے۔ تو پھر ان عورتوں کے پاس جاکر انہیں سلام کہو۔ وہ عورتیں صخرہ (چٹان) کی داہنی جانب بیٹھی ہوئی تھیں۔ حضور فرماتے ہیں کہ میں ان عورتوں کے پاس آیا اور انہیں سلام کیا۔ انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا۔ میں نے پوچھا۔ تم کون ہو؟ وہ بولیں۔ "اچھی سیرت والیاں۔ اچھی صورت والیاں۔ نیک لوگوں کی بیویاں جو ایسے پاک ہوئے کہ پھر ان کے پاکیزہ دامن پر کوئی بدنما داغ نہ لگ سکا۔ جو ہمیشہ کے لئے اقامت گزیں ہو چکے ہیں پھر کوچ نہ کریں گے اور جو ابدی حیات کا مزہ چکھ چکے ہیں پھر ان پر موت کبھی نہیں آئے گی۔" پھر میں واپس آگیا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہاں لوگوں کا جم غفیر آپہنچا۔ مؤذن نے اذان دی، اقامت ہوئی اور ہم امام کے انتظار میں صف بستہ کھڑے ہوگئے۔ اسی دوران جبرئیل نے مجھے پکڑ کر آگے کر دیا اور میں نے انہیں نماز پڑھائی۔ جب میں پیچھے مڑا تو جبرئیل نے کہا۔ اے محمد! کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ کے پیچھے نماز پڑھنے والے کون تھے؟ میں نے کہا۔ "نہیں" انہوں نے کہا۔ اللہ تعالیٰ نے جتنے انبیاء کرام مبعوث فرمائے ہیں ان سب نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی ہے۔ پھر جبرئیل میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے آسمان کی طرف لے گئے۔ جب ہم آسمان کے دروازہ پر پہنچے جبرئیل نے دروازہ کھلوانا چاہا۔ تو آواز آئی۔ "کون؟" کہا۔ "جبرئیل۔" پوچھا گیا۔ ساتھ کون ہے؟ بولے۔ محمد (ﷺ) پھر پوچھا۔ کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جبرئیل نے کہا۔ ہاں۔ چنانچہ اہل آسمان نے دروازہ کھولا اور کہا۔ آپ کو اور آپ کے ساتھ تشریف لانے والے کو مرحبا۔ جب ہم آسمان کی پشت پر پہنچے تو وہاں حضرت آدم علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ جبرئیل نے کہا۔ آپ اپنے باپ حضرت آدم علیہ السلام کو سلام نہیں کہتے۔ میں نے کہا۔ کیوں نہیں۔ چنانچہ میں ان کے پاس آیا اور سلام کیا۔ انہوں نے میرے سلام

کا جواب دیا اور کہا۔

مَرْحَبًا بِالْنَّبِیِّ وَالنَّبِیِّ الصَّالِحِ "فرزند ارجمند اور نبی صالح کو مرحبا۔"

مجھے دوسرے آسمان پر لے جایا گیا، جبرئیل امین نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا۔ تو حسب سابق سوال جواب ہوئے۔ وہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہما السلام تشریف فرما تھے۔ پھر مجھے تیسرے آسمان پر لے جایا گیا۔ جبرئیل امین نے دروازہ کھلوانا چاہا تو حسب سابق سوال جواب کے بعد دروازہ کھول دیا گیا۔ وہاں حضرت یوسف علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ پھر مجھے چوتھے آسمان پر لے جایا گیا۔ جبرئیل امین نے دروازہ کھلوانا چاہا تو یہاں بھی حسب سابق باتیں ہوئیں۔ وہاں حضرت ادریس علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ پھر مجھے پانچویں آسمان پر لے جایا گیا۔ جبرئیل امین نے درواہ کھولنے کے لئے کہا۔ پہلے کی طرح سوال جواب ہوئے اور دروازہ کھول دیا گیا۔ وہاں حضرت ہارون علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ پھر مجھے چھٹے آسمان کی طرف لے جایا گیا جبریل امین نے دروازہ کھلوانا چاہا تو وہی سوال جواب ہوئے۔ اس آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ پھر مجھے ساتویں آسمان پر لے جایا گیا۔ جبریل امین نے دروازہ کھلوانا چاہا تو وہی باتیں ہوئیں اور دروازہ کھول دیا گیا وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ پھر جبریل امین مجھے ساتویں آسمان کے اوپر لے گئے یہاں تک کہ ایک نہر پر جا پہنچے جس پر یاقوت، موتی اور زبرجد کے خیمے تھے اور اس پر سبز پرندے موجود تھے ایسے بارونق اور خوشنما پرندے میں نے کبھی نہ دیکھے تھے۔ میں نے کہا۔ اے جبرئیل! یہ پرندے بڑے پر بہار اور خوشنما ہیں۔ اس نے کہا ان کو کھانے والا ان سے بھی نازک اور بارونق ہے۔ پھر وہ بولے۔ کیا آپ جانتے یں کہ یہ کونسی نہر ہے؟ میں نے کہا۔ نہیں۔ بولے یہ نہر کوثر ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔ میں نے دیکھا کہ اس میں سونے اور چاندی کے برتن پڑے ہوئے ہیں۔ اس کا پانی جو دودھ سے زیادہ سفید ہے یاقوت اور زمرد کے ٹکڑوں پر بہہ رہا ہے۔ میں نے ایک برتن اٹھایا اور اس میں پانی لے کر پیا تو وہ شہد سے زیادہ میٹھا اور کستوری سے زیادہ عطر بیز تھا۔ پھر وہ مجھے لے کر شجرہ (سدرۃ المنتہٰی کے درخت) کے پاس پہنچے۔ مجھ پر بادل سا چھا گیا جس میں ہر رنگ موجود تھا۔ وہاں جبرئیل نے مجھے چھوڑ دیا اور میں اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہو گیا۔ رب کریم نے فرمایا۔ اے محمد! جس روز میں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا تھا اسی دن آپ پر اور آپ کی امت پر پچاس نمازیں فرض کر دی تھیں۔ پس آپ اور آپ کی امت ان کی پابندی کرے۔ پھر بادل چھٹ گیا اور جبرئیل نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ میں فوراً واپس پلٹا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس آیا تو

انہوں نے کوئی بات نہ کی۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا تو انہوں نے کہا۔ اے محمد! آپ نے کیا کیا؟ میں نے کہا کہ میرے رب نے مجھ پر اور میری امت پر پچاس نمازیں فرض کی ہیں۔ انہوں نے کہا۔ آپ اور آپ کی امت میں اس بارِ گراں کو اٹھانے کی طاقت نہیں۔ لہٰذا اپنے رب کے پاس لوٹ جائیے اور تخفیف کی التجا کیجئے۔ میں فوراً واپس ہوا۔ جب شجرہ (درخت) کے پاس پہنچا تو پھر بادل چھا گیا اور میں سجدہ ریز ہو گیا۔ میں نے عرض کی۔ ربّ کریم! ہم پر تخفیف فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے دس کم کر دیں۔ پھر بادل چھٹ گیا اور میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹ آیا۔ انہیں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے دس کم فرما دی ہیں۔ انہوں نے کہا آپ پھر جائیں اور تخفیف کی التجا کریں -- پھر راوی نے پوری حدیث بیان کی -- یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ''یہ ہیں تو پانچ نمازیں مگر ثواب پچاس کے برابر ملے گا۔'' اس کے بعد حضور پاک ﷺ مراجعت فرمائے ارض گیتی ہوئے۔ واپسی پر حضور نے جبرئیل سے پوچھا۔ کیا وجہ ہے کہ میں آسمان کے مکینوں میں سے جن کے پاس بھی گیا انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور مجھے دیکھ کر مسکرائے۔ مگر ایک شخص ایسا بھی تھا جس پر میں نے سلام کیا تو اس نے سلام کا جواب دے کر مرحبا کہا مگر مسکرایا نہیں جبریل نے کہا۔ ''وہ مالک ہیں جو داروغہ جہنم ہیں۔ جب سے جہنم کو پیدا کیا گیا ہے وہ کبھی نہیں مسکرائے اگر وہ کسی کے لئے مسکرائے ہوتے تو آپ کی خاطر ضرور مسکراتے۔'' پھر حضور واپسی کے لئے سوار ہوئے۔ دوران سفر آپ کا گزر قریش کے ایک قافلے پر ہوا جو غلہ لا رہا تھا۔ ایک اونٹ پر دو بوریاں لدی ہوئی تھیں۔ ایک سیاہ اور دوسری سفید۔ جب آپ قافلے کے بالمقابل آئے تو اونٹ بدک گئے اور ایک طرف ہٹ گئے۔ مذکورہ اونٹ گر پڑا اور اس کا کوئی عضو ٹوٹ گیا اس کے بعد حضور آگے روانہ ہو گئے۔ صبح ہوئی تو آپ نے رات کا یہ واقعہ معراج سب کو سنایا۔ جب مشرکین نے یہ بات سنی تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور کہا۔ ''کیا تم اپنے ساتھی کی تصدیق کر لو گے۔ وہ کہتا ہے کہ وہ آج رات مہینہ بھر کی مسافت طے کر کے واپس بھی آ گیا ہے۔'' صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

اِنْ کَانَ قَالَهٗ فَقَدْ صَدَقَ

اگر یہ بات میرے محبوب کریم ﷺ نے فرمائی ہے تو یقیناً سچ ہے۔

کیونکہ ہم اس سے زیادہ ناقابل یقین باتوں پر ان کی تصدیق کرتے ہیں یعنی آسمان کی باتوں کو مان لیتے ہیں۔

مشرکین نے حضور سے معجزۂ معراج کی علامت اور دلیل مانگی تو آپ نے فرمایا۔ ''واپسی پر

میں فلاں مقام پر قریش کے قافلے کے پاس سے گزرا اونٹ ہم سے بدک گئے اور ایک طرف ہٹ گئے۔ ان میں ایک ایسا اونٹ بھی تھا جس پر سیاہ اور سفید دو بوریاں لدی ہوئی تھیں وہ خوف کے مارے گر پڑا اور اس کا ایک عضو ٹوٹ گیا۔" جب قافلہ پہنچا تو مشرکین نے ان سے پوچھا۔ ان کا بیان حضور کے فرمان کے عین مطابق نکلا۔ حضرت ابو بکر کو اسی واقعہ معراج کی تصدیق کرنے کی وجہ سے صدیق کہا جاتا ہے مشرکین نے حضور سے ایک اور سوال کیا کہ جن لوگوں سے آپ ملے تھے کیا ان میں حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام بھی تھے۔ آپ نے فرمایا۔ "ہاں" وہ بولے۔ "ان حضرات کا حلیہ بیان کریں۔" حضور ﷺ نے فرمایا۔ "حضرت موسیٰ علیہ السلام گندمی رنگ کے تھے جیسے ازد عمان کے لوگ ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام میانہ قد تھے۔ ان کے گیسو مبارک سیدھے تھے اور رنگت پر سرخی غالب تھی۔ یوں دکھائی دیتا تھا گویا داڑھی مبارک سے موتی جھڑ رہے ہیں۔"

ابن جریر رحمتہ اللہ علیہ اور ابن مردویہ اپنی اپنی تفاسیر میں نیز بیہقی بہ سند عبدالرحمٰن بن ہاشم بن عتبہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب جبرئیل امین نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں براق پیش کیا تو اس نے اپنے کان بجائے۔ جبرئیل نے کہا۔ اے براق! ایسا نہ کر، اللہ کی قسم! تجھ پر بے مثل و بے مثال ہستی سوار ہے۔ اس کے بعد حضور روانہ ہوگئے۔ دوران سفر کیا دیکھتے ہیں کہ راستے کی ایک جانت بڑھیا بیٹھی ہے۔ آپ نے پوچھا۔ جبرئیل! یہ کیا ہے؟ جبرئیل نے کہا آپ چلتے جائیں۔ چنانچہ جتنی مسافت رب کو منظور تھی حضور نے طے فرمائی۔ پھر اچانک راستے سے ہٹ کر کوئی چیز دکھائی دی جس سے آواز آرہی تھی۔ اے محمد! میرے پاس آجاؤ۔ جبرئیل نے کہا۔ آپ آگے بڑھتے جائیں۔ پھر جتنی مسافت اللہ تعالیٰ کو منظور تھی حضور نے طے فرمائی۔ ازاں بعد آپ کی ملاقات اللہ تعالیٰ کی ایک خاص مخلوق سے ہوئی، جنہوں نے ان الفاظ کے ساتھ سلام پیش کیا۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَوَّلُ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا آخِرُ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَاشِرُ

جبرئیل نے کہا۔ آپ ان کے سلام کا جواب مرحمت فرمائیں۔ چنانچہ آپ نے سلام کا جواب عطا فرمایا۔ پھر دوسری اور تیسری مرتبہ بھی ان سے ملاقات ہوئی۔ اور انہوں نے ہدیہ سلام پیش کیا یہاں تک کہ آپ بیت المقدس میں جا پہنچے۔ جہاں پانی، شراب اور دودھ موجود تھا۔ رسول کریم ﷺ نے دودھ لے لیا۔ یہ دیکھ کر جبرئیل بولے۔ آپ نے فطرت کو پالیا ہے۔ اگر بفرض محال آپ پانی پی لیتے تو آپ کی امت غرض ہو جاتی اور اگر آپ شراب پی لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو

جاتی۔ پھر حضرت آدم اور دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام کو حضور کی خاطر وہاں بھیجا گیا۔ رسول پاک ﷺ نے اس رات ان سب کی امامت فرمائی پھر جبرئیل امین نے کہا۔

"راستے کی ایک طرف جو بڑھیا دکھائی دی تھی اس کی عمر جتنی باقی رہ گئی ہے دنیا کی عمر بھی اتنی ہی باقی ہے۔ جس شخص نے آواز دے کر آپ کو اپنے پاس بلانا چاہا تھا وہ دشمن خدا ابلیس تھا وہ چاہتا تھا کہ آپ اس کی طرف مائل ہو جائیں۔ اور جن لوگوں نے آپ کو سلام کہا تھا وہ حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام تھے۔"

احمد، عبد بن حمید، ابن جریر، ترمذی، بیہقی، ابن مردویہ اور ابو نعیم رحمہم اللہ بہ سند قتادہ، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ شب اسراء حضور نبی کریم ﷺ کے پاس براق لایا گیا جس پر زین کسی ہوئی اور لگام لگی ہوئی تھی۔ براق پیش کرنے کا مقصد یہ تھا کہ حضور اس پر سوار ہو جائیں۔ براق نے ذرا شوخی دکھائی تو جبرئیل نے کہا۔ "کیا تو اس سراپا حمد و ستائش ذات محمد ﷺ کے سامنے شوخی دکھاتا ہے۔ اللہ کی قسم! تجھ پر کبھی ایسا شخص سوار نہیں ہوا جسے اللہ تعالیٰ کے ہاں ان سے زیادہ عزت و کرامت نصیب ہو۔" جبرئیل امین کی یہ بات سن کر براق عرقِ ندامت سے شرابور ہو گیا۔

احمد اور ابوداؤد رحمہم اللہ بہ سند عبدالرحمٰن بن جبیر حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سیاح لامکاں، محبوب کل جہاں ﷺ نے فرمایا۔ "جب مجھے معراج ہوئی تو میں ایسے لوگوں کے پاس سے گزرا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ ناخنوں سے اپنے چہرے اور سینے چھیل رہے تھے۔ میں نے پوچھا۔ جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا۔ "یہ وہ لوگ ہیں جو دوسروں کا گوشت کھاتے ہیں (یعنی غیبت کرتے ہیں) اور ان کی آبروریزی اور عصمت دری کے درپے رہتے ہیں۔

حضرت امام مسلم رحمتہ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شبِ اسراء میرا گزر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ہوا جو اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

ابو یعلی اور بیہقی رحمہم اللہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ایک صحابی نے بتایا کہ شب اسراء حضور نبی کریم ﷺ کا گزر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ہوا جو اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ حضور کو براق پر سوار کر کے لے جایا گیا۔ حضور فرماتے ہیں کہ میں نے گھوڑے کو یا چوپائے کو نیزے کے

سرے سے باندھ دیا۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کیا۔ یارسول اللہ! اس براق کا کچھ حلیہ بیان کریں حضور نے فرمایا۔ وہ فلاں چیز کی طرح تھا اور فلاں چیز کی طرح تھا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے دیکھا تھا۔

ابن مردویہ، حضرت قتادہ حضرت سلیمان تیمی، حضرت ثمامہ اور حضرت علی بن زید رضی اللہ عنہم سے اور یہ سب حضرات حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ شہنشاہ کونین، صاحب قاب قوسین ﷺ نے فرمایا "شب معراج میرا گزر ایسے لوگوں پر ہوا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے۔ ہونٹ کٹتے اور پھر ٹھیک ہو جاتے۔ میں نے پوچھا۔ اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا۔ یہ آپ کی امت کے خطیب ہیں جو دوسروں کو ایسی باتیں بتاتے ہیں جن پر خود عمل نہیں کرتے۔

ابن مردویہ بہ سند حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ شب معراج حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر نماز فرض کی گئی۔

ابن ماجہ، حکیم ترمذی (نوادر الاصول میں)، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ علیہ بہ سند یزید بن ابی مالک حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ مرشد قلب و نگاہ ﷺ نے فرمایا۔

"شب اسراء میں نے دیکھا کہ جنت کے دروازے پر یہ لکھا ہوا تھا۔

اَلصَّدَقَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا وَالْقَرْضُ بِثَمَانِيَةَ عَشَرَ

صدقہ دینے سے دس گنا اور قرض دینے سے اٹھارہ گنا ثواب ملتا ہے

حضور فرماتے ہیں میں نے جبرئیل سے پوچھا۔ قرض کو صدقہ پر اتنی فضیلت کیوں دی گئی ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ جب کوئی سوالی سوال کرتا ہے تو اس کے پاس تھوڑا بہت مال ضرور موجود ہوتا ہے جبکہ ایک قرض خواہ شدید ضرورت کے بغیر قرض نہیں مانگتا۔

ابن مردویہ بہ سند محمد حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے تو آپ نے وہاں سونے کے پروانے دیکھے جو اس پر چمٹے ہوئے تھے۔

ابن مردویہ بہ سند ابو ہشام حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور نبی کریم ﷺ کو معراج ہوئی اس دن سے آپ کی خوشبو نئی نویلی دلہن کی طرح ہو گئی بلکہ اس سے بھی پاکیزہ تر۔

بزار رحمتہ اللہ علیہ بہ سند حضرت قتادہ، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے

ہیں کہ آقائے کائنات، فخر موجودات ﷺ نے اپنے رب کریم کو دیکھا۔

ابن سعد، سعید بن منصور (اپنی سنن میں) بزار، بیہقی، ابن مردویہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ بہ سند حارث بن عبید، ابو عمران جونی سے اور وہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔

"میں سو رہا تھا کہ جبرئیل آئے اور میرے شانوں کے درمیان ہاتھ مارا۔ میں اٹھا اور ایک درخت کی طرف چلا گیا جس میں پرندے کے گھونسلوں کی طرح دو جگہیں بنی ہوئی تھی۔ ایک میں جبرئیل بیٹھ گئے اور دوسری جگہ میں بیٹھ گیا۔ پھر وہ درخت بلند ہوا اور فضا میں بلند ہوتا گیا حتیٰ کہ اس نے مشرق و مغرب کو گھیر لیا۔ میں اپنی نگاہ چاروں طرف دوڑاتا رہا، اگر میں چاہتا تو آسمان کو بھی چھو سکتا تھا۔ میں نے جبرئیل امین کو دیکھا کہ وہ رحمت خداوندی کے د اقدس پر جم کر بیٹھے تھے۔ ان کے پر عزم شوق کی یہ کیفیت دیکھ کر مجھے اندازہ ہوا کہ انہیں معرفت ہی کا کتنا عظیم مرتبہ حاصل ہے۔ پھر آسمان کا ایک دروازہ میرے لئے کھولا گیا۔ میں نے عظیم الشان نور دیکھا اور حجاب عظمت کے پار موتیوں اور یاقوت کا رفرف نظر آیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے جو چاہا میری طرف وحی فرمایا۔

بیہقی فرماتے ہیں کہ حارث بن عبید رحمہم اللہ علیہ نے بھی اسی طرح روایت کیا ہے۔ اسی روایت کو حماد بن سلمہ نے ابو عمران جونی سے اور انہوں نے محمد بن عمیر بن عطارد سے بایں الفاظ نقل کیا ہے۔

"حضور نبی کریم ﷺ صحابہ کرام کے مجمع میں تشریف فرما تھے۔ جبرئیل امین آئے آپ کی پشت مبارک تھپکی اور آپ کو ایک درخت کی طرف لے گئے جس میں پرندوں کے آشیانوں کی طرح دو جگہیں موجود تھیں۔ حضور فرماتے ہیں۔ ایک جگہ میں بیٹھ گیا اور دوسری جگہ جبرئیل امین۔ پھر وہ درخت ہمیں بہت دور لے گیا یہاں تک کہ اس نے افق کو گھیر لیا۔ اگر میں چاہتا تو ہاتھ بڑھا کر آسمان کو چھو سکتا تھا۔ پھر ایک رسی لٹکائی گئی اور نور نازل ہوا۔ جبرئیل امین بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ وہ یوں دکھائی دے رہے تھے گویا درِ رحمت سے چمٹے ہوئے ہیں۔ میں سمجھا کہ میری بہ نسبت ان پر خوفِ خدا کا غلبہ ہے۔ پھر میری طرف وحی کی گئی۔ (اور پوچھا گیا) کیا تم شاہی کرنے والے نبی ہو یا بندگی اختیار کرنے والے؟ اور جنت کی راہ لو۔ تم کون ہو؟ جبرئیل امین اس وقت لیٹے ہوئے تھے انہوں نے اشارہ سے کہا۔ "تواضع کیجئے۔" چنانچہ میں نے کہا۔ "نہیں بلکہ میں بندگی کرنے والا نبی ہوں۔"

حافظ عماد الدین بن کثیر رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ معراج والے واقعہ کے علاوہ کوئی اور واقعہ ہے۔

حدیث ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابن مردویہ بہ سند عبید بن عمیر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ شب معراج میں نے جنت میں سفید موتی دیکھے۔ میں نے جبرئیل سے کہا، لوگ مجھ سے جنت کے بارے میں سوال کریں گے جبرئیل نے کہا۔ انہیں بتادینا کہ جنت کی زمین بالکل ہموار ہے اور اس کی مٹی کستوری کی طرح ہے۔

ابن مردویہ بہ سند قتادہ، مجاہد سے۔ وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور وہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ”شب معراج مجھے انتہائی پاکیزہ خوشبو محسوس ہوئی تو میں نے جبرئیل سے پوچھا۔ یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا۔ یہ کنگھی کرنے والی، اس کا خاوند اور اس کی بیٹی ہے جب وہ فرعون کی بیٹی کے بالوں میں کنگھی کر رہی تھی تو اچانک اس کے ہاتھ سے کنگھی گر پڑی۔ وہ بولی۔ ”فرعون ہلاک ہو جائے۔“ بچی نے اس کی بات اپنے والد کو بتادی اور اس نے اسے قتل کر دیا۔

حدیث بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ترمذی، حاکم (حاکم نے اس روایت کو صحیح کہا ہے)، ابونعیم، ابن مردویہ اور بزار رحمہم اللہ علیہ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ”جس رات مجھے معراج ہوئی تو جبرئیل اس صخرہ (چٹان) کے پاس آئے جو بیت المقدس میں موجود ہے۔ اس پر انگلی رکھ کر سوراخ کیا اور اس سے براق کو باندھ دیا۔

حدیث جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام بخاری اور امام مسلم رحمہم اللہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ”جب مجھے معراج کرائی گئی (میں نے واپس آکر قریش کو اپنی معراج سے آگاہ کیا) تو قریش نے کہا۔ یہ سب جھوٹ ہے۔ میں حطیم کعبہ میں جا کھڑا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے میرے اور بیت المقدس کے درمیان سارے حجابات دور فرمادیئے۔ چنانچہ بیت المقدس کو دیکھ دیکھ کر میں انہیں اس کی نشانیوں سے آگاہ کرنے لگا۔“

ابن مردویہ اور طبرانی رحمہم اللہ (اوسط میں) بہ سند صحیح حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "شب معراج میرا گزر ملأ اعلیٰ یعنی فرشتوں پر ہوا تو میں نے دیکھا کہ جبرئیل خوف خدا کی وجہ سے اس پرانے کپڑے کی طرح سکڑے ہوئے ہیں جو پالان یا کجاوے کے نیچے رکھا جاتا ہے۔"

حدیث حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

احمد، ابن ابی سیبہ، ترمذی، حاکم، نسائی، ابن جریر، ابن مردویہ اور بیہقی رحمہم اللہ علیہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے معراج نبوی کی مبارک رات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

"حضور نبی پاک ﷺ براق پر سوار ہوئے یہاں تک کہ آسمانوں کے دروازے کھول دیئے گئے۔ آپ نے جنت، دوزخ اور وعدہ آخرت سب کچھ ملاحظہ فرمایا۔ پھر واپس تشریف لے آئے۔ ترمذی اور حاکم رحمہم اللہ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ ابن مردویہ رحمتہ اللہ علیہ کے الفاظ یہ ہیں۔ "پھر حضور کو وہ سب کچھ دکھایا گیا جو آسمان اور زمین میں ہے۔ آپ سے پوچھا گیا۔ وہ کیسا براق تھا؟ فرمایا۔ سفید رنگ کا دراز قامت چوپایہ جس کی تیز رفتاری کا یہ عالم تھا کہ جہاں اس کی نگاہ پڑتی تھی وہاں قدم رکھتا تھا۔"

حدیث سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابن مردویہ رحمتہ اللہ علیہ حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "میں نے شب معراج ایک ایسے شخص کو دیکھا جو نہر میں تیر رہا تھا اور پتھر کھائے جا رہا تھا۔ میں نے پوچھا۔ یہ کون ہے؟ بتایا گیا کہ یہ سود خور ہے۔

حدیث سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابن عساکر رحمتہ اللہ علیہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جس رات جبرئیل نے مجھے سیر کرائی میں نے بلند آسمانوں پر تسبیح کی آواز سنی تو میرا دل لرز گیا۔ جبرئیل بولے۔ آگے بڑھئے۔ اے محمد! گھبرایئے مت۔ آپ کا اسم گرامی عرش پر بایں الفاظ لکھا ہوا ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

حدیث شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابن ابی حاتم، بیہقی، بزار، طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ

تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے عرض کی۔ یارسول اللہ! معجزۂ اسراء کیسے روپذیر ہوا؟ فرمایا"میں نے رات کے پہلے پہر عمامہ شریف باندھ کر اپنے صحابہ کے ساتھ نماز ادا کی۔ جبرئیل امین میرے پاس ایک سفید چوپایہ لے آئے جو گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا۔ مجھ سے کہا اس پر سوار ہو جائیے۔ میں سوار ہوا تو وہ شوخی کرنے لگا۔ جبرئیل نے اس کا کان پکڑ کر اسے ٹھیک کیا۔ پھر مجھے اس پر سوار کر دیا۔ وہ ہمیں لے کر روانہ ہو گیا۔ جہاں اس کی نگاہ پڑتی تھی وہاں قدم رکھتا تھا۔ یہاں تک کہ ہم ایسی سرزمین میں جا پہنچے جہاں نخلستان ہی نخلستان تھے۔ جبریل نے مجھے اتار کر کہا"یہاں نماز پڑھیے"میں نے نماز ادا کی۔ پھر ہم سوار ہو گئے۔ جبریل نے پوچھا۔"کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ نے کہاں نماز پڑھی ہے؟"میں نے کہا۔"نہیں"بولے۔"آپ نے یثرب میں نماز پڑھی ہے، آپ نے طیبہ میں نماز پڑھی ہے۔"براق ہمیں لے کر چلتا رہا۔ ایک مقام پر جبرئیل نے پھر کہا"اتریئے۔"میں نیچے اتر گیا۔ کہا"نماز پڑھیے"میں نے نماز ادا کی اور ہم سوار ہو گئے۔ جبرئیل نے پوچھا۔"کیا آپ کو معلوم ہے کہ آپ نے کہاں نماز پڑھی ہے؟"میں نے کہا۔"نہیں۔"بولے آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درخت کے پاس نماز پڑھی ہے۔ اس کے بعد ہم ایسی جگہ پہنچے جہاں محلات دکھائی دینے لگے۔ جبرئیل نے کہا۔"نیچے تشریف لائیے۔"میں نیچے اترا۔ کہا۔"نماز پڑھیے۔"میں نے نماز ادا کی اور ہم سوار ہو گئے۔ جبرئیل نے پوچھا کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ نے کہاں نماز پڑھی ہے۔"میں نے کہا۔"نہیں"کہا آپ نے بیت لحم میں نماز پڑھی ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی تھی۔ پھر جبرئیل مجھے آگے لے گئے۔ ہم شہر کے دوسرے (یمنی) دروازے سے داخل ہوئے۔ وہ مسجد کی جانب گئے اور براق کو اس سے باندھ دیا۔ پھر ہم اس دروازہ سے مسجد میں داخل ہوئے جہاں سے سورج اور چاند مائل بہ غروب ہوتے ہیں اور جہاں اللہ نے چاہا میں نے مسجد میں نماز پڑھی۔ مجھے سخت پیاس لگی۔ میرے پاس دو برتن لائے گئے ایک میں دودھ اور دوسرے میں شہد تھا۔ یہ دونوں چیزیں میرے پاس بھیجی گئیں۔ میں نے ان میں عدل کرنا چاہا اللہ تعالیٰ نے میری دستگیری فرمائی اور میں نے دودھ کا برتن لے لیا میں نے دودھ پیا جس سے میرا ماتھا ٹھنکا۔ میرے سامنے ایک بزرگ منبر سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے انہوں نے کہا۔"آپ کے ساتھی نے فطرت کو لے لیا ہے۔ یہ یقیناً ہادی ورہنما بنیں گے۔"پھر وہ مجھے اس سے آگے لے گئے۔ ہم ایک وادی میں جا پہنچے جہاں ایک شہر آباد تھا۔ اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ دوزخ رنگ برنگے غالیچے کی مانند ظاہر ہو رہی ہے۔ حضرت شداد بن اوس فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا، یارسول اللہ! آپ نے دوزخ کو کیسا پایا؟ فرمایا

"جیسے گرم پانی کا چشمہ ہو۔" اس کے بعد جبرئیل امین مجھے واپس لے آئے۔ فلاں مقام پر ہمارا گزر قریش کے ایک قافلے پر ہوا جن کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا اور فلاں شخص اسے ڈھونڈ لایا تھا۔ میں نے ان پر سلام کیا۔ بعض نے کہا۔ یہ تو محمد (ﷺ) کی آواز معلوم ہوتی ہے۔ پھر طلوع صبح سے پہلے میں مکہ مکرمہ میں اپنے صحابہ کے پاس آپہنچا۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے پاس آئے۔ پوچھا۔ "حضور! رات کو آپ کہاں تشریف لے گئے تھے۔ جہاں جہاں آپ کی موجودگی متوقع تھی میں نے آپ کو تلاش کیا۔" آپ نے فرمایا۔ "جانتے ہو؟ میں آج رات بیت المقدس گیا تھا۔ ابو بکر صدیق نے عرض کیا۔ حضور! بیت المقدس تو یہاں سے ایک ماہ کی مسافت پر واقع ہے۔ آپ بیت المقدس کے بارے میں کچھ بیان فرمائیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے سامنے راستے کے حجابات اٹھالئے گئے اور بیت المقدس صاف دکھائی دینے لگا۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجھ سے جو بات پوچھتے میں صاف صاف بتلا دیتا۔ انہوں نے کہا۔

اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔

مشرکین نے کہا۔ ابن ابی کبشہ کو دیکھو۔ کہتا ہے کہ وہ آج رات بیت المقدس سے ہو آیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ "میرے اس دعویٰ کی دلیل یہ ہے کہ میرا گزر تمہارے قافلے پر ہوا جو فلاں مقام سے آرہا تھا ان کا ایک اونٹ گم ہو گیا تھا جسے فلاں شخص ڈھونڈ لایا تھا۔ اپنی رفتار کے مطابق وہ فلاں فلاں جگہ پڑاؤ ڈالیں گے۔ تمہارے پاس فلاں دن پہنچیں گے۔ ان کے آگے آگے گندمی رنگ کا اونٹ ہوگا جس پر سیاہ اونی کمبل اور دو سیاہ رنگ کی بوریاں ہوں گی۔ جب مقررہ دن آیا تو لوگ بڑی بے تابی سے انتظار کرنے لگے۔ تقریباً دوپہر کے وقت قافلہ آپہنچا جس کے آگے آگے وہی اونٹ آرہا تھا جس کا ذکر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا۔

حدیث صہیب بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ علیہ حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ شب معراج جب رسول اللہ ﷺ کے سامنے پانی پیش کیا گیا اس کے بعد شراب اور پھر دودھ لایا گیا تو آپ نے دودھ لے لیا۔ جبریل نے کہا۔ "آپ نے بالکل ٹھیک کیا۔ آپ نے فطرت کو حاصل کر لیا۔ اسی دودھ کے ساتھ ہر چوپائے کو غذا فراہم کی جاتی ہے۔ اگر آپ شراب پی لیتے تو آپ اور آپ کی امت گمراہ ہو جاتی اور آپ اس وادی والوں میں سے ہو

جاتے۔"جبرئیل نے ایک وادی کی طرف اشارہ کیا جس میں جہنم دہک رہا تھا۔ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے دیکھا تو وہاں آگ شعلہ زن تھی۔

حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما

احمد، ابو نعیم اور ابن مردویہ بہ سند صحیح قابوس رحمہم اللہ علیہ سے وہ اپنے والد سے اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ شب معراج حضور نبی کریم ﷺ جنت میں تشریف لے گئے۔ وہاں ایک کونے سے آپ کو ہلکی سی آواز سنائی دی۔ پوچھا جبرئیل! یہ کیا ہے؟ وہ بولے۔ یہ آپ کے مؤذن بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز ہے جب حضور معراج سے واپس تشریف لائے تو فرمایا۔

قَدْ اَفْلَحَ بِلَالٌ رَاَیْتُ لَهٗ کَذَا وَ کَذَا

بلال دونوں جہاں میں کامیاب ہو گیا۔ میں نے اس کی یہ یہ شان دیکھی ہے۔

سفر معراج کے دوران حضور نبی کریم ﷺ کی ملاقات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی ہوئی۔ انہوں نے آپ کو اس طرح مرحبا کہا۔ مَرْحَبًا بِالنَّبِیِّ الْاُمِّیِّ

حضور فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام گندمی رنگ کے دراز قامت شخص ہیں اور ان کے بال خمدار نہیں ہیں۔ انہیں دیکھ کر حضور نے استفسار فرمایا اے جبرئیل! یہ کون ہیں۔ کہا۔ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ وہاں سے گزر کر آگے گئے تو آپ کو ایک باوقار اور بارعب بزرگ ملے۔ انہوں نے آپ کو مرحبا کہا۔ آپ نے ان کو سلام کیا اور وہ بھی آپ کو سلام کرنے لگے۔ حضور نے فرمایا۔ یہ کون ہیں؟ جبرئیل نے کہا۔ یہ آپ کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے دوزخ کو دیکھا تو وہاں کچھ ایسے لوگ تھے جو مردار کھا رہے تھے۔ آپ نے پوچھا۔ جبرئیل! یہ کون ہیں؟ کہا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو دوسرے لوگوں کا گوشت کھاتے ہیں۔ آپ نے ایک اور شخص کو دیکھا جس کی رنگت پر سرخی اور نیلا پن غالب تھا۔ اس کے متعلق استفسار فرمایا تو جبرئیل نے بتایا کہ یہ اونٹنی کی کونچیں کاٹنے والا ہے۔ جب حضور مسجد اقصیٰ میں پہنچے تھے تو نماز میں مصروف ہو گئے تھے۔ جملہ انبیاء آپ کے ساتھ مصروف نماز ہو گئے۔ جب آپ واپس ہونے لگے تو آپ کی خدمت میں دو پیالے لائے گئے۔ ایک دائیں طرف سے دوسرا بائیں طرف سے۔ ایک میں دودھ تھا جبکہ دوسرے میں شہد۔ آپ نے دودھ لے کر نوش فرما لیا۔ جس شخص کے پاس پیالہ تھا وہ

بولا۔ "آپ نے فطرت کو پالیا ہے۔"

احمد، ابو یعلی، ابو نعیم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ بہ سند حضرت عکرمہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ شب معراج حضور نبی کریم ﷺ کو بیت المقدس لے جایا گیا۔ پھر آپ اسی رات واپس تشریف لے آئے اور لوگوں کو اپنے سفر، بیت المقدس کی علامات اور قریش کے قافلہ کے بارے میں بتایا۔ لوگ کہنے لگے ہم محمد (ﷺ) کی باتوں کو نہیں مانتے۔ چنانچہ انہوں نے راہ کفر اختیار کی۔ پھر ایک دن آیا کہ اللہ تعالیٰ نے ابو جہل سمیت انہیں مروادیا۔ ابو جہل کہتا تھا۔ "محمد (ﷺ) ہمیں شجرۂ زقوم (تھوہر کے درخت) سے ڈراتے ہیں۔ کھجور اور مکھن کا مرکب تیار کر کے نگل جاؤ۔" حضور ﷺ نے دجال کو بھی اس کی اصلی شکل میں ظاہری آنکھوں سے دیکھا نہ کہ خواب میں۔ اسی طرح آپ نے حضرت عیسیٰ، حضرت موسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہم السلام کو بھی دیکھا۔ حضور سے دجال کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا۔ "میں نے اسے دیکھا کہ وہ خوب موٹا تازہ، ماہ رو اور حسین و جمیل تھا اس کی ایک آنکھ یوں دکھائی دی جیسے چمکتا ستارا ہو اور اس کے بال درخت کی شاخوں کی مثل تھے۔ میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ ان کا رنگ سفید، بال گھنگھریالے، نگاہ تیز اور پیٹ کم گوشت تھا۔ میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا جن کی رنگت گندمی سیاہی مائل، بال گھنے اور جسم قوی الخلقت تھا۔ میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی دیکھا اور خود سے بہت زیادہ مشابہ پایا۔ یوں لگتا تھا کہ جیسے وہ تمہارے صاحب (نبی) ہوں۔ جبرئیل امین نے کہا۔ اپنے جد امجد کو سلام کیجئے۔ میں نے انہیں سلام کیا۔

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سند سے نقل کرتے ہیں کہ آیت کریمہ۔

وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِيْ أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِلنَّاسِ (الاسراء:٦٠)

اور ہم نے جو نظارہ آپ کو دکھایا اسے نہیں بنایا مگر لوگوں کے لئے آزمائش۔

کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ دراصل ظاہری آنکھوں کا مشاہدہ تھا جو شب معراج رسول اللہ ﷺ کو کرایا گیا۔

امام بخاری اور امام مسلم رحمہم اللہ بہ سند حضرت قتادہ، حضرت ابو العالیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"میں نے شب معراج حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کو دیکھا جو دراز قامت اور

گھنگریالے بال والے تھے۔ قبیلہ شنوءہ کے آدمیوں کے ہم شکل دکھائی دیتے تھے۔ میں نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو دیکھا جن کا قد میانہ اور رنگت سرخ و سفید تھی جبکہ بالوں میں ذرا بھی خم نہ تھا۔ معراج کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے مجھے جو نشانیاں دکھائیں ان میں داروغہ جہنم مالک اور دجال خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ فرمان الٰہی ہے۔ فَلَا تَكُنْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآئِهٖ (السجدہ: ۲۳)

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے تھے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ملاقات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوئی تھی۔

احمد، نسائی، بزار، طبرانی، بیہقی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ بہ سند صحیح حضرت سعید بن جبیر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔ جب مجھے معراج کرائی گئی تو مجھے اپنے پاس سے پاکیزہ خوشبو گزرتی محسوس ہوئی۔ میں نے پوچھا یہ کیسی خوشبو ہے؟ بتایا گیا کہ یہ فرعون کی بیٹی کو کنگھی کرنے والی اور اس کی اولاد کی خوشبو ہے۔ اس کے ہاتھ سے کنگھی گر پڑی تھی تو اس کے منہ سے نکلا۔ ”بسم اللہ“ فرعون کی بیٹی بولی۔ ”کیا آپ میرے والد کا نام لے رہی ہیں؟“ اس نے جواب دیا۔ ”میرا پروردگار وہ ہے جو تیرا اور تیرے والد کا بھی پروردگار ہے۔“ وہ بولی۔ ”کیا میرے والد کے علاوہ آپ کا کوئی اور رب ہے؟“ مشاطہ نے جواب دیا۔ ”ہاں۔“ فرعون کو یہ بات معلوم ہوئی تو اس نے مشاطہ کو اپنے دربار میں بلوا کر پوچھا۔

أَلَكَ رَبٌّ غَيْرِىْ

کیا میرے علاوہ بھی تمہارا کوئی پروردگار ہے؟

مشاطہ نے کہا۔ نَعَمْ رَبِّىْ وَرَبُّكَ اللّٰهُ ”میرا اور تمہارا پروردگار اللہ تعالیٰ ہے۔“

فرعون نے حکم دیا کہ تانبے کا کھلا مجسمہ گرم کیا جائے۔ اس کے بعد اس نے اسے بچوں سمیت اس میں پھینکنے کا حکم دے دیا۔ ایک ایک کر کے سب کو اس میں ڈال دیا گیا حتیٰ کہ ایک شیر خوار بچہ بولا۔ ”امی جان! آپ حق پر ہیں۔“ آپ فرماتے ہیں کہ صغر سنی کے عالم میں پانچ بچوں کو اللہ تعالیٰ نے قوتِ گویائی عطا فرمائی ایک یہ بچہ۔ دوسرا حضرت یوسف علیہ السلام کا گواہ۔ تیسرا صاحب جریج اور چوتھے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام۔

احمد، ابن ابی شیبہ، نسائی، بزار، طبرانی اور ابو نعیم رحمہم اللہ بہ سند صحیح حضرت زرارہ بن ابی اوفیٰ سے اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔ ”شب معراج جب میں صبح کے وقت مکہ آیا تو ذرا متفکر تھا اور میں سمجھتا تھا کہ لوگ

میری بات کی تصدیق نہیں کریں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور پریشانی کے عالم میں ایک جگہ جا بیٹھے۔ دشمن خدا ابو جہل وہاں سے گزرا تو آکر آپ کے پاس بیٹھ گیا۔ پھر از راہِ مذاق کہنے لگا۔ کوئی خاص بات ہے؟ حضور نے فرمایا۔ "ہاں" بولا۔ "کیا بات ہے۔" فرمایا۔ "آج رات مجھے سیر کرائی گئی ہے۔" پوچھا۔ "کہاں تک؟" فرمایا "بیت المقدس تک۔" ابو جہل نے کہا۔ "تو پھر صبح سویرے آپ یہاں ہمارے پاس بھی آپہنچے؟" فرمایا۔ "بالکل۔" ابو جہل نے کہا۔ "اگر میں آپ کی قوم کو بلا لاؤں تو کیا ان کے سامنے بھی وہی بات کرو گے جو میرے ساتھ کر رہے ہو؟" آپ نے فرمایا "ہاں۔" اس نے فوراً کعب بن لوئ کے خاندان والوں کو آواز دے کر بلا لیا۔ لوگ بڑی تیزی سے آگئے۔ جب سب لوگ آپہنچے تو ابو جہل بولا۔ "آپ انہیں بھی وہی بات بتائیں جو مجھے بتلا رہے تھے" حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ "آج رات مجھے سیر کرائی گئی ہے۔" لوگوں نے پوچھا "کہاں تک۔" فرمایا۔ "بیت المقدس تک۔" لوگ بولے۔ "پھر صبح آپ یہاں بھی آگئے؟" فرمایا "ہاں۔" حضور کی گفتگو سن کر وہ بہت حیران ہوئے۔ فرط حیرت سے کسی نے ہاتھ پہ ہاتھ مارا تو کسی نے اپنے سر پر ہاتھ رکھ دیا اور کہنے لگے۔ "کیا آپ مسجد اقصیٰ کا نقشہ بیان کر سکتے ہیں؟" حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ "ان کے پوچھنے پر میں نے مسجد اقصیٰ کی کیفیت بیان کرنا شروع کر دی۔ پھر مجھے شک سا پڑ گیا تو مسجد میرے سامنے آگئی۔ وہ مجھے صاف دکھائی دینے لگی گویا عقیل یا عقال کے مکان کے پاس ہو۔ میں مسجد کو دیکھ دیکھ کر اس کا نقشہ بیان کرنے لگا۔" لوگوں نے کہا۔ "مسجد اقصیٰ کا نقشہ تو انہوں نے ٹھیک بیان کیا ہے۔"

ابن مردویہ رحمتہ اللہ علیہ بہ سند شہر بن حوشب ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا۔ "شب معراج مجھے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس لایا گیا۔ انہوں نے کہا۔ "اے محمد! اپنی امت کو بتا دینا کہ جنت کی زمین ہموار ہے۔ اور اس کے پودے یہ کلمات ہیں۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ أَكْبَرُ

ابن مردویہ رحمتہ اللہ علیہ بہ سند سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جس رات نبی کریم ﷺ کو معراج نصیب ہوئی اس رات آپ کا گزر ایسے انبیاء کرام کے پاس سے ہوا جن کے ساتھ چند امتی تھے۔ کچھ ایسے انبیاء بھی تھے جن کے ساتھ ایک پوری جماعت تھی اور چند ایسے بھی تھے جن کے ساتھ ایک امتی بھی نہیں تھا۔

پھر ایک بہت بڑی جماعت گزری۔ حضور فرماتے ہیں میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ بتایا گیا کہ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم ہے۔ پھر مجھے کہا گیا آپ اپنا سر مبارک اٹھا کر دیکھیں۔ میں نے دیکھا تو مجھے لوگوں کا جم غفیر نظر آیا جنہوں نے آفاقِ عالم کو گھیر رکھا تھا۔ مجھے کہا گیا کہ یہ آپ کی امت ہے اور آپ کی امت میں ان کے علاوہ ستر ہزار ایسے خوش نصیب ہیں جو حساب کے بغیر جنت میں داخل ہوں گے۔

طبرانی رحمتہ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے۔ اس وقت وہ اپنی قبر انور میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔

احمد رحمتہ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پاک ﷺ پر پچاس نمازیں فرض کی تھیں پھر حضور نے اپنے رب کریم سے تخفیف کی درخواست کی تو اللہ تعالیٰ نے کم فرما کر پانچ کر دیں۔

طبرانی رحمتہ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا۔ "جب مجھے معراج کرائی گئی تو میں سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچا وہاں میں نے دیکھا کہ اس کے بیر مٹکوں کی طرح تھے۔"

احمد رحمتہ اللہ علیہ بہ سند صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "میں نے اپنے رب کریم عزوجل کو دیکھا ہے۔"

طبرانی رحمتہ اللہ علیہ "اوسط" میں بہ سند صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ فرمایا کرتے۔ "حضور نبی پاک ﷺ نے اپنے پروردگار کو دو مرتبہ دیکھا ہے۔ ایک دفعہ ظاہری آنکھوں سے اور دوسری دفعہ دل کی آنکھوں سے۔"

طبرانی رحمتہ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے اپنے رب کو دیکھا۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا۔ "کیا حضور نے اپنے رب کو دیکھا ہے؟" انہوں نے فرمایا۔ "ہاں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شرف کلام سے نوازا، حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مقام خلت عطا فرمایا اور حضور نبی کریم ﷺ کو اپنا دیدار عطا فرمایا۔" بیہقی رحمتہ اللہ علیہ نے اسی روایت کو "کتاب الرؤیہ" میں بایں الفاظ نقل کیا ہے۔ "بے شک اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلت کے لئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام کے لئے اور

حضرت محمد ﷺ کو دیدار کے لئے چن لیا۔" انہوں نے ان الفاظ کے ساتھ بھی نقل کیا ہے "کیا تمہیں اس بات پر حیرت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خلت، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کلام اور حضور نبی پاک ﷺ کو رؤیت خداوندی کا مقام رفیع مل جائے۔"

فرمان الٰہی مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى (دل نے اسے نہ جھٹلایا جو چشم مصطفیٰ نے دیکھا) اور وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى (اور انہوں نے تو اسے دوبارہ بھی دیکھا) کے تحت حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا یہ قول امام مسلم نے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے تھے کہ حضور نے اللہ تعالیٰ کو دو مرتبہ دل کی آنکھوں سے دیکھا۔

ابن مردویہ رحمتہ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ایک کمزور سند کے واسطہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ شب معراج اللہ تعالیٰ نے مجھے یاجوج و ماجوج کی طرف بھیجا میں نے انہیں اللہ تعالیٰ کے دین اور اس کی عبادت کی طرف بلایا تو انہوں نے انکار کر دیا۔ پس وہ دوزخ میں جائیں گے اور ان کے ساتھ انسان اور شیطان کی ساری نافرمان اولاد بھی ہوگی۔

حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما

طبرانی رحمتہ اللہ علیہ "اوسط" میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور نبی کریم ﷺ کو آسمان کی طرف لے جایا گیا تو آپ کی طرف اذان وحی کی گئی۔ آپ اسے لے کر مراجعت فرما ہوئے۔ پھر جبرئیل امین علیہ السلام نے آپ کو اذان کا طریقہ سکھلایا۔

ابوداؤد اور بیہقی رحمہما اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ پہلے پچاس نمازیں فرض کی گئیں۔ غسل جنابت سات مرتبہ کرنے کا حکم تھا اور اسی طرح پیشاب سے ناپاک ہو جانے والے کپڑے کو بھی سات دفعہ دھونے کا حکم تھا۔ رسول پاک ﷺ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان احکام کی تخفیف کا سوال کرتے رہے۔ یہاں تک کہ نمازیں پانچ ہو گئیں۔ غسل جنابت ایک مرتبہ کرنے کا حکم دیا گیا اور اسی طرح پیشاب سے ناپاک ہو جانے والے کپڑے کو بھی ایک مرتبہ دھونے کا حکم نازل ہوا۔

حدیث ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما

ابن مردویہ رحمتہ اللہ علیہ حضرت عمرو بن شعیب سے، وہ اپنے والد سے اور وہ اپنے والد گرامی سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کو ہجرت سے ایک سال قبل ربیع الاول

شریف کی ستر ہویں شب معراج نصیب ہوئی۔

بیہقی رحمتہ اللہ علیہ حضرت ابن شہاب سے روایت کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمانے سے ایک سال پہلے حضور نبی کریم ﷺ کو بیت المقدس کی سیر کے لئے لے جایا گیا۔

بیہقی رحمتہ اللہ علیہ نے حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اسی طرح کی روایت نقل کی ہے۔

بیہقی رحمتہ اللہ علیہ حضرت سدی سے روایت کرتے ہیں کہ ہجرت سے سولہ ماہ قبل حضور نبی کریم ﷺ کو معراج نصیب ہوئی۔

حدیثِ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام مسلم رحمتہ اللہ علیہ بہ سند مرہ ہمدانی حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور ﷺ کو معراج ہوئی تو آپ سدرۃ المنتہیٰ پر جا پہنچے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں ہر اوپر جانے والی چیز آ ٹھہرتی ہے۔ دوسری جگہ یہ الفاظ ملتے ہیں کہ اس جگہ اوپر جانے والی روحیں آ ٹھہرتی ہیں یہاں تک کہ انہیں وصول کر لیا جاتا ہے۔ اور اوپر کی جانب سے نازل کی جانے والی چیزیں بھی یہاں آ کر روک لی جاتی ہیں یہاں تک کہ انہیں وصول کر لیا جاتا ہے۔ فرمان الٰہی ہے۔

اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى۔ ''جب سدرہ پر چھا رہا تھا جو چھا رہا تھا۔''

راوی بیان کرتے ہیں کہ اس پر سونے کے پروانے چھائے ہوئے تھے۔ اور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو یہ چیزیں عطا فرمائی گئیں۔ پانچ نمازیں، سورۂ بقرہ کی آخری آیات اور آپ کے ہر اس امتی کی لغزشوں کو معاف کر دیا گیا جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو۔

ابن عرفہ (اپنی کتاب میں) ابو نعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ بہ سند ابو عبیدہ بن عبد اللہ بن مسعود اپنے والد حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

''جبرئیل میرے پاس ایک چوپایہ لائے جو گدھے سے چھوٹا اور خچر سے بڑا تھا۔ مجھے اس پر سوار کیا وہ ہمیں لے کر روانہ ہو گیا۔ جب وہ کسی چڑھائی پر چڑھتا تو اس کی پچھلی ٹانگیں لمبی ہو کر اگلی ٹانگوں کے برابر ہو جاتی تھیں اور جب کہیں نیچے اترتا تو اگلی ٹانگیں لمبی ہو کر پچھلی ٹانگوں کے برابر ہو جاتی تھیں۔ ہم ایک ایسے شخص کے پاس سے گزرے جس کا قد لانبا، بال سیدھے اور رنگ گندمی تھا۔ وہ قبیلہ شنوءہ کے آدمیوں کا ہم شکل تھا اور باآواز بلند کہہ رہا تھا۔ ''تو نے ان کو عزت عطا

کی اور انہیں فضیلت بخشی۔ "ہم ان کے پاس پہنچے اور سلام کیا انہوں نے ہمارے سلام کا جواب دے کر پوچھا "جبرئیل! یہ تمہارے ساتھ کون ہیں؟ جبرئیل نے کہا۔ یہ احمد (ﷺ) ہیں۔" وہ بولے۔

مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الْعَرَبِيِّ الَّذِی بَلَّغَ رِسَالَةَ رَبِّهٖ وَنَصَحَ لِاُمَّتِهٖ

اس امی لقب، عربی نبی کو ہم خوش آمدید کہتے ہیں جنہوں نے اپنے رب کا پیغام ہدایت لوگوں تک پہنچایا اور جو اپنی امت کا خیر خواہ ہے۔

پھر ہم روانہ ہوگئے۔ میں نے جبرئیل سے پوچھا۔ یہ کون تھے؟ انہوں نے بتایا کہ یہ حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام تھے۔ میں نے کہا۔ یہ کس کے ساتھ ناز بھری باتیں کر رہے تھے؟ کہا۔ "آپ کے بارے میں اپنے رب کے ساتھ محو کلام تھے۔" میں نے کہا۔ "کیا اپنے رب کے ساتھ اونچی آواز میں باتیں کر رہے تھے؟" جبرئیل نے کہا "اللہ تعالیٰ ان کی تیزی طبع سے بخوبی واقف ہے۔"

ہم پھر روانہ ہوگئے یہاں تک کہ ایک درخت کے پاس سے گزرے جس کے پھل چراغ دان کی مانند تھے۔ اس درخت کے نیچے ایک بزرگ اپنی اولاد کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ جبرئیل نے کہا۔ "اپنے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جایئے۔ ہم ان کے پاس گئے اور انہیں سلام کیا۔ انہوں نے وعلیکم السلام کہا۔ پھر پوچھا۔ "جبرئیل! تمہارے ساتھ یہ کون ہیں؟ جبرئیل نے کہا۔ "یہ آپ کے فرزند ارجمند احمد (ﷺ) ہیں۔" انہوں نے ان الفاظ کے ساتھ میرا استقبال کیا۔

مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الَّذِیْ بَلَّغَ رِسَالَةَ رَبِّهٖ وَنَصَحَ لِاُمَّتِهٖ يَا بُنَيَّ اِنَّكَ لَاقٍ رَبَّكَ اللَّيْلَةَ وَاِنَّ اُمَّتَكَ اٰخِرُ الْاُمَمِ وَاَضْعَفُهَا فَاِنْ اِسْتَطَعْتَ اَنْ تَكُوْنَ حَاجَتُكَ كُلُّهَا اَوْجُلُّهَا فِي اُمَّتِكَ فَافْعَلْ

ہم اس نبی امی کو خوش آمدید کہتے ہیں جنہوں نے اپنے رب کا پیغام اپنی امت تک پورے خلوص اور خیر خواہی کے ساتھ پہنچایا۔ اے فرزند دلبند! آج تمہاری ملاقات اپنے رب کریم سے ہوگی۔ آپ کی امت تمام امتوں کے بعد آنے والی اور سب سے کثیر التعداد ہوگی۔ اگر ممکن ہو تو اپنے رب کریم سے اپنی امت کی ساری حاجتوں یا اکثر حاجتوں کو پورا کرنے کا سوال کرنا۔

پھر ہم روانہ ہوگئے یہاں تک کہ مسجد اقصیٰ میں جا پہنچے۔ میں سواری سے اترا اور اسے مسجد کے دروازے کے پاس اس حلقہ سے باندھ دیا جس کے ساتھ انبیاء کرام اپنی سواریاں باندھا کرتے تھے۔ پھر مسجد میں داخل ہوا اور دیکھا کہ انبیاء کرام مصروف عبادت ہیں کوئی حالت قیام میں ہے تو

کوئی رکوع یا سجود کی کیفیت میں۔ اس کے بعد میرے پاس دو پیالے لائے گئے۔ ایک میں شہد تھا جبکہ دوسرے میں دودھ۔ میں نے دودھ لے کر پی لیا۔ جبرئیل امین نے میرے کندھے پر ہاتھ مار کر کہا۔ "آپ نے فطرت کو پالیا ہے۔" ازاں بعد نماز کھڑی ہوگئی میں نے ان سب کی امامت کی۔ پھر ہم لوٹ آئے۔

احمد، ابن ماجہ، سعید بن منصور اور حاکم رحمہم اللہ بہ سند مؤثر بن غفارہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی رحمت ﷺ نے فرمایا۔

"شب معراج میری ملاقات حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام سے ہوئی۔ سب کے ساتھ قیامت کا معاملہ زیر بحث آیا۔ انہوں نے یہ معاملہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حوالے کیا۔ مگر انہوں نے فرمایا مجھے وقوع قیامت کا علم نہیں ہے۔ پھر یہ معاملہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حوالے کیا گیا انہوں نے بھی فرمایا۔ مجھے بھی اس کے بارے میں کوئی علم نہیں۔ جب یہ معاملہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سپرد ہوا تو انہوں نے فرمایا۔

"جہاں تک وقوع قیامت کا تعلق ہے تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا۔ تاہم اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ جو وعدے کر رکھے ہیں ان میں یہ بھی ہے کہ جب دجال نکلے گا تو میرے پاس دو تلواریں ہوں گی۔ مجھے دیکھتے ہی وہ سیسے کی طرح پگھل جائے گا اور اسے اللہ تعالیٰ ہلاک کر دے گا۔ یہاں تک کہ پتھر اور درخت بول کر کہیں گے۔ اے مسلمان! آجا۔ میرے نیچے کافر چھپا ہوا ہے۔ اسے قتل کر دے اس طرح اللہ تعالیٰ ان سب کو ہلاک کر دے گا۔ پھر لوگ اپنے علاقوں اور وطنوں کی طرف لوٹ جائیں گے۔ اس وقت یاجوج وماجوج کا ظہور ہوگا جو بڑی ہی تیزی کے ساتھ ہر بلندی سے اتریں گے اور شہر بہ شہر روند ڈالیں گے۔ جس چیز کے پاس سے گزریں گے اسے تباہ و برباد کر دیں گے اور جس پانی کے پاس سے گزریں گے اسے پی جائیں گے۔ پھر لوگ میرے پاس آکر ان کی شکایت کریں گے۔ میں ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے بددعا کروں گا۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہلاکت اور موت سے دوچار کر دے گا۔ ان کی لاشوں کی بدبو سے ساری دنیا متعفن ہو جائے گی۔ پھر بارش برسے گی اور ان کی لاشوں کو بہا کر سمندر میں لے جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ ایسی صورت حال میں قیامت پورے ماہ کی حاملہ خاتون کی مانند ہوگی۔ جس کے گھر والوں کو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ دن یا رات کے کس لمحے اچانک ولادت ہو جائے گی۔

بزار، ابو یعلی، حارث بن ابو اسامہ، طبرانی، ابو نعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ بہ سند حضرت

علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"میرے پاس براق لایا گیا اور میں اس پر سوار ہو گیا۔ جب وہ کسی پہاڑی پر چڑھتا تو اس کی پچھلی ٹانگیں اونچی ہو جاتیں اور نیچے اترتا تو اگلی ٹانگیں اونچی ہو جاتیں۔ وہ ہمیں گرم اور متعفن سرزمین میں لے کر چلتا رہا۔ پھر ہم کشادہ اور پاک سرزمین میں پہنچے۔ میرے استفسار پر جبرئیل نے کہا۔ وہ دوزخ کی سرزمین تھی اور یہ جنت کی سرزمین ہے۔ پھر میں نے دیکھا کہ ایک شخص کھڑا نماز پڑھ رہا ہے اس نے پوچھا۔ جبرئیل! یہ تمہارے ساتھ کون ہیں؟ جبرئیل نے جواب دیا آپ کے بھائی حضرت محمد (ﷺ) ہیں۔ یہ سن کر انہوں نے مجھے مرحبا کہا اور مجھے برکت کی دعا دی اور کہا۔ اپنی امت کے لئے آسانی کا سوال کرنا میں نے پوچھا۔ جبرئیل! یہ کون شخص ہیں؟ کہا یہ آپ کے بھائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ پھر ہم روانہ ہوگئے اچانک میں نے کوئی آواز سنی جیسے کوئی بلند آواز سے کسی سے شکوہ شکایت کر رہا ہو۔ ہم ایک آدمی کے پاس آپہنچے۔ اس نے پوچھا۔ "یہ تمہارے ساتھ کون ہیں؟" جبرئیل نے کہا۔ "آپ کے بھائی حضرت محمد (ﷺ) ہیں۔" انہوں نے سلام کیا میرے لئے برکت کی دعا فرمائی اور فرمایا۔ اپنی امت کے لئے آسانیاں مانگنا، میں نے پوچھا۔ جبرئیل! یہ کون ہیں؟ کہا۔ یہ آپ کے بھائی حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ میں نے کہا۔ یہ کس کے سامنے شکوہ سنج تھے؟ کہا۔ اپنے پروردگار کے سامنے۔ میں نے حیرت سے پوچھا کیا اپنے پروردگار کے سامنے؟ کہا ہاں۔ اللہ تعالیٰ ان کی تیز مزاجی کو جانتا ہے۔ اس کے بعد ہم روانہ ہوگئے۔ اچانک میں نے چند چراغ اور روشنی کی چمک دمک دیکھی پوچھا۔ جبرئیل! یہ کیا ہے؟ بولے۔ یہ آپ کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا درخت ہے آپ اس درخت کے قریب چلے جائیں میں قریب گیا تو انہوں نے مجھے مرحبا کہہ کر برکت کی دعا دی۔ پھر ہم چلتے رہے حتیٰ کہ بیت المقدس میں آپہنچے۔ میں نے اپنی سواری اس حلقہ سے باندھ دی جس کے ساتھ انبیاء کرام اپنی سواریاں باندھا کرتے تھے۔ پھر میں مسجد میں داخل ہوا۔ میری خاطر تمام انبیاء کرام کو وہاں بھیجا گیا تھا خواہ ان کا نام اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے یا نہیں کیا ہے۔ میں نے ان تین حضرات ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے علاوہ سب کو نماز پڑھائی۔

ترمذی اور ابن مردویہ رحمہما اللہ بہ سند حضرت عبدالرحمٰن حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"شب معراج میری ملاقات حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہوئی انہوں نے کہا۔ اے محمد!

اپنی امت کو میرا سلام کہنا اور انہیں بتانا کہ جنت کی سرزمین پاک اور پانی میٹھا ہے۔ یہ بالکل ہموار ہے اور اس کے بیل بوٹے یہ کلمات ہیں۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ

مسلم بہ سند حضرت ذر حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمان الٰہی لَقَدْ رَاٰی مِنْ اٰیٰتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی کے تحت آپ فرماتے تھے کہ حضور نے جبرئیل امین کو دیکھا جس کے چھ سو پر تھے۔

ابو نعیم بہ سند حضرت ذر حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمان الٰہی وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰی کی تفسیر میں فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میں نے سدرۃ المنتہیٰ کے پاس جبرئیل کو دیکھا جس کے چھ سو پر تھے۔ جن سے موتیوں اور یاقوت کی رنگ برنگی چیزیں جھڑ رہی تھیں۔

امام بخاری بہ سند حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمان الٰہی لَقَدْ رَاٰی مِنْ آیٰتِ رَبِّهِ الْکُبْرٰی کے تحت آپ نے فرمایا کہ حضور نبی پاک ﷺ نے سبز رفرف کو دیکھا جس نے آفاق کو گھیر رکھا تھا۔

حدیث حضرت عبداللہ بن اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بزار، ابن قانع، اور ابن عدی رحمہم اللہ حضرت عبداللہ بن اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"شب معراج میں موتیوں کے ایک محل کے پاس پہنچا جس کا فرش سونے کا تھا۔ جو نور و ضیاء سے جگمگا رہا تھا۔ مجھے اس رات تین القابات دیئے گئے۔

سَيِّدُ الْمُرْسَلِيْنَ (تمام رسولوں کے سردار)

اِمَامُ الْمُتَّقِيْنَ (سب متقیوں کے پیشوا)

قَائِدُ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِيْنَ (روشن پیشانیوں اور چمکتے ہاتھ پاؤں والوں کے رہنما)"

اس روایت کو بغوی اور ابن عساکر رحمہم اللہ نے بایں الفاظ نقل کیا ہے۔ "مجھے موتیوں کے ایک جنگلے میں لایا گیا جس کا فرش سونے کا تھا۔"

حدیث عبدالرحمٰن بن قرط ثمالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سعید بن منصور (اپنی سنن میں) طبرانی، ابن مردویہ اور ابو نعیم رحمہم اللہ (المعرفہ میں) حضرت عبدالرحمٰن بن قرط رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جس رات حضور ﷺ کو مسجد اقصیٰ لے جایا گیا اس وقت آپ مقام ابراہیم اور چاہ زمزم کے درمیان تشریف فرما تھے۔ آپ کی دائیں جانب حضرت جبریل علیہ السلام اور بائیں جانب حضرت میکائیل علیہ السلام تھے۔ وہ آپ کو لے کر پرواز کر گئے۔ یہاں تک کہ آپ سموٰتِ عُلیٰ میں جا پہنچے۔ جب حضور واپس تشریف لائے تو آپ نے فرمایا کہ سموٰتِ عُلیٰ میں مجھے بے شمار تسبیحات سنائی دیں۔ جن میں سے ایک تسبیح یہ تھی۔

سَبَّحَتِ السَّمٰوٰتِ الْعُلٰی مِنْ ذِی الْمَهَابَةِ مُشْفِقَاتٍ مِنْ ذِی الْعُلُوِّ بِمَا عَلَا سُبْحَانَ الْعَلِیِّ الْاَعْلٰی سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی۔

حدیث علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ

حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی حدیث پاک اس کتاب کی ابتدا میں حضرت امام حسین پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطہ سے گزر چکی ہے۔

ابو نعیم بہ سند محمد بن حنفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کو آسمان پر لے جایا گیا تو آپ آسمان کی ایک خاص جگہ پر پہنچ کر رک گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرشتہ بھیجا۔ وہ آسمان میں ایسی جگہ کھڑا ہوا جہاں پہلے کبھی کھڑا نہیں ہوا تھا۔ فرشتے کو کہا گیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اذان سکھائے۔ چنانچہ فرشتے نے کہا۔

اَللّٰهُ اَکْبَر۔ اَللّٰهُ اَکْبَر

(اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے)

فرشتے کی نداء کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

صَدَقَ عَبْدِیْ اَنَا اللّٰهُ اَکْبَرُ

(میرے بندے نے سچ کہا۔ میں اللہ ہوں اور سب سے بڑا ہوں)

پھر فرشتے نے کہا۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

(میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔
صَدَقَ عَبْدِیْ اَنَا اللّٰہُ لَااِلٰہَ اِلَّا اَنَا
(میرے بندے نے سچ کہا۔ میں اللہ ہوں اور میرے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں)۔
پھر فرشتے نے کہا
اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوْلُ اللّٰہِ
(میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں)
اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔
صَدَقَ عَبْدِیْ اَنَا اَرْسَلْتُہٗ وَاَنَا اِخْتَرْتُہٗ وَاَنَا ائْتَمَنْتُہٗ
(میرے بندے نے سچ کہا۔ میں نے انہیں بھیجا ہے۔ میں نے انہیں منتخب کیا ہے اور میں نے ہی انہیں بارِ امانت سونپا ہے)
پھر فرشتے نے کہا
حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ
(آؤ، نماز کی جانب)
اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ''میرے بندے نے سچ کہا۔ اس نے میرے فریضہ اور میرے حق کی طرف دعوت دی ہے۔ پس جو کوئی ثواب کی نیت سے نماز ادا کرے گا تو اس کی نماز ہر گناہ کا کفارہ ہو جائے گی۔''
پھر فرشتے نے کہا۔
حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ
(آؤ۔ کامیابی کی جانب)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ''میرے بندے نے سچ کہا۔ میں نے ہی نماز کی فرضیت اور اوقات کو قائم کیا ہے۔'' اس کے بعد حضور ﷺ سے کہا گیا۔ ''آگے تشریف لے جائیں۔'' چنانچہ آپ آگے تشریف لے گئے اور آسمان والوں کی امامت فرمائی۔ یوں ساری مخلوق پر حضور ﷺ کی افضیلت پایہ تکمیل کو پہنچ گئی۔

ابن مردویہ بہ سند حضرت زید بن علی آپ کے چند آباء سے اور وہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی رحمت ﷺ نے فرمایا۔ ''شب معراج میرا گزر فرشتوں کے جس گروہ پر ہوا سب نے کہا۔ اپنی امت کو پچھنے لگوانے کا حکم دینا۔'' اس روایت کو

احمدؒ اور حاکمؒ نے بھی ذکر کیا ہے بلکہ حاکمؒ نے اسے صحیح کہا ہے۔ نیز ابن مردویہ نے یہی حدیث پاک حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی نقل کی ہے۔

حدیث عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام احمد حضرت عبید بن آدم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب جابیہ کے مقام پر تشریف فرما تھے۔ فتح بیت المقدس کا ذکر ہوا تو آپ نے حضرت کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا۔ آپ کا کیا خیال ہے کہ میں کہاں نماز پڑھوں گا؟ حضرت کعب نے کہا۔ "صخرہ کے پیچھے۔" حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

لَا وَلٰكِنْ اُصَلِّىْ حَيْثُ صَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ

نہیں بلکہ میں وہاں نماز پڑھوں گا جہاں میرے آقا، اللہ تعالیٰ کے محبوب رسول ﷺ نے نماز ادا فرمائی تھی۔

چنانچہ آپ قبلہ کی جانب آگے بڑھے اور وہاں نماز ادا کی۔

ابن مردویہ رحمتہ اللہ علیہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ شب معراج رسول اللہ ﷺ نے داروغہ مالک کو دیکھا۔ وہ ترش رو انسان کی طرح تھے اور ان کے چہرے میں غیظ و غضب نمایاں تھا۔

ابن مردویہ حضرت مغیرہ بن عبدالرحمٰن سے، وہ اپنے والد سے اور وہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"شب معراج میں نے مسجد کے اگلے حصے میں نماز ادا کی۔ پھر صخرہ کی طرف آیا۔ وہاں ایک فرشتہ کھڑا تھا جس کے ہاتھ میں تین برتن تھے۔ میں نے دودھ پیا تو سیراب ہو گیا۔ فرشتے نے کہا۔ تیسرے برتن سے بھی پی لیجئے۔ اس میں چونکہ شراب تھی لہٰذا میں نے کہا کہ اب مزید کچھ پینے کی حاجت نہیں رہی۔ فرشتے نے کہا۔ اگر آپ یہ پی لیتے تو آپ کی امت کبھی فطرت پر جمع نہ ہو سکتی۔ پھر وہ مجھے آسمان کی طرف لے گیا اور مجھ پر نماز فرض کی گئی۔ جب میں خدیجہ کے پاس واپس آیا تو ابھی تک انہوں نے پہلو بھی نہ بدلا تھا۔"

حدیث مالک بن صعصعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

احمد، بخاری، مسلم اور ابن جریر رحمہم اللہ بہ سند حضرت قتادہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ حضرت مالک بن صعصعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم

رؤف رحیم ﷺ نے واقعہ معراج کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

"میں حطیم میں لیٹا ہوا تھا۔ (حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اکثر یہ کہا کرتے کہ حضور نے فرمایا میں حجر میں لیٹا ہوا تھا) (حطیم و حجر ایک ہی جگہ کے دو نام ہیں)۔ اچانک کوئی میرے پاس آیا اور اپنے ساتھی سے کہا۔ تین آدمیوں کے درمیان والے وہی ہیں۔ پھر وہ میرے قریب آیا اور اس جگہ سے اس جگہ تک میرا سینہ چاک کیا یعنی ہنسلی کی ہڈیوں کے درمیانی گڑھے سے لے کر سینے کے بالوں تک۔ پھر میرا دل باہر نکال لیا۔ میرے پاس ایمان و حکمت سے بھرا ہوا طشت لایا گیا۔ اس نے میرے دل کو دھو کر اس میں ایمان و حکمت کو بھر دیا۔ پھر دل کو اس کی جگہ رکھ دیا گیا۔ اس کے بعد میرے پاس ایک چوپایہ لایا گیا جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا۔ جہاں اس کی نگاہ پڑتی تھی وہاں قدم رکھتا تھا۔ مجھے اس پر سوار کر دیا گیا۔ جبرئیل امین مجھے لے کر روانہ ہو گئے۔ یہاں تک کہ ہم پہلے آسمان تک جا پہنچے۔ جبرئیل نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا۔ تو پوچھا گیا۔ کون؟ کہا۔ جبرئیل۔ پوچھا گیا۔ ساتھ کون ہے؟ کہا۔ محمد (ﷺ)۔ آواز آئی۔ کیا انہیں بلایا گیا ہے۔ کہا۔ "ہاں" آواز آئی۔ ہم انہیں خوش آمدید کہتے ہیں اور ان کی تشریف آوری بہت خوب ہے۔ چنانچہ دروازہ کھول دیا گیا۔ جب میں آسمان کے اوپر پہنچا تو وہاں حضرت آدم علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ جبرئیل امین نے کہا۔ یہ آپ کے جدامجد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ آپ ان کو سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا اور انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا۔ پھر کہا۔

مَرْحَبًا بِالْاِبْنِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ خوش آمدید -- فرزند صالح اور نبی صالح!

پھر جبرئیل علیہ السلام اوپر چڑھ گئے۔ یہاں تک کہ دوسرے آسمان تک جا پہنچے۔ دروازہ کھلوانا چاہا تو پوچھا گیا۔ کون؟ کہا۔ "جبرئیل" پوچھا گیا۔ ساتھ کون ہے؟ کہا۔ محمد (ﷺ) پوچھا گیا۔ کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جبرئیل نے جواب دیا۔ "ہاں" تو آواز آئی۔ ہم ان کو مرحبا کہتے ہیں اور ان کی آمد بہت مبارک ہے۔ چنانچہ دروازہ کھل گیا میں آسمان کے اوپر پہنچا تو وہاں حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام تشریف فرما تھے۔ یہ دونوں خالہ زاد بھائی ہیں۔ جبرئیل نے کہا۔ یہ حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام ہیں۔ ان کو سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا اور دونوں حضرات نے میرے سلام کا جواب دیا۔ پھر بولے۔ مَرْحَبًا بِالْاَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ مرحبا -- برادرِ صالح اور نبی صالح!

پھر جبرئیل امین اوپر چڑھ گئے یہاں تک کہ تیسرے آسمان تک جا پہنچے اور اس کا دروازہ کھلوانا چاہا تو پوچھا گیا۔ کون؟ کہا۔ جبرئیل۔ پوچھا گیا۔ ساتھ کون ہے؟ کہا۔ محمد (ﷺ)۔ پھر پوچھا گیا۔

کیا انہیں بلایا گیا ہے۔ کہا۔ "ہاں" تو آواز آئی۔ ہم ان کو خوش آمدید کہتے ہیں اور ان کی تشریف آوری بہت خوب ہے۔ چنانچہ دروازہ کھول دیا گیا جب میں اوپر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت یوسف علیہ السلام تشریف فرما ہیں۔ میں نے ان کو سلام کیا انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا۔ پھر کہا۔

مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ مرحبا -- برادرِ صالح اور نبی صالح!

جبرئیل پھر آگے بڑھے اور چوتھے آسمان تک جا پہنچے۔ دروازہ کھولنے کے لئے کہا تو پوچھا گیا۔ کون؟ کہا۔ "جبرئیل۔" پوچھا گیا۔ ساتھ کون ہے؟ کہا۔ محمد (ﷺ) پوچھا گیا۔ کیا ان کو بلایا گیا ہے؟ کہا۔ "ہاں" تو آواز آئی۔ ہم انہیں خوش آمدید کہتے ہیں اور ان کا آنا مبارک ہو۔ دروازہ کھلا اور میں اوپر پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت ادریس علیہ السلام تشریف فرما ہیں۔ میں نے سلام کیا۔ انہوں نے وعلیکم السلام کہا۔ پھر فرمایا۔ مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ

جبرئیل امین مزید آگے بڑھے اور پانچویں آسمان تک جا پہنچے۔ دروازہ کھولنے کے لئے کہا تو پوچھا گیا۔ کون؟ کہا۔ "جبرئیل" پوچھا گیا۔ ساتھ کون ہے؟ کہا۔ محمد (ﷺ) پھر پوچھا گیا۔ کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا۔ "ہاں" تو آواز آئی۔ ہم انہیں مرحبا کہتے ہیں اور ان کی تشریف آوری بہت خوب ہے۔ دروازہ کھل جانے کے بعد میں اوپر پہنچا تو وہاں حضرت ہارون علیہ السلام ملے۔ میں نے سلام کیا۔ انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا۔ پھر کہا۔ مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ

جبرئیل امین پھر اوپر چڑھے حتیٰ کہ چھٹے آسمان تک جا پہنچے اور دروازہ کھولنے کے لئے کہا۔ پوچھا گیا کون؟ کہا "جبرئیل" پوچھا گیا۔ ساتھ کون ہے؟ کہا۔ محمد (ﷺ)۔ پھر پوچھا گیا کیا انہیں بلایا گیا ہے ﷺ کہا۔ "ہاں" تو آواز آئی۔ ہم انہیں مرحبا کہتے ہیں اور ان کا آنا مبارک ہو۔ دروازہ کھلنے پر میں اوپر پہنچا تو وہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا۔ میں نے ان کو سلام کیا انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا۔ پھر کہا۔ مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِيِّ الصَّالِحِ

جب میں آگے بڑھنے لگا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام رو دیئے۔ پوچھا گیا۔ آپ کیوں روتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا۔ میں اس افسوس میں رونے لگا ہوں کہ یہ نوجوان میرے بعد مبعوث ہوئے ہیں اور میری امت کی بہ نسبت ان کی امت زیادہ تعداد میں جنت جائے گی۔

جبرئیل امین اور اوپر چڑھ گئے حتیٰ کہ ساتویں آسمان تک جا پہنچے اور دروازہ کھلوانا چاہا تو پوچھا گیا۔ کون ہے؟ کہا۔ "جبرئیل" پوچھا گیا۔ ساتھ کون ہے؟ کہا۔ محمد (ﷺ) پھر پوچھا گیا۔ کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا "ہاں" تو آواز آئی۔ مرحبا۔ ان کی آمد مبارک ہو۔ پھر دروازہ کھلا۔ میں اوپر

پہنچا تو وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ جبرئیل امین نے کہا۔ یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ ان کو سلام کیجئے۔ میں نے سلام کیا تو انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا۔ پھر فرمایا۔

مَرْحَبًا بِالْأَخِ الصَّالِحِ وَالنَّبِیِّ الصَّالِحِ

پھر مجھے سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا جس کے بیر مقام ہجر کے مٹکوں کی مانند اور پتے ہاتھیوں کے کانوں کی طرح تھے۔ جبرئیل امین نے بتایا کہ یہ سدرۃ المنتہیٰ ہے۔ پھر کیا دیکھتا ہوں کہ چار نہریں رواں ہیں۔ دو اندرونی اور دو بیرونی۔ میں نے کہا۔ جبرئیل! یہ کیا ہے۔ انہوں نے کہا۔ یہ اندرونی دو نہریں جنت کی ہیں جبکہ بیرونی نیل اور فرات ہیں۔ حضور علیہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد بیت المعمور کو میرے سامنے لایا گیا۔

حضرت قتادہ بواسطہ امام حسن حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ ﷺ نے فرمایا۔ ”میں نے بیت المعمور کو دیکھا۔ اس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے داخل ہوتے ہیں۔ پھر انہیں داخل ہونے کا موقع نہیں ملتا۔“

یہ بیان کرنے کے بعد وہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کی طرف لوٹ آئے اور کہا۔

”پھر میرے پاس شراب، دودھ اور شہد کے برتن لائے گئے۔ میں نے دودھ لے لیا۔ جبرئیل نے کہا یہی فطرت ہے جس پر آپ اور آپ کی امت قائم ہے۔ اس کے بعد نماز فرض کی گئی، روزانہ پچاس نمازیں۔ میں اتر کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا تو انہوں نے پوچھا۔ آپ کے رب کریم نے آپ کی امت پر کیا چیز فرض کی ہے؟ میں نے کہا۔ روزانہ پچاس نمازیں۔ انہوں نے کہا۔ آپ کی امت روزانہ پچاس نمازیں نہیں پڑھ سکے گی۔ میں آپ سے پہلے لوگوں کو آزما چکا ہوں اور بنو اسرائیل کے ساتھ پیہم کوشش کر کے تجربہ کر چکا ہوں۔ لہٰذا آپ اپنے رب کے پاس حاضر ہو کر تخفیف کی التجا کریں۔ چنانچہ میں واپس لوٹا تو اللہ تعالیٰ نے دس کم کر دیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا تو انہیں بتایا کہ رب کریم نے دس نمازیں کم فرما دی ہیں۔ وہ بولے پھر جایئے اور مزید تخفیف کی التجا کیجئے۔ میں پھر بارگاہ خداوندی میں حاضر ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے دس مزید کم فرما دیں۔ واپسی پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بتایا کہ دس مزید کم کر دی گئی ہیں۔ انہوں نے کہا۔ پھر جایئے اور تخفیف کا سوال کیجئے۔ میں بار بار بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوتا رہا۔ بالآخر روزانہ پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم دے دیا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا اور انہیں بتایا کہ اب روزانہ صرف پانچ نمازوں کا حکم دیا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ آپ کی امت

روزانہ پانچ نمازیں بھی نہ پڑھ سکے گی۔ میں آپ سے پہلے لوگوں کو خوب آزما چکا ہوں اور بنو اسرائیل کا خوب تجربہ کر چکا ہوں۔ لہٰذا آپ اللہ تعالیٰ کے حضور پھر حاضر ہو کر اپنی امت کی خاطر مزید تخفیف کا سوال کریں۔ میں نے کہا۔ میں نے اپنے پروردگار سے کئی بار تخفیف کا سوال کیا ہے۔ اب مجھے شرم آتی ہے۔ اب میں مزید تخفیف کی درخواست نہیں کرتا بلکہ اپنے رب کے حکم پر راضی ہوں اور سر تسلیم خم کرتا ہوں۔ اچانک کسی منادی نے پکارا۔ ”میں نے اپنا فریضہ نافذ کر دیا ہے اور اپنے بندوں پر تخفیف کر دی ہے۔“

حدیثِ ابو ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ رحمہم اللہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ شب معراج رسول اللہ ﷺ کا گزر حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ہوا تو انہوں نے کہا۔ ”اپنی امت کو حکم دو کہ وہ جنت میں زیادہ سے زیادہ بیل بوٹے لگائے۔ جنت کی مٹی انتہائی پاکیزہ اور اس کی سرزمین بڑی وسیع ہے۔“ حضور نبی رحمت ﷺ نے پوچھا۔ جنت کے بیل بوٹے کون سے ہیں؟ فرمایا۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

حدیث ابو حبہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کے ضمن میں ذکر کی جائے گی۔

حدیث ابو الحمراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ

طبرانی، ابن قانع اور مردویہ رحمہم اللہ حضرت ابو الحمراء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ”معراج کی رات جب مجھے ساتویں آسمان پر لے جایا گیا تو میں نے دیکھا کہ عرش کے داہنے پائے پر یہ لکھا ہوا ہے۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ“

حدیث ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

امام بخاری و امام مسلم، یونس سے وہ زہری رحمہم اللہ سے اور وہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بتایا کرتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ”میں مکہ مکرمہ میں تھا۔ میرے مکان کی چھت پھٹی اور وہاں سے جبرئیل اتر آئے۔ انہوں نے میرا سینہ چاک کیا اور اسے آبِ زمزم سے دھویا۔ پھر سونے کا ایک طشت لائے جو ایمان و حکمت سے بھرا ہوا تھا۔ اسے میرے سینے میں انڈیل کر چاک درست کر دیئے۔ پھر میرا ہاتھ پکڑ کر آسمان کی جانب محوِ پرواز ہو گئے۔ جب میں آسمان تک پہنچا تو جبرئیل نے آسمان کے داروغہ سے

کہا۔ "دروازہ کھولئے۔" اس نے کہا۔ کون ہے؟ کہا "جبرئیل ہوں"۔ اس نے پوچھا۔ "کیا آپ کے ساتھ بھی کوئی ہے؟" کہا۔ "ہاں میرے ساتھ محمد ﷺ ہیں۔" اس نے مزید پوچھا۔ "کیا انہیں بلایا گیا ہے؟" کہا۔ "ہاں" چنانچہ جب دروازہ کھلا تو ہم پہلے آسمان کے اوپر جا پہنچے۔ وہاں میں نے دیکھا کہ ایک شخص بیٹھا ہے۔ جس کی دائیں جانب بھی لوگوں کا جم غفیر ہے اور بائیں جانب بھی بہت سے لوگ ہیں۔ جب وہ دائیں طرف دیکھتے ہیں تو مسکرانے لگتے ہیں۔ مگر بائیں جانب دیکھتے ہیں تو رونے لگتے ہیں۔ انہوں نے مجھے دیکھ کر کہا۔

مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الصَّالِحِ وَالِابْنِ الصَّالِحِ

خوش آمدید۔ اے نبی صالح اور فرزند ارجمند!

میں نے پوچھا۔ "اے جبرئیل! یہ کون ہیں۔" انہوں نے کہا۔ "یہ حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور ان کے دائیں بائیں ان کی اولاد یعنی بنی نوع انسان ہیں۔ دائیں جانب والے اہل جنت ہیں جبکہ بائیں جانب والے اہل دوزخ ہیں۔ جب وہ دائیں جانب دیکھتے ہیں تو فرط مسرت سے مسکرا دیتے ہیں اور بائیں جانب دیکھتے ہیں تو فرطِ غم سے رونے لگتے ہیں۔ پھر مجھے دوسرے آسمان پر لے جایا گیا۔ جبرئیل نے داروغہ سے کہا۔ "دروازہ کھولئے۔" اس نے بھی پہلے آسمان والے داروغہ کی طرح سوالات کئے اور دروازہ کھول دیا حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد حضرت ابو ذر نے بیان کیا کہ حضور ﷺ نے آسمانوں پر حضرت آدم، حضرت ادریس، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کی۔ مگر یہ نہیں بتایا کہ یہ انبیاء کرام کس کس آسمان پر تشریف فرما تھے۔

زہری فرماتے ہیں کہ مجھے ابن حزم رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور حضرت ابو حبہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ حضور نبی پاک ﷺ نے فرمایا۔ "پھر مجھے اوپر لے جایا گیا یہاں تک کہ میں ایسی جگہ پہنچا جہاں مجھے تقدیر کے قلم چلنے کی آواز سنائی دی۔" حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"پھر اللہ تعالیٰ نے میری امت پر پچاس نمازیں فرض کیں۔ جنہیں لے کر میں واپس آ گیا۔ راستے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزر ہوا تو انہوں نے کہا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت پر کیا چیز فرض کی ہے؟ میں نے کہا۔ "پچاس نمازیں۔" وہ بولے۔ "اپنے رب کے پاس لوٹ جائیے۔ آپ کی امت انہیں ادا نہ کر سکے گی۔" میں واپس گیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "اب یہ پانچ ہیں مگر ثواب کے لحاظ سے پچاس ہوں گی۔ میرے ہاں بات کو بدلا نہیں جاتا۔" پھر میں حضرت

موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا تو انہوں نے کہا۔ پھر اپنے رب کے پاس جا کر مزید کمی کروایئے۔ میں نے کہا۔ اب مجھے اپنے رب کے حضور جاتے ہوئے شرم آتی ہے۔ اس کے بعد جبرئیل امین مجھے لے کر سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے۔ اس پر رنگ برنگی چیزیں چھائی ہوئی تھیں۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ کیا چیزیں تھیں۔ پھر مجھے جنت میں داخل کر دیا گیا۔ میں نے اس میں موتیوں کے گنبد نما ٹیلے دیکھے اور اس کی مٹی کستوری کی تھی۔''

عبد اللہ بن احمد نے (زوائد المسند میں)، ابن مردویہ اور ابن عساکر نے بہ سند یونس حضرت امام زہری رحمہم اللہ سے انہوں نے حضرت انس سے اور انہوں نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے حرف بہ حرف یہی حدیث نقل کی ہے۔ چند محدثین نے اسے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مسند احادیث میں شمار کیا ہے۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس میں تحریف ہو گئی ہے۔ دراصل یہ حدیث پاک حضرت ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی تھی۔ ایک نسخہ میں ''ذر'' کا لفظ نہ لکھا گیا تو اَبِی کو اُبَیّ سمجھ لیا گیا۔ اس طرح یہ حدیث پاک غلطی سے حضرت ابی بن کعب کی مسند میں داخل کر دی گئی بہر حال اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا۔ ''کیا آپ نے اپنے پروردگار کو دیکھا ہے؟''

آپ نے فرمایا

''میں نے نور دیکھا۔ میں بھلا اسے کیونکر دیکھ سکتا ہوں۔''

حدیث ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، بیہقی اور ابن عساکر بہ سند ابو ہارون رحمہم اللہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے شب معراج کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

''میں عشاء کے وقت مسجد حرام میں محوِ خواب تھا کہ اچانک کسی نے آ کر مجھے جگا دیا۔ بیدار ہو کر میں نے ادھر ادھر دیکھا مگر مجھے کوئی چیز نظر نہ آئی۔ اچانک مجھے کوئی خیالی چیز دکھائی دی۔ میں اسے دیکھتا دیکھتا مسجد سے باہر نکل گیا۔ وہاں مجھے ایک چوپایہ دکھائی دیا جو تمہارے ان جانوروں یعنی خچروں سے کافی مشابہ تھا۔ اس کے کان ہل رہے تھے۔ اس چوپائے کو براق کہتے ہیں۔ گزشتہ انبیاء

کرام اس پر سوار ہوتے تھے۔ جہاں اس کی نگاہ پڑتی تھی وہاں قدم رکھتا تھا۔ میں اس پر سوار ہو گیا۔ میں براق پر سوار ہو کر جا رہا تھا کہ کسی نے دائیں جانب سے مجھے کہا۔ ”اے محمد! مجھے دیکھو۔ میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہو۔“ حضور فرماتے ہیں میں نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر بائیں جانب سے کوئی پکارا۔ ”اے محمد! مجھے دیکھو۔ میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔“ میں نے اسے بھی کوئی جواب نہ دیا۔ چلتے چلتے مجھے ایک عورت نظر آئی جس کے بازو ننگے تھے اور ہر طرح کی زیب و زینت سے آراستہ تھی۔ کہنے لگی۔ ”اے محمد! مجھے دیکھو۔ میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتی ہوں۔“ میں نے اس کی بات کو بھی درخور اعتناء نہ سمجھا۔ یہاں تک کہ بیت المقدس آ پہنچا۔ چوپائے کو اس حلقہ سے باندھ دیا جس سے انبیاء کرام اپنی سواریاں باندھا کرتے تھے۔ پھر جبرئیل میرے پاس دو برتن لے آئے ایک میں شراب تھی اور دوسرے میں دودھ۔ میں نے دودھ پی لیا اور شراب کو نظر انداز کر دیا۔ یہ دیکھ کر جبرئیل بولے۔ آپ نے فطرت کو پالیا ہے۔ میں نے کہا۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ

(اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے)

جبرئیل نے پوچھا۔ ”آپ نے دوران سفر کیا دیکھا تھا؟“

میں نے کہا۔ ”دوران سفر میری دائیں جانب کسی نے کہا ”اے محمد! مجھے دیکھو۔ میں کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ مگر میں نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔“ جبرئیل نے کہا۔ وہ یہود کا داعی تھا۔ اگر بفرض محال آپ اسے جواب دے دیتے تو آپ کی امت یہودیت اختیار کر لیتی۔“ میں نے کہا۔ ”دوران سفر میری بائیں جانب کسی نے کہا تھا۔ ”اے محمد! مجھے دیکھو میں آپ سے کچھ پوچھنا چاہتا ہوں۔ مگر اسے بھی میں نے کوئی جواب نہ دیا۔“ جبرئیل نے کہا۔ ”وہ عیسائیوں کا داعی تھا۔ اگر بفرض محال آپ اسے جواب دے دیتے تو آپ کی امت عیسائیت قبول کر لیتی۔“

میں نے کہا۔ ”دوران سفر میں نے ایک عورت دیکھی جس کے بازو ننگے تھے اور ہر طرح کی زیب و زینت سے آراستہ تھی۔ وہ کہہ رہی تھی۔ اے محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے دیکھو۔ میں کچھ پوچھنا چاہتی ہوں۔ میں نے اسے بھی کوئی جواب نہ دیا۔“

جبرئیل نے کہا۔ ”وہ دنیا تھی۔ اگر بفرض محال آپ اسے جواب دے دیتے تو آپ کی امت آخرت کے مقابلے میں دنیا کو پسند کر لیتی۔“

اس کے بعد میں اور جبرئیل بیت المقدس میں داخل ہوئے۔ ہم دونوں نے دو رکعت نماز ادا کی۔ پھر میرے پاس وہ سیڑھی لائی گئی جس پر انسانوں کی روحیں پرواز کیا کرتی ہیں۔ اس سے زیادہ

خوبصورت سیڑھی مخلوق خدا نے کبھی نہیں دیکھی۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ قریب المرگ شخص پھٹی پھٹی نگاہ سے آسمان کی طرف تکتا ہے وہ دراصل اسی سیڑھی کو دیکھ کر حیران ہوتا ہے۔

بہر حال جبرئیل اور میں اوپر چڑھ گئے۔ میں نے اسماعیل نامی فرشتہ دیکھا جو پہلے آسمان کا داروغہ ہے۔اس کے سامنے ستر ہزار فرشتے موجود تھے اور ہر فرشتے کے ساتھ ایک لاکھ فرشتوں کا لشکر تھا۔ حضور فرماتے ہیں کہ فرمان الٰہی ہے۔

وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ (سورۃ المدثر:۳۱)

اور آپ کے رب کے لشکروں کو اس کے علاوہ کوئی نہیں جانتا۔

جبرئیل نے آسمان کا دروازہ کھلوانا چاہا تو آواز آئی۔ کون؟ بولے۔ جبرئیل۔ پوچھا گیا۔ ساتھ کون ہے؟ کہا۔ محمد (ﷺ) پھر پوچھا گیا۔ کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا۔ ''ہاں'' میں نے وہاں حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھا۔ وہ اسی شکل وصورت میں تشریف فرما تھے جس پر انہیں اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا تھا۔ان کے سامنے ان کی مومن اولاد کی روحیں پیش کی جاتیں تو فرماتے۔

رُوْحٌ طَيِّبَةٌ وَّنَفْسٌ طَيِّبَةٌ فَاجْعَلُوْهَا فِيْ عِلِّيِّيْنَ

یہ پاکیزہ روح اور پاکیزہ نفس ہے۔اسے مقام علیین میں پہنچادو۔

پھر فاسق و فاجر اولاد کی روحیں پیش کی جاتیں تو فرماتے۔

رُوْحٌ خَبِيْثَةٌ وَّنَفْسٌ خَبِيْثَةٌ اِجْعَلُوْهَا فِيْ سِجِّيْنَ

یہ خبیث روح اور خبیث نفس ہے۔اسے مقام سجین میں پہنچادو۔

پھر کچھ دیر چلا تو کیا دیکھتا ہوں کہ کچھ دستر خوان ہیں جن پر پکا ہوا گوشت رکھا ہے مگر وہاں کوئی شخص نہیں ہے۔ میں نے چند مزید دستر خوان دیکھے جن پر بدبودار گوشت رکھا تھا اور کچھ لوگ اسے کھا رہے تھے۔ میں نے پوچھا۔ ''جبرئیل! یہ کون ہیں۔'' انہوں نے کہا۔ ''یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو حلال کو چھوڑ کر حرام اختیار کر لیتے تھے۔'' پھر میں ذرا آگے چلا۔ اچانک کچھ لوگ دکھائی دیئے جن کے پیٹ مکانوں کی مانند تھے جب ان میں سے کوئی اٹھنے کی کوشش کرتا تو گر پڑتا اور کہتا۔ یااللہ۔ قیامت قائم نہ کر۔ وہ آلِ فرعون کے طریقہ پر تھے مختلف لوگ آکر انہیں پاؤں تلے روند جاتے تھے میں نے سنا، وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے فریاد کرتے ہوئے چلا رہے تھے۔ میں نے پوچھا۔ جبرئیل! یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا۔ یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو سود کھاتے ہیں وہ اس آدمی کی طرح کھڑے ہوتے ہیں جسے شیطان نے چھو کر پاگل بنا دیا ہو۔ پھر میں کچھ آگے بڑھا تو ایسے لوگ دیکھے جن کے ہونٹ اونٹوں کے ہونٹوں کی مانند تھے وہ منہ

کھولتے اور پتھر کھانے لگتے پھر وہ پتھر ان کے نیچے سے نکل جاتے تھے میں نے سنا کہ وہ چلا چلا کر فریاد کر رہے تھے۔ میں نے پوچھا۔ جبرئیل! یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا۔ "یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ظلماً کھاتے ہیں۔" فرمان الٰہی ہے۔

اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَّ سَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا (سورۃ النساء آیت ۱۰)

وہ تو اپنے پیٹوں میں بس آگ کھا رہے ہیں اور عنقریب بھڑکتی آگ میں جھونکے جائیں گے۔

پھر میں ذرا آگے بڑھا۔ میں نے دیکھا کہ کچھ عورتیں اپنے پستانوں سے لٹکی ہوئی ہیں اور کچھ عورتیں اوندھے منہ پڑی ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے حضور فریاد رسی کے لئے چیخ و پکار کر رہی ہیں۔ میں نے پوچھا۔ "جبرئیل! یہ کون سی عورتیں ہیں۔" وہ بولے۔ یہ آپ کی امت کی وہ عورتیں ہیں جو بدکاری کرتی ہیں اور اپنے بچوں کو قتل کر دیتی ہیں۔ پھر میں ذرا آگے چلا۔ میں نے کچھ ایسے لوگ دیکھے جن کے پہلوؤں سے گوشت کاٹا جا رہا تھا اور وہ اسے کھا رہے تھے۔ انہیں حکم دیا جا رہا تھا کہ کھاؤ جیسے تم اپنے بھائی کا گوشت کھاتے تھے۔ میں نے پوچھا۔ جبرئیل۔ یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا۔ یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو دوسروں کے روبرو طعنہ زنی کرتے ہیں اور پیٹھ پیچھے عیب جوئی کرتے ہیں۔ پھر ہم دوسرے آسمان پر جا پہنچے۔ وہاں میں نے ایسا شخص دیکھا جو ساری مخلوقِ خدا سے زیادہ حسین تھا۔ حسن و جمال میں اسے دوسرے لوگوں پر یوں فضیلت حاصل تھی جیسے چودھویں کی رات میں دوسرے ستاروں کے مقابلے میں ماہ تمام کو فضیلت حاصل ہوتی ہے۔ میں نے پوچھا۔ اے جبرئیل! یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا۔ یہ آپ کے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام ہیں اور ان کے ساتھ ان کی قوم کے افراد ہیں۔ میں نے ان کو سلام کیا اور انہوں نے مجھ کو سلام کیا۔ پھر میں تیسرے آسمان پر جا پہنچا۔ وہاں حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام تشریف فرما تھے۔ اور ان کے ساتھ ان کی قوم کے افراد موجود تھے۔ میں نے ان دونوں حضرات کو سلام کیا اور انہوں نے مجھے سلام کیا۔ پھر میں چوتھے آسمان پر گیا وہاں حضرت ادریس علیہ السلام تشریف فرما تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بڑا عظیم مرتبہ عطا فرمایا ہے۔ میں نے انہیں سلام کیا اور انہوں نے مجھے سلام کیا۔ پھر میں پانچویں آسمان پر گیا۔ وہاں حضرت ہارون علیہ السلام تشریف فرما تھے ان کی ریش مبارک آدھی سفید اور آدھی سیاہ تھی۔ اور اس قدر لمبی تھی کہ ناف مبارک تک پہنچتی معلوم ہوتی تھی۔ میں نے جبرئیل سے پوچھا۔ یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا یہ اپنی قوم کے محبوب شخص حضرت ہارون بن عمران علیہ السلام ہیں اور ان کے ساتھ ان کی قوم کے افراد

ہیں۔ میں نے انہیں سلام کیا اور انہوں نے مجھے سلام کیا۔ پھر میں چھٹے آسمان پر چلا گیا۔ وہاں حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام تشریف فرما تھے ان کا رنگ گندمی تھا اور بال گھنے تھے۔ اگر ان پر دو قمیصیں بھی ہوتیں تو ان کے بال قمیص کے پار نکل جاتے وہ کہہ رہے تھے۔ لوگوں کا خیال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں میں ان سے زیادہ باعزت ہوں۔ حالانکہ بارگاہ خداوندی میں انہیں مجھ سے کہیں زیادہ مقام عزو شرف حاصل ہے۔ میں نے پوچھا۔ جبرئیل! یہ کون ہیں؟ وہ بولے۔ یہ آپ کے بھائی حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام ہیں اور ان کے ساتھ ان کی اپنی قوم کے افراد ہیں۔ میں نے انہیں سلام کیا اور انہوں نے مجھے سلام کیا۔ پھر میں ساتویں آسمان پر جا پہنچا۔ وہاں دیکھا کہ حضرت ابراہیم خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام بیت المعمور کے ساتھ اپنی پشت انور کی ٹیک لگائے بیٹھے ہیں اور وہ حد درجہ حسین ہیں۔ میں نے پوچھا۔ جبرئیل! یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا۔ یہ آپ کے جدامجد اور پروردگار رحمٰن کے خلیل علیہ السلام ہیں اور ان کے ساتھ ان کی قوم کے افراد ہیں۔ میں نے انہیں سلام کیا اور انہوں نے مجھے سلام کیا۔ مجھ سے کہا گیا کہ یہ آپ کا اور آپ کی امت کا مقام ہے۔ اچانک میں نے وہاں اپنی امت کو دیکھا جس کے دو حصے تھے۔ ایک حصہ کے لوگوں نے بالکل سفید کپڑے پہن رکھے تھے جیسے سفید کاغذ اور دوسرے حصہ کے لوگوں نے میلے کچیلے کپڑے پہن رکھے تھے۔ میں بیت المعمور میں داخل ہوا اور میرے ساتھ میرے سفید لباس والے امتی بھی داخل ہوئے جبکہ میلے کچیلے کپڑے والوں کو روک دیا گیا جبکہ وہ بھی بھلائی پر تھے۔ بہر حال میں نے اور میرے ساتھ جانے والے دوسرے مومنین نے بیت المعمور کے اندر نماز پڑھی۔ پھر ہم باہر نکل آئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بیت المعمور میں روزانہ ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں اور جو ایک دفعہ نماز پڑھ لیتے ہیں انہیں قیامت تک دوبارہ یہ موقع نہیں ملتا۔ اس کے بعد مجھے سدرۃ المنتہیٰ پر لے جایا گیا۔ اس کا ہر پتہ اتنا بڑا تھا کہ اس امت کو ڈھانپ لیتا۔ وہاں ایک چشمہ جاری تھا جسے سلسبیل کہا جاتا ہے۔ اس سے دو نہریں جاریں تھیں ایک کو نہر کوثر اور دوسری کو نہر رحمت کہا جاتا ہے۔ میں نے اس میں غسل کیا تو اللہ تعالیٰ نے میری (امت کی) اگلی اور پچھلی خطاؤں کو معاف فرما دیا۔ پھر مجھے جنت میں لے جایا گیا۔ ایک کنیز نے میرا استقبال کیا۔ میں نے پوچھا تو کس کی کنیز ہے وہ بولی، حضرت زید بن حارثہ کی۔ میں نے ایسی نہریں دیکھیں جن کے پانی کا رنگ، بو اور ذائقہ ذرا بھی نہ بگڑتا تھا میں نے دودھ کی نہریں بھی دیکھیں جس میں بہنے والے دودھ کا ذائقہ بھی نہ بدلتا تھا۔ پھر شراب کی نہریں دیکھیں جن سے پینے والوں کو بڑی راحت اور لذت نصیب ہوتی۔ میں نے صاف ستھرے شہد کی نہریں بھی دیکھیں جن کے

کناروں پر لگے ہوئے اناروں کے پھل ڈول کی طرح نظر آئے۔ اور وہاں کے پرندے تمہارے اونٹوں کی مانند تھے۔ اس کے بعد میرے سامنے دوزخ کو لایا گیا۔ جس میں اللہ تعالیٰ کے غضب، ناراضگی اور انتقام کے شعلے بھڑک رہے تھے اگر اس میں پتھر اور لوہے کو پھینکا جاتا تو انہیں بھی کھا جاتا۔ پھر دوزخ کا دروازہ بند کر دیا گیا اور میرے سامنے سدرۃ المنتہیٰ کو لایا گیا اور وہ مجھ پر چھا گیا۔ گویا اس کے اور میرے درمیان دو کمانوں کا یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا۔ سدرۃ المنتہیٰ کے ہر پتے پر ایک فرشتہ براجمان تھا۔ مجھ پر پچاس نمازیں فرض کی گئیں اور فرمایا گیا اگر آپ نیک کام کا ارادہ کرنے کے بعد اسے عملی جامہ نہ پہنا سکیں گے تو پھر بھی محض ارادۂ نیک کی وجہ سے میں آپ کے لئے ایک نیکی لکھ دوں گا اور اگر آپ وہ نیک کام کر لیں گے تو میں دس نیکیاں لکھ دوں گا۔ اس کے برعکس اگر آپ (کے کسی امتی) نے برائی کا ارادہ کیا مگر برا کام نہ کیا تو اس کا کوئی گناہ نہ لکھا جائے گا اور اگر برائی کا ارتکاب بھی کر لیا تو صرف ایک گناہ لکھا جائے گا۔ اس کے بعد مجھے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے لے جایا گیا۔ انہوں نے پوچھا۔ آپ کے رب نے آپ کو کس بات کا حکم دیا ہے؟ میں نے کہا۔ "پچاس نمازوں کا" انہوں نے کہا۔ اپنے رب کے پاس جائیے اور اپنی امت کے لئے تخفیف کی التجا کیجئے۔ آپ کی امت یہ بار گراں نہیں اٹھا سکے گی۔ چنانچہ میں رب کریم کی بارگاہ میں لوٹ آیا اور عرض کی۔ اے میرے پروردگار! میری امت کے لئے ذرا تخفیف فرمائیے کیونکہ وہ کمزور ترین امت ہے۔ میری التجا پر اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم فرمادیں۔ اس کے بعد میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور رب تعالیٰ کے مابین آتا جاتا رہا حتیٰ کہ صرف پانچ نمازیں رہ گئیں۔ تب کسی فرشتے نے آواز دی۔ "میرا فریضہ پایہ تکمیل کو پہنچ گیا ہے۔ میں نے اپنے بندوں کے بوجھ کو ہلکا کر دیا ہے اور انہیں ہر نیکی کے بدلے میں دس نیکیوں کا ثواب عطا کر دیا ہے۔" پھر میں موسیٰ علیہ السلام کے پاس پہنچا اور ان کے استفسار پر بتایا کہ اب صرف پانچ نمازیں رہ گئی ہیں تو انہوں نے کہا اب بھی اپنے رب کریم کے حضور لوٹ جائیے اور اپنی امت کی خاطر مزید تخفیف کا سوال کیجئے۔ میں نے کہا میں کئی بار اپنے رب کے پاس جا چکا ہوں۔ اب مزید تخفیف کے لئے جانے سے مجھے شرم آتی ہے۔ معراج سے واپسی پر حضور نے صبح سویرے مکہ والوں کو عجائبات قدرت سے آگاہ کیا۔ انہیں بتایا کہ گزشتہ رات میں بیت المقدس گیا۔ پھر مجھے آسمان پر لے جایا گیا اور میں نے فلاں فلاں عجائبات دیکھے۔ ابوجہل بولا۔ کیا تمہیں محمد (ﷺ) کی باتوں پر حیرت نہیں ہوئی؟ حضور فرماتے ہیں کہ میں نے انہیں بتایا کہ جب مجھے آسمان پر لے جایا جا رہا تھا تو قریش کا قافلہ فلاں جگہ پر تھا۔ اس کے اونٹ بدک گئے تھے۔ اور جب میں واپس آیا تو میں نے

اسے فلاں گھاٹی کے پاس دیکھا۔ میں نے انہیں بتایا کہ فلاں آدمی کے پاس فلاں قسم کا اونٹ اور فلاں سامان تھا۔ میری باتیں سن کر ایک مشرک نے کہا۔ "مجھے بیت المقدس کے متعلق تم سب سے زیادہ معلومات حاصل ہیں۔ اچھا۔ یہ بتاؤ بیت المقدس کی عمارت اور واقعیت کیسی ہے؟ نیز وہ پہاڑ سے کس قدر قریب ہے؟" مشرک کے اس سوال کے بعد بیت المقدس کو حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے لا کھڑا کر دیا گیا اور آپ اسے یوں عیاں دیکھ رہے تھے جیسے ہم اپنے گھر کو دیکھتے ہیں۔ آپ اسے دیکھ دیکھ کر فرماتے تھے۔ "اس کی عمارت ایسی ہے۔ اس کا محل وقوع ایسا ہے اور وہ پہاڑ سے اتنا قریب ہے۔" یہ سن کر مشرک پکار اٹھا۔ "آپ نے سچ فرمایا۔"

ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ بہ سند ابوالنضرۃ حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "شب معراج میرا گزر نہر کوثر پر ہوا۔ جبرئیل نے کہا۔ یہ وہی نہر کوثر ہے جو آپ کے رب نے آپ کو عطا فرمائی ہے۔ میں نے اس کی مٹی پر اپنا ہاتھ مارا تو وہ خالص کستوری کی مانند تھی۔۔۔"

ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسری سند سے حضرت ابو نضرہ سے اور وہ حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"شب معراج میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرا وہ اپنی قبر میں کھڑے نماز پڑھ رہے تھے۔"

ابن مردویہ بہ سند حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"شب معراج میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا۔ وہ تمہارے صاحب سے (یعنی مجھ سے) بہت زیادہ مشابہ تھے۔"

حدیث ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے قیصر روم کے نام گرامی نامہ تحریر فرمایا اور حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنا خط دے کر قیصر کی طرف روانہ فرما دیا۔ حضرت دحیہ کلبی نے حضور ﷺ کا گرامی نامہ حمص کے شہر میں قیصر تک جا پہنچایا۔ قیصر نے ترجمان کو بلایا۔ حضور کے مکتوب گرامی کے پہلے الفاظ یہ تھے۔

مِنْ مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰهِ اِلٰی قَیْصَرَ صَاحِبِ الرُّوْمِ

محمد رسول اللہ کی طرف سے قیصر صاحب روم کے نام

یہ ابتدائی الفاظ دیکھ کر قیصر کا بھائی غصے سے جل بھن گیا۔ کہنے لگا۔ "کیا آپ ایسے شخص کے خط میں غور کر رہے ہیں جس نے آپ کے نام سے پہلے اپنا نام لکھا ہے اور آپ کو صرف قیصر صاحب روم کہا ہے۔ آپ کی بادشاہت کا بالکل ذکر ہی نہیں کیا۔"

قیصر نے کہا۔ "اللہ کی قسم۔ تم بڑے احمق، کم ظرف اور انتہائی پاگل ہو۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ اس شخص کے خط کا بغور جائزہ لینے سے پہلے ہی ہم اسے پھاڑ دیں۔ مجھے اپنی زندگی کی قسم! اگر رسول اللہ کا دعویٰ رسالت بر حق ہے تو وہ اپنا نام پہلے ذکر کرنے میں حق بجانب ہیں اور اگر انہوں نے مجھے صاحب روم لکھا ہے تو یہ بات بھی سچی ہے۔ میں رومیوں کا صاحب ہی تو ہوں۔ ان کا مالک یا بادشاہ تو نہیں۔ یہ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں میرا فرمانبردار بنایا ہے۔ اگر وہ قادر مطلق چاہے تو انہیں مجھ پر غالب بھی کر سکتا ہے۔"

اس گفت و شنید کے بعد قیصر نے مکتوب نبوی کو پڑھا۔ پھر بولا۔ "اے روم کے لوگو! میرا خیال ہے کہ یہ وہی نبی ہیں جن کی آمد کی بشارت حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے دی تھی۔ اگر مجھے یقین ہوتا کہ یہ وہی ہیں تو میں ان کی خدمت میں چل کر جاتا اور ان کی غلامی کرتا اور ان کے وضو کا پانی گرتا تو اپنے ہاتھوں پر تھام لیتا۔"

رومیوں نے کہا۔ "ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم جیسے عالم فاضل اہل کتاب کو چھوڑ کر اللہ تعالیٰ ان ابجد ناشناس بدوؤں کو نبوت و رسالت سے سرفراز فرمادے۔" قیصر بولا۔ "اصل پیغام ہدایت میرے پاس موجود ہے۔ ہمارے اس جھگڑے کا فیصلہ کتاب انجیل کر دے گی۔ ہم اسے منگوا کر کھولتے ہیں۔ اگر انجیل کے مطابق وہ واقعی بشارت عیسیٰ ہیں تو ہم ان کی پیروی کر لیں گے ورنہ انجیل پر اسی طرح مہریں لگادیں گے جیسے پہلے موجود تھیں۔ راوی حدیث بیان کرتے ہیں کہ اس وقت انجیل پر سونے کی بارہ مہریں لگی ہوئی تھیں۔ سب سے پہلے شہنشاہ روم ہرقل نے اس پر مہر لگائی تھی۔ اس کے بعد جو بھی بادشاہ آتا اس پر ایک مہر کا اضافہ کر دیتا۔ یہاں تک کہ جب انجیل شہنشاہ قیصر کے ہاتھ میں آئی تو اس پر بارہ مہریں لگی ہوئی تھیں۔ ہر بادشاہ بعد والے بادشاہ کو یہ بھی کہا کرتا کہ ان کے دین میں انجیل کو سر بمہر رکھنے کا حکم ہے۔ اسے کھولا نہیں جاسکتا۔ جس دن اسے کھولا جائے گا تو ان کا دین بدل جائے گا اور ان کی بادشاہی ختم ہو جائے گی۔ قیصر نے انجیل منگوائی اور اس کی گیارہ مہریں کھول دیں۔ ابھی ایک مہر باقی تھی کہ پادری، اسقف بطریق اٹھ کھڑے ہوئے وہ اپنے کپڑے پھاڑنے لگے، چہرے پیٹنے لگے اور سروں کو نوچنے لگے۔

قیصر نے کہا۔ ''تمہیں کیا ہو گیا ہے؟''

وہ بولے۔ ''آج سے آپ کے خاندان کی سلطنت تباہی سے دوچار ہو جائے گی اور آپ کی قوم کا دین بدل جائے گا۔''

قیصر نے کہا۔ ''اصل پیغام ہدایت میرے پاس موجود ہے۔''

وہ بولے۔ ''جلد بازی سے کام نہ لیں۔ پہلے آپ اس نبی کے بارے میں لوگوں سے پوچھیں، اس کے ساتھ خط و کتابت کریں اور ان کی بات میں خوب غور و فکر کر لیں۔''

قیصر نے کہا۔ ''تو ان کے بارے میں ہم کس سے سوالات کریں؟''

وہ کہنے لگے۔ ''شام میں عرب سے آئے ہوئے بہت سے لوگ موجود ہیں۔'' چنانچہ قیصر نے ایک آدمی بھیجا تاکہ وہ ایسے لوگوں کو ڈھونڈ کر ان سے حضور نبی پاک ﷺ کے بارے میں پوچھے۔ اس مقصد کے لئے ابوسفیان اور ان کے ساتھیوں کو بادشاہ کے پاس لایا گیا۔

بادشاہ نے بات کا آغاز کرتے کہا۔ ''اے ابوسفیان! جو نبی آپ کے ہاں مبعوث ہوئے ہیں ان کے بارے میں ہمیں آگاہ کیجئے۔''

ابوسفیان نے ہر ممکن طریقے سے کوشش کی کہ حضور کی شان رسالت کو گھٹایا جائے۔ کہنے لگا۔

''بادشاہ سلامت! آپ ان کو اتنا زیادہ رفیع الشان نہ سمجھیں۔ ہم تو انہیں صرف ساحر، شاعر اور کاہن کہتے ہیں۔

قیصر بولا۔ ''قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے سابقہ انبیاء کو بھی اسی طرح مورد الزام ٹھہرایا جاتا تھا اچھا یہ بتاؤ کہ ان کا حسب و نسب کیسا ہے ﷺ؟''

ابوسفیان نے کہا۔ ''وہ ہم سب میں سے زیادہ شریف النسب ہیں۔''

قیصر نے کہا۔ ''اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے ہر نبی کو قوم کے بہترین خاندان میں مبعوث فرماتا ہے۔ اچھا اس کے ساتھیوں کے بارے میں کچھ بتاؤ؟''

ابوسفیان نے کہا۔ ''وہ یا تو ہمارے غلام ہیں یا بالکل نوخیز اور نوعمر لڑکے یا پھر عقل و دانش سے عاری چند بےوقوف لوگ۔ ہمارے قبیلے کے سرداروں نے ان کی پیروی نہیں کی ہے۔''

قیصر بولا۔ ''اللہ کی قسم! پیغمبران خدا کے پیروکار اسی طرح کے ہوتے ہیں جہاں تک قبیلے کے سرداروں اور سرکردہ افراد کا تعلق ہے تو ان پر تکبر اور خود بینی کا غلبہ ہوتا ہے اور وہ کسی نبی کی اتباع کو خاندانی وقار اور غیرت کے منافی سمجھا کرتے ہیں۔ اچھا یہ بتاؤ کہ ان کے ساتھی دین اسلام

قبول کر لینے کے بعد ان کو چھوڑ دیتے ہیں یا نہیں؟"

ابو سفیان نے کہا۔ "نہیں۔ ایسا کبھی نہیں ہوا۔"

قیصر نے کہا۔ "کیا ان کے دین میں داخل ہونے والوں کی تعداد مسلسل بڑھ رہی ہے؟"

کہا۔ "ہاں۔"

ابو سفیان کی باتیں سن کر قیصر نے کہا۔ "آپ کی باتوں سے اس نبی کے متعلق میری بصیرت میں اضافہ ہو گیا ہے۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! عین ممکن ہے کہ وہ اس ملک پر بھی قابض ہو جائیں جو میری فرمانروائی میں ہے۔ اے روم کے باشندو! آؤ۔ ہم اس شخص کی دعوت کو قبول کر لیں۔ اور ہم اپنے ملک شام کے متعلق ان سے درخواست کریں کہ وہ کبھی ہم پر چڑھائی نہ کریں۔ یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ جب بھی اللہ تعالیٰ کے کسی نبی نے کسی بادشاہ کے نام دعوت حق کا خط لکھا اور بادشاہ نے اس کی دعوت کو قبول کر لینے کے بعد نبی سے کسی چیز کا مطالبہ کیا تو اس کا مطالبہ ضرور مان لیا گیا۔ خواہ وہ کتنا بڑا مطالبہ ہی کیوں نہ ہوتا۔ پس اے رومیو! تم بھی میری بات مان لو۔"

قیصر کی یہ بات سن کر رومیوں نے کہا۔ "اس معاملے میں ہم کبھی آپ کی بات نہیں مانیں گے۔"

ابو سفیان کہتے ہیں کہ میں نے قیصر کے سامنے حضور کے متعلق کوئی ایسی بات نہ کی جس سے آپ کی ذات اس کی نظر میں گر جاتی۔ وجہ یہ تھی کہ اس کے سامنے جھوٹی بات کرتے ہوئے یہ ڈر لگتا تھا کہ وہ فوراً میرا جھوٹ پکڑ لے گا اور میری تصدیق بالکل نہیں کرے گا۔ (میں نے سوچا کہ بات بھی سچی ہو اور کسی طرح قیصر کو حضور کے متعلق بدظن بھی کر دیا جائے تو میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی) میں نے اس کے سامنے شب معراج کا تذکرہ چھیڑ دیا اور کہا۔

"بادشاہ سلامت! کیا میں تمہیں ان کی ایسی بات نہ بتاؤں جس سے آپ کو پتہ چلے کہ یہ صاف جھوٹ ہے۔"

قیصر بولا۔ "وہ کیا ہے؟"

میں نے کہا۔ ان کا خیال ہے کہ وہ ایک رات ہماری سرزمین حرم سے روانہ ہو کر آپ کی اس مسجد ایلیاء آپہنچے۔ پھر اسی رات صبح ہونے سے پہلے ہمارے پاس واپس بھی آگئے۔"

اس وقت ایلیاء کا بطریق قیصر کے سرہانے بیٹھا تھا۔ اس نے ابو سفیان کی یہ بات سنی تو کہنے لگا۔ "مجھے بھی اس رات کا علم ہے۔" قیصر نے بطریق کی طرف دیکھا اور کہا۔ "اس واقعہ کے متعلق آپ کی کیا معلومات ہیں؟"

بطریق بولا۔ "میں ہر رات مسجد کے دروازے بند کر دیا کرتا تھا۔ جب مذکورہ رات آئی تو میں نے باقی سارے دروازے بند کر دیئے مگر ایک دروازہ مجھ سے بند نہ ہو سکا۔ میں نے ہر ممکن طریقہ سے اسے بند کرنے کی کوشش کی۔ وہاں پر موجود لوگوں نے بھی میرے ساتھ تعاون کیا۔ مگر کوشش بسیار کے باوجود دروازہ کو بند کرنا تو درکنار ہم اسے حرکت بھی نہ دے سکے۔ یوں محسوس ہوتا تھا گویا کسی کوہ گراں کو ہٹا رہے ہیں۔ میں نے درکھان بلائے انہوں نے دروازے کو دیکھا تو کہنے لگے۔ اس پر چوکھٹ یا دیوار آگری ہے۔ لہٰذا ہم کل صبح اسے درست کریں گے۔ پھر ہم دیکھیں گے کہ چوکھٹ یا دیوار کیسے آگری ہے۔ چنانچہ دروازہ کھلا چھوڑ کر میں گھر آ گیا۔ صبح ہوئی۔ میں مسجد میں پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ جو پتھر دروازہ کی ایک طرف رکھا تھا اس میں سوراخ بن چکا ہے اور یوں دکھائی دیا جیسے کسی نے اس کے ساتھ کوئی چوپایہ باندھا ہو۔ میں نے ساتھیوں سے کہا یہ دروازہ کسی نبی کے واسطے ہم سے بند نہ ہو سکتا تھا۔ اور اللہ کے کسی نبی نے آج رات ہماری مسجد میں نماز پڑھی ہے۔"

بطریق کی یہ ایمان افروز گفتگو سن کر قیصر نے کہا۔ "اے رومیو! کیا تمہیں معلوم نہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ بشارت دی تھی کہ ان کے اور قیامت کے درمیان ایک نبی تشریف لائے گا اور یہ وہی نبی ہیں جن کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی۔ لہٰذا تم ان کی دعوت کو قبول کر لو۔"

جب قیصر نے دیکھا کہ اس کی ان باتوں کی وجہ سے رومیوں میں نفرت وحقارت جنم لے رہی ہے تو اس نے کہا۔

"تمہارے بادشاہ نے تمہیں محض آزمائش کے لئے بلایا تھا۔ وہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ تم اپنے دین میں کس قدر پختہ ہو۔ پس تم نے اس کی بات نہ مانی اور اسے برا بھلا کہا (اس طرح تم آزمائش میں کامیاب ہو گئے ہو) اب وہی بادشاہ تمہارے درمیان موجود ہے پس تم اس کے سامنے سجدہ کرو۔"

حدیث ابی لیلیٰ رضی اللہ عنہ

طبرانی (اوسط میں) اور ابن مردویہ بہ سند محمد بن عبدالرحمٰن بن ابو لیلہ اپنے بھائی عیسیٰ سے، وہ اپنے والد عبدالرحمٰن سے اور وہ اپنے والد حضرت ابو لیلیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جبرئیل امین حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی خدمت میں براق لائے۔ آپ کو اپنے سامنے سوار کیا اور روانہ ہو گئے۔ جب یہ براق کسی نشیب میں اترتا تو اس کی اگلی ٹانگیں لمبی ہو

جاتیں اور پچھلی ٹانگیں چھوٹی ہو جاتیں۔ اس طرح براق کی پشت ہموار ہو جاتی تھی۔ پھر جب وہ چڑھائی پر پہنچتا تو اس کی اگلی ٹانگیں چھوٹی ہو جاتی اور پچھلی ٹانگیں لمبی ہو جاتیں۔ اس طرح اس کی پیٹھ کی سطح ہموار ہو جاتی تھی۔ سفر کے دوران راستے کی دائیں جانب کوئی شخص ظاہر ہوا۔ اس نے دو بار پکار کر کہا۔ "اے محمد! راستہ میری جانب ہے۔" جبرئیل نے کہا۔ "آپ چلتے جائیں اور کسی سے بات نہ کریں۔" پھر راستے کی بائیں جانب ایک آدمی ظاہر ہوا۔ اس نے کہا "اے محمد! راستہ میری جانب ہے۔" مگر جبرئیل نے کہا۔ "آپ چلتے جائیں اور کسی سے بات نہ کریں۔" پھر ایک حسین و جمیل عورت دکھائی دی۔ جبرئیل نے پوچھا۔ "کیا آپ اس شخص کو جانتے ہیں جس نے راستے کی دائیں جانب سے آپ کو بلایا تھا؟" حضور ﷺ نے فرمایا۔ "نہیں" جبرئیل نے کہا۔ "وہ یہود تھے جنہوں نے آپ کو اپنے دین کی طرف بلایا۔" جبرئیل نے پھر پوچھا۔ "کیا آپ اسے جانتے ہیں جس نے راستے کی بائیں جانب سے آپ کو بلایا تھا؟" فرمایا۔ "نہیں" جبرئیل نے کہا۔ "وہ عیسائی تھے۔ انہوں نے آپ کو اپنے دین کی طرف بلایا۔" جبرئیل نے پھر پوچھا۔ "کیا آپ راستے میں نظر آنے والی حسین و جمیل عورت کو پہچانتے ہیں۔" فرمایا۔ "نہیں۔" جبرئیل نے کہا۔ "وہ دنیا تھی جو آپ کو اپنی جانب بلا رہی تھی۔ اس کے بعد حضور ﷺ اور جبرئیل امین دونوں روانہ ہو کر بیت المقدس پہنچے۔ وہاں چند آدمی بیٹھے ہوئے تھے۔ وہ بولے۔

مَرْحَبًا بِالنَّبِيِّ الْأُمِّيِّ "نبی امی کو خوش آمدید"

ان میں ایک بزرگ بھی تشریف فرما تھے۔ حضور نے پوچھا۔ یہ کون ہیں؟ جبرئیل نے کہا۔ یہ آپ کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام، دوسرے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور تیسرے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں۔ پھر اقامت ہوئی۔ تو وہ ایک دوسرے کو آگے کھڑا کرنے لگے۔ آخر کار حضور نبی پاک ﷺ کو انہوں نے امام بنا دیا۔ اس کے بعد چند مشروبات لائے گئے۔ نبی پاک ﷺ نے دودھ کو پسند فرمایا۔ جبرئیل نے کہا۔ آپ نے فطرت کو پالیا ہے۔ پھر کہا گیا۔ آپ اپنے رب کی طرف چلیں۔ چنانچہ آپ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اندر گئے اور پھر واپس آ گئے۔ آپ سے پوچھا گیا۔ کیا ہوا؟ فرمایا میری امت پر پچاس نمازیں فرض کر دی گئی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ "اپنے رب کے پاس لوٹ جایئے اور اپنی امت کے لئے تخفیف کی درخواست کیجئے۔ آپ کی امت یہ بوجھ نہ اٹھا سکے گی۔" حضور دوبارہ بارگاہ الٰہی میں پہنچے۔ پھر واپس آ گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا۔ کیا بنا؟ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے اب پچیس نمازیں کر دی ہیں۔" حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ "پھر لوٹ جایئے اور مزید تخفیف کا سوال کیجئے۔" آپ پھر

بارگاہِ الٰہی میں پہنچے اور واپسی پر بتایا کہ اب بارہ نمازیں کر دی گئی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ "اب بھی اپنے پروردگار کے پاس جا کر تخفیف مانگیے۔" آپ پھر چلے گئے جب واپس آئے تو بتایا کہ اللہ کریم نے اب صرف پانچ نمازیں پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تو پھر جا کر تخفیف مانگنے کا مشورہ دیا مگر نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا۔ "اب بار بار جانے سے مجھے شرم آتی ہے۔ میرے پروردگار نے فرمایا ہے کہ آپ جتنی بار بھی میرے پاس آئے ہیں اور ہر دفعہ جو سوال کیا ہے میں نے وہ آپ کو عطا کر دیا ہے۔"

حدیث ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، بزار، ابو یعلی اور بیہقی رحمہم اللہ بہ سند ابو العالیہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے، ان کے ساتھ حضرت میکائیل علیہ السلام بھی تھے۔ جبرئیل علیہ السلام نے میکائیل علیہ السلام سے کہا۔ "آبِ زمزم کا ایک طشت لے آؤ تاکہ میں ان کا دل پاک کر دوں اور ان کا سینہ کھول دوں۔" انہوں نے حضور کا بطن مبارک چاک کیا اور اسے تین بار دھویا۔ میکائیل علیہ السلام آبِ زمزم کے تین طشت باری باری لے کر آئے آپ کے سینہ اقدس کو کھول دیا اور اگر اس میں کینہ یا کھوٹ نام کی کوئی چیز تھی تو اسے بھی نکال دیا۔ پھر اسے حلم و علم، ایمان و یقین اور دولت اسلام سے بھر دیا اور آپ کے شانوں کے درمیان مہر نبوت ثبت کر دی۔ پھر ایک گھوڑا لائے اور حضور ﷺ کو اس پر سوار کر دیا۔ اس کی رفتار کا یہ عالم تھا کہ جہاں اس کی نگاہ پڑتی تھی وہاں قدم رکھتا تھا۔ جبرئیل امین کی معیت میں حضور روانہ ہو گئے۔ آپ کا گزر ایسے لوگوں پر ہوا جو ایک ہی دن کھیتی بوتے اور پھر کاٹ دیتے۔ جب کھیتی کٹتی تو پھر آگ آتی حضور نبی کریم ﷺ نے پوچھا۔ جبرئیل! یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا۔ "یہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں۔ ان کی ایک نیکی کو سات سو گنا تک بڑھا دیا جاتا ہے اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اس کا نعم البدل انہیں عطا فرما دیتا ہے۔ اس کے بعد حضور ﷺ کا گزر ایسے لوگوں پر ہوا جن کے سر پتھروں سے پھوڑے جا رہے تھے۔ ان کے سر پھٹ کر پھر جڑ جاتے اور یہ سلسلہ مسلسل جاری تھا۔ حضور نے پوچھا۔ جبرئیل یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو فرض نماز سے سر گراں رہتے ہیں پھر حضور کا گزر ایسے لوگوں پر ہوا جن کی شرمگاہوں پر آگے پیچھے چیتھڑے لگے ہوئے تھے۔ وہ اونٹوں اور دوسرے چوپایوں کی طرح چر رہے تھے اور خار دار جھاڑ،

تھوہر اور جہنم کے گرم گرم پتھر کھا رہے تھے۔ حضور نے پوچھا۔ جبرئیل! یہ کون ہیں؟ جبرئیل نے کہا۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مال کی زکوٰۃ نہیں دیتے اور ان پر اللہ تعالیٰ نے کوئی ظلم نہیں کیا۔ اس کے بعد آپ کا گزر ایسے لوگوں پر ہوا جن کے سامنے ہنڈیا میں پکے ہوئے گوشت کے علاوہ خراب کچا گوشت بھی رکھا ہوا تھا۔ وہ پاک صاف پکا گوشت کھانے کی بجائے خراب کچا گوشت کھا رہے تھے۔ حضور نے پوچھا۔ ”جبرئیل! یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا۔ ”یہ آپ کی امت کے وہ لوگ ہیں جو جائز اور حلال منکوحہ ہونے کے باوجود بدکردار عورت کے پاس جاکر شب باش ہوا کرتے ہیں اور صبح تک لہو ولعب میں مصروف رہتے ہیں۔ یا پھر وہ عورتیں ہیں جو اپنے جائز اور حلال خاوند کو چھوڑ کر کسی بدکردار مرد کے پاس جاکر ساری رات گزار دیتی ہیں۔“ پھر آپ کا گزر راستے پر پڑے ہوئے لکڑی کے تختے پر ہوا جس کے ساتھ جو کپڑا لگتا پھٹ جاتا بلکہ جو چیز لگتی چر جاتی۔ حضور نے پوچھا۔ جبرئیل یہ کیا ہے؟ جبرئیل نے کہا۔ یہ ان لوگوں کی مثال ہے جو راستے پر گھات لگا کے بیٹھتے ہیں اور مسافروں کو لوٹ لیتے ہیں۔ پھر آپ نے ایک شخص دیکھا جس نے بڑا بھاری گٹھا جمع کر رکھا تھا جسے اٹھانا مشکل تھا مگر وہ گٹھے میں اضافہ کئے جا رہا تھا۔ حضور نے پوچھا۔ جبرئیل! یہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا۔ ”یہ آپ کی امت کا وہ شخص ہے جس کے پاس لوگوں کی امانتیں ہوتی ہیں اور وہ امانتیں واپس کرنے پر قادر نہیں ہوتا مگر پھر بھی مزید امانتیں لینا چاہتا ہے۔“ پھر حضور ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جن کی زبانیں اور ہونٹ لوہے کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے، وہ کٹنے کے بعد پھر جڑ جاتے اور یہ سلسلہ مسلسل جاری تھا۔ حضور نے پوچھا۔ جبرئیل! یہ کون ہیں؟“ انہوں نے کہا۔ یہ فتنہ وفساد پھیلانے والے خطیب ہیں۔ پھر آپ نے ایک چھوٹا سا پتھر دیکھا جس سے بہت بڑا بیل راستہ بنا کر باہر نکل آتا۔ پھر وہ اسی راستے سے واپس لوٹنا چاہتا مگر داخل نہ ہو سکتا تھا۔ حضور نے پوچھا۔ جبرئیل! یہ کیا ہے؟ وہ بولے۔ یہ وہ شخص ہے جو بہت بڑی بات کر کے شرمندگی اٹھاتا ہے مگر منہ سے نکلی ہوئی بات واپس نہیں لوٹا سکتا۔ پھر آپ ایک وادی میں پہنچے۔ جس میں ٹھنڈی پاکیزہ ہوا چل رہی تھی اور کستوری کی خوشبو مہک رہی تھی۔ آپ نے کسی کی آواز بھی سنی۔ پھر پوچھا۔ جبرئیل! یہ کیا ہے؟ کہا۔ یہ جنت کی صدا ہے جو کہہ رہی ہے ”اے میرے پروردگار! تو نے مجھ سے جس چیز کا وعدہ کیا ہے وہ مجھے عطا فرما دے۔ میرے ہاں بالاخانوں، اطلس ودیباج حریر پرنیاں، ریشمی لباس، نقش ونگار والے قالین، آبدار موتی، مونگے (مرجان)، سونا چاندی، ساغر وجام، سواریاں، شہد، آب شیریں، دودھ اور شراب کی فراوانی ہے۔ پس جس چیز کا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا تھا وہ مجھے عطا فرما دے۔“ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ”ایمان اور

اسلام پر قائم رہنے والا ہر شخص اور ہر عورت تیرا مقدر ہے۔ "جنت بولی۔ "میں راضی ہوں۔"
بعد ازاں حضور علیہ ایک اور وادی میں پہنچے۔ وہاں بڑی عجیب و غریب آواز سنائی دی۔ اور سخت بدبو آئی۔ حضور نے پوچھا۔ جبرئیل! یہ کیا ہے؟ کہا۔ یہ جہنم کی آواز ہے۔ جو کہہ رہا۔ "اے میرے پروردگار! جس چیز کا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے وہ مجھے عطا فرمادے۔ میرے ہاں زنجیروں، طوق، بھڑکتی آگ، کھولتے پانی، خاردار جھاڑ، گرم پیپ اور عذاب کی فراوانی ہے۔ میں بہت زیادہ گہری اور حد درجہ گرم ہوں۔ پس تو اپنا وعدہ پورا فرمادے۔ "اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ "ہر مشرک مرد و عورت، ہر کافر مرد و عورت، ہر ناپاک مرد و عورت اور ہر وہ سنگدل شخص تیرا مقدر ہے جو یوم حساب پر ایمان نہیں رکھتا۔" جہنم سے آواز آئی۔ "میں راضی ہوں۔" حضور علیہ چلتے رہے یہاں تک کہ بیت المقدس آ پہنچے۔ گھوڑے سے اترے۔ اسے پتھر سے باندھا اور اندر جاکر فرشتوں کے ساتھ نماز ادا کی۔ نماز ادا کرنے کے بعد فرشتوں نے پوچھا۔ جبرئیل! یہ تمہارے ساتھ کون ہیں؟ کہا۔ "میرے ساتھ محمد علیہ ہیں۔" انہوں نے کہا۔ "کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا "ہاں" وہ بولے۔ اللہ تعالیٰ انہیں سلامت رکھے۔ کیا ہی اچھے بھائی اور اچھے خلیفہ ہیں اور ان کی تشریف آوری بھی بہت مبارک ہے۔ پھر حضور نبی پاک علیہ نے انبیاء کرام کی ارواح سے ملاقات کی۔ ان تمام انبیاء نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے ہوئے فرمایا۔

"تمام تعریفیں اس ذات کے لئے ہیں جس نے مجھے اپنا خلیل بنایا، ملک عظیم بخشا، ایسا منکسر المزاج امام بنایا کہ میری اقتداء کی جاتی ہے۔ مجھے آگ سے بچایا اور آگ میری خاطر ٹھنڈی اور سلامتی والی بنادی۔"

پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بایں الفاظ اپنے پروردگار کی حمد و ثنا کی۔

"تمام تعریفیں اس ذات کے لئے ہیں جس نے مجھے شرفِ کلام بخشا۔ میرے ہاتھوں آلِ فرعون کو ہلاک کیا اور بنو اسرائیل کو نجات دی اور میری امت میں ایسے لوگ پیدا کئے جو حق کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور حق پر ہی قائم رہتے ہیں۔"

پھر حضرت داؤد علیہ السلام نے بایں الفاظ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی۔

"تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس نے مجھے ملک عظیم عطا کیا، مجھے کتاب زبور سکھائی، میری خاطر لوہے کو نرم و گداز کیا، پہاڑوں اور پرندوں کو میرا فرمانبردار بنایا جو سب مل کر میرے ساتھ تسبیح کہا کرتے ہیں۔ نیز اس نے مجھے حکمت و دانائی اور واضح اندازِ بیان عطا فرمایا۔"

پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے بایں الفاظ اپنے رب کریم کی حمد و ثنا کی۔ ”تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے جس نے میرے لئے ہواؤں کو مسخر کیا، شیطانوں کو فرمانبردار بنایا کہ جو میں چاہتا وہ میری خاطر بنا دیتے مثلاً پختہ عمارتیں، مجسمے، بڑے بڑے لگن جیسے حوض ہوں اور بھاری دیگیں جو چولہوں پر جمی رہتیں۔ مجھے پرندوں کی بولی سکھائی۔ ہر قسم کے فضل و کرم سے نوازا۔ شیطانوں، انسانوں اور پرندوں کے لشکر مسخر کر دیئے، بہت سے مومن بندوں پر مجھے فضیلت بخشی، مجھے اتنی بڑی سلطنت عطا کی جو میرے بعد کسی کی شان کے لائق نہیں اور میرا ملک ایسا پاکیزہ بنا دیا کہ اس کے متعلق کوئی حساب کتاب نہیں۔“

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بایں الفاظ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی۔

”تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھے اپنا کلمہ بنایا، میرے واقعے کو حضرت آدم علیہ السلام کے واقعہ کی طرح کر دیا۔ انہیں اللہ تعالیٰ نے مٹی سے پیدا کر کے فرمایا۔ کُن (ہو جا) تو وہ ذی روح انسان بن گئے۔ مجھے کتاب و حکمت اور تورات و انجیل سکھائی۔ مجھے یہ معجزات عطا فرمائے کہ میں مٹی سے پرندے کی سی صورت بنا کر اس میں پھونک مارتا ہوں تو اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے۔ میں مادر زاد اندھے اور لاعلاج کوڑھی کو تندرست کر دیتا ہوں اور اللہ کے حکم سے مردوں کو زندہ کر دیتا ہوں۔ جس رب نے مجھے عظمت و رفعت عطا کی، مجھے پاک صاف کیا، مجھے اور میری والدہ کو شیطان مردود سے اس طرح پناہ دی کہ اس کے پاس ہمیں نقصان دینے کی طاقت نہ رہی۔“

آخر میں سردارِ انبیاء فخر مرسلین ﷺ نے بایں الفاظ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی۔

”تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھے رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا اور سارے لوگوں کی طرف بشارت سنانے والا اور عذاب الٰہی سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔ جس نے مجھ پر فرقانِ حمید کو نازل کیا جس میں ہر چیز کا بیان ہے۔ جس نے میری امت کو بہترین امت بنایا جسے لوگوں کے فائدہ کے لئے پیدا کیا گیا۔ جس نے میری امت کو امتِ وسط بنایا۔ اور اس امت کو اول و آخر بنایا۔ جس نے میرا سینہ کھول دیا اور میرا بوجھ اتار دیا۔ جس نے میرا ذکر بلند کیا اور مجھے سب نبیوں کا اول اور سب کا آخر بنایا۔“

حضور کے یہ حمدیہ کلمات سن کر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا۔ ”اسی وجہ سے حضرت محمد ﷺ کو تم پر فضیلت حاصل ہے۔“ پھر تین برتن لائے گئے جن کے منہ بند تھے۔ پہلے ایک برتن حضور کے سامنے پیش کیا گیا۔ اس میں پانی تھا۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ پانی نوش جاں

فرمائیں۔ آپ نے تھوڑا سا پانی پی لیا۔ پھر دوسرا برتن لایا گیا جس میں دودھ تھا اور کہا گیا۔ ''اسے پئیں۔'' آپ نے خوب سیر ہو کر دودھ پیا۔ پھر تیسرا برتن پیش کیا گیا جس میں شراب تھی۔ آپ سے عرض کیا گیا۔ ''اسے پئیں۔'' آپ نے فرمایا۔ میں اسے نہیں پینا چاہتا میں سیراب ہو چکا ہوں۔'' جبرئیل نے کہا۔ ''عنقریب شراب آپ کی امت پر حرام کر دی جائے گی۔ اگر بفرض محال آپ شراب پی لیتے تو آپ کی امت کے بہت تھوڑے آدمی آپ کی اتباع کرتے۔ پھر حضور کو آسمان پر لے جایا گیا۔ دروازہ کھلوانا چاہا تو پوچھا گیا۔ جبرئیل! یہ تمہارے ساتھ کون ہیں؟'' انہوں نے کہا۔ ''محمد (ﷺ) آسمان کے فرشتوں نے پوچھا۔ ''کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا ''ہاں'' وہ بولے۔ ''اللہ تعالیٰ انہیں سلامت رکھے۔ کیا ہی اچھے بھائی اور اچھے خلیفہ ہیں اور ان کی تشریف آوری بھی بہت خوب ہے۔'' حضور آسمان کے اوپر تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے ایک شخص دیکھا جو شکل وصورت کے اعتبار سے کامل واکمل تھے۔ دوسری مخلوق کے برعکس ان کی تخلیق میں ذرا بھی خامی نہ تھی۔ ان کی داہنی جانب ایک دروازہ تھا جس سے پاکیزہ خوشبو آ رہی تھی اور بائیں جانب بھی ایک دروازہ تھا جس سے بدبو آ رہی تھی۔ جب وہ داہنی جانب والے دروازہ کی طرف دیکھتے تو فرط مسرت سے مسکرانے لگتے۔ بائیں جانب دیکھتے تو فرط غم سے رونے لگتے۔ حضور فرماتے ہیں۔ میں نے پوچھا۔ ''جبرئیل! یہ کون ہیں؟'' انہوں نے کہا۔ ''یہ آپ کے جد امجد حضرت آدم علیہ السلام ہیں۔ ان کی داہنی طرف جنت کا دروازہ ہے۔ جب وہ اس دروازے میں سے اپنی اولاد کو داخل ہوتا دیکھتے ہیں تو مسکرا دیتے ہیں اور بہت زیادہ خوش ہو جاتے ہیں۔ ان کی بائیں جانب جہنم کا دروازہ ہے۔ جب وہ اس دروازے سے اپنی اولاد کو داخل ہوتا دیکھتے ہیں تو رو پڑتے ہیں اور از حد غمگین ہو جاتے ہیں۔'' اس کے بعد جبرئیل امین حضور ﷺ کو دوسرے آسمان پر لے گئے۔ اسے کھلوانا چاہا تو فرشتوں نے پوچھا۔ کون ہے؟ کہا۔ اللہ کے رسول حضرت محمد ﷺ ہیں۔ انہوں نے پھر پوچھا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا۔ ''ہاں'' فرشتے بولے۔ ''اللہ تعالیٰ انہیں سلامت رکھے۔ کیا ہی اچھے بھائی اور اچھے خلیفہ ہیں اور ان کی تشریف آوری بھی بہت خوب ہے۔'' چنانچہ حضور دوسرے آسمان میں تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جسے حسن و جمال میں تمام لوگوں پر ایسی برتری حاصل تھی جیسے چودھویں کی رات میں ماہ کامل کو باقی ستاروں پر۔ حضور نے پوچھا۔ جبرئیل! یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ آپ کے بھائی حضرت یوسف علیہ السلام ہیں۔

پھر وہ آپ کو تیسرے آسمان پر لے گئے ﷺ دروازہ کھلوانا چاہا تو آواز آئی۔ جبرئیل! یہ تمہارے

ساتھ کون ہیں؟ کہا۔ "یہ حضرت محمد ﷺ ہیں۔" انہوں نے پوچھا۔ کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا۔ "ہاں۔" تو وہ بولے۔ "اللہ تعالیٰ انہیں سلامت رکھے۔ کیا ہی اچھے بھائی اور اچھے خلیفہ ہیں اور ان کی تشریف آوری بھی بہت خوب ہے۔" حضور اس آسمان میں داخل ہوئے تو کیا دیکھتے ہیں کہ دو خالہ زاد بھائی یعنی عیسیٰ بن مریم اور حضرت یحییٰ بن زکریا علیہما السلام تشریف فرما ہیں۔ حضور ﷺ نے پوچھا۔ یہ کون ہیں؟ جبرئیل نے بتایا کہ یہ حضرت عیسیٰ اور حضرت یحییٰ علیہما السلام ہیں۔

پھر وہ آپ کو چوتھے آسمان پر لے گئے۔ دروازہ کھلوانا چاہا تو پوچھا گیا۔ کون ہے؟ کہا۔ "جبرئیل ہوں۔" پوچھا۔ ساتھ کون ہے؟ کہا۔ حضرت محمد ﷺ۔ پوچھا۔ کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا۔ "ہاں" تو وہ بولے۔ "اللہ تعالیٰ انہیں سلامت رکھے۔ کیا ہی اچھے بھائی اور خلیفہ ہیں اور ان کی تشریف آوری بھی بہت خوب ہے۔ چنانچہ آپ اس آسمان میں داخل ہوئے تو ایک شخص کو دیکھ کر پوچھا۔ جبرئیل! یہ کون ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ حضرت ادریس علیہ السلام ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے بڑا عظیم مرتبہ عطا فرمایا ہے۔

پھر وہ آپ کو پانچویں آسمان پر لے گئے۔ دروازہ کھلوانا چاہا تو فرشتوں نے پوچھا۔ کون ہے؟ کہا۔ "جبرئیل ہوں۔" انہوں نے پوچھا۔ "ساتھ کون ہے؟" کہا۔ "حضرت محمد ﷺ" انہوں نے پھر پوچھا۔ "کیا انہیں بلایا گیا ہے؟" کہا۔ "ہاں" تو فرشتوں نے کہا۔ "اللہ تعالیٰ انہیں سلامت رکھے۔ کیا ہی اچھے بھائی اور اچھے خلیفہ ہیں اور ان کی تشریف آوری بھی خوب ہے۔ چنانچہ آپ اس آسمان پر تشریف لے گئے۔ وہاں آپ نے دیکھا کہ ایک شخص بیٹھا ہے اور اس کے آس پاس کچھ اور لوگ بھی ہیں جن کے سامنے وہ کچھ بیان کر رہا ہے۔ حضور ﷺ نے پوچھا۔ یہ کون ہیں اور ان کے آس پاس کون بیٹھے ہیں؟ جبرئیل نے کہا۔ "یہ حضرت ہارون علیہ السلام ہیں جو اپنی قوم کے ہر دلعزیز شخص ہیں اور ان کے ساتھ بیٹھنے والے بنو اسرائیل ہیں۔"

پھر آپ کو چھٹے آسمان پر لے جایا گیا۔ جبرئیل نے دروازہ کھولنے کے لئے کہا تو آواز آئی۔ کون ہے؟ کہا۔ "جبرئیل۔" فرشتے بولے۔ "اور تمہارے ساتھ کون ہیں۔" کہا۔ "حضرت محمد ﷺ" انہوں نے پوچھا کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ کہا۔ "ہاں" تو وہ بولے۔ "ان کو اللہ تعالیٰ سلامت رکھے۔ کیا ہی اچھے بھائی اور اچھے خلیفہ ہیں اور ان کی تشریف آوری بھی بہت خوب ہے۔" وہاں حضور نے ایک شخص کو بیٹھا دیکھا اور آپ آگے بڑھ گئے۔ حضور آگے چلے ہی تھے کہ وہ شخص رونے لگا۔ آپ نے پوچھا۔ جبرئیل یہ کون ہیں؟ کہا۔ یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں۔ آپ نے استفسار فرمایا کہ وہ کیوں روتے ہیں؟ کہا۔ "یہ کہہ رہے ہیں کہ بنو اسرائیل کا خیال ہے کہ اللہ تعالیٰ

کی بارگاہ میں مجھ سے زیادہ مکرم کوئی نہیں ہے حالانکہ یہ شخص بھی اولاد آدم سے ہے جو دنیا میں میرے بعد آئے مگر آخرت میں مجھ سے سبقت لے گئے۔ اگر معاملہ صرف ان کی ذات تک ہوتا تو مجھے کوئی پروانہ تھی۔ مگر ہر نبی کے ساتھ اس کی امت بھی ہوتی ہے۔"

پھر جبرئیل حضور ﷺ کو ساتویں آسمان پر لے گئے، دروازہ کھولنے کے لئے کہا تو آواز آئی۔ "کون؟" کہا۔ "جبرئیل۔" پوچھا گیا۔ ساتھ کون ہے؟ کہا۔ "حضرت محمد ﷺ" انہوں نے کہا۔ کیا انہیں بلایا گیا ہے۔ کہا۔ "ہاں" وہ بولے۔ "اللہ تعالیٰ انہیں سلامت رکھے۔ کیا ہی اچھے بھائی اور اچھے خلیفہ ہیں اور ان کی تشریف آوری بھی بہت خوب ہے۔" دروازہ کھلنے پر حضور ﷺ اندر داخل ہوئے تو وہاں ایک شخص کو دیکھا جن کے بال سیاہی مائل سفید تھے اور وہ جنت کے دروازے کے پاس کرسی پر تشریف فرما تھے۔ ان کے پاس دو قسم کے لوگ بیٹھے ہوئے تھے کچھ کے چہرے کاغذ کی طرح بالکل سفید تھے اور کچھ کی رنگت میں ذرا بدصورتی تھی۔ دوسری قسم والے لوگوں نے اٹھ کر نہر میں غسل کیا۔ جب باہر نکلے تو ان کی رنگت کچھ بہتر ہو گئی تھی پھر وہ دوسری نہر میں داخل ہوئے اور غسل کر کے باہر آئے تو ان کی رنگت مزید نکھر گئی۔ پھر وہ تیسری نہر میں داخل ہوئے اور غسل کر کے باہر آئے تو ان کا رنگ سفید چہروں والے آدمیوں کی طرح بالکل نکھر چکا تھا۔ وہ آکر اپنے ساتھیوں کے پاس بیٹھ گئے۔ حضور ﷺ نے پوچھا۔ جبرئیل! یہ کون شخص ہیں جن کے بال سیاہی مائل سفید ہیں؟ اور یہ سفید چہروں والے کون ہیں؟ اور وہ کون ہیں جن کی رنگت میں کچھ فرق تھا؟ انہوں نے جواب دیا کہ یہ آپ کے جدامجد حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں جن کے بالوں کی سفیدی میں سب سے پہلے سیاہی کی آمیزش ہو گئی تھی۔ سفید چہروں والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے ایمان کو ظلم سے ملوث نہیں کیا۔ جبکہ وہ لوگ جن کی رنگت میں ذرا بدصورتی تھی وہ ایسے اشخاص ہیں جنہوں نے کچھ نیک عمل کئے اور کچھ برے کام۔ مگر بعد میں توبہ کر لی اور اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ کو قبول فرما لیا۔ جہاں تک نہروں کا تعلق ہے تو پہلی نہر اللہ کی رحمت کی نہر ہے۔ دوسری اللہ تعالیٰ کی نعمت کی اور تیسری شراب طہور کی جس کی شراب اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو پلائے گا۔

پھر حضور سدرۃ المنتہیٰ پر تشریف لے گئے۔ آپ سے کہا گیا۔ سدرہ وہ مقام ہے جہاں تک پہنچ کر آپ کے ہر اس امتی کی پرواز رک جائے گی جو آپ کی سنت پر کاربند رہا۔ حضور نے دیکھا کہ وہ ایسا درخت ہے جس کی جڑ سے ایسی نہریں رواں ہیں جن کا پانی کبھی گدلا نہیں ہوتا اور دودھ کی ایسی نہریں جاری ہیں جن کا ذائقہ کبھی خراب نہیں ہوتا۔ نیز شراب کی نہریں جس میں پینے

والوں کے لئے لذت ہے اور صاف ستھرے شہد کی نہریں بھی موجود ہیں۔ سدرہ ایسا درخت ہے کہ جس کی چھاؤں میں کوئی سوار اگر ستر سال بھی چلتا رہے تو اسے طے نہیں کر سکتا۔ اس کا ایک پتہ پوری امت کو ڈھانپ دینے کے لئے کافی ہے۔ حضور ﷺ نے دیکھا کہ سدرہ پر خلاقِ عالم کا نور جلوہ فگن ہے اور فرشتوں نے اسے اس طرح گھیر رکھا ہے جیسے کسی درخت پر کوے جا بیٹھتے ہیں۔ وہاں ہی اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے ساتھ کلام فرمایا اور فرمایا۔ ''مانگ لو۔'' آپ نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کی۔

''تو نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنا خلیل بنایا اور انہیں ملکِ عظیم عطا فرمایا۔ موسیٰ علیہ السلام سے کلام فرمایا۔ حضرت داؤد علیہ السلام کو عظیم سلطنت عطا کی ان کے لئے لوہے کو نرم کیا اور پہاڑوں کو مسخر کر دیا۔ سلیمان علیہ السلام کو ایسی بادشاہی سے نوازا جو ان کے بعد کسی کے لائق نہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تورات اور انجیل سکھائی اور انہیں ایسی شانِ اعجاز بخشی کہ وہ مادر زاد اندھے اور کوڑھی کو ٹھیک کر دیتے اور تیرے اذن سے مردوں کو زندہ کر دیتے۔ انہیں اور ان کی والدہ کو شیطان سے پناہ دی اور شیطان کا ان پر کچھ قابو نہ رہا۔''

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

''میں نے آپ کو اپنا خلیل اور حبیب بنالیا ہے۔ آپ کا نام تورات میں حبیب الرحمٰن (رحمٰن کا حبیب) لکھا ہے۔ میں نے آپ کو سب لوگوں کی طرف خوشخبری سنانے والا اور میرے عذاب سے بروقت متنبہ کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ میں نے آپ کا سینہ کھول دیا، آپ کا بوجھ اتار دیا اور آپ کی خاطر آپ کے ذکر کو بلند کر دیا ہے۔ آپ کی بلندی ذکر کا یہ عالم ہے کہ جہاں مجھے یاد کیا جائے گا وہاں آپ کو بھی ضرور یاد کیا جائے گا۔ میں نے آپ کی امت کو بہترین امت بنا دیا ہے جو لوگوں کی نفع رسانی کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ میں نے آپ کی امت کو امتِ وسط بنایا ہے۔ میں نے اگلوں پچھلوں کو آپ کی امت میں شامل کیا ہے۔ آپ کی امت کی خطائیں اس وقت تک معاف نہیں کی جائیں گی جب تک وہ یہ گواہی نہ دے کہ آپ میرے خاص بندے اور رسول ہیں۔ میں نے آپ کی امت میں ایسے لوگ بھی پیدا کئے ہیں جن کے قلوب انجیلیں ہوں گے (یعنی ان کے سینوں میں قرآن پاک محفوظ ہوگا) میں نے آپ کو یہ شانِ رفیع عطا فرمائی ہے کہ آپ کی تخلیق تمام انبیاء کرام سے پہلے ہوئی مگر بعثت سب کے بعد ہوئی اور سب سے پہلے آپ کے حق میں فیصلہ ہوگا۔ میں نے آپ کو سَبۡعًا مِّنَ الۡمَثَانِیۡ یعنی سورۂ فاتحہ عطا فرمائی ہے جو آپ سے پہلے کسی نبی کو عطا نہیں فرمائی۔ اسی طرح میں نے آپ کو خزانہء عرش سے سورۂ بقرہ کی آخری آیات

کریمہ بخشی ہیں جو پہلے کسی نبی کو نہیں بخشی گئیں۔ میں نے آپ کو کوثر سے نوازا۔ میں نے آپ کو آٹھ قسم کی خاص چیزیں عطا فرمائیں۔ اسلام، ہجرت، جہاد، نماز، صدقہ، رمضان شریف کے روزے، نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا۔ میں نے آپ کو فاتح (درِ رحمت کو کھولنے والا) اور خاتم (آخری نبی) بنایا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں۔ "میرے رب نے مجھے فضیلت دی، مجھے رحمۃ للعالمین اور سارے لوگوں کے لئے خوشخبری سنانے والا اور بروقت متنبہ کرنے والا بنا کر بھیجا۔ ایک ماہ کی مسافت سے دشمن کے دل میں میرا رعب ڈال دیا، میرے لئے غنیمت کو حلال کیا حالانکہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے بھی غنیمت حلال نہ تھی۔ میری خاطر ساری زمین کو مسجد اور حصولِ طہارت کا ذریعہ بنایا۔ مجھے فواتح الکلم، خواتم الکلم، اور جوامع الکلم عطا فرمائے اور میری امت کو میرے سامنے پیش کیا گیا تو کوئی تابع و متبوع مجھ پر مخفی نہ رہا۔ میں نے انہیں دیکھا کہ وہ ایسے لوگوں کے پاس آئے جن کے چہرے چوڑے چکلے اور آنکھیں بالکل چھوٹی تھیں گویا سوئی کے ساتھ ان کی آنکھوں میں سوراخ کر دیا گیا ہو۔ میرے بعد ان کے جو حالات رونما ہونے والے تھے وہ میری نظروں سے مخفی نہ رہے اور مجھے پچاس نمازوں کا حکم دیا گیا۔ راوی بیان کرتے ہیں کہ جب حضور ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹے تو انہوں نے پوچھا۔ آپ کو کیا حکم دیا گیا ہے؟ فرمایا۔ "پچاس نمازیں پڑھنے کا حکم ملا ہے۔" انہوں نے کہا۔ "آپ اپنے رب کے پاس لوٹ جائیں اور تخفیف کی درخواست کریں کیونکہ آپ کی امت کمزور ترین امت ہے، مجھے بنو اسرائیل سے بڑی تکلیف پہنچی تھی۔" حضور نبی کریم ﷺ اپنے رب کریم کے حضور واپس آگئے اور تخفیف کی التجا کی تو اللہ تعالیٰ نے دس نمازیں کم فرمادیں۔ پھر حضور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس لوٹ کر آئے تو انہوں نے پوچھا۔ آپ کو کتنی نمازوں کا حکم دیا گیا ہے؟ فرمایا۔ "چالیس کا۔" انہوں نے کہا۔ "آپ اب بھی اپنے رب کے پاس لوٹ جائیں اور تخفیف کا سوال کریں۔" چنانچہ حضور لوٹ گئے تو اللہ تعالیٰ نے دس مزید کم فرمادیں۔ بہر حال اس طرح کم ہوتے ہوتے آخر کار پانچ رہ گئیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پھر بھی حاضر ہو کر تخفیف مانگنے کا مشورہ دیا مگر حضور ﷺ نے فرمایا۔ "میں بارہا لوٹ چکا ہوں۔ اب مجھے شرم آتی ہے۔ اب میں لوٹ کر نہیں جاؤں گا۔" اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

"جس طرح آپ نے پانچ نمازوں پر صبر و اطمینان کا اظہار کیا ہے اسی طرح (میں نے بھی انعام کی حد کر دی ہے اور وہ یہ کہ) ان پانچ نمازوں کا ثواب پچاس نمازوں کے برابر ملے گا۔ کیونکہ ہر نیکی دس کے برابر ہوتی ہے۔"

یہ سن کر حضور بہت زیادہ خوش ہو گئے۔ راوی کا بیان ہے کہ جب حضور ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس سے گزرے تو ان کے رویئے سے سختی نمایاں تھی مگر واپسی پر ان کا رویہ انتہائی بہتر تھا۔

امام بخاری، امام مسلم اور ابن جریر بہ سند سعید بن میسّب رحمہم اللہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی رحمت ﷺ نے فرمایا۔ شب معراج میری ملاقات حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہوئی۔ ان کی جسمانی ساخت بڑی سڈول تھی اور بال مبارک نہ بالکل گھنگھریالے اور نہ بالکل سیدھے تھے۔ گویا وہ قبیلہ ازد شنوءہ کے فرد ہوں۔ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی ملا ان کا قد درمیانہ اور رنگت سرخ تھی۔ یوں لگتا تھا گویا ابھی حمام سے باہر تشریف لائے ہیں۔ میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی دیکھا ان کی اولاد میں سے میں ان سے زیادہ مشابہت رکھتا ہوں۔ میرے پاس دو برتن لائے گئے۔ ایک میں دودھ تھا اور دوسرے میں شراب۔ مجھ سے کہا گیا جو تمہیں پسند ہے لے لو۔ میں نے دودھ لے کر پی لیا۔ مجھے کہا گیا کہ آپ نے فطرت کو پالیا ہے۔ اگر بالفرض آپ شراب لے لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔

امام مسلم بہ سند ابو سلمہ رحمہما اللہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میں نے اپنے آپ کو حطیم میں کھڑا دیکھا۔ قریش واقعہ اسراء کے متعلق مجھ سے سوال کرنے لگے۔ انہوں نے بیت المقدس کے متعلق کچھ ایسے سوالات کئے جو مجھے یاد نہ تھے۔ لہٰذا مجھے غیر معمولی پریشانی لاحق ہوئی۔ اللہ کریم نے مہربانی فرمائی اور بیت المقدس کو اٹھا کر میرے سامنے کر دیا۔ وہ مجھے صاف دکھائی دے رہا تھا۔ اس کے بعد انہوں نے مجھ سے جو بھی سوال کیا میں نے انہیں جواب دے کر مطمئن کر دیا۔ میں نے اپنے آپ کو انبیاء کرام کی ایک جماعت کے پاس بھی دیکھا۔ کیا دیکھتا ہوں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کھڑے نماز پڑھ رہے ہیں۔ وہ بڑے بجے تلے انسان ہیں اور ان کے بالوں میں خم نہیں گویا قبیلہ ازد شنوءہ کے فرد ہوں۔ میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی دیکھا جو کھڑے نماز پڑھ رہے تھے وہ شکل و صورت میں عروہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زیادہ مشابہ تھے۔ میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی دیکھا جو کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اور وہ تمہارے صاحب یعنی خود حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے زیادہ مشابہ تھے۔ پھر نماز کا وقت ہو گیا۔ میں نے ان سب کو نماز پڑھائی۔ جب میں فارغ ہوا تو کسی نے کہا۔ اے محمد! (ﷺ) وہ دیکھو۔ وہ داروغہ جہنم مالک ہیں۔ میں ادھر متوجہ ہوا تو انہوں نے مجھے سلام کرنے میں پہل کر دی۔

احمد، ابن ماجہ، ابن ابی حاتم اور ابن مردویہ بہ سند ابو الصلت رحمہم اللہ علیہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

”شب معراج میں نے دیکھا کہ جب ہم ساتویں آسمان پر پہنچے اور میں نے اوپر نظر دوڑائی تو مجھے گرج، چمک اور کڑک کی آوازیں سنائی دیں۔ میرا گزر ایسی قوم پر ہوا جن کے پیٹ مکانوں کی طرح تھے۔ جن میں سانپ موجود تھے اور وہ باہر سے دکھائی دے رہے تھے۔ میں نے پوچھا۔ جبرئیل! یہ کون ہیں انہوں نے کہا۔ یہ سود خور ہیں۔ پھر جب میں پہلے آسمان پر اتر کر آیا اور میں نے نیچے دیکھا تو مجھے گرد و غبار اور دھواں دکھائی دیا اور طرح طرح کی آوازیں سنائی دیں۔ میں نے پوچھا۔ جبرئیل! یہ کیا ہے؟ وہ بولے۔ یہ شیاطین ہیں جو بنی نوع انسان کی آنکھوں کے آس پاس گردش کناں ہیں تاکہ وہ آسمانوں کے ملکوت اور زمین میں غور و فکر نہ کر سکیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو انہیں قدرتِ خداوندی کے کئی عجائبات نظر آتے۔

احمد اور ابن مردویہ رحمہما اللہ بہ سند ابو سلمہ، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

”شب معراج میں نے بیت المقدس میں اپنا قدم وہاں رکھا جہاں دیگر انبیاء کرام اپنے قدم رکھا کرتے تھے۔ میرے سامنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیش کیا گیا۔ میں نے دیکھا کہ حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے ساتھ حد درجہ مشابہت رکھتے ہیں۔ میرے سامنے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی پیش کیا گیا۔ میں نے دیکھا کہ وہ ایک تنومند شخص ہیں جن کے بال گھنگھریالے ہیں میرے سامنے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی پیش کیا گیا۔ مجھے معلوم ہوا کہ تمہارے صاحب (یعنی خود ذات پاک مصطفیٰ ﷺ) ان سے بہت زیادہ مشابہ ہیں۔

ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ بہ سند سلیمان تیمی، حضرت انس سے اور وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

”شب معراج جب مجھے آسمان پر لے جایا گیا تو میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔“

سعید بن منصور، ابن سعد، طبرانی (”اوسط“ میں) اور ابن مردویہ رحمہم اللہ بہ سند ابو مشعر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مولیٰ ابو وہب سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ شب معراج واپس تشریف لائے اور آپ ذی طوی کے مقام پر پہنچے تو جبرئیل امین سے فرمایا۔ ”میری قوم میری تصدیق نہیں کرے گی۔“ جبرئیل نے کہا۔ ”ابو بکر آپ کی تصدیق

کریں گے اور وہ صدیق ہیں۔"

حدیث عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ابن مردویہ، حاکم اور بیہقی بہ سند زہری رحمہم اللہ حضرت عروہ سے اور وہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ جس رات حضور نبی کریم ﷺ کو مسجد اقصیٰ لے جایا گیا اور اگلی صبح حضور نے سفر اسراء کے متعلق لوگوں کو بتانا شروع کیا تو چند ایسے لوگ بھی بھٹک گئے جو ایمان لا چکے تھے اور آپ کی تصدیق کر چکے تھے۔ وہ دوڑے دوڑے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ کیا خیال ہے؟ آپ کے دوست دعویٰ کر رہے ہیں کہ انہیں آج رات بیت المقدس کی سیر اکرئی گئی ہے۔ ابو بکر صدیق نے پوچھا۔ کیا واقعی انہوں نے یہ بات کہی ہے؟ لوگوں نے کہا۔ "ہاں" آپ نے فرمایا۔

لَئِنْ قَالَ ذٰلِكَ لَقَدْ صَدَقَ

اگر واقعی حضور نے یہ فرمایا ہے تو بلاشبہ سچ فرمایا ہے۔

لوگوں نے کہا۔ "تو کیا آپ مانتے ہیں کہ وہ آج رات بیت المقدس گئے اور صبح ہونے سے پہلے واپس آ گئے؟" فرمایا۔ "ہاں۔ ہم تو اس سے بھی زیادہ ناممکن باتوں میں ان کی تصدیق کرتے ہیں اور صبح شام ان کی زبان حق ترجمان سے آسمانی خبریں سن کر بلا تامل مان لیتے ہیں۔" حضرت ابو بکر کو اسی تصدیق کی وجہ سے صدیق کا لقب دیا گیا۔

ابن مردویہ بہ سند ہشام بن عروہ اپنے والد سے اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"جب مجھے رات کے وقت آسمان کی سیر کے لئے لے جایا گیا تو جبرئیل امین نے اذان دی۔ فرشتوں نے سمجھا کہ وہی انہیں نماز بھی پڑھائیں گے مگر جبرئیل نے مجھے آگے بڑھا دیا اور میں نے فرشتوں کو نماز پڑھائی۔"

طبرانی بہ سند ہشام ان کے والد سے اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیم نے فرمایا۔

"جس رات مجھے آسمان کی سیر کرائی گئی، میں جنت میں داخل ہوا۔ وہاں جنتی درختوں میں سے ایک ایسے درخت کے پاس کھڑا ہوا جس سے زیادہ حسین، زیادہ سفید پتوں والا اور زیادہ پاکیزہ پھل والا درخت میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ میں نے ایک پھل لے کر کھا لیا اور حضرت خدیجہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہ سے قربت کی تو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا شکم مادر میں آگئیں۔ اب جب بھی جنتی خوشبو سونگھنے کا شوق پیدا ہوتا ہے تو فوراً بیٹی فاطمہ کی خوشبو سونگھ لیتا ہوں۔"

حاکم رحمۃ اللہ علیہ مستدرک میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ شب معراج جبرئیل امین میرے پاس بہی (پھل) لے کر آئے۔ میں نے اسے کھالیا۔ پھر فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا شکم مادر میں آگئیں۔ جب مجھے جنتی خوشبو سونگھنے کی خواہش ہوتی تو فوراً فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی گردن سونگھ لیتا۔ حاکم نے کہا کہ یہ روایت غریب ہے۔ اس کی سند کا ایک راوی شہاب بن حرب مجہول ہے۔ اس پر امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی ولادت واقعہ اسراء تو درکنار اعلانِ نبوت سے بھی پہلے ہوئی ہے۔

حدیث اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ابن مردویہ رحمۃ اللہ علیہ بہ سند یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر اپنے والد سے، وہ اپنے والد سے اور وہ حضرت اسماء بنت ابی بکر (رضی اللہ تعالیٰ عنہا و عن ابیھا) سے روایت کرتے ہیں آپ فرماتی ہیں کہ میں نے سنا حضور نبی کریم ﷺ سدرۃ المنتہیٰ کا ذکر کرتے ہوئے فرمارہے تھے۔ "وہاں سونے کے پروانے ہیں۔ اس کے پھل مٹکوں کی طرح اور پتے ہاتھیوں کے کانوں کی مانند ہیں" میں نے عرض کی۔ یارسول اللہ! آپ نے وہاں کیا دیکھا؟ فرمایا۔ میں نے وہاں اپنے رب کریم کو دیکھا۔

حدیث ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ابن اسحاق اور ابن جریر، کلبی رحمہم اللہ سے وہ ابو صالح سے اور وہ حضرت ابو طالب کی صاحبزادی حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ شب معراج رسول اللہ ﷺ میرے گھر میں استراحت فرماتے۔ آپ نے عشاء کی نماز ادا فرمائی اور سو گئے ہم بھی سو گئے۔ فجر سے ذرا پہلے آپ نے ہمیں جگایا۔ حضور نے صبح کی نماز پڑھی۔ ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ آپ نے فرمایا۔ اے ام ہانی! جیسا کہ تم نے دیکھا کہ میں نے اسی وادی میں تمہارے ساتھ عشاء کی نماز پڑھی۔ پھر میں بیت المقدس گیا اور وہاں نماز پڑھی۔ پھر تم نے دیکھا کہ میں نے صبح کی نماز تمہارے ساتھ یہاں پڑھی ہے۔

طبرانی اور ابن مردویہ رحمہم اللہ بہ سند عبدالاعلیٰ بن ابو المساور، حضرت عکرمہ سے اور وہ

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ معراج والی رات حضور میرے پاس تھے۔ رات کے وقت میں نے دیکھا کہ آپ موجود نہیں ہیں۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ مبادا قریش نے آپ کو کوئی تکلیف پہنچادی ہو۔ اس خیال سے میری آنکھوں سے نیند اڑ گئی۔ جب آپ واپس تشریف لائے تو فرمایا۔

"جبرئیل امین میرے پاس آئے تھے۔ وہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے باہر لے گئے۔ دروازے پر ایک چوپایہ کھڑا تھا جو خچر سے چھوٹا اور دراز گوش سے بڑا تھا۔ جبرئیل نے مجھے اس پر سوار کیا اور وہ چل پڑا یہاں تک کہ بیت المقدس جا پہنچا۔ میں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا۔ ان کی صورت مجھ سے اور میری صورت ان سے خاصی مشابہ تھی۔ میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا جو گندمی رنگ کے دراز قامت شخص تھے ان کے بال بالکل سیدھے تھے اور قبیلہ ازد شنوءہ کے آدمیوں سے مشابہ تھے۔ میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی دیکھا جن کا قد درمیانہ اور رنگ سرخی مائل سفید تھا اور حضرت عروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشابہ تھے میں نے دجال کو بھی دیکھا جس کی داہنی آنکھ مسخ شدہ تھی اور وہ قطن بن عبدالعزیٰ کا ہم شکل تھا۔"

ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ "میں قریش کے پاس جا کر انہیں واقعہ معراج سے آگاہ کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے حضور کا دامن تھام لیا اور عرض کیا "میں آپ کو اللہ کا واسطہ دے کر کہتی ہوں کہ (آپ نہ جائیں) آپ جن لوگوں کے پاس جارہے ہیں وہ آپ کو جھٹلائیں گے اور آپ کی بات کو تسلیم نہیں کریں گے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ آپ پر حملہ کر کے آپ کو نقصان نہ پہنچائیں۔" وہ فرماتی ہیں کہ حضور نے میرے ہاتھ سے دامن چھڑایا اور باہر تشریف لے گئے۔ قریش بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ان کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں واقعہ معراج سے آگاہ کیا۔ مطعم بن عدی نے اٹھ کر کہا۔ "اے محمد! اگر تم جوان ہوتے تو ایسی بات ہرگز نہ کرتے حالانکہ تم ہمارے درمیان موجود رہے۔" ایک اور شخص بولا۔ "کیا فلاں جگہ ہمارے اونٹوں کے پاس سے آپ گزرے تھے؟" آپ ﷺ نے فرمایا۔ "ہاں میں نے دیکھا کہ ان کا ایک اونٹ گم ہوگیا اور وہ اسے ڈھونڈ رہے تھے۔" اس شخص نے کہا۔ "اچھا یہ بتاؤ۔ کیا فلاں قبیلے کے اونٹوں کے پاس سے گزرے تھے؟" فرمایا۔ "ہاں۔ میں نے انہیں فلاں جگہ دیکھا تھا۔ ان کی ایک سرخ اونٹنی چلنے پھرنے کے قابل نہ رہی تھی۔ ان کے پاس پانی کا ایک پیالہ تھا جس کا پانی میں نے پی لیا تھا۔" وہ بولے۔ "اچھا یہ بتاؤ۔ ان اونٹوں کی تعداد کتنی تھی اور اس قافلے میں کتنے چرواہے تھے؟" حضور نے فرمایا۔ "میں نے ان کی تعداد کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔" اس کے

بعد حضور جا کر سو گئے۔ خواب میں آپ کو اونٹ دکھائے گئے۔ آپ نے انہیں گن لیا اور ان کے چرواہوں کو بھی پہچان لیا۔ پھر آپ قریش کے پاس آئے اور ان سے فرمایا۔ ”تم نے مجھ سے فلاں قبیلے کے اونٹوں کے متعلق دریافت کیا تھا۔ تو سنو ان کی تعداد اتنی ہے اور ان میں فلاں فلاں چرواہے موجود ہیں۔ اور تم نے مجھ سے فلاں قبیلے کے اونٹوں کے متعلق پوچھا تھا۔ تو سنو ان کی تعداد اتنی ہے اور ان کے چرواہوں میں ابو قحافہ کا بیٹا اور فلاں فلاں چرواہا بھی ہے۔ کل صبح وہ اس ٹیلے تک آ پہنچیں گے۔ چنانچہ قریش فرمانِ نبوی کی صداقت کو پرکھنے کی خاطر ٹیلے پر آ بیٹھے اور قافلے کا انتظار کرنے لگے۔ اچانک انہوں نے دیکھا کہ اونٹوں کا قافلہ آ پہنچا ہے۔ انہوں نے قافلہ والوں سے پوچھا۔ سناؤ۔ کیا تمہارا کوئی اونٹ گم ہوا تھا؟ انہوں نے کہا۔ ہاں۔ پھر انہوں نے دوسروں سے پوچھا۔ کیا تمہاری کسی سرخ اونٹنی میں چلنے کی سکت نہ رہی تھی۔ وہ بولے۔ ہاں۔ پھر پوچھا۔ یہ بتاؤ کیا تمہارے پاس پانی کا کوئی پیالہ تھا؟ ابو بکر بولے۔ ہاں۔ اللہ کی قسم! میں نے اسے ایک جگہ رکھا تھا اس میں سے کسی نے پانی نہیں پیا اور نہ اس کا پانی زمین پر بہایا گیا۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی تصدیق کی اور آپ کی بات کو بہ دل و جان تسلیم کیا۔ اسی روز سے آپ صدیق کہلانے لگے۔

ابو یعلیٰ اور ابن عساکر بہ سند یحیٰ بن ابو عمرو شیبانی رحمہم اللہ حضرت ابو صالح سے اور وہ حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں۔ آپ فرماتی ہیں کہ رات کے اندھیرے میں حضور نبی کریم ﷺ میرے ہاں تشریف لائے۔ میں اس وقت اپنے بستر پر تھی پھر فرمایا۔

”میں نے محسوس کیا کہ میں آج رات مسجد حرام میں سو رہا تھا۔ جبرئیل میرے پاس آئے۔ وہ مجھے مسجد کے دروازے کے پاس لے گئے۔ وہاں ایک سفید چوپایہ کھڑا تھا جو گدھے سے بڑا اور خچر سے چھوٹا تھا۔ اس کے کان ہل رہے تھے۔ میں اس پر سوار ہوا۔ اس کی رفتار کا یہ عالم تھا کہ جہاں اس کی نگاہ پڑتی تھی وہاں قدم رکھتا تھا۔ جب وہ مجھے لے کر کسی نشیب میں اترتا تو اس کی اگلی ٹانگیں لمبی ہو جاتیں اور پچھلی ٹانگیں چھوٹی ہو جاتیں اور جب وہ کسی چڑھائی پر چڑھتا تو اس کی پچھلی ٹانگیں لمبی ہو جاتیں اور اگلی ٹانگیں چھوٹی ہو جاتیں۔ جبرئیل امین میرے ساتھ رہے یہاں تک کہ ہم بیت المقدس جا پہنچے۔ میں نے اسے اس حلقہ سے باندھ دیا جس سے انبیاء کرام اپنی سواریاں باندھا کرتے تھے۔ میرے لئے انبیاء کرام کو لایا گیا۔ جن میں حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام بھی تھے۔ میں نے انہیں نماز پڑھائی اور ان سے بات چیت کی۔ میرے پاس دو برتن لائے گئے ایک سفید تھا اور دوسرا سرخ۔ میں نے سفید برتن سے پی لیا

جبرئیل نے کہا۔ "آپ نے دودھ پی لیااور شراب کو چھوڑ دیا ہے۔ اگر بالفرض آپ شراب پی لیتے تو آپ کی امت مرتد ہو جاتی۔ "پھر میں اس پر سوار ہو کر مسجد حرام میں آگیا۔ یہاں آکر میں نے صبح کی نماز ادا کی۔"

ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور کا دامن تھام لیااور عرض کیا۔ "میں آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہتی ہوں کہ آپ قریش کو اس بات سے آگاہ نہ فرمائیں ورنہ ایسے لوگ بھی آپ کی تکذیب کریں گے جو پہلے تصدیق کر چکے ہیں۔ "آپ نے اپنا ہاتھ مبارک اپنی چادر پر مارااور میرے ہاتھ سے دامن چھڑا لیا۔ چادر آپ کے بطن اطہر سے ذرا ہٹی تو میں نے تہبند سے اوپر جسم اقدس کی شکنوں کو دیکھ لیا جو لپٹے ہوئے سفید کاغذوں کی طرح تھیں۔ آپ کے قلب اطہر کے پاس نور چمکتا دکھائی دیا جو میری آنکھوں کو خیرہ کرنے لگا۔ میں سجدہ میں گر گئی۔ جب میں نے سجدے سے سر اٹھایا تو حضور باہر تشریف لے جا چکے تھے۔ میں نے اپنی کنیز سے کہا۔ حضور کے پیچھے پیچھے جاؤاور جاکر دیکھو وہ کیا فرما رہے ہیں اور لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟

کنیز نے واپس آکر بتایا کہ حضور قریش کے چند آدمیوں کے پاس تشریف لے گئے۔ جن میں مطعم بن عدی، عمرو بن ہشام اور ولید بن مغیرہ موجود تھے۔ آپ نے ان سے فرمایا۔ "میں نے آج رات عشاء کی نماز اسی مسجد میں پڑھی اور صبح کی نماز بھی یہاں پڑھی۔ ان دونوں نمازوں کے اوقات کے درمیان میں بیت المقدس چلا گیا۔ وہاں میرے لئے چند انبیاء کرام کو بلایا گیا تھا۔ ان میں حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام بھی موجود تھے۔ میں نے انہیں نماز پڑھائی اور ان سے بات چیت کی۔"

عمرو بن ہشام نے ازراہِ مذاق کہا۔ "ان انبیاء کا حلیہ بیان کرو۔" حضور نے فرمایا۔ "حضرت عیسیٰ علیہ السلام میانہ قد سے ذرا اونچے اور دراز قامت سے ذرا چھوٹے تھے۔ چوڑے سینہ والے، خون واضح دکھائی دیتا تھا، بال مبارک گھنگھریالے اور سرخی مائل تھے اور عروہ بن مسعود کے ہم شکل تھے۔ جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر گوشت جسم وجاں کے مالک، گندمی رنگت والے اور دراز قامت تھے۔ جیسے قبیلہ شنوءہ کے لوگ ہوتے ہیں۔ بال گھنے، آنکھیں چھوٹی، دانت ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے اور ہونٹ ذرا اوپر کی جانب سمٹے ہوئے محسوس ہوتے تھے اور ترش روئی نمایاں تھی حضرت ابراہیم علیہ السلام صورت و سیرت میں مجھ سے بہت زیادہ مشابہ تھے۔" حضور کی گفتگو سن کر وہ شور مچانے لگے اور انہوں نے اسے غیر معمولی واقعہ خیال کیا۔ مطعم بولا۔ "آج آپ خلاف معمول باتیں کر رہے ہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ جھوٹے

ہیں۔ ہم اونٹوں پر بیت المقدس کا دشوار گزار سفر کیا کرتے ہیں اور چڑھتے ہوئے ایک مہینہ لگ جاتا ہے اور اترتے ہوئے بھی ایک مہینہ لگ جاتا ہے۔ جبکہ آپ کا خیال ہے کہ آپ ایک رات میں وہاں سے ہو آئے ہیں۔ لات و عزیٰ کی قسم! میں آپ کی تصدیق نہیں کروں گا۔ "حضرت ابو بکر نے کہا۔ "اے مطعم! تم نے اپنے بھتیجے سے بڑی ناروا باتیں کی ہیں۔ تم نے انہیں ذلیل کرنا چاہا اور ان کی تکذیب کی ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ سچے ہیں۔ "لوگوں نے کہا۔ آپ بیت المقدس کی صورت حال سے آگاہ کریں۔ آپ نے فرمایا۔ میں تورات کے وقت اس میں داخل ہوا اور رات کے وقت ہی واپس لوٹ آیا۔ یکایک جبرئیل امین آپ کے پاس آئے اور اپنے پر کے اندر بیت المقدس کی تصویر دکھادی۔ اسے دیکھ دیکھ کر حضور فرمانے لگے۔ اس کا ایک دروازہ اس طرح ہے، فلاں جگہ ہے اور دوسرا دروازہ اس طرح ہے اور فلاں جگہ ہے۔ حضرت ابو بکر کہتے جاتے۔ صدقت۔ صدقت۔ "آپ نے سچ فرمایا۔ آپ نے سچ فرمایا۔ اس دن رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔

يَا اَبَابَكْرٍ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ سَمَّاكَ الصِّدِّيْقَ

اے ابو بکر! بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام صدیق رکھ دیا ہے۔

انہوں نے کہا۔ "اے محمد! آپ ہمیں ہمارے قافلے کے بارے میں بتائیں؟"

حضور نے فرمایا۔ "روحاء کے مقام پر فلاں قبیلے والوں کا قافلہ مجھے ملا۔ ان کی ایک اونٹنی گم ہو گئی تھی۔ وہ اس کی تلاش میں چلے گئے۔ میں ان کے کجاوں کے پاس گیا۔ وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ پانی کا ایک پیالہ پڑا تھا۔ میں نے اس سے پانی پی لیا۔ پھر میں فلاں قبیلہ والوں کے قافلے کے پاس پہنچا۔ مجھے دیکھ کر ان کے اونٹ بدک گئے۔ ایک سرخ رنگ کا اونٹ بیٹھ گیا جس پر سفید دھاریوں والی بوریاں لدی تھیں۔ مجھے یہ معلوم نہیں کہ وہ اونٹ چلنے سے عاجز آگیا تھا یا نہیں۔ پھر مقام تنعیم میں میں فلاں قبیلے کے قافلے کے پاس پہنچا۔ جس کے آگے ایک خاکستری رنگ کا اونٹ آرہا تھا۔ بس وہ اس ٹیلے سے ظاہر ہونے ہی والا ہے۔ "ولید بن مغیرہ نے کہا۔ "تم جادوگر ہو۔ "لوگ ٹیلے کی جانب چلے گئے وہاں انہوں نے وہی کچھ دیکھا جو حضور نے فرمایا تھا مگر انہوں نے آپ پر جادوگری کا الزام عائد کر دیا۔ اور کہنے لگے۔ "ولید بن مغیرہ نے سچ کہا تھا۔ "اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِیْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ (سورہ اسراء:٦٠)

اور جو نظارہ ہم نے آپ کو دکھایا اسے نہیں بنایا مگر لوگوں کے لئے آزمائش۔

رات میں آپ بیت المقدس میں جا کر واپس بھی آگئے ہیں۔ فرمایا ہاں وہ بولے۔ خیر تو ہے۔ فرمایا۔ ہاں خیر ہے۔

حضرت ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ واقعہ اسراء کے وقت حضور نبی کریم ﷺ ہمارے گھر میں استراحت فرما تھے۔ آپ عشاء کی نماز پڑھ کر سو گئے تھے۔ فجر سے پہلے ہم نے آپ کو نماز صبح کے لئے جگایا۔ جب آپ نے صبح کی نماز پڑھ لی تو فرمایا۔

"اے ام ہانی! جیسا کہ آپ نے دیکھا میں نے عشاء کی نماز اسی وادی میں آپ کے ساتھ پڑھی۔ پھر میں بیت المقدس گیا وہاں نماز پڑھی۔ پھر فجر کی نماز آپ کے ساتھ آ پڑھی ہے۔"

اس کے بعد حضور باہر تشریف لے جانے لگے تو میں نے عرض کیا۔ یہ بات لوگوں کو نہ بتانا۔ وہ آپ کو جھٹلائیں گے اور تکلیف پہنچائیں گے۔ مگر حضور ﷺ نے فرمایا۔ "میں تو انہیں ضرور بتاؤں گا۔" چنانچہ آپ نے انہیں جا کر بتلایا تو وہ از حد حیران ہوئے اور کہنے لگے۔ ہم نے ایسی بات کبھی نہیں سنی، رسول اللہ ﷺ نے جبرئیل امین سے کہہ دیا تھا کہ میری قوم میری تصدیق نہیں کرے گی۔ انہوں نے کہا۔ ابو بکر آپ کی تصدیق کرے گا۔ اور وہ صدیق ہے۔ بہت سے ایسے لوگ جو پکے نمازی اور پکے مسلمان تھے آزمائش میں مبتلا ہو گئے۔ میں حطیم کعبہ میں جا کھڑا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس کو میرے لئے نمایاں کر دیا۔ میں دیکھ دیکھ کر اس کی نشانیاں بتانے لگا۔ بعض نے پوچھا۔ مسجد اقصیٰ کے کتنے دروازے ہیں۔ میں نے اس کے دروازے نہیں گنے تھے۔ میں بیت المقدس کو دیکھ کر اس کے دروازے گنتا جاتا اور انہیں بتلا دیتا۔ میں نے انہیں ان کے قافلوں کے بارے میں بھی آگاہ کیا۔ ان کی نشانیاں بھی بتائیں انہوں نے میری نشانیوں کو بالکل صحیح پایا اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی۔

وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ (سورہ اسراء:٦٠)

اور جو نظارہ ہم نے آپ کو دکھایا اسے نہیں بنایا مگر لوگوں کے لئے آزمائش۔

ام ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ یہ آنکھوں دیکھا مشاہدہ تھا جو حضور نے چشم ظاہر سے ملاحظہ فرمایا تھا۔ اسے ابن عساکر رحمۃ اللہ نے نقل کیا ہے۔

معراج شریف کے متعلق مرسل روایات

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے قریش کو بتایا کہ وہ راتوں رات بیت المقدس کی سیر کر آئے ہیں تو انہوں نے کہا۔ "بتایئے۔

حدیث ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا

ابن سعد نے واقدی رحمہم اللہ علیہ سے اور انہوں نے مندرجہ ذیل حدیث پاک کئی اسناد سے عمرو بن شعیب کے دادا حضرت ام سلمہ، حضرت عائشہ، حضرت ام ہانی اور حضرت ابن عباس (رضوان اللہ علیہم اجمعین) سے نقل کی ہے۔ یہ تمام احادیث ایک دوسرے میں شامل ہو گئی ہیں بہرحال تمام راوی کہتے ہیں کہ ہجرت سے ایک سال پہلے ربیع الاول شریف کی سترہویں رات حضور نبی کریم ﷺ کو شعب ابی طالب سے بیت المقدس میں لے جایا گیا۔ حضور فرماتے ہیں۔ مجھے سفید چوپائے پر سوار کر دیا گیا۔ جو خچر اور گدھے کے بین بین تھا۔ اس کی رانوں کے پاس دو پر تھے جن کے ذریعے وہ اپنی ٹانگوں کو تیزی کے ساتھ حرکت دیتا تھا۔ جب میں سوار ہونے کے لئے اس کے قریب گیا تو اس نے شوخی دکھائی۔ جبرئیل امین نے اس کے ایال پر ہاتھ رکھا اور کہا۔ ''براق! کیا کر رہا ہے کیا تجھے شرم نہیں آتی؟ اللہ کی قسم! حضور نبی کریم ﷺ سے پہلے کوئی ایسا بندہ تجھ پر سوار نہیں ہوا جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان سے زیادہ باعزت ہو۔'' جبرئیل کی بات سن کر براق شرم سے پانی پانی ہو گیا اور وہ بالکل پر سکون ہو گیا۔ میں اس پر سوار ہوا۔ اس کے کان پکڑے اور زمین کا سفر شروع ہو گیا۔ اس کی تیز رفتاری کا یہ عالم تھا کہ جہاں اس کی نگاہ پڑتی تھی وہاں قدم رکھتا تھا۔ اس کی پیٹھ لمبی اور کان بھی دراز تھے۔ جبرئیل بھی میرے ساتھ نکلے تھے۔ پھر ہم دونوں ساتھ ساتھ رہے یہاں تک کہ بیت المقدس جا پہنچے۔ براق اس جگہ جا کر کھڑا ہو گیا جہاں وہ پہلے کھڑا ہوتا تھا۔ جبرئیل نے اسے اس جگہ باندھ دیا جہاں انبیاء کرام اپنی سواریاں باندھا کرتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ میری خاطر انبیاء کرام کو جمع کیا گیا ہے۔ میں نے وہاں حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کو بھی دیکھا۔ مجھے خیال گزرا کہ لازماً ان کا کوئی امام ہو گا۔ جبرئیل نے مجھے سب کے آگے کھڑا کر دیا۔ میں نے انہیں نماز پڑھائی۔ میرے استفسار پر انہوں نے کہا۔ ''ہمیں توحید کا پیغام دے کر بھیجا گیا تھا۔''

بعض راوی کہتے ہیں کہ اس رات حضور نبی کریم ﷺ کو اپنے گھر میں نہ پا کر بنو عبدالمطلب نکل کھڑے ہوئے اور آپ کو تلاش کرنے لگے۔ حضرت عباس آپ کو تلاش کرتے کرتے وادیٔ ذی طوی میں جا پہنچے اور بلند آواز سے یا محمد یا محمد کہنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں جواب دیتے ہوئے لبیک فرمایا۔ انہوں نے کہا۔ ''بھتیجے! آپ نے اپنی قوم کو آج رات بہت پریشان کر دیا۔ آپ کہاں تشریف لے گئے تھے۔'' فرمایا۔ میں بیت المقدس سے آ رہا ہوں۔ وہ کہنے لگے۔ کیا اسی

ہماری کیا چیز گم ہو گئی تھی؟ نیز اپنے دعویٰ کی کوئی دلیل یا نشانی پیش کیجئے۔" رسول پاک ﷺ نے فرمایا۔ "تمہاری خاکستری رنگ کی اونٹنی گم ہو گئی تھی جس پر کپڑے لدے ہوئے تھے۔" جب وہ اونٹنی آ پہنچی تو انہوں نے کہا۔ "بتائیے اس پر کیا کیا چیزیں لدی ہوئی تھیں؟" جبرئیل امین نے اس پر لدی ہوئی ہر چیز آپ کے سامنے کر دی۔ آپ نے دیکھ دیکھ کر انہیں سب کچھ بتا دیا اور وہ سامنے کھڑے دیکھ رہے تھے۔ (مگر پھر بھی انہیں ہدایت نصیب نہ ہوئی۔ بجائے تصدیق کرنے کے) ان کے شکوک و شبہات بڑھ گئے اور جھٹلانے کی روش مزید تیز ہو گئی۔

بیہقی بہ سند اسباط بن نصر، اسماعیل بن عبدالرحمٰن رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ جس رات حضور نبی پاک ﷺ کو سیر کرائی گئی تو آپ نے واپس آکر اپنی قوم کو ان کے قافلے کے ساتھیوں کے متعلق اور ان کی نشانی بھی بتائی۔ قوم والوں نے کہا۔ قافلہ کب آئے گا؟ فرمایا۔ بدھ کے دن۔ جب وہ دن آیا تو قریش بڑی بے تابی سے قافلے کا انتظار کرنے لگے۔ دن ڈھل گیا مگر قافلہ نہ آیا۔ یہ دیکھ کر نبی پاک ﷺ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے۔ آپ کی خاطر اللہ تعالیٰ نے دن کے لمحات بڑھا دیئے اور سورج کو روک دیا گیا۔ راوی کہتے ہیں کہ صرف دو مرتبہ سورج کو روکا گیا۔ ایک اس دن حضور ﷺ کے لئے اور دوسرا اس دن جب یوشع بن نون نے جابروں کو قتل کیا تھا۔

ابن ابی شیبہ ("مصنف" میں) اور ابن جریر رحمہم اللہ حضرت عبداللہ بن شداد سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور نبی کریم ﷺ کو سیر کرائی گئی تو آپ کے پاس ایک چوپایا لایا گیا جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا۔ اس کی تیز رفتاری کا یہ عالم تھا کہ جہاں اس کی نگاہ پڑتی تھی وہاں قدم رکھتا تھا۔ اسے براق کہا جاتا تھا۔ رسول پاک ﷺ مشرکین کے ایک قافلے کے پاس سے گزرے۔ قافلے کے اونٹ بدک گئے۔ وہ بولے ارے یہ کیا ہے؟ پھر بولے۔ ہمیں دکھائی تو کچھ نہیں دیتا۔ یہ ہوا ہو گی۔ حضور بیت المقدس پہنچے تو آپ کے سامنے دو برتن لائے گئے۔ ایک میں شراب تھی اور دوسرے میں دودھ۔ حضور نے دودھ لے لیا۔ جبرئیل نے کہا۔ آپ ہدایت پا گئے اور آپ کی امت بھی ہدایت پا گئی۔ پھر آپ قبیلہ مضر کے پاس تشریف لے گئے۔

ابن سعد۔ واقدی رحمہما اللہ سے اور وہ ابو بکر بن عبداللہ بن ابو سبرہ وغیرہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے رب کریم سے یہ التجا کیا کرتے تھے کہ وہ آپ کو جنت و دوزخ دکھائے۔ چنانچہ ہجرت سے اٹھارہ ماہ قبل جب رمضان المبارک کی سترہ راتیں گزر چکی تھیں تو ہفتہ کی شب حضور اپنے گھر میں محوِ خواب تھے کہ آپ کے پاس حضرت جبرئیل اور حضرت

میکائیل علیہما السلام آئے اور عرض کی اس چیز کی طرف چلئے جس کے بارے میں آپ اللہ تعالیٰ سے سوال کرتے تھے۔ وہ آپ کو مقام ابراہیم اور چاہ زمزم کے درمیان لے آئے۔ ایک سیڑھی لائی گئی۔ جو حد درجہ خوبصورت تھی۔ وہ آپ کو ایک ایک آسمان سے گزارتے ہوئے اوپر لے گئے۔ آسمانوں پر آپ کی ملاقات انبیاء کرام سے ہوئی۔ آپ سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے اور جنت ودوزخ کا مشاہدہ کیا۔ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا۔ "جب میں ساتویں آسمان پر پہنچا تو مجھے صرف قلموں کے چلنے کی آواز سنائی دیتی تھی۔ آپ پر پانچ نمازیں فرض کی گئیں۔ جبرئیل امین آئے اور رسول اللہ ﷺ کو پانچوں نمازیں ان کے مقررہ اوقات میں سمجھائیں۔" اس روایت کو ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل کیا ہے۔

حاکم کتاب الرؤیہ میں حضرت کعب الاحبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا دیدار اور کلام حضرت محمد ﷺ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے درمیان تقسیم فرما دیا۔ پس حضرت محمد ﷺ کو دو بار دیدار الٰہی کا شرف حاصل ہوا جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دو بار شرف کلام سے نوازا گیا۔

تعدد معراج کی حکمتیں

اکثر علماء کا خیال ہے کہ واقعہ اسراء دو بار پیش آیا۔ اس طرح مختلف احادیث میں تطبیق کر دی گئی ہے۔ اس رائے کے حامل علماء میں ابو نصر قشیری، ابن عربی اور سہیلی رحمہم اللہ کے نام سر فہرست ہیں۔ شیخ عزالدین بن عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسراء کا واقعہ حالتِ خواب اور حالت بیداری دونوں طرح رونما ہوا۔ پھر یہ واقعہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ دونوں جگہ پیش آیا۔ حالت خواب میں معراج کرانے کی حکمت یہ تھی کہ حضور کے قلب پاک میں خاص استعداد پیدا کی جائے اور آپ کو اس قابل بنایا جائے کہ جب عالم بیداری میں معراج نصیب ہو تو وہ آپ کے خاطر عاطر پر گراں نہ گزرے۔ جب کہ نبوت سے پہلے آپ کو سچے خواب دکھائی دیتے تھے۔ ان کی حکمت بھی یہی تھی کہ آپ کے لئے بارِ نبوت کو اٹھانا آسان ہو جائے۔

ابو شامہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ معراج شریف کئی بار واقع ہوئی۔ انہوں نے بطور دلیل حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سابقہ حدیث پیش کی ہے جسے بزار رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا۔

حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تعدد معراج (کئی بار معراج ہونا) تو بعید از عقل نہیں۔ البتہ یہ چیز ناممکن ہے کہ حضور ﷺ نے معراج کے متعدد مواقع پر ہر نبی سے ایک جیسے

سوالات کیے ہوں اور ہر دفعہ نمازیں فرض کی گئی ہوں اور اس طرح کے دوسرے واقعات بار بار پیش آئے ہوں۔ اگر تعدد معراج کی یہ حکمت بیان کی جائے کہ پہلے حالتِ خواب میں خاطر حبیب کو استعداد بخشنے کے لئے معراج ہوئی۔ پھر بعینہٖ اسی طرح حالت بیداری میں معراج کرائی گئی۔ تو یہ بات قرینِ عقل معلوم ہوتی ہے۔ وہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ واقعہ اسراء مدینہ منورہ میں دوبارہ بھی پیش آیا۔

ابن منیر رحمۃ اللہ علیہ نے معراج شریف کی حکمتوں کے متعلق بڑی ہی نفیس کتاب تالیف فرمائی ہے۔ ان کی بیان کردہ حکمتوں اور اسرار ورموز میں سے چند ایک یہ ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ معراج کے وقت حضور ﷺ کو پہلے بیت المقدس کی سیر کرانے اور پھر آسمان پر لے جانے میں ایک حکمت یہ تھی کہ آپ کو دو ہجرتیں نصیب ہو جائیں کیونکہ بیت المقدس اکثر انبیاء کرام کی ہجرت گاہ ہے۔ پس معراج کے اس پورے سفر میں حضور بیت المقدس بھی تشریف لے گئے۔ یوں آپ کو متعدد فضائل حاصل ہوگئے۔ پہلے بیت المقدس تشریف لے جانے میں دوسری حکمت یہ کارفرما تھی کہ آپ کے دعویٰ معراج کی صداقت کی راہ ہموار ہو جائے۔ کیونکہ آپ نے انہیں بیت المقدس کی علامات سے آگاہ فرمایا۔ جس کی انہوں نے تصدیق بھی کی۔ یوں حضور ﷺ کے آدھے سفر کی تصدیق کر لینے کے بعد ضروری تھا کہ وہ باقی ماندہ سفر معراج کی بھی تصدیق کر دیتے لیکن اگر آپ کو ابتداء آسمان پر لے جایا جاتا تو صورت حال برعکس ہوتی۔

ابن منیر رحمۃ اللہ علیہ کی بیان کردہ حکمتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ "بَیْنَا أَنَا" کے الفاظ کے ساتھ حضور ﷺ نے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہم کلام ہونے کا جو اعزاز بخشا اس کے بارے میں آپ کو پہلے آگاہ نہیں فرمایا گیا تھا بلکہ پیام رب العزت اچانک آ پہنچا۔ جبکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہلے ہم کلام ہونے کے وقت اور جگہ سے آگاہ کیا گیا۔ اچانک اعزاز کلام سے نوازنے میں حکمت یہ تھی کہ حبیب پاک ﷺ کو انتظار کی زحمت سے بچالیا جائے۔

ابن منیر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ ابن حبیب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔ زمین اور آسمان کے درمیان ایک سمندر ہے جس کا نام مکفوف ہے۔ اس کے مقابلے میں زمین کے سمندر کی حیثیت ایسی ہے جیسی بحر محیط کے مقابلے میں قطرۂ آب کی۔ وہ فرماتے ہیں کہ معراج کے موقع پر حضور نبی پاک ﷺ کے لئے بحر مکفوف پھٹ گیا اور آپ اس کے پار تشریف لے گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے بحر احمر پھٹ گیا تھا۔ مگر بحر احمر کی بہ نسبت بحر مکفوف کا پھٹنا

زیادہ بڑا معجزہ ہے۔

انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ آسمان کے دروازے حضور ﷺ کی تشریف آوری سے قبل نہیں کھولے گئے بلکہ جب آپ آسمانوں پر پہنچے تو دروازے بند تھے حتیٰ کہ جبرئیل امین کو دروازے کھلوانے پڑے۔ دروازوں کو بند رکھنے میں یہ حکمت تھی کہ آپ یہ نہ سمجھیں کہ آسمانوں کے دروازے ہمیشہ کھلے رہتے ہیں اور آپ کو معلوم ہو جائے کہ محض آپ کے استقبال کی خاطر انہیں کھولا گیا۔ مزید برآں اللہ تعالیٰ آپ کو اس بات سے آگاہ کرنا چاہتا تھا کہ آسمان والے آپ کو پہلے سے جانتے پہچانتے ہیں کیونکہ جب جبرئیل سے پوچھا گیا کہ تمہارے ساتھ کون ہیں تو انہوں نے کہا۔ میرے ساتھ محمد (ﷺ) ہیں۔ اس کے بعد یہ نہیں پوچھا گیا کہ محمد کون ہیں؟ بلکہ یہ سوال کیا گیا کہ کیا انہیں بلایا گیا ہے؟ جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ آسمان والے ذاتِ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء سے بخوبی واقف تھے۔

باب

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے شادی اور معجزات کا ظہور

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"تم مجھے خواب میں دو مرتبہ دکھائی گئیں۔ میں دیکھتا کہ ایک شخص نے تجھے کپڑے کے ایک ٹکڑے میں لپیٹ کر اٹھا رکھا ہوتا اور وہ کہتا یہ آپ کی زوجہ ہیں۔ کپڑا ذرا ہٹاتا تو میں تجھے دیکھ لیتا۔ اور کہتا۔ اللہ تعالیٰ کو یہی منظور ہے تو ایسا ہو کر رہے گا۔"

واقدی اور حاکم رحمہم اللہ عروہ کے مولیٰ حبیب سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال ہوا تو حضور نبی پاک ﷺ بہت غمگین رہنے لگے۔ جبرئیل امین حضرت عائشہ کو پنگھوڑے میں رکھ کر حضور کے پاس لے آئے اور کہا۔ "یہ آپ کی کچھ پریشانیاں ختم کر دے گی۔ اس کی ذات آپ کے لئے حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نعم البدل ثابت ہو گی۔"

ابو یعلی، بزار، ابن ابی عمر عدنی اور حاکم رحمہم اللہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔

"رسول اللہ ﷺ نے اس وقت تک مجھ سے شادی نہ کی جب تک کہ جبرئیل امین آپ کے

پاس میری صورت لے کر نہ آئے۔ جب آپ کی مجھ سے شادی ہوئی تو میں چھوٹی سی لڑکی تھی اور بچوں کی طرح چمڑے کا تہبند پہنتی تھی۔ جب آپ سے میری شادی ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے مجھے شرم وحیا کی دولت عطا فرمادی حالانکہ میں اس وقت بالکل کمسن تھی۔"

باب

حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کے وقت شان اعجاز کا ظہور

ابن سعد بہ سند کلبی رحمہما اللہ، ابو صالح سے اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ سودہ بنت زمعہ سہیل بن عمرو کے بھائی سکران بن عمرو کے نکاح میں تھیں۔ انہوں نے خواب دیکھا کہ حضور نبی کریم ﷺ آرہے ہیں۔ یہاں تک کہ آپ نے اپنے قدم مبارک ان کی گردن پر رکھ دیئے۔ انہوں نے اپنے خاوند کو خواب سنایا تو اس نے کہا۔ اگر یہ خواب سچا ہے تو پھر میں مر جاؤں گا اور تم حضرت محمد (ﷺ) کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو جاؤ گی۔ ایک رات پھر انہوں نے خواب میں دیکھا کہ وہ لیٹی ہوئی ہیں اور ایک چاند آسمان سے ٹوٹ کر ان کے پاس آگرا ہے۔ انہوں نے یہ خواب بھی اپنے خاوند کو سنایا۔ وہ بولا۔ اگر یہ خواب سچا ہے تو میں بہت تھوڑے دن زندہ رہوں گا۔ پھر مر جاؤں گا اور تم میرے بعد شادی کر لو گی۔ سکران کو اسی روز تکلیف شروع ہو گئی اور چند دن بعد مر گیا۔ پھر حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئیں۔

باب

حضرت رفاعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کے وقت شان رسالت کا ظہور

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ حضرت رفاعہ اپنے خالہ زاد بھائی معاذ بن عفراء کے ساتھ مکہ مکرمہ آئے۔ یہ واقعہ چھ انصاری آدمیوں کی آمد سے پہلے کا ہے۔ رفاعہ نے حضور نبی پاک ﷺ کو دیکھ لیا۔ حضور نے اسے اسلام کی دعوت پیش کی۔ آپ نے پوچھا۔

"آسمانوں، زمین اور پہاڑوں کو کس نے پیدا کیا ہے؟"

رفاعہ کہتے ہیں۔ ہم نے کہا۔ "اللہ تعالیٰ نے۔"

آپ نے پوچھا۔ "تمہیں کس نے پیدا کیا ہے؟"

ہم نے عرض کیا۔ "اللہ تعالیٰ نے۔"

آپ نے پھر پوچھا۔ "ان بتوں کو کس نے بنایا ہے؟"

ہم نے کہا۔ "یہ بت ہم نے بنائے ہیں۔"

حضور نے فرمایا۔ "تو خالق اس بات کا زیادہ حق دار ہے کہ اس کی عبادت کی جائے یا مخلوق؟ چونکہ تم نے خود اپنے ہاتھوں سے ان بتوں کو بنایا ہے۔ لہٰذا تم اس بات کے زیادہ حق دار تھے کہ یہ تمہاری پوجا کرتے اور ان ہاتھوں سے تراشیدہ بتوں کی بجائے اللہ تعالیٰ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس کی عبادت کرو۔ میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ یہ گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔ میں تمہیں صلہ رحمی کرنے اور دشمنی ترک کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔"

ہم نے عرض کی۔ "اگر بالفرض آپ کی دعوت باطل ہے پھر بھی کمالات عالیہ اور اخلاق حسنہ کی دعوت ضرور ہے۔ پھر میں چلا گیا اور طواف کیا۔ میں نے سات تیر نکالے۔ ایک تیر حضور کے نام کر دیا اور بیت اللہ شریف کے سامنے تیروں کو گھمایا اور کہا۔ اے اللہ! جس دین کی طرف محمد (ﷺ) بلاتے ہیں اگر یہ سچا ہے تو ان کے تیر کو سات بار نکال دے۔ چنانچہ میں نے تیروں کو گھمایا تو حضور کا تیر سات مرتبہ نکل آیا۔ یہ دیکھ کر میں چیخ اٹھا۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔

باب

قبائل عرب کے پاس حضور ﷺ کا بہ نفس نفیس جا کر تبلیغ فرمانا

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ابن شہاب اور موسیٰ بن عقبہ سے روایت کرتے ہیں کہ حج کے موقع پر

حضور نبی پاک ﷺ تبلیغِ دین کی خاطر قبائل عرب کے پاس بہ نفس نفیس تشریف لے جاتے تھے۔ ایک دفعہ آپ قبیلہ ثقیف کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں دین حق کی طرف بلایا مگر انہوں نے آپ کی دعوت کو قبول نہ کیا۔ آپ سخت پریشانی کے عالم میں واپس آ گئے اور ایک باغ کی دیوار کے سائے میں بیٹھ گئے۔ ربیعہ کے بیٹے عتبہ اور شیبہ اس باغ میں موجود تھے۔ جب انہوں نے آپ کو دیکھا تو اپنے غلام عداس کو بھیجا تاکہ وہ آپ کو ان کے پاس بلا لائے۔ عداس عیسائی تھا اور نینویٰ کا باشندہ تھا۔ جب وہ آپ کے پاس آیا تو آپ نے اس سے پوچھا۔

''تم کہاں کے رہنے والے ہو؟''

وہ بولا۔ ''میں نینویٰ کا رہنے والا ہوں۔''

حضور ﷺ نے پوچھا۔ ''کیا تم اس شہر کے باشندے ہو۔ جہاں اللہ تعالیٰ کے نیک بندے حضرت یونس بن متی علیہ السلام رہتے تھے؟''

اس نے کہا۔ ''آپ کو حضرت یونس بن متی کے بارے میں کیسے علم ہوا؟''

آپ نے فرمایا۔ ''میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اور اللہ تعالیٰ نے ہی مجھے ان کے متعلق آگاہ فرمایا ہے۔''

یہ سنتے ہی عداس رسول اللہ ﷺ کے سامنے سجدہ ریز ہو گیا اور آپ کے قدمین شریفین کو چومنے لگا۔ عتبہ اور شیبہ نے اپنے غلام کی بارگاہِ نبوی میں یہ نیاز مندی دیکھی تو ورطہ حیرت میں ڈوب گئے۔ جب عداس واپس آیا تو انہوں نے پوچھا۔ تجھے کیا ہو گیا تھا؟ تو نے محمد (ﷺ) کے سامنے سجدہ کیا اور ان کے قدم چومے۔ حالانکہ ہمارے لئے تو نے کبھی ایسا نہیں کیا؟ عداس نے جواب دیا کہ یہ ایک نیک آدمی ہے۔ انہوں نے مجھے ایسی بات سے آگاہ کیا ہے جو میں ایک نبی کے بارے میں جانتا تھا جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہمارے پاس بھیجا تھا اور جن کا نام یونس بن متی علیہ السلام تھا۔ اس کی یہ بات سن کر وہ مضحکہ خیز انداز میں ہنس پڑے۔ اور اسے کہنے لگے۔ یہ شخص بڑا دھوکہ باز ہے۔ خیال کرنا کہیں تجھے عیسائیت سے برگشتہ نہ کر دے۔

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا۔

''کیا احد کے دن سے زیادہ مشکل دن بھی آپ پر آیا ہے؟'' حضور ﷺ نے فرمایا۔

''عقبہ کے دن میں نے جو تمہاری قوم کی اذیت برداشت کی تھی، وہ سب سے زیادہ مشکل دن تھا۔ میں عبد یالیل کے پاس دعوت حق کی خاطر گیا۔ اس نے میری دعوت کو ٹھکرا دیا۔ میں

سخت پریشانی کے عالم میں بے سوچے سمجھے چلنے لگا۔ جب قرن الثعالب میں پہنچا تو مجھے ذرا ہوش آیا۔ میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو ایک بادل مجھ پر سایہ فگن تھا۔ میں نے غور سے دیکھا تو وہ جبرئیل امین تھے۔ انہوں نے مجھے ندا دی۔ "آپ نے اپنی قوم کو جو تبلیغ کی ہے اور انہوں نے آپ کو جو جواب دیا ہے اللہ تعالیٰ نے یہ سب باتیں سن لی ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ نے آپ کے پاس پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا ہے۔ آپ ان لوگوں کے متعلق اسے جو حکم دیں گے یہ تعمیل کرے گا۔"

اس کے بعد پہاڑوں کے فرشتے نے مجھ کو سلام کیا اور ندا دی۔

"آپ نے اپنی قوم کو جو دعوتِ حق پیش کی ہے وہ اللہ تعالیٰ نے سن لی ہے۔ میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ آپ جو چاہیں مجھے حکم فرمائیں۔ اگر آپ چاہیں گے تو میں ان پر اخشبین پہاڑ الٹ دوں گا۔" پہاڑوں کے فرشتے کی یہ بات سن کر رحمۃ للعالمین نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"نہیں۔ مجھے امید ہے کہ ان کی اولاد میں سے اللہ تعالیٰ ایسے خوش نصیب پیدا فرمائے گا جو ایک خدا کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔"

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا کہ آپ عرب قبائل کے پاس خود تشریف لے جا کر تبلیغ فرمائیں تو آپ اس مقصد کے لئے روانہ ہوگئے۔ میں اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ کی معیت میں روانہ ہوگئے۔ چلتے چلتے ہم اہل عرب کی ایک محفل میں پہنچ گئے جہاں مفروق بن عمر اور ہانی بن قبیصہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ مفروق نے سوال کیا۔ "آپ کس چیز کی دعوت دیتے ہیں؟"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "میں تمہیں اس بات کی دعوت دیتا ہوں کہ تم گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ وحدہ لاشریک ہے۔ اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں اور یہ کہ تم مجھے پناہ دو اور میری مدد کرو۔ کیونکہ قریش کے لوگ اللہ تعالیٰ کے حکم سے روگردانی کر رہے ہیں، انہوں نے رسولوں کو جھٹلا دیا ہے اور باطل اختیار کر کے حق سے بے نیاز اور بے پروا ہو گئے ہیں حالانکہ بے نیاز اور قابل ستائش ذات تو اللہ تعالیٰ کی ہے۔"

مفروق کلام نبوی کی اثر آفرینی سے مسحور ہو گیا۔ کہنے لگا "اللہ کی قسم! ایسا دلنشیں کلام میں نے کبھی نہیں سنا۔"

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سورۂ انعام کی یہ آیات تلاوت فرمائیں۔

قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُم --- الایات۔

رب العالمین کا کلام محبوب رب العالمین کی زبان سے سن کر مفروق بولا۔ "اللہ کی قسم! یہ زمین پر رہنے والے کسی آدمی کا کلام نہیں۔" اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے سورۃ النحل کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔

اِنَّ اللّٰہَ یَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ---الخ

مفروق نے کہا۔ "اللہ کی قسم! آپ نے اخلاق کریمہ اور اعمال حسنہ کی دعوت دی ہے اور جو لوگ آپ کے خلاف سینہ سپر ہیں یا آپ کی تکذیب کر رہے ہیں وہ راہ حق سے بھٹک گئے ہیں۔" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"تھوڑے ہی عرصے کے بعد اللہ تعالیٰ تمہیں کسریٰ کی سرزمین۔ وہاں کے لوگوں کے گھر بار اور مال و متاع کا مالک بنادے گا۔ ان کی عورتوں کو تمہارے زیر کر دے گا۔ اور تم اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس بیان کرو گے۔"

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ خالد بن سعید سے، وہ اپنے والد سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ قبیلہ بکر بن وائل کے لوگ حج کے موقع پر مکہ مکرمہ آئے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔

"ان کے پاس چلئے۔ میں انہیں دعوت حق پیش کروں گا۔" چنانچہ جب حضور ان کے سامنے آئے تو انہوں نے عرض کی۔ "ہمارے شیخ حارثہ کو آلینے دو۔"

جب حارثہ آگیا تو اس نے کہا۔ "ایرانیوں کے ساتھ ہماری جنگ جاری ہے۔ جب ہم اس جنگ سے فارغ ہو جائیں گے تو آپ کے پاس دوبارہ آئیں گے اور آپ کی دعوت کے بارے میں غور و فکر کریں گے۔"

جب بنو بکر بن وائل اور ایرانی ذی قار کے مقام پر گتھم گتھا ہوئے تو ان کے شیخ نے کہا۔ "دعوت حق دینے والے شخص کا نام کیا تھا؟" لوگوں نے کہا۔ "محمد (ﷺ)" شیخ بولا۔ جنگ کے دوران ان کے نام پاک کو اپنا شعار اور علامت بنالو۔" چنانچہ حضور کے نام پاک کی برکت سے وہ فتح یاب ہوئے۔ رسول اللہ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا۔

بِیْ نُصِرُوْا۔ "میرے وسیلہ سے ان کی مدد کی گئی۔"

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی تاریخ میں اور امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی معجم میں اخرم تجیمی سے روایت کرتے ہیں کہ ذی قار کے دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "یہ پہلا دن ہے کہ عربوں نے

عجمیوں سے انتقام لے لیا ہے۔"

بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی تاریخ میں اور بغوی رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی کی مثل بشیر بن یزید ضبعی کی حدیث نقل کرتے ہیں نیز کلبی ابو صالح سے اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ذی قار کے واقعہ کا تذکرہ کیا گیا تو آپ نے فرمایا۔ "یہ پہلا دن ہے کہ عربوں نے عجمیوں سے انتقام لے لیا۔ اور میری وجہ سے ان کی مدد کی گئی۔"

میں نے آمدی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح دیوان اعشیٰ میں بھی دیکھا ہے کہ اس کی عبارت یوں ہے کہا جاتا ہے کہ ذی قار کا واقعہ بعثتِ نبوی کے بعد پیش آیا۔ جبرئیل امین نے حضور کو جنگ کی صورتِ حال اور بنو بکر کے ایرانیوں کے ساتھ برسرپیکار ہونے کا منظر دکھادیا۔ حضور نے دوبار دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ انْصُرْ بَكْرَ بْنَ وَائِلٍ

اے اللہ! بنو بکر بن وائل کی مدد فرما۔

حضور نے چاہا کہ ان کے لئے تیسری بار یہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں دائمی نصرت عطا فرمائے مگر جبرئیل نے کہا۔ آپ مستجاب الدعوات ہیں یعنی آپ کی ہر دعا قبول ہو جاتی ہے اور جب آپ بنو بکر کی دائمی نصرت کی دعا فرمائیں گے تو کبھی ان کا مقابلہ نہ ہو سکے گا۔ بہر حال جب حضور ﷺ کی دعا سے انہیں فتح اور ایرانیوں کو شکست ہوئی تو آپ فرطِ مسرت سے مسکرانے لگے۔ آپ نے فرمایا۔ "یہ پہلا دن ہے کہ عربوں نے عجمیوں سے انتقام لے لیا اور انہیں میرے طفیل فتح و ظفر سے نوازا گیا۔"

واقدی اور ابو نعیم رحمہما اللہ عبداللہ بن وابصہ عبسی سے وہ اپنے والد سے اور وہ بھی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور قبول حق کی دعوت دی۔ مگر ہمارا برا ہو ہم نے آپ کی دعوت کو قبول نہ کیا۔ ہمارے ساتھ میسرہ بن مسروق عبسی بھی تھا۔ اس نے کہا۔ میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر ہم اس شخص کی تصدیق کر دیں اور انہیں سوار کر کے اپنے پڑاؤ میں لے جائیں تو بہت بہتر ہو گا۔ قسم بخدا! ایک دن ان کے دین کو ایسا غلبہ حاصل ہو گا کہ ہر طرف اسی دین کے چرچے ہوں گے۔ میسرہ کی ترغیب کے باوجود قوم والے انکار پر بضد رہے اور قبولِ حق سے روگرداں ہو گئے۔ میسرہ نے انہیں کہا۔

"آؤ ہم فدک چلتے ہیں۔ وہاں یہودی علماء موجود ہیں۔ ہم ان سے اس شخص کے متعلق

دریافت کریں گے۔ چنانچہ سبھی فدک کے یہودی علماء کے پاس جا پہنچے۔ وہ ایک بڑی کتاب نکال لائے اسے سامنے رکھ کر کھولا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کا ذکر جمیل پڑھ کر سنایا کہ وہ امی لقب نبی عربی دراز گوش پر سوار ہوں گے۔ معمولی چیز پر قناعت کرلیں گے۔ نہ دراز قامت ہوں گے اور نہ کوتاہ قد۔ ان کے گیسوئے پاک نہ زیادہ خمدار ہوں گے اور نہ بالکل سیدھے۔ ان کی آنکھوں میں سرخی ہوگی اور ان کی رنگت ہلکی گلابی ہوگی۔ اگر تمہارا داعی ان صفات سے متصف ہے تو ان کی دعوت قبول کرلو اور ان کے دین میں داخل ہو جاؤ۔ ہم ان سے حسد کرتے ہیں اور ان کی پیروی نہیں کرتے۔ ہمیں معلوم ہے کہ کئی مواقع پر ہمیں ان کی طرف سے بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اور کوئی عربی ایسا نہ رہے گا جس کا وہ تعاقب نہ کریں گے یا اسے قتل نہ کریں گے۔"

یہودیوں کی حقیقت پر مبنی یہ باتیں سن کر میسرہ بولا۔ "اے میری قوم! بات بالکل واضح ہے۔"

چنانچہ حضرت میسرہ رضی اللہ عنہ حجۃ الوداع کے موقع پر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

واقدی اور ابو نعیم رحمہما اللہ ابن رومان اور عبد اللہ بن ابو بکر وغیرہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ قبیلہ کندہ کے پاس ان کے گھر تشریف لے گئے اور انہیں بذاتِ خود دین کی دعوت دی مگر انہوں نے انکار کر دیا۔ قبیلہ کے ایک کمسن لڑکے یا ادنیٰ درجہ کے آدمی نے کہا۔ "اے میری قوم! کسی اور قوم کے لوگ تم سے سبقت نہ لے جائیں۔ جلدی جلدی اس ہستی کی غلامی قبول کرلو۔ اللہ کی قسم! اہل کتاب ہمیں بتایا کرتے ہیں کہ حرم سے ایک نبی کا ظہور ہوگا۔ اور اس کی تشریف آوری کا زمانہ بہت قریب ہے۔" مگر اس کی بدبخت قوم نے قبولِ حق سے انکار کر دیا۔

ابو نعیم، ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے وہ قبیلہ کندہ کے یوسف نامی شخص سے اور وہ اپنی قوم کے چند بزرگوں سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کو یہ خواب دکھلایا گیا کہ مٹی کے آباد گھروں والے اور نخلستانوں کے باشندے آپ کی مدد کریں گے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت عروہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب عقبہ میں حضور نبی کریم ﷺ نے انصار سے بیعت لی تو شیطان پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ کر چیخنے لگا۔

"اے قریش کے لوگو! یہ دیکھو۔ اوس اور خزرج کے آدمی تمہارے ساتھ جنگ و جدال کی خاطر باہم عہد و پیمان کر رہے ہیں۔"

یہ شیطانی آواز سن کر لوگ گھبرا گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔

"اس آواز سے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں یہ اللہ تعالیٰ کے دشمن ابلیس کی آواز ہے۔ جن لوگوں سے تمہیں خطرہ ہے ان میں سے کسی نے بھی اسے نہیں سنا۔"

شدہ شدہ یہ بات قریش تک جا پہنچی۔ وہ مسلمانوں کی طرف چل پڑے۔ وہ یہاں آئے حتی کہ صحابہ کرام کے ساز و سامان پر چلنے لگے مگر وہ ان کو دیکھ نہ سکے۔ اور بے نیل مرام واپس لوٹ گئے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح کی روایت زہری سے بھی نقل فرمائی ہے۔

ابو نعیم، ابن اسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ جب لوگوں نے عقبہ میں رسول اللہ ﷺ کے دست حق پرست پر بیعت کی تو کوئی پہاڑ پر چڑھ کر چیخنے لگا۔ یہ در حقیقت ابلیس تھا جو کہہ رہا تھا۔

''اے قریش کے لوگو! اگر تم محمد (ﷺ) کو تکلیف پہنچانے کی خواہش رکھتے ہو تو پہاڑ کی فلاں جگہ پہنچ جاؤ۔ اہل یثرب نے وہاں ان کے ساتھ عہد و پیمان کر لیا ہے۔''

پھر جبرئیل امین اترے اور انہیں حضرت حارثہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ کسی نے نہیں دیکھا۔ بیعت سے فارغ ہونے کے بعد حارثہ نے عرض کی۔

''یا نبی اللہ! میں نے ایک شخص کو آپ کی داہنی جانب کھڑے دیکھا تھا جس نے سفید کپڑے پہن رکھے تھے۔ میں نے اسے نہیں پہچانا۔''

حضور ﷺ نے فرمایا۔ ''کیا واقعی تم نے انہیں دیکھ لیا تھا؟''

عرض کی۔ ''جی ہاں۔'' حضور ﷺ نے فرمایا۔ ''تم نے عمدہ ترین ہستی کو دیکھ لیا، وہ جبرئیل امین علیہ السلام تھے۔''

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور نبی پاک ﷺ نے مسلمانوں کے نمائندے منتخب فرمائے تو فرمایا۔ ''کوئی شخص اپنے دل میں کسی قسم کا وسوسہ نہ لائے میں نے جبرئیل کے مشورے سے نمائندوں کا انتخاب کیا ہے۔''

باب

ہجرت کے موقع پر کمالات و معجزات کا ظہور

حاکم اور بیہقی رحمہما اللہ حضرت جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میری طرف وحی فرمائی کہ آپ ان تین شہروں میں سے جس شہر میں فروکش ہوں گے وہی آپ کا دارِ ہجرت کہلائے گا۔ مدینہ منورہ، بحرین یا قنسرین۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اہل اسلام کو فرمایا۔ ''مجھے تمہارا دارِ ہجرت دکھا دیا گیا ہے۔ مجھے ایسی سرزمین دکھائی گئی جو شور زدہ ہے، جہاں کھجوروں کے باغات ہیں اور جو دو پہاڑوں کے درمیان ہے۔''

جب حضور ﷺ نے یہ بات فرمائی تو لوگ مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کرنے لگے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ہجرت کی تیاری کرلی۔ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ان سے فرمایا۔ ذرا ٹھہر جاؤ۔ شاید مجھے بھی ہجرت کی اجازت مل جائے۔

حاکم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی پاک ﷺ پندرہ سال تک مکہ شریف میں قیام پذیر رہے جن میں سے سات آٹھ سال آپ کو روشنی دکھائی دیتی اور پراسرار آواز سنائی دیتی رہی۔ مدینہ منورہ میں آپ نے پورے دس سال گزارے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ قریش دار الندوہ میں اکٹھے ہوئے اور ان میں اتفاق رائے سے یہ طے پایا کہ وہ (نعوذ باللہ) حضور کو قتل کر دیں گے۔ جبرئیل امین حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ آپ آج اس جگہ آرام نہ فرمائیں جہاں پہلے آرام فرمایا کرتے ہیں۔ علاوہ ازیں انہوں نے آپ کو قریش کی سازش سے بھی آگاہ کر دیا۔ اسی وقت آپ کو ہجرت فرمانے کی بھی اجازت دے دی گئی۔

بیہقی، ابن اسحاق رحم اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ قوم قریش کے لوگ حضور ﷺ کے دروازے پر کھڑے تھے کہ آپ باہر تشریف لائے۔ آپ کے پاس مٹھی بھر خاک تھی۔ آپ ان کے سروں پر خاک بکھیرنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں کی بینائی سلب کرلی اور وہ حضور کو نہ دیکھ سکے۔ اس وقت حضور ﷺ سورۃ یٰسین کی آیات **"فَأَغْشَيْنَاهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ"** تلاوت فرما رہے تھے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس، حضرت علی، حضرت عائشہ بنت ابو بکر، عائشہ بنت قدامہ اور سراقہ بن جعشم رضوان اللہ علیہم اجمعین سے روایت کرتے ہیں۔ ان راویوں کی احادیث ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط ہو گئی ہیں۔ بہر حال یہ سبھی بیان کرتے ہیں کہ قوم قریش کے آدمی حضور نبی کریم ﷺ کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے۔ حضور باہر تشریف لائے۔ آپ نے مٹھی بھر کر کنکریاں لیں اور ان کے سروں پر کنکریاں پھینکتے اور سورۃ یٰسین کی آیات پڑھتے ہوئے آگے تشریف لے گئے۔ کسی نے ان سے پوچھا تمہیں کس کا انتظار ہے۔ وہ بولے محمد (ﷺ) کا۔ انہیں بتایا گیا کہ حضور تو ان کے پاس سے گزر گئے ہیں۔ وہ بولے۔ قسم بخدا ہم نے انہیں نہیں دیکھا۔ پھر وہ سروں سے مٹی جھاڑتے ہوئے چل دیئے۔ حضور ﷺ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ غار ثور کے پاس آپہنچے۔ اور اس میں داخل ہوگئے۔ ایک مکڑی نے غار کے دھانے پر تہہ در تہہ جالا بن دیا۔ قریش نے حضور کو بہت زیادہ تلاش کیا۔ وہ ڈھونڈتے ڈھونڈتے

غار کے دھانے تک آپہنچے۔ان میں سے ایک آدمی نے کہا۔"اس غار کے منہ پر تو مکڑی کا جالا ہے جو اتنا پرانا لگتا ہے گویا محمد (ﷺ) کی پیدائش سے بھی پہلے کا بنا ہوا ہے۔" چنانچہ وہ سب واپس چلے گئے۔

ابو نعیم، محمد بن کعب قرظی رحمہما اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے تو آپ کے پاس مٹھی بھر خاک تھی۔ اللہ تعالیٰ نے کفار کی نگاہوں سے بینائی سلب کر لی وہ آپ کو نہ دیکھ سکے۔ آپ سورۂ یٰسین کی تلاوت فرماتے ہوئے ان کے سروں پر خاک بکھیرتے جاتے تھے۔

واقدی اور ابو نعیم رحمہما اللہ حضرت عائشہ بنت قدامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

"میں دروازے سے انجانی کیفیت میں باہر آیا۔ سب سے پہلے ابو جہل سے ملاقات ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے اندھا کر دیا۔ وہ نہ مجھے دیکھ سکا اور نہ ابو بکر کو یہاں تک کہ ہم آگے نکل گئے۔"

بیہقی ابن شہاب اور عروہ بن زبیر سے وایت کرتے ہیں کہ کفار نے نبی پاک ﷺ کی تلاش میں چاروں طرف گھوڑے دوڑا دیئے۔ پانی کے تالابوں اور چشموں کے پاس رہنے والوں کے پاس بھی پیغام بھیجا کہ وہ حضور کے متعلق انہیں آگاہ کریں اور اس مقصد کے لئے بڑے بڑے انعام مقرر کئے۔ اس سلسلہ میں وہ جبل ثور پر بھی آئے جہاں ایک غار میں حضور ﷺ تشریف فرما تھے۔ بلکہ وہ غار کے عین اوپر تک چڑھ آئے۔ رسول کریم ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی آوازیں بھی سنیں۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذرا گھبرائے اور اندیشہ ہائے گوناگوں انہیں پریشان کرنے لگے تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

لَاتَحۡزَنۡ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا

گھبرایئے مت۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے ان پر سکون واطمینان نازل فرمادیا۔

امام بخاری اور امام مسلم رحمہم اللہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں بتایا کہ جب میں غارِ ثور میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا تو میں نے دشمنوں کو غار کے دھانے پر دیکھ کر عرض کی۔ "یارسول اللہ! اگر ان میں سے کوئی اپنے پاؤں کے نیچے دیکھ لے تو ہم نظر آجائیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

یَا اَبَابَکۡرٍ مَا ظَنُّکَ بِاِثۡنَیۡنِ اللّٰہُ ثَالِثُھُمَا

اے ابو بکر! ان دو کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے جن کے ساتھ تیسرا اللہ تعالیٰ ہو۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی شخص کو غار کے بالکل سامنے دیکھا تو عرض کی۔ یا رسول اللہ! یہ یقیناً ہمیں دیکھ لے گا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا "ہرگز نہیں۔ ملائکہ اپنے پروں کے ساتھ پردہ کئے ہوئے ہیں۔" تھوڑی دیر بعد وہی شخص ان دونوں حضرات کی طرف منہ کر کے پیشاب کرنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "اے ابو بکر۔ اگر تم اسے دکھائی دیتے تو وہ کبھی ایسا نہ کرتا۔" ابو یعلی نے اسی طرح کی روایت بہ سند عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا، حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کی ہے۔

ابن سعد، ابن مردویہ، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں کہ ابو مصعب مکی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔ میری ملاقات حضرت انس بن مالک، حضرت زید بن ارقم اور حضرت مغیرہ بن شعبہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ساتھ ہوئی۔ انہوں نے مجھے بتایا کہ غارِ ثور والی رات اللہ تعالیٰ نے ایک درخت کو حکم فرمایا۔ وہ حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے اگ آیا اور آپ کو چھپا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے مکڑی کو حکم فرمایا تو اس نے غار کے دہانے پر جالا بن کر آپ کو چھپا دیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے دو جنگلی کبوتریوں کو حکم فرمایا تو وہ غار کے منہ پر آبیٹھیں۔ ادھر قریش کے نوجوان حضور ﷺ کی تلاش میں نکلے ہوئے تھے۔ قبیلے کی ہر شاخ کا ایک ایک آدمی ہاتھ میں ڈنڈے، سوٹے اور تلواریں لئے مصروف جستجو تھا۔ جب یہ لوگ نبی کریم ﷺ سے تقریباً چالیس گز کے فاصلے پر تھے تو ایک شخص غار کا جائزہ لینے کے لئے آیا۔ وہ غار کے دہانے پر دو کبوتریاں دیکھ کر مڑ گیا۔ اس کے ساتھیوں نے کہا۔ کیوں کیا بات ہے؟ غار میں جھانک کر کیوں نہیں دیکھا؟ کہنے لگا۔ غار کے منہ پر دو کبوتریاں دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا ہے کہ اس میں کوئی بھی نہیں ہے۔ اس کی یہ بات حضور نبی کریم ﷺ نے سن لی۔ آپ نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کبوتریوں کے ذریعے اس دشمن کو دور کر دیا ہے۔ حضور ﷺ نے خوش ہو کر ان کبوتریوں کو دعا دی۔ ان پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا اور ان کا معاوضہ مقرر فرمایا۔ چنانچہ کبوتریاں اتر کر حرم پاک میں آگئیں۔ اور اس جوڑے کے بچے حرم میں ہر طرف پھیل گئے۔

احمد اور ابو نعیم رحمہما اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ مشرکین نے ایک رات حضور نبی کریم ﷺ کے بارے میں مشورہ کیا۔ بعض نے کہا۔ انہیں رسیوں میں جکڑ دو۔ کچھ کہنے لگے۔ انہیں قتل کر دو۔ چند ایک نے مشورہ دیا کہ انہیں شہر بدر کر دیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی پاک ﷺ کو مشرکین کے ان مشوروں سے آگاہ فرما دیا۔ آپ نے

اسی رات ہجرت فرمائی اور غارِ ثور میں جا پہنچے۔ صبح ہوئی تو انہوں نے آپ کا تعاقب کیا۔ جب وہ جبل ثور تک پہنچے تو ان پر معاملہ مشتبہ ہو گیا۔ وہ پہاڑ پر چڑھے۔ جب غار کے پاس سے گزرے تو اس کے دہانے پر مکڑی کا جالا دیکھ کر بولے۔ "اگر وہ اس میں داخل ہوتے تو اس کے دہانے پر مکڑی کا جالا نہ ہوتا۔"

ابو نعیم بہ سند واقدی رحمہما اللہ موسیٰ بن محمد بن ابراہیم سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ غارِ ثور میں داخل ہوئے تو مکڑی نے اس کے دھانے پر تہہ در تہہ جالا بُن دیا۔ جب کفار غار کے منہ کے پاس پہنچے تو ان میں سے ایک نے کہا۔ غار میں داخل ہو جاؤ۔ امیہ بن خلف بولا۔ تمہارا اس غار سے کیا مطلب ہے؟ دیکھو اس پر مکڑی کا جالا ہے جو شاید محمد (ﷺ) کی پیدائش سے بھی پہلے کا ہے۔ اسی دن سے حضور نبی کریم ﷺ نے مکڑی کو مارنے سے منع فرما دیا تھا۔ اور ارشاد فرمایا تھا کہ مکڑیاں اللہ تعالیٰ کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہیں۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ "حلیہ" میں عطاء بن میسرہ سے روایت کرتے ہیں کہ مکڑی نے دو مرتبہ (عظیم ہستیوں کے لئے) جالا بُنا۔ ایک دفعہ جب طالوت حضرت داؤد علیہ السلام کو تلاش کر رہا تھا تو حضرت داؤد علیہ السلام کے لئے مکڑی نے جالا بنا تھا اور دوسری مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ کے لئے غار ثور کے منہ پر۔

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ قوم قریش نے ہمیں بہت تلاش کیا مگر سراقہ نامی شخص کے علاوہ کوئی بھی ہمیں ڈھونڈ نہ سکا۔ سراقہ گھوڑے پر سوار تھا۔ میں نے اسے دیکھ کر عرض کی۔ یا رسول اللہ! وہ دیکھو سراقہ ہمارے تعاقب میں آ پہنچا ہے۔ حضور نبی پاک ﷺ نے فرمایا۔

"غم نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔"

اس کے اور ہمارے درمیان نیزہ بھر فاصلہ رہ گیا یا زیادہ سے زیادہ تین نیزوں کا فاصلہ ہو گا کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے بددعا دی۔ اور بارگاہ الٰہی میں عرض کی۔ "یا اللہ! جیسے تیری مرضی ہو، اس سے ہمیں بچا لے۔" دیکھتے ہی دیکھتے اس کا گھوڑا شہسوار سمیت پیٹ تک زمین میں دھنس گیا۔ سراقہ نے عرض کی۔ "اے محمد! (ﷺ) مجھے یقین ہے کہ میرا یہ حال آپ کی بددعا سے ہوا ہے۔ اب از راہ کرم اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ مجھے اس صورتِ حال سے نجات عطا فرما دے۔ میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر وعدہ کرتا ہوں کہ تعاقب کرنے والوں کو میں آپ تک پہنچنے سے باز رکھوں گا اور انہیں آپ کا پتہ نہیں بتاؤں گا۔"

چنانچہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اس کے لئے دعا فرمائی اور وہ واپس ہو گیا۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلاش میں نکلا۔ جب میں آپ کے قریب پہنچا تو میرا گھوڑا لڑکھڑا کر گر پڑا۔ میں اٹھا اور پھر سوار ہو گیا۔ میں نے حضور ﷺ کو سنا کہ آپ ہر طرف سے بے نیاز ہو کر تلاوت فرما رہے تھے۔ جبکہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بار بار ادھر ادھر دیکھ رہے تھے۔ میرے گھوڑے کی اگلی ٹانگیں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئیں اور میں گر پڑا۔ میں نے گھوڑے کو ڈانٹا تو وہ اٹھ کھڑا ہوا مگر وہ اپنی ٹانگیں زمین سے نہیں نکال سکتا تھا۔ بہر حال جب سیدھا کھڑا ہوا تو میں نے دیکھا کہ اس کی اگلی ٹانگوں سے غبار اڑ رہا تھا جو دھوئیں کی طرح فضا میں پھیل گیا۔ سراقہ کہتے ہیں کہ میں نے ان سے امان طلب کی۔ وہ میری خاطر رک گئے۔ ان تک پہنچنے سے پہلے یہ حیران کن رکاوٹ دیکھ کر میرے دل نے گواہی دی کہ رسول اللہ ﷺ کو لازماً ایک نہ ایک دن غلبہ حاصل ہو جائے گا۔

ابن سعد، بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور نبی پاک ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ (مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ کی طرف) روانہ ہوئے تو دوران سفر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مڑ کر دیکھا آپ کو ایک شہسوار دکھائی دیا جو ان کے قریب پہنچ چکا تھا۔ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ ﷺ! یہ دیکھو۔ شہسوار آ پہنچا ہے۔ حضور ﷺ نے فوراً بارگاہ الٰہی میں التجا کی۔ اے اللہ اسے گھوڑے سے گرا دے۔ حضور کے دعا فرمانے کی دیر تھی کہ وہ گھوڑے سے نیچے آگرا۔ عرض کرنے لگا۔ اے اللہ کے نبی! جو چاہو مجھے حکم فرماؤ۔ حضور نے فرمایا۔ اسی جگہ رک جاؤ اور ہمارے تعاقب میں کسی کو نہ آنے دو۔ یہ شہسوار دن کے پہلے پہر رسول اللہ ﷺ کے در پئے آزار تھا اور اب دن کے آخری پہر میں محافظ اور چوکیدار بن چکا تھا۔ حضرت سراقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی واقعہ کے متعلق ابو جہل کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔

أَبَاحَكَمٍ وَاللهِ لَوْ كُنْتَ شَاهِدًا   لِأَمْرِ جَوَادِي إِذْ تَسِيخُ قَوَائِمُهُ

عَلِمْتَ وَلَمْ تَشْكُكْ بِأَنَّ مُحَمَّدًا   رَسُوْلٌ بِبُرْهَانٍ فَمَنْ ذَا يُقَاوِمُهُ

اے ابوالحکم! اللہ کی قسم! اگر تو میرے گھوڑے کی صورت حال کو دیکھ لیتا جب اس کے پاؤں زمین میں دھنس گئے تھے تو تجھے پورا یقین ہو جاتا اور ذرا بھی شک نہ رہتا کہ حضرت محمد (ﷺ) رسول برحق ہیں اور آپ کی رسالت پر ناقابل تردید دلائل

موجود ہیں۔ ہے کوئی جو آپ کی ہم سری کا دعویٰ کرے؟

ابنِ عساکر رحمۃ اللہ علیہ ایک ضعیف سند سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ غار ثور میں حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھے تو انہیں پیاس لگ گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "غار کے دھانے پر چلے جاؤ اور وہاں جا کر پانی پی لو۔" حضرت ابو بکر صدیق نے وہاں جا کر ایسا پانی پیا جو شہد سے زیادہ میٹھا۔ دودھ سے زیادہ سفید اور کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا۔ پھر واپس آگئے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

"جنت کی نہروں کے معاملات جس فرشتے کے سپرد کئے گئے ہیں اسے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ وہ آپ کو پلانے کی خاطر جنت الفردوس کی نہر کا پانی غار کے دھانے تک لے آئے۔"

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے ابو محمد کوفی رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ جب حضور نبی رحمت ﷺ نے ہجرت کرنے کا ارادہ فرمایا تو لوگوں کو مکہ مکرمہ میں ایک آواز سنائی دی۔ کوئی کہہ رہا تھا۔

إن يُسْلِمِ السَّعْدَانِ يُصْبِحُ مُحَمَّدٌ مِنَ الْأَمْنِ لَا يَخْشَى خِلَافَ الْمُخَالِفِ

اگر دو سعد نامی آدمی مسلمان ہو جائیں تو حضرت محمد ﷺ بالکل بے خوف ہو جائیں گے اور آپ کو کسی دشمن کی مخالفت کا ذرا بھی کھٹکا نہیں رہے گا۔

یہ آواز سن کر قریش نے کہا۔ اگر ہمیں پتہ چل جائے کہ یہ دو سعد کون ہیں تو ہم یہ کر دیں گے، وہ کر دیں گے۔ انہوں نے اگلی رات بھی کسی کو یہ کہتے سنا:

فَيَا سَعْدُ سَعْدُ الْأَوْسِ إنْ كُنْتَ مَانِعًا وَيَا سَعْدُ سَعْدُ الْخَزْرَجِيْنَ الْغَطَارِفِ

اَجِيْبَا إلَى دَاعِي الْهُدَىٰ وَتَمَنَّيَا عَلَى اللّٰهِ فِي الْفِرْدَوْسِ زَلْفَة عارِفِ

اے سعد! بنو اوس کے سعد! اگر تمہیں قبول حق سے انکار ہے۔ اور اے سعد! خزرجی نوجوانوں کے سعد! تم دونوں راہ ہدایت کی طرف بلانے والے کی بات پر لبیک کہہ دو۔ اور اللہ تعالیٰ سے یہ امید رکھو کہ وہ تمہیں جنت الفردوس میں عارف باللہ لوگوں کا مقام و مرتبہ عطا فرمائے گا۔

راوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اوس کے سعد کا مصداق حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ ہیں جبکہ خزرج والوں کے سعد کا مصداق حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس روایت کو ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔

ابن عساکر، ابن ابی دنیا سے، وہ اپنے والد سے، وہ ہشام بن محمد کلبی سے، وہ عبدالمجید بن

ابو عبس رحمہم اللہ سے، وہ اپنے والد سے اور وہ بھی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ قریش نے کسی کو جبل ابی قبیس پر چیختے ہوئے سنا۔ یہاں راوی نے مذکورہ روایت والا پہلا شعر ذکر کیا۔ یہ آواز سن کر قریش بولے۔ یہ کون سا سعد ہوگا۔ سعد تو تین آدمیوں کا نام ہے۔ سعد بن بکر، سعد بن زید مناۃ اور سعد ھذیم۔ دوسری رات قریش نے پھر جبل ابی قبیس پر کسی کی آواز سنی جو مذکورہ دو شعروں کے علاوہ یہ شعر بھی پڑھ رہا تھا۔

فَاِنَّ ثَوَابَ اللّٰہِ لِلطَّالِبِ الْھُدٰی جِنَانٌ مِّنَ الْفِرْدَوْسِ ذَاتَ رَفَارِفٖ

بے شک ہدایت کے طلب گار کا اجر اللہ تعالیٰ کے ہاں فردوس بریں کے ایسے باغات ہیں جن کے درختوں کی شاخیں برگ و بار سے جھکی ہوں گی۔

یہ اشعار سن کر قریش نے کہا۔ یہ تو سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ ہیں۔ بیہقی اور خرائطی رحمہم اللہ علیہ نے بھی اسی طرح کی روایت نقل کی ہے۔

زبیر بن بکار (موفقیات میں) اور ابو نعیم شہر بن حوشب سے، وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اور وہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ہمیں رسول پاک ﷺ کے دست حق پرست پر بیعت عقبہ کا شرف حاصل ہوا تو میں کسی کام سے حضر موت چلا گیا۔ وہاں اپنا کام کیا اور واپس لوٹ آیا۔ واپسی پر ایک جگہ مجھے نیند آگئی۔ رات کے سناٹے میں کسی چیخنے والے کی آواز سن کر میں گھبرا گیا۔ وہ کہہ رہا تھا:

اَبَا عَمْرٍو تَاَوَّبَنِی السُّھُوْدُ وَرَاحَ النَّوْمُ وَانْقَطَعَ الْھُجُوْدُ

اے ابو عمرو! میرے جاگنے کا زمانہ آگیا۔ نیند کا وقت چلا گیا اور خواب و راحت کا سلسلہ ختم ہو گیا۔

اچانک کسی دوسرے نے چیخ کر کہا۔

"اے خرعب! یہ لہو و لعب کی باتیں تجھے لے ڈوبیں۔ زہرہ اور یثرب کے مابین بڑی حیرت انگیز بات رونما ہو چکی ہے۔"

پہلے نے پوچھا۔ "اے شاصب! وہ کیا بات ہے؟" بولا۔ "امن و سلامتی کے پیامبر نبی سب سے بہتر کلام لے کر ساری مخلوق خدا کی طرف مبعوث ہو گئے ہیں۔ انہیں مقدس شہر سے نخلستانوں اور بلند و بالا مکانوں کے علاقے میں لایا گیا ہے۔"

پھر صبح ہو گئی۔ میں ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ اچانک مجھے ایک چھپکلی نما جانور اور ایک اژدہا مردہ حالت میں پڑے دکھائی دیئے۔ وہ فرماتے ہیں کہ مجھے اسی بات کے ذریعے پتہ چلا کہ حضور نبی

کریم ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی ہے۔

ابو نعیمؒ بہ سند ابن اسحاقؒ حضرت اسماء بنت ابو بکر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ہجرت فرمائی تو تین دن تک ہمیں پتہ نہ چل سکا کہ آپ ﷺ کدھر تشریف لے گئے ہیں۔ بالآخر مکہ مکرمہ کے نشیبی علاقہ سے ایک جن آیا جو کچھ شعر گنگنا رہا تھا۔ لوگ اس کی آواز کے تعاقب میں چلتے رہے مگر وہ دکھائی نہ دیتا تھا یہاں تک کہ وہ مکہ کے بالائی علاقے سے پار چلا گیا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

جَزَى اللّٰهُ رَبُّ النَّاسِ خَيْرَ جَزَائِهٖ　　رَفِيْقَيْنِ قَالَا خَيْمَتَيْ اُمِّ مَعْبَدٖ

پروردگار عالم ان دوساتھیوں کو جزائے خیر عطا فرمائے جو ام معبد کے خیمے میں آئے۔

بغوی، ابن شاہین، ابن سکن، ابن مندہ، طبرانی، حاکم، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ بہ سند حزام بن ہشام بن جیش بن خالد اپنے والد سے اور وہ بھی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ شریف سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور ان کے غلام عامر بن فہیرہ کو ہم رکابی کا شرف حاصل ہوا۔ ان کا رہبر عبداللہ بن اریقط بھی ساتھ تھا۔ یہ مختصر سا نورانی قافلہ ام معبد خزاعیہ کے خیمے کے پاس سے گزرا۔ یہ عمر رسیدہ باوقار خاتون چادر اوڑھ کر خیمے کے باہر صحن میں بیٹھا کرتی اور آنے جانے والوں کو کھانے پینے کی اشیاء مہیا کرتی تھی۔ انہوں نے پوچھا۔ کیا اس کے پاس فروخت کرنے کے لئے گوشت اور کھجوریں ہیں؟ مگر اس کے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ملاحظہ فرمایا کہ اس کے خیمے کے ایک کونے میں ایک بکری کھڑی ہے۔ حضور نے پوچھا۔ اے ام معبد! یہ بکری کیسی ہے؟ اس نے عرض کیا۔ یہ وہ بکری ہے جو کمزوری اور لاغرپن کی وجہ سے دوسرے ریوڑ کے ساتھ نہیں جا سکی۔ حضور نے پوچھا۔ کیا اس کی کھیری میں دودھ ہے؟ اس نے عرض کی۔ یہ دودھ دینے سے عاجز ہے۔ حضور نے فرمایا۔ کیا تم مجھے اس بات کی اجازت دیتی ہو کہ میں اس کو دوہ لوں۔ اس نے عرض کی۔ اگر آپ کو کچھ دودھ دکھائی دیتا ہے تو دوہ لیں۔ چنانچہ وہ بکری حضور کے پاس لائی گئی۔ آپ ﷺ نے اس کی کھیری کو دست کرم سے مس فرمایا۔ بسم اللہ پڑھا اور بکری کے دودھ میں برکت کی دعا فرمائی۔ بکری نے فوراً ٹانگیں کھول دیں اور اس کی کھیری دودھ سے بھر گئی۔ حضور نے برتن منگوایا جس میں اتنا دودھ سما سکتا تھا جس سے دس آدمی جی بھر کر پی لیتے۔ حضور نے دوہنا شروع کیا تو دودھ کی نہر جاری ہو گئی۔ اس پر جھاگ اٹھنے لگی۔ حضور ﷺ نے پہلے ام معبد کو دودھ پلایا۔ اس نے خوب سیر ہو کر پیا۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے ساتھیوں کو پلایا۔ انہوں نے

بھی جی بھر کر پیا۔ سب سے آخر میں حضور ﷺ نے خود نوش فرمایا۔ ایک بار پھر سب نے دودھ پیا۔ حضور ﷺ نے دوبارہ اس بکری کو دوہنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ وہ برتن پھر بھر گیا۔ آپ ﷺ نے وہ برتن ام معبد کے پاس رکھ دیا۔ پھر اس سے بیعت لے کر یہ قافلہ روانہ ہو گیا۔

تھوڑی دیر بعد اس کا خاوند ابو معبد اپنی دبلی پتلی بکریوں کو ہانکتا ہوا آ پہنچا۔ اس نے گھر میں دودھ دیکھا تو حیران ہو کر پوچھنے لگا۔ یہ دودھ کہاں سے آیا ہے؟ نہ تو گھر میں کوئی شیر دار جانور ہے اور نہ اس بکری کے تھنوں میں دودھ کا کوئی قطرہ ہے۔

ام معبد نے کہا۔ ایسا نہیں۔ بخدا ہمارے پاس سے ایک بابرکت شخص گزرا ہے۔ پھر اس نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ اس کے شوہر نے کہا اس کا حلیہ بیان کرو تو ام معبد نے حضور کے پیکر نور کی ان الفاظ میں تصویر کشی کی۔

رَأَيْتُ رَجُلاً ظَاهِرَ الْوَضَاءَةِ اَبْلَجَ الْوَجْهِ حَسَنَ الْخَلْقِ لَمْ تَعِبْهُ ثَجْلَةٌ وَلَاتَزْرِيهِ صَعْلَةٌ

میں نے ایک ایسا مرد دیکھا جس کا حسن نمایاں تھا۔ روشن رو، خوبصورت۔ نہ بڑھی ہوئی توند اسے معیوب بنا رہی تھی اور نہ پتلی گردن اور چھوٹا سر اس میں نقص پیدا کر رہا تھا۔

وَسِيْمٌ قَسِيْمٌ فِي عَيْنَيْهِ دَعْجٌ وَفِي اَشْفَارِهٖ عَطَفٌ وَفِيْ صَوْتِهٖ صَهْلٌ وَفِيْ عُنُقِهٖ سَطَعٌ وَفِيْ لِحْيَتِهٖ كَثَاثَةٌ اَزَجُّ اَقْرَنُ إِنْ صَمَتَ فَعَلَيْهِ الْوَقَارُ وَإِنْ تَكَلَّمَ سَمَاهُ وَعَلَاهُ الْبَهَاءُ

انتہائی خوبرو، حد درجہ حسین۔ آنکھیں سیاہ اور بڑی، اور پلکیں خمدار۔ اس کی آواز گونجدار تھی۔ گردن چمکدار تھی۔ ریش مبارک گھنی تھی۔ دونوں ابرو باریک اور ملے ہوئے۔ اگر خاموش ہوتے تو بڑے پروقار نظر آتے۔ جب گفتگو فرماتے تو رخ پرنور پر بارونق چمک مچلنے لگتی۔

أَجْمَلُ النَّاسِ وَأَبْهَاهُ مِنْ بَعِيْدٍ وَاَحْلَاهُ وَأَحْسَنُهُ مِنْ قَرِيْبٍ حُلْوُ الْمَنْطِقِ فَصْلٌ لَا نَزْرٌ وَلَا هَذَرٌ

دور سے سب سے زیادہ حسین و جمیل اور پر بہار دکھائی دیتے۔ اور قریب سے بڑے دلکش اور خوبصورت دکھائی دیتے۔ شیریں گفتار۔ گفتگو واضح ہوتی نہ بے فائدہ اور نہ بے ہودہ۔

كَأَنَّ مَنْطِقَهُ خَرَزَاتُ نُظِمْنَ رَبْعَةٌ لَا بَائِنٌ مِنْ طُوْلٍ وَلَا تَقْتَحِمُهُ عَيْنٌ مِنْ قِصَرٍ غُصْنًا بَيْنَ غُصْنَيْنِ فَهُوَ اَنْضَرُ الثَّلَاثَةِ مَنْظَرًا وَأَحْسَنُهُمْ قَدْرًا

گفتگو کے الفاظ گویا لڑی میں پروئے ہوئے موتی۔ قد درمیانہ تھا۔ نہ زیادہ نمایاں حد تک طویل اور نہ اتنا پست کہ آنکھیں اسے حقیر سمجھنے لگیں۔ آپ دو شاخوں کے درمیان ایک شاخ کی مانند تھے۔ جو سب سے زیادہ تروتازہ اور خوبصورت دکھائی دے۔

لَهُ رُفَقَاءُ يَحُفُّوْنَ بِهِ اِنْ قَالَ اَنْصَتُوْا لَهُ وَاِنْ أَمَرَ تَبَادَرُوْا إِلٰى أَمْرِهِ مَحْفُوْدٌ مَّحْشُوْدٌ لَا عَابِسٌ وَّلَا مُعْتَدٍ

ان کے ایسے ساتھی تھے جو ان کے گرد حلقہ بنائے رکھتے۔ اگر وہ کوئی بات کرتے تو خاموشی کا پیکر بن جاتے اور گوش بر آواز ہو جاتے۔ اور اگر وہ کوئی حکم فرماتے تو بلا تاخیر تعمیل کرتے۔ سب کے مخدوم، حلقہ اصحاب میں گھرے ہوئے۔ نہ ترش رو اور نہ زیادتی کرنے والے۔

ابو معبد نے اپنی بیوی سے جب سرکار دو عالم ﷺ کا یہ دلکش حلیہ مبارک سنا تو کہنے لگا۔ یہ وہی شخص ہیں جن کی تلاش میں قریش سرگرداں ہیں اور مکہ مکرمہ میں ان کے متعلق کی جانے والی باتوں کا تذکرہ کئی بار ہمارے سامنے بھی ہوا۔

صبح ہوئی تو لوگوں نے ایک آواز سنی۔ آواز لگانے والا نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

جَزَى اللّٰهُ رَبُّ النَّاسِ خَيْرَ جَزَائِهِ رَفِيْقَيْنِ قَالَا خَيْمَتَيْ أُمِّ مَعْبَدِ

پروردگار عالم ان دو ساتھیوں کو جزائے خیر عطا فرمائے جو ام معبد کے خیموں کے پاس آئے۔

هُمَا نَزَلَا هَا بِالْهُدٰى فَاهْتَدَتْ بِهِ فَقَدْ فَازَ مَنْ أَمْسٰى رَفِيْقَ مُحَمَّدٍ

یہ دونوں مبارک ہستیاں ام معبد کے ہاں کچھ دیر کے لئے ٹھہریں۔ ان کے پاس رشد و ہدایت کا سامان تھا جس کی وجہ سے ام معبد ہدایت پا گئیں اور یہ ایک حقیقت ہے کہ جس کو بھی حضور نبی کریم ﷺ کی رفاقت اور معیت نصیب ہو گئی، وہ کامیاب و کامران ہو گیا۔

فَيَآلَ قُصَيٍّ مَازَوَى اللّٰهُ عَنْكُمْ بِهِ مِنْ فِعَالٍ لَا تُجَازٰى وَ سُؤْدُدٍ

اے آلِ قصی! اللہ تعالیٰ نے تمہیں سرداری اور ایسے کارناموں سے محروم نہیں کیا

جن کا مقابلہ نہیں کیا جا سکتا۔

لِيَهْنِ بَنِيْ كَعْبٍ مُقَامُ فَتَاتِهِمْ وَمَقْعَدُهَا لِلْمُؤْمِنِيْنَ بِمَرْصَدِ

بنو کعب کو مبارک ہو کہ ان کی بچیاں مومنوں کی خدمت کے لئے چشم براہ رہتی ہیں۔

سَلُوْا أُخْتَكُمْ عَنْ شَاتِهَا وَاِنَائِهَا فَاِنَّكُمْ اِنْ تَسْأَلُوا الشَّاةَ تَشْهَدِ

اپنی بہن سے اس کی بکری اور دودھ کے برتن کے متعلق دریافت کرو۔ اگر تم اس سے یہ سوال کرو گے تو وہ حقیقت کی برملا گواہی دے گی۔

دَعَاهَا بِشَاةٍ حَائِلٍ فَتَحَلَّبَتْ لَهُ بِصَرِيْحٍ ضَرَّةُ الشَّاةِ مُزْبِدِ

حضور نبی کریم ﷺ نے ام معبد سے وہ بکری مانگی جس میں حاملہ بننے کی صلاحیت ہی نہ تھی۔ اس لاغر اور کمزور بکری کے تھنوں سے حضور کی خاطر ایسا دودھ جاری ہو گیا جس پر جھاگ اٹھی ہوئی تھی۔

فَغَادَرَهَا رِهْنًا لَدَيْهَا بِحَالِبٍ يُرَدِّدُهَا فِيْ مَصْدَرٍ ثُمَّ مَوْرِدِ

حضور ﷺ ام معبد کے پاس سے تشریف لے گئے تو اپنے پیچھے ایسی بکری چھوڑ گئے جو خوب دودھ دیتی اور چشموں اور پانی کے گھاٹوں پر بہ آسانی آتی جاتی تھی (حالانکہ حضور کی آمد سے قبل دودھ دینا تو درکنار وہ چلنے سے بھی عاجز تھی)

ابن سعد، بغوی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے بہ سند حر بن صباح ابو معبد خزاعی سے اسی طرح کی طویل روایت ذکر کی ہے۔

ابن سعد اور ابو نعیم بہ سند واقدی رحمہم اللہ حزام بن ہشام سے وہ اپنے والد سے اور وہ ام معبد سے روایت کرتے ہیں کہ جس بکری کی کھیری کو رحمتِ عالم ﷺ نے چھوا تھا وہ عہد فاروقی کے اس سال تک ہمارے پاس رہی جس میں مویشیوں کی بہت زیادہ ہلاکتیں ہوئیں۔ (یعنی ۱۸ھ تک) ہم صبح شام اس کا دودھ دوہتے تھے حالانکہ خشک سالی کے باعث زمین پر کہیں بھی سبزہ نام کی کوئی چیز نہ تھی۔

بیہقی اور ابن عساکر رحمہما اللہ بہ سند عبد الرحمٰن بن ابو لیلیٰ، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں سرکارِ دو عالم ﷺ کی معیت میں مکہ مکرمہ سے روانہ ہوا۔ ہم عرب کے ایک قبیلے کے پاس پہنچے۔ حضور نے ایک الگ تھلگ گھر دیکھ وہاں جانے کا ارادہ فرمایا۔ جب ہم وہاں پہنچے تو دیکھا کہ اس گھر میں صرف ایک عورت بیٹھی تھی۔ یہ شام کا وقت تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس کا بیٹا بکریاں ہانکتے ہوئے آ گیا۔ اس کی والدہ نے اس سے کہا۔ بیٹا! ان مہمانوں

کے پاس یہ بکری لے جاتا کہ وہ اسے ذبح کر کے کھالیں۔ جب وہ لڑکا حاضر خدمت ہوا تو حضور نے فرمایا۔ "چھری واپس لے جاؤ اور ایک برتن لے آؤ۔" وہ بولا۔ "یہ ریوڑ کے ساتھ نہیں جاسکتی۔ اس کے تھنوں میں دودھ نہیں ہے۔" حضور نے فرمایا۔ "جاؤ تو سہی۔ برتن لے آؤ۔" وہ لڑکا برتن لے آیا۔ آپ نے بکری کے تھنوں پر دست مبارک پھیرا۔ پھر دودھ دوہنا شروع کیا تو برتن دودھ سے بھر گیا۔ حضور نے فرمایا جاؤ یہ دودھ امی کے پاس لے جاؤ۔ اس کی والدہ نے جی بھر کر دودھ پیا۔ پھر وہ لڑکا برتن لے آیا۔ حضور نے فرمایا دوسری بکری لے آؤ۔ چنانچہ اس کا دودھ نکال کر حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو پلایا۔ پھر وہ تیسری بکری لے آیا۔ اس کا دودھ نکال کر حضور نے خود نوش فرمایا۔ حضرت ابو بکر صدیق فرماتے ہیں ہم نے رات وہیں گزاری۔ پھر ہم جانب منزل روانہ ہو گئے۔ وہ عورت حضور کو "مبارک" کہہ کر پکارتی رہی۔ حضور کی مہربانی سے ان کی بکریوں میں اتنی کثرت ہوئی کہ اچھا خاصا ریوڑ بن گیا۔ ایک دن وہی عورت اپنا ریوڑ ہانک کر مدینہ لے آئیں۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بادی النظر میں یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ عورت ام معبد تھیں۔

ابو یعلی، طبرانی، حاکم، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ حضرت قیس بن نعمان سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ چپکے چپکے جانب منزل رواں دواں تھے کہ راستہ میں ایک غلام کو دیکھا جو ریوڑ چرا رہا تھا۔ دونوں حضرات نے اس سے دودھ مانگا۔ اس نے کہا۔ میرے پاس کوئی شیر دار بکری نہیں ہے۔ البتہ ایک بھیڑ ہے جو ان سردیوں کے شروع میں باردار ہوئی تھی۔ اور اب اس کے تھنوں میں دودھ نہیں رہا۔ رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا۔ اسے لے آؤ۔ وہ لے آیا۔ حضور نے اس کی ٹانگوں کو باندھا۔ اس کی کھیری پر ہاتھ پھیرا اور دعا فرمائی۔ حضرت ابو بکر برتن لے آئے۔ نبی کریم ﷺ نے اسے دوہا اور حضرت ابو بکر کو دودھ پلایا۔ پھر دوہ کر چرواہے کو پلایا۔ تیسری بار دودھ دوہ کر خود نوش فرمایا۔ چرواہے نے پوچھا۔

مَنْ أَنْتَ فَوَاللّٰهِ مَارَأَيْتُ مِثْلَكَ قَطُّ؟

آپ کون ہیں؟ بخدا آج تک میں نے آپ جیسا کوئی نہیں دیکھا؟

حضور نے فرمایا۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

میں محمد ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔

چرواہے نے کہا۔ "کیا آپ وہی ہیں جن کے بارے میں قریش یہ خیال کرتے ہیں کہ آپ نے اپنا

آبائی دین ترک کر دیا ہے؟"

حضور نے فرمایا۔"ہاں وہ یہی کہتے ہیں"

چرواہے نے بے ساختہ کہا۔

فَأَشْهَدُ أَنَّكَ نَبِيٌّ وَأَنَّمَا جِئْتَ بِهِ حَقٌّ وَأَنَّهُ لَا يَفْعَلُ مَا فَعَلْتَ إِلَّا نَبِيٌّ

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ سچے نبی ہیں اور آپ جو دین لے کر آئے ہیں وہ برحق ہے کیونکہ جو آپ نے کیا ہے وہ نبی کے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ مالک بن اوس اسلمی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سفر ہجرت کے دوران جحفہ کے مقام پر اونٹوں کے پاس سے گزرے۔ نبی کریم ﷺ نے پوچھ لیا۔"یہ اونٹ کس کے ہیں؟" آپ کو بتایا گیا یہ قبیلہ اسلم کے آدمی کے ہیں۔ یہ سن کر حضور صدیق اکبر کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔"انشاء اللہ آپ کو سلامتی حاصل ہو گئی۔ حضور نے اس سے نام پوچھا تو اس نے اپنا نام مسعود بتایا۔ یہ سن کر حضور پھر صدیق اکبر کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا۔"انشاء اللہ آپ کو سعادت حاصل ہو گئی۔"

زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ"اخبار مدینہ"میں ابراہیم بن عبداللہ بن حارثہ سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ کلثوم بن ہدم کے پاس حضور نبی رحمت ﷺ نے کچھ دیر قیام فرمایا۔ اس نے اپنے غلام کو کہا۔ یَا نَجِیْحُ یہ سن کر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

اَنْجَحْتَ یَا اَبَابَکْرٍ

اے ابو بکر! آپ کامیاب ہو گئے ہیں۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آیت کریمہ۔ اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْآنَ لَرَادُّکَ اِلٰی مَعَادٍ میں اِلٰی مَعَادٍ سے مراد اِلٰی مَکَّۃَ ہے۔

حاکم اور بیہقی رحمہما اللہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جس روز رسول اکرم ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے۔ میں نے آج تک کوئی ایسا دن نہیں دیکھا جو اس روز سفید سے زیادہ حسین اور زیادہ روشن ہو۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جس روز رسول اللہ ﷺ نے مدینہ طیبہ میں قدم رنجہ فرمایا تو مدینہ کی ہر شے جگمگانے لگی۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے۔ آپ کی اونٹنی بیٹھی تو لوگوں کی حاضری کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ سب عرض کرتے ہیں۔ یا رسول اللہ! ہمارے ہاں قیام فرمائیں۔ اچانک اونٹنی اٹھ کھڑی ہو گئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔

دَعُوْهَا فَاِنَّهَا مَامُوْرَةٌ

اسے چھوڑ دو۔ یہ رب کے حکم کے مطابق ٹھہرے گی۔ اسے رب تعالیٰ کی طرف سے حکم مل چکا ہے۔

پھر چلتے چلتے موجودہ منبر والی جگہ پر آکر بیٹھ گئی۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب سرکارِ مدینہ سرورِ قلب و سینہ ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو انصاری عورتیں اور مرد حاضر خدمت ہو کر عرض کرنے لگے۔

اِلَيْنَا يَارَسُوْلَ اللّٰهِ

یا رسول اللہ! ہمارے ہاں تشریف لائیں۔ ہمارے گھر میں قدم رنجہ فرمائیں اور ہمیں میزبانی کا شرف عطا فرمائیں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

دَعُو النَّاقَةَ فَاِنَّهَا مَأْمُوْرَةٌ

میری اونٹنی کو کچھ نہ کہو۔ اسے رب تعالیٰ کی طرف سے حکم مل چکا ہے۔ یہ حکم الٰہی کے مطابق ٹھہرے گی۔

چنانچہ یہ مبارک اونٹنی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر کے دروازے پر آکر بیٹھ گئی۔ خوشی و مسرت کے عالم میں بنو نجار کی بچیاں باہر نکل آئیں اور دف بجا بجا کر اپنے محبوب مہمان کو ان اشعار سے خوش آمدید کہنے لگی۔

نَحْنُ جَوَارٍ مِنْ بَنِی النَّجَّارِ　　یَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِنْ جَارِ

ہم بنو نجار کی شریف زادیاں ہیں۔ کیا ہی خوب ہوا کہ حضرت محمد ﷺ ہمارے ہمسائے بن گئے ہیں۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو عورتیں اور بچے یہ اشعار پڑھنے لگے۔

طَلَعَ　الْبَدْرُ　عَلَیْنَا　مِنْ　ثَنِیَّاتِ　الْوَدَاعِ

وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاع

ثنیات الوداع (وہ چوٹی جہاں مہمانوں کو الوداع کیا جاتا ہے) سے چودھویں کے چاند نے ہم پر طلوع فرمایا ہے۔ ہم پر لازم ہے کہ جب تک داعی برحق ﷺ اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے رہیں ہم اس نعمت پر شکر بجالاتے رہیں۔

حاکم اور بیہقی رحمہما اللہ علیہ حضرت صہیب رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"میں نے تمہاری ہجرت گاہ دیکھ لی ہے جو سیاہ پتھروں والی سرزمین کے درمیان ایک شورزدہ علاقہ ہے۔ یا تو وہ وہ مقام ہجر ہے یا یثرب۔" حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہم رکابی کا شرف حاصل ہوا۔ میری دلی خواہش تھی کہ میں بھی آپ کی معیت میں سفر ہجرت کی سعادت کروں مگر چند قریشی نوجوانوں نے میرا راستہ روک لیا۔ میں نے وہ رات بڑی بے چینی سے گزاری۔ چین سے بیٹھ تک نہ سکا۔ ہر آن اٹھ کھڑا ہوتا۔ میری یہ عجیب حالت دیکھ کر انہوں نے کہا۔ "اسے پیٹ کا مرض لاحق ہو چکا ہے جس کی وجہ سے یہ اتنا پریشان ہے کہ اب ہماری حفاظت کی ضرورت نہیں۔ وہ بے فکر ہو کر سو گئے۔ حالانکہ مجھے تو کوئی تکلیف نہ تھی۔ میں موقع پا کر نکل کھڑا ہوا۔ میں نے تقریباً بارہ میل کا فاصلہ طے کیا ہوگا کہ چند آدمی مجھ تک پہنچ گئے وہ مجھے واپس لے جانا چاہتے تھے۔ میں نے ان سے کہا۔ کیا ایسا ممکن ہے کہ میں تمہیں سونے کے اوقیہ دے دوں اور تم میرا راستہ چھوڑ دو۔ انہوں نے میری بات مان لی۔ میں انہیں مکہ مکرمہ لے آیا۔ ان سے کہا۔ "دروازے کی دہلیز کے نیچے کی زمین کھود و۔ اس کے نیچے سونے کے اوقیہ ہوں گے۔" پھر میں مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گیا جب میں رسول اللہ ﷺ کے پاس قباء میں حاضر ہوا تو ابھی تک آپ قبا سے آگے تشریف نہیں لے گئے تھے۔ جب دلنواز آقا ﷺ نے مجھے دیکھا تو تین بار فرمایا۔

يَا اَبَا يَحْيٰى رَبِحَ الْبَيْعُ

اے ابو یحیٰ! تو نے بڑے نفع والا سودا کیا ہے۔

میں نے عرض کی۔ "یا رسول اللہ! مجھ سے پہلے تو کوئی ایسا شخص آپ کی طرف نہیں آیا جس نے آپ کو میری صورت حال سے آگاہ کیا ہو۔ یقیناً حضرت جبرئیل علیہ السلام نے آپ کو آگاہ کیا ہوگا۔"

باب

یہودیوں کا سوالات کرنا اور دعوتِ نبوی ﷺ کے برحق ہونے پر آگاہ ہونا

ابن سعد، ترمذی، حاکم، ابن ماجہ اور بیہقی رحمہم اللہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول پاک ﷺ صاحب لولاک مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے تو لوگ دوڑے دوڑے آپ کے پاس جا پہنچے۔ میں بھی حاضر خدمت ہوا تا کہ آپ کے رخ زیبا کی زیارت کرلوں۔

فَلَمَّا رَأَيْتُ وَجْهَهُ عَرَفْتُ أَنَّ وَجْهَهُ لَيْسَ بِوَجْهِ كَذَّابٍ

جونہی میری نظر حضور کے رخ پرنور پر پڑی تو مجھے یقین ہو گیا کہ ایسا دلکش اور حسین وجمیل چہرہ کسی جھوٹے کا نہیں ہو سکتا۔

اس کے بعد میں نے سب سے پہلا ارشاد نبوی یہ سنا۔ حضور فرما رہے تھے۔

يَاأَيُّها النَّاسُ اَطْعِمُوْا الطَّعَامَ وَأَفْشُو السَّلَامَ وَصِلُوا الْاَرْحَامَ وَصَلُّوْا بِاللَّيْلِ وَالنَّاسُ نِيَامٌ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِسَلَامٍ

اے لوگو! ضرورت مندوں کو کھانا کھلاؤ۔ بکثرت ایک دوسرے کو سلام دو۔ (یا امن و سلامتی کو پھیلاؤ) صلہ رحمی کیا کرو اور رات کے وقت اس وقت نماز پڑھو جب کہ لوگ محو خواب ہوں۔ اگر تم میری ان تعلیمات پر عمل پیرا ہو گے تو بسلامت جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

ترمذی اور حاکم رحمہما اللہ نے حدیث مذکور کو صحیح کہا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو معلوم ہوا کہ اللہ کے رسول ﷺ مدینہ منورہ میں قدم رنجہ فرما چکے ہیں تو وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔

"میں آپ سے تین باتیں پوچھتا ہوں جنہیں اللہ کے نبی کے علاوہ کوئی بھی نہیں جانتا۔ قیامت کی پہلی نشانی کون سی ہے؟ جنتیوں کا پہلا کھانا کیا ہو گا؟ اور یہ بتائیں کہ بچہ اپنے باپ یا ماں کا ہم شکل کیسے بنتا ہے؟"

داعیٔ برحق، ہادیٔ کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"ابھی ابھی جبرئیل امین علیہ السلام نے مجھے ان باتوں سے آگاہ کیا ہے۔ قیامت کی پہلی نشانی یہ ہے کہ لوگوں کے سامنے ایک آگ ظاہر ہوگی جو مشرق سے مغرب تک جائے گی۔ جہاں تک جنتیوں کے پہلے کھانے کا تعلق ہے تو وہ مچھلی کے جگر کے ایک طرف والا ٹکڑا ہوگا۔ رہا تیسرا سوال تو جب مرد کا پانی عورت کے پانی پر غالب آجائے (یا سبقت لے جائے) تو بچہ باپ کے مشابہ ہوتا ہے اور اگر عورت کا پانی مرد کے پانی پر غالب آجائے (یا سبقت لے جائے) تو بچہ ماں کے مشابہ ہوتا ہے۔"

فرمان نبوی سنتے ہی عبداللہ بن سلام پکار اٹھے۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ!

یارسول اللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔

پھر کہا۔ "یہودی بڑے بہتان طراز ہیں۔ آپ پہلے انہیں بلا کر ان سے میرے متعلق پوچھ لیں تاکہ وہ میری حق گوئی اور سرداری کا آپ کے سامنے اعتراف کرلیں۔ اگر ایسا کرنے سے پہلے انہیں میرے مسلمان ہونے کا علم ہو جائے تو وہ مجھ پر طرح طرح کی تہمتیں لگائیں گے۔" چنانچہ جب یہودی آپ کے پاس آئے تو آپ نے ان سے استفسار فرمایا۔

اَیُّ رَجُلٍ عَبْدُاللّٰهِ ابْنُ سَلَامٍ فِيْكُمْ

تمہاری قوم کا عبداللہ بن سلام نامی شخص کیسا آدمی ہے۔

انہوں نے کہا۔

خَيْرُنَا وَابْنُ خَيْرِنَا وَسَيِّدُنَا وَابْنُ سَيِّدِنَا

وہ ہم سب سے بہتر ہے۔ بہترین باپ کا بیٹا ہے۔ وہ ہمارا سردار ہے اور سردار کا بیٹا ہے۔

حضور ﷺ نے فرمایا۔

"اگر وہ اسلام قبول کرلے تو تمہارا کیا خیال ہے؟"

کہنے لگے۔ "اللہ اسے اس سے محفوظ رکھے۔"

اتنے میں حضرت عبداللہ بن سلام سامنے آگئے اور اپنے اسلام لانے کا برملا اعلان کرتے ہوئے کہا۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔

یہودیوں نے اپنے سردار کو توحید ورسالت کی گواہی دیتے سنا تو یک زبان ہو کر بولے۔

شَرُّنَا وَابْنُ شَرِّنَا

یہ بڑا بدترین شخص ہے اور بدترین شخص کا بیٹا ہے۔

الغرض حضرت عبداللہ بن سلام کی ذات میں طرح طرح کے کیڑے نکالنے لگے۔ ان کی بہتان تراشیاں سن کر حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے عرض کی۔

"یارسول اللہ! مجھے ان سے یہی اندیشہ تھا کہ وہ مجھ پر تہمتیں لگائیں گے۔"

بیہقی، حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب میں نے رسول اللہ ﷺ کی بعثت، صفات، اسم مبارک، ہیئت اور دیگر ایسی علامات کے بارے میں سنا جن کی وجہ سے ہم نبی منتظر کے لئے چشم براہ رہا کرتے تھے تو (مجھے یقین ہو گیا کہ یہ نبی برحق ہیں مگر) میں خاموش رہا اور اس بات کو ظاہر نہ کیا یہاں تک کہ حضور مدینہ منورہ میں رونق افروز ہوئے۔ ایک آدمی نے ہمیں حضور کی آمد سے مطلع کیا۔ میں اس وقت کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا تھا اور کچھ کام کر رہا تھا۔ پاس ہی میری پھوپھی بیٹھی ہوئی تھی۔ جب میں نے اس شخص کی خبر سنی تو مسرت سے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ میری پھوپھی نے کہا۔ اگر تمہیں حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کی آمد کی خوشخبری سنائی جاتی تو تم اس سے زیادہ کچھ نہ کہتے۔ میں نے کہا۔ پھوپھی جان! اللہ کی قسم! یہ بھی موسیٰ بن عمران کے بھائی ہیں۔ وہی لے کر آئے ہیں جو وہ لے کر آئے تھے۔ پھوپھی نے کہا بھتیجے! کیا یہ وہی نبی ہیں جن کے بارے میں ہمیں بتایا جاتا تھا کہ وہ قرب قیامت میں تشریف لائیں گے۔ میں نے کہا ہاں۔ یہ وہی ہیں۔ پھر میں حضور ﷺ کی زیارت کے لئے روانہ ہو گیا۔ اور بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہو گیا اس کے بعد سابقہ حدیث مذکور ہے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے سعید مقبری سے سابقہ حدیث مرسلاً نقل کی ہے البتہ اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام نے حضور نبی پاک ﷺ سے چاند کی سیاہی کے متعلق دریافت کیا تو حضور نے فرمایا۔ "یہ دو سورج تھے۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

وَجَعَلْنَا اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَا اٰيَةَ اللَّيْلِ (الاسراء:۱۲)

اور ہم نے رات اور دن کو (اپنی قدرت کی) دو نشانیاں بنایا ہے اور ہم نے رات کی نشانی کو مدھم کر دیا ہے۔(1)

1۔ اس آیت کریمہ کے تحت لفظ "محو" کی وضاحت فرماتے ہوئے حضرت ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری

پس چاند کی سیاہی دراصل یہی "محو" (دھندلانا اور مدھم کرنا) ہے۔"

زبان رسالت سے یہ وضاحت سن کر عبداللہ بن سلام نے عرض کی۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

ابن اسحاق، بیہقی اور ابونعیم رحمہم اللہ حضرت صفیہ بنت حیی سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائے تو میرے والد اور چچا ابویاسر بن اخطب آپ کے پاس حاضر ہوئے۔ جب واپس آئے تو چچا نے میرے والد سے پوچھا۔ کیا یہ وہی ہیں؟ کہا۔ ہاں۔ اللہ کی قسم۔ یہ وہی ہیں۔ انہوں نے پھر پوچھا۔ کیا تم ان کی شخصیت اور اوصاف کے ذریعے انہیں پہچانتے ہو؟ کہا۔ ہاں۔ اللہ کی قسم۔ میں انہیں پہچانتا ہوں۔ چچا نے کہا۔ تو پھر ان کے متعلق تمہارے دل کا کیا فیصلہ ہے؟ کہا۔ بخدا! تادم واپسیں ان کے لئے میرے دل میں عداوت رہے گی۔ (العیاذ باللہ)

حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیتے ہوئے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ حضور ﷺ روانہ ہوئے۔ میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ حضور یہودیوں کے ایک کنیسہ میں داخل ہوئے۔ وہاں جا کر ارشاد فرمایا۔

"اے یہودیو! مجھے بارہ ایسے آدمی دکھاؤ جو یہ گواہی دیتے ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں، تو اللہ تعالیٰ زیر آسمان ہر یہودی سے اپنا غیظ و غضب ہٹا لے گا۔"

راوی فرماتے ہیں کہ یہ فرمان نبوی سن کر وہ خاموش رہے۔ کسی نے جواب نہ دیا۔ حضور نے دوبارہ وہی بات فرمائی۔ مگر پھر بھی کوئی جواب نہ آیا۔ تو حضور نے فرمایا۔ تم نے انکار کر دیا۔ اللہ کی قسم! میں حاشر ہوں۔ میں عاقب اور نبی مصطفیٰ ہوں خواہ تم ایمان لاؤ یا نہ لاؤ۔"

اس کے بعد حضور واپس تشریف لے آئے اور میں بھی آپ کے ساتھ آ گیا۔ جب ہم واپس ہونے لگے تھے تو ایک آدمی نے پیچھے سے آواز دی تھی۔ اے محمد! ٹھہریئے۔ ہم ٹھہر گئے۔

(بقیہ صفحہ گذشتہ) رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ "محو کا معنی کسی چیز کو مٹا دینا اور اس کے اثر کو زائل کرنا۔ یہاں اس سے مراد مدھم کر دینا، دھندلا دینا اور اس داغ کو جو چاند میں نظر آتا ہے اس کو بھی اہل عرب محو کہتے ہیں۔ المحو السواد فی القمر کانہ اثر محو۔ چاند کے لئے محو کے لفظ کے استعمال کی وجہ یہ ہے کہ چاند کی روشنی آہستہ آہستہ گھٹتی جاتی ہے یہاں تک کہ مہینہ کی آخری تاریخوں میں وہ بالکل بے نور ہو جاتا ہے۔ یا یہاں محو کا لفظ دھندلا اور دھیما کر دینے کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی چاند اگرچہ روشن ہے لیکن اس کی روشنی دھندلی اور مدھم ہے اور اس سے ہر چیز دھندلائی ہوئی نظر آتی ہے۔ اس کے برعکس سورج کی روشنی بڑی تیز ہے۔ ہر چیز اپنے اصلی رنگ و روپ میں دکھائی دینے لگتی ہے کوئی التباس باقی نہیں رہتا۔

وہ ہمارے پاس آیا اور یہودیوں کو مخاطب کر کے بولا۔ "اے یہودیو! کیا تم جانتے ہو۔ تمہارے مابین کون سی ہستی تشریف فرما ہے۔" انہوں نے کہا۔ بخدا! ہم اتنا جانتے ہیں کہ ہمارے اندر تم سے بڑا عالم کتاب اور بڑا فقیہ اور کوئی نہیں اور تم سے پہلے تمہارے والد سے بڑا عالم کوئی نہ تھا اور تمہارے والد سے پہلے تمہارے دادا سے بھی بڑا عالم کوئی نہ تھا۔" یہ سن کر وہ شخص بولا۔ "میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ وہی پیغمبر خدا ہیں جن کا ذکر تم تورات میں پاتے ہو۔" جب انہوں نے اس کے منہ سے یہ بات سنی تو بولے۔ "تم جھوٹے ہو" انہوں نے اس کی بات کو رد کر دیا اور اسے برا بھلا کہا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"جھوٹے تم ہو۔ اللہ تعالیٰ کو تمہاری بات ہرگز پسند نہیں۔"

اسی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

قُلْ اَرَاَیْتُمْ اِنْ کَانَ مِنْ عِنْدِاللّٰہِ وَ کَفَرْتُمْ بِہٖ (الاحقاف:۱۰)

فرمایئے کیا تم نے کبھی اس پر غور کیا کہ اگر یہ اللہ کی طرف سے ہو اور تم اس کا انکار کر دو۔

احمد، بیہقی، طبرانی اور ابو نعیم رحمہم اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ یہودیوں کا ایک گروہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے پاس آیا۔ کہنے گے۔ "ہمیں چند باتوں سے آگاہ فرمائیں۔ یہ باتیں نبی کے علاوہ کوئی نہیں جان سکتا۔ بتایئے وہ کون سا کھانا تھا جو اسرائیل (حضرت یعقوب علیہ السلام) نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا؟ دوسرا سوال یہ ہے کہ مرد کے پانی ٹپکانے سے کبھی بچہ پیدا ہوتا ہے اور کبھی بچی۔ ایسا کیوں ہے؟ نیز یہ بتایئے کہ کسی قوم کے نبی کی امتیازی شان کیا ہوتی ہے؟"

حضور نبی رحمت ﷺ نے فرمایا۔

"میں تم سے اللہ کی قسم دے کر پوچھتا ہوں۔ کیا تم جانتے ہو کہ حضرت اسرائیل (یعقوب علیہ السلام) سخت بیمار ہو گئے تھے۔ ان کی بیماری نے طول پکڑ لیا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے یہ منت مانی کہ اگر وہ اس بیماری سے شفایاب ہو گئے تو سب سے پسندیدہ مشروب اور سب سے محبوب تر کھانا اپنے اوپر حرام کر دیں گے۔" چنانچہ صحت یابی کے بعد انہوں نے اونٹوں کا گوشت اور ان کا دودھ اپنے اوپر حرام کر لیا۔ "یہودی بولے۔" بالکل ٹھیک فرمایا۔"

حضور ﷺ نے فرمایا۔

"میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ مرد کا پانی گاڑھا اور سفید ہوتا

ہے جبکہ عورت کا پانی پتلا اور زرد ہوتا ہے۔ پس ان میں سے جس کا پانی غالب ہو، اللہ تعالیٰ کے حکم سے بچہ اسی کی جنس کا اور اسی کے مشابہ پیدا ہوتا ہے۔"

یہودیوں نے کہا۔ "بالکل ٹھیک ہے۔"

حضور علیہ نے فرمایا۔

"میں تمہیں اللہ کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کے نبی (کی امتیازی شان یہ ہے کہ اس کی) آنکھیں سوتی ہیں مگر دل نہیں سوتا۔"

یہودیوں نے حضور علیہ کے اس جواب کی بھی تائید کی۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ابوظبیان سے روایت کرتے ہیں کہ ہمارے چند ساتھیوں نے ہمیں بتایا کہ وہ ایک سفر میں حضور نبی کریم علیہ کے ساتھ تھے۔ ایک یہودی آیا اور کہنے لگا۔

"اے ابوالقاسم! میں آپ سے ایسی بات پوچھنا چاہتا ہوں جو اللہ کے نبی کے علاوہ کوئی نہیں جان سکتا۔ بتایئے بچہ کون سے پانی سے بنتا ہے؟" حضور علیہ خاموش ہوگئے۔ یہاں تک کہ ہم نے چاہا کہ کاش یہ سوال ہی نہ کرتا۔ پھر ہمیں پتہ چلا کہ اس سوال کا جواب حضور پر واضح ہوگیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔

"مرد کا نطفہ سفید اور گاڑھا ہوتا ہے اس سے ہڈیاں اور پٹھے بنتے ہیں جبکہ عورت کا نطفہ سرخ اور پتلا ہوتا ہے اس سے گوشت اور خون بنتا ہے۔"

یہ سن کر یہودی پکار اٹھا۔

اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔

احمد، بزار اور طبرانی رحمہم اللہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ اپنے صحابہ کرام کے ساتھ گفتگو فرما رہے تھے کہ وہاں سے ایک یہودی گزرا۔ قریش نے یہودی سے کہا۔ "یہ شخص نبی ہونے کا دعویدار ہے۔" اس نے کہا۔ میں ان سے ایسی چیز کے بارے میں پوچھوں گا جس کا علم سوائے نبی کے کسی کو نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ اس نے کہا۔ اے محمد! انسان کی تخلیق کس سے ہوتی ہے؟ سرکار دو عالم علیہ نے فرمایا۔ "اے یہودی! مرد اور عورت دونوں کے نطفہ سے انسان کی تخلیق ہوتی ہے۔ مرد کا نطفہ گاڑھا ہوتا ہے جس سے ہڈیاں اور پٹھے بنتے ہیں۔ جبکہ عورت کا نطفہ پتلا ہوتا ہے جس سے گوشت اور خون بنتا ہے۔"

یہودی بولا۔ "آپ سے پہلے انبیاء بھی یہی کہا کرتے تھے۔"

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے کھیتوں میں حضور نبی کریم ﷺ کھجور کی ایک شاخ کو زمین پر ٹیکتے ہوئے تشریف لے جا رہے تھے میں بھی آپ کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا۔ ہم چند یہودیوں کے پاس سے گزرے۔ ان میں سے کسی نے کہا۔ ان سے روح کے متعلق پوچھیں۔ بعض دوسرے آدمیوں نے کہا۔ ان سے نہ پوچھو۔ کہیں یہ ایسی بات نہ کہہ دیں جو تمہیں ناپسند ہو۔ بہر حال انہوں نے روح کے متعلق سوال کر ڈالا۔ حضور ﷺ خاموش ہو گئے۔ مجھے گمان ہوا کہ آپ پر وحی آ رہی ہے۔ جب یہ کیفیت ختم ہو گئی تو فرمایا۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ (الاسراء:85)

اور یہ آپ سے روح کی حقیقت کے متعلق دریافت کرتے ہیں۔ انہیں بتائیے روح میرے رب کے حکم سے ہے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سابقہ آسمانی کتابوں میں نبوت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی ایک یہ علامت بھی مذکور تھی کہ جب آپ سے روح کے متعلق سوال کیا جائے گا تو آپ روح کی حقیقت کا علم اس کے خالق پر چھوڑ دیں گے اور ایسی تمام باتیں نہیں کریں گے جو فلسفیوں اور منطقیوں نے ظن و تخمین سے کی ہیں۔ اسی لئے یہودیوں نے آپ سے روح کے متعلق سوال کیا تاکہ وہ آپ کو آزمائیں اور آپ کی وہ صفت دیکھ لیں جو ان کی کتابوں میں موجود ہے۔ چنانچہ حضور کا جواب ان کی کتابوں کے جواب کے عین مطابق نکلا۔

ابن اسحاق اور بیہقی رحمہما اللہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی پاک ﷺ نے ابن صوریا کو فرمایا۔ "میں اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر تجھ سے پوچھتا ہوں کہ کیا تجھے معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تورات میں اس آدمی کو سنگسار کرنے کا حکم فرمایا ہے جو شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کا مرتکب ہوتا ہے؟" اس نے کہا۔ جی ہاں۔ قسم بخدا! اے ابو القاسم! یہ لوگ بخوبی جانتے ہیں کہ آپ نبی مرسل ہیں۔ مگر یہ آپ سے حسد رکھتے ہیں۔

ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، حاکم، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ حضرت صفوان بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی نے اپنے ساتھی سے کہا۔ اس نبی کے پاس چلتے ہیں ان سے اس آیت کا مطلب پوچھیں گے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍۭ بَيِّنٰتٍ (الاسراء:101)

اور ہم نے موسیٰ (علیہ السلام) کو نو روشن نشانیاں عطا فرمائیں۔

وہ دونوں حضور کے پاس آئے اور آیت میں بیان کی گئی نو روشن نشانیوں کے متعلق پوچھا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ "وہ نو نشانیاں یہ ہیں۔ (۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔ (۲) چوری نہ کرو۔ (۳) زنا نہ کرو (۴) کسی کو بے گناہ قتل نہ کرو۔ (۵) جادو نہ کرو۔ (۶) سود نہ کھاؤ۔ (۷) کسی بے گناہ کو حاکم کے پاس نہ لے جاؤ تاکہ وہ اسے قتل کر دے۔ (۸) کسی پاک دامن پر تہمت نہ لگاؤ۔ (۹) اور اے یہود! تمہارے لئے خصوصی حکم یہ تھا کہ تم ہفتہ کے دن نافرمانی سے باز رہو۔"

حضور علیہ السلام کا یہ جامع جواب سن کر ان دونوں نے آپ کے ہاتھ پاؤں چومے اور کہہ اٹھے۔

نَشْهَدُ اَنَّكَ نَبِيٌّ

ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نبی ہیں۔

حضور نے پوچھا۔ تم اپنے اسلام کا برملا اعلان کیوں نہیں کرتے۔ کہنے لگے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ ان کی اولاد میں ہمیشہ کوئی نہ کوئی نبی رہے۔ نیز ہمیں خطرہ ہے کہ یہودی ہمیں قتل کر دیں گے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں بارگاہ نبوی میں حاضر تھا۔ ایک یہودی عالم آیا۔ اس نے سوال کیا کہ جب یہ زمین کسی اور سرزمین سے بدل دی جائے گی تو لوگ کہاں جائیں گے؟ رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا۔ "پل سے پہلے تاریکی میں ہوں گے۔" اس نے پوچھا سب سے پہلے پل صراط کون عبور کرے گا؟ فرمایا۔ مہاجرین میں سے جو فقراء ہیں۔ اس نے کہا جب وہ جنت میں داخل ہوں گے تو انہیں سب سے پہلا تحفہ کیا ملے گا؟ فرمایا۔ مچھلی کے جگر کا بغلی ٹکڑا۔ اس نے پوچھا۔ اس کے بعد دوپہر کا کونسا کھانا ملے گا؟ فرمایا ان کے لئے جنتی بیل ذبح کیا جائے گا جو جنت کے اطراف میں چرا کرتا ہے۔ اس نے مزید پوچھا۔ اس کے بعد انہیں کیا چیز پلائی جائے گی؟ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ "چشمے کا پانی پلایا جائے گا جس کا نام سلسبیل ہے۔" کہنے لگا۔ آپ نے سچ کہا۔ پھر کہا میں ایک ایسا سوال پوچھنے آیا ہوں جو روئے زمین پر نبی یا ایک دو اور آدمیوں کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ میں دراصل بچے کی تخلیق کے متعلق پوچھنے آیا تھا۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ "مرد کا پانی سفید ہوتا ہے اور عورت کا پانی زرد ہوتا ہے۔ یہ دونوں پانی ملتے ہیں۔ پھر اگر مرد کی منی عورت کی منی پر غالب آجائے تو اللہ کے حکم سے مرد (بچہ) پیدا ہوتا ہے۔ اور اگر عورت کی منی مرد پر غالب آجائے تو اللہ کے حکم سے عورت (بچی) پیدا ہوتی ہے۔" یہودی نے کہا۔ "آپ نے سچ فرمایا اور بلاشبہ آپ نبی ہیں پھر وہ چلا گیا۔ حضور نبی کریم

ﷺ نے فرمایا۔ ”اس نے مجھ سے جو سوالات پوچھے ہیں، مجھے ان کا علم نہ تھا بعد میں اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کا علم عطا فرما دیا۔“

سعید بن منصور، ابو یعلی، ابن جریر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، بزار، حاکم، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا۔ کہنے لگا۔ بتائیے ان ستاروں کے کیا نام ہیں جنہیں حضرت یوسف علیہ السلام نے بحالت خواب اپنے سامنے سجدہ کرتے دیکھا تھا؟ حضور نے اس کے سوال کا کوئی جواب نہ دیا۔ جبرئیل امین آئے اور آپ کو ان کے ناموں سے آگاہ کیا۔ پھر حضور نے یہودی کو بلا بھیجا۔ جب وہ آ گیا تو آپ نے فرمایا۔ اگر میں تمہیں مطلوبہ نام بتا دوں تو کیا تم مسلمان ہو جاؤ گے؟ اس نے کہا۔ ”جی ہاں“ آپ نے فرمایا۔ ”ان کے نام یہ ہیں۔

حرثان، طارق، ذیال، کتفان، ذوالفرع، وثاب، عمودان، قابس، ضروح، مصبح، فیلق، ضیاء، نور، حضرت یوسف علیہ السلام نے انہیں افق پر اپنے سامنے سجدہ ریز ہوتے دیکھا تھا“ یہودی بولا۔ اللہ کی قسم! ان کے یہی نام ہیں۔

بیہقی بہ سند کلبی حضرت ابو صالح رحمہم اللہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی عالم رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ اتفاقاً حضور سورۂ یوسف کی تلاوت فرما رہے تھے۔ اس نے کہا۔ ”اے محمد! آپ کو یہ سورت کس نے سکھائی ہے؟“ آپ نے فرمایا۔ ”اللہ تعالیٰ نے مجھے سکھائی ہے۔“ وہ عالم یہ سورت سن کر از حد حیران ہوا۔ یہودیوں کے پاس جا کر کہنے لگا قسم بخدا۔ محمد (ﷺ) قرآن کریم کی تلاوت کر رہے ہیں جو تورات والے کلام کی طرح ہے۔ وہ چند یہودیوں کو لے کر حضور کے پاس دوبارہ آ پہنچا۔ انہوں نے آپ کے اوصاف اور خدوخال کو دیکھ کر آپ کو پہچان لیا۔ انہوں نے آپ کے شانوں کے درمیان مہر نبوت بھی ملاحظہ کی۔ پھر وہ سورۂ یوسف کی تلاوت کو بغور سننے لگے۔ اور بہت حیران ہوئے۔ پھر اسی وقت مسلمان ہو گئے۔

بیہقی بہ سند کلبی حضرت ابو صالح رحمہم اللہ علیہ سے اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے یہودیوں سے فرمایا۔

”اگر تمہاری یہ بات سچی ہے کہ جنت محض تمہاری ہے، کسی اور کی نہیں تو یہ دعا کرو اے اللہ! ہمیں موت دے دے۔ مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ تمہارا جو شخص یہ دعا مانگے گا اس کی تھوک فوراً اس کے گلے میں اٹک جائے گی (اس کی سانس بند

ہو جائے گی) اور وہ موقع پر ہی مر جائے گا۔ یہودیوں نے یہ دعا کرنے سے انکار کر دیا اور اسے سخت ناپسند کیا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہو گئی۔

وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا (البقرہ:95)

اور وہ ہرگز موت کی تمنا نہیں کریں گے۔

عبداللہ بن احمد رحمۃ اللہ علیہ ''زوائد المسند'' میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک جرمقانی آدمی صحابہ کرام کے پاس آیا۔ اس نے پوچھا۔ وہ صاحب کہاں ہیں جو اپنے متعلق نبی ہونے کا گمان رکھتے ہیں؟ میں ان سے کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ مجھے پتہ چل جائے گا کہ وہ نبی ہیں یا نہیں۔ جب حضور ﷺ تشریف لائے تو جرمقانی نے کہا۔ کچھ تلاوت فرمایئے۔ حضور نے چند قرآنی آیات پڑھ کر سنائیں تو وہ بولا۔ قسم بخدا۔ یہ تو وہی کلام ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے۔

باب

مدینہ منورہ سے وباء، بخار اور طاعون کا ختم ہو جانا حضور نبی کریم ﷺ کا معجزہ ہے

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ جب مدینہ پاک میں تشریف لائے تو اس وقت یہ انتہائی وبازدہ علاقہ تھا۔ حضور ﷺ نے دعا فرمائی۔

''اے اللہ! مدینہ کو ہمارے لئے اس طرح محبوب بنادے جس طرح تو نے مکہ کو ہمارے لئے محبوب بنایا تھا بلکہ اس سے بھی زیادہ۔ اے اللہ! ہمارے لئے ہمارے پیمانوں اور وزنوں (صاع اور مد) میں برکت عطا فرما اور ہمارے لئے اس کی آب و ہوا کو صحت بخش بنادے۔ اور اس کے بخار کو جحفہ کی طرف منتقل کر دے۔''

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ہشام بن عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں مدینہ منورہ کی وباء بہت مشہور تھی۔ حضور نبی رحمت ﷺ نے مدینہ کے بخار کو جحفہ کی طرف منتقل کرنے کی دعا فرمائی۔ اس کے بعد جحفہ میں جو بچہ پیدا ہوتا وہ سن بلوغ کو پہنچنے سے پہلے بخار میں مبتلا ہو جاتا تھا۔

امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی رحمت ﷺ نے فرمایا۔

"میں نے ایک سیاہ رنگت والی عورت کو دیکھا جس کے بال بکھرے ہوئے ہیں۔ وہ مدینہ سے نکل کر مہیعہ میں جا اتری۔ پھر فرمایا میں نے اس خواب کی یہ تعبیر سمجھی ہے کہ مدینہ کی وباء مھیعہ یعنی جحفہ کی طرف منتقل کر دی گئی ہے۔"

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی پاک ﷺ نے فرمایا۔

"مدینہ میں داخل ہونے والے راستوں پر اللہ تعالیٰ نے فرشتے مقرر کر دیئے ہیں نہ اس میں طاعون داخل ہو گی اور نہ دجال۔"

بعض علماء کرام فرماتے ہیں کہ مدینہ منورہ کے متعلق طاعون سے حفاظت کی ضمانت فراہم کر دینا۔ شفا بخش مرض عصیاں ﷺ کا عظیم ترین معجزہ ہے کیونکہ شروع سے لے کر آج تک سبھی ماہر اطباء ایک شہر سے دوسرے شہر کی طرف بلکہ ایک گاؤں سے دوسرے گاؤں کی طرف طاعون کی وباء پھیل جانے کو روکنے میں ناکام رہے ہیں۔ مگر حضور نبی رحمت ﷺ کی دعا کیمیا اثر کی بے پایاں برکت دیکھو کہ عرصہ دراز بیت چکا مگر یہ خطہ پاک طاعون کے مہلک مرض سے محفوظ ہے۔

زبیر بن بکار "اخبار مدینہ" میں محمد بن حسن سے، وہ محمد بن طلحہ بن عبدالرحمٰن سے، وہ موسیٰ بن محمد بن ابراہیم بن حارث سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول پاک ﷺ نے سرزمین مدینہ کو قدوم میمنت لزوم سے مشرف فرمایا تو آپ کے چند صحابہ کرام شدید بیمار ہو گئے پھر ایک آدمی آیا اور اس نے مہاجر عورت سے شادی کر لی۔ حضور نبی پاک ﷺ سبزہ پر جلوہ افروز ہوئے اور تین بار فرمایا۔

"اے لوگو! اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔" پھر فرمایا۔ "جو اللہ اور اس کے رسول (کی رضا) کی طرف ہجرت کرتا ہے تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہی ہو گی اور جو دنیا طلب کرنے کے لئے یا کسی عورت کو پیغام نکاح دینے کی خاطر سفر ہجرت اختیار کرتا ہے تو اس کی ہجرت انہی مقاصد کے لئے ہو گی۔" اس کے بعد حضور ﷺ نے دست دعا بلند کئے اور تین بار یہ دعائیہ کلمات ارشاد فرمائے۔

اَللّٰهُمَّ انْقُلْ عَنَّا الْوَبَاءَ

اے اللہ۔ وبا کو ہم سے پھیر دے۔

صبح ہوئی تو حضور ﷺ نے فرمایا۔ آج رات میں نے خواب میں بخار کو ایک بڑھیا کی شکل میں دیکھا۔ جس کی رنگت کالی تھی اور جو شخص اسے لے کر آیا وہ اس کے گریبان میں ہاتھ ڈال کر اسے گھسیٹ رہا تھا۔ اس نے کہا۔ "یہ بخار ہے۔ اس کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟" میں نے کہا۔ اسے کسی ڈربے میں رکھ دو۔

زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ محمد بن حسن سے، وہ عبدالعزیز بن محمد سے وہ ہشام بن عروہ سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دن علی الصباح ایک شخص مکہ مکرمہ کے راستے سے آیا اور بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ حضور نے اس سے پوچھا۔

"کیا راستے میں کسی سے ملاقات ہوئی تھی؟"

وہ بولا۔ "نہیں یا رسول اللہ اور تو کوئی نہیں ملا۔ البتہ کالے رنگ کی ایک عورت ملی تھی جس کا جسم برہنہ اور بال پراگندہ تھے۔"

حضور ﷺ نے فرمایا

تِلْكَ الْحُمّٰى وَلَنْ تَعُوْدَ بَعْدَ الْيَوْمِ اَبَدًا

وہ بخار تھا جو مدینہ منورہ سے کوچ کر گیا ہے اور آج کے بعد وہ لوٹ کر کبھی نہیں آئے گا۔

باب

مدینہ منورہ کو برکتوں سے مالامال کرنا

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کو حرم بنایا تھا میں نے مدینہ کو حرم بنا دیا ہے۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے لئے جو دعا کی تھی میں نے مدینہ کے پیمانوں اور وزنوں (مد اور صاع) میں اس سے دوگنی برکت کی دعا کی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی تاریخ میں حضرت عبداللہ بن فضل بن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی کہ میں تجھ سے مکہ والوں کی طرح مدینہ والوں کے لئے بھی برکت مانگتا ہوں۔ حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ ہم اس برکت کو خوب جانتے ہیں کیونکہ مد اور صاع کے پیمانے ہمیں اسی طرح کفایت کرتے ہیں جیسے مکہ میں کرتے تھے۔

زبیر بن بکار "اخبار مدینہ" میں اسمٰعیل بن نعمان سے روایت کرتے ہیں کہ جو بکریاں مدینہ

پاک میں چرا کرتی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے ان الفاظ میں دعا فرمائی۔ "اے اللہ! مدینے کی بکریاں اگر آدھے پیٹ بھی چر کر آئیں تو پھر بھی انہیں دوسرے شہروں کی ان بکریوں کی طرح کر دے جو پیٹ بھر کر چر لیتی ہیں۔

باب

مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت معجزات کا ظہور

زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ "اخبار مدینہ" میں حضرت نافع بن جبیر بن مطعم سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیم نے فرمایا۔

"میں نے اپنی اس مسجد کے قبلہ کی سمت اس وقت تک متعین نہ کی جب تک کہ خانہ کعبہ شریف کو میرے سامنے نہ کر دیا گیا۔ پھر میں نے اس کی سمت قبلہ کو خانہ کعبہ کے عین سامنے متعین کر دیا۔"

زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ حضرت داؤد بن قیس سے روایت کرتے ہیں کہ انہیں معلوم ہوا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے جب مسجد نبوی کی بنیاد رکھی تو جبرئیل امین وہاں کھڑے خانہ کعبہ کو ملاحظہ فرما رہے تھے اور آپ کے اور خانہ کعبہ شریف کے درمیان سارے حجابات اٹھا دیئے گئے تھے۔

زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ ابن شہاب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"میں نے اپنی اس مسجد کے قبلہ کا اس وقت تک تعین نہ کیا جب تک میرے اور خانہ کعبہ شریف کے درمیان سارے حجابات اٹھا نہ دیئے گئے۔"

زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ خلیل بن عبد اللہ ازدی سے اور وہ ایک انصاری آدمی سے روایت کرتے ہیں کہ قبلہ کی سمت کے صحیح تعین کی خاطر حضور ﷺ نے مسجد نبوی کے کونوں میں چند آدمیوں کو کھڑا کیا۔ اتنے میں جبرئیل امین آ گئے۔ انہوں نے کہا۔ آپ خانہ کعبہ شریف کو دیکھ کر قبلہ کی سمت کو درست فرمالیں۔ پھر جبرئیل امین نے ہاتھ سے اشارہ کیا تو آپ کے اور خانہ کعبہ کے درمیان سارے پہاڑ ایک طرف ہٹ گئے۔ چنانچہ حضور نے مسجد نبوی کے چاروں کونوں کی بنیادیں اس طرح رکھیں کہ آپ کعبہ مقدسہ کو ملاحظہ فرما رہے تھے اور آپ کی نگاہوں کے سامنے کوئی چیز حائل نہ تھی۔ جب حضور اپنے کام سے فارغ ہوئے تو جبرئیل نے پھر ہاتھ سے اشارہ کیا تو راستے کے سارے پہاڑ، درخت اور سب چیزیں اپنی پہلی حالت پر لوٹ آئیں۔

مذکورہ تمام مرسل روایات ہیں جو ایک دوسرے کو تقویت فراہم کر رہی ہیں۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ "الکبیر" میں ثقہ اور قابل اعتماد راویوں کے واسطہ سے شموس بنت نعمان سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتی ہیں کہ مدینہ منورہ میں حضور نبی کریم ﷺ کے جلوہ افروز ہونے کا منظر میں نے خود دیکھا ہے۔ آپ نے یہاں نزول اجلال فرمایا۔ پھر مسجد قباء کی تعمیر شروع فرمادی۔ میں نے دیکھا کہ آپ پتھر اٹھاتے تو آپ کا جسم نازنین جھک جاتا آپ وہ پتھر اٹھا کر مسجد کی بنیاد میں لگادیتے اور فرماتے۔ "یہ جبرئیل ہیں جو خانہ کعبہ کو سامنے لے آتے ہیں۔"

زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ "اخبار مدینہ" میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ تاجدار عرب وعجم ﷺ نے فرمایا۔ "اگر میری یہ مسجد (توسیع کرتے کرتے) مقام صنعاء تک تعمیر کرلی جائے تو پھر بھی میری مسجد ہی رہے گی۔"

علامہ زرکشی رحمۃ اللہ علیہ "احکام المساجد" میں فرماتے ہیں کہ اگر یہ روایت صحیح ہے تو پھر یہ حضور کی ان پیشین گوئیوں میں سے ایک ہے جو آپ نے بارہا مستقبل کے متعلق بتلائی تھیں۔

باب

تحویل قبلہ کا معجزہ

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول کریم ﷺ ہجرت فرماکر مدینہ منورہ میں جلوہ افروز ہوئے تو سولہ ماہ تک بیت المقدس کی سمت رخ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ مگر آپ کی دلی تمنا یہ تھی کہ مسلمانوں کا قبلہ خانہ کعبہ کی طرف منتقل کر دیا جائے۔ ایک دفعہ آپ نے جبرئیل امین سے اپنی اس خواہش کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔ "جبرئیل! میری خواہش ہے کہ اللہ تعالیٰ میرا رخ یہودیوں کے قبلہ سے پھیر دے۔" جبرئیل امین نے کہا۔ میں تو محض اس کا بندہ ہوں۔ آپ خود اپنے رب کریم سے دعا کریں اور اسی سے سوال کریں۔ اس کے بعد جب بھی آپ بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تو اپنا سر مبارک آسمان کی جانب اٹھا لیتے پھر یہ آیت کریمہ نازل ہوگئی۔

قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا

(البقرہ:144)

ہم بار بار آپ کا آسمان کی طرف منہ کرنا دیکھ رہے ہیں تو ہم آپ کو اس قبلہ کی طرف ضرور پھیر دیں گے جس کو آپ پسند کرتے ہیں۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ حضرت محمد بن کعب قرظی سے روایت کرتے ہیں کہ کسی نبی نے قبلہ

اور سنت میں کبھی کسی دوسرے نبی کی مخالفت نہیں کی، البتہ جب رسول پاک ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو سولہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے رہے۔ پھر آپ نے (بحکم خداوندی) اپنا رخ انور کعبہ شریف کی طرف پھیر لیا۔

باب

اذان کی ابتداء اور معجزات کا ظہور

ابو داؤد اور بیہقی بہ سند ابن ابی لیلیٰ رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں کہ ہمارے چند ساتھیوں نے ہمیں بتایا کہ رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ واکمل التسلیم نے فرمایا۔

"میرا ارادہ تھا کہ میں چند آدمی بھیج دیا کروں جو گھروں کے آس پاس پھیل جایا کریں اور لوگوں کو نماز کے وقت سے آگاہ کر دیا کریں۔ میں نے تقریباً یہ ارادہ کر ہی لیا تھا کہ چند افراد کو حکم دے دوں کہ وہ ٹیلوں پر چڑھ کر لوگوں میں یہ ندا لگا دیا کریں کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے مگر ایک انصاری آدمی میرے پاس آیا۔ اس نے کہا۔

"یا رسول اللہ! میں نے آپ کو دیکھا کہ آپ بوقت نماز لوگوں کو مطلع کرنے کے بارے میں از حد متفکر تھے۔ آپ کی یہ سوچ بچار دیکھ کر میں واپس چلا گیا تھا اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص جس نے سبز کپڑے زیب تن کر رکھے ہیں مسجد کے اوپر جا کر کھڑا ہوا۔ اس نے اذان دی۔ پھر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد پھر اٹھا اور اذان والے کلمات دہرانے لگا۔ اس بار اس نے قد قامت الصلاۃ کے الفاظ بھی ادا کئے۔ اگر آپ میری بات کو غلط نہ کہیں تو میں کہہ دوں گا کہ میں نے یہ سب کچھ عالم بیداری میں دیکھا اور سنا ہے نہ کہ عالم خواب میں۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ نے تجھے بڑی اچھی چیز دکھلائی ہے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہہ دو کہ وہ اذان دے دیں۔"

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی۔ "میں نے بھی یہی کچھ دیکھا مگر جب انہوں نے مجھ سے پہلے اپنی بات بتا دی تو مجھے شرم آگئی۔"

ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ **نماز کے وقت سے آگاہ کرنے کے لئے حضور ﷺ نے بگل بجانے یا ناقوس پھونکنے کا ارادہ کر ہی لیا تھا کہ میں نے خواب میں ایک آدمی دیکھا جس نے دو سبز کپڑے پہن رکھے تھے اور ناقوس**

اٹھائے ہوئے تھا۔ میں نے اس سے کہا۔

يَا عَبْدَاللّٰه! تَبِيْعُ النَّاقُوْسَ؟

اے بندۂ خدا! کیا یہ ناقوس بیچو گے۔

اس نے پوچھا۔ تم اسے لے کر کیا کرو گے؟ میں نے کہا میں اس کے ساتھ نماز کے لئے صدا لگاؤں گا۔ اس نے کہا۔ کیا میں تمہیں اس سے بہتر چیز نہ بتاؤں۔ تم یہ کہا کرو۔

اللّٰہ اکبر – اللّٰہ اکبر

اور پوری اذان پڑھ کر سنائی۔

حضرت عبداللہ بن زید خواب سے بیدار ہوئے تو سیدھے بارگاہ نبوت میں پہنچے اور آپ کی خدمت میں اپنا خواب عرض کیا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے تو انہوں نے بھی عرض کی۔ "اللہ کی قسم! ان کی طرح میں نے بھی خواب دیکھا ہے۔" اسی کے متعلق حضرت عبداللہ بن زید کے یہ اشعار ہیں۔

اَحْمَدُ اللّٰهَ ذَالْجَلَا وَالْاِكْ رَامِ حَمْدًا عَلَى الْاَذَانِ كَثِيْرًا

اِذْ اَتَانِىْ بِهِ الْبَشِيْرُ مِنَ اللّٰهِ فَاَكْرِمْ بِهٖ لَدَىَّ بَشِيْرًا

فِىْ لَيَالٍ وَالٰى بِهِنَّ ثَلَاثٌ كُلَّمَا جَآءَ زَادَنِىْ تَوْقِيْرًا

میں عظمت و جلال والے پروردگار کی بہت زیادہ تعریف کرتا ہوں کہ اس نے مجھے خواب میں اذان سکھائی۔ خواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خوشخبری سنانے والا میرے پاس آیا۔ وہ میرے نزدیک از حد قابل احترام ہے۔ مسلسل تین راتوں تک اس طرح ہوتا رہا۔ وہ جب بھی آیا میری عزت و توقیر میں اضافہ ہوا۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ "اوسط" میں حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک انصاری شخص کے پاس خواب میں کسی نے آکر اذان سکھائی۔ حضور نبی پاک ﷺ نے فرمایا۔ "اس نے ویسی ہی بات کی جو حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی تھی۔ پس بلال کو حکم دو کہ وہ اذان کہے۔"

ابن ابی اسامہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسند میں کثیر بن مرہ حضرمی سے نقل کرتے ہیں کہ سب سے پہلے آسمان دنیا پر جبرئیل امین علیہ السلام نے نماز کے لئے اذان کہی جسے حضرت عمر اور حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے سن لیا۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ کو بتانے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت بلال سے سبقت لے گئے۔ جب حضرت بلال آئے تو حضور ﷺ نے فرمایا۔

"اذان کے متعلق بتانے میں عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تم پر سبقت لے گئے ہیں۔"

ابو داؤد مرسل روایات کے ضمن میں حضرت عبید بن عمیر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب خواب میں اذان دیکھی تو بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے تاکہ آپ کو اذان کے متعلق عرض کریں۔ یہاں آکر انہیں پتہ چلا کہ اذان کے متعلق پہلے ہی حضور کے پاس وحی آچکی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر حضور ﷺ نے فرمایا "وحی تم پر سبقت لے گئی ہے۔"

بیہقی بہ سند کلبی رحمہما اللہ علیہ حضرت ابو صالح سے اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی آدمی تھا جو کسی مسلمان کو اذان کہتے سنتا تو کہتا۔ اللہ اس جھوٹے کو جلا دے۔ (معاذ اللہ) وہ اسی طرح کہتا رہتا۔ ایک دن اس کی کنیز آگ کا شعلہ لے کر مکان میں داخل ہوئی تو آگ کی ایک چنگاری اڑی اور مکان میں آگ بھڑک اٹھی اور مکان کو جلا کر خاکستر کر دیا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ صبح کے وقت کو اندازے سے معلوم کر لیتے تھے اور ذرا بھی غلطی نہ کرتے۔ حالانکہ وہ نابینا تھے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ سہیل بن ابو صالح سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے میرے والد صاحب نے بنو حارثہ کی طرف بھیجا۔ میرے ہمراہ ایک لڑکا بھی تھا۔ راستے میں کسی نے باغ کے اندر سے اس کا نام لے کر پکارا۔ اس نے باغ کی دیوار سے جھانک کر دیکھا تو وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ ہم واپس آئے تو میں نے اپنے والد صاحب سے اس عجیب بات کا تذکرہ کیا۔ انہوں نے فرمایا۔ "جب بھی کوئی آواز سنائی دے تو اذان کہہ لیا کرو۔ میں نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ فرمان نبوی سنا ہے کہ جب نماز کے لئے اذان کہی جاتی ہے تو شیطان دم دبا کر بھاگ جاتا ہے۔"

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی کو حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھیجا۔ ابھی وہ راستے میں ہی تھا کہ اسے جن بھوت کا سامنا ہو گیا۔ بہر حال جب وہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچا تو انہیں راستے کی پریشان کن صورت حال سے آگاہ کیا۔ انہوں نے فرمایا۔ "جب ان نظر نہ آنے والے بھوتوں سے ہمارا پالا پڑتا تو ہمیں اذان کہنے کا حکم دیا جاتا تھا۔" چنانچہ جب وہ شخص حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف واپس آ رہا تھا تو پھر بھوت کا سامنا ہو گیا اور

یوں محسوس ہوا جیسے وہ اس کے ساتھ ساتھ چل رہا ہو۔ یہ صورت حال دیکھ کر اس نے حسب ہدایت اذان شروع کر دی۔ جونہی اذان کے کلمات گونجے، بھوت چلا گیا۔ مگر جب اس نے اذان کہنا بند کی تو پھر وہ آ گیا۔ دوبارہ جب اذان شروع کی تو پھر وہ چلا گیا۔

باب

غزوات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں معجزات کا ظہور

غزوۂ بدر کے معجزات

اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ (سورۂ آل عمران:123)

اور بے شک اللہ تعالیٰ نے میدان بدر میں تمہاری مدد کی تھی حالانکہ تم بالکل کمزور تھے۔

پھر فرمایا۔

اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ (سورۂ انفال:9)

یاد کرو جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے۔

اسی طرح ایک اور ارشاد ہے۔

وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْٓ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا (سورۂ انفال:44)

اور یاد کرو جب تمہارا مقابلہ ہوا تو اللہ تعالیٰ نے لشکر کفار کو تمہاری نگاہوں میں قلیل کر دکھایا۔

بخاری اور بیہقی رحمہما اللہ علیہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمرہ کے ارادے سے روانہ ہو کر مکہ مکرمہ آئے اور امیہ بن خلف بن صفوان کے پاس بطور مہمان ٹھہرے۔ امیہ جب شام جایا کرتا تو مدینہ منورہ سے گزرتے ہوئے حضرت سعد کے پاس ٹھہرا کرتا تھا۔ امیہ نے حضرت سعد سے کہا۔ تھوڑی دیر انتظار کرو یہاں تک کہ جب دوپہر ہو جائے اور لوگ اپنے اپنے کاموں میں مصروف ہو کر ہر طرف سے غافل ہو جائیں تو تم جا کر طواف کر لینا۔ حضرت سعد طواف کر رہے تھے کہ ابوجہل وہاں آ گیا۔ بولا۔ یہ کون شخص خانہ کعبہ کا طواف کر رہا ہے؟ حضرت سعد بن معاذ نے کہا۔ میں سعد ہوں۔ ابوجہل نے کہا۔ "تم نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے صحابہ کو مدینہ منورہ میں پناہ دے

رکھی ہے۔ پھر بھی یہاں آکر ہمارے خانہ کعبہ کا بے خوف و خطر طواف کر رہے ہو۔" اس طرح ان میں تو تو میں میں شروع ہوگئی۔ امیہ نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔ ابوالحکم کے سامنے اونچا نہ بولو۔ یہ اس وادی کے سیاہ و سفید کا مالک ہے۔ سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، اگر تم نے مجھے طواف کعبہ سے روکا تو میں تمہارا شام کا تجارتی راستہ بند کر دوں گا۔ امیہ کہنے لگا۔ "اونچا نہ بولو" اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چپ کرانے کی کوشش کرتا رہا۔ مگر وہ غصے سے آگ بگولہ ہوگئے۔ فرمایا۔ "ہمارا خیال چھوڑ دے۔ میں نے حضرت محمد ﷺ سے سنا ہے کہ تو ان کے ہاتھوں قتل ہو جائے گا۔" امیہ نے حیرت سے پوچھا۔ "وہ مجھے قتل کر دیں گے؟ کہا" ہاں تجھے۔" یہ سن کر امیہ نے کہا۔

وَاللّٰهِ مَايَكْذِبُ مُحَمَّدٌ إِذَا حَدَّثَ

اللہ کی قسم! محمد (ﷺ) نے جب کبھی کوئی بات کی وہ پوری ہو کر رہی انہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔

اس کے بعد امیہ اپنی بیوی کے پاس آیا۔ اس سے کہا۔ جانتی ہو میرے یثربی بھائی نے کیا کہا؟ اس نے پوچھا۔ "اس نے کیا کہا ہے؟۔ بولا۔ "اس نے کہا ہے کہ میں نے محمد (ﷺ) کو یہ کہتے سنا ہے کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے؟"

اس کی بیوی نے کہا۔

فَوَاللّٰهِ مَا يَكْذِبُ محمدٌ

"اللہ کی قسم! محمد (ﷺ) جھوٹ نہیں بولتے ہیں۔"

پھر جب لشکر کفار میدانِ بدر کی طرف روانہ ہوا اور جنگ کا نقارہ بجا تو امیہ کی بیوی نے اس سے کہا۔

"کیا تمہیں اپنے یثربی بھائی والی بات یاد ہے؟"

امیہ نے کہا۔ "بالکل یاد ہے۔ اسی لئے میں بدر کی طرف نہیں جاؤں گا۔"

ابو جہل نے کہا۔ "تم اس وادی کے سربر آوردہ لیڈر ہو۔ ایک دو دن کے لئے ہمارے ساتھ ضرور چلو" (تاکہ عوام الناس میں بددلی پیدا نہ ہو۔ خواہ بعد میں واپس آجانا)

چنانچہ وہ روانہ ہو گیا اور بالآخر جنگ بدر میں مارا گیا۔

ابن اسحٰق، بیہقی اور حاکم رحمہم اللہ بہ سند حضرت عکرمہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ضمضم بن عمرو غفاری کے قریش مکہ کے پاس آنے سے تین

راتیں قبل حضرت عاتکہ بنت عبدالمطلب نے ایک خواب دیکھا۔ انہوں نے سوچا کہ یہ بڑا اہم خواب ہے۔ لہٰذا صبح ہوئی تو اپنے بھائی حضرت عباس بن عبدالمطلب کو بلا بھیجا۔ وہ آئے بہن نے کہا۔ بھائی جان! آج رات میں نے بڑا ڈراؤنا خواب دیکھا ہے۔ یقیناً آپ کی قوم کسی مصیبت سے دو چار ہونے والی ہے۔ عباس نے پوچھا۔ وہ کیا ہے؟ بولیں۔ میں نے دیکھا ایک شخص اونٹ پر سوار ہو کر آیا اور وادیٔ مکہ میں کھڑے ہو کر کہنے لگا۔

"اے آل غدر! تین دن کے اندر اندر اپنے مقتل کی جانب جلدی سے کوچ کرو۔"

اس نے اعلان کر کے لوگوں کو اپنی طرف بلایا۔ لوگ اس کے پاس جمع ہو گئے۔ پھر اس کا اونٹ مسجد میں داخل ہوا۔ لوگ بھی ساتھ آ گئے۔ اونٹ اس قدر بلند ہوا کہ وہ شخص خانہ کعبہ کی چھت پر جا پہنچا۔ وہاں جا کر اسنے کہا۔

"اے آلِ غدر! تین دن کے اندر اندر اپنے مقتل کی جانب جلدی سے کوچ کرو۔"

پھر وہ اونٹ سمیت جبلِ ابی قبیس پر آ گیا۔ یہاں آ کر بھی اس نے وہی الفاظ دہرائے۔

"اے آلِ غدر! تین دن کے اندر اندر اپنے مقتل کی طرف کوچ کرو۔"

اس کے بعد اس نے ایک پتھر اٹھایا اور پہاڑ کی چوٹی سے لڑھکا دیا۔ جو لڑھکتا ہوا پہاڑ کے دامن میں جا گرا۔ اور ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ اس کے ٹکڑے ہر طرف بکھر گئے۔ کوئی گھر اور مکان ایسا نہ تھا جس میں اس کے ٹکڑے نہ گرے ہوں۔

حضرت عباس نے کہا۔ "یہ بڑا اہم خواب ہے۔ کسی کو نہ بتانا۔"

حضرت عاتکہ بولیں۔ "تم بھی اسے چھپائے رکھنا۔ اگر قریش کو پتہ چل گیا تو وہ ہمیں تکلیف پہنچائیں گے۔"

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں سے اٹھے۔ راستے میں انہیں ولید بن عتبہ ملا جوان کا جگری یار تھا۔ انہوں نے اس کے سامنے خواب کا ذکر کر دیا اور یہ بھی کہا کہ وہ اس خواب کو کسی کے سامنے بیان نہ کرے۔ مگر ولید نے اپنے باپ کو بتا دیا۔ پھر اس کے باپ نے سب لوگوں کو آگاہ کر دیا۔ اس طرح یہ خواب طشت از بام ہو گیا۔

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ میں کعبہ شریف کی طرف جا رہا تھا۔ راستے میں ابو جہل ملا کہنے لگا۔ اے ابوالفضل! تمہاری یہ عورت کب سے مقام نبوت پر فائز ہو گئی ہے؟ میں نے کہا۔ بات کیا ہے؟ وہ بولا۔ عاتکہ نے جو خواب دیکھا ہے میں اسی کے متعلق بات کر رہا ہوں۔ اے بنو عبدالمطلب! کیا تمہاری خوشیاں صرف اس بات تک محدود نہ رہ سکیں کہ تمہارے مرد نبی

بن گئے؟ اب تمہاری عورتوں نے بھی دعویٔ نبوت الاپنا شروع کر دیا ہے۔ عاتکہ نے جن تین دنوں کا ذکر کیا ہے ہم ان کے گزرنے کا انتظار کریں گے۔ اگر اس کی بات سچی ہے تو لا محالہ ہو کر رہے گی۔ ورنہ ہم تمہارے خلاف تحریری دستاویز تیار کریں گے کہ تم عرب گھرانوں میں سب سے بڑے جھوٹے ہو۔ تیسرے دن لوگوں نے دیکھا کہ ضمضم بن عمرو اپنے اونٹ پر سوار ہو کر وادیٔ مکہ میں آ کھڑا ہوا اور بتا رہا ہے کہ قریش کے قافلے کو محمد (ﷺ) اور ان کے صحابہ نے روک رکھا ہے۔ اب مسلمانوں کیخلاف جنگ آزما ہونے کے لئے لشکر کی تیاری کے سوا کوئی چارۂ کار نہ تھا۔ چنانچہ ہم میدان بدر کی جانب نکل کھڑے ہوئے۔ پھر جنگ بدر کا معرکہ پیش آیا اور اس دن قریش کو سخت ہزیمت اور مصیبت کا سامنا کرنا پڑا۔ اسی واقعہ کے متعلق حضرت عاتکہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے چند اشعار بھی ملتے ہیں۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ بہ سند موسیٰ بن عقبہ، ابن شہاب سے نیز بہ سند عروہ بن زبیر روایت کرتے ہیں کہ جب قریش بدر کی طرف جا رہے تھے تو عشاء کے وقت مقام جحفہ میں اترے۔ ان میں بنو عبد المطلب کا جہیم بن صلت بن مخرمہ نامی شخص بھی تھا۔ اس نے زمین پر سر رکھا تو فوراً آنکھ لگ گئی۔ تھوڑی دیر بعد گھبرا کر اٹھ بیٹھا۔ کہنے لگا۔ ساتھیو! کیا تم نے وہ گھڑ سوار دیکھا ہے جو ابھی ابھی میرے پاس کھڑا تھا۔ اس کے ساتھیوں نے کہا۔ ارے پاگل! ہم نے تو کوئی سوار نہیں دیکھا۔ جہیم نے کہا۔ میں سچ کہہ رہا ہوں۔ ابھی میرے پاس ایک سوار کھڑا تھا جو یہ کہہ رہا تھا کہ ابو جہل، عتبہ، شیبہ، زمعہ، ابو البختری اور امیہ بن خلف قتل کر دیئے گئے۔ اس نے کفار قریش کے بہت سے سرداروں کے نام لئے۔ اس کے ساتھیوں نے کہا۔ "یہ شیطان کا کھیل ہے۔" جب جہیم کی بات ابو جہل تک پہنچی تو وہ بولا۔ "تم بنو ہاشم کے جھوٹ کے ساتھ بنو مطلب کا جھوٹ لے آئے ہو۔ انہیں کل پتہ چل جائے گا کہ موت کس کا مقدر ہے؟

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم کہا کرتے تھے کہ جنگ بدر میں شریک ہونے والے صحابہ تین سو دس سے کچھ زائد تھے اور ان کی تعداد حضرت طالوت کے ان ساتھیوں کے برابر تھی جنہوں نے ان کے ساتھ دریا کو عبور کیا تھا۔

ابن سعد اور بیہقی رحمہما اللہ علیہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ بدر کے دن حضور نبی کریم ﷺ تین سو پندرہ جنگجو صحابہ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ حضرت طالوت کے ساتھیوں کی تعداد بھی تقریباً اتنی ہی تھی۔ میدان کارزار میں نکلنے سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا فرمائی۔

”اے اللہ! یہ برہنہ پا اور پیادہ پا ہیں۔ انہیں سواریاں عطا فرمادے۔ ان کے جسموں پر کپڑے نہیں۔ انہیں کپڑے پہنادے۔ یہ بھوک وافلاس سے دوچار ہیں۔ انہیں شکم سیر فرمادے۔“

اللہ تعالیٰ نے جنگ بدر میں مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔ جب صحابہ کرام واپس لوٹے تو ہر ایک کے پاس ایک یا دو اونٹ تھے۔ سبھی نے پورے کپڑے زیب تن کر رکھے تھے اور خوب شکم سیر تھے۔

حاکم اور بیہقی رحمہما اللہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بدر کے دن ہمارے پاس صرف دو گھوڑے تھے ایک حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اور دوسرا حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بدر کے دن ہم نے دو آدمیوں کو گرفتار کر لیا۔ جن میں سے ایک ہماری حراست سے کسی طرح بھاگ نکلا جبکہ دوسرے کو ہم نے گرفتار کئے رکھا۔ ہم نے اس سے پوچھا، تمہارے لشکر کی تعداد کتنی ہے؟ اس نے کہا۔ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے اور وہ بڑے ہی بہادر اور جنگجو لوگ ہیں۔ پھر ہم اسے مارتے ہوئے حضور نبی پاک ﷺ کے پاس لے آئے۔ اس نے آپ کو بھی صحیح صورت حال بتانے سے انکار کر دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا۔ ”تم کتنے اونٹ ذبح کرتے ہو؟“ اس نے کہا۔ ”روزانہ دس اونٹ ذبح کرتے ہیں۔“ حضور ﷺ نے فرمایا۔ ”اس سے پتہ چلا کہ ان کے لشکر کی تعداد ایک ہزار ہے۔ کیونکہ سو آدمیوں کے لئے ایک اونٹ ذبح کیا جاتا ہے۔“

ابن اسحاق اور بیہقی رحمہما اللہ نے یزید بن رومان سے بھی اسی طرح کی روایت نقل فرمائی ہے۔ البتہ اس میں یہ لکھا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے پوچھا۔ ”تم ہر روز کتنے اونٹ ذبح کرتے ہو؟“ اس نے کہا۔ ”کبھی نو اور کبھی دس۔“ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ”ان کی تعداد ہزار اور نو سو کے درمیان ہے۔“

ابن سعد ابن راہویہ، ابن منیع اور بیہقی رحمہم اللہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بدر والے دن کفار ہمیں بہت کم دکھائی دیتے تھے۔ انہیں دیکھ کر میں نے پاس کھڑے شخص سے کہا۔ ”کیا خیال ہے ان کی تعداد ستر کے لگ بھگ ہوگی۔“ اس نے کہا۔ ”میرا خیال ہے یہ سو کے قریب ہیں۔ پھر ہم نے ان کے ایک شخص کو پکڑ لیا اور اس سے کہا تم اپنے لشکر کی تعداد بتاؤ اس نے کہا۔ ”ایک ہزار“

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ بہ سند موسیٰ بن عقبہ حضرت ابن شہاب سے نیز بہ سند عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ بدر کے دن حضور نبی کریم ﷺ پہلو کے بل لیٹے تھے کہ صحابہ

کرام سے فرمایا۔ "جب تک میں تمہیں جنگ میں کودنے کا حکم نہ دوں اس وقت تک تم جنگ شروع نہ کرنا۔" پھر حضور پر نیند کا غلبہ ہوا اور آنکھ لگ گئی۔ تھوڑی دیر بعد آپ بیدار ہوگئے اور ہمیں پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور کو حالت خواب میں دشمن کی بہت تھوڑی تعداد دکھلائی ہے۔ اسی طرح مسلمان بھی مشرکوں کو بہت تھوڑے نظر آتے تھے۔ ایسا کرنے میں قدرت خداوندی کا منشا یہ تھا کہ دونوں طرف کے جنگجو اپنے مدمقابل کو کمزور سمجھ کر پورے جوش وجذبے اور طمع و شوق کے ساتھ برسرپیکار ہوں۔ (تاکہ دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی ہو جائے حق نکھر جائے اور باطل دب جائے)

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ بہ سند ابن ابی طلحہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب مسلمانوں اور کفار کے لشکر ایک دوسرے کے قریب پہنچے تو خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ مسلمان مشرکوں کو بہت کم دکھائی دینے لگے اور اسی طرح مشرک مسلمانوں کو بہت کم دکھائی دینے لگے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ (غزوۂ بدر کے موقع پر) جب لشکر ایک دوسرے کے قریب ہوئے اور ہم دشمن کے مقابلے میں صف آرا ہوگئے تو ہم نے دیکھا کہ لشکر کفار میں ایک شخص سرخ اونٹ پر سوار ٹہل رہا ہے۔ اسے دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "یہ کون ہو سکتا ہے؟" پھر فرمایا۔ "ان لوگوں میں اچھے کام کا حکم دینے والا اگر کوئی شخص ہے تو یہی سرخ اونٹ والا ہے۔" اتنے میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگئے۔ انہوں نے سرخ اونٹ والے شخص کے متعلق بتایا کہ وہ عتبہ بن ربیعہ ہے جو انہیں لڑائی سے روک رہا ہے اور واپس چلے جانے کا حکم دے رہا ہے اور کہہ رہا ہے۔ "واپسی کا یہ الزام میرے سر تھوپ دینا اور کہہ دینا کہ عتبہ بزدل ہو گیا تھا۔" مگر ابوجہل انکار کر رہا ہے۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی طرح کی روایت ابن شہاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عروۃ کی سند سے بھی نقل فرمائی ہے البتہ اس میں سرخ اونٹ والے کے متعلق فرمان رسول کے یہ الفاظ بھی مذکور ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ "اگر یہ لوگ اس کی بات مان لیں تو صحیح راہ پر گامزن ہو جائیں گے۔"

مسلم، ابوداؤد اور بیہقی رحمہم اللہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ بدر والی رات حضور نبی کریم ﷺ نے اگلے دن قتل ہونے والے کفار کی قتل گاہوں کی نشاندہی فرمادی تھی۔ آپ نے زمین پر ہاتھ مبارک رکھ کر فرمایا تھا۔

هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی غَدًا

انشاء اللہ کل فلاں کافر کی لاش یہاں گری پڑی ہو گی۔

اسی طرح آپ نے ایک اور جگہ ہاتھ مبارک زمین پر رکھا اور فرمایا۔

هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ اِنْشَاءَ اللّٰه تَعَالٰی غَدًا

انشاء اللہ کل فلاں کافر کی لاش یہاں گری پڑی ہو گی۔

الغرض حضور ﷺ زمین پر ہاتھ مبارک رکھتے گئے اور فرماتے گئے۔

هٰذَا مَصْرَعُ فُلَانٍ اِنْشَاءَ اللّٰه تَعَالٰی غَدًا

راوی حدیث حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

فَوَالَّذِیْ بَعَثَهٗ بِالْحَقِّ مَا اَخْطَأُوْا تِلْكَ الْحُدُوْدَ جَعَلُوْا يُصْرَعُوْنَ عَلَيْهَا

قسم اس ذات کی جس نے حضور ﷺ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ جن مقامات کی نشان دہی آپ ﷺ نے فرمائی وہ ان سے ذرا بھی آگے پیچھے نہ گرے۔ بالکل انہی جگہوں پر ان کے لاشے گرنے لگے۔

اس کے بعد کفار کی لاشوں کو ایک کنوئیں میں ڈال دیا گیا۔ حضور نبی پاک ﷺ اس کنوئیں پر تشریف لائے اور انہیں مخاطب کر کے ارشاد فرمایا۔

يا فلان بن فلان بن فلان هَلْ وَجَدْتُّمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا فَاِنِّیْ وَجَدْتُّ مَا وَعَدَنِیْ رَبِّیْ حَقًّا

اے فلاں بن فلاں بن فلاں! تمہارے رب نے تمہارے ساتھ جو وعدہ فرمایا تھا کیا تم نے دیکھ لیا ہے کہ وہ سچا نکلا۔ میں نے تو اپنے رب کریم کے وعدہ کو سچا ہوتے دیکھ لیا ہے۔

صحابہ کرام نے عرض کی۔

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اَتُكَلِّمُ اَجْسَادًا لَآ اَرْوَاحَ فِيْهَا

یارسول اللہ! آپ بے روح جسموں سے کیسے گفتگو فرما رہے ہیں؟

تو مرشد قلب و نگاہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ مِنْهُمْ وَلٰكِنَّهُمْ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ اَنْ يَّرُدُّوْا عَلَیَّ

تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے۔ البتہ یہ میری بات کا جواب نہیں دے سکتے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ موسیٰ بن عقبہ سے اور وہ ابن شہاب سے نیز بہ سند عروہ بن زبیر بھی نقل کرتے ہیں کہ جب حضور نبی کریم ﷺ میدان بدر کی طرف کوچ کرنے کے متعلق اپنے صحابہ

کرام سے مشورہ فرمارہے تھے تو آپ نے فرمایا۔

"اللہ کا نام لے کر روانہ ہو جاؤ۔ میں نے دشمن قوم کی لاشیں گرنے کی جگہیں دیکھ لی ہیں۔"

ابو نعیم حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے جنگ بدر والے دن مشرکین کو دیکھا تو ارشاد فرمایا۔

"یوں لگتا ہے کہ اسی سرخ پہاڑی کے پاس تمہاری دشمنانِ خدا سے ٹکر ہو گی اور وہ موت کے گھاٹ اتر جائیں گے۔"

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے کسی فریادی کو اپنے حق کی خاطر اس طرح دہائی دیتے نہیں سنا جس طرح کہ حضور نبی پاک ﷺ نے بدر کے دن بارگاہ خداوندی میں واسطے دے دے کر فریاد کی۔ آپ اللہ تعالیٰ کے حضور عرض کر رہے تھے۔

"اے میرے اللہ! میں تجھے تیرے عہد و پیمان اور وعدے کا واسطہ دیتا ہوں۔ اے اللہ! اگر یہ گروہ ہلاک ہو گیا تو پھر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ ہو گا۔"

یہ دعا فرمانے کے بعد حضور ہماری طرف متوجہ ہوئے۔ آپ کا چہرۂ انور ماہ تاباں کی طرح چمک رہا تھا۔ پھر فرمایا۔

"میں دیکھ رہا ہوں کہ سر شام دشمن قوم کی لاشیں میدان جنگ میں گری پڑی ہیں۔"

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے جنگ بدر کے دن اپنے چبوترے پر تشریف فرما ہو کر اللہ تعالیٰ سے ان الفاظ میں دعا کی۔

"اے اللہ! میں تجھے اپنے عہد و پیمان اور وعدے کا واسطہ دیتا ہوں۔ اے اللہ! اگر تو چاہے تو آج کے بعد کبھی تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔" یہ الفاظ سنتے ہی حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور ﷺ کا دست مبارک تھام لیا اور عرض کی۔

"یا رسول اللہ! اللہ آپ کو کافی ہے۔ آپ نے اپنے رب کریم کے سامنے قبولیت دعا کے لئے بہت کچھ اصرار کر لیا ہے۔"

اس کے بعد حضور ﷺ زرہ مبارک زیب تن کئے تیزی کے ساتھ نکلے۔ آپ فرما رہے تھے۔

سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ (القمر:45)

عنقریب یہ جماعت پسپا ہو گی اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔

مسلم اور بیہقی رحمہما اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ جنگ بدر کے دن رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کو دیکھا تو وہ ایک ہزار کے لگ بھگ تھے۔ جبکہ حضور کے ساتھ اس وقت صرف تین سو سترہ جانثار تھے۔ یہ صورت حال دیکھ کر اللہ کے رسول ﷺ نے رو بہ قبلہ ہو کر دست دعا بلند کر دیئے۔ محبوب خدا ﷺ نے اپنے رب کریم کی رحمت کو صدا لگانی شروع کر دی۔ دونوں ہاتھ پھیلا کر اور قبلہ کی طرف رخ کر کے دعا کرتے رہے۔ حتیٰ کہ آپ کے شانوں سے چادر مبارک گر پڑی۔ فوراً حضرت ابو بکر نے آگے بڑھ کر چادر تھام لی اور دوبارہ حضور کے کندھوں پر رکھ دی۔ درد و سوز میں ڈوبی ہوئی اس کیفیت کو دیکھ کر حضرت ابو بکر حضور کے پیچھے سے جا کر لپٹ گئے۔ عرض کرنے لگے۔

''یا رسول اللہ! اب بس کیجئے۔ رب کے حضور اس قدر دعا کافی ہے وہ آپ کے ساتھ کیا ہوا وعدہ ضرور پورا فرمائے گا۔'' اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی دی۔

اِذْ تَسْتَغِیْثُوْنَ رَبَّکُمْ فَاسْتَجَابَ لَکُمْ اَنِّیْ مُمِدُّکُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَةِ مُرْدِفِیْنَ (الانفال:9)

یاد کرو جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے تمہاری فریاد سن لی اور فرمایا یقیناً میں تمہاری ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ مدد کرنے والا ہوں جو پے در پے آنے والے ہیں۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے ذریعہ اپنے حبیب پاک ﷺ کی مدد فرمائی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ جنگ کے دوران ایک مشرک آگے آگے بھاگ رہا تھا اور ایک مسلمان مجاہد اس کے تعاقب میں تیز تیز دوڑ رہا تھا۔ اچانک مجاہد نے مشرک کے اوپر ڈنڈا لگنے کی آواز سنی۔ اس نے یہ بھی سنا کہ کوئی شہسوار کہہ رہا ہے۔ حیزوم! آگے بڑھو۔ چند ہی لمحے بعد مشرک اس کے سامنے گر پڑا تھا۔ اس نے غور سے دیکھا تو اس کی ناک کچلی ہوئی تھی اور اس کے چہرے پر زخم کا ایسا نشان تھا گویا کسی نے زور سے ڈنڈا مارا ہو۔ اس کا رنگ سر سے پاؤں تک بالکل سبز ہو چکا تھا۔ انصاری مجاہد فوراً حضور کی خدمت میں حاضر ہوا اور صورت حال عرض کی۔ حضور نے فرمایا۔ ''تم سچ کہہ رہے ہو، یہ تیسرے آسمان سے امدادی کمک بھیجی گئی تھی۔'' اس دن مشرکوں کے ستر آدمی کام آئے اور ستر قید بھی کر لئے گئے۔

ابن سعد اور بیہقی رحمہما اللہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ بدر

کے دن دشمن کے ساتھ کچھ دیر لڑنے کے بعد میں حضور نبی کریم ﷺ کی طرف جلدی سے واپس آیا تاکہ دیکھوں کہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ آپ بارگاہ الٰہی میں سر بسجود ہو کر یہ فرما رہے ہیں۔ "یاحی یا قیوم یا حی یا قیوم۔" ان الفاظ کے علاوہ آپ کچھ بھی نہ فرما رہے تھے۔ میں پھر مڑ کر مصروف پیکار ہو گیا۔ تھوڑی دیر کے بعد دوبارہ حاضر ہوا تو پھر بھی آپ حالت سجدہ میں تھے اور وہی الفاظ آپ کی زبان پر تھے۔ میں اسی طرح مشرکوں سے جنگ کرنے کے بعد بارگاہ نبوت میں حاضری دیتا رہا اور ہر بار اللہ کے نبی کو سجدہ کی حالت میں۔ "یا حی یاقیوم" کا ورد فرماتے سنا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے آپ کو فتح عطا فرمادی۔

واقدی اور ابن عساکر رحمہما اللہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بدر کے دن میں نے حضور ﷺ کے پاس دو آدمی دیکھے۔ ایک آپ کی داہنی جانب تھا جبکہ دوسرا بائیں جانب۔ دونوں شخص جنگ میں بہادری کے خوب جوہر دکھا رہے تھے۔ پھر ایک تیسرا شخص بھی آگیا۔ جو حضور ﷺ کی پشت مبارک کی طرف کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد ایک چوتھا شخص بھی آملا جو حضور ﷺ کے سامنے کھڑا ہو کر آپ کا دفاع کرنے لگا۔

ابن اسحاق، ابن جریر، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ بنو غفار قبیلہ کے ایک شخص نے بتایا کہ جنگ بدر کے موقع پر میں چچازاد بھائی کے ساتھ گیا تھا۔ ہم نے سوچا تھا کہ جنگ ختم ہونے پر مال واسباب لوٹ لیں گے اور باہم تقسیم کریں گے۔ ہم ایک پہاڑ کی کھوہ میں بیٹھے یہ انتظار کرنے لگے کہ جونہی کوئی ایک لشکر شکست کھا کر پسپا ہو گا۔ ہم فوراً سامان پر پل پڑیں گے اور مال واسباب لوٹ لیں گے۔ اتنے میں ایک بادل امڈ کر آگیا۔ جب بادل پہاڑ کے قریب پہنچا تو ہمیں اس کے اندر سے گھوڑوں کے ہنہنانے کی آوازیں سنائی دیں۔ اس میں سے ایک گھوڑ سوار کی آواز بھی گونجی جو کہہ رہا تھا۔ حیزوم! پیش قدمی کرو۔ یہ حیران کن منظر دیکھتے ہی میرے ساتھی کے دل کا پردہ پھٹ گیا۔ اور وہ موقع پر ہی جاں بحق ہو گیا۔ میں بھی ہلاکت سے دوچار ہونے کے قریب تھا مگر مجھے ذرا دیر بعد ہوش آگیا اور میں اٹھ کھڑا ہوا۔

ابن اسحاق اور ابو نعیم رحمہما اللہ حضرت ابو اسید ساعدی سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ نابینا ہو گئے تو ایک دفعہ کہنے لگے۔ اگر میری آنکھیں سلامت ہوتیں اور میں مقام بدر میں تمہارے ساتھ جاتا تو میں تمہیں واضح طور پر اس گھاٹی کی نشان دہی کر دیتا جس سے فرشتے نکل کر مسلمانوں کی امداد کو آپہنچے تھے۔ اس واقعہ کے بارے میں مجھے ذرا بھی شک وشبہ نہیں ہے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب جنگ بدر کا آغاز ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے۔ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنے لگے اور اپنا وعدہ پورا کرنے کی درخواست کرنے لگے۔ پھر بارگاہ خداوندی میں عرض کی۔

"اے اللہ! اگر یہ مشرکین ان مٹھی بھر مجاہدین پر غالب آگئے تو ہر طرف شرک کا دور دورہ ہو جائے گا اور دین حق سلامت نہ رہ سکے گا۔"

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ عرض کرنے لگے۔ "قسم بخدا۔ اللہ تعالیٰ ضرور آپ کی مدد فرمائے گا اور وہ ضرور آپ کے چہرۂ انور کو مزید تابانیاں عطا فرمائے گا۔"

اسی اثنا میں دشمن کے چار سُو ایک ہزار فرشتے قطار اندر قطار اتر آئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"ابو بکر! خوش ہو جاؤ۔ یہ دیکھو جبرئیل امین زرد عمامہ سجائے، اپنے گھوڑے کی لگام تھامے زمین و آسمان کے درمیان موجود ہیں۔" جب وہ زمین پر اترے تو کچھ دیر کے لئے میری نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ پھر وہ ظاہر ہوئے اور گرد اڑ رہی تھی۔ وہ کہہ رہے تھے۔

"آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کی مدد آ پہنچی ہے کیونکہ آپ نے اس سے دعا کی ہے۔"

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"یہ جبرئیل امین ہیں۔ جنہوں نے اپنے گھوڑے کے سر کو پکڑ رکھا ہے اور ان کے پاس جنگی ہتھیار ہیں۔"

ابو یعلی، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں بدر کے کنوئیں کے پاس مجاہدانہ انداز سے خراماں خراماں چل رہا تھا کہ اچانک تند و تیز آندھی چلی۔ ایسی تیز آندھی میں نے کبھی نہ دیکھی تھی۔ تھوڑی دیر چلتی رہی اور پھر رک گئی۔ اس کے بعد تیسری بار پھر انتہائی تیز رفتار ہوا چلی۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان آندھیوں کی وضاحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ پہلی آندھی دراصل حضرت جبرئیل علیہ السلام تھے جو ایک ہزار فرشتوں کی معیت میں رسول اللہ ﷺ کے پاس اترے تھے۔ دوسری آندھی دراصل حضرت میکائیل علیہ السلام تھے جو ایک ہزار فرشتوں کی معیت میں رسول اللہ ﷺ کی داہنی جانب اترے۔ یاد رہے کہ حضور کی داہنی جانب حضرت ابو بکر صدیق مامور تھے۔ تیسری آندھی دراصل حضرت اسرافیل علیہ السلام تھے جو ایک ہزار فرشتوں کی معیت میں رسول اللہ ﷺ کی

بائیں جانب اترے اور بائیں جانب میں مامور تھا۔

احمد، بزار، ابو یعلی، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ بدر کے دن مجھے اور حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں سے ایک کو کہا گیا کہ تمہارے ساتھ جبرئیل علیہ السلام ہیں۔ دوسرے کو کہا گیا کہ تمہارے ساتھ میکائیل علیہ السلام ہیں اور اسرافیل علیہ السلام بہت عظیم المرتبت فرشتے ہیں جو جنگ میں آتے ہیں مگر لڑتے نہیں وہ صرف صف میں موجود رہتے ہیں۔

حاکم، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ حضرت سہل بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے بدر کے دن یہ عجیب منظر بھی دیکھا کہ اگر کوئی ہمارا مجاہد کسی مشرک کے سر پر اپنی تلوار لہراتا تو تلوار کے جسم تک پہنچنے سے پہلے ہی مشرک کا سر تن سے جدا ہو جاتا تھا۔

ابن اسحاق اور بیہقی رحمہما اللہ ابو واقد لیثی سے روایت کرتے ہیں کہ بدر کے دن میں نے ایک مشرک کا تعاقب کیا تاکہ اس پر تلوار کا وار کروں۔ مگر میری تلوار کے پہنچنے سے پہلے اس کا سر تن سے جدا ہو کر گر پڑا۔ اس سے میں یہی سمجھا کہ اسے میں نے نہیں کسی اور نے قتل کیا ہے۔

ابن جریر اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے ابو داؤد مازنی سے بھی اسی طرح کی روایت نقل کی ہے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ ابو دارہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے میری قوم بنو سعد بن بکر کے ایک آدمی نے بتایا کہ جنگ بدر کے موقع پر میں شکست خوردہ ہو کر بھاگ رہا تھا۔ میں نے اپنے سامنے دیکھا کہ ایک شخص میری طرح ہمت ہار کر بھاگا جا رہا ہے۔ سوچا ذرا تیز چل کر اس سے جا ملوں تاکہ میری گھبراہٹ ختم ہو جائے۔ وہ ایک کھائی میں اتر رہا تھا کہ میں اس کے پاس جا پہنچا۔ اس کے قریب پہنچا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس کا سر تن سے جدا پڑا ہے۔ حالانکہ اس کے قریب کوئی شخص بھی نہ تھا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اس دن کسی کا سر کٹ کر گر پڑتا اور کسی کا ہاتھ کٹ جاتا۔ مگر کسی کو پتہ نہ چلتا کہ یہ کس کی شمشیر زنی کی کرشمہ سازی ہے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ربیع بن انس سے روایت کرتے ہیں کہ بدر کے دن مسلمان اپنے ہاتھوں قتل ہونے والوں اور ملائکہ کے ہاتھوں قتل ہونے والوں میں فرق معلوم کرنے کے لئے ضرب کے اس نشان کو دیکھتے جو مقتولوں کی گردنوں اور انگلیوں کے پوروں پر آگ کے نشان کی طرح ہوتا اور جس سے مقتول جل جاتا تھا۔

ابن اسحٰق، ابن جریر، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن فرشتوں کی شناختی علامت یہ تھی کہ انہوں نے سفید عمامے باندھ رکھے تھے جن کے شملے ان کی پیٹھوں پر لٹکے ہوئے تھے جبکہ غزوۂ حنین میں انہوں نے سرخ عمامے باندھ رکھے تھے۔ فرشتوں نے بدر کے علاوہ کسی جنگ میں عملی حصہ نہیں لیا۔ دوسری جنگوں کے موقع پر وہ صرف مسلمانوں کی عددی برتری ظاہر کرنے کے لئے یا پھر بوقت ضرورت امداد دینے کے لئے شامل ہوتے رہے اور انہوں نے عملی طور پر جنگ آزمائی نہیں کی۔

بیہقی اور ابن عساکر رحمہما اللہ سہیل بن عمرو سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ بدر کے موقع پر میں نے زمین و آسمان کے درمیان چتکبرے گھوڑوں پر سفید رنگ کے سوار دیکھے جو جنگی ساز و سامان سے لیس تھے جو بعض کفار کو قتل کرتے اور بعض کو قیدی بنا لیتے تھے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ حویطب بن عبدالعزیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ میں غزوۂ بدر میں مشرکین کی طرف سے شریک ہوا۔ مجھے ملائکہ کا ایک قافلہ دکھائی دیا جو زمین و آسمان کے درمیان موجود تھے۔ کبھی کافروں کو قتل کرتے اور کبھی انہیں گرفتار کر کے قیدی بنا لیتے تھے۔

واقدی اور بیہقی رحمہما اللہ خارجہ بن ابراہیم سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جبرئیل امین سے استفسار فرمایا کہ بدر کے دن کون سے فرشتے نے یہ الفاظ کہے تھے "اے حیزوم! پیش قدمی کرو۔" جبرئیل علیہ السلام نے کہا کہ میں سارے آسمان والوں کو نہیں پہچانتا۔

واقدی اور بیہقی رحمہما اللہ حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے جنگ بدر میں کٹے ہوئے ہاتھ یا پیٹ میں لگے ہوئے نیزے کے زخم دیکھے جن سے خون تک نہ بہا تھا۔ مجھے ان کی صحیح تعداد معلوم نہیں۔

واقدی اور بیہقی رحمہما اللہ ابو بردہ بن نیار سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے موقع پر میں تین سر لے آیا اور حضور نبی کریم ﷺ کے سامنے رکھ دیئے۔ میں نے عرض کی۔ "یارسول اللہ! یہ دو سر ان آدمیوں کے ہیں جنہیں میں نے قتل کیا ہے جہاں تک تیسرے سر کا تعلق ہے تو میں نے ایک دراز قامت سفید شخص دیکھا جس نے تلوار کا وار کر کے اس کا سر اڑا دیا۔ جسے اٹھا کر میں آپ کے پاس لے آیا ہوں۔" میری بات سن کر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

"یہ فلاں فرشتہ تھا۔"

واقدی اور بیہقی رحمہما اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ

فرشتہ ایک جانے پہچانے آدمی کی صورت اختیار کر لیتا تھا۔ یہ فرشتے مسلمانوں کو ثابت قدم رکھنے کی کوشش کرتے۔ فرشتہ کہتا۔ "میں کفار کے پاس گیا تھا۔ وہ کہہ رہے تھے کہ اگر مسلمان ہم پر حملہ کر دیں تو ہمارے پاؤں اکھڑ جائیں گے۔ کفار کچھ بھی حیثیت نہیں رکھتے۔"

اسی کے متعلق یہ فرمان الٰہی ہے۔

اِذْ یُوْحِیْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّیْ مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِیْنَ آمَنُوْا

(الانفال:12)

یاد کرو جب آپ کے رب نے ملائکہ کی طرف وحی فرمائی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ پس تم ایمان والوں کو ثابت قدم رکھو۔

واقدی اور بیہقی رحمہما اللہ سائب بن ابو حبیش سے روایت کرتے ہیں کہ وہ کہا کرتے بخدا! مجھے کسی آدمی نے قید نہیں کیا تھا۔ ان سے پوچھا جاتا۔ تو پھر کس نے قید کیا تھا؟ وہ کہتے۔ جب قریش شکست کھا کر پسپا ہونے لگے تو میں بھی بھاگنے لگا۔ مگر ایک دراز قامت سفید شخص نے مجھے پکڑ لیا۔ وہ زمین و آسمان کے درمیان ایک سفید گھوڑے پر سوار تھا۔ اس نے مجھے رسی سے باندھ دیا۔ اتنے میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف آ گئے۔ انہوں نے مجھے جکڑا ہوا دیکھا تو اہل لشکر سے پوچھا۔ اسے کس نے باندھا ہے؟ کسی نے نہیں کہا کہ میں نے باندھا ہے۔ وہ مجھے پکڑ کر رسول پاک ﷺ کے پاس لے آئے۔ حضور نے پوچھا۔ "تمہیں کس نے قید کیا ہے؟" میں نے کہا۔ "میں اسے نہیں پہچانتا۔" میں نے قید کرنے والے کی شکل و صورت کے بارے میں بتانے سے گریز کیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔

اَسَرَكَ مَلَكٌ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ

تجھے ایک فرشتے نے قید کیا ہے۔

واقدی، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے غزوۂ بدر میں یہ منظر دیکھا کہ آسمان سے ایک کمبل گرا اور وادیٔ خلیص میں آ کر تن گیا۔ جس سے پورا افق چھپ گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے وادی میں چیونٹیوں کا سیل رواں بہنے لگا۔ یہ عجیب و غریب منظر دیکھ کر میرے دل نے گواہی دی کہ حضرت محمد ﷺ کی مدد کے لئے آسمان سے کوئی مخلوق اتر آئی ہے۔ اس کے بعد کفار کے لئے شکست کے علاوہ کوئی دوسرا راستہ نہ تھا۔ وہ دراصل فرشتے تھے۔

ابن راہویہ، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ بہ سند حسن حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے روایت کرتے ہیں کہ لوگ مصروف پیکار تھے اور ابھی تک کافروں کو شکست نہیں ہوئی تھی۔ میں نے دیکھا کہ کالے کمبل کی طرح کوئی چیز آسمان سے نازل ہو کر زمین پر آگری۔ دیکھتے ہی دیکھتے کالی چونٹیاں ہر طرف پھیل گئیں اور ان سے پوری وادی بھر گئی۔ انہیں دیکھ کر مجھے یقین ہو گیا کہ یہ فرشتے ہیں۔ اس کے بعد کفار کے لئے شکست کھانے کے علاوہ کوئی چارہ کار نہ رہا۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ چھوٹے قد کا ایک انصاری شخص بنو ہاشم کے ایک آدمی کو غزوۂ بدر کے دن قید کر لایا۔ ابو نعیم نے اس ہاشمی کا نام عباس لکھا ہے۔ اس نے کہا۔ قسم بخدا! اس انصاری نے مجھے گرفتار نہیں کیا۔ مجھے جس شخص نے گرفتار کیا ہے اس کے سر کی دونوں جانب کے بال گرے ہوئے تھے۔ وہ انتہائی خوبرو شخص تھا اور چتکبرے گھوڑے پر سوار تھا۔ وہ اب یہاں نظر نہیں آرہا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

ذَاكَ مَلَكٌ كَرِيمٌ

وہ ایک بزرگ فرشتہ تھا۔

احمد، ابن سعد، ابن جریر اور ابو نعیم رحمہم اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ بدر کے موقع پر حضرت عباس کو ابو الیسر کعب بن عمرو نے گرفتار کیا تھا۔ ابو الیسر ایک نوخیز جوان تھے جبکہ حضرت عباس ایک طاقتور اور تنومند شخص تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا۔ "ابو الیسر! تم نے عباس کو کیسے گرفتار کر لیا؟ انہوں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! انہیں پکڑنے میں ایک شخص نے میری مدد کی۔ اس جیسا شخص میں نے نہ کبھی پہلے دیکھا اور نہ بعد میں۔ پھر ابو الیسر نے اس کی شکل کا ذکر کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

لَقَدْ اَعَانَكَ عَلَيهِ مَلَكٌ كَرِيمٌ

انہیں گرفتار کرنے میں ایک بزرگ فرشتے نے تمہاری مدد کی ہے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد گرامی سے پوچھا۔ ابا جی! آپ کو ابو الیسر نے کیسے گرفتار کر لیا تھا حالانکہ اگر آپ چاہتے تو انہیں اپنی مٹھی میں بند کر لیتے۔ انہوں نے فرمایا۔ بیٹا! ایسی باتیں نہ کرو۔ جب ہمارا آمنا سامنا ہوا تو وہ مجھے مکہ کے خندمہ پہاڑ سے بھی عظیم تر دکھائی دیئے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ محمود بن لبید سے روایت کرتے ہیں کہ ہمیں عبید بن اوس نے بتایا کہ غزوۂ بدر کے دن میں نے عباس اور عقیل بن ابو طالب کو گرفتار کیا تھا۔ جب انہیں رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو مجھ سے فرمایا۔ "ان کی گرفتاری ایک بزرگ فرشتے کی مدد سے تمہارے ہاتھوں

عمل میں آئی ہے۔"

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ عطیہ بن قیس سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ جب جنگ بدر سے فارغ ہوئے تو جبرئیل امین ایک سرخ گھوڑی پر سوار ہو کر آپ کے پاس آئے۔ انہوں نے زرہ پہن رکھی تھی اور ہاتھ میں نیزہ تھا۔ کہنے لگے۔ "اے محمد! ﷺ مجھے اللہ تعالیٰ نے آپ کی طرف بھیجا تھا اور یہ حکم دیا تھا کہ اس وقت تک آپ کے ساتھ رہوں جب تک آپ راضی نہ ہو جائیں۔ اب ارشاد فرمائیں کیا آپ راضی ہیں؟ فرمایا۔ "ہاں میں راضی ہوں۔" یہ سن کر جبرئیل امین واپس چلے گئے۔

ابو یعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم غزوۂ بدر کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ اچانک حضور نماز میں مسکرا دیئے۔ آپ نماز سے فارغ ہوئے تو ہم نے عرض کی۔ یارسول اللہ! ہم نے نماز کے دوران آپ کو تبسم فرماتے دیکھا ہے۔ کیا کوئی خاص بات ہے؟ فرمایا۔ "حضرت میکائیل علیہ السلام میرے پاس سے گزرے تھے۔ مجھے ان کے پروں پر گرد و غبار کے آثار دکھائی دیئے۔ وہ دراصل قوم کفار کی تلاش سے واپس آ رہے تھے۔ وہ مجھے دیکھ کر مسکرا دیئے۔ میں نے بھی ان کی مسکراہٹ کا جواب مسکراہٹ سے دیا۔"

احمد، طبرانی ("اوسط" میں) اور بیہقی رحمہم اللہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ بدر کے دن ہم رسول اللہ ﷺ کے سہارے مشرکین سے اپنا دفاع کرتے تھے۔ آپ سب سے زیادہ جنگجو اور بہادر نظر آتے تھے اور مشرکین کی صفوں کے آپ انتہائی قریب رہتے تھے۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ بہ سند موسیٰ بن عقبہ، ابن شہاب سے نیز بہ سند عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ نے مٹھی بھر کنکریاں لے کر مشرکین کی طرف پھینکیں۔ اللہ تعالیٰ نے دستِ مصطفیٰ ﷺ سے پھینکی جانے والی ان کنکریوں کو بڑی شان بخشی۔ وہ اس طرح کہ یہ کنکریاں ہر مشرک کی آنکھوں میں جا پڑیں اور ہر ایک منہ کے بل اوندھا گر تا پڑتا۔ جس طرف منہ آتا بھاگ کھڑا ہوتا اور آنکھوں سے مٹی جھاڑتا جاتا۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو جہل کو دیکھا کہ وہ میدان کارزار میں گرا پڑا ہے۔ آہنی ہتھیاروں سے لیس ہے اور اپنی تلوار کو ران کے اوپر رکھے ہوئے ہے۔ اس کے جسم پر زخم نام کی کوئی چیز نہ تھی۔ اپنے اعضاء کو حرکت نہ دے سکتا تھا۔ منہ کے بل اوندھا پڑا زمین پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔ ابن

مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی گدی پر تلوار مار کر اس کا سر کاٹ دیا۔ پھر اس کا جنگی سازوسامان اتار لیا۔ اس کے جسم پر کوئی زخم نہ تھا۔ انہوں نے دیکھا کہ ابوجہل کی گردن کی کھال سکڑی ہوئی ہے اور اس کے ہاتھوں اور کندھوں پر کوڑوں کے آثار ہیں۔ انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کو صورتِ حال سے آگاہ کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

"یہ فرشتوں کی ضربیں ہیں۔"

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے بدر کے دن آسمان سے گرتی ہوئی کنکریوں کی آواز سنی گویا وہ کسی طشت میں آگری ہوں۔ پھر جب مجاہدین نے صفیں باندھ لیں تو رسول اللہ ﷺ نے کنکریاں لے کر مشرکین کی طرف پھینک دیں۔ اسی کے متعلق یہ فرمان الٰہی ہے۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (الانفال:17)

ابن اسحاق، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ حضرت عبداللہ بن ثعلبہ بن صفیر سے روایت کرتے ہیں کہ بدر کے دن ابوجہل نے اپنی فتح کی دعا کی۔ جب دونوں لشکر گتھم گتھا ہوئے تو اس نے کہا۔

"اے اللہ! اس نبی نے رشتوں کو توڑ دیا اور ہمارے پاس ایسا دین لے کر آیا جسے ہم پہلے نہ جانتے تھے۔ پس کل اس کے شر کو ہم سے دور کر دے۔" مگر خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ خود اگلے روز مارا گیا۔ اسی کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ (الانفال:19)

(اے کفار!) اگر تم فیصلہ کے طلبگار تھے تو تمہارے پاس فیصلہ آ گیا۔

بیہقی اور ابونعیم رحمہما اللہ بہ سند ابن ابی طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ اہل مکہ کا قافلہ ملک شام جا رہا تھا۔ اہل مدینہ کو پتہ چلا تو وہ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں قافلے کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ اہل مکہ کو اس بات کا علم ہوا تو وہ اپنے قافلے کو مسلمانوں اور نبی کریم ﷺ سے بچانے کے لئے جلدی جلدی روانہ ہو گئے۔ مگر قافلہ مسلمانوں کے پہنچنے سے پہلے نکل گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے ساتھ دو گروہوں میں سے ایک گروہ کا وعدہ کر رکھا تھا۔ اگر وہ قافلہ مسلمانوں کو مل جاتا تو بہت خوب ہوتا۔ اس طرح مسلمانوں کا بہ آسانی وقار بڑھ جاتا اور خاصا مالِ غنیمت ہاتھ لگ جاتا۔ مگر قافلہ نکل گیا اور مسلمانوں کی دسترس سے باہر ہو گیا۔ اب مسلمانوں کے مقابلے میں کفار مکہ کا لشکر جرار آ رہا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ مسلمانوں کو لے کر اس کے مقابلے کے لئے روانہ ہو گئے۔ مسلمانوں کا قافلہ

ایسی جگہ اترا جہاں ان کے اور پانی کے درمیان ریت کا ٹیلہ تھا جہاں پاؤں دھنس جاتے اور چلنا دشوار تھا۔ یہ صورت حال دیکھ کر مسلمانوں میں کمزوری کے آثار پیدا ہو گئے۔ شیطان نے بھی وسوسہ اندازی کی کہ تمہارا خیال ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے پیارے دوست ہو اور اللہ کا رسول تمہارے اندر موجود ہے۔ پھر یہ کیا ہوا کہ مشرکوں نے پانی پر قبضہ کر لیا ہے اور تم پانی سے محروم ہو۔ اس کے بعد خوب بارش برسی۔ مسلمانوں نے جی بھر کر پانی پیا اور طہارت حاصل کی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے شیطانی وسوسہ اندازی کو ختم فرما دیا اور ٹیلے کی ریت اس طرح بیٹھ گئی کہ انسان اور چوپائے اس پر بہ آسانی چل پھر سکتے تھے۔ جب مسلمان کفار کے مقابلے کے لئے تیار ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ اپنے نبی پاک ﷺ اور مومنوں کی مدد فرمائی۔ ایک طرف جبرئیل امین پانچ سو فرشتوں کی معیت میں اترے تو دوسری جانب میکائیل امین پانچ سو فرشتے لے کر آ پہنچے۔ ادھر ابلیس بھی شیطانوں کا ایک لشکر لے کر آ موجود ہوا۔ اس کے آدمی بنو مدلج کے آدمیوں کے ہم شکل تھے۔ شیطان خود سراقہ بن مالک بن جعشم کی شکل میں آیا اور آ کر مشرکوں سے کہنے لگا۔ "آج کوئی بھی تم پر غالب نہیں آ سکتا۔ میں تمہارا نگہبان ہوں۔" اس کے بعد جب لوگ مصروف جنگ ہو گئے تو ابو جہل نے کہا۔ "اے اللہ ہم میں سے جو حق کے زیادہ قریب ہے اس کی مدد فرما۔" ادھر اللہ کے حبیب ﷺ نے بھی دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے۔ بارگاہ الٰہی میں عرض کی۔ "اے میرے رب کریم! اگر یہ گروہ ہلاک ہو گیا تو پھر زمین پر کبھی تیری عبادت نہ کی جائے گی۔" جبرئیل امین نے کہا۔ آپ مٹھی بھر خاک لے لیں۔ چنانچہ آپ نے خاک کی مٹھی بھر کر مشرکوں کے چہروں پر پھینکی تو یہ خاک ہر مشرک کی آنکھ، نتھنے اور منہ میں جا گری۔ جس کی وجہ سے وہ خوف زدہ ہو کر بھاگ نکلے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ بہ سند موسیٰ بن عقبہ، ابن شہاب سے نیز بہ سند عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس رات ان سب پر ایک ہی بارش برسائی جو مشرکین کے لئے وبال جان بن گئی اور انہیں چلنے پھرنے سے روک دیا۔ جبکہ مسلمانوں کی طرف ہلکی پھلکی بارش ہوئی جس کی وجہ سے ان کے چلنے پھرنے اور پڑاؤ کی جگہ تبدیل ہو گئی اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "کل یہ جگہیں انشاء اللہ ان کی قتل گاہیں بن جائیں گی۔"

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اس دن مسلمان اونگھ کے غلبہ کی وجہ سے جھومتے تھے۔ اور ان کا پڑاؤ ایسے ٹیلے پر تھا جس کی ریت اڑنے لگی۔ آسمان سے بارش برسی تو وہی ٹیلہ چٹان کی طرح بے غبار ہو گیا جس پر وہ بہ آسانی دوڑ سکتے

تھے۔اسی کے متعلق فرمان الٰہی ہے۔

اِذۡ یُغَشِّیۡکُمُ النُّعَاسَ (الانفال:11)

یاد کرو جب اللہ نے تمہیں غنودگی سے ڈھانپ دیا۔

واقدی اور بیہقی رحمہما اللہ حکیم بن حزام سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ بدر کے دن جب دونوں لشکر گتھم گتھا ہوئے اور جنگ شروع ہو گئی تو میں نے آسمان سے زمین پر کوئی چیز گرنے کی آواز سنی گویا کسی طشت میں کنکریاں گر رہی ہوں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے مٹھی بھر کر کنکریاں لے کر پھینکیں تو ہم شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

بیہقی ایک دوسری سند سے حکیم بن حزام سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے بدر کے دن آسمان سے زمین کی جانب آتی ہوئی ایک آواز سنی جیسے طشت میں کنکریاں گرنے کی آواز ہوتی ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ان کنکریوں کو پھینکا تو ہم میں سے کوئی بھی ان سے محفوظ نہ رہ سکا۔

واقدی اور بیہقی رحمہما اللہ نوفل بن معاویہ ذیلی سے روایت کرتے ہیں کہ بدر کے دن جب ہمیں شکست ہوئی تھی تو ہم نے کسی طشت میں کنکریاں گرنے کی مانند آواز سنی تھی یہ کنکریاں ہمارے سامنے (دلوں پر) اور پیچھے آلگتی تھیں۔ جن کی وجہ سے ہم بہت زیادہ مرعوب اور خوفزدہ ہو گئے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ "حلیہ" میں فرمان الٰہی وَمَا رَمَیۡتَ اِذۡ رَمَیۡتَ کی تفسیر میں حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ بات نقل فرماتے ہیں کہ وہ کنکریاں ہر شخص کی آنکھ میں جا گریں۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ بہ سند صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ "بدر کے دن انہیں تند و تیز آندھی نے آلیا تھا۔"

ابن اسحاق اور بیہقی رحمہما اللہ روایت کرتے ہیں کہ خبیب بن عبدالرحمٰن نے بتایا کہ میرے دادا خبیب کو بدر کے دن تلوار کا وار لگا تو ان کا ایک پہلو لٹک گیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے لعاب دہن لگا کر اسے درست کر دیا تو وہ بالکل ٹھیک ہو گیا۔

ابن عدی، ابو یعلی اور بیہقی رحمہم اللہ عاصم بن عمر بن قتادہ سے اور وہ اپنے دادا حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ بدر میں ان کی آنکھ میں تیر آلگا جس سے آنکھ کا ڈھیلا ان کے رخسار پر بہنے لگا۔ لوگوں نے چاہا کہ اسے کاٹ دیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تو آپ نے فرمایا۔ "نہ کاٹیں" آپ نے قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا اور ڈھیلا اپنے دستِ بابرکت سے ان کی آنکھ میں رکھ دیا۔ اس کے بعد ان کی یہ حالت ہو گئی کہ

کَانَ لَایَدۡرِیۡ اَیُّ عَیۡنَیۡهِ اُصِیۡبَتۡ

انہیں یہ بھی معلوم نہ ہوتا تھا کہ کونسی آنکھ کو تکلیف پہنچی تھی۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دوسری سند سے اسی طرح کی روایت حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کی ہے البتہ اس میں یہ بھی ہے کہ حضور نے انہیں دعا دی۔

اَللّٰهُمَّ اَكْسِهٖ جَمَالًا

یااللہ! انہیں حسن و جمال عطا فرما۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ زید بن اسلم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت قتادہ بن نعمان کی آنکھ کو تکلیف پہنچی اور آنکھ کا ڈھیلا رخسار پر بہہ نکلا۔ رسول پاک ﷺ نے اسے اپنے دست مبارک سے واپس لوٹا دیا۔ نبی کریم ﷺ کے مبارک ہاتھوں کی یہ برکت ہوئی کہ یہ آنکھ دونوں میں سے زیادہ صحیح اور زیادہ خوبصورت ہو گئی۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ بہ سند عبداللہ بن ابو صعصعہ حضرت ابو سعید خدری سے اور وہ اپنے بھائی حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ بدر میں میری دونوں آنکھوں میں تیر لگا تو ان کے ڈھیلے میرے رخساروں پر آگرے۔ میں حضور نبی کریم ﷺ کے پاس انہیں لے کر حاضر ہوا۔ آپ نے انہیں آنکھوں میں رکھ کر اپنا لعاب دہن مبارک لگایا۔ حضور کے لعاب دہن کی برکت سے میری آنکھیں پہلے کی طرح روشن ہو گئیں۔

حاکم، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ حضرت معاذ بن رفاعہ بن رافع بن مالک سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ بدر میں میری آنکھ میں تیر لگا تو وہ پھوٹ گئی۔ پھر اس میں رسول اللہ ﷺ نے اپنا لعاب دہن ڈالا اور میرے لئے دعا فرمائی تو میری آنکھ ٹھیک ہو گئی اور تکلیف کا احساس تک نہ رہا۔

واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے عمر بن عثمان حجبی سے، انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے عمر کی پھوپھی (یعنی اپنی بہن) سے روایت کی ہے کہ حضرت عکاشہ بن محصن نے فرمایا کہ جنگ بدر میں میری تلوار ٹوٹ گئی۔ مجھے سرور کون و مکاں ﷺ نے ایک لکڑی عطا فرما دی۔ جونہی وہ لکڑی میرے ہاتھ میں آئی تو سفید لمبی تلوار بن گئی اور میں اس تلوار سے مصروف پیکار ہو گیا۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کو شکست سے دوچار کر دیا۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ تلوار تادم واپسیں ان کے پاس رہی۔ اس روایت کو بیہقی اور ابن عساکر رحمہما اللہ نے بھی نقل فرمایا ہے۔

واقدی اسامہ بن زید لیثی سے وہ داؤد بن حصین سے اور وہ بنو عبدالاشہل کے کئی افراد سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ بدر کے موقع پر سلمہ بن اسلم بن حریش کی تلوار ٹوٹ گئی اور وہ بے تیغ

رہ گئے بلکہ ان کے پاس کوئی جنگی ہتھیار نہ رہا۔ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے انہیں "ابن طاب" نامی کھجور کی ایک شاخ عطا فرمادی جو اس وقت حضور کے ہاتھ میں تھی۔ اور ارشاد فرمایا۔

اِضْرِبْ بِهٖ

اس کے ساتھ جنگ کرو۔

سلمہ بن اسلم نے جونہی اس شاخ کو ہاتھ میں لیا تو وہ شمشیر خارہ شگاف بن گئی۔ پھر یہ تلوار جنگ جسر میں ان کے شہید ہو جاتے تک ان کے پاس رہی۔ یہ جنگ (عہد فاروقی میں) حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قیادت میں لڑی گئی۔ اس روایت کو بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ذکر کیا ہے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ علی بن محمد سے، وہ ابو معشر سے اور وہ زید بن اسلم، یزید بن رومان اور اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروہ وغیرہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ بدر میں حضرت عکاشہ بن محصن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلوار ٹوٹ گئی۔ انہیں رسول اللہ ﷺ نے درخت کی ایک خشک ٹہنی عطا فرمادی جو عکاشہ کے ہاتھ میں پہنچی تو بڑی ہی چمکدار، مضبوط اور تیز کاٹ والی تلوار بن گئی۔

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ بہ سند قتادہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ بدر میں کام آنے والے کافروں کی لاشیں جس کنوئیں میں پڑی تھیں۔ حضور نبی اکرم ﷺ وہاں تشریف لے گئے اور فرمانے لگے۔

"اے فلاں بن فلاں! کیا یہ بات تمہارے لئے باعث مسرت نہ تھی کہ تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ جو وعدہ فرمایا تھا ہم نے اسے سچا پایا۔"

جب حضرت عمر نے حضور ﷺ کو مردوں سے کلام فرماتے سنا تو عرض کرنے لگے۔

"یارسول اللہ! آپ ان بے روح جسموں سے کیسے گفتگو فرمارہے ہیں۔"

حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ مَا اَنْتُمْ بِاَسْمَعَ لِمَا اَقُوْلُ مِنْهُمْ

اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! تم میری گفتگو کو ان سے زیادہ نہیں سن رہے ہو۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کر دیا تھا یہاں تک کہ حضور ﷺ نے ان سے کلام فرمایا اور انہوں نے آپ کی گفتگو سنی۔ نیز حضور نے ان سے گفتگو اس لئے فرمائی تھی تاکہ ان کی اسلام دشمنی پر انہیں جھڑکیں اور انہیں حسرت و ندامت سے دو چار کریں۔

واقدی اور بیہقی حضرت زہری رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ بدر میں اللہ کے رسول ﷺ نے یہ دعا فرمائی۔

"اے اللہ! نوفل بن خویلد سے ہمیں بچالے۔"

پھر فرمایا۔ کیا کسی کو نوفل کا علم ہے؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یارسول اللہ! میں نے اسے قتل کر دیا ہے۔ یہ سن کر حضور نے نعرۂ تکبیر بلند کیا اور ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ کے حضور شکر ادا کیا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَجَابَ دَعْوَتِیْ فِیْهِ

تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس نے نوفل کے متعلق میری دعا کو شرف قبولیت سے نوازا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا۔

وَذَرْنِیْ وَالْمُكَذِّبِیْنَ اُولِی النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِیْلًا (المزمل: 11)

اور آپ چھوڑ دیں مجھے اور ان جھٹلانے والے مالداروں کو اور انہیں تھوڑی سی مہلت دیں۔

اس فرمان الٰہی کے نازل ہونے کے کچھ ہی عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے قریش کو غزوۂ بدر کی شکست سے دوچار کر دیا۔

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ حرم کعبہ میں مصروف نماز تھے اور قریش مکہ وہاں اپنی مجلسیں لگائے بیٹھے تھے۔ انہوں نے کہا۔ کیا کوئی یہ کام کر سکتا ہے کہ فلاں قبیلے کے اونٹوں کے پاس جا کر ان کی اوجھ لائے اور حالت سجدہ میں اس پر ڈال دے۔ ایک ازلی بدبخت اٹھا اور اوجھ اٹھا لایا۔ پھر اس نے اسے حضور کے مقدس شانوں پر ڈالنے کی جسارت بھی کر ڈالی۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم بڑے صبر واستقامت سے سربسجود رہے اور بدبخت کفار ہنس ہنس کر دوہرے ہوتے رہے کسی نے آ کر حضرت فاطمہ کو آگاہ کر دیا۔ آپ اس وقت انتہائی کمسن تھیں۔ فوراً دوڑ کر آئیں اور اوجھ آپ کے مقدس شانوں سے اتار پھینکی۔ پھر کفار کو برا بھلا کہنے لگیں۔ جب اللہ کے حبیب ﷺ نے نماز ادا فرمائی تو بارگاہ الٰہی میں عرض پرداز ہوئے اور تین مرتبہ فرمایا۔ "اے اللہ! قریش کو اپنی گرفت میں لے لے۔" اس کے بعد حضور نے ان کفار قریش کے نام لے لے کر کہا۔ "اے اللہ! عمرو بن

ہشام یعنی ابو جہل، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، امیہ بن خلف، عقبہ بن ابی معیط اور عمارہ بن ولید کو اپنی گرفت میں لے لے۔"

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان تمام افراد کی لاشوں کو میدانِ بدر میں گرا ہوا دیکھا۔

احمد اور بیہقی رحمہما اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مقتولوں سے فارغ ہو گئے تو آپ سے عرض کیا گیا کہ اب قافلے کی خبر لینی چاہئے کیونکہ اسے شکست دینے میں اب کوئی رکاوٹ نہیں رہی۔ یہ تجویز حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سن لی۔ وہ بندھنوں میں جکڑے ہوئے تھے۔ کہنے لگے۔ قافلے پر حملہ آور ہونا آپ کے لئے ٹھیک نہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کیوں؟ کہنے لگے۔ وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ یہ وعدہ فرمایا تھا کہ وہ دو گروہوں میں ایک گروہ پر آپ کو فتح عطا فرمائے گا۔ اور یہ وعدہ پوا ہو چکا ہے۔

ابن ابی دنیا اور بیہقی حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے بارگاہ نبوت میں عرض کی۔ "میرا گزر میدان بدر کے پاس سے ہوا۔ میں نے دیکھا کہ ایک آدمی زمین سے نکلتا ہے۔ وہاں ایک اور آدمی کھڑا ہے جس کے ہاتھ میں لکڑی یا لوہے کا ڈنڈا ہے۔ وہ زمین سے نکلنے والے شخص کو اس زور کا ڈنڈا رسید کرتا ہے کہ وہ زمین میں دھنس جاتا ہے اور غائب ہو جاتا ہے۔ تھوڑی دیر بعد پھر نکلتا ہے اور وہ شخص اسے بار بار مارتا ہے۔" اس شخص کی بات سن کر رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا۔ "یہ ابو جہل ہے۔ تاقیامت اسے یہ عذاب دیا جائے گا۔"

ابن ابی دنیا اور طبرانی رحمہما اللہ ("اوسط" میں) حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ میں بدر کے میدان کے پاس سے گزر رہا تھا۔ اچانک مجھے ایک آدمی دکھائی دیا جو ایک گڑھے سے باہر نکلا۔ اس کی گردن میں زنجیر تھی۔ اس نے مجھے آواز دی۔ اے عبد اللہ! مجھے پانی پلاؤ۔ مجھے نہیں معلوم کہ وہ میرا نام جانتا تھا یا اس نے عربوں کے رواج کے مطابق مجھے عبد اللہ (اللہ کا بندہ) کہہ کر پکارا تھا۔ پھر میں نے دیکھا کہ اسی گڑھے سے ایک اور آدمی نکلا جس کے ہاتھ میں ڈنڈا تھا اس نے مجھے کہا۔ اے عبد اللہ! اس کو پانی نہ پلانا کیونکہ یہ کافر ہے۔ پھر اس نے اسے ایسا ڈنڈا مارا کہ وہ گڑھے میں واپس چلا گیا۔ میں بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا اور صورت حال عرض کی۔ حضور نے فرمایا۔ "کیا واقعی تم نے اسے دیکھا ہے؟" میں نے عرض کی۔

"جی ہاں۔" آپ نے فرمایا۔ "وہ دشمن خدا ابو جہل ہے اور جو اسے عذاب دیا جا رہا ہے یہ قیامت تک جاری رہے گا۔"

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ موسیٰ بن عقبہ سے اور وہ ابن شہاب سے روایت کرتے ہیں۔ نیز بیہقی حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت کرتے ہیں کہ جب بدر میں مشرکوں اور منافقوں کی اکڑی ہوئی گردنیں خم ہو گئیں۔ مدینہ پاک کے ہر منافق اور یہودی کی گردن جنگ بدر کی وجہ سے جھکی ہوئی تھی، یہ دراصل یوم عرفان تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے شرک اور ایمان کے درمیان امتیاز پیدا کر دیا۔ یہود کہتے تھے۔ "ہمیں پورا یقین ہے کہ یہ وہی نبی ہیں جن کے اوصاف ہمیں تورات میں ملتے ہیں۔ اللہ کی قسم! آج کے بعد جب بھی یہ جھنڈا اٹھائیں گے، انہیں غلبہ نصیب ہوگا۔"

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ عطیہ عوفی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت ابو سعید خدری سے پوچھا کہ اس فرمان الٰہی کا کیا مطلب ہے۔

الٓمّٓ۔ غلبت الروم (الروم:1-2)

الف۔ لام۔ میم۔ رومی مغلوب ہو گئے۔

انہوں نے کہا۔ پہلے اہل فارس نے اہل روم پر فتح پائی۔ پھر رومیوں نے فارس پر غلبہ حاصل کر لیا۔ اس کے بعد ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں غزوۂ بدر میں مشرکین عرب سے لڑے اور رومی اہل فارس سے پنجہ آزما ہوئے۔ ہمیں مشرکین کے مقابلے میں فتح حاصل ہوئی اور اہل کتاب (رومیوں) نے مجوسیوں (اہل فارس) پر فتح پائی۔ اس طرح مشرکین کے خلاف ہماری فتح اور مجوسیوں کے خلاف اہل کتاب کی فتح سے ہم بہت زیادہ خوش ہوئے۔ اسی کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِنَصْرِ اللّٰه (الروم:4-5)

اور اس روز اہل ایمان اللہ کی مدد سے خوش ہوں گے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ بدر میں حضور نبی کریم ﷺ چبوترے میں تشریف فرما تھے ارشاد فرمایا۔

قُوْمُوْٓا اِلٰى جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ

اس جنت کے لئے کمربستہ ہو جاؤ جس کی چوڑائی آسمانوں اور زمین جتنی ہے۔ جو پرہیزگاروں کے لئے تیار کی گئی ہیں۔

یہ سن کر عمیر بن حمام نے فرط مسرت سے کہا۔ "واہ، واہ!"

رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا۔ "تم اس قدر خوش کیوں ہو رہے ہو؟" کہنے لگے۔؟ "شاید میں بھی جنتی لوگوں میں شامل ہو جاؤں۔"

سرورانبیاء ﷺ نے انہیں یقین دلاتے ہوئے فرمایا۔

فَاِنَّکَ مِنْ اَھْلِھَا

یقیناً تم جنتی ہو۔

عمیر نے اپنے ترکش سے چند کھجوریں نکالیں اور انہیں چبانے لگے۔ پھر کہا اللہ کی قسم! ان کے چبانے تک اگر میں یہیں رہ گیا تو پھر میری دنیاوی زندگی بہت لمبی ہو جائے گی، یہ خیال آتے ہی کھجوریں پھینک دیں اور میدان کارزار میں کود پڑے۔ پھر مردانہ وار لڑتے لڑتے جام شہادت نوش کیا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جنگ بدر کے قیدیوں کے متعلق فرمایا۔ چاہو تو انہیں قتل کر دو اور چاہو تو ان سے فدیہ لے لو اور معاوضے کا فائدہ حاصل کر لو۔ اور (یاد رکھو) ان کی تعداد کے برابر تمہارے آدمی بھی شہید ہوں گے۔ اس کے بعد ستر شہداء میں سے حضرت ثابت بن قیس آخری آدمی تھے جنہیں جنگ یمامہ میں شہید کیا گیا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ بہ سند صحیح حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ عقبہ بن ابی معیط نے حضور نبی کریم ﷺ کو دعوتِ طعام دی۔ حضور نے فرمایا۔ "میں اس وقت تک تیرا کھانا نہیں کھاؤں گا جب تک تو یہ گواہی نہ دے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔" اس نے یہ فرمان نبوی سن کر کلمہ پڑھ دیا۔ اس کے بعد اسے ایک دوست ملا۔ جس نے اس کے مسلمان ہو جانے پر لعن طعن کیا۔ عقبہ نے کہا۔ "بتایئے قریش کے سینوں میں میرے لئے جو دشمنی پیدا ہو گئی ہے اسے کیسے فرو کیا جا سکتا ہے۔" اس کا دوست بولا۔ اس کی ایک ہی صورت ہے وہ یہ کہ تم اس نبی کے پاس جا کر اس کے منہ پر تھوک دو۔ (العیاذ باللہ) چنانچہ عقبہ نے اپنے یار اور قریش کو خوش کرنے کے لئے یہ جسارت کر ڈالی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اس کی اس گستاخی کا فوری طور پر کوئی عملی جواب نہ دیا۔ صرف اپنے چہرۂ انور پر ہاتھ مبارک پھیر کر فرمایا۔

"جب مکہ سے باہر تیری میری ملاقات ہو گی تو اس گستاخی کے بدلے میں تیری گردن اڑا دوں گا۔"

جب غزوۂ پیش آیا اور عقبہ کے دوسرے کافر ساتھی میدان بدر کی طرف روانہ ہونے لگے تو اس نے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ کہنے لگا۔ تمہیں معلوم نہیں کہ اس شخص نے مجھے دھمکی دی تھی کہ مکہ سے باہر اگر تیری میری ملاقات ہوئی تو تیری گردن اڑادوں گا۔ ساتھیوں نے کہا۔ "کیسی عجیب باتیں کرتا ہے۔ تیرے پاس یہ تیز رفتار سرخ اونٹ ہوگا۔ اگر بالفرض ہمیں شکست ہو بھی گئی تو یہ تمہیں اڑا کر دور لے جائے گا۔" عقبہ نے ان کی بات مان لی اور روانہ ہو گیا۔ جب جنگ میں مشرکوں کو شکست ہوئی تو یہ بھی اونٹ کو بھگا کر دور کہیں ہموار سخت زمین میں لے گیا۔ مگر مسلمانوں نے تعاقب کر کے اسے گرفتار کر لیا اور حضور نبی کریم ﷺ نے اس کی گردن اڑادی۔

جب حضرت عباس سے فدیہ لیا گیا تو وہ کہنے لگے۔ تم نے مجھے کنگال کر دیا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ "تم کیونکر کنگال کہلا سکتے ہو۔ تمہیں یاد نہیں کہ آتے دم تم نے سونے کے ڈھیر ام الفضل کو سونپ کر کہا تھا کہ اگر میں مارا گیا تو اس مال کی وجہ سے تم کسی کی دست نگر نہ رہو گی۔" یہ سنتے ہی حضرت عباس نے کہا۔ "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کی بات سچی ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطلع کیا ہے۔"

ابن اسحٰق اور بیہقی، زہری اور چند دیگر شیوخ رحمھم اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عباس نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا۔ "فدیہ دینے کے لئے میرے پاس کوئی چیز نہیں۔" حضور ﷺ نے فرمایا۔ "وہ مال کہاں ہے جو تو نے اور ام الفضل نے زمین میں دبا دیا تھا؟ اور اس سے کہا تھا کہ اگر میں اس سفر میں مارا گیا تو یہ مال میرے بیٹوں کی فلاح کے لئے ہوگا یعنی فضل، عبداللہ اور قثم کے لئے۔" یہ سنتے ہی حضرت عباس بول اٹھے۔ "اللہ کی قسم! اب مجھے یقین ہو گیا ہے کہ آپ اللہ کے رسول برحق ہیں۔ قسم بخدا! میرے اور میری بیوی ام الفضل کے علاوہ کسی کو بھی میرے اس خزانے کا علم نہ تھا۔"

حاکم نے بہ سند ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ یحییٰ بن عباد سے، انہوں نے اپنے والد سے اور انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہی روایت نقل کی ہے اور اسے صحیح کہا ہے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ سند ابن اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ ان کے چند ساتھیوں سے، انہوں نے مقسم سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی یہی روایت نقل کی ہے۔

علاوہ ازیں ابن سعد نے بھی بہ سند کلبی، ابو صالح رحم اللہ علیہ سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہی روایت ذکر کی ہے۔

ابن سعد اور بیہقی رحمہما اللہ حضرت عبداللہ بن حارث بن نوفل سے روایت کرتے ہیں کہ

جنگ بدر میں جب نوفل بن حارث کو قید کیا گیا تو اس سے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا۔ "اے نوفل! اپنا فدیہ ادا کر کے آزاد ہو جاؤ۔ اس نے کہا۔ میں کس چیز سے فدیہ ادا کروں۔ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں۔" زمین و آسمان کے خزانوں سے واقف سرور کون و مکان ﷺ نے فرمایا۔

اِفْدِ نَفْسَكَ مِنْ مَالِكَ الَّذِىْ بِجُدَّةَ

اپنے اس مال سے فدیہ ادا کر دو جو جدہ میں ہے۔

نبی الانبیاء ﷺ کے بحر علم کی بیکرانیوں کو دیکھ کر نوفل بول اٹھا۔

اَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔

بالآخر نوفل نے اپنے جدہ والے مال سے فدیہ ادا کر دیا۔

ابن اسحاق، ابن سعد، ابن جریر، حاکم، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ حضرت حسین بن عبد اللہ بن عباس سے وہ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے ابو رافع نے بتایا کہ ہم آل عباس نے اسلام قبول کر لیا تھا مگر اپنے اسلام کو ظاہر نہ کرتے تھے۔ میں اس وقت حضرت عباس کا غلام تھا۔ جب قریش غزوۂ بدر کے موقع پر رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرنے کے لئے روانہ ہوئے تھے تو ہم جنگ کے نتیجے کی خبر کا بڑی بے تابی سے انتظار کرنے لگے۔ حیسمان خزاعی نے آکر جنگ کے متعلق بتایا۔ ہم نے جونہی رسول اللہ ﷺ کی فتح کی خبر سنی تو از حد خوش ہوئے اور اپنے دلوں میں ایک گونہ قوت محسوس کی۔ اللہ کی قسم! میں چاہ زمزم کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ ام الفضل بھی میری پاس بیٹھی ہوئی تھیں۔ اچانک خبیث ابو لہب جوتیاں چٹخاتا ہوا کوئی شرارت کرنے آ پہنچا۔ بہر حال یہاں آکر جو خبر اس نے سنی اس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اسے ذلت و رسوائی سے دوچار کیا۔ وہ آکر حجرے کی طناب کے پاس بیٹھ گیا۔ لوگوں نے اسے بتایا کہ یہ ابو سفیان بن حرب(1) آچکا ہے اور لوگ اس کے پاس جمع ہیں۔ ابو لہب نے ابو سفیان سے کہا۔ ادھر آؤ اور جنگ کی خبر سناؤ۔ ابو سفیان اٹھا اور ابو لہب کے پاس آکر بیٹھ گیا۔ پھر کہنے لگا۔ "اللہ کی قسم! جب مسلمانوں کے ساتھ جنگ شروع ہوئی تو ہم نے بڑی بے بسی کے ساتھ اپنی جانیں ان کے حوالے کر دیں کہ وہ جیسے چاہیں ہم پر وار کریں۔

1۔ تمام نسخوں میں ابو سفیان بن حرب لکھا ہے۔ ممکن ہے یہ سفیان بن حارث بن عبد المطلب ہو کیونکہ ابو سفیان بن حرب تو اس قافلے کے ساتھ تھا جس کو روکنے کے لئے مسلمان نکلے تھے اور وہ قافلہ پہلے نکل گیا تھا۔ جس کی وجہ سے ابو سفیان بن حرب کو جنگ بدر میں شرکت کا موقع نہ ملا تھا۔

(بظاہر یہ بزدلانہ حرکت تھی) مگر قسم بخدا! میں نے انہیں ذرا بھی ملامت نہ کی۔ کیونکہ ہمارے مقابلے پر ایسے آدمی اتر آئے تھے جو سفید رنگ کے تھے اور چتکبرے گھوڑوں پر سوار تھے۔ وہ جس پر حملہ آور ہوتے اس کا کچومر نکال دیتے۔" ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں یہ باتیں سن کر میں نے بے ساختگی کے عالم میں حجرے کی طناب کو اوپر اٹھا کر کہا۔ "اللہ کی قسم! یہ ملائکہ تھے۔" اور ابولہب ذلیل و رسوا ہو کر پاؤں گھسیٹتا ہوا چلتا بنا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اسے مبتلائے عذاب کر دیا۔ اس کے جسم پر ایک پھوڑا نکلا۔ جو بالآخر اس کے لئے جان لیوا ثابت ہوا۔ وہ صرف سات دن زندہ رہا پھر لقمہ اجل بن گیا۔ اس کی لاش تین دن تک گھر کے اندر پڑی رہی۔ اس کے دونوں بیٹے اسے دفن نہ کرتے تھے۔ لاش سے بدبو پھیلنے لگی۔ قریش پھوڑے کے مریض سے اس طرح بھاگتے تھے جیسے طاعون کی متعدی بیماری سے بھاگتے تھے۔ قریش کے ایک آدمی نے ابولہب کے بیٹوں سے کہا۔ بڑے افسوس کی بات ہے۔ تمہیں شرم نہیں آتی۔ تمہارے باپ کی لاش گھر کے اندر گل سڑ رہی ہے اور تم اسے دفن تک نہیں کرتے۔ وہ کہنے لگے۔ ہمیں ڈر ہے یہ متعدی بیماری کہیں ہمیں بھی نہ لگ جائے۔ اس نے کہا۔ چلو، میں تمہاری مدد کرتا ہوں۔ اللہ کی قسم! انہوں نے اسے غسل بھی نہ دیا۔ دور سے پانی کی چند چھینٹیں پھینک دیں۔ اور اس کے قریب نہ گئے پھر اس کو اٹھا کہ مکہ مکرمہ کے بالائی علاقے میں لے گئے۔ جہاں ایک دیوار کے ساتھ اس کی لاش کو رکھ کر اوپر پتھر ڈال دیئے۔

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابولہب نے (اپنی لونڈی) ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔ پھر ثویبہ کو رسول اللہ ﷺ کی رضاعی والدہ بننے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ جب ابولہب مر گیا تو اس کے اہل خانہ کے کسی فرد نے اسے خواب میں دیکھا کہ وہ انجام بد سے دوچار ہے۔ اس سے پوچھا۔ کیا ہوا؟ کہنے لگا۔ مرنے کے بعد چین نہیں ملا۔ پھر انگوٹھے اور انگشت شہادت کی درمیانی جگہ کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا۔ البتہ اس جگہ سے کچھ پانی پلایا جاتا ہے کیونکہ میں نے ہاتھ کے اشارہ سے ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔ (یاد رہے کہ ابولہب کو اس کی لونڈی ثویبہ نے یہ خوشخبری سنائی کہ تمہارا بھتیجا پیدا ہوا ہے۔ اس نے خوش ہو کر اسے آزاد کر دیا۔ ولادت نبوی کی خوشی کی برکت کا یہ عالم ہے کہ ابولہب جیسے کافر کو بھی اس کا اجر دیا گیا۔ خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو میلاد النبی ﷺ کی خوشیاں ہر سال بڑی عقیدت و محبت سے مناتے ہیں۔ از مترجم)

بیہقی، واقدی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ قباث بن اشیم کنانی کہا کرتا تھا کہ "میں

غزوۂ بدر میں مشرکین کے لشکر میں موجود تھا۔ میں نے دیکھا کہ حضور نبی رحمت ﷺ کے ساتھ بہت تھوڑے مجاہد تھے جبکہ ہمارے لشکر میں گھوڑوں اور افرادی وقت کی کوئی کمی نہ تھی۔ اس کے باوجود ہمارا لشکر شکست کھا گیا اور لوگ بھاگنے لگے۔ میں بھی بھاگ کھڑا ہوا۔ مجھے اب بھی وہ منظر یاد ہے جب مشرک چار سو بھاگ رہے تھے۔ میں دل ہی دل میں کہنے لگا۔ "میں نے ایسا عجیب منظر کبھی نہیں دیکھا۔ ایسی حالت میں صرف نازک اندام عورتیں ہی بھاگتی ہیں۔" پھر غزوۂ خندق کے بعد میرے دل میں اسلام کی محبت جاگزیں ہو گئی۔ کسی غیر محسوس کشش نے مجھے مدینہ منورہ میں بارگاہ نبوی میں لا کھڑا کیا۔ میں نے سلام عرض کیا حضور نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا۔

"اے قباث! کیا غزوۂ بدر میں تو نے کہا تھا کہ ایسا عجیب منظر میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ ایسی حالت میں صرف عورتیں ہی بھاگتی ہیں۔"

یہ ارشاد نبوی سن کر میں نے کہا۔

اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔

پھر عرض کیا۔ "یہ بات تو میں نے صرف اپنے دل میں سوچی تھی۔ پھر آج تک میرے نہاں خانہ دل میں ہی چھپی رہی۔ کبھی میری زبان پر نہیں آئی اور نہ کسی کے سامنے میں نے اس کا اظہار کیا۔ اگر آپ نبی نہ ہوتے تو اللہ پاک کبھی آپ کو میرے اس سربستہ راز سے آگاہ نہ فرماتا۔" اس کے بعد حضور نبی رحمت ﷺ نے مجھے دعوت اسلام پیش کی جسے میں نے بصد مسرت قبول کر لیا اور مشرف بہ اسلام ہو گیا۔"

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ اَبان بن سلمان سے اور وہ اپنے والد سلمان سے روایت کرتے ہیں کہ قباث بن اشیم لیثی کے قبول اسلام کا واقعہ یوں ہے کہ چند عربی اس کے پاس آئے۔ انہوں نے بتایا کہ محمد (ﷺ) ہمارے دین سے نکل گئے ہیں اور کسی اور دین کا پرچار کر رہے ہیں۔ یہ سن کر قباث اٹھا اور سیدھا رسول اللہ ﷺ کے پاس آ پہنچا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ "قباث بیٹھ جاؤ۔" وہ غمزدہ ہو کر چپ چاپ بیٹھ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "کیا تم نے کہا تھا کہ اگر قریش کی عورتیں نقاب اوڑھ کر نکلتیں تو محمد (ﷺ) اور اس کے صحابہ کو مار بھگاتیں۔"

قباث نے کہا۔

وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَاتَحَرَّكَ بِهٖ لِسَانِیْ وَلَا تَزَمْزَمَتْ بِهٖ شَفَتَایَ وَمَا سَمِعَهٗ مِنِّیْ اَحَدٌ وَمَاهُوَ اِلَّا شَیْءٌ هَجَسَ فِیْ نَفْسِیْ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا

اَللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْكَ لَهٗ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَاَنَّ مَاجِئْتَ بِهٖ حَقٌّ

اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے۔ یہ بات کبھی بھی میری زبان پر نہیں آئی۔ نہ کبھی ہونٹوں سے ادا ہوئی اور نہ کسی نے مجھ سے یہ بات سنی میرے دل میں محض خیال سا پیدا ہوا تھا جو کبھی نطق آشنا نہ ہو سکا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ محمد (ﷺ) اس کے رسول برحق ہیں اور آپ جو دین لے کر تشریف لائے ہیں وہ بلاشبہ حق اور سچ ہے۔

بیہقی، طبرانی اور ابونعیم رحمہم اللہ موسیٰ بن عقبہ اور عروۃ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ اجمعین سے روایت کرتے ہیں کہ جب مشرکین کا لشکر مکہ مکرمہ واپس آگیا تو عمیر بن وہب جمحی حطیم کعبہ میں صفوان بن امیہ کے پاس آبیٹھا۔ صفوان کہنے لگا۔ جب سے جنگ بدر میں ہمارے آدمی مارے گئے ہیں تب سے زندگی بے مزہ ہو کر رہ گئی۔ عمیر نے کہا۔ "سچ کہتے ہو۔ قسم بخدا! ان کے بعد جینے کا کوئی فائدہ نہیں۔ میں مقروض ہوں اور ادائیگی قرض کی طاقت نہیں رکھتا۔ میں بال بچے دار بھی ہوں اور گھر میں ان کے لئے کوئی چیز جمع نہیں کر سکا۔ اگر میرے سر پر یہ ذمہ داریاں نہ ہوتیں تو میں محمد (ﷺ) کے پاس جا پہنچتا اور اسے قتل کر دیتا۔ (العیاذ باللہ) ان کے پاس جانے کا میرے پاس معقول عذر بھی ہے جسے پیش کر کے میں بآسانی اپنے مقصد تک رسائی حاصل کر سکتا ہوں۔ میں کہہ دوں گا کہ میں اپنے بیٹے سے ملنے آیا ہوں جو تمہاری قید میں ہے۔"

صفوان نے عمیر کی یہ گفتگو سنی تو کہنے لگا۔ "تمہارا قرضہ میں اپنے ذمہ لیتا ہوں۔ میں تمہارے بال بچوں کو نان نفقہ دینے میں اپنے بال بچوں کے برابر سمجھوں گا۔ میرے پاس جو کچھ ہو گا انہیں مل جائے گا۔"

الغرض صفوان نے اسے ہر طرح سے آمادہ کرنے کی کوشش کی بالآخر اسے تیار کر لیا اور حکم دیا کہ عمیر کی تلوار کو صیقل کر کے زہر آلود کیا جائے۔ عمیر نے صفوان کو رازدارانہ لہجے میں کہا "چند دن تک میرے اس منصوبے کا کسی کو علم نہیں ہونا چاہئے۔ یہ بات قطعاً چھپی رہنی چاہئے۔"
عمیر اس مہم پر روانہ ہو گیا حتیٰ کہ مدینہ منورہ میں آپہنچا۔ مسجد نبوی کے دروازے کے پاس آکر سواری سے اترا، اس کے پاؤں میں رسی باندھی، تلوار نکالی اور رسول اللہ ﷺ کی جانب چل پڑا۔ جب وہ حضور کے پاس داخل ہونے لگا تو عین اسی وقت حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بھی حاضر خدمت ہو رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔ ''آپ ذرا ٹھہریں۔'' پھر عمیر کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔

مَا اَقْدَمَكَ يَا عُمَيْرُ؟

عمیر! تم کس کام سے آئے ہو؟

عمیر نے جواب دیا۔

قَدِمْتُ عَلٰى أَسِيْرِىْ عِنْدَكُمْ

میں اپنے عزیز سے ملنے آیا ہوں جو تمہارے پاس قید ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ ''اگر میں تمہیں بتادوں کہ تم کس کام سے آئے ہو تو کیا میری تصدیق کرو گے؟'' کہنے لگا۔ ''میں تو صرف اپنے قیدی سے ملنے آیا ہوں۔'' حضور ﷺ نے فرمایا۔

فَمَاذَا شَرَطْتَ لِصَفْوَانَ بْنِ اُمَيَّةَ فِى الْحَجَرِ؟

حطیم کعبہ میں بیٹھ کر صفوان بن امیہ کے ساتھ تم نے کونسی شرائط طے کی تھیں؟

یہ غیر متوقع سوال سن کر عمیر کے منہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ سخت گھبراہٹ کے عالم میں کہنے لگا۔ ''میں نے کیا شرائط طے کی تھیں؟''

رحمت عالم ﷺ نے فرمایا۔

تَحَمَّلْتَ لَهُ بِقَتْلِىْ عَلٰى اَنْ يَعُوْلَ بَنِيْكَ وَ يَقْضِىَ دَيْنَكَ وَاللّٰهُ حَائِلٌ بَيْنَكَ وَ بَيْنَ ذٰلِكَ

تم نے صفوان کے ساتھ مجھے قتل کرنے کی ذمہ داری اس شرط پر لی تھی کہ وہ تمہارے بیٹوں کی کفالت کرے گا اور تمہارا قرض ادا کرے گا۔ حالانکہ تمہارے ارادے کے پورا ہونے میں تقدیر الٰہی رکاوٹ بنی ہوئی ہے۔

علوم مصطفیٰ ﷺ کی یہ ہمہ گیری دیکھ کر عمیر بول اٹھا۔

اَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔

پھر عرض کی۔ ''یہ بات صرف میرے اور صفوان کے درمیان حطیم کعبہ میں ہوئی تھی۔ میرے اور اس کے علاوہ یہ کسی کو معلوم نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہمارے اس راز سے مطلع فرما دیا ہے۔ پس میں اللہ اور اس کے رسول پر صدق دل سے ایمان لاتا ہوں۔''

اس کے بعد حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکہ مکرمہ کی طرف واپس لوٹ آئے اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دینی شروع کر دی اور ان کے ہاتھ پر بے شمار لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے۔

مذکورہ روایت کو بیہقی اور طبرانی نے بہ سند ابن اسحاق، محمد بن زبیر سے نقل کیا ہے۔ نیز ابو نعیم نے زہری سے اور ابن سعد اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہی روایت نقل کی ہے۔ یہ تمام مرسل روایات ہیں۔ علاوہ ازیں طبرانی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے بہ سند ابو عمران جونی حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس حدیث کو بہ سند صحیح موصولاً نقل کیا ہے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ”اگر مطعم زندہ ہوتا اور اسیران بدر کی رہائی کے متعلق مجھ سے بات کرتا تو میں انہیں ضرور آزاد کر دیتا۔“

سفیان کہتے ہیں کہ مطعم کا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم پر کوئی احسان تھا اور محسن کائنات ﷺ کی یہ عادت کریمہ تھی کہ آپ ہمیشہ احسان کا بدلہ احسان سے دیتے تھے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں اسیران بدر کے متعلق بات چیت کرنے کے لئے حضور نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ اتفاقاً اس وقت آپ اپنے صحابہ کرام کو نماز پڑھا رہے تھے۔ میں نے سنا حضور یہ آیات تلاوت فرما رہے تھے۔

اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ لَوَاقِعٌ مَالَهٗ مِنْ دَافِعٍ (الطّور:7-8)

یقیناً آپ کے رب کا عذاب واقع ہو کر رہے گا۔ اسے کوئی ٹالنے والا نہیں۔

آیات کریمہ سن کر مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرا دل پھٹ رہا ہے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

”میں غزوۂ بدر میں مشرکین سے جنگ و قتال کرنے کے بعد واپس آیا تو مجھے بھوک لگی ہوئی تھی۔ ایک یہودن میرے پاس آئی اس نے سر پر ایک بڑا سا پیالہ اٹھا رکھا تھا جس میں بھونا ہوا مینا پڑا ہوا تھا۔ کہنے لگی۔

”اے محمد! (ﷺ) اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے آپ کو سلامت رکھا۔ میں نے منت مانی تھی کہ اگر آپ بخیر و عافیت مدینہ واپس تشریف لے آئے تو میں یہ مینا ذبح کر کے، بھون کر آپ کی خدمت میں پیش کروں گی تاکہ آپ اسے تناول فرمائیں۔“

اللہ تعالیٰ نے میمنے کو قوت گویائی بخش دی۔وہ کہنے لگا۔

یَا مُحَمَّدُ لَا تَأْكُلْنِیْ فَاِنِّیْ مَسْمُوْمٌ

اے محمد!(ﷺ) مجھے نہ کھایئے۔مجھ میں زہر ملا ہوا ہے۔

نوٹ:۔اگر آپ غور فرمائیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ باب ستر سے زائد معجزات پر مشتمل ہے۔

جنگ بدر میں فرشتوں کی شمولیت کی حکمت

حضرت علامہ سبکی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ جنگِ بدر میں حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ ملائکہ نے شرکت کیوں کی؟اس میں کیا حکمت کار فرما تھی کہ امداد کی خاطر بہت سے فرشتے نازل ہوئے حالانکہ صرف جبرئیل امین کو یہ طاقت حاصل تھی کہ ایک پر مار کر سب کفار کو کوسوں دور دھکیل دیتے؟

انہوں نے جواب دیتے ہوئے ارشاد فرمایا۔"نزول ملائکہ کا اصل مقصد نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اور آپ کے صحابہ کرام کی عزت افزائی کرنا تھا اور ملائکہ کی شرکت بالکل ایسے تھی جیسے عالم اسباب میں یہ صورت حال پیش آتی رہتی ہے کہ ایک لشکر کی امداد کے لئے دوسرا لشکر بھیج دیا جاتا ہے ورنہ سارے کام حکم الٰہی سے ہی انجام پاتے ہیں۔"

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰى قَوْمِهٖ مِنْ بَعْدِهٖ مِنْ جُنْدٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَمَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ

(یٰس:28)

اور نہ ہم نے اس(کی شہادت)کے بعد اس کی قوم پر آسمان سے کوئی لشکر اتارا اور نہ ہمیں اس کی ضرورت تھی۔

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں علامہ زمخشری کہتے ہیں۔

"یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ غزوۂ بدر اور غزوۂ خندق میں آسمان سے فرشتوں کے لشکر کیوں بھیجے گئے؟ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا (الاحزاب:9)

پس ہم نے بھیج دی ان پر آندھی اور ایسی فوجیں جنہیں تم دیکھ نہیں سکتے۔

پھر فرمایا۔

بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ۔ (الانفال:9)

ہزار فرشتوں کے ساتھ جو پے در پے آنے والے ہیں۔

ایک اور جگہ فرمایا۔

بِثَلاثَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُنْزَلِيْنَ (آل عمران:124)

تین ہزار فرشتوں کے ساتھ جو اتارے گئے ہیں۔

اسی طرح ایک اور مقام پر فرمایا۔

بِخَمْسَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ (آل عمران:125)

پانچ ہزار فرشتوں کے ساتھ جو نشان والے ہیں۔

علامہ زمخشری فرماتے ہیں کہ ان آیات کریمہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان سے فرشتے نازل فرما کر مسلمانوں کی مدد فرمائی۔ آخر ایسا کیوں ہوا؟

وہ اس سوال کا یہ جواب دیتے ہیں کہ باوجودیکہ اس کام کے لئے ایک فرشتہ کافی تھا جیسا کہ جبرئیل امین کے ایک پر سے قوم لوط کے شہروں کے شہر تباہ کر دیئے گئے۔ نیز قوم ثمود اور قوم صالح کی بستیوں کو صرف ایک چیخ سے نیست و نابود کر دیا گیا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کی امداد کے لئے ایک فرشتہ نہیں ہزاروں کی تعداد میں ملائکہ نازل فرمائے۔ یہ دراصل وہ خاص فضیلت اور امتیازی شان ہے جو اللہ تعالیٰ نے اولوالعزم انبیاء و رسل کے مقابلے میں خصوصی طور پر حضور ﷺ کو عطا فرمائی۔ اور یہ انفرادی اعزاز تھا جو کسی اور کو نہیں بخشا گیا۔ فرمان الٰہی میں وَمَا اَنْزَلْنَا (اور ہم نے نازل نہیں کیا) اور مَا كُنَّا مُنْزِلِيْنَ (اور ہم نازل نہیں کرتے تھے) جیسے الفاظ سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ فرشتوں کے لشکروں کو نازل کرنا بہت بڑا اعزاز ہے جس کے لئے صرف ذات پاک مصطفیٰ ﷺ ہی موزوں تھی۔ کسی اور کو یہ اعزاز نہیں بخشا گیا۔

باب

غزوہ غطفان میں معجزات کا ظہور

واقدی رحمۃ اللہ علیہ محمد بن زیاد سے، وہ زید بن ابی عتاب کے علاوہ ضحاک بن عثمان، عبدالرحمٰن بن محمد بن ابوبکر وغیرہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ خبر ملی کہ بنو غطفان کی شاخ بنو ثعلبہ بن محارب کے چند آدمی ذی امر کے مقام پر جمع ہیں اور رسول اللہ ﷺ کو چاروں طرف سے گھیر کر حملہ آور ہونا چاہتے ہیں۔ دعثور بن حارث ان کا سردار تھا۔ حضور ﷺ ساڑھے چار سو مجاہدین لے کر روانہ ہو گئے۔ آپ کے ساتھ جانے والوں میں چند مجاہد

گھوڑوں پر بھی سوار تھے۔ دشمن قبیلہ کے لوگ بھاگ کر پہاڑ کی چوٹی پر چلے گئے۔ حضور ﷺ نے ذی امر کے مقام پر پڑاؤ کیا اور خیمے لگا لئے۔ وہاں موسلا دھار بارش ہوئی۔ حضور رفع حاجت کے لئے تشریف لے گئے تو بارش کی وجہ سے آپ کے کپڑے بھیگ گئے آپ نے ایک طرف ہو کر بھیگے ہوئے کپڑے اتارے اور سکھانے کے لئے درخت پر پھیلا دیئے۔ پھر آپ درخت کے نیچے لیٹ گئے۔ دشمن قبیلہ کے لوگ دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے اپنے قبیلے کے بہادر سردار دعثور سے کہا۔ اب محمد (ﷺ) تمہارے قابو میں آ چکے ہیں۔ بالکل اکیلے ہیں۔ اگر اپنے ساتھیوں کو مدد کے لئے یہاں سے پکاریں گے تو پھر بھی ان کی مدد کے لئے کوئی نہ آ سکے گا۔ جاؤ انہیں قتل کر دو۔ (العیاذ باللہ) دعثور نے ایک تیز تلوار چنی اور اپنے مقصد کی طرف چل پڑا حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس جا کھڑا ہوا اور تلوار کو فضا میں لہراتے ہوئے بولا۔

مَنْ یَّمْنَعُكَ مِنِّیْ اَلْیَوْمَ؟

آج آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟

آپ ﷺ نے فرمایا۔ "میرا اللہ۔"

اسی اثناء میں جبرئیل امین نے اس کے سینے میں مکا مار کر دھکا دیا تو تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فوراً تلوار اٹھالی اور فرمایا۔

مَنْ یَّمْنَعُكَ مِنِّیْ؟

تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟

کہنے لگا۔ "کوئی بھی نہیں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اس کے رسول ہیں۔ آج کے بعد میں کبھی آپ کے مقابلے میں لشکر کشی نہیں کروں گا۔"

رحمتِ عالم ﷺ نے اسے تلوار واپس کر دی۔ وہ چلا گیا تھوڑی دور جا کر مڑ آیا۔ اور کہنے لگا۔ "اللہ کی قسم! آپ مجھ سے بدرجہا بہتر اور افضل ہیں۔" حضور نے فرمایا۔ "میں تجھ سے اس بات کا زیادہ حقدار ہوں۔" پھر وہ اپنے قبیلے والوں کے پاس آ گیا۔ انہوں نے کہا۔ "تجھے کیا ہو گیا تھا۔ تو باتیں کرتا رہا۔ اور تلوار بھی تیرے ہاتھ میں تھی"

اس نے کہا۔ "اللہ کی قسم! میرا ابھی یہی خیال تھا۔ مگر وہاں جا کر میں نے ایک سفید دراز قامت شخص دیکھا۔ جس نے میرے سینے پر مکا مار کر دھکا دیا تو میں پشت کے بل گر پڑا اور میں سمجھ گیا کہ یہ کوئی فرشتہ ہے۔ اب میں مسلمان ہو آیا ہوں۔ میں نے گواہی دے دی ہے کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔" پھر وہ اپنی قوم کو دین اسلام کی طرف دعوت دینے لگا۔ اس موقع پر یہ

آیت نازل ہوئی۔

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اذْکُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَیْکُمْ اِذْهَمَّ قَوْمٌ اَنْ یَّبْسُطُوْآ اِلَیْکُمْ اَیْدِیَهُمْ فَکَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْکُمْ۔ (المائدہ:11)

اے ایمان والو! اللہ کی وہ نعمت یاد کرو جو تم پر ہوئی جب ایک قوم نے پختہ ارادہ کر لیا تھا کہ وہ تمہاری طرف اپنے ہاتھ بڑھائیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں کو تم سے روک دیا۔

اسے بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل کیا ہے اور کہا ہے کہ اس سے ملتا جلتا ایک اور واقعہ غزوۂ ذات الرقاع کے متعلق بھی روایت کیا گیا ہے۔ اگر اس غزوہ کا یہ واقعہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ کو یاد تھا تو پھر یہ دو الگ الگ واقعے ہوں گے۔

باب

"غزوۂ بنی نضیر" میں ظاہر ہونے والے معجزات

یعقوب بن سفیان، ابو صالح سے وہ لیث رحم اللہ علیہ سے وہ عقیل سے اور وہ حضرت ابن شہاب سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ بدر کے چھ ماہ بعد یہودیوں کے قبیلہ بنی نضیر کے ساتھ مسلمانوں کی جنگ ہوئی۔ سرور کون و مکاں ﷺ نے ان کا محاصرہ کر لیا۔ بالآخر وہ جلاوطنی پر آمادہ ہو گئے۔ انہیں اجازت دی گئی کہ جو مال و متاع اور ساز و سامان وہ اونٹوں پر لاد سکتے ہیں، لے جائیں مگر اسلحہ نہیں لے جا سکتے۔ رسول اللہ ﷺ نے انہیں شام کی جانب جلاوطن کیا۔ ان کی یہ حالت تھی کہ چھتوں میں لگی ہوئی کوئی چیز بھی اگر انہیں پسند آتی تو اسے بھی نکال کر اونٹوں پر لاد لیتے۔ ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔ هُوَالَّذِیْٓ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْکِتَابِ مِنْ دِیَارِهِمْ لِاَوَّلِ الْحَشْرِ مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ یَّخْرُجُوْا وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ مَّانِعَتُهُمْ حُصُوْنُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَاَتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ حَیْثُ لَمْ یَحْتَسِبُوْا وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الرُّعْبَ یُخْرِبُوْنَ بُیُوْتَهُمْ بِاَیْدِیْهِمْ وَاَیْدِی الْمُؤْمِنِیْنَ۔ فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ وَلَوْ لَآ اَنْ کَتَبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِی الدُّنْیَا وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ۔ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَمَنْ

يُشَآقِ اللّٰهَ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ۔ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّيْنَةٍ اَوْ تَرَكْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓى اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيُخْزِىَ الْفَاسِقِيْنَ۔ (الحشر: 1 تا 5)

جو چیز آسمانوں اور زمین میں ہے اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کر رہی ہے اور وہی سب پر غالب، بڑادانا ہے۔ وہی تو ہے جو اہل کتاب کے کافروں کو پہلی جلاوطنی کے وقت ان کے گھروں سے باہر نکال لایا۔ تم نے کبھی یہ خیال بھی نہ کیا تھا کہ وہ نکل جائیں گے اور وہ بھی گمان کرتے تھے کہ انہیں اللہ کے قہر سے ان کے قلعے بچالیں گے۔ پس اللہ کا قہر ان پر اس جگہ سے آیا جس کا انہیں خیال بھی نہ تھا اور اللہ نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا۔ چنانچہ وہ اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے اور اہل ایمان کے ہاتھوں سے برباد کر رہے ہیں۔ پس اے دیدۂ بینا رکھنے والو! عبرت حاصل کرو۔ اور اگر اللہ نے ان کے حق میں جلاوطنی نہ لکھ دی ہوتی تو انہیں اس دنیا میں عذاب دے دیتا۔ اور ان کے لئے آخرت میں تو آگ کا عذاب ہے ہی۔ یہ سزا اس لئے دی گئی کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی تھی۔ اور جو اللہ کی مخالفت کرتا ہے تو اللہ عذاب دینے میں بڑا سخت ہے۔ جو کھجور کے درخت تم نے کاٹ ڈالے یا جن کو تم نے چھوڑ دیا کہ اپنی جڑوں پر کھڑے رہیں تو یہ (دونوں باتیں) اللہ کے اذن سے تھیں تاکہ وہ فاسقوں کو رسوا کرے۔

تورات شریف میں لکھا ہوا تھا کہ انہیں جلاوطن کر دیا جائے گا۔ یہ قوم سبط سے تعلق رکھتے تھے۔ حضور علیہ کے ہاتھوں جلاوطن ہونے سے پہلے اس قوم کے ساتھ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ انہیں جلاوطن کیا گیا ہو۔ اسے بیہقی نے بھی نقل کیا۔ پھر ایک اور سند سے زہری رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے موصولاً نقل کیا اور فرمایا کہ اس سند میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام نامی ذکر کرنا مشکوک ہے۔

میں کہتا ہوں کہ ایسی بات نہیں ہے کیونکہ اسی سند موصول کے واسطہ سے حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ روایت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نقل کی ہے اور اسے صحیح روایت قرار دیا ہے۔

ابوداؤد اور بیہقی رحمۃ اللہ علیہ عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک سے اور وہ ایک صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بنو نضیر کے کھجور کے درخت اللہ تعالیٰ نے صرف حضور نبی پاک علیہ کو خصوصی طور پر عطا فرمائے تھے۔ ان میں کسی کا حصہ نہیں رکھا گیا۔ جیسا کہ فرمان

الٰہی ہے۔

مَآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلٰی رَسُوْلِہٖ مِنْھُمْ فَمَآ اَوْجَفْتُمْ عَلَیْہِ مِنْ خَیْلٍ وَّ لَارِکَابٍ

(الحشر:6)

اور جو مال اللہ تعالیٰ نے ان سے لے کر اپنے رسول کی طرف پلٹا دیئے تو نہ تم نے اس پر گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ۔

یعنی جنگ وقتال کئے بغیر یہ مال حاصل ہوا تھا۔ اس میں سے زیادہ تر مال فئی حضور نے مہاجرین میں تقسیم فرمادیا۔ کچھ مال دو حاجتمند انصاری آدمیوں کو بھی عطا فرمایا اور دیگر انصار کو کوئی چیز نہیں دی گئی اور باقیماندہ بنو فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں میں آیا۔

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بنو نضیر کا مال اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو عطا فرمادیا تھا نہ اس کے لئے مسلمانوں نے گھوڑے دوڑائے اور نہ اونٹ۔ یعنی جنگ نہیں کی۔ لہٰذا یہ مال فئی صرف رسول اللہ ﷺ کو دیا گیا۔ آپ سال تک اس میں سے اپنے اہل وعیال پر خرچ کرتے رہے اور جو باقی بچا مثلاً جنگی سواریاں اور ہتھیار تو یہ چیزیں فی سبیل اللہ دے دیں۔

بیہقی اور ابو نعیم بہ سند موسیٰ بن عقبہ رحمہم اللہ زہری سے نیز بہ سند عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نقل کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ بنو نضیر کے پاس تشریف لے گئے تاکہ کلابیین کی دیت ادا کرنے کے سلسلے میں ان سے حسب معاہدہ امداد حاصل کریں، انہوں نے کہا، ابو القاسم! آپ تشریف رکھیں۔ پہلے کھانا تناول فرمائیں پھر آپ کا کام کریں گے۔ بعد میں چلے جانا۔ حضور اپنے صحابہ کرام کے ساتھ ایک دیوار کے سائے میں بیٹھ کر انتظار کرنے لگے کہ ابھی بنو نضیر مسئلے کا حل نکال لیں گے۔ جب وہ بد بخت حضور سے الگ ہوئے تو شیطان ان کے ساتھ لگ گیا اور وہ رسول اللہ ﷺ کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے کا منصوبہ بنانے لگے۔ کہنے لگے۔ یہ اتنے قریب ہمیں کبھی نہ ملیں گے۔ ایک یہودی بولا۔ اگر تمہاری اجازت ہو تو جس مکان کی دیوار کے سائے میں وہ بیٹھے ہیں، میں اس پر چڑھ کر ایک بھاری پتھر لڑھکا دیتا ہوں جس سے ان کا کام تمام ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے رسول پر وحی بھیج دی اور آپ کو بنو نضیر کی سازش سے آگاہ فرمادیا۔ حضور اٹھ کر واپس آگئے اور آپ کے صحابہ کرام بھی لوٹ آئے۔ اسی واقعہ کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْکُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ اِذْھَمَّ قَوْمٌ اَنْ یَّبْسُطُوْٓا

اِلَیۡکُمۡ اَیۡدِیَھُمۡ (المائدہ:11)

اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی وہ نعمت یاد کرو جو اس نے تم پر کی جب ایک قوم نے پختہ ارادہ کرلیا تھا کہ وہ تمہاری طرف اپنے ہاتھ بڑھائیں۔

جب یہود کی خیانت اور عہد شکنی سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پاک ﷺ کو آگاہ فرمادیا تو آپ نے انہیں حکم فرمایا کہ یہاں سے نکل جاؤ اور جہاں چاہتے ہو چلے جاؤ۔ منافقین کو جب اپنے اہل کتاب بھائیوں اور دوستوں کی اس حالتِ زار کا پتہ چلا تو ان کی طرف پیغام بھیجا کہ ہمارا جینا مرنا تمہارے ساتھ ہوگا۔ اگر تم سے جنگ کی گئی تو تمہاری مدد کرنا ہمارا فرض ہے اور اگر تمہیں جلا وطنی پر مجبور کیا گیا تو ہم بھی تم سے پیچھے نہیں رہیں گے۔ جب یہودیوں کو منافقین کی ان باتوں پر یقین آگیا تو ان کے تکبر اور خود بینی کی کوئی حد نہ رہی۔ ان کے مکر و فریب کو گویا مہمیز لگ گئی۔ شیطان نے انہیں فتح و ظفر کے سبز باغ دکھانے شروع کردیئے۔ چنانچہ انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کو کہلا بھیجا۔ ''ہم یہاں سے کبھی نہیں نکلیں گے۔ اگر تم نے ہم سے جنگ کرنے کی کوشش کی تو ہمیں بھی آمادۂ پیکار پاؤ گے۔'' اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے ان کے گھروں کا محاصرہ کرلیا۔ ان کے مکانات گرادیئے، کھجوروں کے درخت کاٹ ڈالے اور انہیں نذر آتش کردیا۔ اللہ تعالیٰ نے یہودیوں اور منافقوں کی دست درازیوں سے مسلمانوں کو مکمل طور پر بچالیا۔ منافقوں نے ان کی مدد کرنے کی ہمت نہ کی۔ دونوں کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے رعب ڈال دیا۔ جب یہودی منافقوں کی امداد سے مایوس ہوگئے تو انہیں چار و ناچار حضور ﷺ سے درخواست کرنا پڑی کہ انہیں جلاوطن کردیا جائے جس کی پیشکش حضور پہلے کرچکے تھے۔ آپ نے ان کے لئے یہی فیصلہ فرمایا کہ وہ مدینہ پاک سے نکل جائیں اور اسلحہ کے علاوہ جو ساز و سامان لے جانا چاہتے ہیں اپنے اونٹوں پر لاد کرلے جائیں۔

ابو نعیم نے بہ سند مقاتل، ضحاک رحمہم اللہ سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہی روایت نقل کی ہے۔ ابو نعیم نے اسے بہ سند کلبی، ابو صالح رحم اللہ علیہ سے اور انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی نقل فرمایا ہے۔

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح کی روایت حضرت عکرمہ اور یزید بن ابو زیاد وغیرہ سے نقل کی ہے۔ یزید کی روایت میں ہے کہ یہودیوں نے چاہا کہ چکی کا ایک بڑا پاٹ حضور پر پھینک دیں مگر اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسا کرنے سے روک دیا یہاں تک کہ جبرئیل امین آگئے اور حضور کو وہاں سے اٹھادیا۔ پھر مذکورہ آیت نازل ہوئی۔

واقدی رحمۃ اللہ علیہ ابراہیم بن جعفر سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب بنو نضیر مدینہ منورہ سے چلے گئے تو عمرو بن سعدی وہاں آیا۔ اس نے بنو نضیر کے متروکہ مکانات کا چکر لگایا اور کھنڈرات دیکھے۔ پھر بنو قریظہ کے پاس جا کر کہنے لگا۔ ''میں نے آج بڑا عبرتناک منظر دیکھا ہے۔ ہمارے بھائی جو کبھی عزت و عظمت، جاہ و جلال اور عقل و دانش سے متمتع تھے آج اپنے مال و متاع کو چھوڑ کر انتہائی ذلت کے ساتھ جلاوطن کر دیئے گئے ہیں اور پردیس میں جا کر آباد ہو گئے ہیں۔ تورات کی قسم! یہ ذلت و نکبت ایسی قوم پر کبھی مسلط نہیں ہوئی جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا تعلق ہوتا ہے۔ پس تم میری بات مان لو اور آؤ ہم سب مل کر محمد (ﷺ) کی اتباع کر لیں۔ اللہ کی قسم! تمہیں بخوبی علم ہے کہ وہ نبی برحق ہیں۔ ابن ہیبان ابو عمرو اور ابن جواس نے ہمیں ان کی تشریف آوری اور ان کے دین حق کے متعلق پہلے ہی خوشخبری سنا دی تھی۔ یہ دونوں یہودیوں کے بہت بڑے عالم تھے جو اسی توقع سے بیت المقدس چھوڑ کر یہاں آئے تھے کہ یہاں نبی آخر الزماں قدم رنجہ فرمائیں گے۔ انہوں نے ہمیں حکم دیا تھا کہ ہم حضور کے طوق غلامی کو زیب گلو کر لیں۔ نیز یہ بھی کہا تھا کہ ہم حضور کی خدمت میں ان کا سلام بھی عرض کر دیں۔ پھر وہ یہیں فوت ہو گئے تھے اور اسی سنگلاخ سرزمین میں مدفون ہوئے۔''

زبیر بن باطا نے کہا۔ میں نے واقعی ان کے اوصاف تورات میں پڑھے ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی۔ کعب نے کہا۔ تو پھر ان کی اتباع کرنے سے کیا چیز مانع ہے؟

زبیر نے کہا۔ سب سے بڑی رکاوٹ تم ہو۔

کعب کہنے لگا۔ وہ کیسے؟ میں نے تو کبھی ایسی رکاوٹ پیدا نہیں کی ہے؟ زبیر بولا۔ دراصل تم ہمارے جملہ عہد و پیمان کے مالک ہو۔ اگر تم ان کی اتباع کرو گے تو ہم بھی کر لیں گے۔ اگر تم انکار کرو گے تو ہم بھی انکار کر دیں گے۔

زبیر اور کعب کی یہ نوک جھونک سن کر عمرو بن سعدی نے مداخلت کی اور کعب کے ساتھ اس سلسلے میں کافی دیر تک بحث مباحثہ کرتا رہا۔ آخرکار کعب نے یہ کہہ کر بات ختم کر دی کہ میں ان کے بارے میں اور کچھ نہیں کہتا۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ میرا جی نہیں چاہتا کہ میں ان کا تابع فرمان بن جاؤں۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ بہ سند ابو زبیر حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور نبی کریم ﷺ نے بنو نضیر کا محاصرہ کیا اور یہ محاصرہ کافی طول پکڑ گیا تو جبرئیل امین

حضور کے پاس آئے۔ اس وقت آپ اپنا سر مبارک دھو رہے تھے۔ جبرئیل نے کہا۔ اللہ آپ کا بھلا کرے۔ آپ لوگ بہت جلدی اکتا گئے ہیں۔ اللہ کی قسم! جب سے آپ یہاں آئے ہیں ہم نے بھی اپنی زرہیں نہیں اتاریں۔ اٹھئے اور ہتھیار باندھ لیجئے۔ قسم بخدا! میں انہیں ایسے ریزہ ریزہ کردوں گا جیسے انڈا چٹان پر گر کر ریزہ ریزہ ہو جاتا ہے۔ پس ہم اٹھ کھڑے ہوئے اور ان پر فتح پالی۔

باب

کعب بن اشرف کے قتل کے وقت معجزات کا ظہور

ابن اسحٰق، ابن راہویہ، احمد اور بیہقی رحمہم اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ان آدمیوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ بقیع الغرقد تک تشریف لے گئے (جنہیں حضور نے کعب بن اشرف کو قتل کرنے کے لئے بھیجا تھا) انہیں روانہ فرما کر ارشاد فرمایا۔ "اللہ کا نام لے کر چل پڑو۔ اے اللہ! ان کی مدد فرمانا۔"

بیہقی بہ سند ابن اسحاق رحمہما اللہ عبداللہ بن معقب سے روایت کرتے ہیں کہ کعب بن اشرف کے قتل کے موقع پر حضرت حارث بن اوس کے سر اور پاؤں میں تلواروں کے کچھ زخم آئے۔ صحابہ کرام انہیں بارگاہ مصطفیٰ علیہ اطیب التحیۃ واکمل الثناء میں اٹھا لائے۔ حضور نے ان کے زخموں پر اپنا لعاب دہن لگایا تو ان کی ساری تکلیف رفع ہو گئی۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس روایت کو واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی اسناد کے ساتھ نقل کیا ہے۔

باب

غزوۂ احد میں ظاہر ہونے والے معجزات

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی پاک ﷺ نے فرمایا۔

"میں نے عالم خواب میں دیکھا کہ میں سرزمین مکہ سے ہجرت کر کے ایسی جگہ جا پہنچا ہوں جہاں ہر طرف کھجوروں کے درخت ہیں۔ میں سمجھا کہ وہ یمامہ یا ہجر ہے مگر بعد میں پتہ چلا کہ وہ مدینہ منورہ (یثرب) تھا۔ میں نے اسی خواب میں یہ بھی دیکھا کہ میں نے ایک تلوار فضا میں لہرائی تو اس کا اگلا حصہ ٹوٹ گیا۔ اس کی تعبیر یہ نکلی کہ جنگ احد میں مسلمانوں کو کافی صدمہ پہنچا۔ میں نے عالم خواب میں پھر اسی تلوار کو فضا میں حرکت دی تو وہ پہلے کی طرح ٹھیک ہو گئی۔ اس کی تاویل یہ

سامنے آئی کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں میں اتحاد پیدا کر دیا اور انہیں فتح و نصرت سے نوازا۔ پھر میں نے ایک گائے دیکھی اور خیر و برکت کے آثار دیکھے۔ یہ در حقیقت وہ لوگ تھے جو غزوۂ احد میں پلٹ کر مصروف پیکار ہو گئے تھے۔ اور خیر و برکت یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے غزوۂ بدر کے بعد ہمیں ہر طرح کی خیر و برکت اور بہترین جزاء عطا فرمائی۔

احمد، بزار، طبرانی اور بیہقی رحمہم اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ احد کے موقع پر جب مشرکین آئے تو رسول اللہ ﷺ کی رائے یہ تھی کہ مدینہ منورہ میں رہ کر ان کا مقابلہ کیا جائے۔ مگر جو صحابہ کرام غزوۂ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے انہوں نے عرض کی یا رسول اللہ! آپ ہمیں احد تک لے جائیں۔ ہم وہاں جا کر ان سے جنگ کریں گے۔ ان کی خواہش تھی کہ انہیں بھی وہی فضیلت جہاد حاصل ہو جائے جو بدر میں شریک ہونے والے صحابہ کرام کو حاصل تھی۔ لہٰذا باہر نکل کر جنگ کرنے کے متعلق ان کا اصرار بڑھتا گیا۔ بالآخر رسول اللہ ﷺ نے جنگی ہتھیار پہن لئے۔ اچانک ان میں احساس ندامت پیدا ہو گیا۔ انہوں نے دوبارہ عرض کی۔ یا رسول اللہ! آپ مدینہ پاک کے اندر ہی ٹھہریں۔ آپ کی رائے ہی سب سے بہتر رائے ہے۔ یہ سن کر حضور نبی پاک ﷺ نے فرمایا۔

"جب اللہ کا نبی جنگی ہتھیار پہن لے تو اس کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ انہیں اتار دے جب تک کہ اللہ تعالیٰ اس کے اور اس کے دشمن کے درمیان کوئی فیصلہ نہ فرمادے۔"

اس روز نبی کریم ﷺ نے ہتھیار لگانے سے پہلے ان سے فرمایا تھا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں محفوظ زرہ میں ملبوس ہوں۔ میں نے اس کی تعبیر یہ کی ہے کہ میں مدینہ منورہ میں ہوں۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ میں ایک مینڈھے کا پیچھا کر رہا ہوں جس کی تعبیر یہ تھی کہ میں سالار لشکر کا تعاقب کر رہا ہوں۔ میں نے یہ بھی دیکھا کہ میری تلوار ذوالفقار کنارے سے ٹوٹ رہی ہے۔ میں سمجھا کہ تمہاری صفوں میں انتشار کے آثار پیدا ہو گئے ہیں۔ میں نے ایک گائے کو ذبح ہوتے بھی دیکھا۔ جبکہ گائے خیر و برکت کی علامت ہے۔

احمد، بزار، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "میں نے خواب دیکھا کہ میں ایک مینڈھے کے پیچھے جا رہا ہوں اور میری تلوار کا کنارہ ٹوٹ گیا ہے۔ میں اس کی تعبیر یہ سمجھا کہ میں دشمن کے سردار کو قتل کروں گا اور تلوار ٹوٹنے کا یہ مطلب نکلا کہ میرے خاندان کا کوئی شخص شہید ہو جائے گا۔ راوی فرماتے ہیں کہ اس جنگ میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کیا گیا اور حضور نبی کریم ﷺ نے

مشرکین کے علمبردار طلحہ کو قتل کر دیا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ بہ سند موسیٰ بن عقبہ۔ ابن شہاب سے روایت کرتے ہیں کہ لوگ کہا کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے عالم خواب میں جو تلوار کو ٹوٹتے دیکھا تھا وہ دراصل آپ کے چہرۂ انور کو پہنچنے والی تکلیف کی طرف اشارہ تھا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ بہ سند موسیٰ بن عقبہ ابن شہاب سے اور وہ حضرت سعید بن میتب سے روایت کرتے ہیں کہ جب ابی بن خلف نے فدیہ ادا کیا تو کہنے لگا۔ واللہ! میرے پاس ایک گھوڑا ہے جسے میں روزانہ ایک فرق (ایک مخصوص پیمانہ) مکئی کھلاتا ہوں۔ میں اس پر سوار ہو کر محمد (ﷺ) کو قتل کر دوں گا۔ (العیاذ باللہ)۔ اس کی یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچی تو آپ نے فرمایا۔

بَلْ اَنَا اَقْتُلُهُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تعالٰی

بلکہ اگر اللہ نے چاہا تو وہ میرے ہاتھوں گھائل ہو گا۔

پھر جب وہ میدان کارزار میں اترا تو سر سے پاؤں تک آہنی ہتھیاروں میں ڈھکا ہوا تھا۔ وہ اسی گھوڑے پر سوار تھا۔ کہنے لگا۔ "اگر آج محمد (ﷺ) میرے حملے سے بچ گئے تو پھر میں نہ بچ سکوں گا۔" یہ کہہ کر اس نے حضور کو (نعوذ باللہ) قتل کرنے کی غرض سے حملہ کر دیا۔ موسیٰ بن عقبہ کہتے ہیں کہ حضرت سعید بن میتب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اسکو حملہ آور ہوتے دیکھ کر مسلمان اس کے مقابلے پر اتر آئے۔ مگر حضور نبی پاک ﷺ نے حکم فرمایا کہ اس کا راستہ خالی کر دو۔ لہٰذا مسلمانوں نے اس کا راستہ چھوڑ دیا۔ حضور ﷺ نے ابی بن خلف کی زرہ اور خود کے درمیان ہنسلی کے قریب نشانہ بنا کر نیزہ مارا تو وہ گھوڑے سے نیچے آگرا۔ نیزہ کے زخم سے خون بھی نہ نکلا۔ حضرت سعید بن میتب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی پسلی ٹوٹ گئی۔ اسی موقع کے متعلق ارشاد الٰہی ہے۔

وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (الانفال:17)

اور نہیں پھینکی آپ نے (وہ مشت خاک) جب آپ نے پھینکی بلکہ اللہ تعالیٰ نے پھینکی۔

ابی بن خلف کے ساتھی دوڑ کر اس کے پاس پہنچے۔ وہ بیل کی طرح آواز نکال رہا تھا۔ ساتھیوں نے کہا۔ تجھے معمولی سی خراش آئی ہے اور اتنا شور مچا رکھا ہے؟ ابی کہنے لگا کہ حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں ابی کو قتل کروں گا۔ پھر بولا۔ "قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! میں جس کرب میں مبتلا ہوں اگر ذی المجاز کے لوگ اس سے دوچار ہوتے تو سبھی دم توڑ دیتے۔" بالآخر وہ مکہ پہنچنے سے پہلے چل بسا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس روایت کو عبدالرحمٰن بن خالد بن مسافر نے ابن شہاب سے اور انہوں نے حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ سے بھی نقل کیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اس روایت کو اسی سند سے ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ اور ابو نعیم نے بھی ذکر کیا ہے۔ جبکہ بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے اسے حضرت عروہ بن زبیر سے روایت کیا۔ البتہ اس میں یہ ذکر نہیں کیا کہ اس کی پسلی ٹوٹ گئی یا آیت کریمہ نازل ہوئی۔

بیہقی بہ سند ابن اسحاق روایت کرتے ہیں کہ زہری رحم اللہ علیہ نے بتایا کہ ابی بن خلف، حضور نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچا تو کہہ رہا تھا۔ اے محمد! (ﷺ) اگر آپ میرے ہاتھوں سے بچ گئے تو پھر میرا بچنا مشکل ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی۔ یارسول اللہ! ہم میں سے کسی کو حکم فرمائیں کہ اس کا راستہ روک دے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ "اسے کچھ نہ کہو" ابی جب قریب آیا تو حبیب خدا ﷺ نے حارث بن صمہ سے نیزہ لیا اور ایسی تیزی سے نیزے کو حرکت دی کہ ہم ڈر کر دور ہٹ گئے جیسے اونٹ اپنے جسم کو حرکت دے تو اس کے بال منتشر ہو جاتے ہیں۔ پھر حضور سیدھے ابی کے سامنے تشریف لائے اور اس کی گردن میں نیزے کا وار کر دیا۔ وہ لڑھکتا ہوا گھوڑے سے نیچے گرا۔

ابو نعیم نے بہ سند ابن اسحاق رحمہما اللہ صالح بن ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف سے یہی روایت نقل کی ہے۔

ابو نعیم بہ سند ابن اسحاق زہری رحمہم اللہ سے اور وہ عبداللہ بن کعب بن مالک سے نیز عاصم بن عمر بن قتادہ سے اور وہ عبداللہ بن کعب بن مالک سے اور وہ اپنے والد سے بھی یہی روایت نقل کرتے ہیں۔

ابو نعیم بہ سند معمر رحمہما اللہ، حضرت مقسم سے یہی روایت ذکر کرتے ہیں۔ اس میں یہ بھی ہے کہ ابی بن خلف نے کہا۔ اگر حضور مجھ پر صرف تھوک دیتے تب بھی میں قتل ہو جاتا۔ کیا تمہیں یاد نہیں کہ انہوں نے کہا تھا کہ میں اسے قتل کروں گا۔

واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہا کرتے تھے کہ ابی بن خلف وادی رابغ کی نشیبی جگہ میں مرا تھا۔ ایک دفعہ میں وہاں سے گزر رہا تھا۔ رات کا کافی حصہ بیت چکا تھا۔ اچانک کیا دیکھتا ہوں کہ سامنے آگ بھڑک رہی ہے۔ یہ ہیبت ناک منظر دیکھ کر میں ڈر گیا۔ یکایک اس آگ سے ایک آدمی نکلا جو بیڑیوں میں جکڑا ہوا تھا۔ وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا۔ "پیاس! پیاس!" میں نے ایک دوسرے شخص کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا۔ اسے پانی نہ پلانا۔ یہ ابی بن خلف ہے جس کو

رسول اللہ ﷺ نے قتل کیا تھا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے ابن شہاب، عاصم بن عمر بن قتادہ، محمد بن یحییٰ بن حبان وغیرہ سے یہ روایت کی ہے کہ غزوۂ بدر میں ایک مشرک اونٹ پر سوار ہو کر میدان میں نکلا اور دعوتِ مبارزت دینے لگا۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فوراً اٹھے اور اس پر عقاب کی طرح جھپٹ پڑے۔ اس کے اونٹ کے کجاوے گتھم گتھا ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ''جو نیچے زمین پہ گرے گا مارا جائے گا۔'' اس اثنا میں مشرک گر پڑا اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر چڑھ بیٹھے اور اسے تلوار سے ذبح کر دیا۔

اس روایت کو بیہقی نے بھی نقل کیا ہے۔

احمد، بخاری، اور نسائی رحمہم اللہ حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ احد میں حضور نبی کریم ﷺ نے ایک خاص جگہ پچاس تیر اندازوں کو مقرر فرمایا۔ حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کا نگران اعلیٰ مقرر فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا۔ ''اگر تم دیکھو کہ ہمیں پرندے اچک کر لے جا رہے ہیں پھر بھی تم اپنی جگہ نہ چھوڑنا جب تک میں خود تمہیں نہ بلالوں۔'' پھر جنگ ہوئی اور مسلمانوں نے کفار کو مار بھگایا۔ میں نے دیکھا کہ عورتیں سخت پریشانی کے عالم میں پہاڑ پر دوڑ رہی تھیں۔ ان کی پنڈلیاں عریاں، پازیب نمایاں اور کپڑے اوپر اٹھے ہوئے تھے۔ کفار کی یہ بدحواسی دیکھ کر حضرت عبداللہ بن جبیر کے تیر انداز ساتھیوں نے کہا۔ ارے لوگو! مال غنیمت لوٹنے کا وقت ہے، مسلمان فتح پا چکے ہیں۔ اب انتظار کس بات کا؟ حضرت عبداللہ بن جبیر نے فرمایا۔ ''کیا تمہیں رسول اللہ ﷺ کا فرمان بھول گیا ہے۔'' وہ کہنے لگے۔ ہم تو ضرور جائیں گے اور دیگر صحابہ کے ساتھ مل کر مال غنیمت حاصل کریں گے۔ جب یہ تیر انداز میدان جنگ میں اتر آئے تو جنگ کا پانسا پلٹ گیا اور مسلمانوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ حضور نبی پاک ﷺ انہیں پیچھے بلا رہے تھے اس وقت حضور کے پاس صرف بارہ صحابہ رہ گئے تھے۔ انہوں نے ہمارے ستر مجاہد شہید کر دیئے۔ غزوۂ بدر کے موقع پر مسلمانوں نے کفار کو ایک سو چالیس آدمیوں کا نقصان پہنچایا تھا یعنی ستر قیدی بنائے اور ستر کو موت کے گھاٹ اتارا۔

احمد اور بیہقی رحمہما اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جس طرح غزوۂ احد کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد کی گئی، کسی اور موقع پر اس طرح مدد نہیں کی گئی۔ لوگوں نے ان کی اس بات کا انکار کر دیا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا۔ میرے اور تمہارے جھگڑے کا فیصلہ اللہ کی کتاب کرے گی۔ غزوۂ احد کے

متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ (آل عمران:152)

اور بے شک اللہ نے تم سے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا جبکہ تم کافروں کو اس کے حکم سے قتل کر رہے تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ "اِذتحسونهم" میں "الحس" سے مراد قتل کرنا ہے اور آیت کریمہ "حتی اذا فشلتم" میں تیر اندازوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ جنہیں حضور نبی پاک ﷺ نے ایک مخصوص جگہ متعین فرمایا تھا۔ پھر ان کو یہ تاکید فرمائی تھی کہ تم ہماری پشت پر رہ کر دفاع کرنا اگر بالفرض تم ہمیں قتل ہوتے بھی دیکھو تو ہماری مدد کو نہ آنا۔ اور اگر ہمیں مال غنیمت جمع کرتے دیکھو تو ہمارے ساتھ آکر شریک نہ ہو جانا۔ مگر جب مسلمانوں نے مشرکین کے لشکر کو مار بھگایا اور مال غنیمت جمع کرنے کا وقت آیا تو سارے تیر انداز غنیمت جمع کرنے کے لئے دوڑ پڑے اور مسلمانوں کی صفوں میں گھل مل گئے۔ راوی نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسرے میں پیوست کر کے کہا کہ اس طرح باہم آملے۔ ادھر جب تیر اندازوں نے درہ خالی چھوڑ دیا تو چند گھوڑ سوار وہاں سے داخل ہو کر صحابہ کرام پر حملہ آور ہو گئے۔ مسلمان اس قدر پریشان ہوئے کہ اپنے پرائے کا پتہ نہ چلتا تھا اور اسی بھگدڑ میں اپنوں پر وار کرنے لگے۔ مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد شہید ہو گئی حالانکہ دن کے پہلے پہر میں رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام واضح کامیابی حاصل کر چکے تھے اور مشرکوں کے سات یا نو علمبردار مارے جا چکے تھے۔ ادھر شیطان نے چیخ کر کہا۔ محمد (ﷺ) قتل ہو گئے ہیں۔ اس کی یہ افواہ سن کر لوگوں نے یقین کر لیا۔ پھر حضور ﷺ سامنے تشریف لائے تو ہم نے پہچان لیا کیونکہ ہم آپ کے خرام ناز سے واقف تھے۔ جونہی ہماری نظر سرکارِ دو عالم ﷺ پر پڑی ہماری ساری پریشانی ختم ہو گئی۔ ہم اتنے خوش ہوئے گویا ہم پر کوئی تکلیف آئی ہی نہ تھی۔ حضور نمایاں جگہ پر کھڑے ہو کر فرما رہے تھے۔ "اس قوم پر اللہ تعالیٰ کا شدید غضب ہے جس نے اللہ کے رسول کے چہرے کو خون آلود کر دیا۔" پھر آپ فرماتے۔ "اے اللہ! یہ ان کے لئے مناسب نہیں کہ ہم پر غالب آجائیں۔"

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے غزوۂ احد میں رسول اللہ ﷺ کے دائیں بائیں دو آدمیوں کو لڑتے ہوئے دیکھا۔ انہوں نے سفید کپڑے پہن رکھے تھے۔ اور رسول اللہ ﷺ کا بھرپور دفاع کر رہے تھے۔ میں نے انہیں نہ کبھی پہلے دیکھا تھا اور نہ بعد میں۔ راوی کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ حضرت

جبرئیل اور حضرت میکائیل علیہما السلام تھے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ بدر کے علاوہ ملائکہ نے کبھی جنگ نہیں کی۔ بیہقی فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ غزوۂ احد میں جب لوگوں نے رسول پاک ﷺ کی بات نہ مانی اور آپ کے حکم پر ثابت قدم نہ رہے تو ان کی طرف سے فرشتوں نے جنگ نہ کی۔

واقدی رحمۃ اللہ علیہ اپنے شیوخ سے آیت کریمہ ''بَلٰی اِنْ تَصْبِرُوْا وَاتَّقُوْا'' کی تفسیر میں ذکر کرتے ہیں کہ انہوں نے ثابت قدمی کا مظاہرہ نہ کیا اور دور چلے گئے۔ لہٰذا ان کی مدد بھی نہیں کی گئی۔ اسے بیہقی نے بھی نقل کیا ہے۔

بیہقی حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا ان سے وعدہ تھا کہ اگر وہ صبر کریں گے اور تقویٰ اختیار کریں گے تو وہ پانچ ہزار علامت خاص والے فرشتوں کے ساتھ ان کی مدد فرمائے گا۔ اور ایسا ہوا بھی تھا۔ مگر جب انہوں نے حکم رسول کی مخالفت کی میدان جنگ کو چھوڑ دیا اور حصول دنیا کا ارادہ کر لیا تو انہیں فرشتوں کی امداد سے بھی محروم کر دیا گیا۔

ابن سعد بہ سند واقدی رحمہما اللہ ان کے شیوخ سے نقل کرتے ہیں کہ جب مشرکین شکست کھا گئے تو تیر انداز مال غنیمت جمع کرنے کے لئے آ گئے۔ مشرکین نے موقع پاتے ہی پلٹ کر حملہ کر دیا اور مسلمانوں کو شہید کرنے لگے۔ مسلمانوں کی صفیں انتشار کا شکار ہو گئیں اور پھر معرکہ کار زار گرم ہو گیا ہوا بھی بدل گئی۔ پہلے مشرق سے چل رہی تھی اب مغرب کی طرف سے چلنے لگی۔ ابلیس نے آواز دی۔ ''محمد (ﷺ) قتل ہو گئے ہیں۔'' مسلمانوں کو کچھ سجھائی نہ دیتا تھا۔ بے سوچے سمجھے لڑ رہے تھے۔ جلد بازی اور خوف و ہراس کے عالم میں اپنوں پر وار کر بیٹھتے تھے۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے۔ پھر ایک فرشتہ حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکل میں آیا اور اس نے جھنڈا تھام لیا۔ اس دن فرشتے آئے تھے مگر انہوں نے جنگ میں حصہ نہیں لیا۔

طبرانی، ابن مندہ اور ابن عساکر رحمہم اللہ بہ سند محمود بن لبید، حارث بن صمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ احد میں حضور نبی کریم ﷺ نے گھاٹی میں کھڑے ہو کر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں مجھ سے پوچھا۔ میں نے عرض کی کہ میں نے انہیں پہاڑ کے دامن میں دیکھا ہے۔ حضور نے فرمایا۔ ان کے ساتھ فرشتے جنگ کر رہے تھے۔ حضرت حارث فرماتے ہیں کہ میں حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا،

کیا دیکھتا ہوں کہ ان کے سامنے سات لاشیں پڑی ہیں۔ میں نے ان سے کہا۔ کامیابی تمہارا مقدر ہو۔ کیا ان سب کو تم نے قتل کیا ہے؟ انہوں نے کہا۔ ان دو کو تو میں نے قتل کیا ہے۔ مگر باقی کو نادیدہ اشخاص نے قتل کیا ہے۔ میں نے کہا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے سچ فرمایا ہے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ محمد بن شرحبیل عبدری سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوۂ احد میں جھنڈا اٹھایا ہوا تھا۔ لڑتے لڑتے ان کا داہنا ہاتھ کٹ گیا۔ تو بائیں ہاتھ میں جھنڈا پکڑ لیا اور کہہ رہے تھے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ (آل عمران:144)

اور محمد (مصطفیٰ) نہیں مگر اللہ کے رسول۔ آپ سے پہلے کئی رسول گزر چکے ہیں۔

پھر ان کا بایاں ہاتھ کٹ گیا تو جھک کر اپنے بازوؤں کی مدد سے جھنڈا اٹھایا اور سینے سے لگا لیا اور یہی کلمات دہرا رہے تھے۔

وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ

پھر وہ شہید ہو گئے اور جھنڈا گر پڑا۔

محمد بن شرحبیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس روز تک "وما محمد الا رسول" والی آیت کریمہ نازل نہ ہوئی تھی۔ یہ بعد میں نازل ہوئی۔

ابن سعد، واقدی رحمہما اللہ سے وہ زبیر بن سعید نوفلی سے اور وہ عبداللہ بن فضل بن عباس بن ربیعہ بن عبدالمطلب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ احد میں حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جھنڈا عطا فرمایا۔ پھر جب حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے تو ان کا ہم شکل ایک فرشتہ آیا اور اس نے جھنڈا تھام لیا۔ رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے۔ مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ! آگے بڑھو۔ فرشتہ آپ کی طرف متوجہ ہوا اور کہنے لگا۔ "میں مصعب نہیں ہوں۔" حضور ﷺ کو پتہ چل گیا کہ یہ فرشتہ ہے جس کے ذریعے ان کی مدد کی گئی ہے۔

ابن ابی شیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ("مصنف" میں) زید بن حبان سے، وہ موسیٰ بن عبیدہ سے اور وہ محمد بن ثابت سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ احد میں ارشاد فرمایا۔ مصعب! پیش قدمی کرو۔ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی۔ یارسول اللہ! "کیا مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید نہیں ہو گئے؟" حضور نے فرمایا۔ "ہاں۔ وہ شہید ہو گئے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتے کو ان کی جگہ بھیج دیا ہے۔ اس کا نام بھی مصعب رکھا گیا ہے۔"

واقدی اور ابن عساکر رحمہما اللہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

کرتے ہیں کہ غزوۂ احد میں مجھ پر تیر مارے جارہے تھے۔ایک سفید رنگ کا خوبرو شخص میرا دفاع کررہا تھا جسے میں نہیں پہچانتا تھا اور آج تک میں اسے نہ پہچان سکا۔ میرے خیال میں وہ فرشتہ تھا۔

ابن اسحاق، بیہقی اور ابن عساکر رحمہم اللہ حضرت عبداللہ بن عون سے اور وہ عمیر بن اسحاق سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ بدر میں لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے منتشر ہو گئے۔ حضرت سعد رحمۃ اللہ علیہ حضور کے سامنے کھڑے ہو کر تیر اندازی کررہے تھے۔ایک نوجوان انہیں تیر دے رہا تھا۔جب وہ ایک تیر چلا لیتے تو وہ دوسرا تیر دے دیتا اور کہتا۔اے ابواسحاق! تیر اندازی کرتے رہو۔جب جنگ سے فارغ ہو گئے تو انہوں نے معلوم کرنا چاہا کہ وہ نوجوان کون تھا۔ مگر انہیں کوئی بھی نظر نہ آیا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ زہری سے روایت کرتے ہیں کہ قریش پہاڑ پر چڑھے تو رسول اللہ ﷺ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی۔

''اے اللہ! یہ مناسب نہیں کہ وہ ہم پر غالب آجائیں۔''

پھر حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور چند مہاجرین ان سے جنگ کرنے لگے حتیٰ کہ انہیں پہاڑ سے نیچے اتار دیا۔اسے بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل کیا ہے نیز انہوں نے حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اسی طرح کی روایت ذکر کی ہے۔

نسائی، طبرانی اور بیہقی رحمہم اللہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی انگلیوں کو کوئی تکلیف پہنچی تو ان کی زبان سے آہ نکل گئی۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

''اگر تم اللہ تعالیٰ کا نام لیتے تو لوگوں کی نگاہوں کے سامنے فرشتے تمہیں اوپر لے جاتے اور آسمان کی فضائے بسیط میں پہنچا دیتے۔''

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ احد میں مجھے تیر لگا میری زبان سے آہ نکل گئی۔ حضور رحمت عالم ﷺ نے فرمایا۔

''اگر تم بسم اللہ کہہ دیتے تو لوگوں کی نگاہوں کے سامنے فرشتے تمہیں اڑا لے جاتے۔''

دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ ''افراد'' میں حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ حضور ﷺ کی معیت میں تھے تو انہیں تیر آ لگا اور ان کی زبان سے آہ نکل گئی۔ سرور انبیاء ﷺ نے فرمایا۔

''اگر تم بسم اللہ کہہ دیتے تو اس دنیا میں رہتے ہوئے اپنے اس مکان کو دیکھ لیتے جو اللہ تعالیٰ

نے تمہارے لئے جنت میں بنایا ہے۔"

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ احد میں ان کے چچا حضرت انس بن نضر نے کہا۔ "قسم اس ذات کی جس کے قبضہء قدرت میں میری جان ہے! مجھے احد کے اس پار سے جنت کی خوشبو محسوس ہو رہی ہے اور اس میں ذرا شک نہیں کہ وہ جنت ہی کی خوشبو ہے۔"

ابن اسحاق، عاصم بن عمر بن قتادہ رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرشتے غسل دے رہے ہیں۔" لوگوں نے حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اہل خانہ سے ان کے بارے میں پوچھا اور جب ان کی نیک بخت بیوہ سے پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا کہ جب حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جہاد کا اعلان سنا تو اس وقت حالت جنابت میں تھے۔ پھر اسی حالت میں جہاد کے لئے روانہ ہو گئے۔ یہ بات رسول اکرم ﷺ تک پہنچی تو فرمایا۔

لِذٰلِكَ غَسَلَتْهُ الْمَلَائِكَةُ

اسی لئے ملائکہ نے انہیں غسل دیا۔

روایت مذکورہ کو بیہقی، سراج، حاکم اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے بھی بہ سند ابن اسحاق، یحییٰ بن عباد بن عبداللہ بن زبیر سے، انہوں نے اپنے والد عباد بن عبداللہ سے اور انہوں نے اپنے والد عبداللہ بن زبیر سے نقل کیا ہے۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بہ سند ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور انہوں نے محمود بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی یہی روایت نقل کی ہے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے بہ سند ہشام بن عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کے والد سے بھی یہی روایت ذکر کی ہے۔ اس میں یہ الفاظ ہیں۔ "میں نے ملائکہ کو دیکھا کہ وہ زمین و آسمان کے درمیان چاندی کے طشتوں میں بارش کے پانی سے حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غسل دے رہے تھے۔" ابو سعید ساعدی فرماتے ہیں کہ ہم حضرت حنظلہ کو دیکھنے کے لئے گئے تو ان کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیوی نے بتایا کہ میں نے خواب دیکھا گویا حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے آسمان کھول دیا گیا اور وہ اس میں داخل ہو گئے پھر آسمان بند کر دیا گیا۔ میں اس خواب سے یہ سمجھی کہ وہ جام شہادت نوش کریں گے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ

جب غزوۂ خندق کے بعد حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا تو حضور نبی پاک ﷺ بڑی تیزی کے ساتھ تشریف لے گئے۔ اس قدر عجلت کا یہ عالم تھا کہ کسی کا تسمہ ٹوٹتا تو وہ اس کا خیال تک نہ کرتا، چادر گرتی تو اس کی طرف توجہ نہ کی جاتی، ہر شخص دوسرے سے بے نیاز تھا۔ بعد میں صحابہ کرام نے عرض کی حضور! آپ اتنی جلدی کیوں فرما رہے تھے۔ قریب تھا کہ آپ ہمیں پیچھے چھوڑ دیتے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ مجھے یہ اندیشہ تھا کہ انہیں غسل دینے میں کہیں فرشتے ہم سے سبقت نہ لے جائیں جیسے حضرت حنظلہ کو غسل دینے میں وہ ہم سے سبقت لے گئے تھے۔ ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے یہی روایت عاصم بن عمر بن قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور انہوں نے محمود بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کی ہے۔

ابو یعلی، بزار، حاکم اور ابو نعیم رحمہم اللہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ دو انصاری قبیلے اوس اور خزرج اپنے اپنے امتیازات پر فخر کر رہے تھے۔ خزرج کے آدمیوں نے کہا۔ ہمارے قبیلے میں چار ایسی قابل فخر ہستیاں ہیں جنہیں عہد نبوی میں جمع قرآن کی سعادت حاصل ہوئی۔ یعنی حضرت معاذ، حضرت ابی، حضرت زید اور حضرت ابو زید رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔ اوس کے آدمی بولے۔ ہمارے قبیلے میں بھی ایسے عظیم المرتبت سپوت موجود ہیں جن پر ہم بجا طور پر فخر کر سکتے ہیں مثلاً حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے لئے عرش الٰہی کانپ اٹھا تھا۔ خزیمہ بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کی گواہی کو دو آدمیوں کی گواہی کے برابر قرار دیا گیا۔ حضرت عاصم بن ثابت جن کی حفاظت شہد کی مکھیوں نے کی اور غسیل ملائکہ حضرت حنظلہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنہیں فرشتوں نے غسل دیا تھا۔

حاکم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بحالت جنابت شہید ہوئے۔ ان کے متعلق حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ "انہیں فرشتوں نے غسل دیا۔"

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ حضرت حسن سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"میں نے دیکھا کہ فرشتے حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو غسل دے رہے ہیں۔"

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ احد میں میرے والد شہید ہوئے تو میری پھوپھی رونے لگ گئیں۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا۔

"ان پر رونا دھونا نہ کرو۔ ان پر تو اللہ تعالیٰ کے فرشتے اپنے پروں سے سایہ کرتے رہے یہاں تک کہ تم انہیں اٹھا کر لے گئے۔"

حاکم اور بیہقی رحمہما اللہ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن ربیع کی تلاش میں بھیجا اور فرمایا۔ "انہیں دیکھو تو میرا سلام کہہ دینا اور پوچھنا کہ تم اپنے آپ کو کیسا پاتے ہو؟ حضرت زید فرماتے ہیں۔ میں جب ان کے پاس پہنچا تو وہ آخری سانس لے رہے تھے۔ ان کے جسم پر نیزے، تلوار اور تیر کے ستر زخم تھے۔ کہنے لگے۔ حضور ﷺ سے عرض کرنا یا رسول اللہ! مجھے جنت کی خوشبو محسوس ہو رہی ہے۔ اور میری قوم انصار کو جاکر میرا یہ پیغام دینا کہ جب تک تمہارا ایک فرد بھی زندہ رہے میرے آقا علیہ السلام کو تکلیف نہیں پہنچنی چاہئے۔ اگر دشمن نے حضور ﷺ تک رسائی حاصل کرلی تو پھر اللہ تعالیٰ کے ہاں تمہارا کوئی بہانہ قابل قبول نہ ہوگا۔ اپنے رشتہ داروں کو جان عالم ﷺ کے ساتھ وفا کرنے کی تاکید کرتے کرتے حضرت سعد کی روح پرواز کر گئی۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں کہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت خیثمہ ابو سعد بن خیثمہ کا واقعہ شہادت اس طرح ذکر کیا ہے کہ غزوۂ احد میں انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی۔ "جنگ بدر میں بدقسمتی سے میں رہ گیا تھا حالانکہ میں شوق شہادت سے سرشار تھا۔ جنگ پر جانے کے لئے میرے بیٹے اور میرے درمیان قرعہ اندازی ہوئی، قرعہ اس کے نام نکل آیا اور وہ شہادت سے سرفراز ہو گیا۔ گزشتہ رات میں نے اپنے بیٹے کو خواب میں دیکھا۔ وہ انتہائی خوبصورت تھا اور جنت کے پھلوں اور نہروں سے شادکام ہو رہا تھا، مجھے کہنے لگا۔ "آپ بھی ہمارے ساتھ آملیں اور جنت میں ہماری رفاقت اختیار کرلیں۔ میرے رب کریم نے مجھ سے جو وعدہ فرمایا تھا وہ سچا نکلا۔" یارسول اللہ! اللہ کی قسم! جنت میں جاکر اس کی رفاقت پانے کا شوق فراواں مجھے بے تاب کر رہا ہے۔ آپ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے شہادت عطا فرمادے اور جنت میں سعد کی رفاقت بخش دے۔" حضرت خیثمہ کا جذبہ شہادت دیکھ کر رسول خدا ﷺ کے ہاتھ دعا کے لئے اٹھ گئے اور انہیں غزوۂ احد میں شہادت کا مرتبہ نصیب ہو گیا۔

ابن سعد، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے سنا کہ حضرت عبداللہ بن جحش غزوۂ احد سے ایک دن قبل کہہ رہے تھے۔

"اے اللہ! میں تیری قسم کھاکر کہتا ہوں کہ کل میں دشمن سے نبرد آزما ہوں گا۔ خواہ وہ مجھے قتل کر دیں میرا پیٹ پھاڑ ڈالیں، میری ناک اور کان کاٹ ڈالیں پھر تیری بارگاہ میں حاضری نصیب ہو اور تو مجھ سے پوچھے کہ تو نے یہ سب کچھ کس مقصد کے لئے کیا ہے تو میں عرض کروں گا، یا اللہ! صرف تجھے راضی کرنے کے لئے تیری راہ میں قربانی پیش کی ہے اور کوئی مقصد نہ تھا۔"

(1) چنانچہ اگلے دن جب جنگ ہوئی تو ان کے ساتھ بالکل وہی ساری صورت حال پیش آئی۔ ایک شخص جو ان کی بات سن رہا تھا اس نے ان کی شہادت کے بعد کہا۔ کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے ان کی قسم کا پہلا حصہ پورا فرمایا ہے مجھے امید ہے کہ وہ رب کریم ان کی قسم کے آخری حصے کو بھی پورا فرمائے گا (یعنی جس طرح راہ خدا میں ان کے جسم کا مثلہ کیا گیا۔ اسی طرح رب کی بارگاہ میں حاضر ہو کر انہوں نے عرض کیا ہوگا کہ بار الہ! میں نے یہ سب کچھ تیری رضا کے لئے کیا ہے۔)

عبد الرزاق، معمر رحمہما اللہ علیہ سے وہ سعید بن عبد الرحمٰن جحشی رحمۃ اللہ علیہ سے اور وہ اپنے شیوخ رحمۃ اللہ علیہم سے نقل کرتے ہیں کہ غزوۂ احد میں حضرت عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے۔ ان کی تلوار ناکارہ ہو گئی تھی، تاجدار کون و مکان ﷺ نے انہیں کھجور کی ایک شاخ عطا فرمادی جو حضرت عبد اللہ کے ہاتھ میں پہنچی تو تلوار بن گئی۔ اسے بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل کیا ہے۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ احد میں حضرت قتادہ بن نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ میں تیر لگا۔ آنکھ کا ڈھیلا نکل کر رخسار پر آگرا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنے دست مبارک سے واپس آنکھ میں رکھ دیا۔ جس سے ان کی وہ آنکھ دونوں آنکھوں میں سے زیادہ خوبصورت اور زیادہ تیز نگاہ ہو گئی۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے کہ اسے ابن سعد، بیہقی اور ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہم نے موصولاً روایت کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ غزوۂ بدر کا واقعہ ہے۔

ابو یعلیٰ اور ابو نعیم رحمہما اللہ عاصم بن عمر بن قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وہ اپنے والد عمر بن قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ اپنے والد حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ احد میں ان کی آنکھ میں تیر لگا۔ ڈھیلا نکل کر ان کے رخسار پر آگرا۔ لوگوں نے چاہا کہ ڈھیلا کو کاٹ دیں۔ مگر حضور نبی کریم ﷺ نے منع فرمادیا۔ پھر انہیں بلا کر اپنے دست پاک سے ان کی آنکھ کو دبایا تو ان کو ایسی شفا مل گئی کہ

فَكَانَ لَا يَدْرِیْ اَیَّ عَيْنَيْهِ اُصِيْبَتْ

انہیں پتہ ہی نہ چلتا تھا کہ ان کی کونسی آنکھ کو تکلیف پہنچی تھی۔

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ماں کی طرف سے بھائی تھے۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے

1۔ دزدی نہ کردہ ایم وکسے را نہ کشتہ ایم — جرم ہمی کہ عاشق روئے تو گشتہ ایم

ہیں کہ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ غزوۂ احد میں ان کی آنکھ ضائع ہو گئی۔ وہ اپنی آنکھ لے کر بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں حاضر ہوئے۔ حضور نے آنکھ کا ڈھیلا واپس اس کی جگہ رکھ دیا تو وہ بالکل ٹھیک ہو گئی۔ بیہقی فرماتے ہیں کہ واقدی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح کی روایت ذکر کی ہے۔ اس میں اتنی بات زیادہ ہے کہ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے ہوئے تو ان کی وہ آنکھ جو حضور ﷺ نے ٹھیک فرمائی تھی قوت بصارت اور صحت کے لحاظ سے دوسری آنکھ سے بہتر تھی۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ عاصم بن عمر بن قتادہ سے، وہ محمود بن لبید سے اور وہ حضرت قتادہ بن نعمان (رضوان اللہ علیہم اجمعین) سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ احد میں ان کی آنکھ میں تیر لگا تو ڈھیلا رخسار پر آگرا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اسے واپس رکھ دیا تو ان کی وہ آنکھ نسبتاً زیادہ صحت مند اور زیادہ تیز ہو گئی۔

طبرانی اور ابو نعیم رحمہما اللہ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں غزوۂ احد میں رسول اللہ ﷺ کا دفاع کر رہا تھا اور آپ کی طرف آنے والے تیروں کو اپنے چہرے پر روک رہا تھا۔ آخری تیر ایسا لگا کہ میری آنکھ کا ڈھیلا باہر نکل آیا۔ میں نے ڈھیلا ہاتھ میں پکڑا اور دوڑ کر حضور ﷺ کے پاس آگیا۔ رحمت عالم ﷺ نے میری ہتھیلی پر آنکھ کا ڈھیلا پڑا دیکھا تو آپ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ فوراً دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ قِ قَتَادَةَ كَمَا وَ قٰى نَبِيَّكَ بِوَجْهِهٖ
فَاجْعَلْهَا اَحْسَنَ عَيْنَيْهِ وَأَحَدَّهُمَا نَظَرًا

یا اللہ! جس طرح قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے چہرے پر تیر روک کر تیرے نبی کی حفاظت کی، تو بھی ان کی حفاظت فرما۔ اور ان کی اس آنکھ کو زیادہ خوبصورت اور زیادہ تیز نگاہ بنا دے۔

ابو یعلی رحمۃ اللہ علیہ عبدالرحمن بن حارث بن عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ اپنے دادا جان سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ احد میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھ کو تکلیف پہنچی۔ رسول کریم ﷺ نے اس پر اپنا لعاب دہن لگایا تو وہ اس کی دونوں آنکھوں میں سے زیادہ صحت مند ہو گئی۔

واقدی اور بیہقی رحمہما اللہ حضرت نافع بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک مہاجر کو یہ کہتے سنا۔

میں غزوۂ احد میں شریک تھا۔ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ درمیان میں موجود ہیں اور چاروں طرف سے تیروں کی بارش ہو رہی ہے ہر تیر کا رخ حضور سے پھیر دیا جاتا ہے۔ میں نے عبداللہ بن شہاب کو اس روز دیکھا وہ کہہ رہا تھا۔ مجھے بتاؤ! محمد (ﷺ) کہاں ہیں؟ میں ان کا کام تمام کروں گا۔ بالفرض اگر آج وہ میرے وار سے بچ گئے تو پھر میرا بچنا محال ہے۔ وہ یہ باتیں کر رہا تھا اور حضور ﷺ اس کے قرب ہی اکیلے کھڑے تھے۔ مگر وہ آگے نکل گیا۔ صفوان نے اسے جھڑ کا تو وہ کہنے لگا۔ قسم بخدا! وہ مجھے نظر نہیں آئے۔ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ ان کی حفاظت کی گئی۔ ہم چار شخص پکا عہد و پیمان کر کے نکلے کہ انہیں ضرور قتل کریں گے مگر ہم ان تک رسائی نہ پا سکے۔

عبدالرزاق، معمر سے، وہ زہری اور عثمان جزری رحمہم اللہ سے اور وہ مقسم سے روایت کرتے ہیں کہ جب عتبہ بن ابی وقاص نے غزوۂ احد میں سرکارِ دو عالم ﷺ کے دندان مبارک شہید کئے اور آپ کے چہرہ انور کو زخمی کیا تو حضور نے اس کے لئے یہ بددعا فرمائی۔

"اے اللہ! ایک سال گزرنے سے پہلے پہلے اس کو حالت کفر میں موت دے دے۔"

پھر سال نہ گزرنے پایا تھا کہ وہ کفر کی حالت میں دنیا سے چل بسا۔ اسے بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل فرمایا ہے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت نافع بن عاصم سے روایت کرتے ہیں کہ جس شخص نے رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک کو خون آلود کیا اس کا نام عبداللہ بن قمئہ تھا۔ یہ بنو ہذیل سے تعلق رکھتا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس پر ایک پہاڑی بکرا مسلط کر دیا۔ جس نے سینگ مار مار کر اس کا کام تمام کر دیا۔

خطیب رحمۃ اللہ علیہ اپنی تاریخ میں محمد بن یوسف فریابی سے نقل کرتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ جن لوگوں نے حضور نبی کریم ﷺ کے دندان مبارک شہید کئے تھے ان کے ہاں کوئی بچہ پیدا نہ ہوا۔ بعد میں حضور ﷺ کے دندان مبارک اگ کر صحیح ہو گئے تھے۔"

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عمر بن سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب غزوۂ احد میں حضور نبی کریم ﷺ کو زخم آئے تو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد حضرت مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور کے زخم کو چوس کر بالکل صاف ستھرا کر دیا۔ پھر ان سے کہا گیا کہ اب تم کلی کر دو۔ کہنے لگے۔ واللہ! میں حضور کے خون کی کبھی کلی نہ کروں گا۔ پھر وہ لوٹ کر جنگ کرنے لگے۔ حضور نبی پاک ﷺ نے فرمایا۔

مَنْ اَرَادَ اَنْ یَّنْظُرَ اِلٰی رَجُلٍ مِّنْ اَھْلِ الْجَنَّةِ فَلْیَنْظُرْ اِلٰی ھٰذَا

جو جنتی شخص کو دیکھنا چاہتا ہے وہ انہیں دیکھ لے۔

پھر حضرت مالک رضی اللہ عنہ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔

بیہقی حضرت امام شافعی رحمہما اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ بدر کے قیدیوں میں چند ایسے بھی تھے جن سے فدیہ نہ لیا گیا اور ان کے ساتھ احسان کرتے ہوئے انہیں چھوڑ دیا گیا ان میں سے ایک کا نام ابو عزہ جمحی تھا جسے رسول اللہ ﷺ نے اس کی بچیوں کی رعایت کرتے ہوئے چھوڑ دیا تھا۔ اور اس سے پکا وعدہ لیا تھا کہ وہ مسلمانوں کے خلاف کبھی جنگ نہیں کرے گا۔ مگر اس نے عہد شکنی کی اور غزوۂ احد میں حضور ﷺ کے مقابلے میں جنگ کرنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ''یہ جانے نہ پائے۔'' پھر مشرکین میں سے صرف وہی ابو عزہ مسلمانوں کی قید میں آیا۔ میں نے حضور ﷺ کے حکم سے اس کی گردن اڑا دی۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ احد کے روز حضور نبی پاک ﷺ نے فرمایا۔

''مشرکین ہمارا اتنا نقصان پھر کبھی نہ کر سکیں گے۔''

ابن سعد، واقدی سے اور وہ اپنے شیوخ رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ''آج کی طرح یہ لوگ پھر کبھی ہمارا نقصان نہ کر سکیں گے۔ یہاں تک کہ ہم حجر اسود کو جا کر بوسے دیں گے۔''

ابن سعد، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب غزوۂ احد میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو گئے تو حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا انہیں تلاش کرنے کے لئے آئیں۔ انہیں معلوم نہ تھا کہ ان کے ساتھ کیا ہوا ہے۔ حضرت علی اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ملیں۔ ان سے پوچھا۔ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ کیا ہوا؟ انہوں نے ایسا جواب دیا گویا وہ ان کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ پھر وہ حضور نبی کریم ﷺ کے پاس آ گئیں۔ حضور نے فرمایا۔ ''مجھے ان کی عقل کے کھو جانے کا اندیشہ ہے۔'' لہٰذا آپ نے ان کے سینہ پر دست مبارک رکھا اور ان کے لئے دعا کی تو حضرت صفیہ نے پڑھا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پھر رونے لگیں۔

ابن سعد، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ، ہوذہ بن خلیفہ سے اور وہ عوف بن محمد سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ عتبہ بن ربیعہ کی بیٹی ہند غزوۂ احد میں آئی۔ اس نے یہ منت مان رکھی تھی کہ اگر اسے حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچنے میں کامیابی ہوئی تو وہ ان کا کلیجہ

کھائے گی۔ کفار اس کے پاس حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلیجے کا ٹکڑا لے آئے۔ اس نے لے کر چبانا شروع کر دیا تاکہ اسے کھا جائے۔ لیکن وہ نگل نہ سکی اور اسے منہ سے اگل دیا۔ اس کی اس حرکت کا علم حضور نبی کریم ﷺ کو ہوا تو فرمایا۔

اِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ اَنْ تَذُوْقَ مِنْ لَحْمِ حَمْزَةَ شَيْئًا اَبَدًا

بے شک اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے آگ پر حرام کر دیا ہے کہ وہ حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گوشت کو چکھے۔

ابن سعد، واقدی سے اور وہ اپنے شیوخ رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ عہد اسلام سے پہلے کی بات ہے کہ سوید بن صامت نے مجذر کے باپ زیاد کو ایک لڑائی میں قتل کر دیا تھا۔ پھر مجذر نے موقع پا کر سوید کو مار ڈالا۔ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ میں تشریف لائے تو سوید کا بیٹا حارث اور زیاد کا بیٹا مجذر مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ پھر یہ دونوں جنگ بدر میں شریک ہوئے۔ اس جنگ میں حارث نے اپنے باپ کا بدلہ لینا چاہا اور مجذر کو تلاش کرنے لگا تاکہ اسے قتل کر دے مگر اسے موقع نہ ملا۔ پھر جب احد کا معرکہ پیش آیا اور مسلمان ایک دفعہ پسپا ہو کر دوبارہ حملہ آور ہوئے تو حارث نے پیچھے سے آ کر مجذر کی گردن اڑا دی۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ حمراء الاسد سے واپس آئے تو جبرئیل امین نے آ کر آپ کو خبر دی کہ حارث بن سوید نے دھوکے سے مجذر بن زیاد کو قتل کر دیا تھا۔ لہٰذا اب آپ حارث کو قتل کروا دیں۔ اس دن سخت گرمی تھی۔ پھر بھی حضور اسی دن سوار ہو کر قباء میں تشریف لائے۔ مسجد قباء میں داخل ہو کر نماز ادا فرمائی۔ وہاں کے انصار کو پتہ چلا تو دوڑے دوڑے آئے اور سلام عرض کیا۔ سبھی حیران تھے کہ حضور آج خلاف معمول اس لمحے کیسے تشریف لائے۔ یہاں تک کہ حارث بن سوید آ پہنچا۔ اس نے زرد رنگ کی چادر لپیٹی ہوئی تھی۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھا تو آپ نے عویم بن ساعدہ کو بلایا۔ پھر فرمایا۔ حارث بن سوید کو مسجد کے دروازے کے پاس لے جاؤ اور اسے مجذر بن زیاد کے بدلے میں قتل کر دو کیونکہ اس نے انہیں دھوکے سے قتل کر دیا تھا۔ حارث بولا۔ "یقیناً میں نے ہی اسے قتل کیا تھا۔ مگر اس لئے قتل نہیں کیا تھا کہ میں اسلام سے برگشتہ ہو گیا تھا یا اسلام کی حقانیت کے بارے میں مجھے کوئی شک پڑ گیا تھا۔ بلکہ میرے سر میں ایک شیطانی سودا سما گیا تھا اور اس لمحے میں اپنے نفس کے حوالے ہو گیا تھا۔ اب میں اپنے کئے پر نادم ہوں اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے سامنے توبہ کرتا ہوں۔ اپنے مقتول کی دیت ادا کر دوں گا یا دو ماہ متواتر روزے رکھ لوں گا۔ اور ایک غلام آزاد کروں گا۔" جب حارث نے اپنی بات پوری کر لی تو حضور ﷺ نے پھر

فرمایا۔ "عویم! اسے لے جاؤ اور اس کی گردن اڑا دو۔" حسب ارشاد عویم اسے مسجد کے دروازے پر لے گئے اور اس کی گردن اڑا دی۔ اسی کے متعلق حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

(1) اے حارث! تو زمانہ جاہلیت کی خواب غفلت میں پڑا ہوا تھا۔ صد حیف! تو اس دھوکے میں مبتلا تھا کہ جبرئیل امین حضور ﷺ کو آگاہ نہیں کریں گے۔

(2) اس وقت تیرا کیا حال تھا جب تو نے دھوکے سے کھلے میدان میں ابن زیاد کو قتل کر دیا تھا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہر کھدوائی تو ایک بار پھر ہم اپنے ان شہداء کو روئے جو غزوۂ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ کھدائی کے دوران ہم نے جب انہیں قبروں سے نکالا تو ان کے جسم بالکل تر و تازہ تھے اور ان کے اعضاء کو بہ آسانی حرکت دی جا سکتی تھی حالانکہ انہیں دفن ہوئے چالیس سال کا عرصہ گزر چکا تھا۔ کھدائی کے دوران حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاؤں پر کدال لگ گئی جس سے خون بہہ نکلا۔ اسے بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے چند دیگر اسناد سے بھی نقل کیا ہے۔

ان میں سے ایک سند وہ ہے جو واقدی نے اپنے شیوخ رحمہم اللہ سے نقل کی ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ کھدائی کے دوران حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش ملی تو انہوں نے اپنے زخم پر ہاتھ رکھا ہوا تھا۔ جب زخم سے ان کا ہاتھ ہٹایا گیا تو خون جاری ہو گیا۔ پھر جب ہاتھ کو دوبارہ زخم کے اوپر رکھا گیا تو خون رک گیا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی قبر میں دیکھا تو مجھے یوں محسوس ہوا گویا وہ سو رہے ہیں۔ جس دھاری دار چادر میں انہیں کفن دیا گیا تھا وہ اسی طرح موجود تھی۔ ان کے پاؤں پر لپٹی ہوئی چیزیں بھی حسب سابق موجود تھیں۔ حالانکہ ان کی تدفین کو چھیالیس سال گزر گئے تھے۔ ان مدفون شہداء میں سے ایک شخص کے پاؤں پر کدال لگ گئی جس سے خون جاری ہو گیا۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اب کسی منکر کو مجال انکار نہیں ہونی چاہئے۔ جب وہ زمین کھود رہے تھے تو ایک جگہ سے کستوری جیسی مہک آنے لگی۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے شہداء احد کے متعلق ارشاد فرمایا۔

اَشْهَدُ اَنَّ هٰٓؤُلَآءِ شُهَدَآءُ عِنْدَاللّٰهِ فَاْتُوْهُمْ وَزُوْرُوْهُمْ وَالَّذِیْ نَفْسِیْ

بِيَدِهٖ لَايُسَلِّمُ عَلَيْهِ اَحَدٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اِلَّا رَدُّوْا عَلَيْهِ

میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مرتبہ شہادت پر فائز ہو چکے ہیں۔ پس اے میرے صحابہ! تم ان کی قبروں پر آیا کرو اور ان کی زیارت کیا کرو۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! قیامت تک جو بھی ان شہداء کو سلام کہے گا، یہ اسے ضرور سلام کا جواب دیں گے۔

حاکم اور بیہقی رحمہما اللہ عطاف بن خالد مخزومی سے وہ عبدالاعلی بن عبداللہ بن ابو فروہ سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے شہداء احد کی قبروں کی زیارت کی۔ پھر فرمایا۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّ عَبْدَكَ وَنَبِيَّكَ يَشْهَدُ اَنَّ هٰٓؤُلَآءِ شُهَدَاءُ وَاَنَّهٗ مَنْ زَادَهُمْ اَوْسَلَّمَ عَلَيْهِمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ رَدُّوْا عَلَيْهِ

اے اللہ! تیرا بندہ اور نبی یہ گواہی دیتا ہے کہ یہ شہداء ہیں اور قیامت تک جو کوئی ان کی زیارت کرے گا یا ان کو سلام کہے گا تو یہ ضرور اس کے سلام کا جواب دیں گے

عطاف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے اپنی خالہ نے بتایا کہ میں ان شہداء کی قبور کی زیارت کے لئے گئی اس وقت میرے ساتھ صرف دو بچے تھے جو میری سواری کی حفاظت کر رہے تھے۔ میں نے شہداء کو سلام کیا تو میں نے سنا کہ وہ میرے سلام کا جواب دے رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔

وَاللّٰهِ اِنَّا نَعْرِفُكُمْ كَمَا يَعْرِفُ بَعْضُنَا بَعْضًا

اللہ کی قسم! ہم تمہیں اس طرح پہچانتے ہیں جیسے ہم ایک دوسرے کو پہچانتے ہیں۔
شہداء کا کلام سن کر مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی۔ لہٰذا میں واپس آ گئی۔

ابن ابی دنیا اور بیہقی رحمہما اللہ نے بھی چند دوسرے واسطوں سے عطاف رحمۃ اللہ علیہ کی یہی روایت نقل کی ہے۔

بیہقی، واقدی رحمہما اللہ علیہ سے نقل فرماتے ہیں کہ حضرت فاطمہ خزاعیہ نے بیان کیا کہ میں حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کی زیارت کے لئے گئی اور وہاں جا کر ان الفاظ سے سلام کیا۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا عَمَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ

اے رسول اللہ ﷺ کے چچا! تم پر سلام ہو۔
انہوں نے میرے سلام کا جواب دیا۔ میں نے سنا وہ کہہ رہے تھے۔

وَعَلَيْكُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ

اور تم پر بھی سلام ہو اور اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو۔

ابن مندہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت طلحہ بن عبید اللہ نے فرمایا۔ میں جنگل میں اپنے مال (مویشیوں) کو ڈھونڈنے گیا۔ مجھے راستے میں ہی رات آ گئی۔ اور حضرت عبد اللہ بن عمرو بن حرام کی قبر کے پاس چلا گیا۔ میں نے قبر سے تلاوت کی ایسی دلکش آواز سنی کہ اس سے بہتر قراءت میں نے کبھی نہ سنی تھی۔ پھر بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر سارا ماجرا بیان کیا۔ حضور نبی رحمت ﷺ نے فرمایا۔

”وہ حضرت عبد اللہ تھے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شہداء کی روحوں کو قبض کرنے کے بعد زبرجد اور یاقوت کی قندیلوں میں رکھ دیا۔ پھر یہ قندیلیں جنت کے وسط میں آویزاں کر دیں۔ جب رات آتی ہے تو ان کی روحیں ان کے اجسام کی طرف واپس لوٹا دی جاتی ہیں۔ پھر وہ یہیں رہتی ہیں۔ جب صبح ہوتی ہے تو روحوں کو اپنی جگہ پر واپس لے جایا جاتا ہے۔“

ترمذی، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے ایک صحابی نے اپنا خیمہ ایک قبر پر نصب کیا۔ انہیں یہ علم نہیں تھا کہ یہاں قبر ہے۔ اچانک انہوں نے سنا کہ زمین کے اندر سے کوئی انسان سورۂ ملک پڑھ رہا ہے۔ اس نے پوری سورۂ ملک پڑھی۔ وہ صحابی حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا ماجرا عرض کیا، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

هِيَ الْمَانِعَةُ هِيَ الْمُنْجِيَةُ

یہ سورت اللہ تعالیٰ کے عذاب کو روکنے والی ہے اور یہ سورت نجات دلانے والی ہے۔

حدیث مذکور کو ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے حسن اور حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح کہا ہے۔

باب

حمراء الاسد کے واقعہ میں معجزات کا ظہور

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ عبد اللہ بن ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے روایت کرتے ہیں کہ بنو عبد القیس کا ایک قافلہ مدینہ منورہ جا رہا تھا۔ ابو سفیان نے اسے یہ پیغام دے بھیجا کہ محمد ﷺ کو بتا دینا کہ ہم نے ایک بار پھر ان کے صحابہ کی بیخ کنی کے لئے تیاری کر لی ہے۔ قافلے نے جا کر حضور نبی کریم ﷺ کو یہ پیغام دیا تو حضور ﷺ نے مسلمانوں کی موجودگی میں صرف اتنا فرمایا۔

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَ نِعْمَ الْوَكِيْلُ

اللہ تعالیٰ ہمیں کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔

اس موقع پر یہ آیات نازل ہوئیں۔

اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَضْلٍ لَّمْ یَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِیْمٍ۔ (آل عمران:183-184)

یہ وہ لوگ ہیں کہ جب انہیں لوگوں نے کہا کہ کافروں نے تمہارے لئے (بڑا سامان اور لشکر) جمع کر رکھا ہے۔ پس تم ان سے ڈرو۔ تو اس (دھمکی) نے ان کے جوش ایمان کو اور بڑھا دیا اور انہوں نے کہا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ بہترین کارساز ہے۔ (ان کے عزم و توکل کا نتیجہ یہ نکلا کہ) یہ لوگ اللہ کے انعام اور فضل کے ساتھ واپس آئے۔ ان کو کسی برائی نے نہ چھوا۔ اور وہ رضائے الٰہی کی پیروی کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ صاحب فضل عظیم ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آگ میں ڈالا گیا تو انہوں نے کہا۔

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ

انہی کلمات کو پھر حضور نبی کریم ﷺ نے بھی دہرایا۔

ابن منذر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر میں فرمان الٰہی "لَمْ یَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ" کے تحت ابن جریج رحمۃ اللہ علیہ کی یہ وضاحت ذکر کی ہے کہ ایک مشرک میدان بدر سے ہو کر مکہ مکرمہ آیا اور اہل مکہ کو حضور نبی پاک ﷺ کے گھوڑوں اور سامان لشکر کے متعلق بتایا تو ان پر رعب چھا گیا اور وہ ہمت ہار کر بیٹھ گئے۔

باب

غزوۂ رجیع میں معجزات کی جلوہ نمائی

بخاری اور بیہقی رحمہما اللہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جاسوسی کی غرض سے ایک سریہ بھیجا اور حضرت عاصم بن عامر کو اس کا امیر مقرر فرمایا۔ جب یہ سریہ عسفان اور مکہ کے درمیان پہنچا تو لوگوں نے قبیلہ بنو ہذیل کو آمد سے آگاہ کر دیا۔ اس قبیلے کے سو تیر اندازوں نے ان کا تعاقب کیا اور ان سے جا ملے۔ جب حضرت

عاصم اور ان کے ساتھی ایک صحرائی ٹیلے پر فروکش ہوئے تو بنو ہذیل کے تیر اندازوں نے انہیں اپنے گھیرے میں لے لیا۔ پھر ان سے کہا کہ اگر تم اپنے آپ کو ہماری امان میں دے دو تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ کسی کو قتل نہیں کریں گے۔ حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ "میں تو کافر کی امان میں نہیں جانا چاہتا۔ یااللہ! اپنے نبی پاک ﷺ کو ہمارے حال سے باخبر کر دے۔" پھر انہوں نے تیروں کی بارش کر دی۔ جس سے حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سمیت سات صحابہ شہید ہو گئے۔ صرف حضرت خبیب، حضرت زید بن دشنہ اور ایک تیسرے صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہم (جن کا نام یاد نہیں) بچ گئے۔ انہوں نے بنو ہذیل کی امان قبول کر لی اور ان کے پاس چلے گئے۔ جب یہ مکمل طور پر ان کی گرفت میں آ گئے تو انہوں نے کمانوں کے چلے کھول کر صحابہ کرام کو ان سے باندھ دیا۔ تیسرے صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ یہ پہلی عہد شکنی ہے۔ پھر انہوں نے ان کے ساتھ جانے سے انکار کر دیا۔ بنو ہذیل نے صحابی کو گھسیٹنا شروع کر دیا۔ اور زبردستی اپنے ساتھ لے جانا چاہا۔ مگر وہ نہ مانے۔ لہٰذا انہوں نے انہیں قتل کر دیا۔ پھر حضرت خبیب اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو لے کر روانہ ہو گئے۔ مکہ مکرمہ پہنچ کر انہیں فروخت کر دیا۔ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حارث بن عامر بن نوفل کے بیٹوں نے خرید لیا۔ غزوۂ بدر میں حارث کو حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہی قتل کیا تھا۔ لہٰذا انہوں نے آپ کو قید کر لیا۔ پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرنے پر اتفاق کر لیا۔ اسی دوران ایک دفعہ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حارث کی بیٹی سے استرہ مانگا جو اس نے دے دیا۔ اس کا ایک چھوٹا بچہ تھا۔ وہ اپنے بچے سے بے دھیان تھی کہ وہ آہستہ آہستہ چل کر حضرت خبیب کے پاس پہنچ گیا۔ آپ نے اسے اپنی ران پر بٹھا لیا۔ حارث کی بیٹی کہتی ہے کہ میں نے جب دیکھا کہ میرا بچہ ان کے پاس بیٹھا ہے اور ان کے ہاتھ میں استرہ بھی ہے تو میں سخت گھبرا گئی۔ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے پریشان دیکھ کر فرمایا۔ کیا تجھے یہ ڈر ہے کہ میں اس معصوم بچے کو قتل کر دوں گا؟ انشاء اللہ میں اسے قتل نہیں کروں گا۔ حارث کی بیٹی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں اکثر کہا کرتی تھی کہ میں نے خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہتر قیدی کبھی نہیں دیکھا۔ میں نے بارہا دیکھا کہ وہ انگوروں کے گچھے سے انگور توڑ کر کھا رہے ہوتے حالانکہ ان دنوں مکہ میں کوئی پھل نہ ہوتا اور وہ آہنی زنجیروں میں جکڑے ہوتے۔ میں سمجھ جاتی کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے یہ رزق مہیا فرمایا ہے۔" پھر حارث کے بیٹے آپ کو حرم مکہ سے باہر لے گئے آپ نے فرمایا مجھے تھوڑی سی مہلت دو۔ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں۔" چنانچہ آپ نے نماز ادا فرمائی۔ پھر یہ دعا کی۔

"یااللہ! ان کو گن گن کر قتل کر دے ان کے حصے بخرے کر دے اور ان میں سے کسی کو زندہ نہ رکھ۔"

حضرت عاصم نے بروز شہادت جو دعا کی تھی اللہ تعالیٰ نے اسے بھی قبول فرمالیا تھا۔ اور رسول اللہ ﷺ کو ان کی شہادت سے آگاہ کر دیا تھا۔ چونکہ قریش کے بڑے بڑے سرداروں کو حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے غزوۂ بدر میں قتل کیا تھا اس لئے انہوں نے چند قاصد روانہ کئے تاکہ وہ حضرت عاصم کے جسم کا کوئی ٹکڑا لے آئیں اور وہ اسے دیکھ کر یقین کر لیں کہ ان کا دشمن مارا گیا ہے۔ مگر جب یہ لوگ وہاں پہنچے تو اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیاں بھیج دیں جو سائبان کی طرح چھا گئیں اور انہیں قریش کے آدمیوں سے بچالیا اور وہ آپ کے کسی عضو کو کاٹنے کی جرأت نہ کر سکے۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے بہ سند موسیٰ بن عقبہ، ابن شہاب سے نیز بہ سند عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہی روایت نقل کی ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعا کی۔ "یااللہ! میرے پاس کوئی قاصد نہیں جسے میں رسول اکرم ﷺ کے پاس بھیجوں۔ پس تو آپ ﷺ تک میرا اسلام پہنچادے۔" جبرئیل امین نے حضور ﷺ کے پاس آکر حضرت خبیب کے متعلق بتایا۔ صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ جس دن حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے اس روز حضور ﷺ تشریف فرما تھے کہ اچانک فرمایا۔

وَعَلَيْكَ السَّلَامُ خُبَيْبُ!

اے حبیب! تم پر بھی سلام ہو۔

پھر فرمایا۔ "انہیں شہید کر دیا گیا ہے۔"

بیہقی بہ سند اسحاق رحمہما اللہ، حضرت عاصم بن عمر بن قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب بنو ہذیل نے حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کر دیا تو انہوں نے چاہا کہ آپ کا سر کاٹ کر سلافہ بنت سعد کے ہاتھ فروخت کر دیں کیونکہ غزوۂ احد میں سلافہ کے دو بیٹے مارے گئے تھے۔ اور اس نے یہ منت مانی تھی کہ اگر مجھے عاصم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کا سر مل گیا تو اس کی کھوپڑی میں شراب ڈال کر پیوں گا۔ بنو ہذیل جب حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر کاٹنے کے لئے آگے بڑھے تو شہد کی مکھیاں حائل ہو گئیں۔ انہوں نے کہا۔ اب اسے رہنے دو۔ شام کے وقت مکھیاں چلی جائیں گی تو ہم اس کا سر کاٹ لیں گے۔ جب وہ چلے گئے تو (بارش ہوئی اور) وادی بہنے لگی جو حضرت عاصم کو بہا کر لے گئی۔ حضرت عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

نے اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیا تھا کہ وہ کسی مشرک کو ہاتھ نہیں لگائیں گے اور نہ کوئی مشرک ان کی زندگی میں انہیں چھو سکے گا۔ چونکہ اپنی ساری زندگی وہ مشرک کے ناپاک ہاتھ لگنے سے بچتے رہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے انہیں بعد از وفات بھی اس سے بچالیا۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ حضرت بریدہ بن سفیان اسلمی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عاصم بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھیجا-- پھر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان کردہ مذکورہ واقعہ ذکر کیا۔ اور اس میں یہ بیان کیا کہ انہوں نے چاہا کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر کاٹ کر سلافہ کے پاس لے جائیں مگر اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کا ایک لشکر بھیج دیا جس نے آپ کو بچالیا اور وہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سر نہ کاٹ سکے۔ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق راوی نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ آپ نے دعا کی۔ "یا اللہ! میرے پاس کوئی ایسا شخص نہیں، جس کے ذریعے میں تیرے رسول ﷺ تک اپنا سلام پہنچاؤں۔ پس تو اپنے رسول ﷺ کو میرا سلام پہنچادے۔" صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ اسی لمحے حضور ﷺ نے فرمایا "وَعَلَيْهِ السَّلَامُ" اور ان پر بھی سلام ہو۔ صحابہ کرام نے پوچھا۔ یارسول اللہ۔ آپ کس کو سلام کا جواب ارشاد فرمارہے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ تمہارے بھائی خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو۔ انہیں شہید کیا جارہا ہے۔ جب حضرت خبیب کو تختہ دار پر لے جایا گیا تو انہوں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کے لئے ہاتھ پھیلادیئے۔ ایک آدمی نے بتایا کہ جب میں نے انہیں دعا کرتے دیکھا تو میں زمین بوس ہوگیا۔ راوی کہتے ہیں کہ ایک سال کے اندر اندر وہ سب تباہ و برباد ہوگئے صرف وہی شخص بچا جو حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دعا مانگتے دیکھ کر خوف سے زمین پر گر پڑا تھا۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ عبداللہ بن ابو نجیح سے اور وہ حجیر بن ابو اہاب کی لونڈی ماریہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میرے مکان میں قید کیا گیا تھا۔ ایک دن میں نے جھانک کر دیکھا تو ان کے ہاتھ میں انگوروں کا ایک گچھا تھا جو ان کے سر سے بھی بڑا تھا اور خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ انگور کھا رہے تھے حالانکہ اس وقت زمین میں کہیں انگوروں کا نام و نشان بھی نہ تھا۔

ابن ابی شیبہ اور بیہقی رحمہما اللہ حضرت جعفر سے وہ اپنے والد حضرت عمرو سے اور وہ اپنے والد حضرت امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے تنہا جاسوسی کی غرض سے بھیجا تھا۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تختہ دار کے پاس پہنچا اور اس پر چڑھ گیا۔ مجھے یہ ڈر تھا کہ

کہیں کوئی مجھے دیکھ نہ لے۔ میں نے رسی کھول دی اور وہ نیچے آگرے پھر ذرا دور ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد دیکھا تو حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں موجود نہ تھے۔ میں نے سوچا۔ انہیں زمین نگل گئی ہو گی۔ پھر آج تک حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بوسیدہ ہڈیوں کا بھی کسی نے ذکر نہیں کیا۔

ابو یوسف ''کتاب اللطائف'' میں حضرت ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت مقداد اور حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو بھیجا تاکہ وہ حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تختہ دار سے اتار دیں۔ جب یہ حضرات مقام تنعیم میں پہنچے تو دیکھا حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آس پاس چالیس آدمی مدہوش پڑے ہیں۔ انہوں نے چپکے سے حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی لاش تختہ دار سے اتاری۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے اپنے گھوڑے پر رکھا۔ ان کا جسم بالکل تروتازہ تھا۔ ذرا بھی خراب نہ ہوا تھا۔ وہ انہیں لے کر روانہ ہوئے تو مشرکین کو پتہ چل گیا۔ فوراً تعاقب کیا اور انہیں جا ملے۔ حضرت زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں نیچے رکھ دیا اور انہیں زمین نگل گئی۔ اسی لئے حضرت خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلیع الارض کہا جاتا ہے (جس کا مطلب ہے ''وہ شخص جسے زمین نگل جائے۔'')

(۱) واقدی، ابراہیم بن جعفر رحمہما اللہ سے اور وہ اپنے والد سے (۲) واقدی، عبد اللہ بن ابو عبیدہ سے اور وہ جعفر بن عمرو بن امیہ ضمری سے (۳) نیز واقدی رحمۃ اللہ علیہ عبد اللہ بن جعفر سے اور وہ عبد الواحد بن ابو عون سے روایت کرتے ہیں کہ ابوسفیان بن حرب نے مکہ کے چند قریشی آدمیوں سے کہا۔ ''مجھے کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا جو محمد (ﷺ) کو دھوکے سے قتل کر سکتا ہو۔ وہ آزادانہ بازاروں میں گھومتے رہتے ہیں۔ کوئی ہے جو ان سے ہمارا بدلہ لے۔'' ایک عربی اٹھا اور کہنے لگا۔ ''اگر تم میری کچھ امداد کرو تو میں جا کر انہیں دھوکے سے قتل کر دوں گا۔ میں راستہ بھول جانے والوں کا رہبر ہوں اور صحرائی راستوں کے نشیب و فراز سے خوب واقف ہوں۔ گدھ کے پروں کی مانند خنجر بھی میرے پاس ہے۔'' ابوسفیان کہنے لگا ''بالکل ٹھیک ہے۔ تم ہی یہ کام کر سکو گے۔'' پھر اس کے لئے اونٹ اور زاد راہ کا بندوبست کیا اور کہا کہ یہ معاملہ مخفی رہنا چاہئے۔ مجھے اندیشہ ہے کہ کوئی سن کر محمد (ﷺ) کو نہ بتا دے۔ عربی بولا۔ ''اب یہ بات کسی کو معلوم نہ ہو گی۔'' رات ہوئی تو وہ سواری پر نکل کھڑا ہوا۔ پانچ دن چلتا رہا چھٹے دن کی صبح وہاں جا پہنچا۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس جانے لگا تو آپ نے اسے دیکھتے ہی صحابہ کرام سے فرمادیا۔

اِنَّ هٰذَا الرَّجُلَ يُرِيْدُ غَدْرًا وَاللّٰهُ حَائِلٌ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ مَا يُرِيْدُ

یہ شخص ہمیں دھوکہ دینا چاہتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کا حکم اس کے ارادے اور اس کے درمیان حائل ہو چکا ہے۔

پھر آپ ﷺ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

"سچ بتاؤ! تم کون ہو؟ اور کیسے آنا ہوا؟ اگر تم سچ بولو گے تو سچائی تمہیں نفع دے گی اور اگر جھوٹ بولو گے تو (اس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا کیونکہ) میں تمہارے ارادہ سے خوب واقف ہوں۔"

عربی نے عرض کی۔ "مجھے امان دیجئے۔"

رحمت عالم ﷺ نے فرمایا۔ "تجھے امان ہے۔"

حامئ بے کساں ﷺ کی امان حاصل کرنے کے بعد اس نے ابوسفیان کی ساری کارروائی آپ ﷺ کے گوش گزار کر دی۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ "میں تمہیں امان دے چکا ہوں اب تم جہاں جانا چاہو جا سکتے ہو۔ لیکن اس سے بہتر چیز بھی میرے پاس ہے۔"

اس نے عرض کی۔ وما هو؟ اور وہ کیا چیز ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا۔

تَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ

تم گواہی دو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔

داعئ برحق ﷺ کے اس حکیمانہ انداز تبلیغ سے وہ فوراً مسلمان ہو گیا۔ پھر کہنے لگا۔

"میں بڑے بڑے جوانمردوں سے کبھی نہیں گھبرایا۔ مگر قسم بخدا! آج جونہی میں نے آپ کو دیکھا میری عقل کھو گئی اور میرا دل کمزور پڑ گیا۔ پھر جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ آپ میرے دل کے اس ارادے سے بھی واقف ہیں جو کسی کو معلوم نہیں تو مجھے یقین ہو گیا کہ آپ ناقابل تسخیر ہیں، قدرت خداوندی آپ کی حفاظت کر رہی ہے اور آپ حق پر ہیں۔"

اس کے بعد رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حضرت عمرو بن امیہ ضمری اور سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن اسلم بن حریش کو فرمایا۔ "تم دونوں ابوسفیان بن حرب کے پاس چلے جاؤ اور اگر اسے غفلت میں پاؤ تو قتل کر دو۔" حضور کا حکم سنتے ہی وہ روانہ ہو گئے۔ حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم مکہ پہنچے تو میرے ساتھی نے کہا۔ "کیا تم چاہتے ہو کہ پہلے خانہ کعبہ شریف میں جا کر طواف کے سات چکر لگا لیں اور پھر دو رکعت نماز پڑھ لیں۔" میں نے کہا۔ "میں مکہ میں اپنے چتکبرے گھوڑے کی وجہ سے مشہور ہوں۔ اگر انہوں نے مجھے دیکھ لیا تو پہچان لیں گے۔" مگر میرا ساتھی نہ مانا۔ اس کے کہنے پر ہم بیت اللہ شریف میں آئے۔ طواف کے سات چکر

لگائے اور دو رکعت نماز ادا کی۔ اچانک ابوسفیان کے بیٹے معاویہ سے میری ملاقات ہو گئی۔ اس نے مجھے پہچان لیا اور فوراً جا کر اپنے باپ کو بتا دیا۔ اس طرح سارے مکہ والوں کو ہماری آمد کا پتہ چل گیا وہ کہنے لگے۔ "یہ عمرو کسی اچھے ارادے سے نہیں آیا ہو گا۔ زمانہ جاہلیت میں بھی یہ بڑا بے دھڑک اور نڈر ہوتا تھا۔" یہ کہہ کر اہل مکہ نے ایک دوسرے کو بلانا شروع کیا اور جمع ہو گئے۔ ہم بھاگ نکلے۔ وہ بھی ہماری تلاش میں نکل پڑے۔ میں ایک غار میں داخل ہو کر صبح تک چھپا رہا۔ وہ ساری رات ہمیں تلاش کرتے رہے مگر اللہ تعالیٰ نے ہماری سواریوں کے راستے سے انہیں اندھا کر دیا۔ میرے ساتھی نے کہا۔ "کیا تم جا کر خبیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تختہ دار سے اتار لو گے۔" میں نے ہمت سے کام لیا اور بڑی پھرتی کے ساتھ وہاں پہنچ کر انہیں تختے سے اتار آیا۔ اس روایت کو بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل کیا ہے۔

باب

بئر معونہ کے واقعہ میں معجزات کا ظہور

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ہشام بن عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے میرے والد گرامی نے بتایا کہ جب بئر معونہ کے واقعہ میں مسلمانوں کو شہید کیا گیا اور حضرت عمرو بن امیہ ضمری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قیدی بنا لیا گیا تو عامر بن طفیل نے ایک شہید کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا۔ یہ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا۔ یہ عامر بن فہیرہ ہیں۔ اس نے بتایا کہ جب انہیں قتل کیا گیا تو میں نے دیکھا کہ انہیں آسمان کی طرف اٹھا لیا گیا ہے۔ مجھے یوں دکھائی دیا گویا آسمان ان کے اور زمین کے درمیان حائل ہو گیا ہے پھر انہیں واپس لا کر زمین پر رکھ دیا گیا۔ حضور نبی کریم ﷺ کو صحابہ کرام کی شہادت کی اطلاع ہو گئی۔ آپ نے لوگوں کو ان کی شہادت کی خبر دے دی اور فرمایا۔ "تمہارے ساتھی شہید ہو گئے ہیں اور انہوں نے اپنے رب سے درخواست کی کہ اے رب کریم! ہمارے متعلق ہمارے بھائیوں کو بتا دے کہ ہم تجھ سے راضی ہو گئے اور تو ہم سے راضی ہو گیا۔" پس اللہ تعالیٰ نے ان کے متعلق ان کے بھائیوں کو (یعنی ہمیں) آگاہ کر دیا ہے۔

مسلم اور بیہقی رحمہما اللہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ چند آدمی حضور نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کرنے لگے۔ "ہمارے ساتھ کچھ آدمی بھیج دو جو ہمیں قرآن و سنت کی تعلیم دیں۔" حضور ﷺ نے ستر انصاری صحابہ کو ان کے ساتھ بھیج دیا

جنہیں قراء کہا جاتا تھا۔ جب انہوں نے قراء کو اپنے ساتھ لے کر کچھ مسافت طے کی تو ان کا راستہ روک کر کھڑے ہو گئے اور اپنی منزل تک پہنچنے سے پہلے انہیں قتل کر دیا۔ صحابہ کرام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی۔ "یا اللہ! ہمارے نبی کریم ﷺ کو ہمارے متعلق آگاہ کر دے کہ ہم تجھ سے اس حال میں ملے ہیں کہ ہم تجھ سے راضی ہیں اور تو ہم سے راضی ہے۔" اس واقعہ کے رونما ہونے کے فوراً بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام سے فرمایا۔ تمہارے بھائیوں کو شہید کر دیا گیا ہے اور انہوں نے اپنے رب سے یہ التجا کی ہے کہ یا اللہ! ہمارے نبی کو ہمارے متعلق آگاہ فرما دے کہ ہم تجھ سے اس حال میں مل چکے ہیں کہ ہم تجھ سے راضی اور تو ہم سے راضی ہے۔"

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک چھوٹا سا لشکر روانہ فرمایا۔ تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ حضور ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی۔ پھر فرمایا۔ "تمہارے بھائی مشرکین سے نبرد آزما ہوئے ہیں۔ مشرکین نے انہیں قتل کر دیا ہے اور ان میں سے کوئی صحابی زندہ نہیں بچا۔ شہید ہونے والے صحابہ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ یا اللہ! ہماری قوم کو آگاہ فرما دے کہ ہم اپنے رب کریم سے راضی ہو گئے اور ہمارا پروردگار ہم سے راضی ہو گیا ہے۔" پھر حضور ﷺ نے فرمایا کہ "اب میں ان کا پیغام تم تک پہنچا رہا ہوں کہ وہ اپنے رب کریم سے راضی ہو گئے اور ان کا رب ان سے راضی ہو گیا ہے۔"

واقدی رحمۃ اللہ علیہ مصعب بن ثابت سے وہ ابو الاسود سے اور وہ حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ منذر بن عمرو روانہ ہوئے -- پھر مذکورہ واقعہ نقل فرمایا -- اس میں یہ بھی فرمایا کہ عامر بن طفیل نے حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا۔ کیا تم اپنے ساتھیوں کو پہچانتے ہو؟ آپ نے فرمایا۔ "ہاں۔" پھر عامر نے شہداء کی لاشوں پر چکر لگائے اور ان کے نسب کے متعلق پوچھتا رہا۔ پھر پوچھا۔ جو ساتھی تمہارے ساتھ آئے تھے کیا ان میں سے کوئی یہاں غائب ہے؟ حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ "ہاں مجھے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام نظر نہیں آ رہے ہیں جن کا نام عامر بن فہیرہ ہے۔" اس نے کہا۔ "وہ کیسا آدمی تھا؟" حضرت عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ "وہ بہت اچھا انسان تھا۔" عامر بولا۔ کیا میں تمہیں ان کا واقعہ نہ سناؤں۔ ایک آدمی نے انہیں نیزہ مارا۔ پھر اس نے نیزہ نکال لیا۔ اسی دوران میں نے دیکھا کہ انہیں اوپر آسمان پر لے جایا گیا۔ پھر وہ میری نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ ان کا قاتل بنو کلاب کا ایک شخص تھا جس کا نام جبار بن سلمیٰ تھا۔ اس نے بتایا کہ جب اس نے

حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نیزہ مارا تو ان کے منہ سے یہ الفاظ نکلے۔

فُزْتُ وَاللّٰهِ۔ "اللہ کی قسم۔ میں کامیاب ہو گیا۔"

وہ کہتے ہیں کہ میں ضحاک بن سفیان کلابی کے پاس گیا۔ انہیں اس واقعہ سے آگاہ کیا اور مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ اس طرح حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت اور ان کا آسمان پر جانا میرے ایمان لانے کا سبب بن گیا۔

راوی کہتے ہیں کہ حضرت ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کی طرف لکھا کہ ملائکہ نے حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جسم کو چھپا دیا اور انہیں علیین میں لے جایا گیا۔

اس روایت کو بیہقی نے بھی نقل فرمایا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اس بات کا احتمال ہے کہ حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آسمان پر لے جانے کے بعد واپس رکھ دیا گیا ہو۔ اور بعد میں ان کا جسم چھپا دیا گیا ہو۔ اگر اس احتمال کو تسلیم کیا جائے تو حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کردہ حضرت عروہ والی حدیث کے ساتھ باقی احادیث کی تطبیق ہو جاتی ہے کیونکہ اس میں ثُمَّ وُضِعَ (پھر انہیں زمین پر رکھ دیا گیا) کے الفاظ موجود ہیں۔

موسیٰ بن عقبہ کی کتاب المغازی میں بھی یہی واقعہ روایت کیا گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جسم موجود نہ تھا۔ صحابہ کرام کا خیال تھا کہ ملائکہ نے انہیں چھپا دیا تھا۔ پھر بیہقی نے حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے موصولاً نقل کی ہے۔ اس میں یہ ہے کہ "ان کے شہید ہونے کے بعد میں نے دیکھا کہ انہیں آسمان پر اٹھا لیا گیا حتیٰ کہ ان کے اور زمین کے درمیان آسمان حائل ہو تا دکھائی دیا۔" مگر اس روایت میں "ثُمَّ وُضِعَ" کے الفاظ نہیں ہیں۔ اس ساری بحث سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے آسمان میں روپوش ہو جانے کی روایات متعدد اور ان کے طرق قوی ہیں۔

ابن سعد، واقدی سے وہ محمد بن عبد اللہ سے، وہ زہری رحم اللہ علیہ سے وہ حضرت عروہ سے اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آسمان پر اٹھا لیا گیا۔ پھر ان کا جسم نہ ملا۔ صحابہ کرام کا یہی خیال تھا کہ انہیں ملائکہ نے چھپا دیا۔

باب

غزوہ ذات الرقاع کے معجزات

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے نجد کے علاقے کی طرف رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک غزوہ میں شرکت کی۔ واپسی پر ایک دن ایسی وادی میں قیلولہ کا وقت ہو گیا جہاں ہر طرف خاردار تناور درخت تھے۔ نبی پاک ﷺ سواری سے اترے اور صحابہ کرام بھی اتر کر سایہ دار درختوں کی تلاش میں ادھر ادھر منتشر ہو گئے۔ اللہ کے رسول ﷺ ایک خاردار درخت کے سائے میں پہنچے اور اپنی تلوار کو درخت کے ساتھ آویزاں کر دیا۔ ہم سب سو گئے اچانک رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بلایا۔ ہم حاضر خدمت ہوئے تو دیکھا کہ ایک اعرابی آپ کے پاس بیٹھا ہوا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ میں سو رہا تھا کہ یہ اعرابی آیا۔ میری تلوار اٹھائی اور اسے نیام سے نکالا ہی تھا کہ میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے دیکھا کہ اس کے ہاتھ میں شمشیر چمک رہی ہے۔ اس نے مجھ سے کہا۔

مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّی؟

تجھے میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟

میں نے کہا۔ اللہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ مجھے بچائے گا۔

یہ سنتے ہی اس نے تلوار نیام میں ڈال دی اور میرے سامنے بیٹھ گیا۔

راوی کہتے ہیں کہ حضور رحمتِ عالم ﷺ نے اسے کوئی سزا نہیں دی۔

حاکم اور بیہقی رحمہما اللہ دوسری سند سے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مقام نخل پر رسول اللہ ﷺ نے بنو محارب خصفہ کے ساتھ جنگ کی۔ انہوں نے مسلمانوں کو غفلت میں پایا تو ان کا ایک آدمی غورث بن حارث چپکے سے رسول اللہ ﷺ کے پاس آ پہنچا اور تلوار نکال کر حضور کے سرہانے کھڑا ہو گیا۔ کہنے لگا۔

مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّی؟

میرے ہاتھ سے تمہیں کون بچائے گا؟

حضور ﷺ نے فرمایا۔ اللہ۔ یعنی میرا رب مجھے بچائے گا۔

یہ سنتے ہی فوراً تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی اور حضور ﷺ نے اٹھالی۔ پھر فرمایا۔

مَنْ يَمْنَعُكَ مِنِّی؟

اب تجھے میرے ہاتھ سے کون بچائے گا؟

عرض کرنے لگا۔ "میں آپ کی گرفت میں ہوں۔ آپ کرم فرمائیں اور مجھ سے بہتر سلوک فرمائیں۔"

رحمتِ عالم ﷺ نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ اپنے ساتھیوں کے پاس آ کر کہنے لگا۔

جِئۡتُكُمۡ مِنۡ عِنۡدِ خَيۡرِ النَّاسِ

میں اس ہستی کے پاس سے آ رہا ہوں جو سارے لوگوں سے بہتر ہے۔

اس کے بعد راوی نے صلوٰۃ الخوف کا ذکر کیا ہے۔ حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ تیسری سند سے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ صفر کے مہینے میں رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لے گئے۔ ایک درخت کے نیچے قیلولہ فرمایا اور تلوار ایک شاخ سے لٹکا دی۔ اتنے میں ایک اعرابی آیا۔ اس نے تلوار بے نیام کی اور حضور ﷺ کے سرہانے کھڑے ہو کر کہنے لگا۔

مَنۡ يَّمۡنَعُكَ مِنِّی؟

آپ کو مجھ سے کون بچائے گا؟

حضور ﷺ بیدار ہو گئے اور ارشاد فرمایا۔ اللہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ مجھے بچائے گا۔ یہ سنتے ہی اعرابی تھر تھر کانپنے لگا اور تلوار وہیں چھوڑ کر چلا گیا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ایک اور سند سے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مقام نخل میں رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو ظہر کی نماز پڑھائی۔ مشرکین نے چاہا کہ آپ کو حالت نماز میں شہید کر دیں مگر پھر کہنے لگے۔ اب انہیں کچھ نہ کہو۔ اس کے بعد یہ لوگ ایک اور نماز پڑھیں گے جو انہیں اپنے بیٹوں سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ پھر جبرئیل امین آ پہنچے اور رسول اللہ ﷺ کو ان کے ارادے سے آگاہ فرما دیا۔ اسی لئے بعد میں حضور نے صلوٰۃ خوف ادا فرمائی۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ روایت ذکر کی ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔

"ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ قبیلہ جہینہ کے ساتھ جنگ کی اور گھمسان کا رن پڑا۔ جب نماز ظہر ادا کی گئی تو مشرک کہنے لگے۔ اگر ہم ایسی حالت میں ان پر حملہ کرتے تو ان کی تکا بوٹی کر دیتے۔ پھر بولے۔ چلو رہنے دو۔ ابھی ایک اور نماز کا وقت ہونے والا ہے جو انہیں اپنی اولاد سے بھی زیادہ پیاری ہے۔ ان کے اس ارادے سے جبریل امین نے حضور نبی کریم ﷺ کو آگاہ فرما دیا۔

پھر حضور نے ہمیں یہ بات بتائی اور بعد میں صلاۃ الخوف ادا کی گئی۔"

احمد اور بیہقی رحمہما اللہ ابو عیاش زرقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم عسفان کے مقام پر سرکار دو عالم ﷺ کی معیت میں تھے۔ دوسری طرف مشرکین کے لشکر کا سالار خالد بن ولید تھا۔ ہم نے نماز ظہر پڑھی تو مشرک بولے۔ یہ تو ایسی بے خبری کی کیفیت میں تھے کہ اگر ہم چاہتے تو انہیں غفلت میں قتل کر دیتے۔ اس موقع پر ظہر اور عصر کے درمیان آیت قصر نازل ہو گئی۔

واقدی رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند سے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے اسلام لانے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

"جب رسول اللہ ﷺ حدیبیہ کی طرف روانہ ہوئے تو اس وقت میں مشرکین کے گھوڑ سوار دستے میں تھا۔ میں عسفان کے مقام پر حضور اور آپ کے صحابہ سے ملا۔ اپنے لشکر کے ساتھ آپ کے بالمقابل جا کھڑا ہوا اور مقابلے کے لئے بالکل تیار تھا۔ اسی دوران حضور ﷺ نے ہمارے سامنے صحابہ کرام کو ظہر کی نماز پڑھائی۔ ہم نے حملہ کرنے کا ارادہ کیا مگر اپنے ارادے کو عملی جامہ نہ پہنا سکے۔ حضور ہمارے اس ارادے کو بھانپ گئے اور عصر کی نماز صلوٰۃ خوف کے طریقہ پر ادا فرمائی۔"

مسلم، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ ذات الرقاع کے موقع پر ہم سرکارِ دو عالم ﷺ کی معیت میں روانہ ہوئے۔ چلتے چلتے ایک وسیع وادی میں پہنچے۔ حضور ﷺ ایک طرف قضائے حاجت کے لئے جانے لگے تو میں نے پانی کا برتن لیا اور آپ کے پیچھے ہو لیا۔ آپ نے ادھر ادھر دیکھا مگر کوئی ایسی چیز دکھائی نہ دی جس کی اوٹ میں آپ چھپ سکتے۔ وادی کی ایک جانب دو درخت موجود تھے۔ حضور پہلے ایک درخت کے پاس گئے اور اس کی ٹہنی کو تکڑ کر فرمایا۔ "اللہ کے حکم سے میری فرمانبرداری کر۔" حضور ﷺ کا یہ فرمانا تھا کہ درخت آپ کے پیچھے چل پڑا جیسے وہ اونٹ اپنے مالک کی فرمانبرداری کرتا ہے جس کی ناک میں چھوٹی سی لکڑی رکھ کر نکیل ڈال دی جاتی ہے۔ پھر حضور دوسرے درخت کے پاس آئے۔ اس کی ٹہنی کو پکڑ کر بھی آپ نے ارشاد فرمایا۔ "اللہ کے حکم سے میری فرمانبرداری کر۔" پھر دونوں درخت ایک دوسرے کے ساتھ جڑ گئے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں اسی سوچ میں بیٹھ گیا۔ اچانک نگاہ اٹھا کر دیکھا تو حضور ﷺ تشریف لا رہے تھے اور دونوں درخت ایک دوسرے سے الگ ہو کر اپنے اپنے تنوں پر سیدھے کھڑے ہو گئے تھے۔ حضور تھوڑی دیر رکے پھر دائیں بائیں ہاتھ سے اشارہ کیا۔ اور میرے پاس تشریف لا کر فرمایا۔ "جابر! میں جہاں کھڑا تھا کیا تم نے مجھے دیکھا تھا؟ میں نے عرض کی۔ "جی

ہاں۔ یا رسول اللہ!" فرمایا۔ ان درختوں کے پاس جاؤ پھر ان سے ایک ایک ٹہنی کاٹ کر وہاں لے جاؤ جہاں میں کھڑا تھا۔ پھر ایک ٹہنی داہنی جانب پھینک دو اور دوسری بائیں جانب۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں اٹھا۔ ایک پتھر لے کر توڑا اسے تراشا۔ جب وہ نوک دار بن گیا تو درختوں کے پاس گیا۔ دونوں سے ایک ایک ٹہنی کاٹی اور انہیں کھینچتا ہوا وہاں جا پہنچا جہاں حضور ﷺ رکے تھے۔ پھر ایک ٹہنی داہنی جانب پھینکی، دوسری بائیں جانب اور حضور ﷺ کے پاس جاکر عرض کی۔ "حضور! میں نے حکم کی تعمیل کر دی ہے مگر یہ ارشاد فرمائیں کہ یہ ٹہنیاں توڑ کر وہاں پھینکنے کا حکم کیوں فرمایا تھا؟" حضور ﷺ نے حقیقت حال سے نقاب اٹھاتے ہوئے فرمایا۔ "میں دو قبروں کے پاس سے گزرا تھا جن میں مدفون مردوں کو عذاب ہو رہا تھا۔ میں نے چاہا کہ ان کی شفاعت کروں اور یہ ٹہنیاں جب تک تر رہیں گی۔ ان کے عذاب میں تخفیف ہوتی رہے گی۔" پھر ہم لشکر میں آگئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! لوگوں سے کہہ دو کہ وضو کرلیں۔ میں نے کہا۔ "لوگو! وضو کرلو۔ وضو کرلو۔" پھر عرض کی۔ یا رسول اللہ! پورے لشکر میں کسی کے پاس پانی کا قطرہ تک نہیں۔ ایک انصاری صحابی حضور ﷺ کے لئے ٹھنڈے پانی کا بندوبست کیا کرتے تھے حضور ﷺ نے فرمایا۔ اس انصاری کے پاس جاکر پتہ کرو۔ کیا اس کی مشک میں کچھ پانی ہے؟ میں ان کے پاس گیا اور دیکھا تو مشکیزے کے منہ پر پانی کا ایک آدھ قطرہ موجود تھا۔ جسے اگر میں انڈیل دیتا تو خشک جگہ اسے سکھا دیتی پھر میں حضور ﷺ کے پاس آیا۔ عرض کی۔ حضور! معمولی سا پانی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ جاؤ۔ اسے لے آؤ۔ میں نے مشکیزہ حاضر کر دیا حضور ﷺ نے مشکیزہ اپنے دست مبارک میں لیا اور کچھ پڑھنے لگے۔ مجھے معلوم نہیں کہ آپ کیا پڑھ رہے تھے۔ آپ مشکیزے کو اپنے ہاتھ سے دبا بھی رہے تھے۔ پھر مجھے عطا فرما دیا۔ اور فرمایا۔ "جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! جس آدمی کے پاس بڑا برتن ہے اسے بلاؤ۔ میں نے اسے بلایا۔ بہت بڑا برتن لایا گیا جسے میں نے آپ کے سامنے رکھ دیا۔ حضور ﷺ نے اس میں اپنا دست مبارک پھیرا۔ انگلیوں کو کھولا اور برتن کے پیندے میں رکھ کر فرمایا۔ "جابر! بسم اللہ پڑھ کر پانی ڈالو۔ میں نے حسب ارشاد بسم اللہ کہہ کر پانی ڈالنا شروع کیا تو میں نے دیکھا کہ آپ کی انگلیوں کے درمیان سے پانی کا فوارہ بہہ نکلا جس سے پورا برتن لبالب بھر گیا۔ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا۔ "جابر! اعلان کر دو کہ جسے پانی کی ضرورت ہو آکر حاصل کر لے۔ لوگ آتے رہے اور جی بھر کر پانی پیتے رہے۔ حضور ﷺ نے جب برتن سے ہاتھ اٹھایا تو وہ اسی طرح لبالب بھرا ہوا تھا۔ پھر لوگوں نے حضور ﷺ سے بھوک کی شکایت کی۔ آپ نے فرمایا۔ "ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ

تمہارے کھانے کا کوئی انتظام فرمادے۔" ہم سمندر کے کنارے پر پہنچے تو سمندر کی موجوں نے ایک حیوان باہر پھینک دیا۔ (جو غالباً بہت بڑی مچھلی تھی) ہم نے اس کا کچھ حصہ آگ پر گرم کیا۔ اسے بھونا، پکایا اور جی بھر کر کھایا۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں ہم پانچ آدمی اس کی آنکھ کی گول ہڈی کے حلقہ سے داخل ہو گئے۔ یہاں تک کہ ہمیں کوئی نہ دیکھ سکتا تھا۔ پھر باہر آئے۔ اس کی ایک پسلی کاٹی اور اسے کمان کی طرح خمدار بنایا۔ پھر اپنے لشکر کے سب سے دراز شخص اور دراز قامت اونٹ کو لے کر آئے۔ وہ شخص اونٹ پر سوار ہو کر خمدار پسلی کے نیچے سے گزر گیا اور اسے سر جھکانے کی ضرورت بھی پیش نہ آئی۔

بزار، طبرانی ("اوسط" میں) اور ابو نعیم رحمہم اللہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ ذات الرقاع کے موقع پر ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جب حرہ واقم کے مقام پر پہنچے تو ایک بدوی عورت اپنے بیٹے کو لے کر آئی۔ عرض کرنے لگی۔ "یارسول اللہ! یہ میرا بیٹا ہے۔ اس نے مجھے تنگ کر رکھا ہے۔ اس پر کوئی شیطان (بھوت) سوار ہے۔" سید الکونین ﷺ نے بچے کا منہ کھولا۔ اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور تین مرتبہ فرمایا۔

"اللہ کا دشمن! تجھ پر پھٹکار ہو۔ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔"

پھر فرمایا۔ "اپنے بیٹے کے متعلق فکر نہ کرو۔ اسے جو تکلیف ہوتی تھی آج کے بعد پھر وہ تکلیف کبھی نہ ہوگی۔"

جب ہم واپس ہوئے تو وہی عورت دوبارہ حاضر خدمت ہوئی۔ دلنواز آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے بیٹے کا حال دریافت فرمایا تو وہ بولی۔ "حضور! اسے جو تکلیف پہلے ہو جاتی تھی، وہ حضور کے لعاب دہن کی برکت سے رفع ہو گئی ہے۔ اب اسے کبھی تکلیف نہ ہوئی۔"

اس کے بعد راوی نے دو درختوں اور غورث بن حارث کے متعلق ذکر کیا۔ جس میں یہ کہا کہ غورث کا ہاتھ کانپنے لگا اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ پھر جب ہم واپس آ رہے تھے تو حرہ کی نشیبی جگہ میں ایک اونٹ تیز تیز دوڑتا ہوا آیا۔ (اور حضور ﷺ سے اونٹ نے کوئی بات کی) آپ نے فرمایا۔ جانتے ہو؟ یہ اونٹ کیا کہہ رہا ہے۔ یہ اپنے مالک کے خلاف میری مدد کا طالب ہے۔ یہ کہتا ہے کہ اس کا مالک کئی سالوں سے اس سے ہل چلانے کا کام لے رہا ہے اور اب اسے ذبح کرنے پر تل گیا ہے۔ جابر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! جاؤ اور اس کے مالک کو بلا لاؤ۔ میں نے عرض کی۔ میں اسے نہیں پہچانتا آپ ﷺ نے فرمایا۔

اِنَّهٗ سَيَدُ لُّكَ عَلَيْهِ

یہ اونٹ اپنے مالک تک پہنچنے میں آپ کی رہنمائی کرے گا۔

چنانچہ اونٹ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا میرے آگے چلنے لگا حتی کہ اپنے مالک کے پاس جا کر رک گیا اور میں اسے بارگاہ نبوی میں لے آیا۔ غزوۂ ذات الرقاع کو غزوۂ اعاجیب بھی کہا جاتا تھا۔

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک جنگ کے موقع پر میں رسول اللہ ﷺ کی معیت میں نکلا۔ میرا اونٹ ست ہو گیا اور میں پیچھے رہ گیا۔ رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے اور فرمایا۔ "تجھے کیا ہو گیا ہے؟" میں نے عرض کی۔ میرا اونٹ سستی کر رہا ہے۔ اور پیچھے رہ گیا ہے۔ حضور نے اونٹ کو لاٹھی ماری اور فرمایا۔ "اب سوار ہو جاؤ۔" میں سوار ہوا تو وہ اتنا تیز دوڑنے لگا کہ میں اسے روک روک کر چلانے لگا تاکہ حضور ﷺ سے آگے نہ نکل جائے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ بنی ثعلبہ میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ میں اپنے اونٹ پر سوار ہو کر نکلا۔ وہ سستی کرنے لگا۔ یہاں تک کہ لوگ آگے نکل گئے اور مجھے اپنے اونٹ کی فکر دامن گیر تھی۔ اچانک میں نے دیکھا کہ حضور ﷺ سب سے پیچھے موجود ہیں۔ آپ نے مجھ سے پوچھا۔ "تجھے کیا ہو گیا ہے؟" میں نے عرض کی۔ میرا اونٹ ست ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ "میرے ساتھ ساتھ چلو۔" آپ نے پھونک ماری پھر منہ مبارک میں پانی لے کر اونٹ کی گردن پر کلی کر دی اور اسے عصا مارا تو وہ کودنے لگا۔ حضور نے فرمایا۔ اب سوار ہو جاؤ۔ میں نے عرض کی۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ ہم سب کے ساتھ ساتھ چلے۔ آپ نے فرمایا۔ "تم سوار تو ہو جاؤ۔" حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

فَرَكِبْتُ فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِهٖ لَقَدْ رَاَیْتُنِیْ وَاِنِّیْ اَكُفُّهٗ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اِرَادَةَ اَنْ لَا یَسْبِقَهٗ

قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ جب میں سوار ہوا تو میری یہ حالت ہو گئی کہ میں اپنے اونٹ کو روکنے کی کوشش کر رہا تھا تاکہ وہ رسول اللہ ﷺ سے آگے نہ نکل جائے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دوسری سند سے یہی روایت حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کی ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ مجھے حضور ﷺ نے فرمایا۔ اللہ کا نام لے کر سوار ہو جاؤ۔ میں آج تک ایسے سبک خرام اور تیز رفتار گھوڑے پر سوار نہیں ہوا۔ وہ مجھے لے کر اڑا جا رہا تھا اور میں اسے

ادب اور حیاء کی وجہ سے روکنے کی کوشش کر رہا تھا تاکہ وہ حضور ﷺ سے آگے نہ نکل جائے۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ سخت تاریک رات میں میرا اونٹ گم ہو گیا۔ میں اسے تلاش کر رہا تھا۔ اچانک حضور ﷺ کے پاس سے گزرا تو آپ نے پوچھا۔ "کیا کر رہے ہو۔" میں نے عرض کی۔ "میرا اونٹ گم ہو گیا ہے۔" حضور نے فرمایا۔

ذَاكَ جَمَلُكَ اِذْهَبْ فَخُذْهُ

وہ رہا تمہارا اونٹ۔ جاؤ اسے پکڑ لو۔

جس طرف حضور نے اشارہ فرمایا تھا میں ادھر چلا گیا۔ مگر وہاں اونٹ نہ ملا۔ میں واپس آ گیا۔ واپس آیا تو حضور ﷺ بہ نفس نفیس میرے ساتھ تشریف لے گئے یہاں تک کہ ہم نے اونٹ کو پالیا۔ حضور نے اونٹ میرے حوالے کر دیا پھر ہم چل پڑے۔ اونٹ بڑی ست رفتاری سے چل رہا تھا۔ میں نے کہا۔ صد حیف! میرا اونٹ اتنا ست رفتار ہے۔ حضور نے فرمایا۔ "کیا کہہ رہے ہو؟" میں نے آپ کو بتایا کہ میرا اونٹ بہت ست ہو گیا ہے۔ حضور نے اس کی سرین پر لاٹھی ماری تو وہ تیز تیز چلنے لگا۔ اتنا تیز کہ اس کی نکیل میرے ہاتھ سے کھنچ جاتی تھی۔

واقدی اور ابو نعیم رحمہما اللہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور ﷺ غزوۂ ذات الرقاع کے لئے تشریف لے جانے لگے تو علبہ بن زید حارثی شتر مرغ کے تین انڈے لے آئے۔ عرض کی۔ یارسول اللہ! یہ انڈے مجھے وہاں ملے ہیں جہاں مادہ شتر مرغ زمین کرید کر انڈے دینے کی جگہ بنالیتی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔

"جابر! انہیں لے جاؤ اور پکالو۔"

میں نے انہیں پکایا اور ایک رکابی میں رکھ کر لے آیا۔ پھر روٹی تلاش کی مگر کہیں نہ ملی۔ حضور ﷺ اور صحابہ کرام روٹی کے بغیر انڈے تناول فرمانے لگے وہ سب سیر ہو گئے مگر انڈے ویسے کے ویسے پڑے ہوئے تھے۔ پھر حضور اٹھ کھڑے ہوئے اور جملہ صحابہ کرام نے انہیں کھایا انڈوں سے لطف اندوز ہونے کے بعد ہم شاداں و فرحاں روانہ ہو گئے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ بنی انمار کے موقع پر ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ آپ نے ایک آدمی کے بارے میں فرمایا۔ اسے کیا ہو گیا ہے۔ اللہ اس کی گردن مارے۔ اس آدمی نے حضور کی یہ بات سن لی۔ فوراً عرض کی۔ یارسول اللہ راہ خدا میں میری گردن ماری جائے۔ فرمایا۔ "ہاں راہ خدا میں" بعد

میں وہ شخص اللہ کے راستے میں شہید ہو گیا۔ غزوۂ بنی انمار غزوۂ ذات الرقاع کا ہی دوسرا نام ہے۔
اس روایت کو حاکم نے نقل کر کے اسے صحیح کہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایک غزوہ کے موقع پر ایسا ہوا اور روایت کے آخر میں فرمایا کہ وہ شخص جنگ یمامہ میں شہید ہوا۔

باب

غزوۂ خندق کے موقع پر ظاہر ہونے والے معجزات

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہمیں بتایا گیا کہ غزوۂ احزاب کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔
''آج کے بعد یہ مشرکین کبھی تمہارے خلاف اس طرح جارحانہ جنگ نہیں کر پائیں گے۔''
پھر واقعی قریش نے کبھی جارحیت کر کے جنگ نہ کی۔

بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلیمان بن صرد سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ احزاب کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور ایک جگہ یہ الفاظ ہیں کہ جب مشرکین کے گروہ چلے گئے تو حضور نے فرمایا۔
''اب ہم ان سے جنگ کرنے جائیں گے۔ وہ ہم پر کبھی چڑھائی نہ کریں۔ بلکہ ہم ان کی طرف پیش قدمی کریں گے۔'' ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے یہی حدیث حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کی ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ خندق کے موقع پر ہم کھدائی کر رہے تھے کہ اچانک ایک سخت چٹان آ گئی صحابہ کرام علیہم الرضوان حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔ ''خندق میں ایک سخت چٹان آ گئی ہے۔'' حضور نے فرمایا۔ میں خندق میں اترتا ہوں۔ پھر آپ کھڑے ہوئے۔ آپ کے شکم اطہر پر پتھر بندھا ہوا تھا۔ تین دن سے ہم نے کوئی چیز چکھی بھی نہ تھی۔ حضور نے کدال ہاتھ میں لی اور اس زور سے چٹان پر ضرب لگائی کہ وہ ریزہ ریزہ ہو گئی۔ میں نے عرض کی۔ یا رسول اللہ اجازت ہو تو میں ذرا گھر سے ہو آؤں۔ فرمایا۔ جاؤ۔ میں گھر آیا اور بیوی سے کہا۔ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کو ایسی حالت میں دیکھا ہے کہ یارائے صبر نہ رہا۔ کیا تیرے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ اس نے کہا کہ میرے پاس تھوڑے سے جو اور ایک میمنا ہے۔ پھر میمنا ذبح کیا، جو پیسے اور گوشت ہنڈیا میں ڈالا۔ پھر بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کی۔ حضور! تھوڑا سا کھانا تیار ہے۔

ایک دو آدمیوں کے ساتھ آپ تشریف لے آئیں۔ آپ نے فرمایا۔ کتنا کھانا ہے؟ میں نے آپ کو کھانے کی مقدار بتائی تو فرمایا۔ کافی ہے، بہت بہتر ہے۔ پھر فرمایا اپنی بیوی سے کہو۔ میرے آنے تک نہ ہنڈیا اتارنا اور نہ تندور سے روٹی نکالنا۔ حضور نے سب کو فرمایا۔ چلو چنانچہ مہاجر اور انصار اٹھ کھڑے ہوئے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اپنی بیوی کے پاس آئے تو کہنے لگے۔ تیرا بھلا ہو۔ حضور نبی کریم ﷺ مہاجرین و انصار اور تمام صحابہ کرام کو ساتھ لے کر تشریف لے آئے ہیں۔ وہ پوچھنے لگیں۔ یہ بتاؤ حضور نے آپ سے کھانے کے متعلق پوچھا تھا۔ میں نے کہا۔ ہاں پوچھا تھا۔ اتنے میں حضور ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا۔ اندر داخل ہو جاؤ اور ہجوم نہ کرو۔ پھر حضور روٹی کے ٹکڑے کرنے اور اس پر گوشت رکھنے لگے۔ جب ہنڈیا سے گوشت لیتے یا تندور سے روٹی نکالتے تو ان کا منہ بند کر دیتے اور کھانا صحابہ کرام کے قریب کر دیتے، آپ اسی طرح روٹی کے ٹکڑے بناتے اور سالن ڈالتے رہے یہاں تک کہ سارے صحابہ کرام سیر ہو گئے مگر کھانا بچ گیا۔ پھر حضور نے میری بیوی سے فرمایا۔ ”اب تم کھاؤ اور لوگوں کے پاس بھی بھیجو کیونکہ لوگ بھوکے ہیں۔“ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسے نقل کیا ہے اور اس کے آخر میں یہ بھی ذکر کیا ہے کہ ہم سارا دن وہ کھانا کھاتے رہے اور آس پاس بھیجتے رہے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو ایک اور سند سے بھی نقل فرمایا ہے جس میں اتنا اضافہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لے گئے تو کھانا ختم ہو گیا۔

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ ایک اور سند سے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب خندق کھودی جا رہی تھی، میں نے حضور ﷺ کو فاقہ کے عالم میں دیکھا تو فوراً اپنی بیوی کے پاس آگیا اور پوچھا۔ تیرے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے؟ میں نے حضور کو فاقہ کے عالم میں دیکھا ہے۔ اس نے ایک تھیلا نکالا جس میں ایک صاع جو تھے۔ ہماری ایک بکری بھی تھی جو گھر میں بندھی رہتی تھی۔ بکری کو ذبح کیا۔ جو پیسے اور بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر سرگوشی کے انداز میں عرض کیا۔ یارسول اللہ! ہم نے ایک بکری ذبح کی ہے اور ایک صاع جو پیسے ہیں۔ آپ چند صحابہ کرام کے ساتھ تشریف لے آئیں۔ نبی الانبیاء علیہ التحیۃ والثناء نے اعلان عام فرما دیا۔

”اے اہل خندق! جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دعوت طعام کا بندوبست کیا ہے۔ جلدی سے آجاؤ۔“

لَا تُنْزِلُنَّ بُرْمَتَكُمْ وَلَا تَخْبِزُنَّ عَجِيْنَكُمْ حَتّٰى اَجِيْئَ

میرے آنے سے پہلے نہ ہنڈیا چولہے سے اتارنا اور نہ آٹے سے روٹی پکانا۔

میں فوراً گھر میں آگیا۔ تھوڑی دیر بعد حضور ﷺ بھی سب سے پہلے تشریف لے آئے۔ میں گوندھا ہوا آٹا لایا آپ نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی۔ پھر آپ ہنڈیا کے پاس تشریف لے گئے اس میں بھی لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا فرمائی۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

فَأُقْسِمُ بِاللّٰهِ لَقَدْ أَكَلُوْا وَهُمْ أَلْفٌ حَتّٰى تَرَكُوْهُ وَانْحَرَفُوْا وَإِنَّ بُرْمَتَنَا لَتَغِطُّ كَمَا هِيَ وَإِنَّ عَجِيْنَنَا لَيُخْبَزُ كَمَا هُوَ

میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ سب نے جی بھر کر کھانا کھایا۔ ان کی تعداد ایک ہزار تھی۔ سبھی کھانا کھا کر چلے گئے مگر ہماری ہنڈیا اسی طرح جوش مار رہی تھی اور روٹی پک رہی تھی جبکہ گوندھا ہوا آٹا اسی طرح موجود تھا۔

واقدی اور ابن عساکر رحمہما اللہ حضرت عبد اللہ بن مغیث بن ابو بردہ انصاری سے روایت کرتے ہیں کہ ام عامر اشھلیہ نے ایک بڑا پیالہ حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا جس میں کھجور، گھی اور ستو سے تیار شدہ کھانا موجود تھا۔ اس وقت حضور ﷺ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس اپنے خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ حضرت ام سلمہ نے اس میں سے کچھ کھایا۔ باقیماندہ کھانا لے کر حضور باہر تشریف لائے۔ ایک شخص نے حضور کے حکم سے یہ اعلان کیا کہ آکر شام کا کھانا کھالو۔ تمام اہل خندق نے کھانا کھایا یہاں تک کہ وہ سیر ہو گئے جبکہ پیالہ کھانے سے اسی طرح بھرا ہوا تھا۔ یہ حدیث مرسل ہے۔

ابو یعلی اور ابن عساکر رحمہما اللہ عبید اللہ بن علی بن ابو رافع سے اور وہ ابو رافع سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ خندق کے موقع پر میں ایک ٹوکرے میں بکری رکھ کر بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ "مجھے بکری کا بازو دے دو۔" میں نے پیش کر دیا۔ پھر فرمایا۔ "دوسرا بازو دے دو۔" میں نے دوسرا بازو بھی پیش کر دیا۔ حضور نے پھر فرمایا۔ "ایک اور بازو دے دو۔" میں نے عرض کی یا رسول اللہ! بکری کے دو ہی بازو ہوتے ہیں۔ میری یہ بات سن کر سید الانبیاء ﷺ نے فرمایا۔

لَوْ سَكَتَّ سَاعَةً لَنَا وَلْتَنِيْهِ مَاسَأَلْتُكَ

اگر تم کچھ دیر خاموش رہتے تو جو چیز میں تم سے مانگتا جاتا تم دیتے جاتے۔

ابو یعلی اور ابن عساکر رحمہما اللہ ایک دوسری سند سے عبید اللہ بن علی بن ابو رافع سے روایت

کرتے ہیں کہ ان کی دادی جان حضرت سلمٰی رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے بتایا کہ غزوۂ خندق کے دن حضور نبی کریم ﷺ نے ابورافع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف ایک بکری بھیجی۔ ابورافع نے اسے بھونا پھر ایک ٹوکرے میں رکھا اور بارگاہ نبوی ﷺ میں لے آیا۔ پھر انہوں نے سابقہ حدیث ذکر کی۔

ابوالقاسم رحمۃ اللہ علیہ اپنی معجم میں حضرت معاویہ بن حکم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں تھے کہ میرے بھائی علی بن حکم کے پاؤں پر خندق کی دیوار آگری۔ جس سے ان کا پاؤں زخمی ہو گیا۔ وہ فوراً حضور نبی پاک ﷺ کے پاس آگئے۔ آپ نے بسم اللہ پڑھ کر دست شفا پھیرا تو ان کی ساری تکلیف ختم ہو گئی۔

ابونعیم، ابو عبدالرحمٰن جلی رحم اللہ علیہ سے اور وہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ خندق میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ آپ نے کدال ہاتھ میں لی اور زور سے ایک ضرب لگا کر فرمایا۔ اس ضرب سے اللہ تعالیٰ روم کے خزانے کھول دے گا۔ پھر دوسری ضرب لگائی اور فرمایا۔ اس ضرب سے اللہ تعالیٰ فارس کے خزانے کھول دے گا۔ پھر حضور نے تیسری ضرب لگائی اور فرمایا۔ اس ضرب سے اللہ تعالیٰ اہل یمن کو یہاں لائے گا اور وہ ہمارے معاون اور مددگار بن جائیں گے۔

بیہقی، ابن اسحاق رحم اللہ علیہ سے اور وہ حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں خندق کے ایک کونے میں کدال چلا رہا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے کام کرتے دیکھا اور آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ زمین بڑی سخت ہے۔ لہٰذا آپ نیچے اتر آئے۔ میرے ہاتھ سے کدال لے لی اور ایک زوردار ضرب لگائی۔ کدال کے نیچے سے بجلی سی چمکی۔ پھر آپ نے دوسری ضرب لگائی۔ اس بار بھی کدال کے نیچے سے بجلی چمکی۔ اس کے بعد آپ نے تیسری ضرب لگائی۔ پھر بھی اسی طرح بجلی چمکی۔ میں نے عرض کی "حضور! میں نے یہ کیسی چمک دیکھی ہے؟" حضور نے فرمایا۔

"پہلی چمک کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے یمن کو میرے لئے فتح کر دیا۔ دوسری چمک کے ساتھ شام اور مغرب کو جبکہ تیسری چمک کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے مشرق کو میرے لئے فتح فرما دیا۔"

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک قابل اعتماد شخص نے مجھے بتایا کہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عہد فاروقی اور عثمانی میں اور بعد میں بھی کہا کرتے تھے۔

"جو شہر چاہتے ہو فتح کر لو۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! تم جو شہر فتح کر چکے ہو یا تا قیامت جو فتح کرو گے، ان تمام شہروں کی کنجیاں پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے حضور نبی

پاک ﷺ کو عطا فرمادی ہیں۔"

روایت مذکورہ کو ابو نعیم نے ابن اسحاق سے انہوں نے کلبی سے انہوں نے ابو صالح رحمہم اللہ سے اور انہوں نے حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے نیز بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے بھی اسے حضرت عروہ اور حضرت موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی سند سے حضرت ابن شہاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ خندق کی کھدائی میں ایک بار ایسی سخت چٹان آگئی کہ ہماری کدالیں جواب دی گئیں۔ ہم نے حضور سے شکایت کی۔ آپ نے چٹان کو ملاحظہ فرمایا۔ کدال ہاتھ میں لی اور بسم اللہ پڑھ کر ایسی ضرب لگائی کہ چٹان کا تیسرا حصہ ٹوٹ گیا۔ حضور نے فرمایا۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ الشَّامِ وَاللّٰهِ اِنِّىْ لَاَ نْظُرُ اِلٰى قُصُوْرِهَا الْحُمْرِ

اللہ سب سے بڑا ہے۔ مجھے شام کی چابیاں عطا کر دی گئیں۔ اللہ کی قسم! میں شام کے سرخ محلات کو دیکھ رہا ہوں۔

پھر حضور نے دوسری ضرب لگائی تو چٹان کا ایک اور تہائی کٹ کر گر پڑا۔

حضور نے فرمایا۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ فَارِسَ وَاللّٰهِ اِنِّىْ لَاُبْصِرُ قَصْرَ الْمَدَائِنِ الْاَبْيَضَ

اللہ سب سے بڑا ہے۔ مجھے فارس کی چابیاں عطا کر دی گئی ہیں۔ اللہ کی قسم! میں مدائن کا سفید محل دیکھ رہا ہوں۔

اس کے بعد حضور نے تیسری ضرب لگائی تو چٹان کا باقیماندہ حصہ بھی ٹوٹ گیا۔

حضور نے فرمایا۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اُعْطِيْتُ مَفَاتِيْحَ الْيَمَنِ وَاللّٰهِ اِنِّىْ لَاُبْصِرُ اَبْوَابَ صَنْعَآءَ مِنْ مَّكَانِى السَّاعَةَ

اللہ سب سے بڑا ہے۔ مجھے یمن کی چابیاں بھی عطا فرمادی گئی ہیں۔ اللہ کی قسم! میں اب بھی یہاں سے صنعاء کے دروازے دیکھ رہا ہوں۔

ابن سعد، ابن جریر، ابن ابی حاتم، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ کثیر بن عبد اللہ سے، وہ اپنے والد

عبداللہ بن عمرو سے اور وہ بھی اپنے والد حضرت عمرو بن عوف مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ خندق کی کھدائی کے دوران ایک گول اور سفید چٹان نکل آئی۔ جس پر لگ لگ کر ہمارے آہنی آلات ٹوٹ گئے مگر چٹان ٹوٹنے کا نام نہ لیتی تھی۔ ہم نے رسول اللہ ﷺ کو صورت حال سے آگاہ کیا۔ آپ نے حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے کدال لی اور چٹان پر ایسی ضرب لگائی کہ وہ پھٹ گئی اور اس سے ایسی چمک پیدا ہوئی جس سے مدینہ منورہ کے گوشے روشن ہوگئے اور یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے تاریک رات میں چراغ جلا دیا ہو۔ اور رسول اللہ ﷺ نے نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ پھر حضور نے دوسری ضرب لگائی تو چٹان کا ایک حصہ ٹوٹ گیا اور ایسی چمک پیدا ہوئی کہ مدینہ منورہ کے گوشے روشن ہوگئے۔ حضور نے دوبارہ نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ پھر آپ نے تیسری ضرب لگائی تو چٹان کو توڑ کر رکھ دیا۔ اس بار بھی چمک پیدا ہوئی اور مدینہ منورہ کے گوشے روشن ہوگئے۔ حضور نے پھر نعرۂ تکبیر بلند کیا۔ یہ منظر دیکھنے کے بعد ہم نے عرض کی۔ یارسول اللہ! یہ کیا ماجرا ہے۔ آپ نے ضربیں لگائیں۔ لہروں کی طرح بجلیاں کوندیں اور آپ اللہ اکبر کا نعرہ لگاتے رہے۔ سرور انبیاء علیہ التحیۃ والثناء نے ارشاد فرمایا۔

"جب پہلی بار روشنی پھیلی تو اس میں مجھے حیرہ کے محلات اور کسریٰ کے شہر کتوں کے دانتوں کی طرح چمکتے دکھائی دیئے اور جبرئیل امین نے مجھے بتایا کہ میری امت انہیں فتح کرلے گی۔ جب دوسری بار روشنی پھیلی تو سرزمین روم کے سرخ محلات کتوں کے دانتوں کی طرح مجھے صاف دکھائی دیئے اور جبرئیل امین نے مجھے بتایا کہ میری امت انہیں بھی زیرنگیں بنالے گی۔ تیسری بار روشنی پھیلی تو صنعاء کے محلات کتوں کے دانتوں کی طرح میرے سامنے چمکنے لگے اور جبرئیل امین نے مجھے بتایا کہ میری امت ان کو بھی فتح کرلے گی۔" پھر حضور ﷺ نے فرمایا۔ "اے میرے صحابہ! اللہ تعالیٰ کی اس تائید اور نصرت پر خوش ہوجاؤ۔"

نبی پاک سید لالوک ﷺ کی زبان حق ترجمان سے منافقوں نے یہ باتیں سنیں تو کہنے لگے۔

"محمد (ﷺ) تمہیں یہ بتاتا ہے کہ وہ یثرب میں بیٹھ کر حیرہ کے محلات اور کسریٰ کے شہر دیکھ رہا ہے اور وہ پیشین گوئی کرتا ہے کہ یہ علاقے تم فتح کرلو گے حالانکہ تمہاری حالت تو یہ ہے کہ اپنے دفاع کے لئے خندق کھود رہے ہو اور باہر میدان میں نکل کر جنگ نہیں کرسکتے۔ اس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوگئی۔

وَاِذْ یَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اِلَّا غُرُوْرًا (الاحزاب:12)

اور اس وقت منافق اور جن کے دلوں میں روگ تھا کہنے لگے کہ ہم سے اللہ اور اس کے رسول نے (فتح کا) وعدہ نہیں کیا تھا مگر صرف دھوکہ دینے کے لئے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ خندق کے روز حضور نبی کریم ﷺ نے کدال کی ضرب لگائی تو بہت زیادہ چمک پیدا ہوئی اور یمن کی طرف سے نور ظاہر ہوا۔ پھر دوسری ضرب لگائی تو فارس کی طرف سے نور نکلا۔ جب تیسری ضرب لگائی تو روم کی جانب سے نور ظاہر ہوا۔ یہ دیکھ کر حضرت سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت حیران ہوئے۔ ان کی حیرت دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے استفسار فرمایا۔ کیا تم نے نور نکلتے دیکھا ہے؟ عرض کی۔ "جی ہاں۔" حضور نے فرمایا۔ "میرے لئے بہت بڑے شہر ظاہر ہوگئے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہیں پر مجھے یہ بشارت دے دی ہے کہ وہ یمن، روم اور فارس پر ہمیں فتح عطا فرمائے گا۔"

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ خندق کھودنے کے وقت ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ حضور خندق کھود رہے تھے کہ اچانک ایک چٹان آگئی اور حضور مسکرا دیئے۔ عرض کیا گیا۔ یا رسول اللہ! آپ کس لئے مسکرائے ہیں؟ فرمایا۔ "مجھے ان لوگوں پر ہنسی آئی جنہیں بیڑیاں ڈال کر مشرق سے لایا جائے گا اور جنت کی طرف کھینچا جائے گا مگر وہ اس بات پر خوش نہ ہوں گے۔"

بیہقی اور ابو نعیم، ابن اسحاق سے وہ سعید بن میناء رحمہم اللہ سے اور وہ بشیر بن سعد کی بیٹی اور نعمان بن بشیر کی بہن سے روایت کرتے ہیں۔ وہ فرماتی ہیں کہ میرے والد صاحب اور ماموں جان خندق کھود رہے تھے۔ میری والدہ نے ایک کپڑے کے پلو میں کچھ کھجوریں رکھیں اور مجھے دے کر ان کی طرف بھیجا۔ میں رسول اللہ ﷺ کے پاس سے گزری تو حضور نے مجھے بلا لیا۔ میں حاضر خدمت ہوئی۔ آپ نے مجھ سے کھجوریں لے لیں اور ہاتھوں میں رکھ لیں۔ مگر کھجوریں بہت کم تھیں، آپ کی ہتھیلیاں بھی نہ بھر سکیں۔ پھر حضور نے ایک کپڑا پھیلایا اور اس پر کھجوریں بکھیر دیں جو کپڑے کے اطراف میں گر پڑیں۔ پھر آپ کے حکم سے تمام اہل خندق جمع ہوئے وہ کھجوریں کھاتے رہے اور کھجوریں بڑھتی گئیں یہاں تک کہ سب سیر ہو کر پیچھے ہٹ گئے مگر کھجوریں اتنی زیادہ پڑی تھیں کہ کپڑے کے اطراف سے گر رہی تھیں۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ مغیرہ کے خاندان کے ایک شخص نے کہا۔ میں محمد (ﷺ) کو ضرور قتل کروں گا۔ یہ کہہ کر اس نے خندق میں گھوڑا ڈال دیا۔ جس سے وہ گر پڑا اور اس کی گردن ٹوٹ گئی۔ اس کے قبیلے والوں نے کہا۔

"اے محمد! (ﷺ) اسے ہمارے حوالے کر دو تاکہ ہم اسے دفن کر سکیں۔ ہم آپ کو اس کا معاوضہ دے دیں گے۔" سرکار ابد قرار ﷺ نے فرمایا۔ "چھوڑو یہ بھی خبیث ہے اور اس کا معاوضہ بھی خبیث اور ناپاک ہے۔"

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ میں ارشاد فرمایا ہے۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا۔ (البقرہ:214)

کیا تم خیال کر رہے ہو کہ تم یونہی جنت میں داخل ہو جاؤ گے حالانکہ تم پر وہ حالات نہیں گزرے جو ان لوگوں پر گزرے تھے جو تم سے پہلے ہوئے ہیں۔ انہیں سختی اور مصیبت پہنچی اور وہ لرزا ٹھے۔

یہ فرمان الٰہی پڑھ کر حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب مسلمانوں نے مشرکین کے گروہوں کو دیکھا تو کہنے لگے۔ یہ وہی چیز ہے جس کا وعدہ اللہ اور اس کے رسول نے ہمارے ساتھ کیا تھا۔

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ باد صبا (مشرقی ہوا) کے ساتھ میری مدد کی گئی اور قوم عاد کو دبور (مغربی ہوا) کے ساتھ ہلاک کر دیا گیا۔

ابو نعیم اور ابن ابی حاتم رحمہما اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ احزاب کی رات شمالی ہوا جنوبی ہوا کے پاس آئی اور اس سے کہا۔ چل اور اللہ اور اس کے رسول کی مدد کر۔ جنوبی ہوا نے کہا۔ رات کے وقت گرم ہوا نہیں چلا کرتی۔ پھر اللہ نے ان پر باد صبا (مشرقی ہوا) بھیج دی جس نے ان کی آگ بجھا دی اور خیموں کی طنابیں کاٹ ڈالیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "صبا کے ساتھ میری مدد کی گئی اور قوم عاد کو دبور (مغربی ہوا) کے ساتھ ہلاک کیا گیا۔"

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مجاہد سے نقل کرتے ہیں کہ فرمان الٰہی:

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا۔ (ہم نے ان پر ہوا بھیجی)

میں ہوا سے مراد باد صبا ہے۔ جو غزوۂ خندق کے موقع پر بھیجی گئی۔ جس نے مشرکین کی ہانڈیوں کو اوندھا کر دیا اور ان کے خیموں کو اکھاڑ دیا حتیٰ کہ انہوں نے وہاں سے رخت سفر باندھنے میں ہی

عافیت سمجھی اور وَجُنُوۡدًا لَّمۡ تَرَوۡهَا (اور ایسے لشکر جو تمہیں دکھائی نہ دیئے) میں لشکروں سے مراد ملائکہ کے لشکر ہیں۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ اس روز فرشتوں نے جنگ میں عملی حصہ نہ لیا تھا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ احزاب کی رات ایسی رات تھی جس میں ہم تیز آندھی اور سخت سردی کی لپیٹ میں آگئے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ "ہے کوئی ایسا شخص جو دشمن قوم کے حالات کا پتہ کر کے ہمیں آگاہ کرے۔ یہ کارنامہ سرانجام دینے والا قیامت کے دن میرے ساتھ ہوگا۔" سب خاموش رہے۔ کسی نے کوئی جواب نہ دیا پھر حضور نے دوسری بار اور تیسری بار بھی یہی ارشاد فرمایا۔ آخر میں فرمایا۔ حذیفہ! اٹھو۔ جاؤ اور دشمنوں کے حالات کا پتہ کر آؤ۔ میں حسب ارشاد روانہ ہو گیا۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا گویا کسی حمام کے اندر چل رہا ہوں اور واپسی پر بھی مجھے حمام کے اندر چلنے کا احساس ہوا۔ جب میں اپنے کام سے فارغ ہوا تو مجھے سخت سردی لگ گئی۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی روایت کو چند دوسرے واسطوں سے حضرت حذیفہ سے بھی نقل کیا ہے۔ اس میں یہ بھی ہے۔ کہ میں نے عرض کی۔ حضور! سردی سخت ہے۔ مگر آپ کے حکم سے انحراف کرنے سے بھی مجھے حیا آتی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا جاؤ۔ واپسی تک سردی یا گرمی تمہیں کوئی گزند نہ پہنچائے گی۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک تیسری سند سے بھی حضرت حذیفہ سے یہی روایت نقل کی ہے۔ اس میں ہے کہ میں تعمیل ارشاد کیلئے کھڑا ہوا تو حضور ﷺ نے فرمایا۔ "دشمن قوم میں کوئی خاص بات ہونے والی ہے۔ تم جا کر پتہ کر آؤ۔" میں سردی سے از حد خوف زدہ تھا۔ مگر جب باہر نکلا تو حضور نے دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ احۡفَظۡهُ مِنۡ بَيۡنِ يَدَيۡهِ وَمِنۡ خَلۡفِهٖ وَعَنۡ يَّمِيۡنِهٖ وَعَنۡ شِمَالِهٖ وَمِنۡ فَوۡقِهٖ وَمِنۡ تَحۡتِهٖ

اے اللہ! اس کے آگے پیچھے دائیں بائیں، اوپر نیچے، ہر طرف سے اس کی حفاظت فرما۔

حضور کی اس دعا کی برکت سے ہر قسم کی پریشانی اور سردی کا خوف جاتا رہا۔ پھر میں دشمنوں کے لشکر کی طرف چلا گیا۔ وہ کہہ رہے تھے۔ چلو! یہاں سے کوچ کرو۔ اب یہاں مزید ٹھہرنا ممکن نہیں۔ ان کے لشکر میں تیز ہوا چل رہی تھی۔ اور ان کے لشکر کی حدود سے بالشت بھر ادھر ادھر ہوا کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ ان کے کجاووں اور پڑاؤ میں پتھر گرنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ غالباً تیز ہوا کی وجہ سے ان پر پتھر پڑتے تھے۔ یہ صورت حال دیکھ کر میں نے واپسی کی راہ لی۔ ابھی آدھا راستہ طے کیا تھا کہ مجھے دس سوار ملے۔ انہوں نے عمامے باندھ رکھے تھے۔

بولے۔ اپنے نبی کریم ﷺ کو بتادینا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس قوم سے بچالیا ہے۔ میں اپنے لشکر میں واپس آگیا۔ جونہی یہاں پہنچا، مجھے سخت سردی لگ گئی اور میرا جسم سردی سے کانپنے لگا۔ اسی واقعہ کے متعلق یہ فرمان الٰہی نازل ہوا۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا

اے ایمان والو! یاد کرو اللہ کے احسان کو جو اس نے تم پر کیا جب تم پر کفار کے لشکر حملہ آور ہو کر آگئے تھے۔ ہم نے ان پر آندھی اور ایسی فوجیں بھیج دیں جن کو تم دیکھ نہیں سکتے تھے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے چوتھی سند سے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ مشرکین شدید ہوا کی لپیٹ میں آگئے۔ بالآخر کوچ کر گئے۔ ہوا کی تیزی نے انہیں اتنا بدحواس کر دیا تھا کہ وہ کچھ سامان بھی چھوڑ گئے۔ اور جب وہ واپس آرہے تھے تو ان کے پاس سے چند گھوڑ سوار گزرے۔ ان میں سے دو نے سامنے آکر کہا۔ "جاؤ۔ اپنے نبی کریم ﷺ کو بتادو کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمن کے خلاف (ملائکہ کے) لشکر اور آندھی بھیج کر انہیں بچالیا ہے۔"

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے پانچویں سند سے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ روایت نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ کیا تم جاؤ گے؟ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی۔ بخدا! مجھے قتل ہو جانے کا خوف نہیں۔ بلکہ مجھے قید ہو جانے کا ڈر ہے۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر تیز آندھی بھیجی جس نے ان کے سارے ٹھکانوں کو گرادیا اور ان کے برتنوں کو الٹ دیا۔ اس حدیث پاک کو حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل کیا ہے اور اسے صحیح کہا ہے۔ نیز اسے ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی روایت کیا ہے۔

ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ احزاب کی رات حضور نبی کریم ﷺ نے تین بار فرمایا۔

"دشمن کے حالات کا پتہ کر کے کون مجھے آگاہ کر سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ اسے جنت میں میری رفاقت بخشے گا۔"

مگر کسی نے کوئی جواب نہ دیا۔ پھر حضور ﷺ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا انہوں نے عرض کی۔ لبیک یارسول اللہ! آپ نے فرمایا۔ "کیا تم نے میری آواز نہیں سنی؟" عرض کی۔ "سن لی ہے۔" فرمایا۔ "تو جواب کیوں نہیں دیا؟" حضرت حذیفہ نے عرض کی۔

"حضور! سردی سے ڈر رہا ہوں۔" رحمت عالم ﷺ نے فرمایا۔ "تمہیں سردی کا احساس بھی نہ ہوگا۔" چنانچہ انہیں ذرا بھی سردی محسوس نہ ہوئی وہ دشمن کے لشکر کے پاس جاکر واپس آگئے اور حضور ﷺ کو دشمن کے حالات سے آگاہ کیا۔ مگر جب اپنے لشکر میں واپس آئے تو پہلے کی طرح سردی بھی محسوس ہونے لگی۔

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ حضرت عبداللہ بن ابو اوفی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کے گروہوں کے لئے بددعا فرمائی کہ اے اللہ! اے کتاب کو نازل فرمانے والے اور جلد حساب لینے والے! مشرکین کے ان گروہوں کو شکست سے دوچار فرما دے۔ انہیں پسپا کر دے اور ان کے قدم ڈگمگا دے۔

شیخین رحمۃ اللہ علیہ (امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں۔

"خدائے واحد و یکتا کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ جس نے اپنے لشکر کو عزت بخشی۔ اپنے بندے کی مدد فرمائی۔ تنہا مشرکین کے گروہوں کو شکست سے دوچار کیا اور اس کے بعد ان میں کچھ طاقت نہ رہی۔"

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ خندق کے موقع پر جبرئیل امین تند و تیز ہوا لے کر آئے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے جبرئیل کو دیکھا تو تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔ "خوش ہو جاؤ۔" اللہ تعالیٰ نے ان پر ایسی ہوا بھیجی جس نے ان کے خیمے پھاڑ ڈالے، ہانڈیاں الٹ دیں، کجاوے پیوند خاک کر دیئے اور خیموں کی میخیں توڑ ڈالیں۔ وہ بدحواس ہو کر ایسے بھاگے کہ کسی کو دوسرے کی فکر نہ تھی۔ اسی واقعہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا

جب تم پر لشکر حملہ آور ہو کر آگئے تو ہم نے ان پر آندھی اور ایسے لشکر بھیجے جو تمہیں دکھائی نہ دیئے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ احزاب کے موقع پر حضور نبی کریم ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کا دس سے زائد ایام تک محاصرہ کیا گیا۔ یہاں تک کہ ہر شخص سخت بے چین اور بے قرار ہو گیا اور حضور نبی کریم ﷺ نے بارگاہ رب العزت میں یوں عرض کیا۔

"اے اللہ! میں تجھے تیرے وعدوں کا واسطہ دیتا ہوں۔ اے اللہ! اگر تیری مرضی یہی ہے تو

پھر تیرا کوئی نام لیوا اور عبادت کرنے والا نہیں رہے گا۔"

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ احزاب کے موقع پر رسول اللہ ﷺ سوموار، منگل اور بدھ کے روز دعا فرماتے رہے۔ بالآخر بدھ کے دن ظہر اور عصر کی نمازوں کے درمیان آپ کی دعا قبول کر لی گئی۔ قبولیت دعا سے حضور ﷺ کو از حد خوشی ہوئی۔ خوشی و مسرت کے آثار ہم نے آپ کے رخ انور پر دیکھے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد جب بھی میں کسی سخت پریشانی میں مبتلا ہوتا ہوں، میں اسی روز کی اسی ساعت ہمایوں میں دعا کرتا ہوں تو میری دعا کو شرف قبولیت سے نواز دیا جاتا ہے۔

ابن سعد، واقدی سے اور وہ اپنے شیوخ رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ خندق میں عمرو بن عبدود میدان میں نکلا اور کہنے لگا۔

هَلْ مِنْ مُّبَارِزٍ؟

ہے کوئی میرا مقابلہ کرنے والا؟

شیر خدا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا۔

اَنَا اُبَارِزُہٗ

میں اس کا مقابلہ کروں گا۔

تاجدار کائنات ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنی تلوار عطا فرمائی۔ ان کے سر پر عمامہ سجایا اور اس دعا کے ساتھ انہیں روانہ فرمایا۔

اَللّٰھُمَّ اَعِنْهُ عَلَيْهِ

یا اللہ! عمرو کے مقابلے میں میرے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مدد فرما۔

پھر شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ میدان میں اترے۔ دونوں مدمقابل ایک دوسرے کے قریب آئے۔ غبار اٹھا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلوار کا وار کر کے اسے واصل جہنم کر دیا۔ یہ ذلت آمیز شکست دیکھ کر عمرو کے ساتھی بدحواس ہو کر بھاگ گئے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت عروہ اور حضرت ابن شہاب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نعیم بن مسعود نے حضور نبی کریم ﷺ کے پاس آ کر خبر دی کہ قریش جمع ہو چکے ہیں اور انہوں نے بنو قریظہ کو کہلا بھیجا ہے کہ ہمارا قیام لمبا ہو گیا ہے۔ آس پاس کے سارے علاقے خشک سالی کا شکار ہیں اور ہم چاہتے ہیں کہ محمد (ﷺ) اور ان کے صحابہ پر حملہ کر کے ان

سے جلدی جلدی چھٹکارا پالیں۔ قبیلہ قریظہ نے بھی انہیں ہر طرح کے تعاون کا یقین دلایا ہے اور کہا ہے کہ اگر تم یہ کام کرنا چاہتے ہو تو کچھ زر ضمانت بھیج دو۔ بہر حال تاخیر تمہاری جانب سے ہے۔ ہم مکمل طور پر تیار ہیں۔" رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بنو قریظہ نے تو میرے پاس پیغام بھیجا ہے کہ ہم آپ سے صلح کرنا چاہتے ہیں اور یہ مطالبہ کیا ہے کہ میں بنو نضیر کو واپس ان کے مال و متاع اور گھروں میں آنے کی اجازت دے دوں۔" یہ بات سن کر نعیم بن مسعود نے بنو غطفان کے پاس آکر کہا۔ "میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ مجھے یہود کی عہد شکنی کا پتہ چل گیا ہے۔ یقین کرو کہ محمد (ﷺ) نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ وہ بتا رہے تھے کہ بنو قریظہ نے ان کے ساتھ اس شرط پر صلح کی آمادگی ظاہر کر دی ہے کہ وہ ان کے بھائیوں بنی نضیر کو واپس ان کے مال و متاع اور گھروں میں آنے کی اجازت دے دیں۔"

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ تمام مسلمانوں اور کافروں کو اس بات کا یقین تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ ہمیشہ سچ بولتے ہیں اور آپ کی زبان سے جھوٹی بات کبھی نہیں نکلی۔

ابن عدی، بیہقی اور ابن عساکر، کلبی سے اور وہ ابو صالح رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً (الممتحنۃ: 7)

یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے اور ان کے درمیان محبت پیدا فرما دے گا جن سے تم (اس کی رضا کے لئے) دشمنی رکھتے ہو۔

حضرت ابو صالح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آیت مذکورہ کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے درمیان اس طرح محبت پیدا کی کہ ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی حضرت ام حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے ساتھ حضور نبی اکرم ﷺ کی شادی ہو گئی۔ جس کی وجہ سے وہ ام المؤمنین (مومنوں کی ماں) بن گئیں اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مومنوں کے ماموں بن گئے۔

طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا ہے کہ غزوۂ خندق کے موقع پر جب مجاہدین اسلام اس قدر مصروف تھے کہ نماز قضا ہونے کا اندیشہ پیدا ہو گیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے سورج کو اپنے حبیب پاک ﷺ کی خاطر روک لیا تھا۔ مگر جب ان کی مصروفیت بہت بڑھی تو سورج کو غروب ہونے کی اجازت تو مل گئی لیکن پھر اللہ تعالیٰ نے حضور نبی پاک ﷺ کی خاطر سورج کو پلٹا دیا یہاں تک کہ نماز عصر ادا کی گئی۔

باب

غزوۂ بنی قریظہ میں ظاہر ہونے والے معجزات

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور نبی کریم ﷺ غزوۂ خندق سے واپس تشریف لائے، ہتھیار اتارے اور غسل فرمایا تو جبرئیل امین حاضر خدمت ہوئے۔ کہنے لگے۔ "آپ نے ہتھیار اتار دیئے ہیں۔ اللہ کی قسم! ہم نے ابھی تک ہتھیار نہیں اتارے۔ اب پھر جنگ کے لئے تشریف لے چلیں۔" حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ "کہاں جانا ہے؟" جبرئیل نے بنو قریظہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ "اس طرف جانا ہے۔" پس سردار انبیاء ﷺ ادھر روانہ ہو گئے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ بنو قریظہ کی طرف روانہ ہوئے تو مجھے یوں دکھائی دیا گویا بنو غنم قبیلہ کی گلیوں میں غبار اڑ رہا ہے اور جبرئیل امین کی سواری جا رہی ہے۔

حاکم اور بیہقی رحمہما اللہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی رحمت ﷺ ہمارے پاس تشریف فرما تھے۔ ہم اپنے مکان میں بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک کسی آدمی نے ہمیں سلام کیا۔ حضور ذرا پریشان ہو کر اٹھے۔ میں بھی اٹھ کھڑی ہوئی۔ میں نے دیکھا کہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہیں۔ حضور نے فرمایا۔ "یہ جبرئیل ہیں جو مجھ سے کہتے ہیں کہ میں بنو قریظہ کی طرف جاؤں اور کہتے ہیں کہ تم لوگوں نے تو ہتھیار اتار دیئے ہیں مگر ہم نے ہتھیار نہیں اتارے اور ہم مشرکین کے تعاقب میں حمراء الاسد تک جا پہنچے۔" یہ واقعہ اس وقت پیش آیا جب حضور ﷺ خندق سے واپس تشریف لائے تھے۔ چنانچہ حضور روانہ ہو گئے۔ راستے میں لوگوں کی مجالس سے گزر ہوا تو ان سے پوچھا۔ "کیا تمہارے پاس سے کوئی گزرا ہے؟" لوگوں نے کہا "جی ہاں۔ ابھی ابھی دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گزرے ہیں جو بھورے رنگ کے خچر پر سوار تھے اور ان کے نیچے ریشمی چادر پڑی ہوئی تھی۔" حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

لَیْسَ ذٰلِکَ بِدِحْیَۃَ وَلٰکِنَّہٗ جِبْرَئِیْلُ عَلَیْہِ السَّلَامُ اُرْسِلَ اِلٰی بَنِیْ قُرَیْظَۃَ لِیُزَلْزِلَھُمْ وَیَقْذِفَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الرُّعْبَ

وہ دحیہ کلبی (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نہیں تھے بلکہ جبرئیل (علیہ السلام) تھے جنہیں بنو قریظہ کی طرف بھیجا گیا تھا تا کہ انہیں ڈگمگا دیں اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیں۔

حاکم نے مذکورہ روایت کو صحیح کہا ہے۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ چند دوسرے واسطوں سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک آدمی کی آواز سنی۔ آپ بڑی جلدی سے باہر تشریف لے گئے۔ میں بھی صورت حال دیکھنے کے لئے پیچھے پیچھے چل پڑی۔ میں نے دیکھا کہ ایک شخص اپنے گھوڑے کی گردن کے بالوں سے ٹیک لگا کر کھڑا ہے۔ غور سے دیکھا تو وہ دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ انہوں نے عمامہ باندھ رکھا تھا اور شملہ کندھوں کے درمیان لٹکا رکھا تھا۔ جب حضور ﷺ واپس تشریف لائے تو میں نے عرض کی۔ حضور! یہ منظر میں نے بھی دیکھا ہے۔ آپ ں نے فرمایا۔ کیا واقعی تم نے اس شخص کو دیکھا ہے؟ میں نے عرض کیا۔ ”جی ہاں“ فرمایا۔ ”وہ جبرئیل تھے۔ مجھے کہہ رہے تھے کہ میں بنی قریظہ کی طرف جاؤں۔“

بیہقی، موسیٰ بن عقبہ رحمہما اللہ سے اور وہ ابن شہاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ نیز بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ غسل فرمانے کے بعد سر مبارک میں کنگھی فرما رہے تھے۔ ابھی سر کے ایک طرف کنگھی فرمائی ہی تھی کہ جبرئیل امین آ گئے۔ وہ گھوڑے پر سوار تھے اور انہوں نے زرہ پہن رکھی تھی۔ حضور فوراً ان کے پاس تشریف لے گئے۔ جبرئیل کہنے لگے۔ آپ نے ہتھیار اتار دیئے ہیں مگر جب سے دشمن نے آپ پر چڑھائی کی ہے ہم نے ہتھیار نہیں اتارے۔ میں ابھی تک ان کے تعاقب میں ہوں اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بنو قریظہ کے ساتھ جنگ کرنے کا حکم دیا ہے۔ میں اپنے ساتھ ملائکہ کو لے کر ان کی طرف جا رہا ہوں تاکہ ان کے قلعوں کو ہلاک کر رکھ دوں۔ آپ بھی لوگوں کو ساتھ لے کر تشریف لے چلیں۔“ چنانچہ حضور ﷺ روانہ ہو گئے۔ آپ نے لوگوں سے پوچھا۔

”کیا تمہارے پاس سے کوئی سوار گزرا ہے؟“

لوگوں نے بتایا کہ ہمارے پاس سے دحیہ کلبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ گزرے ہیں جو سفید رنگ کے گھوڑے پر سوار تھے۔ ان کے نیچے سرخ رنگ کا ریشمی کپڑا پڑا تھا اور انہوں نے زرہ پہن رکھی تھی۔“

حضور ﷺ نے فرمایا۔ ”وہ جبرئیل تھے اور دحیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے کافی مشابہت رکھتے ہیں۔“

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ یزید بن اصم سے روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے گروہوں کو دور بھگا دیا اور حضور ﷺ اپنے کاشانہ اقدس پر تشریف لے آئے۔ آپ اپنا سر

مبارک دھو رہے تھے کہ جبرئیل امین نے حاضر ہو کر کہا۔ "اللہ تعالیٰ آپ سے درگزر فرمائے۔ آپ نے ہتھیار رکھ دیئے ہیں جبکہ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے ابھی تک ہتھیار نہیں رکھے۔ آپ بھی بنو قریظہ کے قلعہ کے پاس ہمارے ساتھ تشریف لے چلیں۔"

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے غزوۂ بنی قریظہ میں جبرئیل امین کو دیکھا۔ انہوں نے سیاہ عمامہ باندھا ہوا تھا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ ماجشون سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ احزاب میں رسول اللہ ﷺ کے پاس جبرئیل امین آئے۔ وہ گھوڑے پر سوار تھے اور سیاہ عمامہ باندھے ہوئے تھے جس کا شملہ ان کے کندھوں کے درمیان لٹکا ہوا تھا۔ چہرے پر گرد و غبار کے آثار نمایاں تھے اور ان کے نیچے سرخ غالیچہ سا پڑا ہوا تھا۔ نبی کریم ﷺ سے کہنے لگے۔ ہم نے ابھی تک ہتھیار نہیں رکھے تھے کہ آپ نے ہم سے پہلے رکھ دیئے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ آپ بنو قریظہ کے پاس جا کر ان سے جنگ کریں۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ حمید بن ہلال سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ اور بنو قریظہ کے مابین ایک معاہدہ طے پایا تھا مگر جب مشرک گروہ در گروہ مدینہ پر حملہ آور ہوئے تو بنو قریظہ نے عہد شکنی کرتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے خلاف مشرکوں کی طرف دست تعاون بڑھایا۔ اللہ تعالیٰ نے تیز آندھی اور ملائکہ کے لشکر بھیج دیئے۔ جس کی وجہ سے اکثر بھاگ گئے۔ چند ایک قلعوں میں محصور ہو گئے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام نے ہتھیار رکھ دیئے۔ اسی دوران حضور کے پاس جبرئیل امین آ گئے۔ کہنے لگے۔ میں نے ابھی تک ہتھیار نہیں رکھے۔ آپ بھی اٹھیں اور بنو قریظہ سے جنگ کریں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ میرے صحابہ کے جسم تھکاوٹ سے چور ہیں۔ آپ انہیں ذرا آرام کرنے کی مہلت دیں۔ مگر جبرئیل نے کہا۔ آپ ان کی طرف تشریف لے چلیں۔ میں اپنا یہ گھوڑا ان کے قلعوں میں داخل کرتا ہوں تاکہ انہیں متزلزل کر دوں۔ چنانچہ جبرئیل علیہ السلام اور ان کے ساتھ آنے والے ملائکہ واپس چلے گئے۔ یہاں تک کہ انصاری قبیلہ بنو غنم کی گلیوں میں غبار اٹھ رہا تھا۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بازو کی رگ میں تیر لگ گیا تھا جس کا خون ایک دفعہ رک گیا مگر دوبارہ جاری ہو گیا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی یا اللہ! مجھے اس وقت تک موت نہ دے جب تک بنو قریظہ کے متعلق میں مطمئن نہ ہو جاؤں۔ بنو قریظہ کو محاصرہ کے دوران قلعے کے اندر سخت مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ پھر انہوں نے اپنے آپ کو مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔ ان کے متعلق فیصلہ کرنے کے لئے سب لوگوں میں سے حضرت سعد کا انتخاب ہوا۔ انہوں نے یہ فیصلہ

سنایا کہ ان کے ان آدمیوں کو قتل کر دیا جائے جو جنگ کرنے کے قابل ہیں اور ان کی عورتوں اور چھوٹے بچوں کو قید کر لیا جائے۔

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ اپنی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن ابو اوفی سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے بنو قریظہ اور بنو نضیر کا محاصرہ کر لیا۔ اور جب تک اللہ تعالیٰ نے چاہا یہ محاصرہ جاری رہا۔ مگر ہمیں کوئی خاص کامیابی نہ ہوئی۔ پھر ہم واپس آگئے۔ رسول اللہ ﷺ نے پانی منگوایا اور اپنا سر مبارک دھونے لگے۔ اتنے میں جبرئیل امین آگئے۔ کہنے لگے۔ آپ نے تو اسلحہ رکھ دیا ہے مگر ملائکہ نے ابھی تک اسلحہ نہیں رکھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے کپڑے کا ایک ٹکڑا منگوایا۔ اسے سر مبارک پر لپیٹا اسے دھونا چھوڑ دیا۔ پھر اعلان فرمایا کہ حملے کی تیاری کرو۔ ہم سب آپ کی معیت میں روانہ ہوئے اور بنو قریظہ اور بنو نضیر تک جا پہنچے۔ اس روز اللہ تعالیٰ نے تین ہزار فرشتوں کے ساتھ ہماری مدد فرمائی۔ ہم نے بڑی آسانی کے ساتھ فتح حاصل کر لی اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے شاد کام ہو کر واپس لوٹے۔

بیہقی، ابن اسحاق رحمہما اللہ سے اور وہ عبداللہ بن ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم سے روایت کرتے ہیں کہ بنو قریظہ کی عورتوں میں سے ریحانہ بنت عمرو کو حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے لئے منتخب فرمانا چاہا۔ مگر اس نے اسلام لانے سے انکار کر دیا۔ لہٰذا حضور نے اسے علیحدہ کر دیا۔ مگر آپ کی دلی خواہش تھی کہ وہ مسلمان ہو جائیں۔ ایک دن آپ صحابہ کرام کے جھرمٹ میں تشریف فرما تھے کہ اچانک اپنے پیچھے سے ایسی آواز سنی جیسے کسی آنے والے کی جوتیاں زمین پر لگ رہی ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ یہ ابن سعیہ کی جوتیوں کی آواز ہے جو مجھے ریحانہ کے مسلمان ہو جانے کی خوشخبری سنانے آرہا ہے۔

بیہقی، ابن سکن (''الصحابہ'' میں) اور ابو نعیم، ابن اسحاق رحمہم اللہ سے وہ عاصم بن عمر بن قتادہ سے اور وہ بنو قریظہ کے ایک آدمی سے روایت کرتے ہیں کہ ہمارے پاس شام سے ابن ہیبان نامی ایک یہودی آیا۔ قسم بخدا! اس جیسا اچھا انسان میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ وہ ہمارے ہاں کچھ عرصہ قیام پذیر رہا۔ جب بارش نہ ہوتی تو ہم اس سے کہا کرتے۔ دعا کریں کہ بارش ہو جائے تو وہ کہا کرتا۔ دعا کے لئے باہر نکلنے سے پہلے صدقہ کرو۔ ہم صدقہ کرتے اور وہ ہمیں باہر سنگلاخ زمین میں لے جاتا۔ اللہ کی قسم! ہم اس کی مجلس دعا میں ابھی بیٹھے ہوتے کہ بارش شروع ہو جاتی اور وادیوں میں پانی بہنے لگتا۔ اس طرح کا واقعہ ایک دو بار نہیں کئی بار پیش آیا۔ جب اس کی وفات کا وقت آیا تو کہنے لگا۔

"اے یہودیو! تمہارا کیا خیال ہے۔ میں شراب و کباب کی سرزمین کو چھوڑ کر فقر و افلاس کے علاقے میں کیوں آیا تھا؟"

ہم نے کہا۔ "تم خود بہتر جانتے ہو۔"

کہنے لگا۔ میں اس علاقے میں اس لئے آیا تھا کیونکہ مجھے امید تھی کہ یہاں ایک نبی مبعوث ہونے والے ہیں اور یہ شہر ان کی ہجرت گاہ ہے۔ ان کی تشریف آوری کے بعد (جہاد ہوگا اور دشمنوں کا) خون بہے گا اور ان کی اولادیں قید ہوں گی۔ خبردار! یہ صورت حال تمہیں اتباع سے نہ روک دے اور ان کے حلقہ غلامی میں شامل ہونے سے کوئی تم سے سبقت نہ لے جائے۔"

یہ نصیحت کر کے وہ فوت ہو گیا۔ اس کی یہی نصیحت سعیہ کے دونوں بیٹوں ثعلبہ اور اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے علاوہ اسد بن عبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلمان ہو جانے کا سبب بن گئی۔ یہ لوگ اس رات دائرہ اسلام میں داخل ہوئے جب مسلمانوں کو بنو قریظہ پر فتح حاصل ہوئی۔

ابن سکن رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دوسری سند سے مذکورہ روایت کو ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے عاصم بن عمر سے، انہوں نے سعید بن میتب سے اور انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرمایا ہے۔

اس روایت کو ابن سعد نے بھی واقدی رحمہما اللہ علیہ سے، انہوں نے ابراہیم بن اسمٰعیل رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے ابو حبیبہ سے، انہوں نے داؤد بن حصین سے اور انہوں نے ابن ابو احمد کے غلام ابو سفیان سے نقل کیا ہے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ یزید بن رومان اور عاصم بن عمر و غیرہ سے نقل کرتے ہیں کہ جب حضور نبی کریم ﷺ بنو قریظہ کے قلعے میں تشریف لائے تو کعب بن اسد نے بنو قریظہ سے کہا۔ "اے یہودیو! اس ہستی کی اتباع کر لو۔ اللہ کی قسم! یہ نبی ہیں۔ یہ بات تم پر واضح ہو چکی ہے کہ یہ نبی مرسل ہیں۔ یہ وہی ہیں جن کا ذکر تمہیں آسمانی کتابوں میں ملتا ہے اور یہ وہی ہیں جن کی آمد کی بشارت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی۔ تم ان کے اوصاف سے بخوبی واقف ہو۔" یہود بولے۔ ہم مانتے ہیں کہ یہ وہی ہیں مگر ہم تورات کے احکامات کو نہیں چھوڑیں گے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ ثعلبہ بن ابو مالک سے روایت کرتے ہیں کہ اسد بن عبید اور سعیہ کے بیٹوں ثعلبہ اور اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بنو قریظہ سے کہا۔ "قسم بخدا! تمہیں پورا یقین ہے کہ یہ اللہ کے رسول ہیں اور ان کے اوصاف ہمارے علماء اور بنو نضیر کے علماء ہمیں پہلے بتا چکے ہیں۔ ان علماء میں حی بن اخطب سر فہرست ہیں۔ ان کے علاوہ ابن ہیبان نے بھی موت کے وقت ہمیں

ان کے اوصاف سے آگاہ کیا تھا اور وہ انتہائی سچا انسان تھا۔" ان حضرات کی یہ مخلصانہ باتیں سن کر یہود بولے۔ "ہم تورات کو نہیں چھوڑ سکتے۔"

جب انہوں نے دیکھا کہ یہود اپنے انکار پر بضد ہیں تو وہ راتوں رات مسلمانوں کے پاس چلے آئے۔ اگلی صبح سارے بنو قریظہ نے بھی مسلمانوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے۔

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعد بن معاذ کو غزوۂ خندق میں سخت تکلیف پہنچی۔ حبان بن عرقہ نے بازو کی رگ میں انہیں تیر مارا۔ حضور نبی رحمت عالم ﷺ نے ان کے لئے مسجد میں خیمہ لگوایا تاکہ قریب ہونے کی وجہ سے بہ آسانی عیادت کے لئے تشریف لے جا سکیں۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ خندق سے واپس تشریف لائے تو ہتھیار اتار دیئے اور غسل فرمانے لگے۔ اتنے میں جبرئیل امین آ گئے۔ وہ سر سے غبار جھاڑ رہے تھے۔ کہنے لگے۔ آپ نے تو ہتھیار اتار دیئے ہیں۔ مگر اللہ کی قسم! میں نے نہیں اتارے۔ آپ ان سے جنگ کرنے کے لئے تشریف لے چلیں۔ حضور ﷺ نے پوچھا۔ کہاں جانا ہے؟ جبرئیل امین نے بنو قریظہ کی طرف اشارہ کیا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ بنو قریظہ کی طرف تشریف لے گئے۔ (ان کا محاصرہ کئے رکھا یہاں تک کہ) وہ اس بات پر راضی ہو گئے کہ ان کے بارے میں حضور ﷺ جو چاہیں فیصلہ فرمائیں۔ ان کا حتمی فیصلہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سپرد کر دیا گیا۔ انہوں نے کہا۔ ان کے متعلق میرا فیصلہ یہ ہے کہ جنگ کے قابل افراد کو تہ تیغ کر دیا جائے۔ بچوں اور عورتوں کو قید کر لیا جائے اور ان کے مال و متاع کو مجاہدین اسلام میں تقسیم کر دیا جائے۔ پھر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی۔ "یا اللہ! تو خوب جانتا ہے کہ میرے لئے اس سے زیادہ محبوب تر اور کوئی بات نہیں کہ میں تیری خاطر ایسی قوم سے جہاد کروں جس نے تیرے رسول کی تکذیب کی اور انہیں اپنے وطن سے نکالا۔ اے اللہ! میرا خیال ہے کہ اب تو نے ان کے اور ہمارے درمیان جنگ کو ختم کر دیا ہے۔ اگر قریش کے ساتھ ابھی کسی جنگ میں ہمیں پنجہ آزما ہونا ہے تو مجھے اس وقت تک مہلت زندگی عطا فرما تاکہ میں تیری راہ میں جہاد کی سعادت حاصل کر سکوں۔ اور اگر اب ہماری جنگ ہونے کا کوئی امکان نہیں تو میرے اس زخم سے خون جاری کر دے اور اسی کے ذریعے مجھے موت عطا فرما۔" حضرت سعد رحمۃ اللہ علیہ کی دعا قبول ہوئی ان کے زخم سے خون بہہ نکلا۔ اور وہ واصل بحق ہو گیا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ احزاب میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تیر لگا۔ جس سے ان کے بازو کی رگ کٹ گئی اور

خون جاری ہو گیا۔ زیادہ خون نکلنے کی وجہ سے وہ کمزور ہو گئے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ "یااللہ! مجھے اس وقت تک موت نہ دے جب تک بنو قریظہ کی سرکوبی سے میری آنکھیں ٹھنڈی نہ ہو جائیں۔" چنانچہ خون رک گیا۔ پھر ایک قطرہ بھی نہ نکلا۔ یہاں تک کہ وہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فیصلے پر راضی ہو گئے۔ جب آپ ان کے ساتھ قتال کرنے سے فارغ ہوئے تو آپ کی رگ دوبارہ پھٹ گئی جس سے آپ کا وصال ہو گیا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ارشاد فرمایا۔

"ان کے وصال کے وقت عرش الٰہی جھوم اٹھا اور ستر ہزار فرشتوں نے ان کے جنازے میں شرکت کی۔"

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جبرئیل امین نے بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر کہا۔ "یہ کس عبد صالح کا وصال ہوا ہے؟ جس کی خاطر آسمان کے دروازے کھول دیئے گئے اور عرش جھوم اٹھا ہے؟" حضور نبی کریم ﷺ کاشانہ اقدس سے باہر تشریف لائے تو پتہ چلا کہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہو گیا ہے۔

بیہقی، ابن اسحاق سے اور وہ معاذ بن رفاعہ رحمہ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ رافع زرقی نے بتایا کہ مجھے اپنی قوم کے اس شخص نے بتایا جسے میں دل سے چاہتا ہوں کہ رات کے کسی لمحے جبرئیل حضور ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ انہوں نے کمخواب کا عمامہ باندھ رکھا تھا۔ کہنے لگے۔ "یہ واصل بحق ہونے والی ہستی کون ہے؟ جس کی خاطر آسمان کے دروازے کھل گئے اور عرش جھومنے لگا۔" یہ سن کر حضور ﷺ سیدھے حضرت سعد بن معاذ کے پاس گئے۔ وہاں جا کر پتہ چلا کہ ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر چکی ہے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

"حضرت سعد کی روح پاک کی آمد پر عرش الٰہی فرط مسرت سے جھوم اٹھا۔"

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ، سلمہ بن اسلم بن حریش سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔ اس وقت گھر میں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ کوئی بھی نہ تھا۔ وہ چادر اوڑھے ہوئے تھے۔ میں نے دیکھا کہ حضور لمبے لمبے قدم بھرتے ہوئے جا رہے ہیں (گویا گردنیں پھلانگ رہے ہوں) پھر مجھے اشارے سے فرمایا۔ رک جاؤ۔ میں وہیں رک گیا اور جو کوئی میرے پیچھے آتا، میں اسے بھی واپس لوٹا دیتا۔ حضور کچھ دیر وہاں تشریف فرما رہے پھر باہر

تشریف لے آئے۔ میں نے عرض کی۔ "یارسول اللہ! مجھے تو کوئی شخص نظر نہیں آیا۔ میں نے آپ کو لمبے لمبے قدم اٹھاتے ہوئے دیکھا ہے؟ (گویا گردنیں پھلانگ رہے ہوں)
رحمت عالم ﷺ نے فرمایا۔

"حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ملائکہ کا اتنا ہجوم تھا کہ مجھے بیٹھنے کے لئے جگہ نہیں مل رہی تھی۔ حتی کہ ایک فرشتے نے اپنا پر سمیٹ کر میرے لئے جگہ بنائی۔"

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ اشعث بن اسحاق بن سعد بن ابی وقاص سے روایت کرتے ہیں کہ اس دن رسول اللہ ﷺ نے زانو مبارک سمیٹ لئے تھے۔ پھر فرمایا کہ ایک فرشتہ اندر آیا تھا اور اس کے بیٹھنے کی جگہ نہ تھی۔ میں نے اس کے لئے جگہ بنائی" حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ تنومند اور دراز قامت شخص تھے مگر جب جنازہ اٹھا تو منافق بھی کہنے لگے کہ اس سے زیادہ ہلکا اور کم وزن جنازہ ہم نے کبھی نہیں اٹھایا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ "سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازے میں ایسے ستر ہزار فرشتوں نے شرکت کی۔ جو کبھی زمین پر نہیں اترے۔"

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ، محمود بن لبید سے روایت کرتے ہیں کہ لوگوں نے عرض کیا۔
"یارسول اللہ! حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے زیادہ کم وزن جنازہ ہم نے کبھی نہیں اٹھایا۔"
حضور ﷺ نے فرمایا۔

"ان کا جنازہ ہلکا کیوں نہ ہوتا۔ بے شمار ایسے فرشتے آسمان سے اتر آئے جو پہلے کبھی نہیں اترے۔ انہوں نے آپ لوگوں کے ساتھ مل کر سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ اٹھا رکھا تھا۔"

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اچھے خاصے تنومند شخص تھے۔ جب ان کا وصال ہوا تو منافق کہنے لگے کہ ان سے زیادہ کم وزن شخص ہم نے نہیں دیکھا۔ لوگوں نے کہا۔ کیا تم جانتے ہو کہ ایسا کیوں ہے؟ بنو قریظہ کے متعلق انہوں نے جو فیصلہ کیا تھا یہ سب اسی کی برکت ہے۔ یہ باتیں حضور ﷺ کو بتائی گئیں تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

"قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! فرشتے ان کا جنازہ اٹھائے ہوئے تھے۔" حاکم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی بہ سند قتادہ، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اسی طرح کی روایت نقل فرمائی ہے۔

ابن سعد اور ابو نعیم رحمہما اللہ محمد بن منکدر سے اور وہ محمد بن شرحبیل بن حسنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اس دن ایک آدمی نے ان کی قبر سے مٹھی بھر خاک لی اور اسے لے کر چلے گئے۔ بعد

میں اسے دیکھا تو وہ کستوری بن چکی تھی۔ رسول اللہ ﷺ سبحان اللہ سبحان اللہ فرماتے رہے۔ بارگاہ الٰہی میں تشکر وامتنان کی یہ کیفیت آپ کے رخ زیبا سے نمایاں تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ "الحمد للہ۔ اگر ہم میں سے کوئی قبر کے دبانے سے نجات پا سکتا ہے تو سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یقیناً نجات پالی ہے۔ انہیں قبر نے ایک بار دبایا۔ پھر کشادہ کر دی گئی۔"

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی قبر کھودنے والوں میں میں بھی شامل تھا۔ جب بھی ہم مٹی کھودتے تو کستوری کی مہک اٹھنے لگتی تھی۔"

باب

ابو رافع کے قتل کے موقع پر شان اعجاز کی جلوہ نمائی

امام بخاری حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت عبد اللہ بن عتیک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو رافع کو قتل کیا اور گھر کی سیڑھیوں سے اترنے لگے تو زمین پر آگرے اور ان کی پنڈلی ٹوٹ گئی۔ وہ خود فرماتے ہیں۔

فَحَدَّثْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اُبْسُطْ رِجْلَكَ فَبَسَطْتُهَا فَمَسَحَهَا فَكَأَنَّمَا لَمْ اَشْكُهَا قَطُّ

میں نے بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر عرض کی "یارسول اللہ! میری پنڈلی ٹوٹ گئی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اپنا پاؤں پھیلائیں میں نے پاؤں پھیلا دیا۔ حضور رحمت عالم ﷺ نے اس پر اپنا دست مبارک پھیرا تو میری ساری تکلیف رفع ہو گئی۔ گویا کبھی تکلیف تھی ہی نہیں۔

باب

سفیان بن نبیح ہذلی کے قتل کے موقع پر ظاہر ہونے والے معجزات

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ حضرت عبد اللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے بلا کر ارشاد فرمایا۔ "مجھے پتہ چلا ہے کہ ابن نبیح ہذلی میرے خلاف جنگ کرنے کے لئے لوگوں کو جمع کر رہا ہے۔ اس وقت وہ نخلہ یا عرنہ کے مقام پر ٹھہرا ہوا ہے۔ تم جا کر اسے قتل کر دو۔" میں نے عرض کی۔ "یارسول اللہ! میں اسے نہیں پہچانتا۔ آپ اس کی کچھ

علامتیں بیان فرمادیں تاکہ پہچاننے میں آسانی ہو۔" حضور ﷺ نے فرمایا۔ "علامت یہ ہے کہ جب تم اسے دیکھو گے تو تمہیں کپکپی کا احساس ہو گا۔" میں تعمیل حکم کے لئے روانہ ہو گیا۔ جب اس کے پاس پہنچا اور اسے دیکھا تو ارشاد نبوی کے مطابق مجھے کپکپی کا احساس ہوا۔ کچھ دیر میں اس کے ساتھ چلتا رہا۔ جب وہ میرے قابو میں آ گیا تو میں نے تلوار کا وار کر کے اسے قتل کر دیا۔ پھر جب رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو آپ نے مجھے دیکھتے ہی ارشاد فرمایا۔ "یہ دمکتا چہرہ سرخرو ہو کر آ رہا ہے۔" میں نے عرض کی۔ "حضور! میں اسے قتل کر کے آ رہا ہوں۔" فرمایا۔ "تم سچ کہہ رہے ہو۔" پھر حضور نے مجھے ایک عصا عطا فرمایا اور ارشاد فرمایا۔ یہ عصا اپنے پاس رکھنا۔" میں نے عرض کی۔ "یارسول اللہ! یہ عصا مبارک آپ ﷺ نے کس لئے عطا فرمایا ہے؟" حضور ﷺ نے فرمایا۔ "قیامت کے روز یہ تیرے میرے تعلق کی نشانی ہے۔ اس روز ایسے لوگ بہت کم ہوں گے جن کے ہاتھ میں عصا ہو گا۔" حضرت عبداللہ نے تادم واپسیں ہمیشہ اس عصا مبارک کو اپنی تلوار کے ساتھ ملا کر رکھا اور پس از وصال ان کی وصیت کے مطابق اسے ان کے کفن میں رکھ دیا گیا۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے موسیٰ بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ سے اور انہوں نے حضرت ابن شہاب اور حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی یہی روایت نقل کی ہے۔ اس میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ "جب تم اسے دیکھو گے تو تم پر ہیبت اور گھبراہٹ طاری ہو جائے گی۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں اس سے پہلے کبھی کسی سے خوفزدہ نہیں ہوا۔ پھر واقعی اسی طرح ہوا۔ میں نے اسے دیکھا تو مجھ پر ہیبت سی طاری ہو گئی اور میں گھبرا گیا۔ میں کہہ اٹھا۔

صَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ

اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے سچ فرمایا۔

پھر میں گھات لگا کر بیٹھ گیا۔ جب لوگ غافل ہو گئے تو میں نے موقع پا کر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان فرمایا کرتے تھے کہ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی واپسی سے پہلے حضور ﷺ نے انہیں بتا دیا تھا کہ عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابن نبیح کو قتل کر دیا ہے۔

ابن سعد نے واقدی سے اور انہوں نے اپنے شیوخ رحمہم اللہ سے بھی یہ روایت نقل کی ہے اس میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ "جب تم اسے دیکھو گے تو خوفزدہ ہو جاؤ گے اور تمہیں شیطان یاد آ جائے گا۔ حالانکہ میں بڑے بڑے جوانمردوں کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔ مگر جب اسے

دیکھا توارشاد نبوی کے عین مطابق میں گھبرا گیا اور مارے خوف کے پسینہ بہنے لگا۔ میں نے کہا۔ صَدَقَ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ۔ "اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے سچ فرمایا ہے۔"

باب

غزوۂ بنی مصطلق میں معجزات و خصائص کا ظہور

واقدی سعید بن عبداللہ رحمہما اللہ سے وہ اپنے والد عبداللہ بن ابوالابیض رحمۃ اللہ علیہ سے اور وہ اپنی والدہ جو کہ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باندی تھیں، سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت جویریہ بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو یہ فرماتے سنا۔

"ہم مریسیع کے مقام پر تھے کہ رسول اللہ ﷺ لشکر لے کر آئے۔ میرے والد صاحب کہنے لگے۔ "وہ ایسا لشکر جرار لے کر آئے ہیں جس سے مقابلہ کرنا ہمارے بس کی بات نہیں۔" میں نے خود بھی دیکھا کہ ان کی افرادی قوت، گھوڑوں اور آلات جنگ کی صورت حال ناقابل بیاں تھی۔ پھر میں مسلمان ہو گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے شادی فرمالی اور ہم واپس ہو گئے میں نے مسلمانوں کے لشکر پر نظر دوڑائی تو ان کی تعداد مجھے پہلے کی طرح نظر نہ آئی۔ مجھے یقین ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا تھا۔ ان کا ایک آدمی جو مسلمان ہو گیا تھا وہ کہا کرتا تھا کہ ہمیں سفید رنگ کے آدمی نظر آتے تھے جو چتکبرے گھوڑوں پر سوار تھے۔ ان لوگوں کو ہم نے نہ کبھی پہلے دیکھا اور نہ کبھی بعد میں۔ اس روایت کو بیہقی اور ابونعیم رحمہما اللہ نے بھی نقل فرمایا ہے۔

واقدی، حزام بن ہشام رحمہما اللہ سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت جویریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ "حضور نبی کریم ﷺ کی آمد سے تین رات قبل میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک چاند یثرب کی جانب سے آیا اور میری گود میں آگرا۔ میں نے مناسب نہ سمجھا کہ کسی سے اس کا تذکرہ کروں۔ حتی کہ رسول اللہ ﷺ آپہنچے اور ہم قید ہو گئے۔ اس وقت مجھے خواب کی تعبیر سامنے آجانے کی امید بندھ گئی۔ بالآخر رحمت عالم ﷺ نے مجھے آزاد کر کے شرف زوجیت بخشا۔ اسے بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نقل فرمایا ہے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ ایک سفر سے واپس تشریف لا رہے تھے۔ جب مدینہ منورہ کے قریب پہنچے تو سخت آندھی آگئی۔ ہوا کی تیزی سے شہسوار زمین بوس ہوا چاہتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"ایک منافق کی موت پر یہ ہوا بھیجی گئی ہے۔" جب ہم مدینہ منورہ میں آئے تو پتہ چلا کہ منافقوں کا ایک بہت بڑا سردار مر گیا ہے۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے موسیٰ بن عقبہ اور عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی اسی طرح کی روایت نقل کی ہے۔ اس میں ہے کہ حضور ﷺ غزوۂ بنی مصطلق سے واپس آ رہے تھے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ دن کے پچھلے پہر ہوا رک گئی۔ لوگوں نے اپنی سواریاں جمع کیں مگر رسول اللہ ﷺ کی سواری نہ ملی۔ صحابہ کرام اسے ڈھونڈنے چلے گئے۔ یہ صورت حال دیکھ کر ایک منافق نے انصار کی محفل میں کہا۔ "اللہ تعالیٰ محمد (ﷺ) کو اپنی سواری کے متعلق آگاہ کیوں نہیں فرماتا۔ اونٹنی کا گم ہو جانا تو معمولی بات ہے۔ وہ ہمیں اس سے بہت بڑی بڑی باتوں کے متعلق آگاہ کرتے رہتے ہیں۔" یہ کہہ کر منافق اٹھا اور سیدھا حضور ﷺ کے پاس چلا آیا۔ یہاں آ کر اسے پتہ چلا کہ اللہ تعالیٰ نے اونٹنی کے متعلق حضور کو آگاہ کر دیا ہے۔ منافق سن رہا تھا کہ حضور فرما رہے ہیں۔

"ایک منافق اس بات پر خوش ہے کہ اللہ کے رسول کی اونٹنی گم ہو گئی ہے۔ اس نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے کیوں نہیں بتاتا کہ اونٹنی کہاں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے آگاہ فرما دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی غیب نہیں جانتا۔ سنو! میری اونٹنی سامنے والی گھاٹی میں ہے اور اس کی نکیل ایک درخت سے اٹک گئی ہے۔"

صحابہ کرام فوراً وہاں پہنچے اور اونٹنی کو پکڑ کر لے آئے۔ یہ دیکھ کر منافق دوڑا دوڑا انصار کے پاس آیا جہاں اس نے مذکورہ بات کی تھی۔ وہ سب وہیں بیٹھے تھے اور کوئی بھی وہاں سے نہ اٹھا تھا۔ منافق بولا۔ "میں خدا کا واسطہ دے کر تم سے پوچھتا ہوں کہ کیا تم میں سے کسی نے جا کر محمد (ﷺ) کو میری بات بتائی ہے؟" انصار بولے۔ "نہیں۔ ہم تو ابھی تک یہاں سے اٹھے بھی نہیں۔" (یہ جان کر اس کے دل سے غفلت کے پردے چاک ہو گئے اور) کہنے لگا۔

"میں یہ دیکھ کر آ رہا ہوں کہ حضور ﷺ کو میری بات کا پتہ چل گیا ہے۔ اگر ان کی شان رسالت میں مجھے کوئی تردد تھا تو اب شکوک و شبہات کا سارا غبار چھٹ گیا ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔"

ابن اسحاق نے اپنے شیوخ رحمہم اللہ سے یہی روایت نقل فرمائی ہے جس میں انہوں نے ذکر کیا کہ جس منافق کے مرنے کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے آگاہ فرمایا تھا اس کا نام رفاعہ بن زید بن تابوت تھا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم

حضور رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ اچانک بدبودار ہوا چلی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ "چند منافقوں نے مومنوں کی غیبت کی ہے۔ جس کی وجہ سے یہ ہوا چل رہی ہے۔"

ابن عساکر، ابن عائذ سے وہ محمد بن شعیب رحمہم اللہ سے اور وہ عبداللہ بن زیاد سے روایت کرتے ہیں کہ مریسیع کے سال غزوۂ بنی مصطلق میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ علیہ السلام کو جو مال فئی عطا فرمایا اس میں جویریہ بنت حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی تھیں۔ ان کا والد انہیں آزاد کروانے کے لئے فدیہ لے کر روانہ ہوا۔ جب وہ مقام عقیق پر پہنچا اور فدیہ والے اونٹوں کو غور سے دیکھا تو ان میں سے دو اونٹ اس کے دل کو بھا گئے جو بڑے بہترین اونٹ تھے۔ لہٰذا انہیں عقیق کی ایک گھاٹی میں چھپا دیا اور باقی ماندہ اونٹ لے کر رسول اللہ علیہ السلام کے پاس آ گیا۔ عرض کرنے لگا۔ اے محمد! (علیہ السلام) آپ کے پاس میری بیٹی قیدی ہے۔ یہ اس کا فدیہ ہے۔ رسول اللہ علیہ السلام نے فرمایا۔

"وہ دو اونٹ کہاں ہیں جو تم نے عقیق کی فلاں گھاٹی میں چھپا دیئے تھے؟"

یہ سنتے ہی حارث کہنے لگا۔

"میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔ بلاشبہ میں نے دو اونٹوں کو چھپا دیا تھا مگر اس کا علم سوائے خدا تعالیٰ کے اور کسی کو نہ تھا۔" یہ کہہ کر وہ مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

حدیث افک

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی پاک علیہ السلام کا یہ معمول مبارک تھا کہ جب کبھی سفر کا ارادہ فرماتے تو ازواج مطہرات کے مابین قرعہ اندازی فرماتے اور جس زوجہ محترمہ کے نام قرعہ نکل آتا، انہیں سفر میں شرف معیت بخشتے۔ ایک غزوہ کے موقع پر میرے نام قرعہ نکل آیا اور میں آپ کے ساتھ روانہ ہو گئی۔ یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ عورتوں کیلئے حجاب کا حکم نازل ہو چکا تھا۔ میں ایک کجاوے میں سوار تھی جسے اٹھا کر سواری پر رکھ دیا جاتا اور پڑاؤ میں اتار لیا جاتا۔ ہمارا سفر جاری رہا۔ منزل پر پہنچ کر جنگ ہوئی جب جنگ سے فارغ ہوئے تو واپس آ گئے۔ مدینہ منورہ کے قریب ایک جگہ ہمارا پڑاؤ تھا۔ رات کے وقت کوچ کا اعلان کر دیا گیا۔ میں قضائے حاجت کے لئے اٹھی، چلتے چلتے لشکر سے باہر نکل گئی۔ قضائے حاجت کے بعد اپنی جگہ واپس آ گئی۔ اچانک سینے پر ہاتھ رکھا تو معلوم ہوا کہ میرا عقیق کا ہار کہیں گر گیا ہے۔ میں ہار تلاش کرنے چلی گئی۔ ڈھونڈتے ڈھونڈتے کافی دیر لگ گئی۔

جن لوگوں نے میرا کجاوہ اٹھا کر سواری پر رکھنا تھا انہوں نے میرا کجاوہ اٹھایا اور میرے اونٹ پر رکھ دیا۔ وہ سمجھے کہ میں اپنے کجاوے میں موجود ہوں۔ عورتیں اس وقت ہلکی پھلکی اور کم گوشت ہوا کرتی تھیں۔ بالکل معمولی غذا کھاتی تھیں۔ لہٰذا ان آدمیوں نے میرے کجاوے کے ہلکا پن کو عجیب نہ سمجھا۔ علاوہ ازیں میں کمسن لڑکی تھی۔ انہوں نے اونٹوں کو اٹھایا اور روانہ ہوگئے۔ جب لشکر چلا گیا تو بعد میں مجھے اپنا ہار مل گیا۔ میں لشکر کے پڑاؤ والی جگہ میں آگئی مگر وہاں نہ کوئی آواز دینے والا تھا اور نہ جواب دینے والا۔ میں اپنی جگہ پر جا کر بیٹھ گئی۔ میں نے سوچا وہ مجھے کجاوے میں نہ پا کر لوٹ آئیں گے۔ میں وہاں بیٹھی تھی کہ مجھ پر نیند کا غلبہ ہوگیا اور میری آنکھ لگ گئی۔ حضرت صفوان بن معطل سلمی لشکر کے پیچھے پیچھے تھے۔ جب وہ میری جگہ کے قریب آئے تو انہوں نے کسی سوئے ہوئے آدمی کی پرچھائی محسوس کی۔ پھر مجھے دیکھا تو پہچان لیا کیونکہ آیت حجاب کے نازل ہونے سے پہلے انہوں نے مجھے دیکھا ہوا تھا۔ جب انہوں نے مجھے پہچانا تو پڑھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ان کے یہ کلمات سن کر میں بیدار ہوگئی اور فوراً چادر سے اپنا چہرہ چھپا لیا۔ اللہ کی قسم! ہم نے کوئی بات نہیں کی اور کلمات مذکورہ کے علاوہ میں نے ان سے کوئی کلمہ بھی نہیں سنا۔ پھر وہ سواری سے اترے۔ اسے بٹھایا۔ میں اٹھی اور اس پر سوار ہوگئی۔ وہ میری سواری کے آگے آگے چل پڑے۔ یہاں تک کہ عین دوپہر کو ہم ان کے پاس جا پہنچے جبکہ وہ شدید گرمی میں ایک جگہ فروکش ہو چکے تھے۔ پھر میرے متعلق بدگمانی کرنے والے ہلاکت سے دوچار ہوئے۔ ان بہتان تراشوں کا سرغنہ عبداللہ بن ابی ابن سلول تھا۔ پھر ہم مدینہ منورہ آگئے اور میں ایک ماہ تک بیمار رہی۔ لوگوں میں بہتان تراشوں کی بات چل نکلی تھی مگر مجھے کچھ معلوم نہ تھا۔ البتہ مجھے کچھ کچھ شک ہو چلا تھا کیونکہ پہلے جب میں بیمار ہوا کرتی تو رسول اللہ ﷺ حد درجہ لطف و کرم فرمایا کرتے تھے مگر اب پہلی سی مدارات نہ تھی۔ حضور ﷺ تشریف لاتے، سلام فرماتے، حال پوچھتے اور واپس تشریف لے جاتے۔ آپ کے اس رویہ سے میں اگرچہ از حد حیرت زدہ تھی۔ البتہ مجھے اس شر انگیز پروپیگنڈا کا ذرا بھی علم نہ تھا جو لوگوں کی زبانوں پر جاری تھا۔ میں خاصی کمزور ہوگئی تھی۔ اسی نقاہت کے عالم میں ایک دفعہ میں ام مسطح کے ساتھ مناصع کی طرف گئی۔ اس جگہ کو ہم بیت الخلاء کے طور پر استعمال کرتے تھے اور صرف رات کے وقت اس طرف نکلتے تھے، چلتے چلتے ام مسطح کا پاؤں اپنی چادر سے الجھا اور وہ گر پڑیں۔ ان کے منہ سے نکلا۔ ''مسطح کا خانہ خراب ہو۔'' میں نے کہا یہ تم نے کیسی غلط بات کہہ دی ہے۔ تم ایسے شخص کو برا بھلا کہہ رہی ہو جو غزوۂ بدر میں شریک تھا۔ وہ بولیں۔ افسوس! کیا تم نہیں جانتیں کہ اس نے کیا کہا۔ میں نے پوچھا۔

کیا کہا؟ پھر انہوں نے مجھے تہمت لگانے والوں کی ساری بات بتائی۔ جس سے میری بیماری اور بڑھ گئی۔ جب میں گھر آئی تو رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے، آپ نے سلام فرمایا پھر پوچھا۔ کیا حال ہے؟ میں نے عرض کی۔ اجازت ہو تو امی ابو کے پاس سے ہو آؤں۔ دراصل میں ان کے پاس جا کر بات کی حقیقت تک پہنچنا چاہتی تھی۔ حضور نے مجھے اجازت مرحمت فرمادی۔ میں والدین کے ہاں آ گئی اور امی جان سے پوچھا۔ یہ لوگ کیا باتیں کر رہے ہیں؟ انہوں نے کہا۔ پیاری بیٹی! فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ جب کوئی خوبرو عورت کسی مرد کے عقد میں ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں تو شاذونادر ہی وہ اسے معاف رکھتی ہیں۔ اکثر اس پر کوئی نہ کوئی تہمت دھر دیتی ہیں میں نے کہا۔ سبحان اللہ! پھر لوگ ایسی باتیں کیوں کر رہے ہیں؟ میں نے وہ رات روتے روتے گزار دی۔ اسی حالت میں صبح ہو گئی مگر نہ میرے آنسو تھمے اور نہ نیند آئی۔ چونکہ وحی کا سلسلہ بھی رکا ہوا تھا اس لئے رسول اللہ ﷺ نے صورت حال جاننے اور اپنی بیوی کو جدا کرنے کے معاملے میں مشورہ کرنے کے لئے حضرت علی بن ابو طالب اور حضرت اسامہ بن زید کو طلب فرمایا۔ حضرت اسامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور ﷺ کے اہل خانہ کی پاکدامنی اور ان پر الزام تراشی کرنے والے کے متعلق جو معلومات تھیں۔ وہ انہوں نے عرض کیں اور کہنے لگے۔ آپ کے اہل خانہ کے متعلق ہمیں خیر کے علاوہ کچھ علم نہیں۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی۔ یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر کوئی تنگی یا حد بندی نہیں۔ ان کے علاوہ بھی بہت سی ازواج مطہرات ہیں۔ آپ اپنی خادمہ بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے پوچھ لیں، وہ سچ کہے گی۔ حضور ﷺ نے حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلب فرمایا اور ان سے پوچھا۔ کیا تم نے کوئی شک والی بات دیکھی ہے؟" حضرت بریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی۔

"قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ میں نے ان میں کبھی ایسی بات نہیں دیکھی جس پر انگشت نمائی کی جاسکے۔ البتہ وہ کمسن لڑکی ہیں۔ اپنے گھر کا آٹا گوندھ کر رکھ دیتی ہیں اور بے فکر ہو کر سو جاتی ہیں۔ جسے بکری کھا جاتی ہے۔"

یہ باتیں سن کر حضور ﷺ اٹھے اور عبداللہ بن ابی سے معذرت خواہی کی۔ میں سارا دن روتی رہی۔ نہ آنسو تھمتے تھے اور نہ نیند آتی تھی۔ فرط غم سے میرا کلیجہ منہ کو آتا۔ میرے والدین میرے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ میں رو رہی تھی۔ ایک انصاری عورت نے اندر آنے کی اجازت چاہی۔ میں نے اجازت دے دی۔ وہ بھی میرے ساتھ بیٹھ کر رونے لگی۔ ہم اسی حالت کرب میں تھے کہ اچانک رسول اللہ ﷺ تشریف لے آئے۔ آپ نے سلام فرمایا اور بیٹھ گئے حالانکہ

جب سے چہ میگوئیوں کا سلسلہ شروع ہوا تھا حضور میرے پاس نہیں بیٹھے تھے۔ایک مہینہ ہو چلا تھا اور میرے متعلق کوئی وحی نازل نہ ہوئی تھی۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

"عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا! تمہارے بارے میں ایسی ایسی باتیں مجھ تک پہنچی ہیں۔ اگر تم پاکدامن ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ تمہاری پاکدامنی کا اعلان فرمادے گا۔ اگر بالفرض تم سے کوئی خطا سرزد ہوگئی ہے تو اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو اور اس کے حضور توبہ کرو۔ کیونکہ بندہ جب اعتراف جرم کر کے توبہ کرلیتا ہے تو وہ غفور رحیم اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے۔"

جب حضور ﷺ کی گفتگو پوری ہوئی تو میرے آنسو تھم چکے تھے۔ پھر میری آنکھوں سے آنسوؤں کا قطرہ بھی نہ نکلا۔ میں نے اپنے والد صاحب سے عرض کی۔ میری طرف سے حضور ﷺ کو جواب دیں۔ انہوں نے کہا۔ مجھے معلوم نہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ سے کیا عرض کروں۔ میں نے اپنی والدہ صاحبہ سے عرض کیا۔ آپ رسول اللہ ﷺ کو کچھ جواب دیں۔ انہوں نے بھی یہی کہا۔ مجھے سمجھ نہیں آتی کہ کیا عرض کروں۔ میں نے کہا۔ کمسن لڑکی ہوں۔ قرآن پاک زیادہ نہیں پڑھ سکتی۔ قسم بخدا! میں جانتی ہوں کہ یہ بات تمہارے دلوں میں راسخ ہو چکی ہے اور تم اسے سچ سمجھ رہے ہو۔ اگر میں تم سے کہوں کہ میرا دامن صاف ہے تو تم میری بات نہیں مانو گے۔ اگر میں کسی بات کا اعتراف کرلوں تو خدا شاہد ہے، میں بالکل بے قصور ہوں۔ اس موقع پر میرے سامنے صرف حضرت یوسف علیہ السلام کے والد کی مثال ہے۔ انہوں نے کہا تھا۔

فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَاتَصِفُوْنَ۔ (یوسف:18)

میں صبر جمیل کروں گا اور جو تم بیان کرتے ہو اس پر اللہ تعالیٰ سے مدد مانگوں گا۔

پھر میں رخ پھیر کر بستر پر لیٹ گئی۔ مجھے یقین ہو گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ میری پاکدامنی کا اعلان فرمادے گا۔ مگر میرا یہ گمان بھی نہ تھا کہ میرے متعلق اللہ تعالیٰ وحی نازل فرمائے گا اور پھر اسے تلاوت کیا جائے گا۔ میں سمجھتی تھی کہ اللہ جل وعلا کا میرے بارے میں کلام فرمانا ناممکن ہے۔ البتہ مجھے یہ امید ضرور تھی کہ رسول کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ خواب میں میری پاکدامنی سے آگاہ فرمادے گا۔ اللہ کی قسم! ابھی تک حضور نے وہاں سے اٹھنے کا ارادہ بھی نہ فرمایا تھا اور سب گھر والے بھی وہیں تھے کہ وحی الٰہی کا نزول شروع ہو گیا اور آپ کے جسم اقدس پر وحی کی شدت کے آثار ظاہر ہوگئے جیسا کہ پہلے ہو جاتا تھا کہ سخت سردی کے دن بھی وحی کے بوجھ سے موتیوں کی طرح آپ کا پسینہ جاری ہو جایا کرتا۔ جب وحی کی کیفیت ختم ہوگئی تو حضور مسکرانے لگے اور سب سے پہلی یہ بات ارشاد فرمائی۔

يَا عَائِشَةُ أَمَّا اللّٰهُ فَقَدْ بَرَأَكِ

اے عائشہ! اللہ تعالیٰ نے تمہاری پاکدامنی کا اعلان فرمادیا ہے۔

میری والدہ نے فرمایا۔ "اٹھو (اور حضور کا شکریہ ادا کرو۔)"

میں نے کہا۔ "واللہ! میں آپ کی طرف نہیں جاؤں گی میں تو صرف اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کروں گی۔"

اس موقع پر سورۂ نور کی دس آیات اِن الّذین جاء وابالِافْكِ......الخ نازل ہوئیں۔

زمخشری کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں اتنے تلخ و ترش اور تند و تیز جملے اس قدر جامعیت و اختصار کے ساتھ کسی جرم کے متعلق نازل نہیں ہوئے جیسے واقعہ افک کے متعلق نازل ہوئے ہیں۔ اس واقعہ میں سخت وعید اور غیر معمولی عتاب کیا گیا ہے۔ اس تہمت کی شناعت کو بیان کرنے کے لئے نو بہ نو انداز اور مختلف قسم کے اسلوب اپنائے گئے ہیں جن میں سے ہر ایک اظہار مدعا کیلئے کافی ہے۔ بلکہ یوں کہئے کہ بت پرستوں کے متعلق بھی جو وعیدیں آئی ہیں۔ وہ اس سے کم درجہ کی ہیں۔ مقصد یہ تھا کہ رسول اکرم ﷺ کی عزت و عظمت کا کھل کر اظہار ہو جائے اور اس ذات کی طہارت اور پاکدامنی کا بیان ہو جائے جس کا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک خاص تعلق ہے۔

قاضی ابو بکر باقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مشرکین نے جب ذات الٰہی کی طرف ناروا باتیں منسوب کیں تو اللہ تعالیٰ نے بہت سی آیات میں ان کا رد کرتے ہوئے اپنی ذات کے لئے پاکی بیان کی۔ مثلاً فرمایا۔

وَقَالُوْا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحَانَهٗ۔ (الانبیاء:26)

اور وہ کہتے ہیں کہ رحمٰن نے بیٹا بنالیا ہے سبحان اللہ! (یہ کیونکر ہو سکتا ہے)

اسی طرح جب منافقوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر الزام تراشی کی تو پھر بھی اللہ تعالیٰ نے ان کی پاکدامنی کا اعلان کرتے ہوئے اپنی پاکی بیان فرمائی۔ جیسا کہ فرمان الٰہی ہے۔

سُبْحَانَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ (النور:16)

اے اللہ تو پاک ہے۔ یہ بہت بڑا بہتان ہے۔

الغرض دونوں موقعوں پر اللہ پاک نے اپنی ذات کی تسبیح بیان فرما کر غلط الزامات کی تردید فرمائی۔

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ، محمد بن عبداللہ بن جحش سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا اپنے اپنے امتیازات پر فخر کر رہی تھی۔

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔

''مجھے یہ اعزاز حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں میری شادی کا ذکر فرمایا ہے۔'' یہ سن کر حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔

''مجھے یہ اعزاز حاصل ہے کہ جب صفوان بن معطل مجھے سوار کر کے لے آئے اور منافقوں نے الزام تراشی کی تو اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں میری برأت نازل فرمادی۔''

حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہنے لگیں۔ ''عائشہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہا)! جب تم سوار ہوئیں تو کیا پڑھا تھا؟'' حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا۔ میں نے یہ الفاظ کہے تھے۔ حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل (اللہ مجھے کافی ہے اور وہ بہترین کار ساز ہے) حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا۔ ''تم نے وہی الفاظ کہے جو ایماندار کہا کرتے ہیں۔''

ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جن لوگوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا پر تہمت لگائی ان کو جھٹلانے اور حضرت عائشہ کی برأت کے لئے متواتر اٹھارہ آیات قرآنیہ نازل ہوئیں۔

ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ صرف حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حق میں نازل ہوئی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنٰتِ لُعِنُوْا فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَلَھُمْ عَذَابٌ عَظِیْمٌ

جو لوگ انجان اور ایمان والی عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں، دنیا و آخرت میں ان پر پھٹکار ہے اور ان کے لئے عذاب عظیم ہے۔

حضرت سعید بن منصور اور ابن جریر رحمہما اللہ چند دوسرے واسطوں سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے یہ آیت کریمہ پڑھی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ۔ الآیہ۔ پھر فرمایا۔ یہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور دیگر ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے بارے میں نازل ہوئی اور ان پاک بیبیوں پر تہمت لگانے والوں کیلئے توبہ کا دروازہ بھی بند کر دیا گیا اس کے بعد حضرت ابن عباس نے یہ آیت کریمہ پڑھی جو ان کے لئے نازل ہوئی جو عام مومنین کی عورتوں پر تہمتیں لگاتے ہیں۔

وَ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ یَاْتُوْا۔ الایۃ۔ اور فرمایا کہ ان کے لئے توبہ کی گنجائش رکھی گئی ہے۔ جیسا کہ اِلَّا الذین تابوا (مگر وہ جنہوں نے توبہ کر لی) کے کلمات سے ظاہر ہے۔ پس جو

کوئی عام مومنین کی عورتوں پر الزام لگائے تو اس کے لئے توبہ کی گنجائش موجود ہے مگر حضور نبی کریم ﷺ کی ازواجِ مطہرات پر تہمت لگانے والوں کے لئے توبہ کی گنجائش بالکل نہیں ہے۔

طبرانی، خصیف رحمہما اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا۔ "کونسا جرم بڑا ہے؟ زنا یا تہمت زنا۔" انہوں نے فرمایا۔ "زنا" میں نے کہا۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَرْمُوْنَ الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنٰتِ۔ الآیۃ۔

انہوں نے فرمایا۔ یہ آیت کریمہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے خصوصی طور پر نازل ہوئی تھی۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ ضحاک بن مزاحم سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت خاص طور پر حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی ازواج مطہرات کے متعلق نازل ہوئی۔

فریابی، ابن جریر اور ابن ابی حاتم رحمہم اللہ اپنی اپنی تفاسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ کسی نبی کی عورت نے کبھی بدکاری نہیں کی۔

باب

اصحاب عرینہ کے واقعہ میں معجزات نبوی کا ظہور

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عکل اور عرینہ کے چند آدمی مدینہ منورہ میں بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوئے اور مسلمان ہوگئے۔ کہنے لگے۔ یارسول اللہ! ہمارے پاس مال مویشیوں کی کثرت ہوتی تھی۔ کوئی خاص کھیتی باڑی بھی نہیں کیا کرتے تھے۔ پھر وہ مدینہ پاک میں رہے مگر انہیں یہاں کی آب و ہوا راس نہ آئی۔ حضور ﷺ نے چند اونٹ اور ایک چرواہا ان کے ساتھ بھیجا۔ اور فرمایا تم ان کا دودھ اور پیشاب پیتے رہنا۔ (یہ تمہاری بیماری کا علاج ہے) چنانچہ وہ روانہ ہوگئے۔ جب مقام حجرہ کے ایک کونے میں پہنچے تو مرتد ہوگئے۔ حضور نبی کریم ﷺ کے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو ہانک کر لے گئے۔ حضور نبی کریم ﷺ کو پتہ چلا تو آپ نے ان کی تلاش میں آدمی بھیج دیئے۔ حضور کے حکم سے ان کو پکڑا گیا۔ ان کی آنکھیں پھوڑ دی گئیں اور ہاتھ کاٹ کر حرہ کی ایک جانب پھینک دیا گیا جہاں انہوں نے تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے یہی روایت نقل

کی ہے۔اس میں یہ بھی ہے کہ جب حضور ﷺ نے ان کے تعاقب میں آدمی دوڑائے تو آپ نے ان کے لئے بددعا فرمائی کہ "یااللہ!ان پر راستہ گم کردے اور انہیں انتہائی تنگی اور عسرت سے دوچار کردے۔" اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہیں راستہ نظر نہ آتا تھا۔لوگوں نے جاکر انہیں پکڑ لیا۔ انہیں گرفتار کر کے لایا گیا۔ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے اور ان کی آنکھیں پھوڑ دی گئیں۔

باب

دومۃ الجندل کے سریہ میں ظاہر ہونے والے معجزات

ابن سعد، واقدی سے اور وہ اپنے شیوخ رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نگرانی میں دومۃ الجندل کے کلب قبیلے کی طرف ایک سریہ روانہ فرمایا اور ارشاد فرمایا۔ "اگر وہ تمہارا مطالبہ تسلیم کرلیں (اور مسلمان ہو جائیں) تو تم ان کے بادشاہ کی بیٹی سے شادی کرلینا۔" یہ سریہ روانہ ہو کر جب منزل پر پہنچا تو وہ تین دن تک انہیں اسلام کی دعوت پیش کرتے رہے۔ بالآخر اصبغ بن عمرو کلبی مسلمان ہو گیا۔ یہ ان کا سردار تھا اور پہلے عیسائی تھا۔ اس کے مسلمان ہو جانے کی وجہ سے اس کی قوم کے بہت سارے لوگ بھی مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ اور باقیماندہ پر جزیہ رکھ دیا گیا، پھر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اصبغ کی بیٹی تماضر سے شادی کرلی اور انہیں مدینہ پاک میں لے آئے۔

ابن عساکر نے بھی واقدی رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے عبداللہ بن جعفر سے، انہوں نے ابن ابی عون سے اور انہوں نے صالح بن ابراہیم سے یہی روایت نقل کی ہے۔

نیز ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ زبیر بن بکار سے وہ عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن عبدالعزیز زہری سے اور وہ اپنے چچوں موسیٰ، عمران اور اسمٰعیل سے یہی روایت نقل کرتے ہیں۔ جس میں اتنا اضافہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ "مجھے کثرت سے یاد کرتے رہنا۔ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں اس سریہ کو فتح عطا فرمادے۔ اگر فتح حاصل ہو جائے تو تم ان کے بادشاہ کی بیٹی سے شادی کرلینا۔" (واللہ اعلم)

باب

صلح حدیبیہ کے موقع پر آیات و معجزات کا ظہور

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ مسور بن مخرمہ اور مروان بن حکم سے روایت کرتے ہیں کہ صلح

حدیبیہ کے زمانے میں رسول اللہ ﷺ ایک ہزار سے زائد صحابہ کرام کی معیت میں مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ کی جانب روانہ ہوئے۔ جب ذوالحلیفہ کے مقام پر پہنچے تو جانوروں کے گلوں میں قلادے ڈال دیئے۔ ان پر ایسی علامتیں لگالیں جن سے پہچان ہو سکے کہ یہ قربانی کے جانور ہیں۔ عمرہ کا احرام بھی باندھ لیا اور حضور ﷺ نے حالات کا جائزہ لینے کے لئے قبیلہ خزاعہ کے ایک آدمی کو بطور جاسوس آگے بھیج دیا۔ جب یہ نورانی قافلہ اشطاط کے تالاب پر پہنچا تو یہ جاسوس حالات کا تجزیہ کرنے کے بعد واپس آگیا۔ اس نے بتایا کہ قریش نے مسلمانوں کا راستہ روکنے کے لئے بہت بڑا لشکر جمع کر رکھا ہے اور انہوں نے آس پاس کے احابیش قبائل کو بھی بلا لیا ہے۔ اس نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! وہ آپ کا راستہ روکنے اور واپس لوٹانے کیلئے جنگ کرنے پر تیار ہیں یہ حالات سن کر حضور نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا۔ "لوگو! مجھے مشورہ دو۔ کیا تمہاری یہ رائے ہے کہ جو لوگ ہمیں بیت اللہ کی زیارت سے روکنا چاہتے ہیں میں ان کے اہل خانہ اور بال بچوں پر حملہ کر دوں یا ہم صرف بیت اللہ شریف کی طرف قصد کریں اور جو کوئی ہمارا راستہ روکے ہم اس سے جنگ کریں۔"

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی۔ "یارسول اللہ! آپ بیت اللہ کی حاضری کے لئے گھر سے روانہ ہوئے تھے۔ قتل و قتال اور جنگ و جدال آپ کا مقصد نہ تھا۔ لہٰذا میری رائے یہی ہے کہ صرف بیت اللہ کا قصد فرمائیں۔ اگر کسی نے ہمیں بیت اللہ سے روکنے کی کوشش کی تو پھر ہم اس کے ساتھ جنگ کریں گے۔"

حضور ﷺ نے فرمایا۔ **فَامْضُوْا عَلٰی اِسْمِ اللّٰہِ۔** "پھر اللہ کا نام لے کر چلو۔" ابھی راستے ہی میں تھے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

"قریش کے گھڑ سواروں کا ہراول دستہ آرہا ہے جس کا سالار خالد بن ولید ہے۔ پس تم داہنی جانب چلتے جاؤ۔"

اللہ کی قسم! خالد کو مسلمانوں کی آمد کے راستے کا علم تک نہ ہوا۔ اسے اس وقت پتہ چلا جب لشکر غبار اڑاتا ہوا آپہنچا۔ یہ دیکھتے ہی خالد بھاگتا ہوا قریش کے پاس گیا اور انہیں خطرے سے متنبہ کیا۔ جب حضور ﷺ مکہ کی سرحدی پہاڑی پر پہنچے تو آپ کی سواری بیٹھ گئی۔ لوگوں نے اسے اٹھانے کی کوشش کی مگر وہ اڑ گئی۔ وہ کہنے لگے۔ اب یہ کبھی نہ اٹھے گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ "ایسی بات نہیں اور نہ اس کی یہ عادت ہے۔ **وَلٰکِنْ حَبَسَهَا حَابِسُ الْفِیْلِ۔** بلکہ اسے اس ذات نے آگے جانے سے روک دیا ہے جس نے ابرہہ کے ہاتھیوں کو روک دیا تھا۔" پھر فرمایا۔ "قسم

اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! اگر قریش مجھ سے کسی ایسے طریقہ کار کا مطالبہ کریں گے جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی حدود اور محترم جگہوں کی تعظیم بجالائیں گے تو میں اسے تسلیم کرلوں گا۔'' اس کے بعد حضور نے ڈانٹ کر اونٹنی کو اٹھایا تو وہ فوراً اٹھ کھڑی ہوئی اور بڑے راستہ سے ہٹ کر غیر معروف راہ پر چلنے لگی۔ چلتے چلتے یہ قافلہ حدیبیہ کے آخری کونے میں فروکش ہوگیا۔ جہاں ایک کنوئیں میں تھوڑا سا پانی موجود تھا۔ لوگوں نے تھوڑا تھوڑا پانی لیا۔ وہ جلد ہی خشک ہوگیا۔ حضور ﷺ کی بارگاہ میں پیاس کی شکایت کی گئی۔ آپ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا۔ اور فرمایا اسے کنوئیں میں گاڑ دو۔ جونہی تیر گاڑا گیا کنوئیں کا پانی جوش مارنے لگا حتیٰ کہ سارے لوگوں نے جی بھر کر پانی پیا۔ اسی اثناء میں بدیل بن ورقاء خزاعی اپنی قوم کے چند آدمیوں کے ہمراہ آپہنچا۔ کہنے لگا۔ ''کعب بن لوی اور عامر بن لوئ کے قبائل نے حدیبیہ کے چشموں پر قبضہ کرلیا ہے۔ ان کے ہمراہ شیر دار اور بچوں والی اونٹنیاں ہیں۔ وہ آپ کو بیت اللہ سے روکیں گے اور اس مقصد کے لئے جنگ سے بھی گریز نہیں کریں گے۔''

حضور ﷺ نے مصالحانہ انداز میں ارشاد فرمایا۔

''ہم کسی سے جنگ کرنے کے لئے نہیں آئے۔ ہمارا مقصد صرف عمرہ کی ادائیگی ہے۔ قریش کو انہی جنگوں نے کھوکھلا اور کمزور کردیا ہے۔ اگر وہ چاہیں تو مجھے کچھ عرصہ کیلئے مہلت دے دیں۔ میرے اور لوگوں کے درمیان حائل نہ ہوں۔ اگر میرا دین غالب آجائے تو وہ بھی اس کے دامن میں پناہ لے لیں اور اگر میرا دین غالب نہ آسکے تو انہیں سکھ کا سانس نصیب ہوجائے گا۔ لیکن اگر انہیں میری اس تجویز سے انکار ہے تو مجھے قسم اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے! میں دین حق کی خاطر جنگ و قتال کرتا رہوں گا یہاں تک کہ میری زندگی ختم ہوجائے یا اللہ تعالیٰ اپنے دین کو نافذ فرمادے۔''

بدیل کہنے لگا۔ ''میں آپ کی بات قریش تک پہنچادوں گا۔'' پھر وہ قریش کے پاس واپس لوٹ آیا اور کہا۔ ''ہم اس شخص کے پاس گئے تھے۔ انہوں نے ایک بات کی ہے۔ تم چاہو تو ہم وہ بات تمہیں بتادیں۔'' نادان لوگوں نے کہا۔ ''ہمیں ان کی کسی بات سے آگاہ نہ کرو۔'' مگر صاحب الرائے افراد بولے۔ ''ضرور بتاؤ۔ وہ کیا کہتے ہیں؟'' بدیل نے وہ ساری بات انہیں بتادی جو حضور ﷺ نے فرمائی تھی جسے سن کر عروہ بن مسعود اٹھا اور کہنے لگا۔ ''اے میری قوم کے لوگو! کیا تم نے ہی مجھے جنا ہے۔ انہوں نے کہا۔ ہاں۔ عروہ نے کہا۔ ''کیا میں تمہارا بیٹا نہیں ہوں؟'' لوگوں نے کہا۔ کیوں نہیں۔ یقیناً تو ہمارا ہی فرزند ہے۔'' وہ بولا۔ ''کیا تم نے کبھی مجھے مورد الزام

ٹھہرایا۔" قریش بولے۔ "نہیں۔ کبھی نہیں۔" اپنی نسبی شرافت اور کردار کی پاکیزگی کی تصدیق کروانے کے بعد اس نے کہا۔ "کیا تم جانتے نہیں کہ میں نے اہل عکاظ سے مدد مانگی تھی اور انہیں جنگ میں شریک ہونے کے لئے کہا تھا۔ مگر جب انہوں نے لیت و لعل سے کام لیا تو میں اہل و عیال سمیت میدان میں نکل آیا اور ہر اس آدمی کو بھی بلا کر لے آیا جس نے میری بات مانی۔" سب نے اس کے اس دعوے سے اتفاق کیا پھر اس نے کہا۔ "ان کا کہنا ہے کہ ہمارا مقصد نیک ہے۔ اب جا کر ان سے حقیقت حال معلوم کرو۔ بلکہ مجھے اجازت دو۔ میں ان کے پاس جاتا ہوں۔" سب نے اسے حضور ﷺ کے پاس جانے کی اجازت دے دی۔ وہ آیا اور حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ بات چیت شروع کر دی۔ حضور ﷺ نے اس کے ساتھ بھی وہی باتیں کیں جو بدیل بن ورقاء کے ساتھ کی تھیں۔ عروہ بولا۔ "اے محمد! (ﷺ) کیا آپ اپنی قوم کی بیخ کنی چاہتے ہیں؟ کیا آپ نے کسی اور عربی شخص کے بارے میں بھی کبھی سنا ہے۔ کہ اس نے اپنی قوم کو تباہی و بربادی کے حوالے کیا ہو۔ اگر جنگ ہو گئی تو یہ منہ مقابلہ نہیں کریں گے۔ آپ کو اکیلا چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔ صحابہ کرام کے جذبہ جاں نثاری سے بے خبر عروہ کی یہ بات سن کر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

اُمْصُصْ بَظْرَ اللَّاتِ اَنَحْنُ نَفِرُّ وَنَدَعُهٗ

ارے بے خبر! جا اور لات کے غلیظ چیتھڑے کو چوم۔ کیا ہم آقائے نامدار ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔

یہ سن کر عروہ نے پوچھا۔ "یہ کون ہیں؟"

حضور ﷺ نے فرمایا۔ "یہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔"

عروہ بولا۔ "قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! اگر تیرا مجھ پر وہ احسان نہ ہوتا جس کا آج تک بدلہ نہیں دے سکا تو میں تمہیں اس بات کا ضرور جواب دے دیتا۔"

پھر وہ حضور ﷺ سے بات چیت میں مصروف ہو گیا۔ بات کرتے ہوئے کبھی وہ اپنے ہاتھ سے حضور ﷺ کی ریش مبارک کو چھو لیتا تھا۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت حضور ﷺ کے پاس کھڑے تھے۔ ان کے ہاتھ میں تلوار اور سر پر خود تھا۔ جب عروہ کا ہاتھ حضور ﷺ کی ریش مبارک کی طرف بڑھا تو حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس پر تلوار کا دستہ مار کر فرمایا۔

اَخِّرْ يَدَكَ عَنْ لِحْيَةِ النَّبِيِّ ﷺ

حضور نبی کریم ﷺ کی ریش مبارک سے ہاتھ پیچھے ہٹالے۔

عروہ نے سر اٹھا کر دیکھا اور پوچھا۔ یہ کون ہے؟

لوگوں نے کہا۔ "یہ مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔"

عروہ بولا۔ "اے غدار! کیا تجھے یاد نہیں۔ میں نے تمہاری عہد شکنی کے وقت بھاگ دوڑ کی تھی۔" اس نے زمانہ جاہلیت کے ایک واقعہ کی طرف اشارہ کیا۔ ایک دفعہ مغیرہ بن شعبہ نے ایک قوم کی رفاقت اختیار کی تھی۔ پھر انہیں قتل کر دیا اور ان کا مال ہتھیا لیا تھا۔ پھر بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر مسلمان ہو گئے تھے۔ عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات سن کر حضور نبی پاک ﷺ نے فرمایا۔ "ان کے اسلام کو میں نے قبول کر لیا۔ جہاں تک مال کا تعلق ہے تو میرا اس سے کوئی سروکار نہیں۔"

پھر عروہ صحابہ کرام کو دیکھنے لگا۔ خود اسی کا بیان ہے کہ حضور ﷺ لعاب دہن تھوکتے تو صحابہ اسے ہاتھوں میں لے لیتے اور اپنے چہروں اور جسموں پر مل لیتے تھے۔ جب آپ ﷺ کوئی حکم فرماتے تو تو صحابہ فوراً اس کی تعمیل کرتے۔ آپ وضو فرماتے تو جسم نبوی سے مس ہو کر گرنے والے پانی کو حاصل کرنے کے لئے صحابہ جھگڑنے لگتے۔ جب آپ گفتگو فرماتے تو سب خاموش ہو جاتے اور ادب واحترام کی وجہ سے حضور ﷺ کی طرف نظر بھر کر نہ دیکھتے۔ جاں نثاری، سرفروشی اور عشق وایمان کا یہ روح پرور منظر دیکھ کر عروہ جب اپنے ساتھیوں کے پاس واپس آیا تو کہنے لگا۔

"اے میری قوم! اللہ کی قسم! مجھے کسریٰ، قیصر اور نجاشی جیسے عظیم الشان بادشاہوں کے پاس جانے کا اتفاق ہوا ہے۔ میں نے کسی بادشاہ کے درباریوں کو ایسے آداب بجالاتے نہیں دیکھا جیسے محمد (ﷺ) کے صحابہ کرام ان کی تعظیم وتوقیر کرتے ہیں۔ انہوں نے آپ کے سامنے راہ ہدایت پیش کر دی ہے۔ تم اسے قبول کر لو۔"

عروہ کی یہ باتیں سن کر بنو کنانہ کے ایک آدمی نے کہا۔

"مجھے اجازت دو۔ میں ان کے پاس جاتا ہوں۔" قریش نے اسے بھی اجازت دیدی۔ جب وہ مسلمانوں کی طرف آتا ہوا دکھائی دیا تو حضور ﷺ نے فرمایا۔

"یہ فلاں آدمی ہے اور اس کا تعلق ایسی قوم سے ہے جس کے افراد قربانی کے جانوروں کی تعظیم کرتے ہیں۔ لہٰذا تم قربانی کے جانوروں کو اس کے سامنے کرو۔" چنانچہ جانوروں کو اس کے سامنے لایا گیا اور صحابہ کرام تلبیہ کہتے ہوئے اس کے سامنے آئے۔ جب اس نے یہ منظر دیکھا تو

کہنے لگا۔

"سبحان اللہ! ان لوگوں کو بیت اللہ سے روکنا مناسب نہیں ہے۔"

یہ کہہ کر وہ واپس آ گیا اور اپنے ساتھیوں سے کہا۔

"میں نے ان کے پاس ایسے جانور دیکھے ہیں جن کے گلوں میں قلادے ڈالے گئے تھے اور ان پر ایسی علامتیں لگی ہوئی تھیں جن سے صاف پتہ چلتا تھا کہ یہ قربانی کے جانور ہیں، میری رائے یہ ہے کہ ایسے لوگوں کو بیت اللہ سے روکنا مناسب نہیں۔" ایک اور آدمی اٹھا۔ اس کا نام مکرز بن حفص تھا۔ کہنے لگا۔

"مجھے اجازت دو۔ میں ان کے پاس جاتا ہوں۔" اسے بھی اجازت دے دی گئی۔ جب وہ سامنے آیا تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

"یہ مکرز ہے اور یہ فاجر آدمی ہے۔" اس نے حضور نبی کریم ﷺ سے بات چیت شروع کر دی۔ یہ گفتگو جاری تھی کہ اتنے میں سہیل بن عمرو آ پہنچا۔ اسے دیکھ کر حضور نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا۔

قَدْ سَهُلَ لَكُمْ مِنْ اَمْرِكُمْ

اب تمہارا معاملہ آسان ہو گیا ہے۔

معمر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ زہری رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث پاک بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ سہیل بن عمرو نے آ کر کہا۔ لاؤ۔ ہم ایک دستاویز لکھ دیتے ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے کاتب کو بلایا۔ اور فرمایا۔ لکھو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ یہ سن کر سہیل نے کہا۔ میں نہیں جانتا کہ رحمٰن کون ہے۔ صرف اتنا لکھو۔ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ۔ جیسے پہلے لکھا کرتے تھے۔ مسلمانوں نے کہا۔ نہیں۔ ہم بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ہی لکھیں گے۔ مگر حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا لکھ دو۔ بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا۔ لکھو۔ هٰذَا مَا قَاضٰى عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ (یہ وہ دستاویز ہے جس پر محمد رسول اللہ نے مصالحت کی ہے۔) سہیل نے کہا۔ اگر ہم آپ کو اللہ کا رسول مانتے تو بیت اللہ سے کبھی نہ روکتے اور نہ آپ سے جنگ کرتے۔ یہ الفاظ لکھو۔ محمد بن عبداللہ۔ اس کے اس مطالبے کو بھی حضور ﷺ نے صلح جوئی کے خیال سے قبول کر لیا اور فرمایا۔ قسم بخدا! خواہ تم مجھے جھٹلاتے رہو۔ اس میں شک نہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول برحق ہوں۔ بہر حال لکھ دو۔ محمد بن عبداللہ۔

زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے عمرو کے یہ مطالبے اس لئے مان

لئے تھے کیونکہ آپ علیہ السلام نے پہلے فرمادیا تھا کہ ان کا ہر وہ مطالبہ تسلیم کر لیا جائے گا جس میں حرماتِ خداوندی کی تعظیم موجود ہوگی۔ پھر حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ ہم یہ صلحنامہ اس شرط پر کر رہے ہیں کہ آپ ہمیں بیت اللہ کے طواف سے نہیں روکیں گے۔ سہیل نے کہا۔ بخدا! اہل عرب باتیں بنائیں گے کہ ہم آپ کے دباؤ میں آگئے تھے۔ اس سال آپ طواف نہ کریں اور اگلے سال آپ کو طواف کرنے کا موقع دیا جائے گا۔ چنانچہ یہ شرط لکھ دی گئی۔ پھر سہیل نے کہا۔ ''یہ شرط بھی لکھ دی جائے کہ اگر ہمارا کوئی آدمی آپ کی طرف چلا گیا۔ خواہ وہ مسلمان ہی کیوں نہ ہو جائے، آپ اسے ہماری طرف واپس بھیج دیں گے۔'' مسلمانوں نے کہا۔ سبحان اللہ! جو آدمی مسلمان ہو کر آئے گا اسے کیونکر مشرکین کے حوالے کیا جا سکتا ہے۔ ابھی یہ باتیں طے پا رہی تھیں کہ سہیل بن عمرو کا بیٹا ابو جندل جو زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا۔ زنجیریں گھسیٹا ہوا آ پہنچا۔ وہ مکہ مکرمہ کے نچلے علاقے سے نکل آیا تھا۔ آتے ہی اپنے آپ کو مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔ سہیل نے کہا۔ ''اے محمد! یہ پہلا شخص ہے جسے واپس کرنے کا میں آپ سے مطالبہ کرتا ہوں۔'' حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ ''صلح نامہ کا ابھی تک حتمی فیصلہ نہیں ہوا۔'' سہیل بولا۔ ''تو پھر میں کسی بات پر صلح نہیں کرتا۔'' حضور نبی کریم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔ ''اسے اجازت دے دو۔'' سہیل بولا۔ ''میں اسے اجازت نہیں دے سکتا۔'' حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ ''کیوں نہیں۔ اجازت دے دو۔'' وہ بولا۔ ''میں ایسا نہیں کر سکتا۔'' ابو جندل بولا۔

''اے مسلمانو! کیا مجھے پھر مشرکوں کے حوالے کر دیا جائے گا حالانکہ میں مسلمان ہو کر آیا ہوں۔ کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ میں نے کتنی مصیبتیں جھیلی ہیں۔'' دراصل ابو جندل کو راہ خدا میں سخت قسم کا عذاب دیا جاتا تھا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ''میں حضور نبی کریم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی۔ کیا آپ اللہ تعالیٰ کے سچے نبی نہیں؟''

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ ''کیوں نہیں۔''

میں نے عرض کی۔ ''کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں؟''

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ ''کیوں نہیں۔''

میں نے عرض کی۔ ''پھر ہم اپنے دین میں ذلت کیوں برداشت کر رہے ہیں؟''

سید الانبیاء علیہ السلام نے ارشاد فرمایا۔

اِنِّی رَسُوْلُ اللّٰہِ وَلَسْتُ اَعْصِیْہِ وَھُوَ نَاصِرِیْ

میں اللہ کا رسول ہوں میں اس کی نافرمانی نہیں کر سکتا اور وہی میرا مددگار ہے۔

میں نے عرض کی۔ "حضور! کیا آپ نہیں فرماتے تھے کہ ہم بیت اللہ شریف میں جا کر طواف کریں گے؟"

آپ نے فرمایا۔ "ہاں۔ میں نے کہا تھا۔ مگر یہ بتاؤ! کیا میں نے یہ کہا تھا کہ اسی سال ہم جا کر طواف کریں گے؟"

میں نے کہا۔ "نہیں۔ آپ نے اسی سال کا ذکر نہیں فرمایا تھا۔"

حضور ﷺ نے فرمایا۔ "تو ایک دن آئے گا کہ خانہ کعبہ میں جا کر طواف کی سعادت حاصل کرو گے۔" حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ "پھر میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور ان سے کہا۔ "اے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! کیا حضور ﷺ اللہ کے نبی نہیں ہیں۔" انہوں نے کہا۔

"کیوں نہیں۔"

میں نے کہا۔ "کیا ہم حق پر اور ہمارا دشمن باطل پر نہیں۔"

انہوں نے کہا۔ "کیوں نہیں۔"

میں نے کہا۔ "تو پھر ہم اپنے دین میں رسوائی کیوں قبول کرتے ہیں۔"

انہوں نے کہا۔ "عمر! وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اپنے رب کے حکم کی خلاف ورزی کبھی نہیں کرتے۔ ان کا رب ان کا مددگار ہے۔ تم ان کا دامن تھام لو۔ قسم بخدا! وہ حق پر ہیں۔"

میں نے کہا۔ "کیا وہ ہم سے یہ نہیں فرماتے تھے کہ ہم بیت اللہ میں جا کر طواف کریں گے۔"

انہوں نے کہا۔ "یہ بات بجا سہی۔ مگر یہ بتاؤ۔ کیا انہوں نے تم سے یہ فرمایا تھا کہ اسی سال بیت اللہ کا طواف کریں گے۔"

میں نے کہا۔ "نہیں۔ ایسا تو نہیں فرمایا تھا۔"

حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا۔ "تو یاد رکھو ایک دن تم ضرور خانہ کعبہ میں جا کر طواف کرو گے۔"

زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اپنی اس لغزش کو بخشوانے کے لئے بڑے بڑے نیک عمل کئے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب صلح نامہ سے فارغ ہو گئے تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا۔ "اٹھو۔ جانور ذبح کرو اور حلق کروالو۔" راوی کا بیان ہے کہ کوئی بھی نہ اٹھا۔ حتیٰ کہ حضور ﷺ نے تین بار فرمایا۔ جب پھر بھی کوئی نہ اٹھا تو

حضور ﷺ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں لوگوں کے اس رویئے سے آگاہ کیا۔ حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی۔ یارسول اللہ! کیا آپ میرے مشورے کو پسند فرمائیں گے۔ آپ باہر تشریف لے جائیں۔ کسی سے کوئی بات نہ کریں۔ اپنا جانور ذبح کریں اور حلاق کو بلا کر حلق کروالیں۔ حضور ﷺ نے ایسا ہی کیا۔ آپ باہر تشریف لے گئے۔ کسی سے کوئی بات نہ فرمائی۔ جانور ذبح فرمایا اور حلاق کو بلا کر حلق کروالیا۔ جب صحابہ کرام نے حبیب خدا ﷺ کو یہ عمل فرماتے دیکھا تو ان سے نہ رہا گیا۔ بے ساختہ اٹھے اور اپنے اپنے جانور ذبح کر دیئے۔ پھر ایک دوسرے کا حلق کرتے ہوئے اتنا ہجوم بڑھ گیا کہ خطرہ پیدا ہو چلا کہ کہیں بے دھیانی میں کوئی قتل نہ ہو جائے۔ (اس معاہدہ کی رو سے مسلمان مدینہ منورہ واپس آگئے۔ پھر مکہ مکرمہ کی کئی عورتیں مسلمان ہو کر مدینہ منورہ آپہنچیں۔ اب سوال یہ تھا کہ جس طرح مکہ سے آنے والے مردوں کو واپس کرنا معاہدہ کی رو سے ضروری تھا کیا عورتیں بھی اس حکم میں شامل تھیں یا نہیں۔ چنانچہ جب) عورتیں آگئیں تو اللہ تعالیٰ نے ان کے مسئلہ کی وضاحت کے لئے یہ کلام نازل فرمایا۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَكُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُهٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْهُنَّ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِهِنَّ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْهُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْهُنَّ اِلَى الْكُفَّارِ لَا هُنَّ حِلٌّ لَّهُمْ وَلَا هُمْ يَحِلُّوْنَ لَهُنَّ وَاٰتُوْهُمْ مَّآ اَنْفَقُوْا وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ وَلَا تُمْسِكُوْا بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ

اے ایمان والو! جب تمہارے پاس مومن عورتیں ہجرت کر کے آجائیں تو ان کی جانچ پڑتال کرلو۔ اللہ تعالیٰ ان کے ایمان کو خوب جانتا ہے۔ پس اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ وہ مومن ہیں تو انہیں کفار کی طرف مت واپس کرو نہ وہ کفار کے لئے حلال ہیں اور نہ کفار مومنات کے لئے حلال ہیں۔ اور جو مہر کفار نے خرچ کئے انہیں دے دو۔ اور تم پر کوئی حرج نہیں کہ تم ان عورتوں سے نکاح کرلو جب تم ان کے مہر ادا کردو اور اسی طرح تم بھی اپنے نکاح میں کافر عورتوں کو نہ روکے رکھو۔

جس وقت یہ حکم نازل ہوا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی دو مشرک بیویوں کو طلاق دے دی۔ پھر ایک سے معاذ بن ابوسفیان نے اور دوسری سے صفوان بن امیہ نے شادی کرلی۔

جب حضور ﷺ مدینہ منورہ تشریف لے آئے تو قریش کا ایک آدمی ابوبصیر بھی مسلمان ہو

کر مدینہ آ پہنچا۔ انہوں نے ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تلاش میں دو آدمی بھیجے۔ وہ حضور ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ معاہدہ کے مطابق اسے واپس کر دو۔ آپ نے ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے حوالے کر دیا۔ جب وہ انہیں لے کر واپس ہوئے تو ذوالحلیفہ کے مقام پر کھجوریں کھانے کے لئے اترے۔ ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک آدمی سے کہا۔ آپ کی یہ تلوار بڑی اچھی لگ رہی ہے۔ اس نے اسے نیام سے نکالا اور کہا۔ واقعی یہ بڑی عمدہ تلوار ہے۔ میں نے بار ہا اسے آزمایا ہے۔ ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ ادھر لاؤ میں ذرا دیکھتا ہوں۔ اس نے آپ کو تلوار دے دی۔ ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلوار ہاتھ میں پکڑتے ہی اس پر وار کر دیا اور وہ موقع پر ہی ٹھنڈا ہو گیا جبکہ دوسرا آدمی بھاگ نکلا۔ بھاگتے بھاگتے مدینہ منورہ آ گیا اور تیز تیز دوڑتا ہوا مسجد میں داخل ہوا۔ حضور ﷺ نے اسے دیکھا تو فرمایا۔ "اسے کوئی پریشانی لاحق ہے۔" آپ کے پاس حاضر ہو کر کہنے لگا۔ "بخدا! میرے ساتھی کو قتل کر دیا گیا ہے اور میں بھی قتل ہونے والا ہوں۔" اتنے میں ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آ پہنچے۔ عرض کرنے لگے۔ یا رسول اللہ! آپ نے اپنی ذمہ داری ادا فرمائی ہے۔ ایک دفعہ آپ مجھے ان کے حوالے کر چکے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ نے مجھے ان سے بچا لیا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ "افسوس! تو جنگ کو بھڑکانا چاہتا ہے۔" یہ سنتے ہی وہ سمجھے کہ اب پھر انہیں قریش کے حوالے کر دیا جائے گا۔ لہٰذا وہ بھاگ کر ساحل سمندر پر جا پہنچے اور وہیں مقیم ہو گئے۔ ابو جندل رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن سہیل بھی مکہ سے نکل کر ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آ پہنچے۔ اس کے بعد قریش کا جو آدمی مشرف بہ اسلام ہوتا سیدھا ابو بصیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جا پہنچتا۔ یہاں تک کہ وہاں مسلمانوں کا اچھا خاصا گروہ بن گیا۔ قریش کا جو قافلہ شام کی طرف جاتے ہوئے وہاں سے گزرتا وہ اس پر حملہ کر دیتے۔ آدمیوں کو قتل کر دیتے اور مال و اسباب لوٹ لیتے۔ اس صورت حال سے پریشان ہو کر قریش نے حضور ﷺ کی طرف پیغام بھیجا اور اللہ تعالیٰ اور قرابت داری کا واسطہ دے کر کہا کہ ان مسلمانوں کو اپنے پاس بلا لو۔ ان میں سے جو کوئی آپ کے پاس آ جائے اسے امان دی جا سکتی ہے۔ پس حضور نبی کریم ﷺ نے انہیں اپنے پاس بلا لیا۔ اس واقعہ کے متعلق یہ کلام الٰہی نازل ہوا۔

وَهُوَ الَّذِیْ كَفَّ اَیْدِیَهُمْ عَنْكُمْ وَ اَیْدِیَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَیْهِمْ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرًا ۞ هُمُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَ الْهَدْیَ مَعْكُوْفًا اَنْ یَّبْلُغَ مَحِلَّهٗ وَ لَوْ لَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُوْنَ وَ نِسَآءٌ مُّؤْمِنٰتٌ لَّمْ تَعْلَمُوْهُمْ اَنْ

تَطَؤُوْهُمْ فَتُصِيْبَكُمْ مِنْهُمْ مَّعَرَّةٌ بِغَيْرِ عِلْمٍ لِيُدْخِلَ اللّٰهُ فِي رَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ لَوْ تَزَيَّلُوْا لَعَذَّبْنَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابًا ۞ اَلِيْمًا اِذْجَعَلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْحَمِيَّةَ حَمِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ---

اور اللہ وہی ہے جس نے ان کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو ان سے وادی مکہ میں روک دیا تھا اس کے بعد کہ تمہیں ان پر قابو دے دیا تھا۔ اور جو کچھ تم کر رہے تھے اللہ تعالیٰ اسے خوب دیکھ رہا تھا۔ یہی وہ بدنصیب ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تمہیں بھی مسجد حرام میں داخل ہونے سے روک دیا تھا اور قربانی کے جانوروں کو بھی تاکہ وہ بندھے رہیں اور اپنی جگہ تک نہ پہنچ سکیں۔ اور اگر مکہ میں چند مسلمان مرد اور چند مسلمان عورتیں نہ ہوتیں جن کو تم نہیں جانتے اور یہ اندیشہ نہ ہو تاکہ تم انہیں روند ڈالو گے، سو ان کی وجہ سے تمہیں بے علمی کے باعث عار پہنچے گی۔ نیز تاکہ اللہ جسے چاہے اپنی رحمت میں داخل کر دے۔ اگر یہ کلمہ گو الگ ہو جاتے تو ان میں سے ہم ان لوگوں کو عذاب میں مبتلا کر دیتے جنہوں نے کفر کیا۔ جب کفار نے اپنے دلوں میں ضد کو جگہ دی۔ وہی زمانہ جاہلیت کی ضد۔"

مذکورہ آیات میں جو کفار کی حمیت (ضد) کا ذکر آیا ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ انہوں نے حضور ﷺ کو اللہ کا رسول ماننے سے انکار کر دیا تھا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم کو بھی نہ مانا۔ نیز مسلمانوں کو بیت اللہ شریف تک پہنچنے بھی نہ دیا۔

احمد، نسائی اور حاکم رحمہم اللہ عبد اللہ بن مغفل سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی معیت میں اس درخت کے نیچے بیٹھے ہوئے تھے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں تذکرہ فرمایا ہے۔ درخت کی شاخیں رسول کریم ﷺ کی پشت مبارک کے ساتھ لگ رہی تھیں۔ آپ کے سامنے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سہیل بن عمرو بیٹھے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔ "لکھو بسم اللہ الرحمن الرحیم۔" سہیل نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ کہنے لگا۔ "ہم کسی رحمٰن اور رحیم کو نہیں جانتے۔ اس صلح نامہ میں صرف وہی الفاظ لکھو جن سے ہم واقف ہیں۔ تم لکھو۔ بِاِسْمِكَ اَللّٰهُمَّ۔" اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ الفاظ لکھے۔

هٰذَا مَا صَالَحَ عَلَيْهِ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَهْلَ مَكَّةَ

یہ وہ دستاویز ہے جس پر محمد رسول اللہ ﷺ نے اہل مکہ کے ساتھ مصالحت کی ہے۔

سہیل نے پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہنے لگا۔ اگر تم اس کو رسول لکھو تو پھر ہماری ساری کاروائی ظلم وزیادتی شمار ہوگی۔ اس صلح نامے میں صرف وہی باتیں لکھو جن سے ہم واقف ہیں۔ یہ الفاظ لکھو۔

هٰذَا مَا صَالَحَ عَلَيْهِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰهِ۔

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ اچانک تیس مسلح نوجوان نکل آئے اور ہمارے سامنے دندنانے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے بددعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بہرہ کر دیا۔ حاکم رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے مطابق انہیں اندھا کر دیا اور ہم نے جا کر انہیں گرفتار کر لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا۔ کیا تمہیں کسی کے معاہدے کا تحفظ حاصل ہے یا کسی کی امان میں ہو۔ وہ بولے۔ ان میں سے کوئی بات نہیں۔ اس کے باوجود حضور رحمت عالم ﷺ نے انہیں چھوڑ دیا۔ اور یہ کلام الٰہی نازل ہوا۔ **وَهُوَ الَّذِىْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ۔**

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ ”جو کوئی اس ثنیۃ المرار پر چڑھے گا تو اس کی لغزشیں اس طرح معاف ہو جائیں گی جیسی کہ بنواسرائیل کی معاف کر دی گئیں۔“ سب سے پہلے بنو خزرج کے گھوڑ سوار اوپر چڑھے اور پھر سب لوگ جا پہنچے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ”تم سب کی مغفرت ہو گئی سوائے سرخ اونٹ والے شخص کے۔“ ہم نے اس سے کہا۔ ادھر آؤ تا کہ رسول اللہ ﷺ تمہارے لئے بخشش کی دعا فرمائیں۔ اس نے کہا۔ تمہارے نبی کے استغفار سے میرے لئے یہ زیادہ بہتر ہے کہ مجھے اپنا گم شدہ اونٹ مل جائے۔ وہ دراصل اپنا گم شدہ اونٹ ڈھونڈ رہا تھا۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے سال ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جب عسفان کے مقام پر پہنچے اور رات گزاری تو رات کے پچھلے پہر وہاں سے روانہ ہو گئے۔ پھر وادی ذات الحنظل میں جا پہنچے۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ ”آج رات اس گھاٹی کی مثال اس دروازے جیسی ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے بنواسرائیل کو فرمایا تھا۔

اُدْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ (البقرہ:58)

دروازے سے سر جھکا کر داخل ہونا اور یہ کہتے جانا کہ بخش دے ہمیں۔ ہم تمہاری خطائیں بخش دیں گے۔

آج رات جو کوئی اس میں جائے گا اس کی بخشش ہو جائے گی جب ہم اس گھاٹی میں پہنچے تو وہاں

فروکش ہوگئے۔ میں نے عرض کی۔ یارسول اللہ! "قریش کہیں ہماری آگ دیکھ نہ لیں۔" حضور ﷺ نے فرمایا۔ "وہ تمہیں نہ دیکھ سکیں گے۔" صبح ہوئی تو حضور ﷺ نے فجر کی نماز پڑھائی۔ پھر فرمایا "قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! آج رات سارے قافلے کی بخشش ہوگئی ہے سوائے ایک چھوٹے سوار کے۔ لوگوں نے اسے دیکھا تو وہ ان میں سے نہ تھا۔ ہم اسے دیکھنے چلے گئے۔ پتہ چلا کہ وہ ایک اعرابی ہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "ہوسکتا ہے ایک ایسی قوم آجائے جن کے اعمال کے مقابلے میں تم اپنے اعمال کو حقیر سمجھنے لگو۔" ہم نے عرض کی۔ وہ کون لوگ ہیں؟ یارسول اللہ! کیا وہ قریش ہیں؟" فرمایا۔ "نہیں بلکہ وہ اہل یمن ہیں جو انتہائی رقیق القلب اور نرم دل لوگ ہیں۔" ہم نے عرض کی۔ "کیا وہ ہم سے بہتر ہیں۔ یارسول اللہ!" آپ ﷺ نے فرمایا۔ "اگر کسی آدمی کے پاس سونے کا پہاڑ ہو اور وہ اسے راہ خدا میں خرچ کردے۔ پھر بھی وہ تمہارے ایک مد (پیمانہ) یا نصف مد کے ثواب تک نہیں پہنچ سکے گا۔ یہ صرف ہمارے اور باقی لوگوں کے درمیان فرق ہے۔" فرمان الٰہی ہے۔

لَایَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ (الحدید:10)

تم میں کوئی ان کے برابر نہیں ہوسکتا جنہوں نے فتح سے پہلے خرچ کیا اور جنگ کی۔

ابو نعیم، واقدی رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ عمرو بن عبد نہم نے کہا۔ "ہم ذات الحنظل گھاٹی میں جا پہنچے۔ اللہ کی قسم! میں اپنے تئیں یہی سمجھتا تھا کہ اس میں سے ایک تنگ سا راستہ گزرتا ہے جیسے کھیتوں کے بیچ میں راستہ بنا ہوتا ہے مگر اسے اللہ تعالیٰ نے کشادہ کردیا اور وہ ایک شاہراہ بن گئی جو اتنی کشادہ تھی کہ اس رات لوگ قطار در قطار اس پر چل رہے تھے۔ پھر رات بھی اتنی روشن تھی گویا ہم چاند کی چاندنی میں ہوں۔ صبح ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ نے آج رات سارے قافلے کی بخشش فرمادی ہے سوائے ایک چھوٹے سوار کے جو سرخ اونٹ پر سوار ہے۔" لوگ اس کی طرف متوجہ ہوئے مگر وہ ان میں نہ تھا۔ پھر اسے لشکر میں تلاش کیا گیا۔ پتہ چلا کہ وہ ساحل سمندر پر رہنے والے قبیلہ بنی ضمرہ کا ایک فرد ہے۔ اس سے کہا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس چلا جا۔ وہ تیرے لئے بخشش کی دعا فرمائیں گے۔ کہنے لگا۔ "تمہارے نبی کی دعائے مغفرت سے میرے لئے میرا اونٹ زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔" دراصل اس کا اونٹ گم ہوگیا تھا۔ جب اس نے سارے لشکر کو چھان مارا اور وہاں اسے اونٹ نہ ملا تو وہ باہر نکل گیا۔ ابھی وہ سراوع کی پہاڑیوں میں تھا کہ اس کا پاؤں پھسلا اور وہ گر کر مر گیا۔ پھر کسی کو اس کی خبر نہ ہوئی اور اس کی لاش درندے کھاگئے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔ "تم لوگ (قرآن کریم میں بیان کردہ) فتح سے مراد فتح مکہ لیتے ہو۔ بلاشبہ فتح مکہ بھی فتح ہے مگر ہم فتح سے مراد صلح حدیبیہ کے روز ہونے والی بیعت رضوان لیتے ہیں۔ اس وقت ہم چودہ سو صحابہ حضور ﷺ کی معیت میں تھے۔ حدیبیہ ایک کنواں ہے۔ ہم نے اس کا سارا پانی نکال لیا۔ ایک قطرہ بھی باقی نہ رہا۔ جب حضور ﷺ کو پتہ چلا تو آپ کنوئیں کے پاس تشریف لے آئے۔ اس کی منڈیر پر بیٹھے اور پانی کا برتن منگوایا۔ پھر وضو فرمایا۔ کلی کی اور دعا فرما کر پانی کنوئیں میں ڈال دیا۔ کچھ دیر کے لئے ہم نے کنوئیں کو اسی طرح رہنے دیا پھر اس میں اتنا پانی آگیا کہ ہم نے جی بھر کر پیا اور جانور بھی سیر ہو گئے۔

مذکورہ روایت کو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے چند دوسرے واسطوں سے بھی حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل فرمایا ہے۔ اس میں ہے۔ "ہم چودہ سو یا اس سے زیادہ تھے۔"

احمد، طبرانی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے بھی مذکورہ روایت نقل کی ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں حضور ﷺ کے پاس ڈول لے گیا۔ آپ نے اس میں اپنا ہاتھ مبارک ڈالا اور جو اللہ نے چاہا آپ نے پڑھا۔ پھر میں نے ڈول کا پانی کنوئیں میں ڈال دیا۔ میں نے دیکھا کہ ہمارا آخری آدمی جو کنوئیں میں تھا اسے کپڑے کی مدد سے باہر نکال لایا مبادا وہ پانی میں غرق ہو جائے۔ پھر پانی کی نہر جاری ہو گئی۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی میعت میں مقام حدیبیہ پہنچے۔ ہم چودہ سو آدمی تھے جبکہ اس کے کنوئیں سے پچاس بکریاں بھی سیراب نہ ہو سکتی تھیں۔ رسول اکرم ﷺ کنوئیں پر تشریف لائے پھر دعا فرمائی یا اس میں اپنا لعاب دہن ڈالا تو اس کا پانی ابلنے لگا۔ ہم نے بھی پانی پیا اور سواریوں کو بھی پلایا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی روایت نقل کی ہے۔ اس میں ہے کہ پانی نے اتنا جوش مارا کہ صحابہ کرام کنوئیں کے کنارے پر بیٹھ کر بھی ہاتھوں سے پانی لینے لگے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ حدیبیہ کے پاس اترے۔ اس کا پانی ختم ہو چکا تھا۔ شدید گرمی پڑ رہی تھی۔ لوگ بھی بہت زیادہ تھے۔ حضور ﷺ نے پانی کا چھوٹا ڈول منگوایا۔ اس میں وضو فرمایا، کلی کی اور کنوئیں میں پانی ڈال دیا۔ جس سے اتنا پانی بہہ نکلا کہ صحابہ کرام کنارے پر بیٹھ کر بھی برتنوں

میں پانی ڈال رہے تھے۔

ابو نعیم، واقدی رحمہما اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ناجیہ بن اعجم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا کرتے تھے۔ جب پانی کی قلت کی شکایت ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلایا اور اپنے ترکش سے تیر نکال کر مجھے عطا فرمایا۔ پھر کنوئیں کے پانی کا ڈول منگوایا۔ اس سے وضو فرمایا اور کلی کر کے پانی ڈول میں ڈال دیا۔ پھر فرمایا یہ ڈول لے کر کنوئیں میں اتر جاؤ۔ اس کا پانی اس میں انڈیل دو اور تیر کے ذریعے پانی نکالنے کی کوشش کرو۔ میں نے فوراً تعمیل حکم کی۔ قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے کہ میرے لئے اس کے پانی میں ڈوبنے کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔ میں بڑی مشکل سے باہر آیا پانی ہانڈی کی طرح جوش مارنے لگا۔ حتیٰ کہ کنواں لبالب بھر گیا اور صحابہ کرام کناروں پر بیٹھ کر چلوؤں سے پانی پینے لگے۔ یہاں تک کہ سب نے جی بھر کر پانی پیا۔ وہاں کچھ منافق بھی تھے جو پانی کو جوش مارتا دیکھ رہے تھے۔ حضرت اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن خولی نے عبد اللہ بن ابی (منافق) سے کہا۔ ”اے ابو الحباب! افسوس ہے تجھ پر۔ کیا ابھی تک وہ گھڑی نہیں آئی کہ تو اپنی روش پر نظر ثانی کرے؟ کیا اس معجزہ کو دیکھنے کے بعد بھی تمہیں کوئی اور دلیل چاہئے۔ ہم آئے تو کنوئیں میں بہت تھوڑا پانی تھا۔ ڈول ڈالتے تو اس میں صرف ایک گھونٹ نکلتا تھا۔ حضور ﷺ نے ڈول میں وضو فرمایا۔ پھر اس میں کلی کی۔ جب یہ پانی کنوئیں میں ڈالا گیا اور پانی کو حرکت ہوئی تو پانی کا فوارہ بہہ نکلا۔“ یہ سن کر عبد اللہ بن ابی بولا۔ ”اس طرح کا منظر ہم نے پہلے بھی دیکھا ہے۔“ حضرت اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے۔ ”تیرا اور تیری اس رائے کا ستیاناس ہو۔“ پھر عبد اللہ بن ابی حضور نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ ”جو معجزہ تم نے آج دیکھا ہے اس طرح کا معجزہ پہلے کہاں دیکھا تھا؟“

وہ بولا۔ ”میں نے تو کہیں نہیں دیکھا۔“

حضور ﷺ نے فرمایا۔ ”تو پھر تم نے یہ بات کیوں کہی ہے کہ یہ معجزہ میں پہلے دیکھ چکا ہوں۔“

ابن ابی نے کہا۔ ”میں اللہ سے اس غلطی کی معافی مانگتا ہوں۔“ اس کے بیٹے نے عرض کیا۔ ”یا رسول اللہ! میرے والد کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں۔“ پس رحمت عالم ﷺ نے اس کے لئے دعائے مغفرت فرمائی۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ بہ سند موصول حضرت ناجیہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حدیبیہ کے کنوئیں پر اترے۔ اس کا پانی ختم ہو چکا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ترکش سے تیر نکالا، اسے کنوئیں میں ڈالا، پھر لعاب دہن مبارک بھی کنوئیں میں ڈالا اور دعا

فرمائی تو پانی کے چشمے جاری ہو گئے۔ پانی اتنا اوپر آ گیا تھا کہ اگر ہم چاہتے تو چلو بھر سکتے تھے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ صلح حدیبیہ والے دن لوگوں کو پیاس لگی۔ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ایک برتن پڑا ہوا تھا۔ آپ نے اس سے وضو فرمایا۔ پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ تمہیں کیا ہوا ہے؟ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے عرض کی۔ ہمارے پاس نہ پینے کا پانی ہے نہ وضو کرنے کا۔ صرف وہی پانی ہے جو آپ کے برتن میں ہے۔ حضور ﷺ نے فوراً اپنا ہاتھ برتن میں رکھ دیا تو آپ کی انگلیوں کے بیچ سے پانی چشموں کی طرح ابلنے لگا۔ ہم نے اس سے پیا بھی اور وضو بھی کیا۔ میں نے (سالم بن ابو جعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا۔

كَمْ كُنْتُمْ يَوْمَئِذٍ؟ اس روز تم کتنے آدمی تھے؟

انہوں نے فرمایا۔

لَوْ كُنَّا مِائَةَ اَلْفٍ لَكَفَانَا۔ كُنَّا خَمْسَ عَشْرَةِ مِائَةً

اگر ہم ایک لاکھ ہوتے تب بھی وہ پانی ہمارے لئے کافی تھا۔ ہم پندرہ سو تھے۔

یہ روایت حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کئی واسطوں سے مروی ہے۔ بیہقی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے کہا ہے کہ حضور کی انگشت مبارک سے پانی جاری ہونے کا معجزہ متعدد بار رونما ہوا۔ میں آئندہ صفحات میں اس بارے میں الگ باب ذکر کروں گا۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک غزوہ کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلے۔ راستے میں بھوک کی شدت سے اتنے نڈھال ہوئے کہ اپنی سواریاں ذبح کرنے کا ارادہ کر لیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ سب اپنا اپنا توشہ سفر لے آؤ۔ ہم اپنے توشہ دان لے آئے۔ چمڑے کا دستر خوان بچھایا اور اس پر سب کا توشہ جمع کر دیا گیا۔ میں نے گردن اٹھا کر دیکھا تا کہ جمع شدہ توشے کا تخمینہ لگاؤں۔ اندازاً بکری کے بیٹھنے کی جگہ کے برابر ڈھیر موجود تھا۔ ہم کل چودہ سو آدمی تھے۔ ہم نے اسے خوب سیر ہو کر کھایا اور جو کھانا بچ گیا، اس سے اپنے اپنے تھیلے بھر لئے۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے پوچھا۔ "کیا پانی موجود ہے؟" ایک آدمی اپنا مشکیزہ لے آیا جس میں تھوڑا سا پانی تھا۔ حضور نے اسے ایک بڑے برتن میں انڈیل دیا۔ پھر ہم سب چودہ سو آدمیوں نے اس سے وضو کیا اور بڑی فراوانی کے ساتھ پانی استعمال کیا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ابن شہاب سے اور وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت

کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کی حدیبیہ سے واپسی ہوئی تو چند صحابہ کرام نے عرض کی۔ ''ہمیں سخت بھوک لگی ہے۔ لوگوں کے پاس سواریاں ہیں۔ آپ انہیں ذبح کرنے کی اجازت مرحمت فرمادیں۔ ہم ان کا گوشت کھائیں گے، ان کی چربی کو بطور تیل استعمال کریں گے اور ان کی کھال سے جوتے بنائیں گے۔''

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی۔ ''یارسول اللہ! آپ ایسا نہ کریں۔ اگر لوگوں کے پاس کچھ سواریاں موجود رہیں تو بہتر ہوگا۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ''اپنے دستر خوان اور چادریں بچھادو۔'' سب نے حکم کی تعمیل کی۔ پھر حضور نے فرمایا۔ جس کے پاس بچا ہوا توشہ اور کھانا ہو وہ اسے ان پر بکھیر دے۔ اس کے بعد حضور نے دعا فرمائی اور ارشاد فرمایا۔ ''اپنے اپنے برتن لے آؤ۔'' چنانچہ سب لوگوں نے اپنا اپنا حصہ وصول کیا جتنا اللہ تعالیٰ کو منظور تھا۔

ابن سعد، حاکم، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ حضرت ابو عمرہ انصاری سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک جنگ میں سرور انبیاء ﷺ کی معیت میں تھے۔ لوگوں کو سخت بھوک لگی۔ انہوں نے حضور سے سواریاں ذبح کرنے کی اجازت مانگی۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی۔ ''یارسول اللہ! اگر کل کلاں ہمیں دشمن سے نبرد آزما ہونا پڑے تو ہم بھوکے اور پاپیادہ کیسے جنگ کریں گے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو لوگوں کو حکم فرمادیں کہ وہ بچا ہوا توشہ لے آئیں۔ آپ سارا توشہ ایک جگہ ڈھیر کر دیں۔ پھر اس میں دعائے برکت فرمائیں۔ آپ کی دعا کے طفیل اللہ تعالیٰ ہمیں منزل مقصود تک پہنچادے گا۔''

حضور ﷺ نے لوگوں کو توشے جمع کرنے کا حکم فرمایا۔ لوگوں نے اپنا باقیماندہ زاد سفر لانا شروع کر دیا۔ کوئی مٹھی بھر کر کھانا لا رہا ہے تو کوئی اس سے تھوڑا زائد۔ سب سے زیادہ توشہ لانے والے کے پاس ایک صاع (تقریباً چار کلو) کھجوریں تھیں۔ حضور نے سارے توشے ایک جگہ جمع کر لئے۔ پھر کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ بعد ازاں سارے لشکر کو بلایا کہ وہ اپنے اپنے برتن لے آئیں۔ سب حاضر ہو گئے۔ حضور نے فرمایا کہ سبھی اپنا اپنا حصہ وصول کر لیں۔ لشکر کے سارے برتن بھر گئے۔ اور اتنا ہی کھانا بچ گیا۔ یہ دیکھ کر رسول خدا ﷺ مسکرا دیئے حتی کہ آپ کے دندان مبارک ظاہر ہو گئے۔ آپ نے فرمایا۔

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ توحید و رسالت پر ایمان رکھنے والا جو بندہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا، اسے دوزخ سے بچالیا جائے گا۔''

بزار، طبرانی اور بیہقی رحمہم اللہ حضرت ابو خنیس غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں غزوۂ تہامہ کے موقع پر حضور ﷺ کے ساتھ روانہ ہوا۔ جب ہم عسفان کے مقام پر پہنچے تو صحابہ کرام نے بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر عرض کی۔ "ہم بھوک سے نڈھال ہو گئے ہیں۔ آپ اجازت عطا فرمائیں کہ ہم سواریاں ذبح کر کے کھانے کا انتظام کر لیں۔" یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی۔ "یا رسول اللہ! اگر انہوں نے سواریاں کھا لیں تو پھر کس چیز پر سوار ہوں گے۔ آپ انہیں حکم فرمائیں کہ یہ سب اپنا بچا ہوا توشہ سفر لے آئیں۔ سارے توشے ایک کپڑے میں رکھ دیئے جائیں پھر آپ اللہ تعالیٰ سے برکت کی دعا فرمائیں۔" چنانچہ حضور ﷺ کے حکم سے سب نے اپنے اپنے توشے لا کر ڈھیر کر دیئے۔ پھر آپ ﷺ نے دعا فرمائی اور ارشاد فرمایا۔ "اپنے اپنے برتن لے آؤ۔" اس طرح ہر آدمی نے اپنا برتن بھر لیا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور نبی کریم ﷺ حدیبیہ کے مقام پر فروکش ہوئے تو حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قریش کی طرف اپنا سفیر بنا کر بھیجا اور ارشاد فرمایا۔ "انہیں بتا دو کہ ہم جنگ کرنے نہیں آئے بلکہ صرف عمرہ کرنے آئے ہیں۔ ان کے سامنے اسلام کی دعوت بھی پیش کرو۔ مکہ جا کر وہاں کے مومن مردوں اور مومن عورتوں سے بھی ملو۔ اور انہیں فتح کی خوشخبری سناؤ۔ انہیں بتاؤ کہ عنقریب اللہ تعالیٰ مکہ مکرمہ میں دین حق کو غلبہ عطا فرمائے گا۔ پھر یہاں مومنوں کو اپنا ایمان چھپانے کی ضرورت نہیں رہے گی۔"

حضرت عثمان حسب ارشاد قریش کے پاس پہنچے اور انہیں حقیقت حال سے آگاہ کیا۔ مگر وہ نہ مانے اور جنگ کرنے پر بضد رہے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو بیعت کے لئے بلایا۔ ایک منادی نے اعلان کیا۔ "آگاہ ہو جاؤ! بیعت کی خاطر روح القدس حضور ﷺ کے پاس اتر آئے ہیں۔" چنانچہ مسلمانوں نے حضور ﷺ کے دست حق پرست پر اس بات کی بیعت کی کہ وہ کبھی میدان جنگ سے نہیں بھاگیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکوں کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دیا۔ ان کے پاس جو مسلمان گروی تھے انہیں بھیج دیا اور مصالحت کی پیشکش کی۔ حدیبیہ میں جو مسلمان موجود تھے وہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی واپسی سے پہلے کہنے لگے کہ عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو خانہ کعبہ تک پہنچ گئے ہیں۔ انہوں نے ضرور طواف کر لیا ہو گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ اس وقت تک طواف کرنا گوارا نہ کریں گے جب تک ہم محصور ہیں۔ پھر جب حضرت عثمان واپس آئے تو صحابہ کرام نے ان سے پوچھا۔ کیا آپ نے خانہ کعبہ کا طواف

کیا تھا؟ حضرت عثمان بولے۔ تم نے میرے متعلق بڑی بدگمانی کی ہے۔ پھر فرمایا۔

فَوَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ لَوْ مَکَثْتُ بِھَا مُقِیْمًا سَنَۃً وَ رَسُوْلُ اللّٰہِ مُقِیْمٌ بِالْحُدَیْبِیَۃِ مَاطُفْتُ بِھَا حَتّٰی یَطُوْفَ بِھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ وَلَقَدْ وَ عَتْنِیْ قُرَیْشٌ اِلَی الطَّوَافِ بِالْبَیْتِ فَاَبَیْتُ

قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! جب تک اللہ کے رسول ﷺ حدیبیہ میں ہیں خواہ مجھے مکہ میں ایک سال تک رہنے کا موقع ملتا پھر بھی میں ہرگز طواف نہ کرتا جب تک رسول اللہ ﷺ طواف نہ فرما لیتے۔ قریش نے مجھ سے کہا بھی تھا کہ طواف کر لو مگر میں نے انکار کر دیا تھا۔

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ جواب سن کر مسلمانوں نے کہا۔

"رسول خدا ﷺ اللہ تعالیٰ کے کاموں کو سب سے بہتر جانتے ہیں اور دوسروں کے متعلق انتہائی حسن ظن رکھتے ہیں۔"

بیہقی، ابن اسحاق رحم اللہ علیہ سے وہ یزید بن سفیان سے اور وہ محمد بن کعب سے روایت کرتے ہیں کہ اس صلح نامے کے لئے حضور ﷺ کے کاتب حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ الفاظ لکھو۔

ھٰذَا مَا صَالَحَ عَلَیْہِ مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِاللّٰہِ سُھَیْلَ ابْنَ عَمْرٍو

یہ وہ دستاویز ہے جس کے مندرجات پر محمد بن عبداللہ نے سہیل بن عمرو کے ساتھ صلح کی ہے۔

تو یہ حکم سن کر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پس و پیش کرنا چاہی اور وہ "محمد رسول اللہ" کے الفاظ کے علاوہ کوئی دوسرا لفظ نہیں لکھنا چاہتے تھے۔ مگر نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ محمد بن عبداللہ لکھ دو۔ مگر ثواب تمہیں انہی الفاظ کا ملے گا کیونکہ تم مغلوب ہو۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ، مجمع بن یعقوب سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام حدیبیہ پہنچے تو وہاں انہوں نے حلق کرایا اور جانور ذبح کئے۔ اللہ تعالیٰ نے تیز آندھی بھیج دی جو ان کے بالوں کو اڑا کر حرم میں لے گئی۔

احمد اور بیہقی رحمہما اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ مقام حدیبیہ میں ستر اونٹ ذبح کئے گئے۔ جب انہیں بیت اللہ شریف جانے سے روکا گیا تھا تو وہ اس طرح بے تابی کا مظاہرہ کرنے لگے جیسے اپنے بچوں کے لئے بے تاب ہو جایا کرتے تھے۔

واقدی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن بن ابو بکر بن حزم روایت کرتے ہیں کہ حویطب بن عبدالعزیٰ کا بیان ہے کہ جب میں حدیبیہ سے واپس لوٹا تو مجھے یقین ہو گیا کہ حضرت محمد (ﷺ) ضرور غالب آجائیں گے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ حدیبیہ سے واپس ہوئے تو ایک رات راستے میں ہم نے پڑاؤ کیا۔ حضور ﷺ نے پوچھا۔ پہرہ کون دے گا؟ میں نے عرض کی۔ میں اس خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ تم سو جاؤ گے۔ پھر فرمایا۔ "پہرہ کون دے گا؟" میں نے دوبارہ عرض کی۔ میں پہرہ دوں گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ چلو ٹھیک ہے۔ تم ہی ہماری حفاظت کرو۔ میں ساری رات پہرہ دیتا رہا۔ صبح ہونے کو تھی کہ سرور انبیاء ﷺ کا فرمان سچ ثابت ہوا اور مجھے نیند آ گئی۔ جب دھوپ کی تمازت محسوس ہوئی تو میں بیدار ہوا۔ جب ہم جاگے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں نہ سلانا چاہتا تو تم نہ سوتے۔ لیکن خدا کی مرضی یہ تھی کہ تمہارے بعد آنے والوں کے لئے مسئلہ حل ہو جائے۔ پھر حضور ﷺ اٹھے اور اپنے سارے معمولات انجام دیئے (یعنی وضو، نماز وغیرہ) پھر فرمایا۔ میرا جو امتی سو جائے اس کے لئے یہی احکام ہیں۔ لوگوں نے اپنی سواریاں تلاش کرنا شروع کر دیں۔ سب کی سواریاں مل گئیں مگر رسول خدا ﷺ کی سواری نہ مل سکی۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا۔ "ادھر جاؤ۔" میں اس طرف چلا گیا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کی اونٹنی کی نکیل ایک درخت سے اٹکی ہوئی ہے۔ میں اسے پکڑ کر لے آیا اور عرض کی۔ یارسول اللہ! اس کی نکیل ایک درخت سے اٹکی ہوئی تھی جو ہاتھ سے کھولے بغیر نہیں کھل سکتی تھی۔

بیہقی، مجمع بن جاریہ سے روایت کرتے ہیں کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر ہم بھی موجود تھے۔ جب واپسی ہوئی تو کراع الغمیم کے مقام پر رسول اللہ ﷺ پر سورۂ فتح (**إنا فتحنا لك فتحا مبينا**) نازل ہوئی۔ ایک آدمی نے عرض کی۔ یارسول اللہ! کیا یہ فتح ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا۔ "ہاں۔ قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے! یہ بلاشبہ فتح ہے۔ پھر (مسلمانوں نے خیبر کی فتح حاصل کی اور) خیبر کا مال غنیمت اہل حدیبیہ پر تقسیم کیا گیا۔ (1)

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابو لیلیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمان الٰہی "**وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا**" سے مراد فتح خیبر ہے اور "**وَاُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا**" سے مراد فتح

1۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب خیبر کی طرف روانہ ہوئے تو حکم دیا کہ اس سفر میں صرف وہی لوگ ہمرکابی کا شرف حاصل کریں جو حدیبیہ کے سفر میں ہمارے ساتھ تھے (تفسیر ضیاء القرآن جلد چہارم، صفحہ 552)

فارس وروم ہے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مجاہد سے روایت کرتے ہیں کہ حدیبیہ میں حضور نبی کریم ﷺ نے یہ خواب دیکھا کہ آپ اپنے صحابہ کرام کی معیت میں بے خوف وخطر مکہ میں داخل ہو رہے ہیں اور سر کے بالوں کو منڈوایا ترشوار کھا ہے۔ پھر جب صحابہ کرام نے حدیبیہ میں اپنے جانور ذبح کیے۔ (اور بظاہر وہ مکہ مکرمہ میں داخل نہ ہو سکے) تو انہوں نے عرض کی۔ ''یارسول اللہ! آپ کا خواب؟'' تو یہ آیت کریمہ نازل ہو گئی۔

لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّؤْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَ مُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ فَعَلِمَ مَالَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا

''یقیناً اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو حق کے ساتھ سچا خواب دکھایا کہ جب اللہ نے چاہا تم ضرور مسجد حرام میں داخل ہو گے۔ امن و امان سے، سر منڈواتے ہوئے یا ترشواتے ہوئے۔ تمہیں کسی کا خوف نہ ہو گا۔ پس وہ جانتا ہے جو تم نہیں جانتے۔ تو اس نے تمہیں اس سے پہلے ایسی فتح عطا فرمادی جو قریب ہے۔''

جب مسلمان حدیبیہ سے واپس آئے تو انہوں نے خیبر کو فتح کر لیا۔ پھر اس کے بعد حضور ﷺ نے عمرہ ادا فرمایا۔ اس طرح آپ کے خواب کی تعبیر اگلے سال ظاہر ہوئی۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ابو جندل کے واقعہ میں حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ مضر کے لئے یہ بددعا فرمائی۔

''اے اللہ! جیسے حضرت یوسف علیہ السلام کے زمانے میں لوگ قحط سالی میں مبتلا ہوئے تھے، قبیلہ مضر کو بھی اسی طرح کے عذاب سے دوچار کر دے۔'' چنانچہ وہ سخت فقر وافلاس میں جکڑ دیئے گئے حتیٰ کہ مجبوراً ایسا خون کھانے لگے جسے اونٹ کے نرم بالوں کے ساتھ ملا کر آگ پر گرم کیا جاتا تھا۔ اور ابو سفیان نے رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہو کر بھوک کی شکایت کی۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور ﷺ عشاء کی نماز پڑھتے تو آخری رکعت میں یہ دعا فرماتے تھے۔

''اے اللہ! ولید بن ولید کو نجات عطا فرما۔ اے اللہ! سلمہ بن ہشام کو نجات عطا فرما۔ اے اللہ! عیاش بن ابو ربیعہ کو نجات عطا فرما۔ اے اللہ! کمزور مومنین کو نجات عطا فرما۔ اے اللہ! قبیلہ مضر کو شدید عذاب میں مبتلا کر دے۔ اے اللہ! ان پر ایسی قحط سالی مسلط فرما جیسی حضرت یوسف

علیہ السلام کے زمانہ میں تھی۔"

چنانچہ وہ ایسا خون کھانے پر مجبور ہو گئے جسے اونٹ کے نرم بالوں کے ساتھ ملا کر آگ پر گرم کیا جاتا تھا۔ حضور ﷺ کمزور مومنوں کے لئے مسلسل دعا فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں (مکہ کے کفار) سے نجات عطا فرمادی۔ پھر آپ نے ان کے لئے دعا فرمانا چھوڑ دیا۔

ہیثم بن عدی رحمۃ اللہ علیہ "الاخبار" میں حضرت سعید بن عاص سے روایت کرتے ہیں کہ جب غزوۂ بدر میں میرا باپ عاص قتل ہو گیا تو میں اپنے چچا ابان بن سعید کی آغوش تربیت میں آ گیا۔ ایک دفعہ وہ تجارت کی غرض سے ملک شام گیا اور وہاں ایک سال گزارا۔ وہ حضور نبی کریم ﷺ کے متعلق بڑی غلیظ زبان استعمال کرتا تھا۔ جب شام سے واپس آیا تو اس نے سب سے پہلے یہ سوال کیا۔ محمد (ﷺ) کا کیا بنا؟ میرے چچا عبد اللہ نے اسے بتایا کہ اللہ کی قسم! وہ اب پہلے سے زیادہ عزت واحترام کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں اور ان کا دین بھی دن بدن ترقی کر رہا ہے۔" یہ سن کر ابان نے کوئی بات نہ کی اور خلاف معمول حضور ﷺ کو برا بھلا بھی نہ کہا۔ پھر دعوتِ طعام کا بندوبست کیا اور بنو امیہ کے سر کردہ افراد کو بلایا۔ جب وہ آ گئے تو ان سے کہا۔

"سفر شام کے دوران میں ایک گاؤں میں ٹھہرا۔ وہاں ایک راہب رہتا تھا جس کا نام بکا تھا۔ جو چالیس سال سے صومعہ میں راہبانہ زندگی گزار رہا تھا۔ کبھی نیچے نہ اترتا تھا۔ ایک دن اچانک باہر آ گیا۔ لوگ اسے دیکھنے کے لئے اکٹھے ہو گئے۔ میں بھی وہاں چلا گیا اور اس سے کہا۔ مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔ اس نے مجھے خلوت مہیا کی میں نے اپنا مدعا بیان کرتے ہوئے کہا۔ "میرا تعلق قریش سے ہے۔ ہمارے خاندان کے ایک شخص نے دعویٰ کیا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے۔" راہب نے پوچھا۔ "اس کا نام کیا ہے؟" میں نے کہا۔ "محمد" راہب نے مزید پوچھا۔ "اسے مبعوث ہوئے کتنا عرصہ بیت چکا ہے؟" میں نے کہا۔ "بیس سال۔" راہب بولا۔ "میں تمہیں اس نبی کے خدوخال اور اوصاف نہ بتا دوں؟" میں نے کہا۔ ضرور بتائیے اس کے بعد اس نے آپ ﷺ کا حلیہ بیان کیا اور اوصاف بتائے اور سب کچھ ٹھیک ٹھیک بتا دیا۔ پھر مجھ سے کہا۔

هُوَ وَاللّٰهِ نَبِيُّ هٰذِهِ الْاُمَّةِ وَاللّٰهِ لَيَظْهَرَنَّ

قسم بخدا! وہ اس امت کے نبی ہیں اور انہیں ضرور غلبہ حاصل ہوگا۔

یہ کہہ کر وہ صومعہ میں داخل ہو گیا اور جاتے جاتے کہنے لگا۔

"انہیں میرا اسلام کہنا۔"

یہ واقعہ صلح حدیبیہ کے زمانے میں پیش آیا۔

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کا واقعہ

ابن سعد اور بیہقی رحمہما اللہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرمایا تو میرے دل میں اسلام کی محبت ڈال دی اور میری ہدایت کی بابرکت گھڑی آ پہنچی۔ میں نے سوچا کہ میں حضور نبی کریم ﷺ کے خلاف ہر محاذ پر برسرپیکار رہا مگر ہر دفعہ شکست و ہزیمت سے دوچار ہوا۔ میرے دل میں رہ رہ کر یہ خیال آتا تھا کہ میری ساری دوڑ دھوپ بے فائدہ اور لایعنی ہے اور حضرت محمد ﷺ عنقریب غالب آجائیں گے۔ جب حضور حدیبیہ میں تشریف لائے تو میں بھی مشرکوں کے گھڑ سوار دستے کی قیادت کرتے ہوئے روانہ ہوا۔ مقام عسفان پر ہماری ملاقات ہوئی۔ میں خم ٹھونک کر مقابلے کے لئے اتر آیا۔ ہمارے عین سامنے حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو ظہر کی نماز پڑھائی۔ جب وہ مصروف نماز تھے تو ہم نے چاہا کہ ان پر حملہ کر دیں مگر ہم ایسا کرنے سے باز رہے۔ شاید اسی میں بھلائی تھی۔ ہمارے اس دلی ارادے سے حضور ﷺ آگاہ ہو گئے۔ اس لئے حضور ﷺ نے عصر کی نماز صلوٰۃ الخوف کے طریقہ پر پڑھائی۔ آپ کے اس عمل پر ہم از حد متاثر و حیران ہوئے۔ میں نے کہا۔ "یہ شخص ناقابل تسخیر ہے۔ قدرت اس کی نگہبان ہے۔" پھر ہم چلے گئے۔ حضور ہمارے لشکر کے معروف راستے سے ہٹ کر داہنی جانب سے آگے بڑھنے لگے۔ پھر جب حدیبیہ کے مقام پر صلح ہوئی اور قریش نے اس صلح کے ساتھ حضور ﷺ کو واپس کر دیا تو میرے دل میں اندیشہ ہائے گوناگوں پیدا ہوئے۔ میں نے سوچا --اب کیا کرنا چاہئے؟ نجاشی کے پاس چلا جاؤں؟ --وہ تو محمد ﷺ کی اتباع کر چکا ہے اور ان کے صحابہ وہاں امن وامان سے زندگی بسر کر رہے ہیں؟ --کیا ہرقل کے پاس چلا جاؤں؟ اپنا دین ترک کر کے یہودیت یا نصرانیت قبول کر لوں؟ اور عجم کا تابع فرمان بن کر ان کے پاس مقیم ہو جاؤں؟ --مگر یہ تو میرے لئے بڑی معیوب بات ہے۔ تو پھر کیا کروں؟ جو آدمی یہاں رہ جائیں ان کے ساتھ اپنے گھر میں ہی رک جاؤں؟؟؟

میں اسی سوچ میں تھا کہ حضور ﷺ عمرۂ قضا کے لئے تشریف لے آئے۔ مجھے آپ کی آمد کا علم ہوا تو چھپ گیا اور جب آپ مکہ میں داخل ہوئے اس وقت میں وہاں نہ تھا۔ میرا بھائی ولید بن ولید نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا۔ اس نے مجھے تلاش کیا۔ مگر میں کہیں نہ ملا۔ پھر اس نے میرے نام ایک خط لکھا۔ جس کا مضمون یہ تھا۔

"بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ امابعد! مجھے اس سے عجیب تر بات کہیں نظر نہ آئی کہ تم جیسے دانااور عقلمند شخص اسلام سے گریزپا ہے۔ تمہیں اللہ تعالیٰ نے عقل و فکر کی بہترین صلاحیتوں سے نوازا ہے۔ اسلام کی صداقت سے کون نادان پہلو تہی کرے گا۔ تیرے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے دریافت کیا اور پوچھا۔ خالد کہاں ہے؟ میں نے عرض کیا۔ اللہ تعالیٰ اسے آپ کی بارگاہ میں لے آئے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ "ایسا ذی شعور آدمی اسلام کی حقانیت سے بے خبر نہیں رہ سکتا۔ اگر وہ تنہا اپنی جنگجویانہ صلاحیت کو مسلمان کے حق میں اور مشرکوں کے خلاف بروئے کار لاتا تو یہ اس کے بہتر تھا۔ اور ہم اسے سب پر فضیلت بخش دیتے۔" برادرم! جو نقصان ہو چکا، اس کی تلافی کر لو۔ بڑے سنہری مواقع تم نے اپنے ہاتھ سے گنوا دیئے۔ اب سنبھل جاؤ۔"

جب میرے بھائی کا خط آیا تو میں فوراً تیار ہو گیا۔ اسلام کے ساتھ میری محبت میں اور اضافہ ہو گیا۔ خصوصاً رسول اللہ ﷺ کے فرمان سے میں از حد مسرور ہوا۔ میں نے خواب دیکھا کہ میں کسی تنگ اور بنجر سرزمین میں ہوں۔ پھر وہاں سے کشادہ و سرسبز علاقہ میں نکل آیا ہوں۔ میں نے سوچا۔ یہ بڑا اہم خواب ہے۔ جب ہم مدینہ منورہ پہنچے تو میں نے کہا۔ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے اپنا خواب بیان کروں گا۔ میرا خواب سن کر انہوں نے فرمایا۔ "اس خواب کی تعبیر یہی ہے کہ تم وہاں سے نکل کر یہاں آئے ہو اور تمہیں قبول اسلام کی توفیق مل گئی ہے اور خواب میں جو تم نے تنگ و تاریک علاقہ دیکھا تھا وہ دراصل کفر و شرک تھا جس میں تم پہلے تھے۔"

حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب میں نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضری کا عزم مصمم کر لیا تو سوچا۔ کس کو اپنا رفیق سفر بناؤں؟ میں صفوان بن امیہ سے ملا اور کہا اے ابو وہب! تم نے اپنی صورت حال کے بارے میں کیا سوچا ہے۔ ہم بڑے تجربہ کار جنگجو لوگ ہیں۔ پھر بھی محمد (ﷺ) عرب و عجم پر غالب آ رہے ہیں۔ اگر ہم ان کے پاس جا کر ان کی اتباع کر لیں تو کیسا رہے گا؟ کیونکہ ان کی عزت ہماری عزت ہے۔ صفوان نے صاف انکار کر دیا۔ کہنے لگا۔ "اگر ان کا کوئی بھی مخالف نہ بچا، پھر بھی میں ان کی اتباع نہیں کروں گا۔" یہ باتیں کرنے کے بعد ہم دونوں نے اپنی اپنی راہ لی۔ میں نے سوچا۔ اس کے شدید انکار کی وجہ یہ ہے کہ میدان بدر میں اس کا باپ اور بھائی مارے گئے تھے۔ پھر میں عکرمہ بن ابو جہل سے ملا۔ اس کے ساتھ بھی وہی باتیں کیں جو صفوان بن امیہ کے ساتھ کی تھیں۔ اس کا جواب بھی صفوان سے ملتا جلتا تھا۔ میں نے کہا۔ میری اس بات کا تذکرہ کسی کے سامنے نہ کرنا۔ اس نے کہا ٹھیک ہے۔ میں کسی کو نہیں بتاؤں گا۔ پھر میں اپنے گھر آ گیا۔ گھر والوں سے کہا۔ میری سواری تیار کرو۔ میں عثمان بن طلحہ سے

ملاقات کر کے آتا ہوں۔ میں نے سوچا یہ میرا دوست ہے اس کے سامنے اپنا ارادہ ظاہر کرنا چاہئے۔ پھر مجھے یاد آیا کہ اس کے آباؤاجداد بھی قتل ہوئے تھے۔ لہٰذا اس کو یہ بات نہیں بتانی چاہئے۔ معاً خیال آیا۔ بھلا اس کو بتا دینے میں حرج ہی کیا ہے۔ یہ میرا کیا بگاڑے گا۔ میں تو ابھی منزل کی جانب روانہ ہو جاؤں گا۔ چنانچہ میں نے اس کے سامنے حقیقت حال کھول کر بیان کر دی اور کہا۔ ''ہماری حالت اس لومڑ کی طرح ہے جو بل میں موجود ہو۔ اس میں پانی کا ڈول ڈالیں تو وہ نکل آتا ہے۔'' پھر وہ ساری باتیں کر ڈالیں جو صفوان کے ساتھ کی تھیں۔ اس نے فوراً میری بات مان لی اور کہا۔ ''میں ابھی جانے کے لئے تیار ہوں۔ میری سواری موجود ہے۔'' میں نے یاجج کو جائے ملاقات کے طور پر مقرر کیا کہ اگر وہ مجھ سے پہلے وہاں پہنچ گئے تو میرے لئے رکیں گے۔ اور اگر میں ان سے پہلے پہنچ گیا تو پھر میں وہاں انتظار کروں گا۔ سحری کے وقت ابھی پوری طرح اجالا نہ ہوا تھا کہ ہم روانہ ہو گئے۔ جب فجر طلوع ہوئی تو ہم یاجج کے مقام پر ایک دوسرے سے جا ملے۔ ہم چلتے رہے۔ جب ھدہ کے مقام پر پہنچے تو عمرو بن عاص سے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے ہمیں مرحبا کہا۔ ہم نے ان کے کلمات ترحیب کا جواب دیا۔ وہ بولے۔ تم کہاں جا رہے ہو؟ ہم نے کہا۔ تم کس لئے نکلے ہو؟ کہنے لگے۔ پہلے تم بتاؤ ہم نے کہا۔ ''ہم اس لئے جا رہے ہیں کہ دین اسلام قبول کر کے حضرت محمد مصطفیٰ (ﷺ) کی غلامی اختیار کر لیں۔'' انہوں نے کہا۔ ''میرے آنے کا بھی یہی سبب ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ پھر ہم تینوں ہم سفر بن گئے۔ مدینہ منورہ پہنچ کر حرہ میں سواریاں بٹھائیں۔ ہمارے متعلق رسول اللہ ﷺ کو آگاہ کر دیا گیا۔ آپ بہت خوش ہوئے۔ میں نے اپنے بہترین کپڑے پہنے اور حضور ﷺ کے پاس حاضر ہونے کے لئے چل پڑا۔ راستے میں اپنے بھائی سے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے کہا۔ جلدی کرو۔ حضور ﷺ کو تمہاری آمد کا پتہ چل گیا ہے آپ بہت خوش ہیں اور تمہارا انتظار فرما رہے ہیں۔ ہم تیز تیز چلنے لگے۔ جونہی میں حضور ﷺ کے سامنے آیا آپ مجھے دیکھ کر مسکرانے لگے اور دیر تک مسکراتے رہے۔ میں آپ کے پاس جا کھڑا ہوا اور ''السلام علیکم یا نبی اللہ'' کہا۔ آپ نے خندہ پیشانی سے میرے سلام کا جواب عطا فرمایا۔ میں نے کہا۔

اِنِّیْ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَنَّکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں۔

حضور ﷺ نے فرمایا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدَاکَ قَدْ کُنْتُ اَرٰی لَکَ عَقْلًا رَجَوْتُ اَنْ

لَا يُسَلِّمُكَ اِلَّا اِلٰی خَیْرٍ

تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس نے تمہیں ہدایت عطا فرمائی۔ میرا یہی خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو فہم و فراست کی قوت عطا فرمائی ہے وہ تمہیں خیر و فلاح کے راستے پر گامزن کر دے گی۔

میں نے عرض کی۔ "حضور! آپ جانتے ہیں کہ میں آپ کے مقابلے میں کئی جنگوں میں شریک ہوا ہوں۔ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ وہ میری اس خطا کو معاف فرما دے۔"

حضور ﷺ نے فرمایا۔

اَلْاِسْلَامُ یَجُبُّ مَا کَانَ قَبْلَهٗ

اسلام پہلے سارے گناہوں کو ختم کر دیتا ہے۔

حاکم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ جہاد پر روانہ ہوئے۔ عسفان کے مقام پر مشرکین سامنے آگئے۔ حضور نے نماز ظہر پڑھائی۔ مشرکین نے مسلمانوں کو رکوع و سجود میں مشغول دیکھا تو ایک دوسرے سے کہنے لگے۔ "بڑا سنہری موقع ہے۔ اگر تم حملہ کرنا چاہو تو اس بے دھیانی کے عالم میں انہیں بآسانی تہ تیغ کر سکتے ہو۔"

کسی نے کہا۔ "اب ان پر حملہ نہ کرو۔ تھوڑی دیر بعد ایسی نماز کا وقت ہونے والا ہے جو انہیں مال و اولاد سے بھی زیادہ محبوب ہے۔ تیاری کر لو جب مسلمان نماز عصر میں مشغول ہوں تو حملہ کر دینا۔" اسی موقع پر یہ فرمان الٰہی نازل ہوا۔

وَاِذَا كُنْتَ فِیْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ--(الآیہ)

(اس طویل آیت میں صلوٰۃ خوف پڑھنے کا حکم نازل ہوا اور اس کا طریقہ بھی بتایا گیا) اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو مشرکین کی سازش سے آگاہ فرما دیا۔ جب آپ ﷺ نے نماز عصر ادا فرمائی تو مشرکین آپ کے بالکل سامنے جانب قبلہ موجود تھے۔ حضور نے اپنے پیچھے مسلمانوں کی دو صفیں بنا دیں اور صلوٰۃ خوف ادا فرمائی۔ جب مشرکوں نے دیکھا کہ آدھے مسلمان نماز پڑھ رہے ہیں اور آدھے کھڑے انہیں دیکھ رہے ہیں تو ان کا سارا منصوبہ پیوند خاک ہو گیا۔ کہنے لگے۔ مسلمان ہمارے ارادوں کو بھانپ گئے ہیں۔

خرائطی ہواتف میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے سال جب حضور ﷺ عازم مکہ ہوئے اور جس شب آپ نے صحابہ کرام کو روانگی کا حکم فرمایا،

اسی رات جبل ابی قبیس پر کسی نے زوردار آواز میں یہ اشعار پڑھے جنہیں سب اہل مکہ نے سنا۔

هُبُّوْا فَسَاحِرُكُمْ مِنَّا صِحَابَتُهٗ   سِيْرُوْا اِلَيْهِ وَكُوْنُوْا مَعْشَرًا كَرَمَا

چلو۔ تیاری کرو۔ جسے تم ساحر کہتے ہو۔ اس کی طرح ہمارے اندر بھی ساتھی موجود ہیں۔ اس کے مقابلے کے لئے چل پڑو۔ اور ایک معزز گروہ بن جاؤ۔

بَعْدَ الطَّوَافِ وَ بَعْدَ السَّعْیِ فِیْ مَهَلٍ   وَاَنْ يَّحُوْزَهُمْ مِنْ مَكَّةَ الْحَرَمَا

(ان کا ایسا مقابلہ کرو کہ) وہ طواف و سعی کے فوراً بعد حرم مکہ کو چھوڑ جائیں۔

شَاهَتْ وُجُوْهُكُمْ مِنْ مَّعْشَرٍ نَكِلٍ   لَاتَنْصُرُوْنَ اِذَا مَا حَارَبُوْا صَنَمَا

عبرتناک سزا دینے والے گروہ کے مقابلے میں تمہارے چہرے بدل جائیں گے۔ جب وہ جنگ کریں گے تو تم اپنے بت کی مدد نہیں کر سکو گے۔

یہ اشعار سن کر اہل مکہ جمع ہو گئے اور باہم مشورہ سے یہ طے کیا کہ وہ حضور ﷺ کو کسی قیمت پر اس سال مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے۔ اللہ کے رسول ﷺ کو بھی پتہ چل گیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ”جبل ابی قبیس پر چیخنے والے کا نام سلفع ہے یہ بتوں کا شیطان ہے۔ اگر اللہ نے چاہا تو اسے قتل کر دیا جائے گا۔“

مشرکین نے مسلمانوں کا راستہ روکنے کا فیصلہ کیا ہی تھا کہ اچانک انہیں دوبارہ جبل ابی قبیس کی چوٹی سے آواز سنائی دی۔ کوئی کہہ رہا تھا۔

شَاهَتْ وُجُوْهُ رِجَالٍ حَالَفُوْا صَنَمًا   وَخَابَ سَعْيُهُمْ مَا اَقْصَرَ الْهِمَمَا

خدا کرے ایسے لوگ ذلت و رسوائی میں مبتلا ہو جائیں جنہوں نے بت کے ساتھ عہد و پیمان کر لیا ہے اور ان کی ساری کاوشیں ناکام ہو جائیں۔ وہ بڑے ہی کم ہمت اور کم ظرف لوگ ہیں۔

اِنِّیْ قَتَلْتُ عَدُوَّاللّٰهِ سَلْفَعَةً   شَيْطَانُ اَوْثَانِكُمْ سُحْقًا لِمَنْ ظَلَمَا

میں نے اللہ تعالیٰ کے دشمن سلفعہ کو قتل کر دیا ہے جو تمہارے بتوں کا شیطان تھا۔ ظالموں پر خدا کی پھٹکار ہو۔

وَقَدْ اَتَاكُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ فِیْ نَفَرٍ   وَكُلُّهُمْ مُحْرِمٌ لَايَسْفِكُوْنَ دِمَا

تمہارے پاس رسول خدا ﷺ چند ساتھیوں کے ہمراہ آئے ہیں۔ ان تمام نے عمرے کا احرام باندھ رکھا ہے۔ وہ خونریزی یا جنگ کرنے کے لئے نہیں آئے ہیں۔

باب

غزوۂ ذی قرد میں ظاہر ہونے والے معجزات

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلمہ بن اکوع سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کی اونٹنیاں پکڑلی گئیں--اس کے بعد مفصل حدیث ذکر کی جس میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "وہ لوگ اب سرزمین غطفان میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ اتنے میں غطفان قبیلے کا ایک شخص آپہنچا۔ اس نے بتایا کہ وہ لوگ فلاں غطفانی کے پاس گئے تھے۔ جس نے ان کی ضیافت کی اور اونٹ ذبح کیا۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ عمران بن حصین سے روایت کرتے ہیں کہ مشرکین نے مدینہ منورہ کے جانوروں کو لوٹ لیا۔ ان میں ایک عضباء (چرے ہوئے کان والی) اونٹنی بھی تھی۔ مشرکین ایک مسلمان عورت کو بھی گرفتار کر کے لے گئے۔ ایک رات جب سارے محو خواب تھے، وہ عورت اٹھ کھڑی ہوئی، وہ جس اونٹ کو پکڑنے کی کوشش کرتی وہ بلبلانے لگتا۔ بالآخر عضباء اونٹنی کے پاس آئی۔ اس میں ذرا بھی سرکشی نہ تھی۔ وہ اس پر سوار ہو کر مدینہ منورہ آپہنچی۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ عبد اللہ بن ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابو قتادہ نے مدینہ منورہ آنے والے جانوروں میں سے ایک گھوڑا خرید لیا۔ راستے میں انہیں مسعدہ فزاری ملا۔ اس نے پوچھا۔ یہ گھوڑا کیسا ہے؟ ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ یہ گھوڑا رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ کرنے میں میرے کام آئے گا۔ مسعدہ بولا۔ تمہارے غیظ و غضب کا تو ٹھکانہ نہیں لیکن تم بہ آسانی قتل ہو جاتے ہو۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ "اللہ تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ اسی گھوڑے پر سوار ہو کر تجھ سے نبرد آزما ہوں۔" اس نے کہا۔ آمین۔ پھر ایک دن ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چادر کے پلو سے اپنے گھوڑے کو کھجوریں کھلا رہے تھے کہ اچانک گھوڑے نے سر اٹھایا اور کان کھڑے کیے۔ یہ دیکھ کر حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ "قسم بخدا! ہم زمانہ جاہلیت میں بھی دشمن سے غافل نہیں رہتے تھے۔ اب جبکہ حضور نبی کریم ﷺ کی غلامی اختیار کرلی ہے تو زیادہ چوکنا ہو گئے ہیں۔" پھر اچانک گھوڑے نے دوبارہ سر اٹھایا اور کان کھڑے کیے۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ "قسم بخدا! اسے گھوڑوں کی بو محسوس ہو رہی ہے۔" انہوں نے فوراً گھوڑے پر زین رکھی، ہتھیار پہنے اور روانہ ہو گئے۔ راستے میں ایک آدمی نے بتایا کہ مسلمانوں کی اونٹنیاں پکڑلی گئی ہیں اور حضور نبی کریم ﷺ صحابہ کرام

کے ساتھ ان کی تلاش میں تشریف لے گئے ہیں۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آگے بڑھے تو حضور کریم ﷺ سے ملاقات ہو گئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔

اِمْضِ یَا اَبَاقَتَادَۃَ صَحِبَكَ اللّٰهُ

ابو قتادہ چلتے جاؤ۔ اللہ تمہارے ساتھ ہے۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں روانہ ہو گیا۔ اچانک میری نظر اونٹنیوں پر پڑی جنہیں ہانکا جا رہا تھا۔ میں نے لشکر پر حملہ کر دیا۔ میری پیشانی پر تیر آلگا۔ میں نے اسے نکالنے کی کوشش کی۔ میں سمجھا کہ پیکان نکل گیا ہے۔ پھر ایک پھرتیلا سا شہسوار میرے سامنے آیا۔ جس نے سر پر خود پہن رکھا تھا۔ اس نے مجھے دیکھ کر کہا۔

"اللہ نے تیری میری جنگ آزمائی کا موقع فراہم کر دیا ہے۔" جونہی اس نے منہ سے نقاب الٹا تو مجھے پتہ چلا کہ وہ مسعدہ فزاری ہے کہنے لگا۔ کس طرح مقابلہ کرو گے۔ شمشیر زنی؟ نیزہ زنی؟ یا کشتی کا مقابلہ؟ میں نے کہا۔ جیسے تیری مرضی۔ اس نے کہا۔ پھر کشتی ٹھیک رہے گی۔ چنانچہ ہم دونوں گھوڑوں سے اترے اور ایک دوسرے پر جھپٹ پڑے۔ تھوڑی ہی دیر میں میں اس کے سینے پر چڑھ بیٹھا۔ میں نے اس کی تلوار پر ہاتھ مارا۔ جب اس نے دیکھا کہ تلوار میرے ہاتھ میں ہے تو بڑی لجاجت سے کہنے لگا۔ "ابو قتادہ! مجھے جان سے نہ مار دینا۔ مجھے زندہ رہنے کا موقع دینا۔" میں نے کہا۔ ایسا نہیں ہو سکتا۔ بولا میرے بچوں کا کیا بنے گا؟ میں نے کہا آگ۔ پھر اسے قتل کیا۔ اس کے کپڑے اتار کر پہنے۔ اس کے ہتھیار لگائے اور اسے اپنی چادر میں لپیٹ کر رکھ دیا۔ پھر اسی کے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔ کیونکہ جب ہم پنجہ آزما ہوئے تھے تو میرا گھوڑا بدک کر بھاگ گیا تھا۔ اور لشکر میں جا پہنچا تھا۔ جسے انہوں نے پہچان لیا (اور اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں) پھر میں آگے بڑھا۔ میری ملاقات سترہ سواروں کے ایک دستہ سے ہو گئی جس میں مسعدہ کا بھتیجا بھی تھا۔ میں نے اسے ایسا نیزہ مارا کہ اس کی ریڑھ کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ اس کے ساتھی بھاگ گئے۔ میں نے نیزے کے اشارے سے اونٹنیاں روک لیں۔ حضور نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرام بھی آ رہے تھے۔ جب وہ لشکر کی جگہ پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گھوڑا پڑا ہوا ہے اور اس کی کونچیں کاٹ دی گئی ہیں۔ ایک صحابی نے کہا۔ یا رسول اللہ! ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دی گئی ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ "افسوس! جنگ میں تیرے کتنے ہی دشمن ہیں۔"

یہ کلمات حضور ﷺ نے دوبارہ فرمائے۔ آپ چلتے رہے یہاں تک کہ جب وہاں پہنچے جہاں مسعدہ کے ساتھ میری لڑائی ہوئی تھی تو انہیں ایک شخص ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چادر میں لپٹا

ہو انظر آیا۔ایک صحابی نے عرض کی۔یارسول اللہ!ابو قتادہ شہید ہو گئے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔

''اللہ تعالیٰ ابو قتادہ پر رحم فرمائے۔ قسم اس ذات کی جس نے مجھے عزت و عظمت سے نوازا ہے۔ابو قتادہ دشمن قوم کے پیچھے رجز پڑھ رہے ہیں۔'' حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ بن خطاب نکلے اور حضرت ابو بکر صدیق نے جلدی سے چادر ہٹائی تو معلوم ہوا کہ وہ مسعدہ ہے انہوں نے کہا۔

اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔ صَدَقَ اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ

اللہ بہت بڑا ہے۔اللہ اور اس کے رسول نے سچ فرمایا۔

حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ میں اونٹنیوں کو ہانکتے ہوئے لا رہا تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے دیکھ کر فرمایا۔

''ابو قتادہ! کامیابی تیرا مقدر ہو۔ تو شہسواروں کا سردار ہے۔اللہ تعالیٰ تجھے، تیری اولاد کو اور تیری اولاد کی اولاد کو برکتوں سے مالا مال فرمائے۔یہ تمہارے چہرے پر کیا ہوا ہے؟''

میں نے عرض کی۔ ''تیر لگا ہے۔'' فرمایا۔ ''میرے قریب ہو جاؤ۔'' آپ ﷺ نے تیر کا پیکان بڑی نرمی سے نکالا۔اس جگہ لعاب دہن مبارک لگایا اور اپنی مبارک ہتھیلی بھی زخم پر رکھ دی۔اللہ کی قسم جس نے آپ کو تاج نبوت سے سرفراز فرمایا ہے!نہ زخم رہا اور نہ درد۔ پھر کبھی تکلیف نہ ہوئی۔

ابن سعد، صالح بن کیسان رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت محرز بن نضلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔''میں نے خواب دیکھا کہ پہلا آسمان میرے لئے کھول دیا گیا۔ میں اس میں داخل ہوا اور آگے بڑھتا گیا۔ ساتویں آسمان پر پہنچا۔ پھر آگے بڑھا اور سدرۃ المنتہیٰ تک جا پہنچا۔ مجھ سے کہا گیا۔یہ تیرا مقام ہے۔''میں نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے خواب کا تذکرہ کیا۔ وہ خوابوں کی تعبیر بتانے میں ماہر تھے انہوں نے میرا خواب سن کر فرمایا۔''مبارک ہو۔ تمہیں شہادت نصیب ہو گی۔''

صالح بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت محرز رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دن بعد غزوۂ ذی قرد میں شہید ہو گئے۔

ابن سعد حمتہ اللہ علیہ عبداللہ بن ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ ذی قرد میں رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیکھ کر فرمایا۔ ''یا اللہ اس کے بال اور کھال میں برکت فرما۔'' پھر فرمایا۔ ''تم کامیاب ہو۔ کیا تم مسعدہ کو قتل کر کے آرہے ہو؟'' میں نے عرض کی۔''جی ہاں'' فرمایا۔''یہ تمہارے چہرے پر کیا ہوا ہے؟''میں نے عرض کی۔''ایک

تیر آ لگا تھا۔" حضور ﷺ نے فرمایا۔ "ذرا قریب آؤ۔" میں قریب ہوا تو آپ نے زخم کی جگہ پر لعاب دہن مبارک لگا دیا اس کے بعد نہ کبھی چہرے کے زخم سے درد اٹھا اور نہ پیپ نکلی۔ ستر سال کی عمر میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہوا۔ مگر اس وقت بھی پندرہ سال کے نوخیز لڑکے معلوم ہوتے تھے۔

زبیر بن بکار رحمۃ اللہ علیہ، ابراہیم بن حمزہ بن ابراہیم بن بسطاس سے اور وہ محمد بن ابراہیم بن حارث سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ ذی قرد میں رسول اللہ ﷺ ایک چشمے کے پاس سے گزرے اور اس کے متعلق استفسار فرمایا۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ اس چشمے کا نام بیسان ہے اور اس کا پانی کھاری ہے۔ یہ سنتے ہی رحمت عالم ﷺ نے فرمایا۔

بَلْ هُوَ نُعْمَانُ وَهُوَ طَيِّبٌ

نہیں بلکہ اس کا نام آج کے بعد نعمان ہے اور اس کا پانی بھی میٹھا ہوگا۔

اس طرح رسول اللہ ﷺ نے اس چشمے کا نام تبدیل فرما دیا اور آپ کے طفیل اللہ تعالیٰ نے اس کے پانی کا ذائقہ بدل دیا۔ پھر حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے خرید کر صدقہ کر دیا۔

باب

غزوۂ خیبر میں ظاہر ہونے والے معجزات

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حضور نبی کریم ﷺ کے ہمراہ خیبر کی طرف روانہ ہوئے۔ رات کا وقت تھا۔ ہمارا قافلہ سوئے منزل رواں دواں تھا۔ کسی نے عامر بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا۔

"آپ ہمیں چند شعر کیوں نہیں سناتے؟"

وہ ایک بہترین شاعر تھے۔ ساتھیوں کے کہنے پر یوں حدی خوانی کرنے لگے۔

اَللّٰھُمَّ لَوْلَا اَنْتَ مَا اهْتَدَيْنَا   وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّيْنَا
فَاغْفِرْ فِدَآءً لَّكَ مَا اقْتَفَيْنَا   وَثَبِّتِ الْاَقْدَامَ اِنْ لَاقَيْنَا

اے اللہ! اگر تو ہماری دستگیری نہ فرماتا تو نہ ہم ہدایت پا سکتے، نہ زکوۃ و صدقات دے سکتے اور نہ نماز پڑھ سکتے۔

جب تک ہم تیری راہ پر چل رہے ہیں، تو اپنے ان جانثاروں کی مغفرت فرما۔ اگر دشمن سے ہماری جنگ ہو جائے تو ہمیں ثابت قدمی عطا فرمانا۔

عامر کے یہ اشعار حضور ﷺ نے سنے تو پوچھا۔ "یہ کون حدی خوانی کر رہا ہے؟" لوگوں نے عرض کیا۔ "عامر ہے۔" حضور نے فرمایا۔ یَرْحَمُهُ اللّٰهُ "اللہ اس پر رحم فرمائے۔" ایک صحابی نے عرض کی۔ یارسول اللہ! آپ نے انہیں شہادت کی بشارت سنا دی ہے۔ آپ نے ان سے ہمیں لطف اندوز نہ ہونے دیا۔ پھر جب مجاہدین صف آرا ہوئے تو عامر نے تلوار ہاتھ میں لے کر ایک یہودی کی پنڈلی کاٹنا چاہی مگر تلوار کی تیز دھار پلٹ کر ان کے اپنے گھٹنے پر لگ گئی جس سے ان کا وصال ہو گیا۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دوسری سند سے یہی روایت نقل کی ہے۔ اس میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا۔ "یہ اشعار کون کہہ رہا ہے؟" صحابہ نے عرض کیا۔ "عامر ہے" حضور ﷺ نے فرمایا۔

غَفَرَلَكَ رَبُّكَ

تیرا رب تیری مغفرت فرمائے۔

راوی کہتے ہیں کہ جب بھی رسول اللہ ﷺ کسی شخص کے لئے انفرادی دعائے مغفرت فرماتے تو وہ ہمیشہ شہادت سے سرفراز ہو جاتا تھا۔ لہٰذا جب حضور ﷺ نے حضرت عامر کے لئے دعائے مغفرت فرمائی تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یقین ہو گیا کہ یہ شہید ہو جائیں گے انہوں نے عرض کی۔ "حضور! آپ نے عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی سے ہمیں مزید لطف اندوز کیوں نہ ہونے دیا۔" ایک جگہ عبارت اس طرح ہے کہ جب بھی حضور ﷺ نے کسی انسان کے لئے دعائے مغفرت کی اور وہ دعا صرف اس کی ذات کے لئے مانگی تو ایسا شخص لازماً شہید ہو گیا۔

"شیخین (بخاری و مسلم) رحمہم اللہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ خیبر کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

لَاُعْطِيَنَّ هٰذِهِ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ

کل یہ جھنڈا میں ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ فتح عطا فرمائے گا۔

صبح ہوئی تو حضور ﷺ نے پوچھا۔ علی بن ابو طالب کہاں ہیں؟

صحابہ نے عرض کی۔ "ان کی آنکھوں میں تکلیف ہے۔"

حضور نے فرمایا۔ "انہیں میرے پاس لے آؤ۔" صحابہ کرام حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لے آئے۔ حضور ﷺ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب مبارک ڈالا اور دعا فرمائی تو وہ شفایاب ہو گئے گویا انہیں کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔

شیخین رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ خیبر کی طرف جانے والے لشکر سے پیچھے رہ گئے تھے۔ ان کی آنکھیں دکھتی تھیں۔ انہوں نے کہا۔ "میں حضور ﷺ سے پیچھے رہ رہا ہوں۔" یہ کہہ کر روانہ ہو گئے اور لشکر سے جا ملے۔ جس صبح ہمیں فتح نصیب ہوئی اس رات کی شام حضور ﷺ نے فرمایا۔

لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يُحِبُّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلَيْهِ

کل میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول کا محبوب ہے اور جس کے ہاتھوں اللہ تعالیٰ فتح فرمائے گا۔

اچانک ہم نے دیکھا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تشریف لے آئے حالانکہ ہمیں ان کی آمد کی قطعاً امید نہ تھی۔ صحابہ کرام نے عرض کی۔ حضور! یہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ آ پہنچے ہیں۔ پھر حضور ﷺ نے انہیں علم عطا فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے ان کے طفیل ہمیں فتح عطا فرمائی۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دوسری سند سے حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ حضور ﷺ نے ان کی آنکھوں میں اپنا لعاب مبارک ڈالا تو وہ صحت یاب ہو گئے۔"

حارث اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے چند دوسرے واسطوں سے حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی روایت نقل کی ہے۔ اس میں اتنا اضافہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جھنڈا پکڑ کر روانہ ہوئے اور اسے قلعے کے نیچے نصب کر دیا قلعے کی چوٹی سے ایک یہودی نے جھانک کر دیکھا اور پوچھا۔ تم کون ہو؟ آپ نے فرمایا۔ "میں علی ہوں۔" یہودی بولا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والے کلام الٰہی کی قسم! تم غالب آ گئے ہو۔" بالآخر اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں فتح عطا فرمادی۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ یہودیوں کو اپنی کتابوں کے ذریعے پہلے سے معلوم تھا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھوں قلعہ خیبر فتح ہو گا۔

یہ مضمون حدیث حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابو سعید خدری، حضرت عمران بن حصین، حضرت جابر اور حضرت ابو لیلیٰ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین سے بھی مروی ہے۔ ان تمام اسناد کا ذکر ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے اور ان سب احادیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے لعاب مبارک لگایا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنکھیں ٹھیک ہو گئیں۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ حضرت بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ خیبر

کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔
"کل میں ایسے شخص کو جھنڈا عطا کروں گا جو اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ وہ اپنے زور بازو سے اس قلعہ کو فتح کرلے گا۔"
اس وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں موجود نہ تھے۔ قریش کے سارے افراد ایک دوسرے سے بڑھ کر یہ سعادت حاصل کرنے کے متمنی تھے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اونٹ پر سوار ہو کر آپہنچے۔ وہ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا۔ "میرے قریب آجاؤ۔" حضور ﷺ نے ان کی آنکھوں میں لعاب دہن ڈالا تو ان کی ساری تکلیف جاتی رہی۔ وہ چلنے پھرنے لگے۔ بعد میں حضور ﷺ نے انہیں جھنڈا عطا فرمایا۔
احمد، ابو یعلی، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔

مَارَمِدْتُ وَلَا صُدِعْتُ مُنْذُ تَفَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ عَيْنَيَّ يَوْمَ خَيْبَرَ

غزوۂ خیبر میں جب سے رسول اللہ ﷺ نے میری آنکھوں میں اپنا لعاب دہن ڈالا، نہ کبھی میری آنکھوں میں تکلیف ہوئی اور نہ سر میں درد ہوا۔

بیہقی، طبرانی (اوسط میں) اور ابو نعیم رحمہم اللہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سخت گرمی کے موسم میں روئی سے بھری ہوئی موٹی چادر اوڑھا کرتے اور انہیں گرمی کی کوئی پرواہ نہ ہوتی۔ اسی طرح آپ سخت سردی کے موسم میں دو باریک کپڑے پہنتے اور سردی کا بھی احساس تک نہ ہوتا تھا۔ آپ سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ غزوۂ خیبر کے موقع پر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ "کل میں ایسے شخص کو جھنڈا دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے۔ اس کے ہاتھوں ہمیں فتح حاصل ہوگی۔" پھر حضور ﷺ نے مجھے بلایا اور جھنڈا عطا فرمادیا۔ اس کے بعد یہ دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ اِكْفِهِ الْحَرَّ وَالْبَرْدَ

یا اللہ! انہیں گرمی اور سردی سے بچالے۔

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت شبرمہ بن طفیل سے روایت کرتے ہیں کہ ذی قار کے مقام پر میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا۔ آپ ازار اور رداء (تہبند اور چادر) میں ملبوس تھے اور اپنے اونٹ کے جسم پر تارکول مل رہے تھے۔ اس دن سخت سردی تھی۔ پھر بھی آپ کی

پیشانی مبارک پسینے سے شرابور تھی۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ (اوسط میں) حضرت سوید بن غفلہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہماری ملاقات ہوئی۔ سردی کا موسم تھااور آپ نے صرف دو کپڑے پہن رکھے تھے۔ ہم نے کہا۔ دھوکے میں نہ رہنا۔ ہمارا علاقہ بہت ٹھنڈا ہے۔ آپ کے علاقے کی طرح گرم نہیں۔ انہوں نے فرمایا۔

"مجھے سخت سردی لگتی تھی۔ مگر جب رسول اللہ ﷺ نے مجھے علم عطا فرما کر خیبر کی طرف بھیجا تو میں نے عرض کی۔ "حضور! میری آنکھیں دکھتی ہیں۔" آپ ﷺ نے میری آنکھوں میں لعاب مبارک لگایا۔ اس کے بعد مجھے نہ کبھی گرمی کا احساس ہوا اور نہ سردی کا۔ اور میری آنکھوں میں بھی کبھی درد نہیں ہوا۔"

ابن اسحاق اور بیہقی رحمہما اللہ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ مرحب قلعہ خیبر سے نمودار ہوا اور کہنے لگا۔

مَنْ یُّبَارِزُنَا؟

ہمارا مقابلہ کون کرے گا۔

حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواباً فرمایا۔ اَنَا۔ "میں تمہارا مقابلہ کروں گا۔" حضور سید الانبیاء ﷺ نے فرمایا۔ جاؤ۔ اس کا مقابلہ کرو۔ پھر یہ دعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ اَعِنْهُ عَلَیْهِ

یا اللہ! مرحب کے مقابلے میں ان کی مدد فرما۔

چنانچہ حضرت محمد بن مسلمہ میدان میں اترے اور مرحب کو واصل جہنم کر دیا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت موسیٰ بن عقبہ اور حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ خیبر کا ایک کالا حبشی غلام آپہنچا۔ اس کے پاس اپنے مالک کی بکریاں تھیں۔ عرض کرنے لگا۔ اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو مجھے کیا صلہ ملے گا؟ حضور ﷺ نے فرمایا۔ "تجھے جنت ملے گی۔" وہ مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ پھر عرض کرنے لگا۔ "اے اللہ کے نبی! یہ بکریاں میرے پاس امانت ہیں۔" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "انہیں ہمارے لشکر سے باہر نکال دو اور پتھر مار کر اور آواز لگا کر ہانک دو۔ اللہ تعالیٰ تمہاری جانب سے یہ امانت پہنچا دے گا۔"

انہوں نے حسب ارشاد عمل کیا تو واقعی وہ بکریاں اپنے مالک تک جا پہنچیں۔ یہودی سمجھ گیا کہ اس کا غلام مسلمان ہو گیا ہے۔ پھر جنگ ہوئی تو وہ سیاہ فام غلام شہادت سے سرفراز ہوا۔ رسول

اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ نے اس غلام کو بڑی عزت عطا فرمائی اور خیر و فلاح کی طرف ان کی رہنمائی فرمائی۔ یہ ایک سچے مسلمان تھے جو دل کی اتھاہ گہرائیوں سے مسلمان ہو گئے تھے۔"

وَقَدْ رَاَیْتُ عِنْدَ رَاْسِهٖ اِثْنَتَیْنِ مِنَ الْحُوْرِ الْعِیْنِ

میں نے ان کے سر کے پاس دو حور عین دیکھی ہیں۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسری سند سے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ خیبر کے موقع پر ایک سریہ (چھوٹا لشکر) روانہ ہوا۔ انہوں نے ایک شخص کو گرفتار کر لیا جو بکریاں چرا رہا تھا۔ اسے پکڑ کر حضور ﷺ کے پاس لے آئے۔ اس نے آتے ہی عرض کی۔ "میں آپ کی رسالت اور احکام دین پر ایمان لاتا ہوں۔ اب ان بکریوں کا کیا بنے گا۔ یہ امانت ہیں۔ کسی کی ایک بکری ہے۔ کسی کی دو اور کسی کی اس سے زائد۔" حضور ﷺ نے فرمایا۔ "ان کے منہ پر کنکریاں مار دو۔ یہ خود بخود اپنے مالکوں کے گھروں میں چلی جائیں گی۔"

انہوں نے مٹھی بھر کنکریاں لیں اور بکریوں کی طرف پھینکیں تو وہ تیز تیز دوڑتی ہوئی اپنے مالکوں کے گھروں میں داخل ہو گئیں۔ پھر یہ خوش نصیب صحابی مسلمانوں کی طرف سے جنگ میں شریک ہوئے۔ لڑائی کے دوران انہیں تیر آ لگا جس سے وہ شہید ہو گئے۔ مرتبہ شہادت پانے والے اس صحابی کی صورت حال یہ تھی کہ

وَلَمْ یُصَلِّ لِلّٰهِ سَجْدَةً

انہوں نے بارگاہِ الٰہی میں ایک سجدہ بھی نہ کیا تھا۔

حضور ﷺ نے ان کے متعلق ارشاد فرمایا۔

"میں نے ان کے پاس دو بیویاں دیکھی ہیں جن کا تعلق حور عین سے ہے۔"

حاکم اور بیہقی رحمہما اللہ شداد بن ہاد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی مسلمان ہوا۔ پھر اس نے ہجرت کی۔ جب غزوۂ خیبر پیش آیا تو رسول اللہ ﷺ کو مال غنیمت حاصل ہوا۔ آپ نے اسے تقسیم فرمایا تو صحابی مذکور کو بھی کچھ حصہ عطا فرمایا۔ انہوں نے عرض کی۔

مَا عَلٰی هٰذَا اتَّبَعْتُكَ

میں نے مالِ غنیمت حاصل کرنے کے لئے تو آپ کی غلامی اختیار نہیں کی تھی۔

پھر اپنے گلے کی طرف اشارہ کر کے عرض کرنے لگے۔

وَلٰكِنْ اِتَّبَعْتُكَ عَلٰی اَنْ اُرْمٰی هٰهُنَا بِسَهْمٍ فَاَمُوْتَ فَاَدْخُلَ الْجَنَّةَ

میں نے آپ کا طوقِ غلامی اس لئے زیب گلو کیا تھا تاکہ مجھے اس جگہ تیر لگے اور میں مرتبہ شہادت پر فائز ہو کر جنت میں داخل ہو جاؤں۔

صحابی کا یہ جذبہ سر فروشی دیکھ کر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ ''اگر تم اللہ تعالیٰ کی تصدیق کر رہے ہو تو یقیناً وہ بھی تمہاری اس بات کو سچا کر دکھائے گا۔''

اس کے بعد مسلمان دشمن سے برسرپیکار ہو گئے۔ اور صحابی مذکور کو گلے میں تیر لگ گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ ''انہوں نے اپنے رب کی تصدیق کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی بات کو سچا کر دکھایا۔''

بیہقی، ابن اسحاق رحمہما اللہ سے، وہ عبداللہ بن ابوبکر بن حزم سے اور وہ بعض نو مسلموں سے روایت کرتے ہیں کہ وہ خیبر میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔ ''ہم سخت بھوک وافلاس میں مبتلا ہیں اور بالکل تہی دست ہیں۔'' حضور ﷺ نے بارگاہ الٰہی میں التجا کی ''یا اللہ! تو ان کی حالت زار سے بخوبی واقف ہے۔ ان کے پاس خورد ونوش کا سامان نہیں ہے۔ نہ بظاہر میرے پاس کوئی ایسی چیز ہے جو انہیں دے دوں۔ پس تو ان پر خیبر کے سب سے بڑے قلعے کے دروازے کھول دے۔'' حضور ﷺ کا مطلب یہ تھا کہ ایسے قلعے پر فتح عطا فرما جہاں غلہ اور مال مویشی (کھانا اور گوشت چربی وغیرہ) کی فراوانی ہو۔ اس کے بعد لوگوں نے حملہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے صعب بن معاذ کے قلعہ پر مسلمانوں کو فتح عطا فرما دی۔ خیبر کے تمام قلعوں میں سے اس قلعے میں کھانے اور گوشت چربی وغیرہ کی فراوانی تھی۔

ابن قانع، بغوی اور ابو نعیم رحمہم اللہ (الصحابہ میں) بنو سہم بن مرہ کے ایک شخص سعید بن شیم سے روایت کرتے ہیں کہ میرے والد صاحب نے بتایا کہ جب عیینہ بن حصن کا لشکر یہود خیبر کی امداد کے لئے آیا تو میں بھی اس میں موجود تھا۔ اچانک ہم نے عجیب سی آواز سنی۔ کوئی کہہ رہا تھا۔ ''ارے لوگو! اپنے اہل وعیال کی خبر لو۔ تمہارے پیچھے ان پر دشمن آپہنچے ہیں۔'' یہ سن کر سارے لوگ فوراً واپس پلٹے۔ کوئی دوسرے کی طرف پلٹ کر نہ دیکھتا تھا۔ اس کے بعد ہمیں معلوم نہ ہو سکا کہ یہ آواز کیسی تھی۔ ہمیں صرف اتنا معلوم ہے کہ یہ آواز آسمان کی طرف سے سنائی دی تھی۔

واقدی رحمۃ اللہ علیہ موسیٰ بن عمر حارثی سے اور وہ ابو سفیان محمد بن سہل بن ابو حثمہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور نبی پاک ﷺ نے اہل خیبر سے جنگ کی تو وہاں متعدد قلعے تھے۔ اہل خیبر نزار نامی قلعے میں چلے گئے اور انتہائی محفوظ ہو گئے۔ دوران جنگ رسول اللہ ﷺ کے

کپڑوں پر ایک تیر آلگا۔ آپ ﷺ نے مٹھی بھر کنکریاں لے کر قلعے کی طرف پھینک دیں۔ جس کی وجہ سے قلعہ میں زلزلہ سا آگیا اور وہ زمین میں دھنسنے لگا۔ فوراً مسلمان آپہنچے اور قلعہ میں موجود لوگوں کو گرفتار کرلیا۔

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے تاریکی میں فجر کی نماز پڑھائی پھر سوار ہوئے اور فرمایا۔

”اللہ اکبر۔ خیبر تباہ ہو گیا۔ جب ہم اہل خیبر کے گھروں کے پاس کھلی جگہ میں جا اتریں گے تو اس وقت وہ لوگ پریشان کن حالت میں صبح کریں گے جنہیں عذاب الٰہی سے ڈرایا جاتا ہے۔“

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی آنکھ میں سبزی دیکھی تو فرمایا۔ ”یہ سبز رنگ کیسا ہے؟“ انہوں نے عرض کی۔ ”میرا سر حجر بن ابوالحقیق کی گود میں تھا اور میں سو رہی تھی۔ میں نے خواب دیکھا جیسے میری گود میں چاند آگرا ہو۔ بیدار ہوئی تو اسے اپنا خواب بتایا۔ اس نے میرے منہ پر زوردار تھپڑ مارا اور کہا۔ ”تو شہنشاہِ یثرب کی تمنا کرتی ہے۔“

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ۔ حمید بن ہلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ ”میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک فرشتے نے مجھے اور حضور نبی کریم ﷺ کو اپنے پروں میں چھپا رکھا ہے۔“ لوگوں نے آپ کے اس خواب کو جھوٹ قرار دیا اور بڑی سخت کلامی سے پیش آئے۔

ابو یعلی رحمۃ اللہ علیہ حمید بن ہلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا۔ ”ایک دفعہ میں حضور نبی کریم ﷺ کے پاس گئی۔ اس وقت آپ مجھے حد درجہ ناپسند تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ”صفیہ! تیری قوم نے ایسے ایسے کام کئے ہیں۔“ پھر جب میں آپ کے پاس سے اٹھی تو آپ مجھے سب لوگوں سے زیادہ پیارے اور محبوب لگ رہے تھے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ عاصم احول سے اور وہ ابو عثمان نہدی اور ابو قلابہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ خیبر میں تشریف لائے تو وہاں کھجوریں ابھی تک سبز تھیں یعنی کچی تھیں۔ پھر بھی لوگ ان پر جھپٹ پڑے اور وہ شدید بخار میں مبتلا ہو گئے۔ پھر حضور ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور بخار کی شکایت کی۔ آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ پانی کو مشکیزوں میں خوب ٹھنڈا کرلو۔ پھر بسم اللہ پڑھ کر فجر کی دونوں اذانوں کے درمیان اسے اپنے جسم پر بہاؤ۔ صحابہ کرام

نے آپ کے حکم کی تعمیل کی تو وہ صحت یاب ہو کر اس طرح اٹھ کھڑے ہوئے گویا ان کے بندھن کھل گئے ہوں۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس روایت کو ہم نے عبدالرحمٰن بن مرقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے واسطہ سے بایں الفاظ نقل کیا ہے کہ خیبر کے علاقے میں پھلوں کی فراوانی تھی۔ جب یہ علاقہ فتح ہوا تو لوگ پھلوں پر ٹوٹ پڑے اور انہیں بخار ہو گیا۔ انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے بخار کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا۔

''مشکیزوں میں پانی ٹھنڈا کر لو اور دو نمازوں کے درمیان اسے اپنے جسم پر ڈالو۔''

صحابہ کرام نے حسب ارشاد پانی ٹھنڈا کر کے جسموں پر ڈالا تو بخار کی تکلیف جاتی رہی۔

واقدی اور بیہقی رحمہما اللہ حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں اپنی اہلیہ کے ساتھ خیبر کی طرف روانہ ہوا۔ اس وقت وہ حاملہ تھی۔ راستے میں بچہ پیدا ہو گیا اور نفاس شروع ہو گیا۔ میں نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو کر صورت حال عرض کی۔ آپ نے فرمایا۔ کھجوریں پانی میں بھگو دو۔ جب وہ اچھی طرح تر ہو جائیں تو ان کا پانی اپنی اہلیہ کو پلا دو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ اس کے بعد اسے کوئی ناپسندیدہ چیز (خون وغیرہ) نظر نہ آئی۔

بیہقی، واقدی سے اور وہ اپنے شیوخ رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابو شتیم مزنی مسلمان ہوئے تو بڑے بہترین مسلمان ثابت ہوئے وہ بیان کرتے ہیں کہ جب ہم عیینہ بن حصن کے ساتھ اپنے اہل و عیال کی طرف واپس بھاگ گئے تھے تو وہ ہمیں دوبارہ خیبر کی جانب لے گیا تھا۔ خیبر سے باہر ایک جگہ رات کے وقت ہم نے قیام کیا۔ ہم گھبرا گئے تھے۔ عیینہ نے کہا۔ ''مبارک ہو۔ آج رات میں نے خواب دیکھا ہے کہ خیبر کا ذوالرقبہ نامی پہاڑ مجھے دے دیا گیا ہے۔ قسم بخدا میں نے محمد (ﷺ) کی گردن کو پکڑ لیا ہے۔ (العیاذ باللہ)۔'' جب ہم خیبر پہنچے تو پتہ چلا کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کو فتح کر لیا ہے۔ عیینہ کہنے لگا۔ اے محمد! (ﷺ) یہود خیبر میرے حلیف تھے۔ میں ان کے ساتھ مل کر آپ سے لڑنے آ رہا تھا۔ مگر میں واپس چلا گیا۔ لہٰذا میرے ان حلیفوں کا جو مال غنیمت آپ کو حاصل ہوا ہے اس میں سے مجھے بھی عطا کیجئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ تو جھوٹا ہے۔ تو ہمارے کسی فائدے کے لئے واپس نہیں ہوا تھا بلکہ اس آواز نے تجھے واپس بھگا دیا تھا جو تجھے راستے میں سنائی دی تھی۔ کہنے لگا۔ تو پھر سخاوت ہی سہی۔ کچھ عطا تو فرمائیں۔ آپ نے فرمایا۔ ''تیرے لئے ذوالرقبہ ہے۔'' اس نے پوچھا۔ ''ذوالرقبہ کیا ہے؟'' آپ نے فرمایا۔ ''وہی پہاڑ جسے تم نے خواب میں دیکھا کہ تم اسے پکڑ رہے ہو۔'' عیینہ لاجواب ہو کر واپس اپنے گھر چلا

گیا۔ اس کے پاس حارث بن عوف آیا۔ اور کہنے لگا۔ "میں نے تم سے کہا نہیں تھا کہ تمہاری ساری کاوشیں بے معنی ہیں۔ قسم بخدا! محمد (ﷺ) مشرق سے مغرب تک کل روئے زمین پر غلبہ حاصل کرلیں گے۔ ہمیں یہ باتیں یہود بتایا کرتے تھے۔ قسم بخدا! میں نے ابو رافع سلام بن ابو الحقیق کو یہ کہتے سنا کہ ہم نبوت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) سے حسد کرتے ہیں کیونکہ اب نبوت آل ہارون کے ہاتھ سے نکل گئی ہے۔ یہ نبی مرسل ہیں۔ یہود میری یہ بات نہیں مانتے۔ ہمیں ان کے ہاتھوں دو جگہ ہزیمت اٹھانا پڑے گی۔ ایک یثرب میں اور دوسری خیبر کے قلعوں میں حارث کہتے ہیں کہ میں نے سلام سے پوچھا کہ وہ ساری دنیا پر قبضہ کرلیں گے؟ اس نے کہا۔ "ہاں تورات کی قسم!"

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت علقمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ خیبر میں ہم حضور ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ نے رفع حاجت کے لئے جانا چاہا تو مجھ سے فرمایا۔ عبداللہ! دیکھو۔ کوئی چیز دکھائی دیتی ہے۔ میں نے دیکھا تو مجھے ایک درخت نظر آیا۔ میں نے آپ سے عرض کیا۔ حضور! ایک درخت نظر آرہا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ پھر دیکھو۔ اور کوئی چیز دکھائی دیتی ہے۔ میں نے پھر دیکھا تو مجھے پہلے درخت سے ذرا دور ایک درخت نظر آیا۔ میں نے اس کے متعلق بھی حضور ﷺ کو آگاہ کردیا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

قُلْ لَّهُمَآ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ يَاْمُرُكُمَا اَنْ تَجْتَمِعَا

ان دونوں درختوں سے کہہ دو کہ اللہ کا رسول تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم ایک دوسرے کے ساتھ مل جاؤ۔

میں نے دونوں درختوں کو حضور ﷺ کا حکم پہنچادیا۔ وہ فوراً مل گئے۔ پھر حضور ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور ان کی اوٹ میں چھپ گئے۔ تھوڑی دیر بعد آپ اٹھے تو دونوں درخت بھی چل کر اپنی اپنی جگہ پر آگئے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور نبی کریم ﷺ کو خیبر پر فتح حاصل ہوئی تو آپ نے اہل خیبر کے ساتھ اس شرط پر کوئی تعرض نہ فرمایا کہ وہ خود بھی یہاں سے چلے جائیں، اپنے اہل و عیال کو بھی ساتھ لے جائیں اور زر و سیم وغیرہ ساتھ نہ جائیں۔ کنانہ اور ربیع کو آپ ﷺ کے پاس لایا گیا۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا۔ تمہارا وہ برتن کہاں ہے جو تم اہل مکہ کو عاریۃً دیا کرتے تھے؟ انہوں نے کہا۔ ہم اس طرح

بھاگے کہ کہیں مستقل ٹھکانہ نصیب نہ ہوا۔ کہیں قیام کرتے پھر روانہ ہو جاتے۔ اسی حالت سفر میں سب کچھ گنوا بیٹھے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم نے کوئی بات مجھ سے چھپائی اور پھر مجھے اس کا پتہ چل گیا تو میں تمہارے اور تمہاری اولاد کے خون کو حلال سمجھوں گا۔ انہوں نے کہا۔ ٹھیک ہے۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے ایک انصاری شخص کو بلایا اور فرمایا۔ فلاں بے آب و گیاہ سرزمین میں چلے جاؤ۔ پھر کھجوروں کے پاس جاکر دائیں یا بائیں جانب کھجور کا اونچا درخت دیکھو۔ اس کے پاس جو کچھ موجود ہو میرے پاس لے آؤ۔ وہ انصاری چلا گیا اور برتن اور کچھ مال و اسباب لے آیا۔ پھر آپ نے ان دونوں کی گردنیں اڑادیں اور ان کے اہل و عیال کو قید کر لیا۔

حارث بن ابی اسامہ رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ خیبر کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ جس کی سواری کمزور یا سرکش ہو، وہ واپس چلا جائے۔ آپ نے ایک شخص کو حکم فرمایا کہ لوگوں میں اس بات کا اعلان کر دو۔ منادی کی آواز سن کر بہت سے لوگ واپس ہو گئے۔ مگر ایک شخص واپس نہ گیا۔ اس کا اونٹ بڑا سرکش تھا۔ رات کا وقت تھا۔ اس کا گزر چند لوگوں کے پاس سے ہوا۔ لوگوں کی پرچھائیاں دیکھ کر اونٹ بدک گیا۔ اور اس کا سوار گر کر فوت ہو گیا۔ جب اسے حضور نبی کریم ﷺ کے پاس لایا گیا تو آپ نے پوچھا۔ اسے کیا ہو گیا ہے؟ لوگوں نے حضور کو ساری بات بتائی۔ آپ نے فرمایا۔ اے بلال! کیا تم نے لوگوں میں یہ اعلان نہیں کیا تھا کہ جس کی سواری کمزور یا سرکش ہو واپس چلا جائے۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی۔ حضور! میں نے اعلان کر دیا تھا۔ پھر حضور ﷺ نے اس کی نماز جنازہ پڑھانے سے انکار فرمادیا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ایک سفر میں ارشاد فرمایا۔ "آج رات انشاء اللہ ہم روانہ ہو جائیں گے۔ کوئی ایسا شخص ہمارے ساتھ نہ چلے جس کا اونٹ کمزور یا سرکش ہو۔ پھر بھی ایک ایسا شخص روانہ ہو گیا جس کی اونٹنی سرکش تھی۔ وہ اونٹنی سے گرا اور اس کی ران ٹوٹ گئی۔ جس کی وجہ سے وہ موقع پر ہی فوت ہو گیا۔ حضور ﷺ کے حکم سے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تین بار یہ اعلان فرمایا۔

"کسی نافرمان کے لئے جنت حلال نہیں۔"

ابن سعد، ابو بکر بن محمد بن عمرو بن حزم رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے عہد خلافت میں میری طرف خط لکھا کہ میں کثیبہ کے متعلق پوری تحقیق کر کے انہیں آگاہ کروں کہ کثیبہ خیبر کے سارے علاقے کا خمس (پانچواں حصہ) تھا جو

رسول اللہ ﷺ کو ملا۔ یا آپ ﷺ کے لئے مخصوص تھا؟ میں نے حضرت عمرہ بنت عبدالرحمن سے پوچھا تو انہوں نے بتایا "جب رسول اللہ ﷺ نے ابن ابوالحقیق سے صلح کی تو قلعہ نطاۃ اور وادئ شق کو پانچ حصوں میں تقسیم فرمادیا۔ کثیبہ ان پانچ حصوں میں سے ایک تھا۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے پانچ گولیاں سی بنائیں اور ہمیں بتایا کہ ان میں سے ایک گولی پر لِلّٰہِ (اللہ کے لئے) لکھا ہوا ہے۔ پھر یہ دعا فرمائی۔ "یا اللہ! تو اپنا حصہ کثیبہ میں رکھ دے۔" قرعہ اندازی ہوئی تو سب سے پہلے وہی حصہ نکلا جس پر للہ (اللہ کے لئے) لکھا ہوا تھا۔ اس طرح کثیبہ رسول اللہ ﷺ کا خمس تھا۔ جبکہ باقیماندہ حصے بے نشان تھے اور وہ سب مسلمانوں میں مساوی طور پر مشترک تھے جن کے اٹھارہ حصے بنائے گئے۔"

حضرت ابو بکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرہ کی یہ ساری گفتگو میں نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ کو لکھ بھیجی۔

بخاری رحمۃ اللہ علیہ یزید بن ابو عبید سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پنڈلی پر زخم کا نشان دیکھا تو پوچھا۔ یہ کیسی چوٹ ہے؟ انہوں نے بتایا کہ یہ چوٹ مجھے غزوۂ خیبر میں لگی تھی۔ اتنی سخت چوٹ تھی کہ لوگوں نے کہا سلمہ شہید ہو جائیں گے۔ میں حضور ﷺ کے پاس جا پہنچا۔ سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

فَنَفَثَ فِيهِ ثَلَاثَ نَفَثَاتٍ فَمَا اشْتَكَيْتُ مِنْهَا حَتَّى السَّاعَةِ

حضور ﷺ نے میرے زخم پر تین دفعہ پھونک مار کر دم فرمایا تو پھر آج تک کبھی تکلیف محسوس نہیں ہوئی۔

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ حضرت سہل بن سعد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ مشرکین کے ساتھ برسرپیکار ہوئے۔ گھمسان کا رن پڑا۔ سبھی لوگ اپنے اپنے لشکر کی طرف بھاگ گئے۔ اسی دوران ہم نے دیکھا کہ ایک مسلمان اکا دکا دکھائی دینے والے مشرک کا تعاقب کرتا اور اسے تہ تیغ کر دیتا۔ بارگاہ رسالت میں عرض کی گئی۔ یارسول اللہ! آج فلاں شخص نے بہادری کے خوب جوہر دکھائے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔

اَمَا اِنَّهُ مِنْ اَهْلِ النَّارِ

وہ تو دوزخی ہے۔

یہ سن کر صحابہ کرام بڑے حیران ہوئے۔ کہنے لگے۔ اگر وہ دوزخی ہے تو ہم میں سے جنتی کون ہو سکتا ہے؟ ایک شخص بولا۔ (حضور ﷺ کا فرمان یقیناً برحق ہے) اس کی موت موجودہ

حالت پر نہ ہوگی۔ یہ کہہ کر وہ صحابی اس شخص کے پیچھے ہو لئے۔ وہ تیز چلتا تو یہ بھی تیز تیز چلنے لگتے اور وہ آہستہ چلتا تو یہ بھی ست خرام ہو جاتے۔ بالآخر انہوں نے دیکھا کہ وہ شخص زخمی ہو گیا۔ زخم کی تکلیف بہت شدید تھی۔ وہ برداشت نہ کر سکا۔ اس نے چاہا کہ جلد مر جائے۔ اپنی تلوار کو زمین پر رکھا اور اس کی تیز دھار سینے کے سامنے رکھ کر کسی طرح اپنے آپ کو اس پر گرا دیا اور خودکشی کر لی۔ جو صحابی اس کے تعاقب میں تھے دوڑتے ہوئے حضور ﷺ کے پاس آئے اور عرض کی۔

اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔

حضور ﷺ نے پوچھا۔ کیا بات ہے؟ انہوں نے آپ کو سارا ماجرا کہہ سنایا۔

شیخین رحمۃ اللہ علیہما حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ خیبر میں ہم حضور ﷺ کے ہم رکاب تھے۔ ایک ایسا شخص بھی ہمارے ساتھ جنگ میں شریک تھا جو مسلمان ہونے کا دعویدار تھا۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے اس کے بارے میں فرمایا کہ یہ شخص دوزخی ہے۔ جب معرکہ کارزار گرم ہوا تو اس نے خوب جنگ کی۔ لڑتے لڑتے زخموں سے چور ہو کر گر پڑا۔ بارگاہ نبوی میں عرض کی گئی۔ "یا رسول اللہ! جس شخص کے متعلق آپ نے فرمایا تھا کہ وہ دوزخی ہے کیا آپ نے اسے دوران جنگ دیکھا ہے؟ قسم بخدا! اس نے راہ خدا میں خوب جنگ کی ہے اور بڑے زخم کھائے ہیں۔" پھر بھی حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

"وہ دوزخیوں میں سے ہے۔"

یہ عجیب صورت حال دیکھ کر عقل کو تاہ اندیش شک میں مبتلا ہونے کو تھی کہ اچانک شخص مذکور زخموں کی تکلیف سے بے چین ہو گیا۔ اس نے اپنے ترکش کی طرف ہاتھ بڑھایا اور تیر نکال کر اس سے خودکشی کر لی۔ صحابہ کرام نے عرض کی۔

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ صَدَّقَ اللّٰهُ حَدِيْثَكَ

یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کی بات کو سچا کر دکھایا ہے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت زید بن خالد جہنی سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام میں سے ایک آدمی غزوۂ خیبر میں فوت ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا۔

"اپنے ساتھی کی نماز جنازہ پڑھ لو۔"

یہ فرمان نبوی سن کر صحابہ کرام کے چہروں کے رنگ اڑ گئے۔ حضور ﷺ نے ان کی حیرت

دیکھی تو فرمایا۔

"تمہارے اس ساتھی نے راہ خدا میں خیانت کا ارتکاب کیا ہے۔" ہم نے ان کے سامان کی تلاشی لی تو ہمیں یہودیوں کے جواہرات میں سے ایک نگینہ ملا جس کی مالیت دو درہموں کے مساوی بھی نہ تھی۔

شیخین رحمۃ اللہ علیہما حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ خیبر میں ہم حضور ﷺ کے ہم رکاب تھے۔ مال غنیمت میں سونا چاندی میں سے کچھ بھی نہ تھا البتہ کپڑے اور دیگر مال و اسباب ہمارے ہاتھ آیا۔ حضور ﷺ وادی قریٰ کی طرف متوجہ ہوئے۔ آپ کو ایک سیاہ فام غلام ملا تھا جس کا نام مدعم تھا۔ وہ رسول اللہ ﷺ کا کجاوا اتار رہا تھا کہ اچانک اسے ایک تیر آلگا۔ جس سے اس کا انتقال ہو گیا۔ لوگوں نے کہا۔ "اسے جنت مبارک ہو۔" حضور ﷺ نے فرمایا۔ "ہرگز نہیں۔ قسم اس ذات کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے۔ غزوۂ خیبر میں اس نے جو چادر لی تھی وہ مال غنیمت کی باضابطہ تقسیم کے تحت اسے نہیں ملی تھی۔ اب اسی چادر کی وجہ سے اس پر آگ شعلہ زن ہے۔"

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب خیبر فتح ہوا تو حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں ایک بکری پیش کی گئی۔ جس میں زہر ملا ہوا تھا۔ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا۔ "یہاں جتنے یہودی موجود ہیں سب کو بلا لو۔ سب بلا لئے گئے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ میں تم سے ایک چیز کے بارے میں پوچھنا چاہتا ہوں۔ کیا سچ بولو گے؟ انہوں نے کہا۔ "جی ہاں۔" آپ ﷺ نے فرمایا۔ "تمہارا باپ کون ہے؟" انہوں نے کہا۔ "فلاں ہے۔" حضور نے فرمایا۔ تم جھوٹ کہہ رہے ہو۔ تمہارا باپ تو فلاں ہے۔ انہوں نے کہا۔ واقعی آپ سچ فرما رہے ہیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ کیا تم نے اس بکری میں زہر ملایا ہے؟ بولے۔ "جی ہاں۔" آپ نے فرمایا۔ "تم نے یہ گھناؤنا کام کیوں کیا ہے؟ کہنے لگے۔ "دراصل ہم چاہتے تھے کہ اگر آپ جھوٹے ہوں گے تو ہم آپ سے آرام پا جائیں گے اور اگر آپ نبی برحق ہوں گے تو یہ زہر آپ کو کچھ نقصان نہ دے گا۔"

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اور ابو نعیم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی عورت نے بارگاہ نبوت میں ایک زہر آلود بکری پیش کی۔ حضور رحمتِ عالم ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا۔

اَمْسِکُوْا فَاِنَّهَا مَسْمُوْمَةٌ

اپنے ہاتھ روک لو۔ اس میں زہر ملا ہوا ہے۔

پھر آپ نے اس عورت سے پوچھا۔ "ایسا کرنے پر تجھے کس نے برانگیختہ کیا ہے؟" کہنے لگی۔ "میرا مقصد یہ تھا کہ اگر آپ نبی برحق ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو آگاہ فرمادے گا۔ اور اگر جھوٹے ہیں تو لوگوں کو آپ سے راحت مل جائے گی۔" رحمتِ عالم ﷺ نے اس عورت سے کوئی تعرض نہ فرمایا۔

شیخین رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک زہر آلود بکری لے کر آئی۔ حضور ﷺ نے اس میں سے کچھ کھالیا۔ (پتہ چل جانے کے بعد) اس عورت کو حضور ﷺ کے پاس لایا گیا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ تو نے یہ کام کیوں کیا ہے؟ اس نے کہا۔ "میں آپ کو قتل کرنا چاہتی تھی۔" حضور ﷺ نے فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ اس کے ارادہ بد کو پورا نہیں کرنا چاہتا تھا۔"

احمد، ابن سعد اور ابو نعیم رحمہم اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی عورت نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک زہر آلود بکری بھیجی۔ حضور ﷺ نے اس عورت کو بلا لیا۔ آپ نے پوچھا۔ "یہ کام تو نے کیوں کیا ہے؟" کہنے لگی۔ "میں چاہتی تھی کہ اگر آپ سچے نبی ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو آگاہ فرمادے گا۔ اگر سچے نبی نہیں تو لوگوں کو آپ سے چھٹکارا مل جائے گا۔"

دارمی اور بیہقی رحمہما اللہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ اہل خیبر کی ایک یہودن نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک زہر آلود بکری بھیجی۔ حضور نے اس کا بازو اٹھایا اور تھوڑا سا تناول فرمالیا۔ چند صحابہ کرام نے بھی کھانا شروع کیا۔ اچانک حضور ﷺ نے فرمایا۔ "اپنے ہاتھ اٹھالو۔" پھر یہودی عورت کو بلا کر پوچھا۔ "کیا تو نے اس میں زہر ملایا ہے؟" کہنے لگی۔ آپ کو کس نے بتایا؟ آپ نے فرمایا۔

اَخْبَرَتْنِیْ ھٰذِہٖ فِیْ یَدِیْ الذِّرَاعُ

میرے ہاتھ میں یہ جو بکری کا بازو ہے، اس نے مجھے بتایا ہے۔

اس نے کہا۔ "جی ہاں۔ میں نے زہر ملایا ہے۔"

حضور ﷺ نے پوچھا۔ "اس عمل سے تیرا کیا مقصد تھا؟"

بولی۔ "میں نے سوچا کہ اگر یہ سچے نبی ہیں تو زہر ان کا کچھ نہ بگاڑ سکے گا اور اگر نبی نہیں ہیں تو ہمیں سکھ کا سانس لینا نصیب ہو جائے گا۔" اس کی یہ معذرت خواہانہ بات سن کر حضور رحمت عالم ﷺ نے اسے معاف فرمادیا اور کوئی مؤاخذہ نہ فرمایا۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے چند دوسرے واسطوں سے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی روایت نقل فرمائی ہے۔ اس میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ "اپنے ہاتھ روک لو۔ اس کا ایک عضو مجھے بتا رہا ہے کہ اس میں زہر ملایا گیا ہے۔"

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ بہ سند صحیح حضرت عبد الرحمٰن بن کعب بن مالک سے روایت کرتے ہیں کہ خیبر میں ایک یہودی عورت نے بارگاہ نبوت میں ایک زہر آلود بکری پیش کی۔ حضور ﷺ اور صحابہ کرام نے اس میں سے کچھ تناول فرمایا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ "رک جاؤ۔" پھر عورت سے پوچھا۔ "کیا تو نے اس بکری میں زہر ملایا ہے؟" وہ بولی۔ آپ کو کس نے بتایا؟ حضور ﷺ نے اپنے ہاتھ میں موجود ہڈی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔ "بکری کی پنڈلی کی اس ہڈی نے۔" وہ عورت بولی۔ "جی ہاں میں نے زہر ملایا ہے۔"

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ مرسل حدیث ہے اور اس بات کا احتمال ہے کہ یہ روایت حضرت عبد الرحمٰن نے حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سنی ہو۔ میں کہتا ہوں کہ اس روایت کو طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موصولاً نقل کیا ہے۔

بزار، حاکم اور ابو نعیم رحمہم اللہ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی عورت نے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک بھونی ہوئی بکری بھیجی۔ جب صحابہ کرام نے کھانے کے لئے ہاتھ بڑھائے تو حضور ﷺ نے فرمایا۔

كُفُّوْا اَيْدِيَكُمْ فَاِنَّ عُضْوًا لَّهَا يُخْبِرُنِيْ اَنَّهَا مَسْمُوْمَةٌ

اپنے ہاتھ روک لو۔ بکری کا ایک عضو مجھے بتا رہا ہے کہ اس میں زہر ملایا گیا ہے۔

پھر حضور ﷺ نے اس عورت کو بلایا اور پوچھا۔ کیا تو نے اس کھانے میں زہر ملایا ہے؟ اس نے کہا۔ "جی ہاں۔ میں آپ کو آزمانا چاہتی تھی۔ میں نے سوچا کہ اگر آپ جھوٹے ہیں تو لوگوں کو آپ سے نجات مل جائے گی اور اگر آپ سچے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو آگاہ فرمادے گا۔"

پھر حضور ﷺ نے فرمایا۔ "اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔"

ہم نے اسے کھایا اور زہر نے کسی کو نقصان نہ دیا۔

واقدی اور بیہقی رحمہما اللہ حضرت ام عمارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے مقام جرف میں رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا۔

"تم عشاء کی نماز کے بعد لوگوں کے گھروں میں نہ جایا کرو۔"

پھر بھی ایک شخص اپنے اہل خانہ کے پاس چلا گیا۔ رات کے وقت دروازے پر دستک دی تو

اس نے وہاں ایسی چیز دیکھی جو اسے سخت ناگوار گزری۔ البتہ اس نے وہاں پر موجود شخص کو کچھ نہ کہا۔ لیکن وہ اپنی بیوی سے اتنا متنفر ہو گیا کہ اس سے علیحدگی اختیار کرنے کا ارادہ کر لیا۔ حالانکہ وہ اپنی بیوی سے بہت محبت کرتا تھا اور اس سے اس کی اولاد بھی تھی۔ الغرض رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی کی وجہ سے اسے یہ روز بد دیکھنا پڑا۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ خیبر سے واپس تشریف لائے تو رات کے وقت مسلمانوں کا قافلہ محو سفر رہا۔ ہم پر نیند غالب آنے لگی تو حضور ﷺ نے فرمایا۔ باقیماندہ رات یہیں گزارو۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔ ''آج رات تم جاگ کر ہماری حفاظت کرو۔'' حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی سواری سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے کہ ان کی بھی آنکھ لگ گئی۔ پھر وہ بیدار نہ ہو سکے۔ دیگر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی محو خواب رہے حتیٰ کہ جب دھوپ کی تمازت کا احساس ہوا تو وہ بیدار ہوئے۔

بیہقی بہ سند امام مالک رحم اللہ علیہ حضرت زید بن اسلم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اس موقع پر حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔ ''بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے نماز پڑھ رہے تھے کہ شیطان آ گیا۔ اس نے انہیں زمین پر لٹا دیا۔ پھر تھپکیاں لگانے لگا جیسے کسی بچے کو تھپکیوں سے سلایا جاتا ہے حتیٰ کہ حضرت بلال سو گئے۔'' اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلایا تو انہوں نے بعینہٖ وہی بات بتائی جو رسول اللہ ﷺ پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بتا چکے تھے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی۔

''میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔''

باب

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سریہ کے موقع پر شان اعجاز کا ظہور

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ حضرت عروہ اور حضرت موسیٰ بن عقبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور وہ ابن شہاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے تیس سواروں

کے ساتھ حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یسیر بن رزام یہودی کی طرف بھیجا۔ ان سواروں میں حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ یسیر نے ان کے چہرے پر ضرب لگائی جس سے انہیں کافی گہرا زخم آیا جو دماغ تک جا پہنچا۔ عبداللہ بن انیس رضی اللہ تعالیٰ عنہ زخمی حالت میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ آپ نے زخم پر اپنا لعاب مبارک لگا دیا۔ انہیں ایسی شفا حاصل ہوئی کہ تادم واپسیں نہ پیپ نکلی اور نہ کوئی تکلیف ہوئی۔

باب

عمرۂ قضاء کے موقع پر ظاہر ہونے والے معجزات

واقدی اور بیہقی رحمہما اللہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ہتھیاروں سمیت عمرۂ قضا کے لئے تشریف لائے تو ابھی یاجج کے مقام پر تھے کہ چند قریشی آپ کے پاس حاضر ہوئے۔ کہنے لگے۔ آپ جانتے نہیں کہ ہمارے کسی چھوٹے بڑے نے بدعہدی نہیں کی مگر آپ ہتھیار لگا کر آرہے ہیں حالانکہ آپ نے یہ عہد کیا تھا کہ پردیسی کے عام ہتھیار اور نیام میں رکھی ہوئی تلواروں کے علاوہ آپ کوئی ہتھیار نہیں لائیں گے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ”میں ان کے پاس ہتھیار لے کر نہیں آؤں گا۔“

احمد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام مکہ مکرمہ پہنچے تو مشرکین کہنے لگے۔ ایسے لوگ آئے ہیں جنہیں یثرب کے بخار نے کمزور کر دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی اس بات سے اپنے نبی کو آگاہ فرمادیا۔ لہٰذا حضور ﷺ نے مسلمانوں کو حکم فرمایا کہ طواف کے تین چکروں میں رمل کریں تاکہ مشرکین کو ان کی قوت و طاقت کا علم ہو جائے۔

احمد اور بیہقی رحمہما اللہ بہ سند ابو طفیل حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عمرہ کے لئے تشریف لائے اور ظہران کے مقام پر اترے۔ صحابہ کرام کو پتہ چلا کہ قریش ان کے متعلق یہ کہہ رہے ہیں کہ نقاہت کی وجہ سے وہ اٹھ بھی نہیں سکتے۔ صحابہ کرام نے کہا۔ اگر ہم اپنی سواریاں ذبح کر کے ان کا گوشت کھالیں اور شوربہ پی لیں تو کل جب ہم مشرکین کے پاس جائیں گے تو ہمارے چہروں سے راحت اور سیر شکمی کے آثار نمایاں ہوں گے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ”ایسا نہ کرو۔ بلکہ سب اپنے توشے جمع کرو۔“ چنانچہ چمڑے کے دستر خوان بچھائے گئے۔ ان پر سب نے اپنا اپنا زاد سفر ڈھیر کر دیا۔ پھر تناول

کرنے لگے۔ کھاتے کھاتے سب کے منہ پھر گئے۔ ہر ایک نے اپنے توشہ دان بھی بھر لئے۔ جب رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ آئے اور مسجد حرام میں داخل ہوئے تو صحابہ کرام کو طواف میں رمل کرنے کا حکم دیا۔ قریش کہنے لگے یہ تو خوشی سے چل بھی نہ سکتے تھے۔ اب تو ہرنیوں کی طرح کودتے پھرتے ہیں۔

باب

غالب لیثی کے سریہ (صفر ۸ ہجری) میں شان اعجاز کا ظہور

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ جندب بن مکیث جہنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ نے غالب بن عبداللہ لیثی کو ایک چھوٹا سا لشکر (سریہ) دے کر بھیجا۔ میں بھی اس لشکر میں موجود تھا۔ حضور ﷺ نے حکم فرمایا کہ کدیہ کے قبیلہ بنو ملوح پر حملہ کر دو۔ ہم نے ان پر حملہ کیا اور ان کے جانور پکڑ لئے۔ انہوں نے ایک دوسرے کو مدد کے لئے پکارا اور بہت بڑا لشکر تیار کر کے فوراً ہمارا تعاقب کیا۔ اتنے بڑے لشکر سے مقابلہ کرنا ہمارے لئے ممکن نہ تھا۔ ہم جانوروں کو ہانکتے ہوئے چلتے رہے۔ دشمن ہمارے قریب پہنچ گیا۔ ہم انہیں صاف دکھائی دے رہے تھے۔ ہمارے اور ان کے درمیان صرف ایک وادی حائل تھی۔ ہم وادی کی ایک طرف کھڑے انہیں دیکھ رہے تھے کہ اچانک وادی میں پانی بہنے لگا۔ بہاؤ اتنا زیادہ تھا کہ وادی کے کناروں تک پانی آگیا۔ قسم بخدا! اس دن بادل اور بارش کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ کسی میں ہمت نہ تھی کہ وادی کو عبور کرتا۔ میں نے انہیں دیکھا کہ وہ وادی کے اس پار کھڑے ہمیں دیکھ رہے تھے۔ ہم روانہ ہو گئے اور ان کی گرفت سے دور نکل آئے اور ہمیں تلاش کرنا ان کے لئے ممکن نہ رہا۔

باب

ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سریہ میں شان اعجاز کا ظہور

حاکم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سریۃ البحر کا امیر مقرر فرمایا۔ رات کے وقت یہ لشکر جانب منزل رواں دواں تھا کہ اچانک آسمان کی جانب سے کسی منادی کی آواز سنائی دی۔ وہ کہہ رہا تھا۔

"میں تمہیں اللہ تعالیٰ کے اس فیصلہ سے آگاہ نہ کر دوں جو اس نے اپنی ذات کے لئے فرمایا

ہے۔اس کا فیصلہ ہے کہ جو کوئی گرمی کے دن میں اس کی رضا کے لئے پیاس برداشت کرے گا اللہ تعالیٰ کے ذمہ کرم پر ہے کہ وہ اسے سخت پیاس والے دن (قیامت میں) پانی پلائے گا۔

باب

ام قرفہ کی طرف جانے والے سریہ زید بن حارثہ میں شان اعجاز کا ظہور

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ بنو فزارہ کی ایک عورت جس کا نام ام قرفہ تھا، اس نے حضور نبی کریم ﷺ کو قتل کرنے کے لئے ایک لشکر تیار کیا۔ یہ لشکر بیس سواروں پر مشتمل تھا۔ یہ سارے سوار ام قرفہ کے بیٹے۔ پوتے یا نواسے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ کو پتہ چلا تو آپ نے ام قرفہ کو بددعا دی کہ یا اللہ! اس کی اولاد کو مار دے۔ پھر حضور ﷺ نے حضرت زید بن حارثہ کی قیادت میں ایک سریہ روانہ فرمایا۔ یہ دونوں لشکر گتھم گتھا ہوئے تو ام قرفہ اور اس کی اولاد کو قتل کر دیا گیا۔

باب

ایک دوسرے سریہ میں شان اعجاز کا ظہور

احمد اور بیہقی رحمہما اللہ بہ سند صحیح حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئی۔ عرض کرنے لگی۔ یارسول اللہ! میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں جنت میں داخل ہوئی۔ مجھے کسی کو گرنے کی آواز سنائی دی۔ نظر اٹھا کر دیکھا تو فلاں فلاں شخص کو وہاں لایا گیا تھا۔ اس عورت نے بارہ صحابہ کرام کے نام لئے۔ اس سے قبل رسول اللہ ﷺ ایک سریہ روانہ فرما چکے تھے۔ عورت نے مزید خواب بیان کرتے ہوئے عرض کیا کہ انہوں نے بوسیدہ کپڑے پہن رکھے تھے اور ان کی گردن کی رگوں سے خون بہہ رہا تھا۔ حکم ہوا۔ انہیں نہر بیدرخ کی طرف لے جاؤ۔ وہ اس نہر میں غوطہ زن ہوئے۔ جب باہر نکلے تو ان کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہے تھے۔ پھر سونے کی کرسیاں لائی گئیں۔ وہ ان پر بیٹھ گئے پھر سونے کا طشت لایا گیا جس میں تر و تازہ میوے پڑے تھے۔ انہوں نے کچھ میوے کھائے اور میں نے بھی کھائے۔ تھوڑی دیر بعد سریہ کی خوشخبری لانے والا آپہنچا۔ اس نے حضور ﷺ کو

جنگ کے حالات سے آگاہ کیا اور بتایا کہ فلاں فلاں شہید ہو گئے ہیں۔ اس نے انہی بارہ آدمیوں کے نام لئے جن کا ذکر تھوڑی دیر پہلے عورت کر چکی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ''اس عورت کو میرے پاس لے آؤ۔'' وہ حاضر خدمت ہوئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ اس آدمی کو خواب کا واقعہ سناؤ۔ جب وہ اپنا خواب بیان کر چکیں تو خوشخبری لانے والے نے کہا۔ ''اس نے جس طرح اپنا خواب بیان کیا ہماری جنگ کی صورت حال بالکل ایسی ہی تھی۔''

باب

غزوۂ موتہ میں آیات و معجزات کا ظہور

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے غزوۂ موتہ کے موقع پر حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر لشکر بنا کر فرمایا۔ ''اگر زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو جائیں تو جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمہارے سالار ہوں گے اور وہ بھی شہید ہو جائیں تو ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ تمہارے امیر ہوں گے۔''

واقدی رحمۃ اللہ علیہ ربیعہ بن عثمان سے وہ عمر بن حکم سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک یہودی نعمان بن رھطی رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر لوگوں کے ساتھ کھڑا ہو گیا اس وقت حضور ﷺ فرما رہے تھے۔

''زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سالار لشکر ہوں گے۔ اگر زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہو جائیں تو پھر جعفر بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سالار ہوں گے اور اگر جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی شہید ہو جائیں تو پھر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر لشکر بنا لینا۔ اگر عبداللہ بھی شہید ہو جائیں تو مسلمان جسے چاہیں اپنا امیر بنا لیں۔'' یہ باتیں سن کر نعمان نے کہا۔ ''اے ابو القاسم! اگر آپ سچے نبی ہیں تو آپ نے جتنے آدمیوں کا نام لیا ہے خواہ تھوڑے ہیں یا زیادہ، سارے شہید ہو جائیں گے۔ بنو اسرائیل کے انبیاء کرام جب کسی آدمی کو لوگوں کا امیر بنا کر کہتے کہ اگر فلاں فلاں شہید ہو جائیں تو وہ سب شہید ہو جاتے خواہ وہ سو آدمی بھی ہوتے۔'' پھر یہودی حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہنے لگا۔ ''اگر یہ نبی برحق ہیں تو جان لو کہ تم ان کے پاس واپس نہیں آ سکو گے۔'' حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ ''میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ سچے نبی ہیں۔'' اس روایت کو بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ نے بھی نقل فرمایا ہے۔

واقدی اور بیہقی رحمہما اللہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں

غزوۂ موتہ میں شریک تھا۔ دشمن کا لشکر دیکھ کر میری آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔ ساز و سامان، ہتھیار، گھوڑے۔ حریر و پرنیاں اور سونے کی فراوانی دیکھ کر میں نے اندازہ لگایا کہ کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ میری حیرت دیکھ کر حضرت ثابت بن اقرم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ ابو ہریرہ! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کیا تم لشکر کی کثرت پر حیران ہو؟ میں نے کہا۔ "ہاں" وہ کہنے لگے۔ کیا تم غزوۂ بدر میں ہمارے ساتھ نہیں تھے؟ ہمیں وہاں کثرت تعداد کی بنا پر تو فتح حاصل نہ ہوئی تھی۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ موسیٰ بن عقبہ سے اور وہ ابن شہاب سے روایت کرتے ہیں کہ صحابہ کرام کا خیال تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"جعفر بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملائکہ کے جھرمٹ میں میرے اوپر سے گزرے ہیں۔ وہ اس طرح پرواز کر رہے تھے جیسے فرشتے پرواز کیا کرتے ہیں اور ان کے دو پر تھے۔"

صحابہ کرام یہ بھی بتایا کرتے کہ شہداء موتہ کا حال لے کر یعلی بن منیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے ان سے فرمایا۔

اِنْ شِئْتَ فَاَخْبِرْنِیْ وَاِنْ شِئْتَ اَخْبَرْتُكَ

اگر چاہو تو تم مجھے اہل موتہ کے بارے میں آگاہ کرو اور چاہو تو میں تمہیں بتا دیتا ہوں۔

انہوں نے عرض کی۔ "یا رسول اللہ! آپ ہی ارشاد فرمائیں۔"

چنانچہ رسول اکرم ﷺ نے شہداء موتہ کے جملہ حالات سے آگاہ فرما دیا۔ یعلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی۔

وَالَّذِیْ بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا تَرَكْتَ مِنْ حَدِیْثِهٖ حَرْفًا لَّمْ تَذْكُرْهُ وَاِنَّ اَمْرَهُمْ لَكَمَا ذَكَرْتَ

قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! کوئی بات ایسی نہیں رہی جو آپ نے بیان نہ کر دی ہو۔ شہداء موتہ کے حالات ہو بہو یہی تھے جو آپ نے بیان فرما دیئے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ نے میری خاطر زمین کے سارے حجابات اٹھا دیئے تھے اور میں نے معرکہ کارزار کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا۔"

بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زید، حضرت جعفر اور حضرت ابن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جنگ کے لئے روانہ

فرمایااور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو علم عطا فرمایا۔ جنگ چھڑی تو یہ تینوں حضرات یکے بعد دیگرے مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔ ان کی شہادت کی خبر ابھی مدینہ منورہ نہیں پہنچی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے لوگوں کو پہلے ہی تفصیلی حالات سے آگاہ فرمادیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھنڈا لیا۔ وہ شہید ہوئے تو جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھنڈا لے لیا۔ انہوں نے شہادت پائی تو عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھنڈا پکڑ لیا۔ جب یہ بھی شہید ہوگئے تو خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھنڈا تھام لیا۔ ان کو سالار لشکر بنانے میں سب کو مشورہ دینے کا موقع نہ ملا تھا۔ آخر کار اللہ تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔''

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے جیش الامراء (امیروں کا لشکر) روانہ فرمایااور ارشاد فرمایا۔ ''زید بن حارثہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمہارے امیر ہیں۔ اگر وہ شہید ہو جائیں تو پھر جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تمہارے امیر ہوں گے۔ اگر وہ شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ تمہارے امیر ہوں گے۔''

مجاہدین کا لشکر روانہ ہوا۔ جب چند دن گزر گئے تو رسول اللہ ﷺ منبر پر رونق افروز ہوئے اور آپ کے حکم سے لوگوں میں اعلان کیا گیا کہ نماز کے لئے لوگ جمع ہو رہے ہیں۔ لوگوں کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جب لوگ اکٹھے ہوئے تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

''کیا میں تمہیں اپنے لشکر کے حالات سے آگاہ نہ کروں۔ وہ لشکر روانہ ہوا۔ جب دشمن سے جنگ ہوئی تو زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوگئے اور جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھنڈا لے لیا۔ انہوں نے دشمن پر زبردست حملہ کیا حتیٰ کہ وہ بھی شہید ہوگئے۔ پھر عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھنڈا تھام لیا انہوں نے بڑی ثابت قدمی کا مظاہرہ کیا۔ بالآخر وہ بھی شہید ہوگئے۔ پھر خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھنڈا پکڑ لیااور وہ خود امیر لشکر بنے۔'' اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے یہ دعا فرمائی۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ سَيْفٌ مِّنْ سُيُوْفِكَ فَاَنْتَ تَنْصُرُهٗ

یا اللہ! خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ تیری تلواروں میں سے ایک تلوار ہے۔ پس تو ہی اس کی مدد فرمائے گا۔

اسی دن سے حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سیف اللہ کہا جانے لگا۔

واقدی، محمد بن صالح تمار رحمہما اللہ علیہ سے اور وہ عاصم بن عمر بن قتادہ سے روایت کرتے ہیں۔ نیز یہی حدیث واقدی رحمۃ اللہ علیہ عبدالجبار بن عمارہ بن غزیہ سے اور وہ عبداللہ بن ابو بکر

بن حزم سے روایت کرتے ہیں کہ موتہ میں جنگ شروع ہوئی تو رسول اللہ ﷺ (مدینہ منورہ میں) منبر پر تشریف فرما ہوگئے۔ آپ کے سامنے شام تک کے سارے حجابات اٹھا دیئے گئے۔ آپ معرکہ آرائی کا منظر بچشم خود ملاحظہ فرمارہے تھے۔ جنگ کا آنکھوں دیکھا حال بیان کرتے ہوئے حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھنڈا لیا تو شیطان ان کے پاس آگیا۔ اس نے حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں زندگی سے محبت اور موت سے نفرت پیدا کرنے کی کوشش کی اور دنیاوی مال و متاع کو ان کے سامنے محبوب بنا کر پیش کیا۔ لیکن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ اب جبکہ مومنوں کے دلوں میں ایمان راسخ ہو چکا ہے، تو دنیا کی محبت میرے دل میں ڈالنا چاہتا ہے۔ یہ کہہ کر وہ آگے بڑھے اور لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔ اور سیدھے جنت میں داخل ہوگئے۔ اب وہ سرزمین جنت پر محو خرام ہیں۔ پھر جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھنڈا لے لیا۔ ان کے پاس بھی شیطان آگیا ان کے دل میں زندگی سے محبت اور موت سے نفرت پیدا کرنے کی کوشش کی اور دنیا کی جھوٹی آرزوئیں دلاتا رہا۔ مگر جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی کہا۔ اب جبکہ مومنوں کے دلوں میں ایمان مستحکم ہو چکا ہے تو مجھے جھوٹی آرزوئیں دلاتا ہے یہ کہہ کر وہ آگے بڑھے اور داد شجاعت دیتے ہوئے شہید ہوگئے۔ اور سیدھے جنت میں داخل ہوگئے۔ وہ جنت میں جہاں چاہتے ہیں اپنے یاقوت کے پروں کے ساتھ اڑ کر چلے جاتے ہیں۔ اس کے بعد عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھنڈا پکڑ لیا۔ بالآخر وہ بھی شہید ہوگئے اور ذرا جھجک کر جنت میں داخل ہوگئے۔

یہ سن کر انصار پریشان ہوگئے اور عرض کی۔ یارسول اللہ! جھجک کر داخل ہونے سے کیا مراد ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔ "جب انہیں زخم آئے تو ان میں بددلی سی پیدا ہوئی۔ لیکن فوراً اپنے آپ کو ملامت کی اور ہمت و حوصلہ سے کام لے کر مصروف پیکار ہوگئے۔ حتیٰ کہ مرتبہ شہادت پر فائز ہوئے۔" حضور ﷺ کی یہ وضاحت سن کر انصار کی پریشانی ختم ہوگی۔

واقدی اپنے شیوخ رحمہم اللہ سے نقل فرماتے ہیں کہ سرور انبیاء ﷺ کے لئے زمین کے حجابات اٹھا دیئے گئے۔ یہاں تک کہ آپ نے میدان کارزار کو دیکھ لیا۔ جب حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جھنڈا لیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

اَلْآنَ حَمِیَ الْوَطِیْسُ

اب جنگ کا تندور گرم ہو گیا۔

ابن سعد، سالم بن ابوالجعد سے وہ ابوالیسر رحمہم اللہ سے اور وہ صحابی رسول ﷺ حضرت ابو

عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے شہداء ساتھیوں کی خبر حضور ﷺ کے پاس آئی تو آپ غمزدہ ہو گئے۔ تھوڑی دیر بعد مسکرانے لگے۔ عرض کیا گیا۔ حضور! پہلے آپ پریشان تھے اور اب مسکرا رہے ہیں؟ کیا وجہ ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا۔ "میں اپنے صحابہ کی شہادت کی خبر سن کر پریشان ہو گیا تھا۔ اب میں نے انہیں دیکھا کہ وہ جنت میں بھائیوں کی طرح پلنگوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہیں۔ ان میں سے ایک میں مجھے ذرا اعراض دکھائی دیا۔ جو شاید اس لئے ہے کہ وہ شمشیر زنی سے بددل ہو گئے تھے۔ پھر میں نے جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا جیسے دو پروں والا فرشتہ ہو۔ وہ خون میں لت پت تھے اور ان کے پر خون سے رنگین تھے۔

حاکم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا بھی آپ کے قریب بیٹھی ہوئی تھیں۔ اچانک حضور ﷺ نے کسی کے سلام کا جواب دیا اور فرمایا۔

"جبرئیل، میکائیل اور اسرافیل کے ساتھ جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہاں سے گزرے ہیں ان سب نے ہمیں سلام کیا۔ پس تم بھی ان کے سلام کا جواب دو۔ جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے بتایا کہ میں فلاں دن مشرکین کے ساتھ جنگ آزما ہوا اور مجھے سامنے کی طرف سے جسم پر تیر، نیزے اور تلوار کے تہتر زخم آئے۔ میں نے داہنے ہاتھ سے جھنڈا اٹھایا۔ جب داہنا ہاتھ کٹ گیا تو بائیں ہاتھ سے جھنڈا تھام لیا۔ پھر بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا۔ اب دونوں ہاتھوں کے بدلے میں اللہ تعالیٰ نے مجھے دو پر عطا فرما دیئے جن کے ساتھ میں جبرئیل و میکائیل کے ساتھ محو پرواز رہتا ہوں۔ جنت میں، جہاں چاہوں، چلا جاتا ہوں اور جو پھل چاہوں۔ کھا لیتا ہوں۔

ابن اسحاق، ابن سعد، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ حضور رحمتِ عالم ﷺ میرے ہاں تشریف لائے اور ارشاد فرمایا۔ "جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بچوں کو میرے پاس لے آؤ۔" میں انہیں لے آئی۔ آپ نے ان کو خوشبو کی طرح سونگھا اور آپ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔ میں نے عرض کی۔ "یا رسول اللہ! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ کیا جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی کوئی خبر آ پہنچی ہے؟" آپ ﷺ نے فرمایا۔ "ہاں۔ آج وہ شہید ہو گئے ہیں۔"

واقدی، بیہقی اور ابن عساکر رحمہم اللہ حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے وہ منظر یاد ہے جب رسول اللہ ﷺ میری والدہ کے پاس تشریف لائے

اور انہیں میرے والد کی شہادت کی خبر سنائی۔ پھر فرمایا۔ "میں تمہیں یہ خوشخبری سناتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دو پر عطا فرمائے ہیں جن کے ساتھ وہ جنت میں اڑتے رہتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے۔ میں اپنے بھائی کی بکری کا سودا کر رہا تھا۔ حضور ﷺ نے دعا دیتے ہوئے فرمایا۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَهٗ فِیْ صَفْقَتِهٖ

یا اللہ! ان کے کاروبار میں برکت عطا فرما۔

حضرت عبداللہ فرماتے ہیں۔

فَمَا بِعْتُ شَیْئًا وَلَا اشْتَرَیْتُ شَیْئًا اِلَّا بُوْرِكَ لِیْ فِیْهِ

حضور ﷺ کی دعا کے بعد میں نے جب بھی کوئی چیز بیچی یا خریدی مجھے بڑی برکت حاصل ہوئی۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب آپ جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے کو سلام فرماتے تو یوں کہتے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا ابْنَ ذِی الْجَنَاحَیْنِ

دو پروں والے کے صاحبزادے! تم پر سلام ہو۔

حاکم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "میں جنت میں داخل ہوا تو وہاں جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا جو ملائکہ کے ساتھ اڑ رہے تھے اور حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی دیکھا جو پلنگ پر ٹیک لگائے بیٹھے تھے۔"

دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ (غرائب مالک میں) حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ آپ نے سر مبارک آسمان کی جانب اٹھایا اور فرمایا۔

وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ

لوگوں نے عرض کیا۔ یارسول اللہ! یہ کیسا خواب تھا؟

آپ نے فرمایا۔ "جعفر بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملائکہ کی ایک جماعت کے ساتھ میرے پاس سے گزرے ہیں اور مجھے سلام کیا ہے۔"

حاکم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "آج رات جعفر بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ملائکہ کی ایک جماعت کے

ساتھ میرے پاس سے گزرے تھے۔ان کے دو خون آلود پر تھے اور ان کے اگلے حصے سفید تھے۔"

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ محمد بن عمر بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔"میں نے جنت میں جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرشتے کی شکل میں دیکھا۔ ان کے پر خون آلود تھے۔اور زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان سے کم مرتبہ دیکھا۔ میں نے کہا۔ میرا یہ خیال نہیں تھا کہ زید جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے کم مرتبہ ہوں گے۔ اتنے میں جبرئیل امین آگئے۔انہوں نے بتایا کہ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا رتبہ جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کم نہیں۔ البتہ آپ سے قرابت داری کی وجہ سے ہم نے جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فضیلت بخشی ہے۔"

حاکم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"میں نے خواب دیکھا کہ میں جنت میں داخل ہوا۔ وہاں جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام دیکھا جو زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک درجہ بلند تھا۔ مجھ سے پوچھا گیا۔"کیا آپ جانتے ہیں کہ جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام بلند کیوں ہے؟" میں نے کہا۔"نہیں۔" تو بتایا گیا کہ صرف آپ سے قرابت داری کی بنا پر انہیں بلند رتبہ بخشا گیا ہے۔"

باب

غزوۂ ذات السلاسل میں شان اعجاز کا ظہور

ابن اسحاق اور بیہقی رحمہما اللہ حضرت عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں غزوۂ ذات السلاسل میں شریک تھا۔ میں حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ روانہ ہوا۔ میرا گزر چند لوگوں کے پاس سے ہوا جنہوں نے اونٹ ذبح کر رکھا تھا اور وہ اسے تقسیم نہیں کر سکتے تھے۔ میں ذبح کرنے اور گوشت کاٹنے میں ماہر تھا۔ میں نے ان سے کہا۔ اگر میں تمہارے مابین گوشت تقسیم کر دوں تو کیا دسواں حصہ مجھے دو گے؟ انہوں نے کہا۔ ٹھیک ہے۔ میں نے گوشت کاٹ کر ان میں تقسیم کیا اور دسواں حصہ اپنے ساتھیوں کے پاس لے آیا ہم نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ حضرت ابو بکر اور عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے پوچھا۔ عوف! تم یہ گوشت کہاں سے لائے تھے؟ میں نے انہیں سارا ماجرا کہہ سنایا۔ وہ کہنے لگے۔ یہ گوشت ہمیں کھلا کر تم نے اچھا نہیں کیا۔ پھر اٹھ کھڑے ہوئے اور قے کر دی۔ جب لوگ واپس آئے تو سب سے پہلے میں بارگاہ نبوی میں حاضر ہوا۔ حضور ﷺ نے پوچھا۔ عوف

ہو؟ میں نے عرض کیا۔ "جی ہاں۔" فرمایا۔ وہی عوف۔ اونٹ والے؟" بس اتنا فرما کر آپ خاموش ہو گئے مزید کوئی بات نہ فرمائی۔ اس کے علاوہ واقدی اور بیہقی رحمہما اللہ نے متعدد موصول اور مرسل اسناد سے بھی یہی روایت نقل فرمائی ہے۔

باب

غزوۂ سیف البحر میں معجزات کا ظہور

امام بخاری اور امام مسلم رحمہم اللہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تین سو سواروں کے ساتھ روانہ فرمایا۔ حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ سالار لشکر تھے۔ ہم قریش کے قافلے کے تعاقب میں نکلے۔ (سامان خورد و نوش کم ہونے کی وجہ سے) ہمیں سخت بھوک لگ گئی۔ بھوک کی شدت سے ہم نے درختوں کے پتے کھانے شروع کر دیئے۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ سمندر نے ایک جانور ساحل پر پھینک دیا جسے عنبر کہا جاتا ہے۔ ہم نصف مہینے تک اسے کھاتے رہے اور اس (کی چربی) کو بطور تیل استعمال کرتے رہے یہاں تک کہ ہم صحت مند اور تندرست ہو گئے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس جانور کی ایک پسلی ہاتھ میں لی اور لشکر میں سب سے دراز قامت شخص اور سب سے لمبے اونٹ کو تلاش کیا۔ پھر اس شخص کو اونٹ پر سوار کیا تو وہ سوار بلاتردد پسلی کے نیچے سے گزر گیا۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ہمیں قریش کے قافلے کی تلاش میں روانہ فرمایا اور ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سالار قافلہ مقرر فرمایا۔ حضور ﷺ نے کھجوروں کا ایک تھیلا زاد راہ کے طور پر ہمیں عطا فرمایا۔ اس کے علاوہ اس وقت آپ کے پاس اور کوئی چیز نہ تھی۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیں ایک ایک کھجور دیتے تھے۔ ہم اسے چوستے رہتے اور پھر پانی پی لیتے تھے۔ اس طرح ہم سارا دن ایک کھجور پر گزار دیتے تھے۔ اچانک سمندر نے ہماری طرف ایک جانور پھینک دیا جسے عنبر کہا جاتا ہے۔ اس جانور کو کھاتے کھاتے پورا مہینہ گزر گیا۔ اس خداداد غذا کو کھا کر ہم خوب موٹے تازے ہو گئے۔

باب

فتح مکہ کے موقع پر ظاہر ہونے والے معجزات و خصائص

بیہقی بہ سند اسحاق، زہری رحمہم اللہ علیہ وہ عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور وہ

مروان بن حکم اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ صلح حدیبیہ میں یہ طے پایا تھا کہ جو کوئی حضرت محمد (ﷺ) کے ساتھ عہد و پیمان کرنا چاہے۔ اسے ایسا کرنے کی اجازت ہوگی۔ اسی طرح اگر کوئی قبیلہ قریش کے ساتھ معاہدہ کرنا چاہے تو اسے بھی اجازت ہوگی۔ خزاعہ قبیلہ کے لوگوں نے فوراً کہا کہ ہم حضرت محمد (ﷺ) کے ساتھ معاہدۂ دوستی کرتے ہیں اور بنو بکر بولے کہ ہم قریش کے ساتھ عہد و پیمان کرتے ہیں۔ ان معاہدوں کو کم و بیش سترہ اٹھارہ ماہ گزر گئے۔ اچانک قریش کے حلیف قبیلہ بنو بکر نے مسلمانوں کے حلیف قبیلہ خزاعہ کے چشمے پر رات کے وقت حملہ کر دیا۔ قریش نے سوچا۔ رات کی تاریکی میں بھلا کس کو ہمارا علم ہو سکے گا اور ہمیں کون دیکھ سکے گا۔ یہ سوچ کر انہوں نے گھوڑوں اور اسلحہ کے ساتھ ان کی بھرپور مدد کی اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حسد کی وجہ سے خزاعہ کے خلاف جنگ میں حصہ لیا۔ اسی دوران عمرو بن سالم سوار ہو کر رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور خزاعہ اور بنو بکر کے حالات سے آپ کو آگاہ کیا۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ 'اے عمرو! تم منصور و فتحیاب ہو۔'' اتنے میں فضا میں ایک بادل آ گیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ یہ بادل بنو کعب کی فتح و نصرت کے ساتھ برسے گا۔ ادھر آپ نے لشکر کی تیاری کا حکم فرمادیا اور اپنی روانگی کو مخفی رکھا۔ نیز بارگاہ الٰہی میں یہ التجا کی کہ قریش آپ کی آمد سے بے خبر رہیں تاکہ آپ اچانک ان کی آبادی پر حملہ آور ہو جائیں۔

ابن اسحٰق اور بیہقی رحمہما اللہ حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ کی طرف لشکر کشی کا پختہ عزم فرمالیا تو حضرت حاطب بن ابی بلتعہ نے قریش مکہ کے نام ایک خط لکھا اور انہیں آگاہ کرنا چاہا کہ رسول اللہ ﷺ نے مکہ پر حملہ آور ہونے کا عزم کر لیا ہے۔ پھر یہ خط قبیلہ مزینہ کی ایک عورت کو دیا اور اسے اجرت دے کر کہا کہ وہ یہ خط قریش تک پہنچا دے۔ اس نے خط کو اپنے سر میں رکھا اور اوپر سے مینڈھیاں گوندھ دیں۔ پھر روانہ ہو گئی۔ حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس کارگزاری کی خبر حضور کو آسمان سے آ پہنچی۔ آپ نے حضرت علی بن ابو طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کے تعاقب میں روانہ فرمایا اور ارشاد فرمایا۔

''اس عورت کو جا کر پکڑ لو جس کے پاس حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط ہے جو قریش کے نام لکھا گیا ہے اور اس خط کے ذریعے حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قریش کو ہمارے ارادوں سے آگاہ کرنے کی کوشش کی ہے۔''

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے

ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے زبیر، مقداد رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور مجھے روانہ فرمایا اور ارشاد فرمایا۔

"تم سیدھے چلے جاؤ۔ جب تم خاخ کے باغ کے پاس پہنچو گے تو وہاں تمہیں ایک مسافر عورت ملے گی۔ اس کے پاس ایک خط ہے۔ وہ تم لے لینا۔" حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اس مہم پر روانہ ہو گئے۔ ہمارے گھوڑے سرپٹ دوڑتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ جب ہم مذکورہ باغ کے پاس پہنچے تو ہمیں ایک مسافر عورت دکھائی دی۔ ہم نے اس سے کہا۔ خط نکال دو ورنہ ہم تلاشی لیں گے۔ پھر اس نے جوڑے سے خط نکال کر ہمیں دے دیا۔ ہم وہ خط لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے۔ یہ خط حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن ابی بلتعہ کی طرف سے مشرکین مکہ کے نام تھا۔ وہ قریش کو رسول اللہ ﷺ کے حالات سے آگاہ کرنا چاہتے تھے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ "حاطب! یہ کیا بات ہے؟" حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! آپ میرے متعلق جلدی میں کوئی فیصلہ نہ فرمائیں۔ پہلے میری گزارش سن لیں۔ اصل بات یہ ہے کہ میں قریش کا حلیف تھا۔ ان کے خاندان کا فرد نہ تھا۔ آپ کے ساتھ جو مہاجرین مکہ سے یہاں آئے ان کے وہاں رشتہ دار موجود ہیں جو ان کے اہل و عیال اور مال و اسباب کی حفاظت کرتے ہیں۔ جبکہ میرا کوئی نسبی رشتہ دار وہاں موجود نہیں۔ میں نے چاہا کہ ان پر کوئی احسان رکھ دوں تاکہ وہ میرے اہل و عیال اور دیگر رشتہ داروں کا خیال رکھیں۔ میں دین سے مرتد نہیں ہوا۔ اور نہ میں نے اسلام کو چھوڑ کر کفر کو پسند کیا۔"

حضرت حاطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ وضاحت سن کر رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ "انہوں نے سچی بات کہہ دی ہے۔" حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! اجازت ہو تو اس منافق کا سر قلم کر دوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ یہ بدر میں شریک تھے۔ تم جانتے نہیں کہ اللہ تعالیٰ اہل بدر سے باخبر ہے۔ تبھی تو اس نے انہیں فرمایا ہے کہ تم جو چاہو کرو۔ میں نے تمہیں معاف کر دیا ہے۔" اس موقع پر سورۃ ممتحنہ نازل ہوئی۔ فرمان الٰہی ہے۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ۔ (الممتحنہ:1)

اے ایمان والو! میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ تم تو ان سے اظہار محبت

کرتے ہو۔ حالانکہ وہ اس دین حق کا جو تمہارے پاس آیا ہے انکار کرتے ہیں۔ انہوں نے رسول مکرم کو اور تمہیں محض اس لئے (مکہ سے) نکالا ہے کہ تم اللہ پر ایمان لائے ہو جو تمہارا پروردگار ہے۔ اگر تم میری راہ میں اور میری رضاجوئی کے لئے جہاد کرنے نکلے ہو (تو انہیں دوست مت بناؤ) تم بڑی رازداری سے ان کی طرف محبت کا پیغام بھیجتے ہو حالانکہ میں جانتا ہوں جو تم نے چھپا رکھا ہے اور جو تم نے ظاہر کیا اور جو تم میں سے ایسا کرے تو وہ راہ راست سے بھٹک گیا۔

ابن اسحاق، ابن راہویہ، حاکم اور بیہقی رحمہما اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے سال رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ سے دس ہزار مسلمانوں کے ساتھ روانہ ہو کر مرالظہران پہنچے۔ قریش کو آپ کی آمد کی کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ انہیں کچھ معلوم نہ تھا کہ حضور ﷺ کیا کر رہے ہیں۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ابن شہاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مکہ مکرمہ کی طرف جاتے ہوئے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کی۔ ”یارسول اللہ! میں نے اپنے آپ کو اور حضور کو خواب میں دیکھا کہ ہم اس کے قریب جا پہنچے۔ ایک کتیا آواز نکالتی ہوئی نکلی۔ جب ہم اس کے قریب گئے تو وہ چت لیٹ گئی اور اس سے دودھ نکلنے لگا۔“ یہ خواب سن کر حضور ﷺ نے فرمایا۔ ”ان کا کتا چلا گیا اور دودھ آگیا۔ وہ تم سے صلہ رحمی کی درخواست کریں گے۔ عنقریب تم ان میں سے بعض کے ساتھ ملنے والے ہو۔ اگر تمہاری ملاقات ابوسفیان سے ہو تو اسے قتل نہ کرنا۔“ چنانچہ صحابہ کرام مرالظہران کے مقام پر ابوسفیان اور حکیم سے ملے۔

مسلم، طیالسی اور بیہقی رحمہم اللہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے روز (جب حضور ﷺ نے معافی عام کا اعلان فرمایا تو) انصار نے کہا۔ ”حضور کے دل میں اپنے شہر اور اپنے خاندان کی محبت عود کر آئی ہے۔“ اتنے میں وحی الہٰی کا نزول شروع ہو گیا۔ جب وحی نازل ہوتی تو فوراً ہمیں پتہ چل جاتا تھا کیونکہ نزول وحی کے وقت کسی میں یہ ہمت نہ ہوتی کہ وہ آنکھ اٹھا کر رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھے۔ جب وحی ختم ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

”اے انصار! تم کہتے ہو کہ میرے دل میں اپنے شہر اور خاندان کی محبت عود کر آئی ہے۔ ایسا ہرگز نہیں۔ اگر ایسا ہو تو پھر میں کیا کہلاؤں گا۔ حالانکہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ میرا

جینا مرنا تمہارے ساتھ ہے۔"

یہ فرمان نبوی سن کر انصار پر کوہ الم ٹوٹ پڑا اور زار و قطار رونے لگے۔ عرض کرنے لگے۔ "اللہ کی قسم! ہم نے اللہ اور اس کے رسول سے حد درجہ محبت کی وجہ سے یہ بات کی ہے۔" حضور ﷺ نے فرمایا۔ اللہ اور اس کا رسول تمہاری تصدیق کرتے ہیں اور تمہاری معذرت قبول کرتے ہیں۔

ابن سعد، ابو اسحاق سبیعی رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ ذوالجوشن کلابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا۔ آپ نے فرمایا۔ "تمہارے اسلام لانے میں کونسی رکاوٹ ہے؟" اس نے کہا۔ میں دیکھتا ہوں کہ آپ کی اپنی قوم نے آپ کو جھٹلایا، شہر سے نکالا اور آپ سے جنگ کی۔ اب میں دیکھوں گا۔ اگر آپ ان پر غالب آگئے تو میں آپ پر ایمان لے آؤں گا اور آپ کی اطاعت کرلوں گا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "اے ذوالجوشن! اگر تم زندہ رہے تو دیکھ لوگے کہ اللہ تعالیٰ مجھے ان پر غلبہ عطا فرمائے گا۔"

ذوالجوشن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں۔ "میں مقام ضریہ میں تھا کہ مکہ کی طرف سے ایک سوار آیا۔ ہم نے اس سے حال دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ حضرت محمد (ﷺ) نے اہل مکہ پر فتح حاصل کرلی ہے۔" ذوالجوشن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ اس وقت کو یاد کر کے افسوس کیا کرتے تھے جب رسول اللہ ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی تھی اور انہوں نے قبول اسلام سے انکار کر دیا تھا۔

حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ بہ سند قیس بن ابی حازم حضرت ابو مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے دن ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ سے بات چیت کی تو وہ کانپنے لگا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔

"گھبراؤ مت، میں ایک قریشی عورت کا ہی بیٹا ہوں جو خشک گوشت کھایا کرتی تھیں۔"

اس روایت کو بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت قیس سے مرسلاً بایں الفاظ نقل کیا ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا۔ "میں کوئی فرشتہ نہیں ہوں--الخ۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ بہ سند عبداللہ بن دینار، حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ جب مکہ میں داخل ہوئے تو وہاں آپ نے تین سو ساٹھ بت دیکھے۔ پھر ہر بت کی طرف عصا مبارک سے اشارہ کر کے فرمایا۔

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا (الاسراء:81)

حق آگیا اور باطل مٹ گیا۔ بے شک باطل مٹنے ہی والا تھا۔

آپ ﷺ بت کو عصا مارتے نہیں تھے بلکہ صرف اس کی طرف اشارہ فرماتے تو وہ گر پڑتا تھا۔

ابو نعیم بہ سند نافع حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے روز رسول اللہ ﷺ تشریف فرماتے کہ آپ نے خانہ کعبہ کے آس پاس تین سو ساٹھ بت دیکھے۔ ان بتوں کو شیطانوں نے سیسے اور تانبے کے ساتھ چسپاں کر رکھا تھا۔ آپ ﷺ کے ہاتھ مبارک میں چھڑی تھی۔ آپ انہیں چھڑی مارتے نہیں تھے بلکہ صرف اس کے ساتھ اشارہ کر کے یہ پڑھتے تھے۔

جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ (حق آگیا اور باطل مٹ گیا)

تو وہ منہ کے بل گر پڑتے تھے۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ بہ سند سعید بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے روز رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے تو اس وقت خانہ کعبہ میں تین سو بت تھے۔ حضور نے چھڑی ہاتھ میں لی اور ہر بت کے پاس سے گزرتے ہوئے چھڑی سے اشارہ فرماتے جاتے تو وہ گر پڑتا تھا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سند اگرچہ ضعیف ہے مگر حضرت ابن عباس کی حدیث سے اس کو تقویت مل جاتی ہے۔

ابن اسحاق، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ نے حضرت ابن عباس کی حدیث چند دیگر واسطوں سے بھی بایں الفاظ نقل کی ہے کہ حضور ﷺ جس بت کی طرف اشارہ فرماتے، وہ گدی کے بل گر پڑتا۔ آپ ﷺ اسے چھوتے بھی نہیں تھے۔

اسی واقعہ کے متعلق تمیم بن اسد خزاعی نے کہا۔

وَفِي الْأَصْنَامِ مُعْتَبَرٌ وَّ عِلْمٌ   لِمَنْ يَرْجُوا الثَّوَابَ أَوِ الْعِقَابَا

بتوں کے گر پڑنے میں اس شخص کے لئے درس عبرت اور ادراک حقیقت کا سامان موجود ہے جو ثواب یا سزا کی امید رکھتا ہے۔

مذکورہ روایت کو ابن مندہ نے ایک تیسری سند سے بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے اور فرمایا کہ یہ حدیث غریب ہے۔ اسے صرف یعقوب بن محمد زہری نے روایت کیا ہے۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عطاء سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ میرے خیال میں انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی ہوگی کہ فتح مکہ کے موقع پر جس رات رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ کے قریب پہنچے تو فرمایا۔ مکہ مکرمہ میں چار ایسے قریشی موجود ہیں

جنہیں میں شرک سے نفرت اور اسلام سے محبت دلاؤں گا۔ عرض کی گئی۔ یارسول اللہ! وہ کون ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ عتاب بن اسید، جبیر بن مطعم، حکیم بن حزام اور سہیل بن عمرو۔

حاکم رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مجھے لے کر خانہ کعبہ میں آئے اور فرمایا۔ بیٹھ جاؤ۔ میں خانہ کعبہ کے پاس بیٹھ گیا۔ حضور میرے کندھے پر سوار ہوئے اور فرمایا۔ اٹھو۔ میں اٹھ کھڑا ہوا۔ جب آپ نے میری ناتوانی کو دیکھا تو فرمایا بیٹھ جاؤ۔ پھر ارشاد فرمایا۔ علی! اب تم میرے کندھے پر سوار ہو جاؤ۔ میں نے تعمیل حکم کی اور آپ اٹھ کھڑے ہوئے۔ جب آپ مجھے اپنے مقدس شانوں پر بٹھا کر ایستادہ ہوئے تو مجھے یوں محسوس ہوا کہ اگر میں چاہوں تو آسمان کے افق تک پہنچ جاؤں گا۔ میں خانہ کعبہ کی چھت پر چڑھ گیا۔ رسول اللہ ﷺ ایک طرف ہٹ گئے۔ مجھ سے فرمایا۔ "قریش کے بت کو نیچے پھینک دو جو کہ سب سے بڑا بت ہے۔" یہ تانبے کا بنا ہوا تھا اور لوہے کی میخوں سے زمین میں گڑا ہوا تھا۔ آپ نے حکم فرمایا کہ اسے اکھاڑ دو۔ آپ فرما رہے تھے۔

"اسے اکھاڑو۔ اکھاڑو۔ حق آ گیا اور باطل مٹ گیا۔ بے شک باطل مٹنے ہی والا تھا۔" میں اسے اکھاڑنے کی کوشش کرتا رہا۔ بالآخر کامیاب ہو گیا۔ میں نے اسے پھینکا تو وہ سر کے بل نیچے آ گرا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور وہ اپنے والد گرامی حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقع پر جب اللہ کے رسول ﷺ شہر کے اندر داخل ہوئے تو مجھ سے فرمایا۔ "تمہارے بھتیجے اور ابولہب کے بیٹے عتبہ اور معتب کہاں ہیں۔ میں ان سے ملنا چاہتا ہوں۔" میں نے عرض کیا۔ وہ تو باقی مشرکوں کے ساتھ کہیں چلے گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ انہیں ڈھونڈ کر میرے پاس لے آؤ، وہ مقام عرنہ میں موجود تھے۔ میں سوار ہوا اور وہاں پہنچا پھر انہیں بارگاہ نبوی میں لے آیا۔ حضور نے ان کے سامنے اسلام کی دعوت پیش کی۔ وہ دونوں مشرف بہ اسلام ہو گئے اور حضور کے دست حق پرست پر بیعت کر لی۔ پھر حضور ﷺ اٹھے دونوں کا ہاتھ پکڑا اور انہیں مقام ملتزم پر لے گئے۔ کچھ دیر تک دعا فرماتے رہے۔ پھر واپس تشریف لے آئے۔ آپ ﷺ کا چہرۂ انور خوشی و مسرت سے دمک رہا تھا۔ میں نے عرض کی۔ یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ مسرور رکھے۔ میں نے آپ کے چہرۂ مبارک پر خوشی و مسرت کے آثار دیکھے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا۔

"میں نے اپنے رب کریم سے یہ دو چچازاد بھائی مانگے تھے جو اس نے مجھے عطا فرما دیئے۔"

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ اوسط میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے

ہیں کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اس (فتح ونصرت) کا وعدہ میرے رب کریم نے میرے ساتھ کیا تھا۔ پھر آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی۔ اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ (سورۃ النصر: 1) (جب اللہ تعالیٰ کی مدد اور فتح آ پہنچی)

ابو یعلی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور نبی کریم ﷺ نے مکہ فتح کیا تو ابلیس نے زوردار چیخ ماری جسے سن کر اس کی ساری اولاد اس کے پاس جمع ہو گئی۔ ابلیس کہنے لگا۔

"آج کے بعد یہ امیدیں ختم کر دو کہ تم امت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوۃ والسلام) کو شرک کی طرف مائل کر لو گے۔"

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ ابن ابزی سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا تو ایک سفید بالوں والی حبشن بڑھیا اپنا چہرہ نوچتے ہوئے آئی اور انتہائی واویلا کر رہی تھی۔ بارگاہ رسالت میں عرض کی گئی۔ یا رسول اللہ! ہم نے ایک حبشن بڑھیا کو دیکھا جو اپنا چہرہ نوچ رہی تھی اور انتہائی واویلا کر رہی تھی۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا۔

"وہ نائلہ (بت) ہے جو تمہارے اس شہر میں اپنی پوجا پاٹ سے ہمیشہ کے لئے مایوس ہو گیا ہے۔"

ابن سعد، ترمذی، حاکم، ابن حبان، دار قطنی اور بیہقی رحمہم اللہ حضرت حارث بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فتح مکہ کے دن یہ فرماتے سنا۔

"آج کے بعد قیامت تک کبھی حملہ نہیں کیا جائے گا۔"

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ کبھی ایسا نہ ہو گا کہ اہل مکہ کفر کریں اور ان پر حملہ کیا جائے۔ فرمانِ نبوی ﷺ کی اس تاویل سے اس کا مفہوم بالکل واضح ہو جاتا ہے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ حضرت مطیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے روز میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا۔

"آج کے بعد قیامت تک کسی قریشی کو قید رکھ کر قتل نہیں کیا جائے گا۔"

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ سارے قریشی مسلمان ہو جائیں گے اور کسی کو کافر ہونے کی وجہ سے قتل نہیں کیا جائے گا۔"

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ موسیٰ بن داؤد سے، وہ ابن لہیعہ سے، وہ اعرج سے اور وہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے روز دھواں سا اٹھا۔ اس دن کے

متعلق فرمانِ الٰہی ہے۔

فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ (الدخان:10)

پس آپ اس دن کا انتظار کریں جب آسمان پر صاف نظر آنے والا دھواں ظاہر ہوگا۔

ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ حضرت اعرج سے روایت کرتے ہیں کہ فرمان الٰہی۔ ''يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ'' میں فتح مکہ کے دن کا تذکرہ ہے۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ حضرت ابو طفیل سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا تو حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقام نخلہ کی طرف بھیجا جہاں عزیٰ (بت) رکھا ہوا تھا۔ حضرت خالد وہاں پہنچے۔ عزیٰ تین چوبوں پر رکھا ہوا تھا۔ انہوں نے چوبیں کاٹ ڈالیں اور وہ مکان گرادیا جس پر عزیٰ موجود تھا۔ پھر بارگاہِ نبوی میں حاضر ہو کر آپ کو آگاہ کیا۔ آپ نے فرمایا۔ لوٹ جاؤ۔ تم نے کچھ بھی نہیں کیا۔ حضرت خالد دوبارہ چلے گئے۔ جب عزیٰ کے خادموں نے آپ کو دیکھا تو وہ یہ کہتے ہوئے پہاڑ میں چھپ گئے۔ اے عزیٰ! اس کی عقل کو ماؤف کردے۔ اسے خائب و خاسر لوٹادے۔ ورنہ خود ذلیل ہو کر مر جا۔'' حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ''میں نے وہاں ایک برہنہ عورت دیکھی جس کے بال بکھرے ہوئے تھے اور وہ اپنے سر پر خاک ڈال رہی تھی۔'' انہوں نے تلوار کا وار کرکے اسے قتل کردیا۔ پھر حضور نبی پاک ﷺ کے پاس حاضر ہو کر سارا ماجرا کہہ سنایا۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ ''وہ عزیٰ تھا۔''

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ حضرت سعید بن عمرو ہذلی سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ فتح کیا تو مختلف سمتوں میں چھوٹے چھوٹے لشکر بھیجے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عزیٰ کی طرف بھیجا تاکہ اسے گرادیں۔ جب آپ عزیٰ کے پاس پہنچے اور تلوار نیام سے نکالی تو اچانک ایک کالی سی برہنہ عورت سامنے آگئی جس کے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلوار کا وار کرکے اسے دو ٹکڑے کردیا۔ پھر وہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے پاس حاضر ہوئے اور آپ کو ساری بات عرض کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ''وہ عزیٰ تھا جو اب اس شہر میں اپنی پوجا پاٹ سے مایوس ہوگیا ہے۔''

ابن سعد، واقدی رحمہ اللہ علیہ سے اور وہ اپنے شیوخ سے روایت کرتے ہیں کہ جب مکہ فتح ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعد بن زید اشہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو منات (بت) کو گرانے کے لئے بھیجا۔ یہ بت مشلل میں موجود تھا۔ حضرت سعد بیس سواروں کی معیت میں نکلے۔ جب منات کے پاس پہنچے تو اس کے خادم نے کہا۔ تم کیا چاہتے ہو؟ انہوں نے کہا۔ ہم منات کو منہدم

کرنا چاہتے ہیں۔ وہ بولا۔ تم جانو اور یہ منات۔ (مجھے اس کارروائی سے کوئی سروکار نہیں)۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ منات کی طرف چلے تو آپ کے سامنے کالے رنگ کی ایک برہنہ عورت ظاہر ہوئی جس کے سر کے بال بکھرے ہوئے تھے وہ واویلا کر رہی تھی اور اپنا سینہ پیٹ رہی تھی۔ منات کے خادم نے کہا۔ ارے مناۃ۔ اپنا کچھ غصہ دکھا۔ حضرت سعد نے تلوار کا وار کر کے اسے قتل کر دیا۔ پھر بت کی طرف بڑھے اور اسے گرا دیا۔

ابن سعد، بیہقی اور ابن عساکر ابو اسحاق سبیعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابو سفیان بن حرب فتح مکہ کے بعد بیٹھے ہوئے تھے اور دل ہی دل میں کہنے لگے۔ "اگر میں محمد (ﷺ) کے مقابلے میں لشکر جمع کرتا۔" اتنے میں رسول اللہ ﷺ نے ان کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا۔ "تو تمہیں اللہ تعالیٰ ذلیل و رسوا کر دیتا۔" انہوں نے سر اٹھا کر دیکھا تو رسول اللہ ﷺ کو وہاں موجود پایا۔ عرض کرنے لگے۔ "ابھی تک مجھے یہ یقین نہیں تھا کہ آپ نبی ہیں۔ یہ باتیں تو میں دل ہی دل میں کر رہا تھا۔"

بیہقی اور ابن عساکر رحمہما اللہ بہ سند ابوالسفر حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کو چلتے ہوئے دیکھا اور صحابہ کرام آپ کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے۔ انہوں نے دل ہی دل میں کہا۔ "اگر میں اس شخص سے دوبارہ جنگ کرتا---" اتنے میں رسول اللہ ﷺ آ پہنچے اور اس کے سینے پر ہاتھ مار کر فرمایا۔

اِذَنْ یُخزِیَکَ اللّٰہُ

تو اللہ تعالیٰ تمہیں رسوا کر دیتا۔

ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ "میں توبہ کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اس بات کی معافی مانگتا ہوں جو میں کہہ بیٹھا ہوں۔"

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ روایت کو ابوالسفر رحمۃ اللہ علیہ سے مرسلاً نقل کیا ہے۔

بیہقی، ابو نعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ حضرت سعید بن مسیب سے روایت کرتے ہیں کہ جب مسلمان فاتحانہ انداز میں مکہ میں داخل ہوئے، اس رات وہ صبح تک تکبیر و تہلیل اور طوافِ کعبہ میں مصروف رہے۔ ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہند سے کہا۔ "تیرا کیا خیال ہے مسلمانوں کی یہ فتح اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوئی ہے۔" صبح ہوئی اور ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا۔

"تم نے ہند سے کہا تھا کہ تیرا کیا خیال ہے۔ یہ فتح اللہ کے حکم سے ہوئی ہے۔ ہاں۔ یہ اللہ

تعالیٰ کے حکم سے ہوئی ہے۔"

یہ سن کر ابو سفیان نے کہا۔

"میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے خاص بندے اور سچے رسول ہیں۔ اللہ کی قسم! میری یہ بات خداوند قدوس اور ہند کے علاوہ کسی نے نہیں سنی تھی۔"

عقیلی اور ابن عساکر رحمہما اللہ وہب بن منبہ کے واسطہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ طواف کے دوران ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملے اور فرمایا۔ "ابو سفیان! کیا تمہارے اور ہند کے درمیان ایسی ایسی باتیں ہوئی تھیں۔" ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہنے لگے۔ "ہند نے میرا راز فاش کر دیا ہے۔ میں اس کے ساتھ یہ کر دوں گا، وہ کر دوں گا۔" جب رسول اللہ ﷺ طواف سے فارغ ہوئے تو ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جا ملے اور ارشاد فرمایا۔ "ہند کو کچھ نہ کہنا۔ اس نے تمہارا راز فاش نہیں کیا۔" یہ سن کر ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا۔ اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ۔ "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔"

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ، حارث بن ابو اسامہ (اپنی مسند میں) اور ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبد اللہ بن ابو بکر بن حزم سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائے۔ ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے۔ ابو سفیان بولے۔ سمجھ نہیں آتی۔ حضرت محمد (ﷺ) ہم پر کیسے غالب آ جاتے ہیں۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ آ پہنچے۔ آپ نے ابو سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینے پر ہاتھ رکھا اور فرمایا۔ "اللہ کی مدد سے غالب آتے ہیں۔" ابو سفیان نے کہا۔ "میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔"

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ حضرت ابو شریح عدوی سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ فتح مکہ کے دن کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا۔

"مکہ مکرمہ کو اللہ تعالیٰ نے حرمت والا (حرم) بنایا ہے۔ لوگوں نے نہیں بنایا۔ اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھنے والے کسی فرد کے لئے حلال نہیں کہ وہ یہاں خونریزی کرے یا درخت کاٹے۔ اگر رسول اللہ (ﷺ) کے قتال کو دیکھ کر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ اب اس کے لئے بھی جنگ کی رخصت ہے تو یہ اس کی بھول ہے۔ اسے بتا دو کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول (ﷺ) کو یہ رخصت دی ہے، کسی اور کو قطعاً نہیں دی۔ مجھے بھی آج دن کی چند گھڑیوں کے لئے یہ اجازت دی گئی۔ پھر اس کی حرمت کل کی طرح آج بھی لوٹ آئی ہے۔"

شیخین رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ نے ہاتھیوں کو مکہ سے روک لیا (اور انہیں مکہ پر غالب نہ آنے دیا) جبکہ اپنے رسول اور مومنین کو اس شہر پر غلبہ عطا فرمادیا۔ مکہ (کی سرزمین پر لڑائی کرنا) نہ مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال تھا اور نہ کسی کے لئے بعد میں حلال کیا جائے گا۔ میرے لئے بھی دن کی صرف ایک خاص گھڑی کے لئے حلال کیا گیا۔

ابن سعد، واقدی رحمۃ اللہ علیہ سے، وہ ابراہیم بن محمد عبدری سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان بن طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ ہجرت سے پہلے مکہ میں مجھ سے ملے اور اسلام کی دعوت دی۔ میں نے کہا۔ "اے محمد! (ﷺ) بڑی عجیب بات ہے۔ آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ کی اتباع کروں۔ حالانکہ آپ اپنی قوم کے دین کی مخالفت کرتے ہیں اور ایک نیا دین لے کر آئے ہیں۔" حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں ہم صرف دو دن خانہ کعبہ کا دروازہ کھولتے تھے یعنی سوموار اور جمعرات کے دن۔ ایک دن حضور نبی کریم ﷺ نے خانہ کعبہ کے اندر داخل ہونا چاہا تو میں نے بڑی بدتمیزی کی۔ مگر رحمتِ عالم ﷺ نے بردباری سے کام لیا۔ پھر ارشاد فرمایا۔

يَا عُثْمَانُ لَعَلَّكَ سَتَرٰى هٰذَا الْمِفْتَاحَ يَوْمًا بِيَدِيْ اَضَعُهٗ حَيْثُ شِئْتُ

اے عثمان! عنقریب تم دیکھو گے کہ ایک دن یہ چابی میرے ہاتھ میں ہو گی۔ میں جسے چاہوں گا عطا کروں گا۔

میں نے عرض کی۔ "کیا اس وقت قریش تباہ و برباد اور ذلیل ہو جائیں گے۔"

حضور ﷺ نے فرمایا۔ "نہیں بلکہ اس دن قریش کی کشت ویران آباد ہو جائے گی اور وہ حقیقی عزت سے سرفراز ہوں گے۔" یہ پر جلال گفتگو فرمانے کے بعد حضور ﷺ خانہ کعبہ میں داخل ہو گئے۔ آپ کی گفتگو میرے دل میں پیوست ہو گئی اور مجھے یقین ہو گیا کہ فرمان نبوی ضرور سچا ہو کر رہے گا۔ میں نے مسلمان بن جانے کا ارادہ کیا تو میری قوم نے مجھے سختی سے منع کر دیا۔ پھر جس روز مکہ فتح ہوا تو حضور نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا۔

يَا عُثْمَانُ اِيْتِ بِالْمِفْتَاحِ

اے عثمان! چابی لے آؤ۔

میں نے چابی آپ کو پیش کر دی۔ آپ نے لے کر پھر مجھے عطا فرمادی اور فرمایا۔

خُذْهَا خَالِدَةً تَالِدَةً لَا يَنْزِعُهَا مِنْكُمْ اِلَّا ظَالِمٌ

تم یہ چابی ہمیشہ ہمیشہ کے لئے لے لو۔ اسے تمہارے خاندان سے کوئی بھی نہیں چھین سکے گا۔ سوائے ظالم کے۔

میں چابی لے کر جانے لگا تو حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے آواز دے کر بلایا۔ میں حاضر خدمت ہوا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔

اَلَمْ یَکُنِ الَّذِیْ قُلْتُ لَکَ

جو بات میں نے تم سے کہی تھی، کیا وہ سچ ثابت نہیں ہوئی؟

اس وقت مجھے حضور کا وہ فرمان یاد آگیا جو آپ نے ہجرت سے پہلے مکہ میں فرمایا تھا کہ عنقریب تم دیکھو گے کہ ایک دن یہ چابی میرے ہاتھ میں ہو گی۔ میں جسے چاہوں گا عطا کروں گا۔ میں نے عرض کی۔ ''کیوں نہیں۔ آپ کا فرمان ہو بہو سچ نکلا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔''

رات کی تاریکی، دن کی روشنی، بادلوں کے نکلنے اور جسم انسانی میں مقام نفس کے تعین کا بیان

ابن عساکر، ابن جریج رحمہ اللہ علیہ سے اور وہ زہری سے روایت کرتے ہیں کہ خزیمہ بن حکیم سلمی بہزی ایک دفعہ حضرت خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بنت خویلد کے پاس آئے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ انتہائی محبت کا اظہار کیا۔ بارگاہِ رسالت میں عرض کرنے لگے۔ ''اے محمد! (ﷺ) آپ کی ذات میں ایسی منفرد خوبیاں موجود ہیں جو کسی اور میں نہیں۔ آپ کا نسب بالکل خالص ہے۔ اپنی قوم کے لوگوں میں امانتدار مشہور ہیں۔ علاوہ ازیں سارے لوگ آپ سے پیار کرتے ہیں۔ میرے خیال میں آپ وہی نبی ہیں جو تہامہ میں ظاہر ہونے والے ہیں۔''

خزیمہ کی باتیں سن کر حضور ﷺ نے فرمایا۔ میں محمد رسول اللہ ﷺ ہوں۔ خزیمہ نے کہا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ سچے ہیں۔ میں آپ پر ایمان لاتا ہوں۔ پھر خزیمہ اپنے علاقے میں واپس چلے گئے۔ جاتے وقت یہ عرض کر گئے کہ یارسول اللہ! جب مجھے آپ کی بعثت کا پتہ چلے گا، میں حاضر ہو جاؤں گا۔ پھر فتح مکہ کے دن حاضر ہوئے اور حضور سید المرسلین ﷺ سے یہ سوالات پوچھے۔

رات کی تاریکی اور دن کے اجالے کا کیا سبب ہے؟

موسم سرما میں پانی گرم ہوتا ہے اور موسم گرما میں پانی ٹھنڈا ہوتا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

بادل کیسے پیدا ہوتا ہے؟

مرد اور عورت کا پانی (مادۂ منویہ) کہاں ہوتا ہے؟
جسم کے اندر نفس کا مقام کونسا ہے؟
شکم مادر میں بچہ کیا پیتا رہتا ہے؟
نیز ٹڈی کہاں سے آتی ہے؟
خزیمہ کے سوالات سن کر رسول کون و مکاں ﷺ نے یہ جوابات ارشاد فرمائے۔ آپ نے فرمایا۔

جہاں تک رات کے اندھیرے اور دن کے اجالے کا تعلق ہے تو بات دراصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانی کی جھاگ سے ایک چیز پیدا کی ہے جس کا اندرونی حصہ سیاہ اور بیرونی حصہ سفید ہے۔ اس کا ایک کونہ مشرق میں اور دوسرا مغرب میں ہے۔ ملائکہ اسے پھیلا دیتے ہیں۔ جب صبح روشن ہوتی ہے تو ملائکہ تاریکی کو دھکیل کر مغرب میں لے جاتے ہیں اور پردہ ہٹ جاتا ہے۔ جب رات کی تاریکی چھانے لگتی ہے تو ملائکہ روشنی کو دھکیل کر دور فضا میں پہنچا دیتے ہیں۔ اس طرح اندھیرا اجالا یکے بعد دیگرے آتے رہتے ہیں۔ نہ ان میں بوسیدگی اور کہنگی کے آثار پیدا ہوتے ہیں اور نہ وہ فنا ہوتے ہیں۔

سردیوں میں پانی کے گرم ہونے اور گرمیوں میں ٹھنڈا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ سورج ڈوب کر زمین کے نیچے سے چلتا ہوا دوسری جانب سے طلوع ہوتا ہے۔ سردیوں میں چونکہ رات لمبی ہوتی ہے اور سورج زیادہ دیر تک زمین کے نیچے رہتا ہے۔ اس لئے پانی گرم ہوتا ہے۔ جبکہ گرمیوں میں رات چھوٹی ہوتی ہے اور سورج زمین کے نیچے زیادہ دیر نہیں رہتا بلکہ جلدی جلدی گزر جاتا ہے۔ لہٰذا پانی بدستور ٹھنڈا رہتا ہے۔

جہاں تک بادل کا تعلق ہے تو یہ زمین و آسمان کے مابین مشرق و مغرب کے کنارے سے پھٹتا ہے۔ اس پر غبار سا جم جاتا ہے اور یہ بند مشکیزوں کے ساتھ لپٹ جاتا ہے جس کے آس پاس قطار در قطار ملائکہ موجود ہوتے ہیں۔ جنوبی اور مشرقی ہوا (باد صبا) اسے پھاڑ دیتی ہے جبکہ شمالی اور مغربی ہوا اسے ملا دیتی ہے۔

مرد کا پانی احلیل سے باہر نکلتا ہے اور یہ وہ رگ ہے جو مرد کی پیٹھ سے آتی ہے جس کے ذریعے مرد کا پانی آکر بائیں خصیہ میں جا ٹھہرتا ہے۔ اور عورت کا پانی اس کے سینے کی جگہ میں حرکت پذیر رہتا ہے۔

نفس کا مقام دل میں ہوتا ہے۔ دل ایک موٹی رگ سے معلق ہے اور یہ رگ شریانوں کو

سیراب کرتی ہے۔ جب دل کام چھوڑ دے تو ساری شریانیں کام چھوڑ دیتی ہیں۔

شکم مادر میں بچہ کی کیفیت اور کھانے پینے کے سوال کا جواب یہ ہے کہ استقرار حمل کے بعد چالیس دن تک یہ نطفہ ہوتا ہے۔ پھر چالیس راتوں میں جما ہوا خون بن جاتا ہے۔ مزید چالیس راتوں کے بعد اس کا گوشت، ہڈیاں اور خون وغیرہ بنتا ہے۔ اسی طرح اگلی چالیس راتوں میں مبہم سی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ پھر چالیس راتوں میں لوتھڑا سا بنتا ہے۔ پھر اس کی ہڈیاں مضبوط ہو جاتی ہیں۔ اس طرح جب اس کی تخلیق مکمل ہوتی ہے تو اس میں روح پھونکی جاتی ہے اور رحم کی رگیں اس پر کھنچ جاتی ہیں۔

مذکورہ روایت کو طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اوسط میں ابن جریج سے، انہوں نے عطاء سے اور انہوں نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے نقل کیا ہے۔ ان میں یہ بھی ہے کہ حضرت خزیمہ نے بجلی کی گرج اور چمک کے متعلق پوچھا اور یہ بھی پوچھا کہ بچے کی تخلیق میں مرد و عورت کا کردار کیا ہوتا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا۔ جہاں تک پہلے سوال کا تعلق ہے تو ایک فرشتے کے ہاتھ میں چابک ہے جو دور والے کو قریب کرتا ہے اور کبھی دور والے کو مزید پیچھے دھکیل دیتا ہے۔ جب چابک کو لہراتا ہے تو بجلی سی پیدا ہوتی ہے۔ جب روکتا ہے تو گرج پیدا ہوتی ہے اور جب مارتا ہے تو بجلی گرتی ہے۔ پھر فرمایا۔ رہا یہ سوال کہ بچے کی تخلیق میں مرد اور عورت کا کیا حصہ ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ مرد کے پانی سے بچے کی ہڈیاں، رگیں اور پٹھے بنتے ہیں جبکہ عورت کے پانی سے گوشت، خون اور بالوں کی تخلیق اور نشوونما انجام پاتی ہے۔

باب

غزوۂ حنین میں ظاہر ہونے والے معجزات

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ حضرت براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان سے پوچھا گیا "غزوۂ حنین میں کیا تم رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ گئے تھے؟ انہوں نے جواب میں کہا کہ رسول اللہ ﷺ نہیں بھاگے تھے۔ دراصل قبیلہ ہوازن کے لوگ بلا کے تیر انداز تھے۔ جنگ شروع ہوئی تو ہم نے ان پر ایسا زبردست حملہ کیا کہ وہ پسپا ہو گئے لوگ مال غنیمت کی طرف لپکے تو انہوں نے ان پر تیر اندازی شروع کر دی۔ تیروں کے اس غیر متوقع حملہ سے ہمارے لوگ گھبرا کر بھاگنے لگے۔ میں نے اس دن دیکھا کہ ابوسفیان بن حارث خچر کی لگام

تھام کر کھڑے ہیں اور رسول اللہ ﷺ فرمارہے ہیں۔

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبَ　　أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبْ

میں نبی ہوں۔اس میں ذرا بھی جھوٹ نہیں۔میں عبدالمطلب کا فرزند ہوں۔

مسلم،ابو عوانہ اور نسائی رحمہم اللہ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ حنین میں رسول اللہ ﷺ نے کچھ کنکریاں لے کر کفار کے منہ پر ماریں اور فرمایا۔

اِنْهَزَمُوْا وَرَبِّ مُحَمَّدٍ

محمد (ﷺ) کے پروردگار کی قسم۔یہ لوگ شکست کھا گئے۔

جونہی حضور ﷺ نے کنکریاں پھینکیں ان کا سارا جوش و جذبہ ماند پڑ گیا اور وہ پسپا ہونے لگے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ حنین میں جب رسول اللہ ﷺ کو دشمنوں نے گھیر لیا تو آپ اپنے خچر سے نیچے اترے۔ زمین سے مٹھی بھر مٹی لی اور دشمنوں کی طرف پھینک کر فرمایا۔"ان پر خدا کی پھٹکار ہو۔" آپ کی مٹھی مبارک سے نکلنے والی مٹی دشمن کے ہر شخص کی آنکھ میں جا پڑی اور وہ پسپا ہو کر بھاگ نکلے۔

احمد،ابن سعد اور بیہقی رحمہم اللہ حضرت ابو عبدالرحمٰن فہری سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ حنین میں رسول اللہ ﷺ نے مٹھی بھر مٹی لی اور دشمن کی طرف پھینک کر فرمایا۔"ان کے چہروں پر خدا کی پھٹکار ہو۔" بعد میں ہمیں بتایا گیا کہ وہ خود کہتے تھے کہ ہم میں سے ہر شخص کی آنکھیں اور منہ مٹی سے بھر گئے۔اور ہمیں زمین و آسمان کے درمیان ایسی آواز سنائی دی جیسے کسی طشت پر لوہے کی رگڑ سے پیدا ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست سے دوچار کر دیا۔

حاکم،ابو نعیم اور بیہقی رحمہم اللہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ حنین کے موقع پر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔لوگ بھاگ گئے تو آپ نے مجھ سے فرمایا۔"ذرا مٹھی بھر مٹی دینا۔" میں نے حکم کی تعمیل کی۔حضور نے وہ مٹی کفار کی طرف پھینک دی جس سے ان کی آنکھیں بھر گئیں اور وہ شکست کھا کر بھاگ گئے۔

امام بخاری (تاریخ میں)،ابن سعد،حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ عیاض بن حارث نصری سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ حنین میں رسول اللہ ﷺ نے مٹھی بھر کنکریاں لے کر ہماری طرف پھینکیں تو ہم شکست کھا گئے۔ہمیں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ہر پتھر،ہر درخت اور ہر شہسوار ہمارے تعاقب میں ہو۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حارث بن بدل سے اسی طرح کی روایت نقل کی ہے۔

عبد بن حمید اپنی مسند میں اور بیہقی رحمہما اللہ یزید بن عامر سوائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کرتے ہیں۔ یاد رہے کہ یہ صاحب غزوۂ حنین میں مشرکین کی طرف سے شریک ہوئے تھے اور بعد میں مسلمان ہو گئے۔ وہ فرماتے ہیں کہ غزوۂ حنین میں رسول اللہ ﷺ نے مٹھی بھر خاک لی اور مشرکین کی طرف پھینک دی۔ پھر فرمایا۔ "لوٹ جاؤ۔ تمہارے چہرے نامراد ہوں۔" اس کے بعد دشمن کا ہر شخص اپنی آنکھوں کو ملنے لگا اور اپنے ساتھی سے شکایت کرنے لگا کہ اس کی آنکھوں میں کوئی چیز آپڑی ہے۔

عبد اور بیہقی رحمہما اللہ یزید بن عامر سوائی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بھی روایت کرتے ہیں کہ ان سے پوچھا گیا کہ غزوۂ حنین میں اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے دلوں میں کیسا رعب ڈالا تھا۔ اس قسم کے سوال کا جواب دینے کے لئے یزید ایک طشت میں کنکریاں پھینکتے تو گونجدار آواز پیدا ہوتی۔ وہ فرماتے کہ اس جیسی آواز ہمیں اپنے اندر سے سنائی دیتی تھی۔

مسدد اپنی مسند میں نیز بیہقی اور ابن عساکر رحمہم اللہ ام برثن کے غلام عبدالرحمٰن سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے ایک ایسے شخص نے بتایا جو غزوۂ حنین میں مشرکین کے ساتھ تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کے ساتھ ہماری جنگ ہوئی تو وہ اتنی دیر بھی ہمارے مقابلے پر نہ ٹھہر سکے جتنی دیر میں بکری کا دودھ دوہ لیا جاتا ہے۔ ہم نے انہیں مار بھگایا۔ ہم ان کا پیچھا کر رہے تھے کہ اچانک ایک شخص نظر آیا جو سفید خچر پر سوار تھا۔ غور سے دیکھا تو وہ رسول اللہ ﷺ تھے۔ حضور ﷺ کی معیت میں بڑے ہی خوبرو سفید نوجوان ہمارے مقابلے پر آگئے۔ انہوں نے کہا۔ "واپس لوٹ جاؤ۔ یہ چہرے نامراد ہو جائیں۔" ہم فوراً پلٹ آئے اور پھر پسپائی اور ہزیمت کے سوا کوئی چارۂ کار نہ رہا۔

بیہقی اور ابو نعیم بہ سند ابن اسحاق رحم اللہ علیہ امیہ بن عبداللہ بن عمرو بن عثمان سے روایت کرتے ہیں کہ مالک بن عوف نے چند جاسوس بھیجے۔ جب وہ واپس آئے تو ان کے جوڑ بند کٹے ہوئے تھے۔ مالک نے کہا۔ ارے تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ وہ بولے۔ چتکبرے گھوڑوں پر سفید رنگ کے آدمی سوار تھے جو ہمارے مقابلے پر نکل آئے۔ خدا کی قسم! تھوڑی ہی دیر میں انہوں نے ہماری یہ درگت بنادی جو تم دیکھ رہے ہو۔

ابن سعد، واقدی رحمہما اللہ سے اور وہ اپنے شیوخ سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور نبی کریم ﷺ حنین میں پہنچے تو مالک بن عوف نے تین آدمی بھیجے تا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام کے حالات کا پتہ لگائیں۔ جب یہ آدمی واپس آئے تو مرعوبیت کی وجہ سے ان کے جوڑ بند

ٹوٹے ہوئے تھے۔ یہ واقعہ جنگ شروع ہونے سے ایک رات پہلے کا ہے۔

ابن اسحاق، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ حنین میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ جنگ جاری تھی۔ اچانک میں نے کالے کمبل کی طرح کوئی چیز آسمان سے اترتی دیکھی جو ہمارے سامنے آگری۔ تھوڑی ہی دیر میں ساری وادی میں چیونٹیاں ہی چیونٹیاں دکھائی دینے لگی۔ اس کے بعد دشمن کے لئے شکست کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہا۔ ہمیں اس بات میں ذرا بھی شک نہیں کہ آسمان سے اس دن فرشتوں کا نزول ہوا تھا۔

واقدی رحمۃ اللہ علیہ ابراہیم بن محمد بن شرحبیل سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نضر بن حارث نے بتایا کہ میں قریش کے ساتھ حنین کی طرف روانہ ہوا۔ ہماری خواہش تھی کہ اگر حضرت محمد (ﷺ) کے لئے شکست کے آثار ظاہر ہونے لگے تو ہم ان کے خلاف مدد کریں گے۔ مگر ایسا نہ ہو سکا۔ پھر جعرانہ کے مقام پر رسول اللہ ﷺ مجھ سے ملے۔ آپ نے مجھے آواز دی اور فرمایا۔ نضر۔ میں نے عرض کی۔ لبیک۔ فرمایا۔ یہ اس سے بہتر ہے جو تم نے حنین کے دن ارادہ کیا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ کا حکم تیرے ارادے کے لئے رکاوٹ بن گیا۔ میں فوراً حضور کے پاس آکر عرض کرنے لگا۔

اَشْهَدُ اَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْ لُ اللّٰهِ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد (ﷺ) اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔

پھر حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے اس دعا سے نوازا۔

اَللّٰهُمَّ زِدْهُ ثَبَاتًا

یااللہ ان کی ثابت قدمی میں مزید اضافہ فرما۔

نضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ "قسم اس ذات کی جس نے حضور ﷺ کو دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے! آپ کے دعا فرمانے کے بعد میرا دل دین پر چٹان کی طرح غیر متزل ہو گیا اور مجھے بے پناہ بصیرتِ حق نصیب ہوئی۔" اس روایت کو ابن سعد اور بیہقی رحمہما اللہ نے بھی نقل فرمایا ہے۔

بیہقی اور ابن عساکر رحمہما اللہ صدفہ بن سعید سے، وہ مصعب بن شیبہ بن عثمان حجبی سے اور وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں غزوۂ حنین کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ

ہوا۔ سچی بات یہ ہے کہ میں اسلام کی سربلندی کے لئے نہیں نکلا تھا بلکہ میں چاہتا تھا کہ ہوازن قریش پر غالب نہ آ جائیں۔ قسم بخدا! میں رسول اللہ ﷺ کے پاس کھڑا تھا اچانک چند گھوڑے دیکھ کر حضور ﷺ سے عرض کیا۔ یارسول اللہ! مجھے چتکبرے رنگ کے گھوڑے نظر آ رہے ہیں۔ حضور نے فرمایا۔ "شیبہ! یہ گھوڑے صرف کافروں کو نظر آ رہے ہیں۔" شیبہ بیان کرتے ہیں۔

فَضَرَبَ بِيَدِهٖ صَدْرِیْ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اهْدِ شَیْبَةَ

حضور ﷺ نے میرے سینے پر اپنا دست بابرکت پھیرا اور پھر یہ دعا کی۔ اے اللہ! شیبہ کو ہدایت عطا فرما۔

حضور ﷺ نے یہ عمل تین بار فرمایا۔ جب آپ نے تیسری مرتبہ میں میرے سینہ سے ہاتھ اٹھایا تو کائنات میں حضور ﷺ سے بڑھ کر اور کوئی میرے لئے محبوب نہ رہا۔ پھر مسلمانوں نے جنگ کی۔ جن کی قسمت میں شہادت لکھی تھی وہ شہادت سے سرفراز ہوئے۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ تشریف لائے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کی سواری کی لگام تھامے ہوئے تھے اور حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دم کے نیچے رکھی ہوئی چیز کو پکڑ رکھا تھا۔ حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلند آواز سے اعلان فرمایا۔

"مہاجرین کہاں ہیں؟ سورۂ بقرہ والے اصحاب کہاں ہیں؟ یہ رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں۔" لوگ فوراً آ پہنچے۔ حضور ﷺ فرما رہے تھے۔ "میری سواری کو آگے بڑھاؤ۔" پھر فرمایا۔

أنا النبیّ غیر کذب   أنا ابن عبدالمطلب

میں نبی ہوں۔ اس میں ذرا بھی جھوٹ نہیں۔ میں عبدالمطلب کا فرزند ہوں۔

مسلمان یہ سن کر شمشیر بکف برسرپیکار ہو گئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ "اب تندور گرم ہو گیا ہے۔"

ابن سعد اور ابن عساکر رحمہما اللہ عبدالملک بن عبید وغیرہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت شیبہ بن عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے اسلام لانے کا واقعہ یوں بیان کیا کرتے تھے۔

"فتح مکہ کے سال جب رسول اللہ ﷺ نے زور بازو سے مکہ فتح کیا اور پھر فاتحانہ انداز سے داخل ہوئے تو میں نے کہا کہ میں حنین کے مقام پر قبیلہ ہوازن کی طرف روانگی کے وقت قریش کے ساتھ چلوں گا۔ ہو سکتا ہے بھگدڑ مچے اور میں محمد (ﷺ) کو قتل کر دوں اور کسی کو پتہ بھی نہ چلے۔ اس طرح میں سارے قریش کا بدلہ لے لوں گا۔ میں دل میں کہا کرتا کہ اگر سارے اہل عرب و عجم محمد (ﷺ) کی اتباع کر لیں تو میں پھر بھی ان کی اتباع نہیں کروں گا۔ میں اپنا مقصد

حاصل کرنے کے لئے موقع کی تلاش میں رہا۔ لمحہ بہ لمحہ میرا ارادہ مضبوط سے مضبوط تر ہو رہا تھا۔ جب دونوں لشکر گتھم گتھا ہوئے تو میں نے دیکھا حضور نبی کریم ﷺ خچر سے اتر کر میدان کارزار میں جانا چاہتے ہیں۔ میں نے تلوار بے نیام کی اور حضور ﷺ کے قریب ہوتا گیا تاکہ اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنا سکوں۔ میں تلوار لہرانے ہی والا تھا کہ اچانک میرے سامنے آگ کا شعلہ بجلی کی طرح کوندا۔ مجھے اندیشہ ہوا کہ کہیں وہ مجھے جلا نہ دے۔ میں نے اپنے ہاتھ آنکھوں پر رکھ لئے۔ پھر حضور ﷺ کی طرف متوجہ ہوا۔ آپ نے آواز دی۔

"اے شیبہ۔ میرے قریب آجاؤ۔"

میں حضور ﷺ کے قریب ہو گیا۔ آپ نے میرے سینے پر اپنا ہاتھ پھیرا اور یہ دعا فرمائی۔

اَللّٰھُمَّ اَعِذْہُ مِنَ الشَّیْطَانِ

اے اللہ! انہیں شیطان سے محفوظ فرما۔

حضرت شیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ اللہ کی قسم! اسی وقت حضور ﷺ مجھے اپنے کان، آنکھ بلکہ جان سے بھی عزیز تر معلوم ہونے لگے اور میرے دل کے سارے معاندانہ جذبات بھسم ہو کر رہ گئے۔

اس کے بعد حضور ﷺ نے فرمایا۔ "اب میرے قریب ہو کر جنگ کرو۔" میں حضور سے ذرا آگے بڑھ کر تلوار سے جنگ کرنے لگا۔ خدا بہتر جانتا ہے کہ اس وقت میں حضور ﷺ کی مدافعت کی خاطر ہر بلا سے ٹکرا جانا چاہتا تھا خواہ مجھے اپنی جان قربان کرنا پڑتی۔ اگر اس وقت میرا والد زندہ ہوتا اور میرے سامنے آجاتا تو اسے بھی تہ تیغ کر دیتا۔

پھر حضور ﷺ لشکر گاہ میں واپس تشریف لائے اور اپنے خیمے میں داخل ہوئے۔ میں بھی حاضر خدمت ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ جس بہتری کا ارادہ فرمایا ہے وہ تمہارے اس ارادے سے کہیں زیادہ بہتر ہے جو تم نے اپنے متعلق کیا تھا۔"

پھر حضور ﷺ نے میرے دل میں چھپی ہوئی وہ ساری باتیں بتا دیں جو میں نے کسی کو نہیں بتائی تھیں۔

شانِ نبوت کی یہ معجزہ آفرینی دیکھ کر میں بول اٹھا۔

اَشْھَدُ ان لا الٰہ اِلا اللہ وانک رسول اللہ

میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور آپ اللہ کے

رسول ہیں۔

بعد ازاں میں نے التجا کی۔ "حضور! میری خطاؤں کی بخشش کے لئے دعا فرمائیں۔" حضور ﷺ نے فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ تمہیں معاف فرمائے۔"

ابو القاسم بغوی، بیہقی، ابو نعیم اور ابن عساکر بہ سند ابن مبارک رحمہم اللہ ابو بکر ہذلی سے اور وہ حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ شیبہ بن عثمان نے بتایا کہ جب حضور نبی کریم ﷺ نے غزوۂ حنین میں حصہ لیا تو مجھے اپنے والد اور چچا یاد آ گئے جنہیں حضرت علی اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے قتل کیا تھا۔ میں نے سوچا آج میں محمد (ﷺ) سے اپنا بدلہ لوں گا۔ میں جب حضور ﷺ کی طرف گیا تو آپ کی داہنی جانب حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا۔ میں نے سوچا، آپ کا چچا آپ کو رسوا نہ ہونے دے گا۔ پھر میں بائیں جانب سے آیا تو اس طرف ابو سفیان بن حارث کھڑے تھے۔ میں نے سوچا۔ آپ کا چچازاد بھائی بھی آپ کو رسوا نہ ہونے دے گا۔ پھر میں نے آپ کے پیچھے سے آنے کی کوشش کی۔ جب قریب آیا اور تلوار لہرانے ہی والا تھا کہ میرے سامنے آگ کا شعلہ بجلی کی طرح بلند ہوا۔ جس سے خوفزدہ ہو کر میں الٹے پاؤں واپس پلٹ گیا۔ اتنے میں رسول اللہ ﷺ نے نظر التفات فرمائی اور ارشاد فرمایا۔ "شیبہ ادھر آؤ۔" میں حاضر خدمت ہوا تو آپ نے اپنا دستِ مبارک میرے سینے پر رکھ دیا جس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے میرے دل سے سارے شیطانی خیالات نکال دیئے۔ میں نے نگاہ اٹھا کر رخ زیبا کو دیکھا تو آپ مجھے میری آنکھ، کان بلکہ ہر چیز سے محبوب دکھائی دے رہے تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ "شیبہ! جاؤ کفار سے جنگ کرو۔" پھر فرمایا۔

"اے عباس۔ اس بات کا اعلان کر دو اور مہاجرین و انصار کو سنا دو۔ وہ مہاجرین جنہوں نے درخت کے نیچے شرف بیعت حاصل کیا اور وہ انصار جنہوں نے مہاجرین کو پناہ دی اور ان کی مدد کی۔"

شیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ انصار کی محبت کا جو مظاہرہ اس دن دیکھا اسے میں صرف اس محبت و شفقت سے تشبیہ دے سکتا ہوں جو ایک اونٹنی اپنے بچے کے ساتھ کیا کرتی ہے۔ جاں نثاروں نے حضور ﷺ کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ یوں لگ رہا تھا گویا آپ گھنے درختوں کے جھنڈ میں موجود ہیں۔ انصار کے نیزوں کا یہ عالم تھا کہ مجھے کفار کے نیزوں کی بہ نسبت انصار کے نیزوں سے زیادہ خطرہ لاحق تھا کہ کہیں بے خیالی میں ان سے رسول اللہ ﷺ کو کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔

"عباس! چند کنکریاں مجھے دے دو۔"

شیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ حضور ﷺ کی یہ بات اللہ تعالیٰ نے آپ کے خچر کو سمجھادی اور وہ زمین کی طرف جھک گیا حتی کہ اس کا پیٹ زمین کو چھونے کے قریب پہنچ گیا۔ حضور ﷺ نے زمین سے چند کنکریاں اٹھائیں اور کفار کی طرف پھینک دیں۔ پھر فرمایا۔

''یہ چہرے نامراد ہوں۔ یہ فتحیاب نہ ہوں گے۔''

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ حنین میں جب مسلمان پسپا ہونے لگے تو اس وقت رسول اللہ ﷺ دلدل نامی سفید خچر پر تشریف فرما تھے۔ آپ نے اپنے خچر کو حکم دیا۔ ''زمین کے ساتھ لگ جا۔'' اس نے فوراً اپنا پیٹ زمین کے ساتھ لگادیا۔ حضور ﷺ نے مٹھی بھر خاک لی اور کفار کی طرف پھینک دی۔ پھر فرمایا۔

حٰمٓ لَا یُنْصَرُوْنَ (حٰم۔ ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔)

بس پھر کیا تھا نہ ہم نے کوئی تیر چلایا، نہ نیزہ مارا۔ دشمن خود بخود شکست کھا کر بھاگ گیا۔

حاکم، ابو نعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ حشرج بن عبداللہ سے، وہ اپنے والد عبداللہ بن حشرج سے اور وہ اپنے والد حضرت حشرج رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائذ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ غزوۂ حنین میں میری پیشانی پر تیر لگا جس سے خون بہہ نکلا اور میرے چہرے اور سینے پر پھیل گیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے میرے چہرے اور سینے کا خون صاف کرنے کے لئے چھاتی تک دست مبارک پھیرا اور پھر میرے لئے دعا فرمائی۔ صحابہ کرام فرماتے ہیں کہ حضرت عائذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سینے پر جس جگہ رسول اللہ ﷺ کا ہاتھ مس ہوا وہاں ہمیں واضح طور پر ایسا چمکدار نشان دکھائی دیتا تھا جیسے گھوڑے کی چمکدار پیشانی ہوتی ہے۔

ابن عساکر رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبدالرحمٰن بن ازہر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوۂ حنین میں زخمی ہوگئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کے زخم پر اپنا لعاب دہن مبارک لگایا تو وہ بالکل ٹھیک ہوگئے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ صفوان بن امیہ غزوۂ حنین میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ شریک تھے۔ ابھی تک وہ کفر کی حالت پر قائم تھے۔ پھر جعرانہ کی طرف لوٹ آئے۔ جب رسول اللہ ﷺ غنیمت کے اموال کا جائزہ لینے کے لئے گھوم پھر رہے تھے تو صفوان بھی آپ کے ساتھ تھے اور وہ ایک گھاٹی کی طرف مسلسل دیکھ رہے تھے جہاں جانوروں، بکریوں اور چرواہوں کی فراوانی تھی۔ حضور ﷺ نے پوچھا۔ ''ابو وہب! کیا تمہیں یہ گھاٹی پسند آرہی ہے۔'' انہوں نے کہا۔ ''جی ہاں۔'' آپ نے

فرمایا۔ "یہ گھاٹی اور اس میں موجود ہر چیز تمہاری ہے۔"

پیکرِ جود و عطا ﷺ کی یہ کرم نوازی دیکھ کر صفوان نے کہا۔ صرف نبی کا دل ہی بخوشی یہ سخاوت کر سکتا ہے۔ یہ کہہ کر وہ مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

ابو نعیم نے عطیہ السعدی سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ہوازن کے قیدیوں کے سلسلہ میں ان سے گفتگو کی تھی صحابہ کرام سے حضور ﷺ نے قیدیوں کی واپسی کے متعلق بات کی تو سب نے بخوشی واپس کر دیئے۔ لیکن ایک شخص نے اپنے حصہ کے قیدی واپس کرنے کا ارادہ ظاہر نہ کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اے اللہ اسکا تیر خطا کر دے۔" وہ نوجوان لونڈی اور غلام کے پاس سے گزر کر ایک بوڑھی عورت کے پاس جا کھڑا ہوا اور کہا میں یہ بوڑھی عورت لوں گا کیونکہ یہ پورے قبیلہ کی ماں ہے وہ اس کے فدیہ میں مجھے وہ سب کچھ دیں گے جو ان کی قدرت میں ہو گا۔ عطیہ نے اللہ اکبر کہا۔ اور کہا اس نے اس عورت کو پسند کیا ہے جس کا نہ منہ ٹھنڈا ہے نہ پستان اٹھے ہوئے ہیں نہ بال لمبے ہیں یا رسول اللہ یہ بوڑھی ہے لاولد ہے۔ جب اس نے دیکھا کہ اس کا تو کوئی پوچھنے والا ہی نہیں ہے تو اس نے اسے چھوڑ دیا۔ ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کی معیت میں ہوازن کے ساتھ جنگ کی تو ہمیں سخت بھوک اور پیاس لگ گئی۔ حضور ﷺ نے ایک مشکیزہ منگوایا جس میں پانی کا صرف ایک قطرہ تھا۔ آپ کے حکم سے اسے ایک پیالے میں ڈالا گیا۔ پھر پانی اتنا زیادہ ہو گیا کہ ہم سب نے وضو کر لیا۔

باب

غزوۂ طائف کے معجزات

زبیر بن بکار اور ابن عساکر رحمہما اللہ متعدد طرق سے سعید بن عبید ثقفی سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے غزوۂ طائف کے موقع پر ابو سفیان بن حرب کو دیکھا کہ وہ ابن یعلیٰ کے باغ میں بیٹھے پھل کھا رہے تھے۔ میں نے ان پر تیر چلا دیا۔ جس سے ان کی آنکھ پھوٹ گئی۔ وہ حضور نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئے۔ عرض کی۔ یا رسول اللہ! راہ خدا میں میری آنکھ کو تکلیف پہنچی ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔

اِنْ شِئْتَ دَعَوْتُ اللّٰهَ فَرُدَّتْ عَلَيْكَ وَاِنْ شِئْتَ فَالْجَنَّةُ

اگر چاہو تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں، تمہاری آنکھ لوٹ آئے گی۔ اور اگر چاہو تو اس کے بدلے میں جنت لے لو۔

انہوں نے عرض کی۔ "حضور! مجھے جنت چاہئے!"

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عیینہ بن حصن نے حضور نبی کریم ﷺ سے اجازت طلب کی کہ وہ اہل طائف کے پاس جا کر انہیں دعوتِ حق پیش کرنا چاہتے ہیں۔ ہو سکتا ہے انہیں ہدایت نصیب ہو جائے۔ حضور ﷺ نے انہیں اجازت عطا فرما دی۔ جب وہ اہل طائف کے پاس پہنچے تو کہنے لگے۔ "تم اپنی جگہ ڈٹے رہو۔ واللہ! ہم غلاموں سے بھی زیادہ ذلیل ہیں۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اگر انہیں کوئی حادثہ پیش آ گیا تو سارے اہلِ عرب کو عزت و عظمت مل جائے گی۔ تم اپنے قلعوں میں جمے رہو کبھی اپنے آپ کو ان کے حوالے نہ کرنا اور ان درختوں کے کاٹنے سے تم پریشان نہ ہو۔"

یہ عجیب و غریب گفتگو کرنے کے عیینہ واپس آ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے پوچھا۔ "تم نے ان سے کیا کہا باتیں کیں؟" وہ کہنے لگے۔ "میں نے ان کے سامنے دعوتِ اسلام پیش کی۔ دوزخ سے ڈرایا اور جنت کی طرف ان کی راہنمائی کی۔" حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ "تم جھوٹ بول رہے ہو۔ تم نے تو ایسی باتیں کی ہیں۔" عیینہ بولے۔ "آپ سچ فرما رہے ہیں۔ میں اس گناہ کی اللہ تعالیٰ سے اور آپ سے معافی مانگتا ہوں۔"

خولہ بنت حکیم حاضر خدمت ہوئیں۔ عرض کرنے لگیں۔ "یا رسول اللہ! آپ اہل طائف پر حملہ کیوں نہیں فرماتے۔" آپ ﷺ نے فرمایا۔ "ابھی تک اس کام کی ہمیں اجازت نہیں دی گئی۔ میرے خیال میں اس وقت ہم طائف کو فتح نہیں کر سکیں گے۔" حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی۔ "آپ ان کے لئے بد دعا کیوں نہیں فرماتے اور ان پر حملہ کیوں نہیں کرتے۔ ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں طائف پر فتح عطا فرما دے۔" آپ ﷺ نے فرمایا۔ "ابھی تک ہمیں ان سے جنگ کی اجازت نہیں ملی۔" اس کے بعد رسول اللہ ﷺ وہاں سے واپس ہو گئے۔ واپسی کے وقت جب آپ سوار ہونے لگے تو یہ دعا فرمائی۔

"یا اللہ انہیں ہدایت عطا فرما اور ان کی زیادتی سے ہمیں بچا لے۔"

بیہقی نے ابن اسحاق رحمہما اللہ سے یہی روایت نقل کی ہے۔ البتہ اس میں یہ بھی ہے کہ ماہِ رمضان میں ان کا ایک وفد بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہو گیا۔ ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو ثقیف کے محاصرہ

کے وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔
"میں نے خواب دیکھا ہے کہ مکھن سے بھرا ہوا ایک بڑا پیالہ میری خدمت میں پیش کیا گیا۔ پھر ایک مرغ نے چونچ مار کر سب کچھ انڈیل دیا۔" حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی۔
"یا رسول اللہ! لگتا ہے۔ بنو ثقیف کے متعلق آپ اپنے ارادے میں آج کامیاب نہ ہوں گے۔"
حضور علیہ نے فرمایا۔ "میرا بھی یہی خیال ہے کہ ہم ایسا نہ کر سکیں گے۔"

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ نے طائف کا محاصرہ فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! ثقیف کے لئے بد دعا فرمائیں۔ حضور علیہ نے فرمایا۔ "اللہ تعالیٰ نے مجھے اس بات کی اجازت نہیں دی۔" حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بولے۔ "تو پھر ہم کیوں ایسے لوگوں کے قتل کے درپے ہیں جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اجازت عطا نہیں فرمائی۔" پھر مسلمان واپس چلے گئے۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ حضرت ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب ہم طائف کی طرف روانہ ہوئے تو راستے میں ہم ایک قبر کے پاس سے گزرے۔ رسول اللہ علیہ نے فرمایا۔

"یہ ابو رغال کی قبر ہے۔ یہ شخص ثقیف کا جد اعلیٰ ہے۔ اس کا تعلق قوم ثمود سے تھا۔ اسی حرم میں رہ کر اس کا دفاع کیا کرتا تھا۔ جب یہاں سے باہر نکلا تو اسی مقام پر اس پر وہی عذاب آ گیا جس میں اس کی قوم مبتلا ہوئی تھی۔ پھر وہ یہیں مدفون ہوا۔ اس کی قبر کی علامت یہ ہے کہ اس کے ساتھ سونے کی ایک لمبی سی ڈلی رکھی گئی تھی۔ اگر تم اس کی قبر کھود دو گے تو تمہیں وہ ڈلی مل جائے گی۔" یہ سن کر لوگوں نے فوراً قبر کھول دی اور سونے کی ڈلی وہاں سے نکال لی۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ محمد بن جعفر سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی پاک علیہ نے مقام جعرانہ سے عمرہ ادا فرمایا۔ پھر ارشاد فرمایا۔ یہاں سے ستر انبیاء کرام نے عمرہ کیا ہے۔

باب

سریہ قطبہ (ماہ صفر ۹ ھ) کے معجزات

ابن سعد، واقدی رحمہما اللہ علیہ سے اور وہ اپنے شیوخ رحمۃ اللہ علیہم سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ نے قطبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیس آدمیوں کا چھوٹا سا لشکر دے کر بنو خثعم کی طرف روانہ فرمایا۔ یہ قبیلہ یمن کے شہر تبالہ کی ایک جانب آباد تھا۔ حضور علیہ نے انہیں

حکم فرمایا کہ بنو خثعم پر چاروں طرف سے بھرپور حملہ کردو۔ یہ سریہ روانہ ہوا۔ جب وہاں پہنچے تو حسب ارشاد بنو خثعم پر بھرپور حملہ کردیا۔ پھر گھمسان کا رن پڑا، قطبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بہت سے آدمیوں کو قتل کیا اور بہت سے جانور، بکریاں اور عورتیں لے کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ راستے میں نامعلوم جگہ سے سیلاب آگیا۔ جو مسلمانوں اور بنو خثعم کے درمیان حائل ہوگیا اور خثعم قبیلہ کے لوگ مسلمانوں کا تعاقب نہ کرسکے۔

باب

ایک اور غزوۂ میں شان اعجاز کا ظہور

طبرانی اور ابو نعیم رحمہما اللہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک غزوۂ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ جب دشمن سے مڈبھیڑ ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ''اے روزِ جزا کے مالک! ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔''

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ دشمن کے آدمیوں کی لاشیں ادھر ادھر گر رہی ہیں اور ملائکہ آگے پیچھے سے مصروف پیکار ہیں۔

باب

غزوۂ تبوک کے موقع پر ظاہر ہونے والے معجزات

ابن اسحاق، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ تبوک کی طرف روانہ ہوئے تو چند صحابہ کرام پیچھے رہ گئے۔ حضرت ابوذر بعد میں لشکر اسلام کو جاملے۔ ایک مسلمان مجاہد نے جب انہیں دور سے آتے ہوئے دیکھا تو عرض کی، یارسول اللہ! کوئی آدمی راستے پر چلا آرہا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ ''ابوذر ہوگا۔'' جب لوگوں نے غور سے دیکھا تو پہچان لیا۔ عرض کی۔ یارسول اللہ! قسم بخدا! وہ ابوذر ہی ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔

''اللہ تعالیٰ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رحم فرمائے۔ یہ اکیلے چلتے ہیں۔ اکیلے ہی فوت ہوں گے اور اکیلے ہی زندہ کیے جائیں گے۔''

پھر جب دوسرے لوگ حوادث دہر سے دوچار ہوئے تو حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ربذہ میں جاکر آباد ہونا پڑا۔ وہاں ہی ان کا وصال ہوا۔ اس وقت ان کے ساتھ صرف ان کی

بیوی اور ایک غلام تھا۔ ان کا جنازہ سر راہ رکھا ہوا تھا۔ ایک قافلہ وہاں سے گزرا جس میں ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے۔ انہوں نے پوچھا۔ یہ کیا ہے؟ بتایا گیا کہ حضرت ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جنازہ ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ یہ سن کر رونے لگے اور فرمایا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے سچ فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر رحم فرمائے۔ یہ اکیلے چلتے ہیں۔ اکیلے ہی فوت ہوں گے اور اکیلے ہی زندہ کئے جائیں گے۔ پھر سواری سے اترے اور ان کی تجہیز و تکفین، نماز جنازہ اور تدفین کا سارا انتظام کیا۔

بیہقی، ابن اسحاق رحمہما اللہ سے اور وہ عبداللہ بن ابو بکر بن حزم سے روایت کرتے ہیں کہ ابو خیثمہ حضور نبی کریم ﷺ کے بعد روانہ ہوئے۔ جب حضور ﷺ تبوک کے مقام پر پہنچے تو وہ بھی پہنچ گئے۔ لوگوں نے کہا۔ وہ دیکھو راستے پر کوئی چلا آ رہا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ابو خیثمہ ہو گا۔ لوگوں نے عرض کی۔ واللہ وہ ابو خیثمہ ہیں۔

بیہقی اور ابو نعیم رحمہما اللہ حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ تبوک میں پہنچے تو وہاں پانی کی شدید قلت تھی۔ حضور ﷺ نے چلو بھر پانی لیا اس سے کلی کی اور پھر اسے چشمے کے اندر ڈال دیا جس کی برکت سے چشمے کا پانی جوش مارنے لگا۔ حتیٰ کہ وہ لبالب بھر گیا اور آج تک اسی طرح بھرا ہوا ہے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ غزوۂ تبوک کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔

"کل تم انشاء اللہ تبوک کے چشمے پر جا پہنچو گے۔ تم خوب دن چڑھے ہی وہاں پہنچ سکو گے۔ جب وہاں پہنچو تو اس کے پانی کو ہاتھ نہ لگانا۔" جب آپ وہاں پہنچے تو تسمہ نما چشمہ سے تھوڑا تھوڑا پانی نکل رہا تھا۔ آپ نے چلو کے ذریعے تھوڑا پانی لیا۔ جب کچھ جمع ہو گیا تو آپ نے اس میں اپنا چہرہ اور ہاتھ دھوئے۔ پھر اسے چشمے میں ڈال دیا تو اس کا پانی جوش مارنے لگا۔ جس سے سب لوگوں نے پانی پیا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ اے معاذ! اگر تمہیں لمبی زندگی نصیب ہو تو تم دیکھو گے کہ یہاں ہر طرف باغ ہی باغ ہوں گے۔

ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہی روایت نقل کی ہے۔ اس میں یہ بھی ہے کہ پانی کا چشمہ اس زور سے پھوٹا کہ سننے والے بتایا کرتے کہ اس سے بجلی گرنے کی سی آواز پیدا ہوئی۔ آج بھی وہی چشمہ تبوک کے مقام پر فوارے کی طرف پھوٹ رہا ہے۔

خطیب (رواۃ مالک میں) حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی

کریم ﷺ تبوک پہنچے۔ وہاں چشمہ سے تھوڑا تھوڑا پانی نکل رہا تھا۔ ہم نے پیاس کی شکایت کی۔ حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو تیر عطا فرمائے آپ کے حکم سے انہیں چشمے میں گاڑا گیا تو اس کا پانی جوش مار کر ابلنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔

''اے معاذ! اگر تمہیں لمبی عمر نصیب ہو تو تم دیکھو گے کہ یہ جگہ باغات سے گھری ہو گی۔''

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ تبوک کے دن لوگوں کو سخت بھوک لگی تو انہوں نے عرض کی۔ یارسول اللہ! اجازت ہو تو ہم اپنی اونٹنیاں ذبح کر دیں۔ ہم ان کا گوشت کھائیں گے اور ان کی چربی کو بطور تیل استعمال کریں گے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی۔ یارسول اللہ! اگر آپ انہیں اجازت عطا فرما دیں گے تو ہماری سواریاں کم ہو جائیں گی۔ آپ حکم فرمائیں کہ سب لوگ اپنا باقیماندہ زاد سفر لے آئیں۔ پھر آپ اس میں برکت کی دعا فرمائیں۔ ہو سکتا ہے کہ آپ کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ اس میں اضافہ فرما دے اور یہ ہماری ضروریات کے لئے کافی ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ ''ٹھیک ہے۔'' آپ نے چمڑے کا دستر خوان منگوایا اور اسے بچھا دیا۔ پھر صحابہ کرام سے فرمایا کہ وہ سب اپنے اپنے فاضل توشے لے آئیں۔ پھر کیا تھا؟ کوئی ہتھیلی بھر غلہ لا رہا ہے تو کسی کے ہاتھ میں چند کھجوریں یا خشک روٹی کا ٹکڑا ہے۔ الغرض تھوڑا بہت سامان دستر خوان پر جمع ہو گیا۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ نے برکت کی دعا فرمائی اور صحابہ سے فرمایا۔ اپنے اپنے برتن بھر لو۔ لشکر کے سارے برتن بھر لئے گئے۔ ایک بھی خالی نہ رہا۔ سب نے سیر ہو کر کھا بھی لیا۔ پھر بھی کھانا بچ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ توحید و رسالت میں شک نہ کرنے والا بندہ جب اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو اسے جنت سے محروم نہیں کیا جائے گا۔''

ابن راہویہ، ابو یعلی، ابو نعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم غزوۂ تبوک کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ ہمیں سخت بھوک لگی۔ میں نے عرض کی۔ یارسول اللہ! رومی ہمارے مقابلے پر آ رہے ہیں۔ وہ تو سیر شکم ہیں جبکہ ہم خالی پیٹ ہیں۔ انصار نے چند اونٹ ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو حضور ﷺ نے لوگوں میں اعلان کرا دیا کہ جس کے پاس فالتو زاد سفر موجود ہو لے آئے۔ لوگ اپنا اپنا توشہ لے آئے اور ہم نے سب کچھ ایک جگہ ڈھیر کر دیا۔ اس سارے سامان خورد و نوش کا وزن

تقریباً ستائیس صاع تھا۔ حضور ﷺ اس ڈھیر کے پاس بیٹھ گئے اور دعائے برکت فرمائی۔

پھر ارشاد فرمایا۔

"اے لوگو! کھانے کا سامان لے لو اور لوٹ نہ مچاؤ۔" سبھی نے تھیلے اور بوریاں بھر لیں۔ حتیٰ کہ اپنی قمیصوں کی گرہ لگا کر ان میں بھی ڈالتے گئے۔ پھر بھی سامان کا ڈھیر ویسے کا ویسا پڑا ہوا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ توحید و رسالت کی گواہی دینے والا جو بندہ بھی اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا اللہ تعالیٰ اسے آگ کی تپش سے بچا لے گا۔"

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ بہ سند ابو خالد خزاعی، یزید بن یحییٰ سے وہ محمد بن حمزہ بن عمرو اسلمی سے، وہ اپنے والد سے اور وہ بھی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک کی طرف روانہ ہوئے۔ تو دوران سفر میری ڈیوٹی گھی کی مشک پر تھی۔ میں نے مشک میں دیکھا تو بہت تھوڑا گھی رہ گیا تھا۔ میں نے حضور ﷺ کے لئے کھانا تیار کرنا چاہا۔ مشک کو دھوپ میں رکھا تا کہ گھی پگھل جائے اور خود سو گیا میں نے مشک سے گھی کے گرنے کی آواز سنی تو بیدار ہو گیا۔ فوراً اٹھا اور مشک کا منہ پکڑ لیا۔ رسول اللہ ﷺ نے مجھے دیکھ لیا اور فرمایا۔

لَوْ تَرَكْتَهُ لَسَالَ الْوَادِیْ سَمْنًا

اگر تم اسے چھوڑ دیتے تو وادی میں ہر طرف گھی بہنے لگتا۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ حمزہ بن عمرو اسلمی سے روایت کرتے ہیں کہ ہم تبوک میں تھے۔ منافقوں نے رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کو گھاٹی کے اندر بھگا دیا اس کے کجاوے کا کچھ سامان گر پڑا۔ حضرت حمزہ فرماتے ہیں کہ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ میری پانچوں انگلیاں روشن ہو گئیں اور ان سے ایسی چمک پیدا ہوئی کہ میں اس کی روشنی میں گری ہوئی چیزیں مثلاً عصا، رسی وغیرہ اٹھانے لگا۔

واقدی، ابو نعیم اور ابن عساکر رحمہم اللہ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں تبوک میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔ ایک رات آپ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا۔ کیا کھانا موجود ہے؟ انہوں نے عرض کی۔ قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے! ہم سارے تھیلے جھاڑ چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ دیکھو تو سہی۔ شاید کچھ موجود ہو۔ حضرت بلال نے ایک ایک تھیلے کو جھاڑنا شروع کر دیا۔ کسی سے ایک کھجور گرتی تو کسی سے دو۔ اس طرح کل سات کھجوریں حضرت بلال کے ہاتھ میں آ گئیں۔ پھر حضور ﷺ

نے ایک طشتری منگائی۔ اس میں کھجوریں رکھیں اور ان پر اپنا دست مبارک رکھ کر فرمایا۔

"اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔"

ہم تینوں نے کھجوریں کھائیں۔ میں گنتا رہا۔ ہم نے چون کھجوریں کھالیں۔ میں گٹھلیاں دوسرے ہاتھ میں رکھتا رہا۔ میرے دونوں ساتھی بھی اسی طرح کرتے رہے۔ حتیٰ کہ ہم سیر ہو گئے اور ہاتھ کھینچ لئے۔ میں نے دیکھا تو سات کھجوریں اسی طرح پڑی ہوئی تھیں۔ حضور رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا۔ "اے بلال! یہ اٹھالو۔ جو بھی یہ کھجوریں کھائے گا سیر ہو جائے گا۔" اگلے دن پھر حضور ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ کھجوریں لے آؤ۔ کھجوریں لائی گئیں۔ حضور ﷺ نے ان پر اپنا ہاتھ مبارک رکھا اور فرمایا۔

"اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔"

ہم دس آدمی تھے۔ کھجوریں کھاتے کھاتے سیر ہو گئے اور ہاتھ اٹھالئے۔ دیکھا تو وہی سات کھجوریں موجود تھیں۔ حضور سید عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"اگر میں اپنے رب سے شرم نہ کرتا تو ہم اس وقت تک یہ کھجوریں کھاتے رہتے یہاں تک کہ ہمارا آخری آدمی مدینہ منورہ میں داخل ہو جاتا۔" اس کے بعد حضور ﷺ نے وہ کھجوریں ایک بچے کو عطا فرمادیں جو انہیں چباتا ہوا چلا گیا۔

ابو نعیم، واقدی رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ بنو سعد کے ایک آدمی نے بتایا کہ میں تبوک میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ کے پاس چند صحابہ بیٹھے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ ان میں سے ساتویں تھے۔ میں نے اسلام قبول کیا حضور ﷺ نے فرمایا۔

"بلال۔ ہمیں کھانا کھلاؤ۔"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چمڑے کا دستر خوان بچھایا اور مشک سے کھجوریں نکالنے لگے جن پر گھی اور پنیر لگا ہوا تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ "سب کھاؤ۔" ہم نے جی بھر کر کھجوریں کھائیں۔ میں نے عرض کی۔ "یا رسول اللہ! کھجوریں تو صرف اتنی تھیں کہ میں اکیلا بھی انہیں کھا جاتا۔" اگلے دن میں دوبارہ حاضر ہوا تو آپ کے پاس دس آدمی موجود تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔

"بلال! ہمیں کھانا کھلاؤ۔"

حضرت بلال تھیلے میں ہاتھ ڈال کر کھجوروں کی مٹھیاں بھرتے اور نکالتے رہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔

"نکالتے رہو اور عرش والے سے کمی کا اندیشہ نہ کرو۔"

وہ کھجوروں کا تھیلا لائے اور اسے زمین پر بکھیر دیا۔ میں نے اندازہ لگایا تو وہ تقریباً دو مد کھجوریں تھیں۔ حضور نبی پاک ﷺ نے کھجوروں پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور فرمایا۔

"اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔"

صحابہ کرام کھانے لگے۔ میں بھی ان کے ساتھ شریک ہو گیا۔ میں نے اتنی کھجوریں کھائیں کہ پیٹ میں مزید گنجائش نہ رہی۔ ادھر دستر خوان پر اتنی ہی کھجوریں موجود تھیں جتنی حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ لائے تھے۔ یوں لگ رہا تھا گویا ہم نے ایک کھجور بھی نہیں کھائی۔

اگلے دن میں پھر حاضر ہوا۔ اب بھی دس آدمی موجود تھے بلکہ ایک دو زیادہ تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔

"بلال! ہمیں کھانا کھلاؤ۔"

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہی تھیلا لے آئے اور کھجوریں بکھیر دیں۔ حضور ﷺ نے ان پر اپنا ہاتھ مبارک رکھا اور فرمایا۔

"اللہ کا نام لے کر کھاؤ۔"

میں نے جی بھر کر کھائیں۔ جب دستر خوان اٹھایا گیا تو اس پر اتنی ہی کھجوریں موجود تھیں جتنی اس پر ڈالی گئی تھیں۔ اسی طرح مسلسل تین روز تک حضور ﷺ نے یہ عمل فرمایا۔

واقدی اور ابو نعیم رحمہما اللہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ اسلامی لشکر میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ہم رکاب تھے۔ راستے میں مجاہدین کو سخت پیاس لگی۔ پیاس کی شدت سے انسانوں، گھوڑوں اور اونٹوں کے ہلاک ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ایک بڑا برتن منگوایا جس میں تھوڑا سا پانی موجود تھا۔ اس پر اپنا دست مبارک رکھا تو آپ کی انگلیوں میں سے پانی جاری ہو گیا اور لوگ اسے پینے لگے۔ پانی اتنا زیادہ تھا کہ لوگوں نے خود بھی جی بھر کر پیا اور اپنے گھوڑوں اور اونٹوں کو بھی پلایا۔ اس وقت لشکر میں بارہ ہزار اونٹ، تیس ہزار آدمی اور بارہ ہزار گھوڑے موجود تھے۔ راوی کہتے ہیں کہ تبوک میں چار چیزیں تھیں۔ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ کی طرف واپس آرہے تھے تو سخت گرمی پڑ رہی تھی۔ پہلے بھی لشکر دو بار پیاسا ہوا تھا اب پھر شدید پیاس سے دوچار ہو گیا۔ پانی کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ حضور ﷺ نے اسید بن حضیر کو پانی کی تلاش میں روانہ کیا۔ انہوں نے تبوک اور حجر کے درمیان سارا علاقہ چھان مارا۔ ہر طرف پانی کی تلاش میں نکلے بالآخر ایک عورت کے پاس پرانا سا مشکیزہ ملا۔ اس

سے بات کر کے وہ مشکیزہ لے آئے۔ حضور ﷺ نے اس میں برکت کی دعا مانگی۔ پھر فرمایا۔

''آؤ۔ میں تمہیں پانی پلاتا ہوں۔''

لشکر کی ساری مشکیں بھر لی گئیں۔ پھر حضور ﷺ نے فرمایا۔ اونٹ اور گھوڑے لے آؤ۔ چنانچہ انہیں بھی جی بھر کر پانی پلایا گیا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حضرت اسید رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو پانی لائے تھے اسے حضور ﷺ کے حکم سے ایک بڑے برتن میں ڈالا گیا۔ آپ نے اس میں اپنا ہاتھ ڈالا۔ چہرے اور پاؤں مبارک کو دھویا۔ دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ پھر دعا کے لئے ہاتھ پھیلا دیئے۔ جب ہاتھ واپس لوٹائے تو برتن میں پانی جوش مار رہا تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ پیچھے ہٹ جاؤ۔ پانی پھیلتا گیا۔ لوگ بھی منتشر ہوتے گئے حتیٰ کہ سو اور دو سو آدمی قطار در قطار پانی کے آس پاس کھڑے تھے۔ سب نے جی بھر کر پانی پیا مگر برتن کا پانی اسی طرح جوش مار کر ابل رہا تھا۔

ابن خزیمہ، ابن حبان، حاکم، بیہقی اور ابو نعیم رحمہم اللہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا گیا کہ ساعت عسرت (سخت پریشانی کے زمانے) کے متعلق کچھ ذکر کریں۔ انہوں نے فرمایا۔

''ہم سخت گرمی کے موسم میں تبوک کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں کئی جگہ پڑاؤ کیا۔ جہاں ہمیں سخت پیاس لگی۔ پیاس کی اتنی شدت تھی کہ ہم سمجھے شاید اسی حالت میں موت آجائے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ کچھ آدمی اپنے اونٹ ذبح کر کے ان کا گوبر نچوڑتے اور اسے پی لیتے تھے اور گوشت کھا لیتے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی۔

''یا رسول اللہ! قدرت خداوندی کی یہ عادت کریمہ ہے کہ آپ کی دعا سے ہمیشہ بہتری کے آثار پیدا ہو جاتے ہیں۔ لہٰذا آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں۔''

حضور ﷺ نے فوراً دست دعا بلند کر دیئے۔ ابھی ہاتھ واپس نہ لوٹائے تھے کہ آسمان پر بادلوں کا سائبان تن گیا اور موسلا دھار بارش برسنے لگی۔ صحابہ کرام نے اپنے سارے برتن پانی سے بھر لئے۔ جب بارش رک گئی تو ہم صورت حال کا جائزہ لینے کے لئے چلے تاکہ دیکھیں کہ کہاں تک بارش ہوئی ہے ہم نے دیکھا کہ لشکر کی حدود سے آگے بارش کا نام ونشان بھی نہ تھا۔''

ابو نعیم رحمۃ اللہ علیہ حضرت عباس بن سہیل سے روایت کرتے ہیں کہ لوگوں کی ایسی ناگفتہ بہ حالت ہو گئی کہ ان کے پاس پانی کا ایک قطرہ بھی نہ رہا۔ اس تکلیف دہ صورت حال کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا۔ آپ نے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے ایک بادل بھیج دیا جو دل

کھول کر برسا۔ سب لوگ سیراب ہو گئے اور حسب ضرورت اپنے ساتھ بھی پانی لے لیا۔

ابن ابی حاتم رحمۃ اللہ علیہ ابو خزرہ سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ (وتجعلون رزقکم انکم تکذبون) غزوۂ تبوک کے موقع پر ایک انصاری شخص کے متعلق نازل ہوئی۔ جب مسلمان حجر کے مقام پر اترے تو رسول اللہ ﷺ نے حکم فرمایا کہ یہاں سے پانی ساتھ نہیں لے جانا۔ پھر مسلمانوں کا لشکر روانہ ہو گیا۔ ایک اور جگہ پڑاؤ کیا تو ان کے پاس پانی نہ رہا۔ پانی نہ ملنے کی شکایت حضور ﷺ سے کی گئی۔ آپ اٹھے۔ دو رکعت نماز ادا فرمائی۔ پھر بارش کے لئے دعا کی۔ فوراً اللہ تعالیٰ نے بادل بھیج دیا اور خوب بارش ہوئی حتیٰ کہ سب سیراب ہو گئے۔ وہاں ایک شخص موجود تھا جس پر منافق ہونے کا الزام تھا۔ ایک انصاری نے اس سے کہا۔ ”تیرا خانہ خراب! تو دیکھ رہا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی اور آسمان نے ہمیں بارش سے سیراب کر دیا۔ پھر بھی حضور ﷺ پر دل سے ایمان نہیں لاتے۔“ وہ کہنے لگے۔ ”یہ تو فلاں فلاں ستاروں کی وجہ سے بارش برسی ہے۔“ اسی موقع پر یہ کلام الٰہی نازل ہوا۔

وَتَجۡعَلُوۡنَ رِزۡقَكُمۡ اَنَّكُمۡ تُكَذِّبُوۡنَ (الواقعہ: 81)

اور تم نے اپنا یہی نصیب لیا ہے کہ تم اس کو جھٹلاتے رہو گے۔

بیہقی اور ابو نعیم بہ سند ابن اسحاق رحمہم اللہ عاصم بن عمر بن قتادہ سے، وہ محمود بن لبید سے اور وہ بنو عبدالاشہل کے چند آدمیوں سے روایت کرتے ہیں کہ لوگوں کے پاس پانی بالکل ختم ہو گیا تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے شکایت کی۔ آپ نے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے بادل بھیج دیا اور خوب بارش ہوئی حتیٰ کہ سب نے جی بھر کر پانی پیا اور ضرورت کے مطابق اپنے ساتھ بھی لے لیا۔

حضرت عاصم فرماتے ہیں کہ میری قوم کے آدمیوں نے مجھے بتایا کہ ایک منافق شخص کی منافقت انتہائی مشہور تھی۔ جب بارش ہوئی اور ہم سیراب ہو گئے تو ہم نے اس سے کہا۔ تجھ پر افسوس ہے! کیا اس کے علاوہ تمہیں کوئی اور دلیل چاہئے؟ کہنے لگا۔ یہ تو اتفاقاً بادل گزر رہا تھا جو یہاں برس گیا۔

پھر رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی گم ہو گئی۔ وہ منافق کہنے لگا۔ ”محمد (ﷺ) نبی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور آسمان کی خبریں بھی سناتے ہیں۔ مگر انہیں یہ معلوم نہیں کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے۔“

اس وقت عمارہ بن حزم بارگاہِ نبوت میں موجود تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔

”ایک آدمی نے کہا ہے کہ محمد (ﷺ) کہتے ہیں کہ میں نبی ہوں اور آسمان کی خبریں بتلاتے

ہیں۔ مگر انہیں یہ معلوم نہیں کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے۔ قسم بخدا! میں وہی کچھ جانتا ہوں جو میرا رب مجھے بتاتا ہے۔ اس نے مجھے اپنی اونٹنی کا پتا بتادیا ہے۔ وہ اس وادی کی فلاں گھاٹی میں موجود ہے۔ ایک درخت کے ساتھ اس کی نکیل اٹک گئی ہے۔"

صحابہ کرام فوراً وہاں پہنچے اور اونٹنی کو پکڑ کر لے آئے۔ حضرت عمارہ اپنے پڑاؤ کی جگہ پہنچے اور وہاں بیٹھے ہوئے آدمیوں کو وہ باتیں بتائیں جو حضور ﷺ نے فرمائی تھیں۔ ایک شخص نے کہا۔ آپ کے آنے سے ذرا پہلے یہی باتیں ایک منافق نے کہی تھیں۔

مسلم رحمۃ اللہ علیہ ابو حمید سے روایت کرتے ہیں کہ ہم غزوۂ تبوک کے موقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ وادی القریٰ میں ایک عورت کے باغ کے پاس پہنچے۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔ "اندازہ لگاؤ۔ اس باغ میں کتنی کھجوریں ہیں۔ ہم نے ان کا اندازہ لگایا اور حضور ﷺ نے فرمایا کہ میرے اندازے کے مطابق ان کا وزن دس وسق ہے۔ پھر عورت سے فرمایا۔ تم ان کھجوروں کا صحیح وزن کر رکھنا۔ ہم انشاء اللہ واپسی پر یہاں آئیں گے۔ ہم روانہ ہو کر تبوک پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ آج رات تم پر سخت آندھی آئے گی۔ آندھی کے وقت کوئی شخص کھڑا نہ ہو۔ اور جس کے پاس اونٹ ہے وہ اس کے پاؤں سے رسی باندھ دے۔ رات آئی تو بہت تیز آندھی چلی۔ ایک آدمی حضور کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔ تیز ہوا اسے اڑا کر جبل طی میں لے گئی۔ واپسی پر جب ہم وادی القریٰ میں پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے عورت سے پوچھا کہ تمہارے باغ کی کھجوروں کا کتنا وزن ہے۔ اس نے کہا۔ "دس وسق۔"

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ بہ سند صحیح حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ان سے یہ سوال کیا گیا کہ کیا حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے علاوہ اس امت کے کسی اور آدمی نے بھی حضور نبی کریم ﷺ کی امامت کی ہے؟ انہوں نے جواب دیا۔ "ہاں۔ ایک دفعہ ہم سفر کر رہے تھے۔ سحری کے وقت حضور باہر تشریف لے گئے۔ میں بھی آپ کے ساتھ چلا گیا۔ ہم لوگوں سے بہت دور نکل گئے۔ حضور سواری سے اترے اور چھپ گئے حتیٰ کہ میری نظروں سے اوجھل ہوگئے۔ کافی دیر کے بعد آپ سامنے آئے۔ میں نے پانی ڈالا۔ آپ نے وضو فرمایا اور موزوں پر مسح کیا۔ پھر ہم سوار ہو کر لوگوں کے پاس آپہنچے۔ اس وقت جماعت ہو رہی تھی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ امامت کے فرائض سرانجام دے رہے تھے۔ ایک رکعت پڑھ چکے تھے اور دوسری رکعت شروع تھی۔ میں نے آگے بڑھ کر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور ﷺ کی آمد سے آگاہ کرنا چاہا۔ مگر حضور ﷺ نے

منع فرمادیا۔ جو رکعت ہم نے پالی تھی وہ جماعت کے ساتھ پڑھی اور جو رہ گئی تھی وہ بعد میں پوری کرلی۔ جب حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پیچھے نماز پڑھ لی تو فرمایا۔

مَا قُبِضَ نَبِیٌّ قَطُّ حَتّٰی یُصَلِّیَ خَلْفَ رَجُلٍ صَالِحٍ مِنْ اُمَّتِهٖ

کسی نبی کا اس وقت تک وصال نہیں ہوتا جب تک کہ وہ اپنی امت کے مرد صالح کی اقتداء میں نماز نہ پڑھ لے۔

ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے یہ حدیث پاک واقدی سے روایت کی ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ غزوۂ تبوک کا واقعہ ہے۔

بزار رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "کسی نبی کا اس وقت تک وصال نہیں ہوتا جب تک اس کی امت کا کوئی آدمی اس کی امامت نہ کرلے۔"

ابن اسحاق اور بیہقی رحمہما اللہ حضرت سہل بن سعد ساعدی سے روایت کرتے ہیں کہ جب حضور ﷺ حجر کے مقام پر اترے تو فرمایا۔

"آج رات تم میں سے کوئی بھی ساتھی کے بغیر باہر نہ نکلے۔"

دو آدمیوں کے علاوہ باقی تمام لوگوں نے حضور ﷺ کے حکم کی تعمیل کی۔ ایک شخص قضائے حاجت کے لئے تنہا چلا گیا۔ اسے یہ سزا ملی کہ قضائے حاجت کے مقام پر اس کا گلا زور سے دبا دیا گیا۔ دوسرا شخص اپنے اونٹ کی تلاش میں نکل گیا۔ اسے یہ سزا ملی کہ تیز ہوا نے اسے اڑا کر جبل طی میں پھینک دیا۔ جب حضور ﷺ کو ان کے بارے میں بتایا گیا تو آپ نے فرمایا۔

"کیا میں نے تمہیں ساتھی کے بغیر باہر نکلنے سے منع نہیں کیا تھا؟" اس کے بعد حضور نے قضائے حاجت کے لئے جانے والے شخص کے لئے دعا فرمائی تو اس کی ساری تکلیف رفع ہوگئی۔ جبکہ دوسرا شخص اس وقت رسول اللہ ﷺ سے آملا جب آپ تبوک سے واپس تشریف لائے۔

حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ حضرت الیاس علیہ السلام کی ملاقات اور ان کی درازئ قامت کا بیان

ابن ابی دنیا، حاکم، بیہقی اور ابو شیخ رحمہم اللہ (العظمہ میں) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جنگ کے لئے روانہ ہوئے۔ جب حجر کے

مقام پر پہنچے تو ایک آواز سنائی دی۔ کوئی کہہ رہا تھا۔

”یااللہ! مجھے حضرت محمد (ﷺ) کی امت میں شامل فرمالے۔ جس امت کے افراد تیری خاص رحمت سے مستفید ہیں، جن کی تو نے بخشش فرمادی اور جن کی دعاؤں کو تو شرفِ قبولیت سے نوازتا ہے۔“

حضور نبی پاک ﷺ نے فرمایا۔ ”انس! دیکھو۔ یہ کیسی آواز ہے؟“ میں پہاڑ کی طرف چلا گیا۔ وہاں مجھے سفید کپڑوں میں ملبوس ایک شخص نظر آیا جس کے سر اور داڑھی کے بال سفید تھے اور قامت کی لمبائی تین سو ہاتھ سے زیادہ معلوم ہوتی تھی۔ جب اس نے مجھے دیکھا تو کہا۔ کیا تمہیں نبی کریم ﷺ نے بھیجا ہے۔ میں نے کہا۔ ”جی ہاں۔“ وہ بولے۔ ”حضور ﷺ کے پاس واپس جاکر میرا سلام عرض کرو اور آپ سے گزارش کرو کہ آپ کا بھائی الیاس آپ سے ملاقات کا خواہاں ہے۔“

میں واپس آگیا اور حضور ﷺ کو سارا ماجرا عرض کیا۔ آپ فوراً اس طرف روانہ ہوگئے۔ میں بھی آپ کے ساتھ ہولیا۔ جب ہم حضرت الیاس کے قریب پہنچے تو حضور ﷺ ان کی طرف چلے گئے اور میں پیچھے ہٹ گیا۔ دونوں حضرات کافی دیر تک باتیں کرتے رہے۔ پھر ان پر آسمان سے دستر خوان اترا۔ حضور نے مجھے بھی بلالیا۔ میں ان کے ساتھ کھانے میں مصروف ہوگیا۔ دستر خوان پر یہ چیزیں چنی گئی تھیں۔ کھمبی، انار، مچھلی، کھجور اور اجوائن۔ جب میں نے کھانا کھالیا تو اٹھ کر ایک طرف ہوگیا۔ پھر ایک بادل آیا اور حضرت الیاس کو اٹھا کر لے گیا۔ بادل انہیں لے کر آسمان کی طرف جارہا تھا اور مجھے اس بادل کے اندر ان کے کپڑوں کی سفیدی صاف نظر آرہی تھی۔

ابن شاہین اور ابن عساکر رحمہما اللہ چند واسطوں سے حضرت واثلہ بن اسقع سے روایت کرتے ہیں (اس سند میں ایک مجہول راوی بھی ہے)

”ہم غزوۂ تبوک کے لئے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ روانہ ہوئے۔ جب جذام کے علاقے میں پہنچے تو ہمیں سخت پیاس لگ گئی۔ ناگہاں ہمارے سامنے ایک برتن اور انگور آموجود ہوئے۔ ایک میل آگے چلے تو ایک تالاب پر جا پہنچے۔ جب رات کا تیسرا حصہ گزر گیا تو ہم نے ایک منادی کی آواز سنی جو کہہ رہا تھا۔

”یااللہ! مجھے حضرت محمد ﷺ کی امتِ مرحومہ میں شامل فرمالے۔“

اس کے بعد مذکورہ حدیث مروی ہے۔ البتہ انہوں نے حضرت الیاس علیہ السلام کی درازیٔ قامت کے بارے میں یہ ذکر کیا کہ وہ ہم سے دو یا تین ہاتھ اونچے تھے۔

طبرانی رحمۃ اللہ علیہ بہ سند صحیح حضرت فضالہ بن عبید سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ غزوۂ تبوک کے لئے روانہ ہوئے تو مسلمانوں کی سواریاں سفر کی تکلیف سے تھک گئیں۔ انہوں نے حضور سے شکایت کی۔ آپ نے دیکھا کہ لوگ سواریوں کو زبردستی ہانک رہے ہیں۔ آپ ایک تنگ جگہ میں کھڑے ہوگئے۔ لوگ وہاں سے گزرتے رہے۔ حضور ﷺ پھونک مار کر دم فرماتے اور یہ دعا کرتے رہے۔ "یا اللہ! ان کے لئے اپنے راستے کے سفر کو آسان فرمادے۔ بے شک طاقتور، کمزور اور خشک وتر کے لئے بحری و بری راستوں کو تو ہی آسان فرماتا ہے۔" اس کے بعد ہماری سواریاں متواتر سفر کرتی رہیں۔ جب ہم مدینہ واپس آئے تو ان کی تازگی اور نشاط کا یہ عالم تھا کہ ہمارے ہاتھوں سے لگامیں کھینچتی تھیں۔

ابو نعیم، واقدی رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ تبوک کے سفر میں لوگوں نے ایک بہت بڑا اژدہا دیکھا۔ وہ جلدی سے بھاگ گئے۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ اپنی سواری پر تشریف فرما تھے۔ اژدہا سیدھا حضور ﷺ کی طرف آیا اور کافی دیر تک آپ کے سامنے کھڑا رہا۔ لوگ یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے۔ پھر وہ بل کھاتا ہوا راستے کے کنارے پر سیدھا کھڑا ہو گیا۔ لوگ حضور ﷺ کے پاس آگئے۔ آپ نے فرمایا۔ "جانتے ہو۔ یہ کون ہے؟" انہوں نے کہا۔ اللہ اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ یہ ان آٹھ جنات میں سے ایک ہے جو میرے پاس قرآن کریم سننے آئے تھے۔ اب جبکہ اللہ کے رسول ﷺ اس کے علاقے میں آئے ہیں تو اس نے اپنا فرض سمجھا کہ مجھے سلام کرے۔ وہ آپ کو بھی سلام کہہ رہا ہے۔ صحابہ کرام نے بھی اس کے سلام کا جواب دیا۔

ابوداؤد اور بیہقی رحمہما اللہ غزدان سے روایت کرتے ہیں کہ میں تبوک پہنچا تو ایک اپاہج شخص کو دیکھا۔ اس سے حال دریافت کیا تو وہ بولا۔ رسول اللہ ﷺ جب تبوک میں آئے تھے تو آپ نے ایک کھجور کے درخت کے سامنے نماز ادا فرمائی میں ایک لڑکے کے ساتھ تیزی سے آپ کے سامنے سے گزر گیا۔ آپ نے فرمایا۔ "اس نے ہماری نماز توڑی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کے نشانات قدم کو ختم کردے۔ میں اس وقت سے آج تک اٹھ نہ سکا۔"

ابو نعیم، واقدی رحمہما اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تبوک کی طرف روانہ ہوئے۔ انہوں نے عرض کی۔ "یا رسول اللہ! میرے لئے شہادت کی دعا فرمائیں۔" آپ نے فرمایا۔

"یا اللہ! میں کفار پر ان کا خون حرام کرتا ہوں۔" پھر فرمایا۔ "جب تم راہ خدا میں روانہ ہو

چکے۔ پھر اگر تمہیں بخار آ جائے اور اس سے تمہارا وصال ہو جائے تو پھر بھی تم شہید ہو گے۔"

جب صحابہ کرام تبوک پہنچے تو چند دن وہاں قیام کیا۔ پھر حضرت عبداللہ ذوالبجادین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وصال ہو گیا۔

ابن سعد اور بیہقی رحمہما اللہ علاء بن محمد ثقفی سے اور وہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تبوک میں تھے ایک دن وہاں سورج ایسی نور افشاں اور ضیاء بار آب و تاب کے ساتھ طلوع ہوا کہ پہلے ہم نے اتنی تیز روشنی کبھی نہ دیکھی تھی۔ جبرئیل امین رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے۔ حضور ﷺ نے پوچھا۔ جبرئیل! کیا وجہ ہے آج سورج کی آب و تاب خلاف معمول تیز ہے؟ انہوں نے کہا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آج معاویہ بن معاویہ لیثی کا مدینہ منورہ میں انتقال ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے ستر ہزار فرشتے بھیجے ہیں۔ حضور ﷺ نے پوچھا۔ اس عزت افزائی کی کیا وجہ ہے؟ جبرئیل امین نے کہا۔ وہ دن رات، چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کی بکثرت تلاوت کیا کرتے تھے۔ اگر آپ بھی ان کی نماز جنازہ پڑھنا چاہتے ہیں تو میں آپ کی خاطر زمین کو لپیٹ دیتا ہوں۔ حضور نے فرمایا۔ "ٹھیک ہے۔" چنانچہ آپ ﷺ کی خاطر زمین لپیٹ دی گئی اور آپ ﷺ نے ان کی نماز جنازہ پڑھی۔

ابن سعد، ابو یعلیٰ اور بیہقی رحمہم اللہ ایک دوسری سند سے عطاء بن ابو میمونہ سے اور وہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جبرئیل امین حضور نبی کریم ﷺ کے پاس آئے اور کہا۔ معاویہ بن معاویہ مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہو گیا ہے۔ کیا آپ ان کی نماز جنازہ پڑھنا چاہتے ہیں؟ آپ نے فرمایا۔ "ہاں۔" جبرئیل نے اپنے پر پھڑ پھڑائے تو راستے کے سارے درخت اور ٹیلے گر گئے۔ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ کی چارپائی سامنے نظر آ رہی تھی۔ حضور نے ان کی نماز جنازہ پڑھی۔ آپ کے پیچھے ملائکہ نے بھی دو صفیں بنا رکھی تھیں۔ ہر صف میں ستر ہزار فرشتے تھے۔ حضور ﷺ نے جبرئیل سے پوچھا۔

بِمَ نَالَ هٰذِهِ الْمَنْزِلَةَ مِنَ اللّٰهِ؟

انہیں بارگاہ الٰہی میں یہ مقام و مرتبہ کیونکر نصیب ہوا؟

جبرئیل نے جواب دیا۔

بِحُبِّهٖ قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ يَقْرَؤُهَا قَائِمًا وَّقَاعِدًا وَّذَاهِبًا وَّجَائِيًا وَّعَلٰى كُلِّ حَالٍ

اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ سورۂ اخلاص سے محبت رکھتے تھے اور اٹھتے بیٹھتے، آتے جاتے، ہر حال میں اس کی تلاوت کیا کرتے تھے۔

بیہقی اور ابن مندہ (الصحابہ میں) بہ سند ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ یزید بن رومان اور عبداللہ بن ابو بکر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اکیدر کی طرف بھیجا۔ اکیدر کندہ قبیلہ سے تعلق رکھتا تھا۔ دومہ کا بادشاہ اور مذہباً نصرانی تھا۔ حضور ﷺ نے حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا۔

"تم اسے گائے کا شکار کرتے ہوئے پاؤ گے۔"

حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی مہم پر روانہ ہو گئے۔ صاف شفاف چاندنی رات تھی۔ جب مسلمانوں کا سوار دستہ وہاں پہنچا جہاں سے اکیدر کا قلعہ دکھائی دیتا تھا تو اس وقت وہ اپنی بیوی کے ساتھ چھت پر بیٹھا ہوا تھا۔ اچانک ایک گائے آئی اور ان کے محل کے دروازے پر سینگ مارنے لگی۔ اکیدر نے بیوی سے کہا۔ کیا تم نے کبھی ایسی خوبصورت گائے دیکھی ہے؟ اس نے کہا۔ نہیں۔ ملکہ بولی۔ اسے کون چھوڑ گیا ہے؟ اکیدر نے کہا۔ کوئی بھی نہیں۔ پھر بادشاہ محل سے نیچے اترا۔ اس کے حکم سے گھوڑے پر زین کسی گئی۔ اس کے گھر کے چند آدمی بھی گھوڑوں پر سوار ہوئے اور نیزے لے کر گائے کے پیچھے نکل کھڑے ہوئے۔ راستے میں رسول اللہ ﷺ کے بھیجے ہوئے گھڑ سوار دستے سے ملاقات ہو گئی۔ انہوں نے بادشاہ کو گرفتار کر لیا۔

بنو طے کے ایک شخص کا نام بجیر بن بجرہ تھا۔ اس نے مذکورہ واقعہ کے متعلق یہ اشعار کہے ہیں۔

ترجمہ:۔ "گایوں کو ہانکنے والا بڑا بابرکت ہے۔ میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ ہدایت کے طلبگار کو ہدایت عطا فرما دیتا ہے۔"

"جو تبوک والے سے پھر جائے تو اس کے ساتھ ہمیں جہاد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔"

حضور نبی کریم ﷺ نے بجیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دعا دی۔ "اللہ تعالیٰ تیرے منہ کو سلامت رکھے۔" حضور ﷺ کی اس دعا کی برکت دیکھو بجیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عمر نوے سال ہوئی مگر ان کی داڑھ یا دانت کو ذرا بھی حرکت نہ ہوئی۔

ابن مندہ، ابن سکن اور ابو نعیم رحمہم اللہ علیہ حضرت بجیر بن بجرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ دومہ کے اکیدر کی طرف حضور نبی پاک ﷺ نے حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا جو لشکر بھیجا، میں بھی اس میں شریک تھا۔ حضور ﷺ نے فرمایا۔

"تم اکیدر کو گائے کا شکار کرتے ہوئے پاؤ گے۔"

چاندنی رات تھی۔ جب ہم اکیدر کے پاس پہنچے تو وہ فرمان نبوی کے عین مطابق گائے کے شکار میں نکلا ہوا تھا۔ ہم نے اسے گرفتار کر لیا۔ جب ہم حضور نبی کریم ﷺ کے پاس پہنچے تو میں نے چند اشعار پڑھ کر سنائے۔ ان میں سے ایک شعر یہ تھا۔

"گایوں کو ہانکنے والا بڑا بابرکت ہے۔ میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ ہدایت کے طلبگار کو ہدایت عطا فرما دیتا ہے۔"

حضرت بجیر کے اشعار سن کر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ "تیرا منہ سلامت رہے۔" ان کی عمر نوے سال ہوئی مگر کبھی دانت بھی نہ ہلا۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ تبوک سے لوٹ کر مدینہ منورہ پہنچے تو خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چار سو بیس گھوڑ سواروں کا دستہ دے کر دومتہ الجندل کے بادشاہ اکیدر کی طرف روانہ فرمایا۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی۔ یارسول اللہ! مسلمانوں کا یہ مختصر سا دستہ دومتہ الجندل کو کیسے فتح کرے گا۔ پھر وہاں اکیدر تک کیسے پہنچ سکے گا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ "شاید اللہ تعالیٰ اکیدر کے ساتھ تمہاری ملاقات کا انتظام ایسی حالت میں فرمادے جب وہ شکار کے لئے باہر نکلا ہوا ہو۔ تم اسے گرفتار کر لو گے تو دومتہ الجندل کی چابی تمہارے ہاتھ آجائے گی۔ پھر اللہ تعالیٰ دومتہ الجندل کو بھی تمہارے لئے فتح فرمادے گا۔"

حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس مہم پر روانہ ہو گئے جب اکیدر کے قلعہ کے قریب پہنچے تو اس کی حدود سے پیچھے ہی اتر گئے کیونکہ انہیں حضور نبی پاک ﷺ کا فرمان یاد آ گیا کہ شاید تم اسے شکار کرتے ہوئے پاؤ۔ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھی رات کے وقت چل رہے تھے کہ اچانک ایک گائے آئی اور اکیدر کے قلعے کے دروازے پر سینگ مارنے لگی۔ اکیدر اس وقت اپنے قلعے کے اندر اپنی دو بیویوں کے درمیان بیٹھا شراب کے جام لنڈھا رہا تھا اور گانے بجانے میں مصروف تھا۔ اس کی بیوی نے جھانک کر دیکھا تو اسے ایک گائے نظر آئی جو دروازے اور دیوار پر سینگ مار رہی تھی۔ وہ بولی۔ ایسا گوشت میں نے کبھی نہیں دیکھا۔ بادشاہ نے کہا۔ کیسا گوشت؟ اس نے کہا۔ اس گائے کا گوشت جو دروازے اور دیوار پر ٹکریں مار رہی ہے۔ اکیدر فوراً گھوڑے پر سوار ہوا۔ چند نوکر چاکر اور گھر کے افراد بھی سوار ہو گئے اور گائے کے تعاقب میں نکل کھڑے ہوئے۔ جب وہ حضرت خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے پاس سے گزرے تو انہوں نے اکیدر کو ساتھیوں سمیت گرفتار کر کے باندھ دیا۔ اس وقت حضرت

خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور ﷺ کا فرمان یاد آ گیا۔ اکیدر نے کہا۔ "یہ گائے یہاں صرف آج رات آئی ہے۔ پہلے کبھی نہیں آئی۔ جب میں نے اسے پکڑنے کا ارادہ کیا تو میرا خیال تھا کہ خواہ ایک دو دن تک سوار رہنا پڑے اسے ضرور پکڑوں گا۔"

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ بلال بن یحییٰ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مہاجرین کا امیر بنا کو دومتہ الجندل کی طرف روانہ فرمایا۔ آپ کے ساتھ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی اعراب کا امیر بنا کر بھیجا۔ اور فرمایا۔ "تم جاؤ۔ تم اکیدر کو وحشی جانور کا شکار کرتے ہوئے پاؤ گے۔ اسے گرفتار کر کے میرے پاس لے آنا۔" چنانچہ مسلمانوں کا لشکر روانہ ہوا۔ جب وہ دومتہ الجندل پہنچے تو اکیدر کو فرمان نبوی کے مطابق شکار کرتے ہوئے پایا۔ تو اسے پکڑ کر بارگاہِ نبوی میں لے آئے۔

اس روایت کو ابن مندہ نے الصحابہ میں بلال بن یحییٰ سے اور انہوں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے موصولاً نقل کیا ہے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ جب تبوک سے واپس ہوئے تو راستے میں چند منافقین نے یہ سازش کی کہ آپ کو (نعوذ باللہ) گھاٹی سے گرادیں گے۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے پوری تیاری کرلی اور منہ پر نقاب بھی اوڑھ لئے۔ جب مسلمانوں کا لشکر اس گھاٹی میں پہنچا تو سید الانبیاء ﷺ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم فرمایا کہ ان لوگوں کو واپس بھیج دیں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ڈھال لے کر ان کے سامنے گئے اور ان کی سواریوں کے منہ پر کسی چیز سے ضرب لگائی۔ جب غور سے دیکھا تو وہ سب نقاب پوش تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں خوف و ہراس پیدا کر دیا اور انہیں یقین ہو گیا کہ حضور ﷺ کو ہماری سازش کا علم ہو گیا ہے۔ پس وہ جلدی سے لوگوں میں گھل مل گئے۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور ﷺ کے پاس آئے تو آپ ﷺ نے پوچھا۔ کیا تم جانتے ہو کہ ان کا کیا ارادہ تھا؟ انہوں نے عرض کی۔ "نہیں۔" حضور ﷺ نے فرمایا۔

"انہوں نے یہ سازش کی تھی کہ وہ میرے ساتھ چلیں گے۔ جب میں گھاٹی میں داخل ہوں گا تو وہ مجھے اس میں گرادیں گے۔"

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے یہی روایت ابن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ سے بھی نقل فرمائی ہے۔ اس میں اتنا اضافہ ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے سازش کرنے والوں کے ناموں اور ان کے آباء کے ناموں سے مجھے آگاہ کر دیا ہے اور عنقریب میں تمہیں ان کے نام بتادوں گا۔ چنانچہ

حضور علیہ السلام نے بارہ آدمیوں کے نام بتا دیئے تھے۔

بیہقی رحمۃ اللہ علیہ بہ سند صحیح حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں حضور علیہ السلام کی اونٹنی کی نکیل تھامے آگے آگے چل رہا تھا اور حضرت عمار رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیچھے سے ہانک رہے تھے۔ جب ہم گھاٹی میں پہنچے تو ہم نے بارہ سوار دیکھے۔ میں نے رسول اللہ علیہ السلام کو جگا دیا۔ آپ نے بہ آواز بلند انہیں پکارا تو وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ گئے۔ حضور علیہ السلام نے پوچھا۔ کیا تم نے ان لوگوں کو پہچان لیا ہے؟ ہم نے عرض کی۔ ''نہیں۔ وہ سب نقاب اوڑھے ہوئے تھے۔'' آپ نے فرمایا۔ یہ منافق ہیں اور قیامت تک منافق رہیں گے۔ کیا تم جانتے ہو کہ یہ کس ارادے سے آئے تھے۔ ہم نے عرض کی، نہیں۔ فرمایا۔ ان کا ارادہ یہ تھا کہ وہ اللہ کے رسول پر گھاٹی میں یکبارگی حملہ کر کے اس میں گرا دیں گے۔ پھر حضور نے انہیں بددعا دی۔

''یا اللہ! ان پر دبیلہ بھیج دے۔''

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی۔ دبیلہ کیا چیز ہے؟

حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ ''دبیلہ آگ کا ایسا شعلہ ہے جو ان میں سے ہر ایک کے دل کی رگ پر گرے گا اور اسے ہلاک کر دے گا۔''

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔

''میرے ساتھ رہنے والوں میں بارہ منافق ہیں۔ وہ کبھی جنت میں داخل نہ ہوں گے حتیٰ کہ اونٹ سوئی کے ناکہ میں نہ داخل ہو جائے۔ ان میں سے آٹھ کو دبیلہ کافی ہو گا۔ دبیلہ آگ کا ایسا شعلہ ہے جو ان کے کندھوں کے درمیان سے ظاہر ہو گا اور ان کے سینوں کے پار ہو جائے گا''۔

باب

غزوۂ اسود میں ظاہر ہونے والے معجزات

سیف رحمۃ اللہ علیہ کتاب الردۃ میں مستنیر بن یزید سے وہ عروہ بن غزیہ دشنی سے، وہ ضحاک بن فیروز سے اور وہ حبشیش دیلمی سے روایت کرتے ہیں کہ وہرہ بن تحنس ہمارے پاس رسول اللہ علیہ السلام کا خط لائے۔ اس میں حضور علیہ السلام نے ہمیں حکم فرمایا کہ ہم دینِ حق کے احکامات کی پابندی کریں۔ جہاد کی تیاری کریں اور اسود کذاب کی سرکوبی کریں۔ ہم نے حسب ارشاد اسود کے ساتھ جنگ کی۔ بالآخر میں نے اسے قتل کر دیا۔ اس کا سر کاٹ کر ان کی طرف پھینک دیا اور ان پر

چاروں طرف سے بھرپور حملہ کیا۔ پھر یہ ساری صورتِ حال لکھ کر حضور ﷺ کی طرف بھیج دی۔ اس وقت آپ ظاہری حیات کے ساتھ موجود تھے۔ اسی رات ہمارے متعلق آپ کے پاس وحی آگئی۔ حضور ﷺ نے صحابہ کرام کو ہمارے حالات سے آگاہ فرمادیا۔ جب ہمارے قاصد پہنچے تو حضور ﷺ کا وصال ہو گیا تھا۔ وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے۔ پھر انہوں نے ہمارے خط کا جواب دیا۔

دیلمی رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جس رات اسود عنسی قتل ہوا اسی رات حضور نبی پاک ﷺ کے پاس آسمان سے وحی آگئی۔ حضور ﷺ باہر تشریف لائے اور ارشاد فرمایا۔

"گزشتہ رات اسود قتل ہو گیا۔ ایک بابرکت گھرانے کے بابرکت شخص نے اسے قتل کیا ہے۔ پوچھا گیا۔ وہ کون ہے؟

رحمتِ عالم ﷺ نے فرمایا۔

"اس سعادت مند شخص کا نام فیروز ہے۔ فیروز کامیاب ہو گیا۔"

کیمیائے سعادت

مُصنّف

حجۃ الاسلام امام

ابو حامد محمد بن محمد غزالی

زیرِ نگرانی

ادارہ ضیاء المصنفین

بھیرہ شریف

مترجم

علامہ ذوالفقار علی

فاضل دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور ○ کراچی ○ پاکستان

قرآن کتاب ہدایت ہے۔
مکمل ضابطہ حیات ہے۔

قرآن ہماری دنیوی اور اخروی کامیابی کا ضامن ہے۔

قرآن کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔

پیر محمد کرم شاہ صاحب ازہری کی معرکۃ الآرا تفسیر

خوبصورت ترجمہ ! بہترین تفسیر

ضیاء القرآن

فہم قرآن کا بہترین ذریعہ ہے

ترجمہ: جس کے ہر لفظ سے اعجاز قرآن کا حسن نظر آتا ہے
تفسیر: اہل دل کے لیے درد و سوز کا ارمغان